[illegible]

[illegible]

[illegible]

ترجمہ اردو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

٣

فہرست جلد چہارم غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

[illegible]

مضمون

ترجمہ در المختار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ یہ کتاب اجارہ کے احکام میں **مترجم** کہتا ہے [illegible] اجارہ [illegible] کرایہ اور مزدوری [illegible]

[illegible] بولتے ہیں تمام الہدایۃ لکونہا تملیک عین وھذا تملیک منفعۃ [illegible] مناسبت [illegible] واسطے کہ بیع

عبارت ہے تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہے تملیک منفعت سے [illegible] اور اعیان [illegible]

کی [illegible] تملیک منافع سے ذکر میں مناسب ہوئی **ھی لغۃ اسم للاجرۃ وھی ما یستحق** [illegible] **قال الشاعر** [illegible]

[illegible] لغت میں اسم ہے اجرت کا [illegible] کام پر مستحق ہو [illegible]

ھم اجرت لغت میں کرایہ ہے مزدور کا اور اجیر اور اجارہ [illegible] **فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل کالاجارۃ والاجرۃ**

الکراء [illegible] کہ شارح کی عبارت میں [illegible] عینی کی طرح کنز [illegible] دلالت [illegible] بعنی [illegible] اجرت کی [illegible]

کرایہ اور اجر کی تفسیر **ما یستحق علی عمل الخیر** [illegible] **وشرعا تملیک نفع مقصود من العین** [illegible] **اجیر** [illegible]

[illegible] **لیخدمہ** [illegible]

فاسدۃ فی الکل ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزازیۃ [illegible] اور اصطلاح شرع میں اجارہ عبارت ہے [illegible] منفعت کی

تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے [illegible] کرایہ [illegible] عمل [illegible]

[illegible] واسطے کہ [illegible]

[illegible] کی مملوک ہے تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور اشیاء مذکورہ کے مالک کو اجر ملیگا [illegible]

غیر مقصودہ ہے عین سے **کذا فی البزازیۃ** اور اسکا ذکر آگے آویگا **ھم** نفع کی قید سے بیع [illegible] خارج ہوگئے [illegible] فاسدہ [illegible]

[illegible] نفع اور عوض میں معلوم اور معین ہونیکی قید [illegible] اشیاء مذکورہ سے اجارہ میں اجرت ثابت [illegible] نفع غیر مقصود [illegible]

اور یہہ جو فقہا کا قول ہے کہ اجارہ فاسدہ میں انتفاع سے اجرت واجب ہوتی ہے تو اس [illegible] جب [illegible] استعمال ہوتی ہے [illegible]

ما صلح ثمنا ای بدلا فی البیع صلح اجرۃ لانہا ثمن المنفعۃ اور جو چیز ثمن یعنی بیع میں بدل ہونیکی صلاحیت رکھتی ہے وہ اجرت [illegible]

ہونیکی بھی صلاحیت رکھتی ہی اسواسطے کہ اجرت ثمن ہی منفعت کا ھ ثمن دین بھی ہوتا ہی اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین بدل واقع ہوتا ہی تو عین اجرت
ہونیکی بھی صلاحیت رکھتا ہی ولاینعکس کلیاً فلا یقال مالا یجوز ثمناً لایجوز اجرۃ لجواز اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ اذا اختلفا کما سیجیٔ
اور قول مذکور منعکس بعکس کلی نہین ہوتا تو یون بولین گے کہ جسکا ثمن ہونا جائز نہین اسکا اجرت ہونا جائز نہین بسبب جائز ہونے اجارہ منفعت کے
بعوض منفعت کے جب کہ دونون منفعتین مختلف الجنس ہون چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ھ اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت
ارض سے کہ یہ صحیح ہی اور بیع مین منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہین عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہی نہ عکس منطقی وتنعقد باعرتک ھذہ الدار
شہراً بکذا اذن العاریۃ بعوض اجارۃ بخلاف العکس اور منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہ گھر عاریت دیا مہینے بھر کو
بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہی برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہین ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہ گھر مین نے
تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارہ فاسدہ ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وھبتک او اجرتک منافعھا شہراً بکذا ایا منعقد ہوتا ہی اجارہ
اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو ہبہ کیے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دیے ایک مہینہ بھر
بعوض اسقدر کے افاد ان رکنھا الایجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب و قبول ہی ھ طحطاوی نے کہا
شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہو (ہی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ یہ نہین ہوسکتا بدون ایجاب و قبول کے انتہی مین کہتا ہون اور شاید کہ
رکنیت ایجاب و قبول کی منعقد کے لفظ سے نکلتی ہو اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہی ایجاب و قبول کے ربط سے وشرطھا کون الاجرۃ والمنفعۃ معلومتین لان
جہالتھما تفضی الی المنازعۃ اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہی اجرت و منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعت کیطرف پہنچاتا ہی
وحکمھا وقوع الملک فی البدلین ساعۃ فساعۃ اور حکم یعنی اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہی دونون عوضون یعنی منفعت و اجرت مین مدام اور
گھڑی گھڑی ھ وجہ اسکی یہ ہی کہ اجارہ عقد معاوضہ ہی اور احد العوضین منفعت ہی کہ اندک اندک مدام پیدا ہوتی جاتی ہی اور معاوضہ مقتضی ہی مساوات کا
تو بالضرور تراخی فی المنفعہ موجب ہی تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہوگئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر وھل تنعقد
بالتعاطی ظاھر الخلاصۃ نعم ان علمت المدۃ وفی البزازیۃ ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہوجاتا ہی تعاطی سے بلا ایجاب
قبول لفظی ظاہر خلاصہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہی اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ مین ہی کہ اگر مدت اجارہ کی
کمتر ہو تو منعقد ہوتا ہی اور اگر کمتر نہو تو منعقد نہین ہوتا ھ امام محمد نے اصل مین مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعیین دیگین اجارہ لین تو جائز
نہین اسواسطے کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا اور مستاجر نے قبول کرلین پہلے کرایہ پر تو جائز ہی اور یہہ اجارہ جدید ہوگا تعاطی سے
اور یتیمہ مین ہی کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہی ناوین یا حجامت کرواتا ہی یا فصد لیتا ہی یا حمام مین جاتا ہی یا سقے سے
پانی پیتا ہی پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہہ اجارہ جائز ہی بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھ حاجت نہین کذا
فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ عن التاتارخانیۃ ویعلم النفع ببیان المدۃ کالسکنی والزراعۃ مدۃ کذا ای مدۃ کانت وان طالت ولو مضافاً
کاجرتکھا غداً ولو جرتبیعھا وتبطل الاجارۃ بہ یفتی خانیہ اور منفعت معلوم ہوجاتی ہی مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار
اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو گو کہ مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو گھر اجارہ دیا کل کے
دن اور موجر کو اوس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیچ ڈالنا جائز ہی اور اس بیع سے اجارہ باطل ہوجائیگا اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الخانیہ ھ مدت
طویلہ کا اجارہ جائز ہی اگرچہ موجر اور مستاجر اوس مدت تک زندہ رہین یہی قول خصاف کا مختار ہی اور بعضون نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہی
اور تابید مبطل اجارہ ہی یہہ قول ہی ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی ولم تزد فی الاوقاف علی ثلث سنین فی الضیاع وعلی سنۃ فی
غیرھا کما مر فی بابہ اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہوگی اراضی مین اور ایک برس سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین

چنانچہ گھر اور دکان میں جسطرح باب الوقف میں اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقودًا متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول لانہ ناجز لا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہ خانیۃ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارہ طویلہ کا یہہ حیلہ ہی کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہی بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ بصفات بزمان مستقبل ہین تو متولی کو اوسکا فسخ کرڈالنا جائز ہی کذا فی الخانیہ وفیہا لو شرط الواقف مدۃ یتبع الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعًا فیؤجرہا القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر وقف کا کرنیوالا اجارہ وقف کی مدت شرط کرے تو اوس شرط کی پیروی لازم ہی مگر جب کہ اوسکے اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اوسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہی یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف ہر بیت سب پر نافذ ہی قلت وقدمنا فی الوقف ان الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وسیجیٔ متنا فلیراجع ولیحفظ مین کہتا ہون اور ہم مقدم بیان کر چکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارہ طویلہ پر فتویٰ ہی اگرچہ بعقود جداگانہ ہوا اور اسکا ذکر متن مین عنقریب آویگا تو اوسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسکو یاد رکھنا چاہیے فلو اجرہا المتولی اکثر لم تصح الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہوگا وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قاری الھدایۃ ورجحہ المصنف علی ما فی نفع الوسائل اور عقد اجارہ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنی نہ تین سال مین صحیح رہیگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد واحد جب بعض مین فاسد ہوا تو کل مین فاسد ہوگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کلی کو ترجیح دیکے انفع الوسائل کے قول پر م انفع الوسائل مین مذکور ہی کہ اجارہ طویلہ اگر اراضی مین ہی تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہی تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل وافاد فسادہا یقع کثیرًا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ کثیر ویساقی علی اشجارہا بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح مین اوس امر فساد کا افادہ کیا ہی جو اکثر واقع ہوتا ہی وقف یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے یعنی شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اوس باغ کی زمین کو جو خالی ہی اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا کرتا ہی وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے م یعنی ایک سہم یتیم یا وقف کیواسطے مقرر کرتا ہی اور باقی اپنے واسطے مساقی معین کرتا ہی کذا فی الطحطاوی فالحظ ظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو حظ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہی اجارہ مین نہ مساقات مین یعنی فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہی لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقات عبارت ہی درختون کے سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید تو مفاد اوسکا یعنی منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولی فساد ہی مساقات کا اسواسطے کہ ہر ایک ان دونون مین سے یعنی ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہی م منح الغفار مین خانیہ سے مذکور ہی کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارہ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اسواسطے کہ اجارہ طویلہ کی رسم یہہ ہی کہ پہلے برسون کے مقابلہ مین تھوڑا مال ہوتا ہی اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہی پھر جب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح نہوگا انتہی وجہ اولویت کی یہہ ہی کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کیواسطے خیر اور شر دونون ہی اور با وجود اسکے فاسد ہی تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو چنانچہ مساقات مذکورہ تو اوسکا فاسد ہونا بطریق اولی ہی ضمیر مفادہ کی اوسکی طرف راجع ہی جو اوسکے کلام سے مستفاد نہین کذا فی الطحطاوی قلت وقیدوا سرایۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی المجمع علیہ فیسری کجمع بین حر وعبد بخلاف الضعیف المختلف فیقتصر علی محلہ ولا یتعدی کجمع بین عبد ومدبر فتدبر مین کہتا ہون اور بیع فاسد کے باب مین فقہا نے سرایت فساد کو مقید بالفساد قوی متفق علیہ کیا ہی تو کل عقد مین فساد پھیلیگا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد مین بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ اپنی جگہہ پر ٹھہرا رہیگا اور وہان سے تجاوز نکریگا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد مین تو اسکو تامل کر م یہہ شارح نے انفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد ضعیف ہی تو زیادہ پر

ٹھہرا رہیگا اور اصل کا ثمن بھی لیگا کذا فی الطحاوی وجعلوه ایضاً من الفساد الطاری فتنبه اور یہ بھی کہ مضمون حمل اجارہ کو فساد طاری قرار دیکر
تو آگاہ رہو ھم یہ دوسری تائید ہے یعنی جب کہ یہ فساد طاری ہو تو کل عقد میں سرایت نہ ہوگا طحاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونے کی یہ صورت ہے اسواسطے کہ
صلب عقد میں داخل ہے اور طاری وہ ہے جو بعد عقد کے لاحق ہو ومن حوادث الروم وهی ان زیداً باع ضیعة من ترکة لکتب وصی انها ملکه ثم ظهر ان
بعضها وقف مسجد هل یصح البیع فی الباقی اجاب فریق نعم وفریق لا والف بعضهم رسالة ملخصها ترجیح الاول فافهم اور ملک
روم کے حوادث سے یہ مسئلہ سوال ہے کہ زید کے وصی نے اوسکے ترکہ سے قطعہ زمین کا بیچا اور اوسکی کتابوں کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا
کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہے کیا باقی زمین میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہاں باقی یعنی غیر موقوف میں بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے جواب دیا
کہ نہیں باقی میں بھی صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اسمیں رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہے تو اسکو تامل کر ھم شارح نے امر تامل سے
اتقع الوسائل کی تقویت کیطرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ عقد واحد میں بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی عالمگیری اسپر دلالت کرتا ہے کہ
عقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہو جاتا ہے کذا فی الطحاوی وفی جواهر الفتاوی اجر ضیعة وقفاً ثلث سنین وکتب فی الصك انه اجر ثلثین
عقداً کل عقد عقیب الاخر لا تصح الاجارة وهو الصحیح وعلیه الفتوی صیانة للاوقاف ثم قال ولو قضی قاض بصحتها تجوز ویرتفع
الخلاف انتهی اور جواهر الفتاوی میں ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ پر دی اور دستاویز میں لکھا کہ اوسنے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے
عقد کے بعد یعنی عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اوقاف کی حفاظت کیواسطے یعنی تاکہ آئندہ کے تصرف
سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نکرے پھر جواهر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائیگا انتہی
ھم رفع خلاف اوسوقت ہوگا جب کہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہوں ایک صحت کا مدعی اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے
کذا فی الطحاوی قلت وسیجیء ان المتولی والوصی لو اجرا بدون اجر المثل یلزم المستاجر تمام اجر المثل وانه یعمل بالانفع للوقف میں
کہتا ہوں اور آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دین کم تر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اوسپر عمل ہوگا جو زیادہ تر نافع ہو وقف کیواسطے
وفی صلح الخانیة متی فسد العقد فی البعض بمفسد مقارن یفسد فی الکل اور صلح خانیہ میں ہے کہ جب عقد بعض میں فاسد ہو بسبب ایسے مفسد کے
جو مقارن ہے عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا ھم مصنف اپنی شرح میں اس قول کو لایا ہے تاکہ ہدایہ کے فتوی کی تقویت کیواسطے ویعلم النفع ایضاً
ببیان العمل کالصیاغة والصبغ والخیاطة بما یرفع الجهالة اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگ سازی
اور درزیت اسطرح کا بیان جو جہالت کو دور کردے ھم عمل زرگری میں ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ
سرخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہے اور درزت میں جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور شوب میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے
ولہذا محیط میں ہے کہ اگر بن دیکھے دس کپڑوں کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اسواسطے کہ کپڑا غلظت
اور رقت میں مختلف ہوتا ہے انتہی فیشترط فی استیجار الدابة للرکوب بیان الوقت او الموضع فلو خلا عنهما فهی فاسدة بزازیة
تو سواری کیواسطے جانور کے کرایہ لینے میں بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہے تو اگر اجارہ دونوں کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ
بیان کی دلیل جہالت نہیں ویعلم ایضاً بالاشارة کنقل هذا الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ لیجانا اس طعام کا
فلانے مکان تک ھم ہر چند منفعت مشار الیہ نہیں ہے لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نقل مخصوص مراد ہے کذا فی الدرر واعلم ان الاجر
لا یلزم بالعقد فلا یجب تسلیمه به بل بتعجیله او شرطه فی الاجارة المنجزة اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہیں عقد سے
تو واجب نہیں اوسکی تسلیم یعنی اوسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارہ حاضرہ میں تعجیل کی شرط ہونے سے لازم التسلیم ہوتا ہے ھم قید
کہ مستاجر نے اول مزدوری ادا کردی تو [illegible] کذا فی الطحاوی عن التاتارخانیة اما المضافة فلا تملک فیها الاجرة بشرط التعجیل اجماعاً

اور اجارۂ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تجعل عقودا فی کل الاحکام فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وہبانیہ للشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اجارۂ مضافہ جمیع احکام مین عقود ٹھہرایا جاے پھر اجرت کے مالک ہونیکا فتوی دیا جاے اشتراط تعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی م شارح سے یہان اختصار مخل واقع ہوا بلا تفصیل مطالب ظاہر نہوگا اجارۂ مذکورہ بخارا مین متعارف ہی صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہین متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے ہین اجارہ سے تا اتصال سنوات باقی نہ رہے اور ہر سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز مین مختلف ہین بعضے مجوزین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین اسواسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سواے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہرین مذ اجارۂ مضافہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے الغرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہی صدر الاسلام شہید نے کہا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ درحق سائر احکام عقود معتبر کیجیے اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہی اور اگر یون سمجھے کہ مین نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا کل انتہی اجرت پر تو مقدم مذکور ہو چکا کہ یہین اشتراط تعجیل باطل ہی اور بالفعل اوسپر اجرت لازم نہوگی چنانچہ زیلعی نے بیان کیا ہی ولہذا حلبی نے کہا کہ اس تحریر سے تجکو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہین ہے اور اگر شارح یون کہتا (وقیل تجعل عقدا واحدا فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط التعجیل ای علی ہذا القول) تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی اوبالاستیفاء للمنفعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہی منفعت کے حاصل کر چکنے سے اوتمکنہ منہ الا فی ثلاث مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہی استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر اون تین صورتون مین باوجود قدرت لازم نہین ہوتی جو اشباہ مین مذکور ہین م جب موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اوسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اوسوقت مین اگر مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہوگی تو اگر موجر کیطرف سے تسلیم واقع ہوئی یا وہ چیز اوسکے اسباب سے فارغ تہین یا فارغ تسلیم کی مدت کے غیر مین یا مدت مین تسلیم کی لیکن اوسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اوسکو محل اجارہ مین رکھا اور اوسمین کوئی عذر ہی مانع یا موجر کیطرف سے کوئی عذر نہین لیکن حاکم یا غاصب نے اوسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتون مین لازم نہین کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنی صورتون تین سے پہلی صورت یہ ہے کہ قدرت علی الاستیفا اجارۂ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اوسپر سوار نہوا تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اوسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت لازم نہوگی اوس مدت کے بعد کہ اگر اوسکو پہنتا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اوسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اوس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ہذا بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت واجب ہوگی اوس گھر کی جو مقبوض ہوا اور ہنوز اوسمین مستاجر نہین رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہی وہذا اذا کانت الاجارۃ صحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسطہ فی العمادیۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اوسوقت ہے جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ مین تو اجرت واجب نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع نہ فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ مین مشرح بیان کیا ہی وظاہر ما فی الاسعاف اخراج الوقف فتجب اجرتہ فی الفاسدۃ بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا نکال ڈالنا ہی وقف تو وقف کی اجرت فاسد اجارہ مین واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ م خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہی کہ وقف کے اجارۂ فاسدہ مین اگر زراعت اور سکونت نہو تو اجرت لازم نہین متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہی حالانکہ متاخرین کا خلاف اسمین نظر نہین آیا اور اجناس مین خود مصرح ہی کہ وقف کی اجرت اجارۂ فاسدہ مین لازم نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص صریح ہی عدم وجوب مین پھر جب وقف کا حکم معلوم ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہوگیا جسمین شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت وہل مال الیتیم والمعد للاستغلال والمستاجر فی البیع وفاء علی ما افتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیراجع مین کہتا ہون اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کیواسطے مہیا ہی اور بیع الوفا کے

اجارہ والی چیز بموجب فتوے علماء روم بھی اسیطرح ہوجائیگی تو مانند ہی تردد کا مقام ہی تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم کچھ تردد کا مقام نہین چنانچہ ہم مذکور کرچکے ہین اسواسطے
کہ اگر اجارہ صحیح ہی تو قدرت انتفاع ہمین کافی ہی اور اگر اجارہ فاسد ہی تو اوسکے حکم مین کچھ تغیر نہین ہی استجارہ بیع الوفا کی یہ صورت ہی کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے
اوس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ مین اجارہ صحیح ہی تو اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اوسکے ہاتھہ مین باقی رہی تو
علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال کما ہمین یہ غلط ہی کہ بعد انقضائے مدت اجارہ اصلا اجارہ نہین کذا فی الطحطاوی وبقولہ
ویسقط الاجر بالغصب ای بالحیلولۃ بین المستاجر والعین لان حقیقۃ الغصب لا تجری فی العقار اور مصنف نے قدرت
انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہو جاتی ہی اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اسواسطے کہ حقیقت غصب کی جاری
نہین ہوتی زمین مین یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگئی وھل تنفسخ بالغصب قال فی الہدایۃ
نعم خلافا لقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہو جاتا ہی غصب سے ہدایہ مین کہا کہ ہان فسخ ہوجاتا ہی برخلاف قاضی خان کے ولو غصب فی بعض
المدۃ فبحسابہ اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ مین تو بحساب اوسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا
بشفاعۃ او حمایۃ اشباہ مگر جب کہ نکالنا غاصب کا مثلا گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہوگی کذا فی الاشباہ
اگر باوجود ممکن ہونے اخراج مستاجر اوسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہی اجرت اوسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اوسکا اخراج ممکن نہو تو قنیہ مین ہی کہ اجرت ساقط ہوگی
ولو انکر ذلک ای الغصب الموجر وادعاہ المستاجر ولا بینۃ لہ یحکم الحال کمسئلۃ الطاحونۃ اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو
اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہون تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند ہم یعنی اگر مستاجر گھر مین رہتا ہو تو نزاع کے
حال مین تو موجر کا قول مقبول ہی اور اگر اوسمین غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہی اور اوسپر کرایہ نہوگا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کی مستاجر
اور موجر مین اختلاف واقع ہو بعد انقضائے مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے یا انقطاع مین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھگڑے کے وقت تو
موجر کا قول مقبول ہوگا اور نہین تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الحلبی ولا یقبل قول الساکن لانہ فرد ذخیرۃ اور گھر کے رہنے والے کا قول
مقبول نہوگا اسواسطے کہ وہ تنہا شخص ہی کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب مین ساکن دار کا قول معتبر نہین اور گھر مین کوئی ساکن نہین تو مستاجر پر اجرت لازم
ہوگی کذا فی العالمگیریہ وبقولہ ولا یعتق قریب الموجر لو کان اجرتہ لانہ لم یملکہ بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول
سے تفریع کی اور آزاد نہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ مین اسواسطے کہ موجر اوسکا مالک نہین ہوگیا فقط عقد اجارہ سے صورت اوسکی
یہ ہی کہ زید کا غلام خالد ہی محمود کا بھائی سو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اوسکی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہین ہوتی یعنی موجر کی مملوک نہین ہو جاتی والمراد من تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع
من الانتفاع اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہی مستاجر کیطرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہو منفعت کے لینے سے فلو سلمہ العین
الموجرۃ بعد مضی بعض المدۃ الموجرۃ فلیس لاحدہما الامتناع من التسلیم والتسلم فی باقی المدۃ اذا لم یکن فی مدۃ الاجارۃ
وقت یرغب فیہا لاجلہ تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونون مین سے کسیکو باقی مدت مین دینے اور لینے سے امتناع
جائز نہین بشرطیکہ اجارہ کی مدت مین ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکسان ہو تب امتناع دینے
اور لینے سے جائز نہین فان کان فیہا ای فی العین الموجرۃ وقت کذلک کبیوت مکۃ ومنی وحوانیتہما زمن الموسم فانہ
لا یرغب فیہا بعد الموسم فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ
کی چیز مین ویسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منا کے گھر اور دکانین موسم حج کے زمانے
مین اسواسطے کہ بعد موسم حج اونکی خواہش نہین رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اوسوقت مین تسلیم نکرے جسکی خواہش ہوتی ہی تو مستاجر کو اختیار ہی

باقی مدت کے قبض مین جاتے جائے نہ لے چنانچہ بیع مین کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے سو تسلیم واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے
موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید مین اختیار ہوگا ولو سلمه المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعه ان امکنه الفتح بلا کلفة وجب الاجر
والا لا اشباه اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی سو مستاجر اسکے کھولنے پر قادر نہوا بسبب گم ہو جانے کنجی کے تو اگر اوسکو کھولنا بلا کلفت
اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہین تو واجب نہین کذا فی الاشباه ھ اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اسمین رہ مگر اوسنے دروازہ کھول نہین دیا
اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا مین اوسمین نہین رہا تو اگر مستاجر بلا تو نت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہین تو نہین اور موجر کو یون حجت کرنا جائز
نہین کہ تم نے کیون نہ قفل توڑ ڈالا اور کیون نہ اوسمین داخل ہوا کذا فی عالمگیریہ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بهذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیه
لم تصح صیرفیه مین کہتا ہون اور اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی سے تو تسلیم نہوگی اسواسطے کہ تخلیہ صحیح
ہوا کذا فی الصیرفیه ولو اختلفا یحکم الحال اور اگر دونون مین اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کریگا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ کنجی مستاجر کے پاس
ہے مستاجر کہتا ہے کہ مین قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر ہوا اور دونون کے گواہ نہین ہین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہے کہ
مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی ولو برهنا فبینة
الموجر ذخیره اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیره وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہے یہہ تشبیہ ہے مجر مستاجر کی
ساتھہ منح الغفار مین کہا گھر خرید کیا اور کنجی اوسکی لی اور گھر کیطرف نہین گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہین تو نہین
کذا فی المنح وقیل ان قال له اقبض المفتاح وافتح الباب فهو تسلیم والا لا کما بسطه المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے
مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین بیان کیا ہے

وللموجر طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابة کل مرحلة اذا اطلقه ولو بین تعین اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا
کرایہ مانگنا ہر روز اور جانور کا کرایہ ہر منزل مین جب کہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہوگیا ہو تو وہی متعین ہوگا
شرط کے موافق وللخیاطة ونحوها من الصنائع اذا فرغ وسلم فهلکه قبل تسلیمه یسقط الاجر اور سینے اور مانند اسکے اور
پیشون کی مزدوری مانگنا جائز ہے جب کہ اوس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی اسمین مزدوری کا مطالبہ درست نہین
بلکہ کام کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اوس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہے ھ کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور
اوسکی بلا تعدی جل گیا تو مزدوری ساقط ہوگئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی امین ہے وکذا کل
من لعمله اثر اور اسیطرح ہر ایک اوس پیشہ ور کا حکم ہے جسکے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑہی اور لوہار اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ انکے عمل کا
اثر لکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہے تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا وما لا اثر له کحمال له الاجر
کما فرغ وان لم یسلم اور جسکے عمل کا اثر نہین ہوتا چنانچہ حمال تو اوسکو مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہے اگرچہ تسلیم واقع ہو ھ تو بعد فراغت کے
تلف ہو جانے سے مزدوری ساقط نہوگی کذا فی البحر وان وصلیه عمل فی بیت المستاجر درزی وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بدون فراغت
اور تسلیم کے اگرچہ درزی وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ھ مصنف کا یہہ قول اسکو مقتضی ہے کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہین
حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ زیلعی مین ہے کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہے بمجرد فعل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر کے گھر مین
ہے اور گھر اوسکے قبضے مین ہے تو اسمین تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو بموجب اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم
حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعمیم مذکور کی ہے لیکن تسلیم بیان نہین کی ہدایہ مین یون ہے کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ
اجرت کا نہین تاوقتیکہ عمل سے انفراغ نہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہوگا اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کری مستوجب

قوله عمله بصیغة المصدر مبتداء وقوله یسقط الموجب خبر ۱۲ طحطاوی

اجرت ہنوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعہ مین ہے کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض ثوب کی دوخت کرے پھر اوسکی چوری ہوجاے تو بقدر دوخت اوسکی اجرت ثابت ہی تو یہ دلیل ہی کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہی انتہی درر مین ہے کہ بموجب ہدایہ تجرید کے مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ و ذخیرہ اور شروح جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جب بعض دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اوسکے حساب کے اجرت واجب ہے تو اگر کپڑا چوری ہوجاے کچھہ سینے کے بعد تو اوسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی نعم لو سُرِقَ بعدَ ما خاطَ بعضَہ او انہدَمَ بعدَ ما بناہ فلہ الاجرُ بحسابِہ علی المذہب بحر و ابن کمال ہان اگر کپڑا چوری ہوجاے بعد اسکے کہ درزی نے اوسکو کچھہ سیا یا کچھہ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اوسکا اجر ثابت ہوگا اوسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کی کذا فی البحر و ابن کمال ہم یہ استدراک بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر مین ہے تو اجرت واجب ہے خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہے تو کل یا بعض کچھہ اجرت نہین بدون تسلیم کے اور دیوار اوٹھانا تو نہین ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہے کہ مسئلہ ماخوذ اصل مین متصدی ہے کہ بعض عمل سے اجرت اوسکی واجب ہوتی ہی بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اسکو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور اسی پر تعین کیا ہی غایۃ البیان مین ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا و لہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی مین اسیکو پسند کیا ہی اگرچہ اوسکی عبارت کنز مین مطلق ہی کذا فی الطحطاوی ثوبٌ خاطَہُ الخیاطُ باجرٍ ففتقَہُ رجلٌ قبل ان یقبضَہ ربُّ الثوبِ فلا اجرَ لہ بل لہ تضمینُ الفاتقِ کپڑا ہی جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اوسکی اودہیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اوسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی کو سیون اودہیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی ولا یُجبرُ علی الاِعادۃِ وان کان الخیاطُ ہو الفاتقُ فعلیہ الاِعادۃُ کانہ لم یعمل کما فی فتق الاجنبی اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا اودہیڑنیوالا ہو تو اوسپر دوبارہ سینا واجب ہے گویا اوسنے نہ سیا تھا برخلاف اجنبی یعنی اجنبی شخص کے اودہیڑنے سے درزی پر اعادۂ دوخت لازم نہین وہل للخیاطِ اجرُ التفصیلِ بلا خیاطۃٍ الاصحُّ لا اشباہ لکن فی حاشیتہا معزیًا للمضمرات المفتی بہ نعم وقال المصنف ینبغی ان یُحکَّمَ العرفُ انتہی ثم رایتُ فی التاتارخانیۃ معزیًا للکبری ان الفتوی علی الاوّلِ فتامل اور کیا خیاط کیواسطے کپڑا بیونتنے سے بدون دوخت کے مزدوری ہے یا نہین قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے مزدوری نہین کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہی کہ قول مفتی بہ یہہ ہے کہ ہان اجرت ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا جواب لائق یہ ہے کہ رواج پر حکم ہو انتہی پھر مین نے تاتارخانیہ مین فتاوی کبری سے منقول دیکھا کہ قول اوّل پر فتوی ہے تو تامل کر ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کہ کپڑا درزی کو سینے کے واسطے دیا سو اوسنے قطع کیا اور مرگیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کروانا مقصود ہو تو بلا شک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمل مقصود ہے تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھہ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبری دونون نے ذکر کیا ہی کہ وجوب اجرت پر فتوی ہے اور شارح کی ظاہر عبارت سے نکلتا ہی کہ عدم لزوم پر فتوی ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے فتامل کذا فی الطحطاوی وللخبازِ طلبُ الاجرِ للخبزِ فی بیتِ المستاجرِ بعدَ اخراجِہ من التنورِ لانَّ تمامَہ بذلکَ وباخراجِ بعضِہ بحسابِہ جوہرۃ اور روٹی پکانے والیکو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہی مستاجر کے گھر مین تنور سے نکالنے کے بعد اسواسطے کہ پختگی کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہی اور بعض روٹیون کے نکالنے سے اوسکے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی الجوہرۃ فان احترقَ بعدہ ای بعدَ اخراجِہ بغیرِ فعلِہ فلہ الاجرُ لتسلیمِہ بالوضعِ فی بیتِہ ولا غُرمَ لعدمِ التعدّی وقالا یُغرمُ مثلَ دقیقِہ ولا اجرَ وان شاءَ ضمّنَہ الخبزَ واعطاہ الاجرَ سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ روٹی جل جاے تو اوسکا اجر ثابت ہی بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے مستاجر کے گھر مین رکھہ دینے سے اور جل جانے سے طباخ پر تاوان نہین بسبب اوسکی بے تعدی کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دے اوسکے آٹے کی برابر اور اوسکی مزدوری نہین اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اوسکو روٹی پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبلہ لا اجر لہ ویغرمُ اتفاقًا لتقصیرِہ درر وبحر اور اگر روٹی جل گئی تنور سے نکالنے سے پہلے تو اوسکی مزدوری نہین اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اوسکی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر وان لحقہ

الخبز فيه اى فى بيت المستاجر سواء كان فى بيت الخباز اولا فاحترق او سرق فلا اجر له لعدم التسليم حقيقة ولا ضمان
لو سرق لانه فى يده امانة خلافا لهما وهى مسئلة الاجير المشترك جوهرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں نہ تھی نہر خواہ نان بائی کے گھر میں
یا نہیں اور پھر جل جائے یا چوری جائے تو اوسکے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اوسپر تاوان نہیں اگر چوری جائے اسواسطے کہ اوسکے پاس امانت
ہے بخلاف صاحبین کہ اونکے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ ہے اجیر مشترک کا کذا فی الجوہرہ م امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے تو ضمان نہیں بخلاف
صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی وان احترق الخبز او سقط من يده قبل الاخراج فعليه الضمان ثم المالك
بالخيار فان ضمنه قيمته مخبوزا فله الاجر وان ضمنه قيمته دقيقا فلا اجر له للهلاك قبل التسليم ولا يضمن الحطب
والملح اور اگر روٹی جل گئی یا اوسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور کے نکالنے سے پہلے تو نان پز پر تاوان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اوس سے پکی روٹی کا تاوان
لے تو اوسکی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہو جانے کے قبل تسلیم کے اور اوسپر لکڑی اور نمک کا تاوان نہیں وللطبخ بعد
الغرف الا اذا كان لاهل بيته جوهرہ والاصل فى ذلك العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے
کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہو مگر جب کہ پکانا مستاجر کے گھر والوں کیواسطے ہو تو اہل خانہ
کے واسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرہ اور قاعدہ کلیہ ہمیں رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد مزدوری لازم ہوگی
اور نہیں تو فقط پکا دینے کے بعد م زیلعی نے کہا کہ جس محل میں نص نہیں ہاں عادت کا اعتبار ہے فان افسده اى الطعام الطباخ او احرقه
او لم ينضجه فهو ضامن للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا
اوسپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بناء ليخبز او ليطبخ بها فوقعت منه شرارة فاحترق البيت لم يضمن للاذن ولا يضمن صاحب
الدار لو احترق شئ من السكان لعدم التعدى جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لیگیا روٹی یا ہانڈی پکانے کیواسطے اور اوس میں سے
ایک چنگاری گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اوسپر تاوان نہیں بسبب اذن کے تاوان نہیں اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جائے رہنے والوں کا بواسطہ عدم تقصیر کے م طحطاوی نے کہا
یہ مسئلہ مخصوص باجیر طبخ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے وكضرب اللبن بعد الاقامة وقالا بعد تشريجه اى جعل بعضه على
بعض وبقولهما يفتى ابن كمال معزيا للعيون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا کہ تشریج کے بعد
یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے وهذا اذا ضربه فى بيت
المستاجر فلو فى غير ملكه فلا اجر حتى يعده منصوبا عنده ومشرجا عندهما زيلعى اور یہ اوسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو
اجر واجب نہیں جبتک شمار نکردے کھڑی کر کے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی م مستصفی میں تسلیم شرط کی ہے نہ شمار اور اشتراط تسلیم ہی بہتر ہے
اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجر ثابت ہوگی کذا فی البحر فروع مسائل لحقہ شارح کے آلة اللبن على اللبان والتراب على المستاجر وادخال الحمل
المنزل على الحمال لا صعوده فى الجوالق او صعوده للغرفة الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ پر ہے اور مٹی اینٹ پتھانے والے
مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اوٹھانے والے پر نہ اوسکا ڈالنا اور بھرنا بوریوں میں یا اوسکا چڑھا لیجانا چھت پر مگر شرط کر لینے سے
والاكاف دابة للحمل على المكارى وكذا الحبال والجوالق اور بوجھ لادنے کیواسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ دار پر ہے
اور اسیطرح رسیاں اور گونیں مکاری پر ہیں والحبر على الكاتب واشتراط الورق عليه يفسدها ظهيرية اور روشنائی لکھنے
والے کے ذمہ ہے اور کاغذ کا شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریہ ومن كان لعمله اثر فى العين كالصباغ والقصار حبسها
لاجل الاجر اور جس اجیر کے عمل اور کام کا اثر موجود ہو چیز میں چنانچہ رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اوس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری
لینے کیواسطے م دھوبی وہ دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھوتی نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر نہ فقط غاسل ثوب وجہ جس یہ ہے کہ مقصود علیہ وصف ہے محلی

ثابت ہے تو بھی حبس بدلا لینے کیواسطے ہوا چنانچہ بیع مین کذا فی الدرر وَهَلِ المرادُ بالاثرِ عينٌ مملوكةٌ للعاملِ كالنشاءِ والغراءِ او مجردُ ما يُعاينُ ويُرى قولانِ اصحُّهما الثاني فغاسلُ الثوبِ وكاسرُ الفستقِ والحطبِ والطحانُ والخياطُ والخفافُ وحالقُ رأسِ العبدِ لهم حبسُ العينِ بالاجرِ على الاصحِّ مجتبى اور آیا اثر سے کام کرنیوالے کی کوئی چیز مملوک مراد ہی چنانچہ نشاستہ اور سریش یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اسمین دو قول ہین یعنی ایک قول یہ کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہو دونون قولون مین سے صحیح تر دوسرا قول ہی تو کپڑا دھونیوالا اور پستہ توڑنیوالا اور لکڑی چیرنیوالا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنیوالا ان سب کو رو کنا چیز کا اجرت لینے کیواسطے جائز ہی بموجب قولِ اصح کذا فی المجتبی ھم بحر الرائق مین ہے کہ مستصفی مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد ما يعاين مین حق حبس نہین تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہی اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہی کذا فی الطحطاوی دُرر مین نہایہ عن قاضیخان مذکور ہی کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہو سو اسمیں چھوڑنے کے اسمین اختلاف ہی صحیح تر قول یہ ہی کہ اوسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال مین اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اوسنے سپیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے سے وَهذا اذا كانَ حالًا امّا اذا كانَ الاجرُ مؤجلًا فلا يملكُ حبسَها كعملِه في بيتِ المستأجرِ للتسليمِ حكمًا اور یہ یعنی حق حبس اوسوقت ہی جب کہ اجرت کی مدت نہ مقرر رہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اوسکے حبس کر رکھنیکا مالک نہین جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے مین حبس کا اختیار نہین بسبب تسلیم حکمی کے وَيَضمنُ بالتعدّي ولو في بيتِ المستأجرِ غاية اور اجیر پر تاوان لازم ہوگا تعدّی سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر مین واقع ہو کذا فی الغایۃ فَإن حَبَسَ فضاعَ فلا اجرَ ولا ضمانَ لعدمِ التعدّي سو اگر اجیر نے چیز روک رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو اوسکی مزدوری نہین اور نہ اوسپر تاوان ہے بواسطہ عدم تعدی کے وَمَن لا اثرَ لعملِه كالحمّالِ على ظهرِه او دابّتِه والملّاحِ وغاسلِ الثوبِ اي لتطهيرِه لا لتحسينِه مجتبى فليحفظ لا يحبسُ العينَ للاجرةِ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو چیز مین چنانچہ اپنی پیٹھ پر یا جانور پر بوجھ لادنیوالا اور ملاح اور کپڑا دھونیوالا اجیر کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے غاسلِ ثوب سے وہ کپڑا دھونیوالا مراد ہی جو کپڑا دھوکر اوسکے طاہر کرنے کیواسطے نہ تحسین کیواسطے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم تحسینِ ثوب سے مراد سفید کرنا ہی اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اوسکے فعل سے ظاہر ہو گئی تو گویا اوسنے سفیدی کو ایجاد کیا تو محسنِ ثوب حبس کا مالک ہوگا نہ مطہرِ ثوب دُرر مین کہا مگر غلام گریختہ کے پکڑ لانے والیکو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اوسکے عمل کا اثر نہین فَلو حَبَسَ ضَمِنَ ضمانَ الغصبِ وسيجيءُ في بابِه پس اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آویگا غصب کے باب مین ھم یعنی اگر حبس مین وہ چیز تلف ہو جاے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبُها بالخيارِ إن شاءَ ضمّنه قيمتَها اي بدلَها شرعًا محمولةً وله الاجرُ وإن شاءَ غيرَ محمولةٍ ولا اجرَ جوهرة اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حمال سے اوسکو محمول اعتبار کر کے اوسکی قیمت یعنی اوسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوہرہ واذا شرطَ عملَه بنفسِه بان يقولَ له اعمَلْ بنفسِك او بيدِك لا يستعملُ غيرَه الا الظئرَ فلها استعمالُ غيرِها بشرطٍ وغيرِه خلاصه اور اگر مستاجر اجیر کا عملِ ذاتی شرط کرے اسطرح کہ اوس سے کہی کہ تو خود اپنی ذات یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نہلے مگر دایہ کہ اوسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصہ خانیہ مین ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اوسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی + وإن اطلقَ كان له اي للاجيرِ أن يستأجرَ غيرَه افاد بالاستيجارِ انه لو دفعَ لاجنبيٍّ ضمِنَ الاوّلُ لا الثاني وبه صرّح في الخلاصة اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنی غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اسکا کہ اگر اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دیگا درصورت تلف ہونے کے نہ شخص ثانی اور خلاصہ مین اسکو مصرّح بیان کیا ہی وقيّد بشرطِ العملِ لانه لو شرطَه اليومَ او غدًا فلم يفعلْ وطالبَه مرارًا فَفرّطَ حتى سُرِقَ لا يضمنُ واجابَ شمسُ الائمةِ بالضمانِ كذا في الخلاصة اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر مستاجر نے آج یا کل کے دن کی شرط کی سو اوسنے اوس دن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اوسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری گئی

ع یعنی ... اعتبار ... ۱۲

تو ماواں اجیر پر لازم ہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہی کذا فی الخلاصہ وقولہ علی ان تعمل اطلاق لا تقیید مستقیم فلہ ان یستاجر غیرہ
اور یستاجر یون کہنا کہ استیجار ہی تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے نہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجرہ لیاتی بعیالہ فمات بعضھم فجاء
بمن بقی فلہ اجرہ بحسابہ لانہ اوفی بعض المعقود علیہ ستاجر ٹھیکا کیا کہ اجیر اوسکے اہل عیال کو لے آوے سو اونمین کوئی شخص مرگیا اور باقی لوگون کو لے آیا تو اوسکی
مزدوری ثابت ہوگی اوسکے حساب کے موافق اسواسطے کہ اوسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد ہوا تھا اور وہ سب کو نہ لایا تو کچھہ مزدوری کا مستحق ہوگا
پھر اگر جنکو لایا نصف عیال ہین تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہین تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا وقید بقولہ لو کانوا ای عیالہ معلومین ای للعاقد
لیکون الاجر مقابلا بجملتھم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اوسکے اہل وعیال معلوم ہین یعنی عاقدین اونکو جانتے ہون تب بقدر حساب بعض عیال بعض
اجرت کا مستحق ہوگا تا کہ اجرت سب کے مقابلہ مین پڑی والا یکونوا معلومین فکلہ ای لہ کل الاجر ونقل ابن الکمال ان کانت المؤنۃ تقل
بنقصان عددھم فبحسابہ والا فکلہ اور اگر عیال غیر معلوم ہون تو اجیر کیواسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام ہندوانی سے کہ
اگر لانے کی مشقت کم ہوجاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اوسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی استاجرہ لا
لایصال قط ای کتاب وزاد الی زید ان رد ای المکتوب والزاد لموتہ ای زید او غیبتہ لا شیء لہ لانہ نقضہ بعودہ
کالخیاط اذا خاط ثم فتق ٹھیکا مقرر کیا ایک مرد سے خط یا توشہ پہنچا دینے کا شلا زید پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اوسکے
واسطے کچھہ مزدوری نہین اسواسطے کہ اوسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کردیا اوسکے پھیر لانے سے جسطرح درزی نے جب کہ سیا پھر اوسکو ادھیڑ ڈالا
م مصنف کو لازم تھا کہ خط پہنچانا اور جواب لانا دونون ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع مین
مصرح ہے اور امام محمد کے جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الخانیۃ استاجر لیذھب لموضع کذا و
یدعو فلانا باجر مسمی فذھب للموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ مین ہے کہ اجارہ کیا تا فلانے کیطرف جاے اور فلانے شخص کو بلا لاوے
معین مزدوری پس اجیر وہان گیا اور اوسنے اوس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی م خانیہ مین تبلیغ رسالت مذکور ہی نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو
یکسان قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع القط الی ورثتہ فی صورۃ الموت او من تسلم الیہ اذا حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر
بالذھاب وھو نصف الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعہ المصنف ولکن تعقبہ المحشون وحملوا علی لزوم
کل الاجر لکن فی القھستانی عن النھایۃ انہ ان شرط المجیء بالجواب فنصفہ والا فکلہ فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال
مکتوب مین اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثون کو درصورت موت زید کے یا اوس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے جب کہ وہ آوے درصورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف
اجرت معینہ ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پر ہوا ہے صاحب درر کا ولیکن درر پر محشیون نے اعتراض کیا ہی اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہی لیکن قہستانی مین نہایہ سے منقول ہی کہ اگر جواب لانا
شرط کیا ہی تو نصف اجرت لازم ہے اور نہین تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول ہی اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے
وان وجدہ ولم یوصلہ الیہ لم یجب لہ شیء لانتفاء المعقود علیہ وھو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو پایا اور خط اور توشہ اوسکو نہ پہنچایا تو کچھہ مزدوری
اوسکی واجب نہوگی بسبب نہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما لو مزقہ اور اسمین اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضون کے نزدیک
اسمین مزدوری واجب ہے اور بعضون کے نزدیک واجب نہین ممتولی ارض الوقف اجرھا بغیر اجر المثل یلزم مستاجرھا ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی
کما غلط فیہ بعضھم تمام اجر المثل علی المفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی ارض وقف نے زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر
ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق مین ہے تلخیص وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہین وکذا حکم وصی واب کما فی مجمع
الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ مجمع الفتاوی مین ہے یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی و باپ پر ویفتی بالضمان
فی غصب عقار الوقف وغصب منافعہ وکذا یفتی بکل ما ھو انفع للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی نقضوا الاجارۃ عند الزیادۃ الفاحشۃ نظرا للوقف وصیانۃ

الحق اللہ تعالی حاوی القدسی فتوی دیا گیا غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے مین بعد منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے مین اور اسیطرح ہر ایک اس چیز کا فتوی ہے جو وقف کے واسطے نافع تر ہے جسمین عالمون کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہے عہد زیادت فاحشہ کے نزدیک بلحاظ وقف کر اور حق اللہ کے حفاظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ھ زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجرمثل کا زیادہ ہو جانا ہے بلا تعنت چنانچہ عنقریب فروع مین مذکور ہوگا مات الآجر وعلیہ دیون فسخ العقد بعد تعجیل البدل فالمستاجر احق بالعین فی یدہ ولو بعدہ کما فی اشباہ احق بالمستاجر من غرمائہ حتی یستوفی الاجرۃ المعجلۃ مرگیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اوسپر لوگون کے دین ہین تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہوگیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اجارہ کی چیز کا اوسکے اور قرضخواہون سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرلے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضے مین ہو اگرچہ بعقد فاسد اوسکے تصرف مین ہو کذا فی الاشباہ ھ یعنی جب کہ موجر مرگیا اور اوسپر غیر مستاجر کے دیون ہین پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر احق بالثمن ہے باقی قرضخواہون سے کذا فی الطحطاوی یعنی پہلے مستاجر اوسکے ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لیگا بعد اوسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا تو اور قرضخواہ پاوینگے الا انہ لا یسقط الدین بھلاکہ ای بھلاک ھذا المستاجر لانہ لیس برھن من کل وجہ مگر یہ کہ دین مستاجر کا ساقط نہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہوجانے سے اسواسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہین جو مسقط دین ہے بخلاف الرھن فانہ مضمون بالاقل من قیمتہ ومن الدین کما سیجئ فی بابہ مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے ہلاک ہوجانے کے اسواسطے کہ مرہون کی ہلاکی مین مرتہن پر تاوان کمتر کا مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن مین آویگا کذا فی مجمع الفتاوی ھ قولہ بالاقل من قیمتہ ومن الدین یہ ترکیب فاسد ہی اسواسطے کہ اوس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہو وہ تاوان ہوا اور حالانکہ یہ مراد نہین بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جاے سو دونون مین سے جو اقل ہو وہ تاوان واقع ہوتو ترکیب صواب یون ہے بالاقل من قیمتہ ومن الدین تو اس صورت مین من بیانیہ ہوگا نہ تفضیلیہ کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر تصح فی المدۃ وبعدھا زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہی اجارہ کی مدت مین اور بعد مدت کے ھ طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ وسنح الغفار کے مخالف ہے واما الزیادۃ علی المستاجر فان فی الملک ولو لیتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا سو اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہو اگرچہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہین چنانچہ اگر اجرت ارزان ہوجاے تو معتبر نہین ھ یعنی بعد اجرت معین ہوچکنے کے اجرت کا نرخ گران ہوگیا یا ارزان تو غیر وقف مین اوسکا اعتبار نہین مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ آجرھا الناظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحتھا باجر المثل ولو ادعی رجل انھا بغبن فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف مین ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو توقف کا ناظر اوسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ دیدے بدون پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح صحت اجارہ مذکورہ ہی بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ھ اشباہ مین لکن الاصح مقام پر لکن الاصل ہو قوعھا صحیحۃ باجر المثل واقع فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انھا کذلک فسخھا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقفکار خبر کرے کہ اجارہ اوسیطرح ہوا جب اوس مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو قاضی اجارہ کو فسخ کردالے ھ شارح کو یون کہنا کہ خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر مثل اصل ہے مگر جبکہ قاضی کو خبردار شخص خبر کری یعنی مجرد دعوی مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل بصیرت اور صاحب امانت کے قول کیطرف رجوع کرے وتقبل الزیادۃ وان شھدوا وقت العقد انھا باجر المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہ ہون کہ گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجر مثل ہوا والا فان کانت اضرارا وتعنتا لم تقبل اور اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نکرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کیواسطے ہو تو مقبول نہوگی ھ اضرار اور تذلیل کی زیادت وہ ہے جسکو قبول نکرے مگر ایک شخص یا دو شخص نیا بیع مین ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اوسکی طرف التفات نہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور ضرر رسان ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولھا فیفسخھا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یؤجرھا ممن زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اوسکو قبول کرلینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کرڈالے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اوسکو اجارہ دے اوس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ھ زیادت اجر مثل ہو مراد اوس سے یہ ہی کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہوجاے سب شخصون کے نزدیک بسبب گران ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجاے لوگون کی رغبت کے سبب سے کسی چیز کے اجارہ لینی مین تو ایسی زیادتی اجرت مثل نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا وحانوتا او ارضا فارغۃ عرضھا علی المستاجر فان قبلھا فھو احق بھا ولزمہ الزیادۃ من وقت قبولھا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اوسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول کرے تو وہی اوسکا زیادہ تر حقدار ہے اور اوسپر زیادت لازم ہوگی قبول کرلینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل

وادعى انها اضرا وفلا بد من البرهان عليه اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونے کا انکار کرے اور دعوی کرے کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اوسپر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلها اجرها المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی دوسرے شخص کو اجارہ دے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزروعة لم تصح اجارتها لغير صاحب الزرع لكن تضم عليه الزيادة من وقتها اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اوسکا اجارہ دینا سوائے کاشتکار کے جائز نہیں لیکن اجرت سابقہ سے زیادت ملائی جائے مستاجر پر زیادہ ہونے کے وقت سے وان كان بنى او غرس فانكان استاجرها مشاهرة فانها تؤجر لغيره اذا فرغ الشهر ان لم يقبلها لانعقادها عند راس كل شهر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دی جائے جب کہ مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ ماہواری کے ہر مہینے کے سر پر ہم محیط میں ہے کہ غیر کو اوس صورت میں اجارہ دیا جائے جب کہ رفع عمارت کے بعد اجرت زیادہ ہو جائے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہو تو اوسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الطحطاوی والبناء يتملكه الناظر بقيمته مستحق القلع للوقف اور عمارت کا ناظر مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر او يصبر حتى يتخلص بناؤه يا مستاجر صبر کرے یہانتک کہ اوسکی عمارت خلاصی پاوے یعنی انہدام کے بعد اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان كانت المدة باقية لم تؤجر لغيره وانما تضم عليه الزيادة كما لزيادة ولجاذ زرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا اجارہ نہ دیا جائے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملائی جائے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہے واما اذا زاد اجر المثل في نفسه من غير ان يزيد احد فللمتولى فسخها وعليه الفتوى اور جب کہ اجرت مثل فی نفسہ زیادہ ہو جائے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اسی پر فتوی ہے ومالم تفسخ كان على المستاجر المسمى اشباه معزيا للصغرى اور جب تک متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ اشباہ میں فتاوی صغری سے منقول ہے قلت وظاهر قوله والبناء يتملكه الناظر الخ انه يتملكه لجهة الوقف جبرا على صاحبه وهذا لو الارض تنقص بالقلع والا فشرط رضاه كما فى عامة الشروح منها البحر والمنح فيعول عليها لانها الموضوعة لنقل المذهب بخلاف نقول الفتاوى میں کہتا ہوں اور اوسکا یہ قول والبناء يتملكه الناظر الى آخره اس پر دلالت کرتا ہے کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت پر جبر اور زبردستی کرکے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اوس صورت میں ہے کہ زمین ناقص ہو جاوے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک ہونے میں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں مصرح ہے ازانجملہ بحر الرائق اور منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جائے اسواسطے کہ نقل مذہب کے واسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہیں برخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوی کی نقول شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ہم منجملہ فتاوی مذکورہ فتاوی مؤید زادہ ہے جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس اور خانیہ ہے اون میں منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہوگا كذا فى الطحطاوی مختصرا وفي فتاوى مؤيد زاده من الوقف معزيا للفصولين حانوت وقف بنى فيه ساكنه بلا اذن متوليه ان لم يضر رفعه رفعه وان ضر فهو المضيع ماله فليتربص الى ان يتخلص ماله من تحت البناء ثم ياخذه اور مؤید زادہ کے فتاوی میں کتاب الوقف سے منسوب بفصولین کرکے ایک دکان ہے وقف کی جس میں اوسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اوسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنیوالا ہے اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہانتک انتظار کرے کہ اوسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اوسکو لے ولا يكون بناؤه مانعا من صحة الاجارة لغيره اذ لا يدله على ذلك البناء حيث لا يملك رفعه اور عمارت اوس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اوسکا تصرف اور قبض نہیں اوس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اوسکو منہدم نہیں کرسکتا ولو اصطلحوا ان يجعلوا ذلك للوقف بثمن لا يجاوز اقل القيمتين منزوعا ومبنيا فيه صح اور اگر اسپر اتفاق کریں کہ اوس عمارت کو وقف کے تحت میں کردیں بعوض اوس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور طیار عمارت کی قیمت میں سے جسکی قیمت کمتر ہو اوس سے اوسکا ثمن زیادہ نہو تو یہ صحیح ہے ولو لحق الاجر دين رفع الامر الى القاضي ليفسخ

العقدَ ولیسَ للآجرِ ان یفسخ بنفسِہ وعلیہ الفتوی اور اگر سو جرکو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر ڈالے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہین کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور اسی پر فتوی ہے م یا اوس صورت مین ہے جب کہ ادا دین کا کوئی طریقہ باقی نہ ہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرکے اوس چیز کو بیچ کر دین ادا کرے ویجوز بمثل الاجر او باکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیؤجرہ اجارۃ صحیحۃ اما من الاول او من غیرہ باجر المثل او بزیادۃ تو بقدرہا یوفی بہ المستاجر انتہی اور اجارہ جائز ہے اجر مثل یا زیادہ تر اجر مثل سے یا کم اجر مثل سے اوسقدر اکثر یا اقل ہو جسقدر مین لوگون کو تغابن ہوا ہو اوسقدر مین جسمین تغابن واقع نہین ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو سو جر اوسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول یا اوسکے سوا اور شخص سے اجر مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجر مثل سے جسقدر ہے کہ مستاجر راضی ہو انتہی ما فی فتاوی مؤید زادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی التی شہدت بان الاجرۃ اولا اجرۃ المثل وقد اتصل بہا القضاء فلا تنقض قال وبہ اجاب بقیۃ المذاہب فلیحفظ اور فتاوی حانوتی مین ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہین اور گواہ اثبات وہ ہین جو یہ گواہی دین کہ اجرہ پہلی اجر مثل ہی تھی اور گواہی قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہے بقیہ اہل مذاہب نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت یہ ہے کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اسکا کہ اجرہ پہلی اجر مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجر مثل تھی پھر اور گواہون نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجر مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہین جواب یا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اوس سے متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا کذا فی الطحطاوی بَابُ مَا یجوزُ مِنَ الاجارۃِ وما یکونُ خلافٌ فیہا ای فی الاجارۃ یہ باب ہے اوس اجارہ کا جو جائز ہے اور جس اجارہ مین اختلاف ہے م طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا بابُ ما یجوزُ مِنَ الافعالِ فی الاجارۃ یہ باب ہے اون افعال کی جو اجارہ مین جائز ہین تصح اجارۃُ حانوتٍ ای دکان ودارٍ بلا بیانِ ما یُعمل فیہما لِصرفہ للمتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت یعنی دوکان کا اور گھر کا بلا بیان اوس فعل کے جو اوس مین کیا جاے بسبب پھرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف م بحر الرائق مین کہا ہے اسواسطے کہ عمل متعارف اوسمین سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متفاوت چیز نہین وبلا بیانِ مَن یَسکنہا فلہ ان یسکنہا غیرہ باجارۃ وغیرہا کما سیجئ اور اجارہ صحیح ہے بدون اس بیان کے کہ گھر مین کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا م غیر کا رکھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی ولہ ان یعمل فیہما ای الحانوت والدار کل ما اراد فیتوضأ ویغتسل ویربط دابتہ ویکسر حطبہ ویستنجی بجدارہ ویتخذ بالوعۃ ان لم تضر ویطحن برحی الید وان ضرّ بہ یفتی قنیہ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دوکان اور گھر مین جو چاہے سو کام کرے تو وضو کرے اور نہاے اور جانور اوسمین باندھے اور لکڑیان توڑے اور اوسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بناوے اگر ضرر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسی کا فتوی ہے کذا فی القنیہ م جانور باندھنا اوسوقت جائز ہے جب کہ جانورون کیواسطے کوئی مکان گھر مین مقرر ہو اور اگر ایسا نہو تو گھر کو اصطبل نہ بناوے اور چکی کے مسئلہ مین شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے اوستاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق مین خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا وعبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یُمنع من رحی الید ان کان لا یضر یمنع وعلیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی منع نہین اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتوی ہے حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہین مگر یہ کہ اوسکی شرط ہو گئی ہو یا مالک اوس فعل سے راضی ہو جاے اور جو فعل کمزور نکرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی غیر انہ لا یسکن بالبناءِ للفاعل او المفعول حدّادا او قصّارا او طحّانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذلک فی عقد الاجارۃ لانہ یوہن البناء فیتوقف علی الرضاء کرایہ دار کو ہر عمل گھر مین درست ہے سواے اسکے کہ گھر مین لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اوسکے شرط ہو جانے سے عقد اجارہ مین اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح نے کہا یسکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہے م شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منح الغفار مین ہے تو پہلی صورت مین حدّادا کا منصوب

ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت مین باعتبار مفعول ہونے کے ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر کما لو انکر اصل العقد اور
اگر مستاجر اور موجر مشروط ہونے مین مختلف ہون تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اوسی کا قول مقبول ہوگا وان اقاما
البینۃ فالبینۃ بینۃ للمستاجر لاثباتھا الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونون گواہ لاوین تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہین بوسطہ اثبات زیادت
کذا فی الخلاصہ وفیھا استاجر للقصارۃ فلہ الحدادۃ ان اتحد ضررھما اور خلاصہ مین ہے کہ گھر اجارہ لیا گازری کیواسطے تو اوسکو اوسمین آہنگری
درست ہے اگر گازری اور آہنگری کا ضرر یکسان ہو ولو فعل مالیس لہ لزمہ الاجر وان انھدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانھما لایجتمعان
اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اوسکو درست نہین ہے تو اوسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اوس کام سے عمارت منہدم ہوجاوے تو اوسکا تاوان دیوے اور اس صورت مین
کرایہ نہین ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہین ہوتے ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرھا وکذا کل مالایختلف بالمستعمل لان
التقیید لا یفید غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ بسنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہین ہوتا استعمال کرنے
والے کے اختلاف سے اوسمین استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اسواسطے کہ تقیید مذکور مفید نہین یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف مایختلف بہ کما سیجی
برخلاف اوس عمل کے جو متفاوت ہوجاتا ہے استعمال کرنیوالے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھ چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا کہ انمین تفاوت ہوتا ہے باعتبار اختلاف مستعمل کے
تو تاوان لازم ہوگا درصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اگر اجرت مقرر کرکے تو زیادتی کو خیرات
کرے ھ یعنی اگر چار روپے کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپے پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف مین نہ لاوے الا فی مسئلتین
اذا آجرھا بخلاف الجنس او اصلح فیھا شیئا مگر دو صورت مین مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جب کہ گھر کو کرایہ دے مخالف جنس پر یا گھر
مین کچھ درستی کر دی ہو ھ خلاف جنس یہ کہ روپیون کا کرایہ دیا ہو اور اشرفی یا پیسون یا اناج کا کرایہ لیا ہو اور اصلاح اور درستی کی صورت یہ کہ مثلاً
گھر مین چونہ کاری کر دی یا چھت پر دے لگا دئے حموی نے کہا جھاڑو دینا اصلاح مین داخل نہین ولو آجرھا من الموجر لا تصح وتنفسخ الاجارۃ
فی الاصح بحر معزیا للجوھرۃ وسیجی تصحیح خلافہ فتنبہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہین اور اجارہ فسخ ہوگا قول
اصح مین چنانچہ بحر الرائق مین جوہرہ سے منقول ہے اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ مین عدم فسخ کو شارح
وہبانیہ وغیرہ سے نقل کریگا وتصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان مایزرع فیھا او قال علی ان ازرع فیھا ما اشاء کیلا تقع المنازعۃ والا
فھی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب صحیحۃ بزرعھا ویجب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اوسمین بوئی جاویگی
یا مستاجر کہے کہ اجارہ لیتا ہون اس شرط پر کہ زمین مین زراعت کرون گا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع سواسطے شرط ہوا تاکہ آئندہ جھگڑا نہو اور
اگر بیان مزروع یا عموم مزروع نہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسدہ پلٹ کر صحیح ہوجائیگا اوسکے زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ھ چونکہ زرع
باعتبار نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کیوسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہوجاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور درصورت عدم بیان زراعت
کرنے سے سواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزروع کے تو جب کہ جہالت دفع ہوگئی زراعت کرنے سے
تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ مین پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت ہے ھ اجارہ مین
پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی خرید مین بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہین سواسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کیواسطے اور بدون
دونون چیزون کے زمین سے فائدہ لینا نہین ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع جائز ہے اور اوسکا اجارہ زراعت
کیواسطے جائز نہین کذا فی الطحاوی ویزرع زرعین ربیعا وخریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف مین ھ یہ اوس صورت مین ہے
جب کہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاحتیاجھا لسقی او کری ان امکنہ الزراعۃ فی
مدۃ العقد جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے

تو اگر زراعت ممکن ہو عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اوس عقد مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے اجرھا وھی مشغولۃ بزرع
غیرہ ان کان الزرع بحق لا یجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ وسلمھا انقلبت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو حالانکہ وہ زمین
غیر شخص کی زراعت سے مشغول ہے تو اگر زراعت از راہ حق ہو یعنی مزارع بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹ
کر زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدل کر جائز ہو جائیگا ما لم یستحصد الزرع فیجوز ویؤمر بالحصاد والتسلیم بہ یفتی بزازیہ زراعت
والی زمین کا اجارہ جائز نہیں جب تک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسیکا فتوی ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرھا
مضافۃ الی المستقبل فیجوز مطلقاً مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کیطرف منسوب کر کے اجارہ دے تو مطلقاً اجارہ جائز ہے خواہ زراعت
واجبی ہو یا غیر واجبی ہم بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جاوے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحطاوی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان
التسلیم بجبرہ علی قلعہ ادرک اولا فتاوی قارئ الھدایۃ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ
صحیح ہے بسبب ممکن ہونے تسلیم کے زبردستی کھیت اوکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایہ وفی الوھبانیۃ تصح اجارۃ
الدار المشغولۃ یعنی ویؤمر بالتفریغ وابتداء المدۃ من حین تسلیمھا اور وہبانیہ میں ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب
ہو تو اوسکا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اوسکے خالی کر دینے کا اور ابتدائی مدت اجارہ اوسکی تسلیم کیوقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر
مشغولاً وفارغاً صح فی الفارغ فقط وسیجئ فی المتفرقات اور اشباہ میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا
اور اسکا ذکر باب المتفرقات میں آگے آویگا وتصح اجارۃ ارض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات کطبخ آجر وخزف ومقیلا ومراحا
حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعھا ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے اور درخت لگانے کیواسطے اور باقی فوائد کیواسطے
چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں کے رہنے کیواسطے نصف روز اور رات کیوقت تو تسلیم سے اجرت
لازم ہوگی خواہ اوس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہو کذا فی البحر ہم یہ اجارہ زراعت کیواسطے نہیں ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا
فی البحر فان مضت المدۃ قلعھما وسلمھا فارغۃ لعدم نہایتھما اور اگر اجارہ کی مدت گذر جاوے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی
موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونوں کی نہایت کے ہم حموی نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ پر ہے اسواسطے کہ اوسنے زمین کو خراب کر ڈالا
الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء او الغرس مقلوعاً بان تقوم الارض بھما وبدونھما فیضمن ما بینھما اختیار مستاجر کو
زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جب کہ موجر مستاجر کو کھودے ہوئے مکان یا درخت کی قیمت کا تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت
فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو موجر تاوان دے ما بین قیمتین کا کذا فی الاختیار ویتملکہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظراً لھما اور قیمت
دیکر موجر مکان اور درخت کا مالک ہوا سواسطے کہ اسمیں مستاجر اور موجر دونوں کیواسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا یتملکہ کا لفظ منصوب یغرم پر عطف ہے
قال فی البحر وھذا الاستثناء من لزوم القلع علی المستاجر فافادانہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت
تنقص یملکھا جبرا علی المستاجر والا فبرضاہ بحرالرائق میں کہا اور یہ استثنا یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف
نے فائدہ بتایا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر
جبر کر کے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہوتی ہو تو اوسکی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد ادائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکہ ای
البناء او الغرس فیکون البناء والغرس لھذا والارض لھذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا
یعنی مستاجر کا اور زمین اسکی یعنی موجر کی شارح نے کہا یرضی عطف ہے یغرم پر وھذا الترک ان باجر فاجارۃ والا فاعارۃ فلھما ان یواجرھما
لثالث ویقتسما الاجر علی قیمۃ الارض بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ مجتبی اور ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھودنا موجر کا اگر عوض

اجرت کے ہو تو یہ اجارہ ہی والا اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہے تو مستاجر اور موجر کو دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہی اور دونوں شخص اجرت کو زمین کی قیمت بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کے قسمت کرین پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی م مثلاً اگر زمین کی قیمت دو سو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور ایک درم مستاجر و فی وقف القنیة بنی فی الدار المسبّلة بلا اذن القیّم ونزع البناء یضر بالوقف یُجبر القیّم علی دفع قیمتہ للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف مین ہے کہ فی سبیل اللہ گھر مین کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون اجازت متولی کے اور حالانکہ اوس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہی تو متولی پر اوسکی قیمت دلانے پر مکان بنانے والے کے واسطے زبردستی کیجاوی الی اخر العبارة یعنی حاکم زبردستی قیمت دلاوے بنظر اصلاح وقف

ولو استاجر ارض وقف وغرس فیہا وبنی ثم مضت مدة الاجارة فللمستاجر استبقاؤھا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القنیة اور اگر وقف کی زمین اجارہ لی اور اوسمین درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختون کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہے جب کہ اوس باقی رکھنے مین وقف کو ضرر نہو اور جن پر زمین وقف ہے وہ تا زمین کھودنے کے تو اونکو سکا اختیار نہین کذا فی القنیہ م ظاہر بیان مصنف اس پر دلالت کرتا ہی کہ وہ جو سابق مذکور ہوچکا کہ مستاجر بعد انقضائے مدت درخت اور مکان کھودکر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین مملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہی اور اسعاف اور عمادیہ مین قنیہ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت جب وقف کو ضرر نکرے تو اوسکے کھودنے پر بنانیوالے پر زبردستی کیجاوے انتہی اور علمانے ذکر کیا ہی کہ قنیہ کا نزالا قول لائق عمل کے نہین تو کیونکر اوس پر عمل ہوگا جو مشہور کتابون کے مخالف ہو یا اسکو خلاف مشائخ پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی مختصراً قال فی البحر وبھذا تعلم مسئلة الارض المحتکرة وھی منقولة ایضاً فی اوقاف الخصاف بحر الرائق مین کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہی اور وہ تو اوقاف خصاف مین بھی منقول ہی م یعنی اگر مستاجر مکان بناوے بشرط استبقاء عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر جائز ہے اور اوسکو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اوسکا مالک نہوگا وقف کیواسطے مگر اوسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہی خلو کا جو اول کتاب البیع مین مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی

والرطبة لعدم نہایتہا کالشجر فتقلع بعد مضی المدة اور رطبہ درخت کے مانند ہی بسبب نہونے اوسکی نہایت کے تو کھودا جاوے مدت گذر جانے کے بعد م رطبہ بین شجر اور گیاہ کے ہی فارسی مین اوسکو سپست کہتے ہین نیل کے مانند ایکبار بونے سے سالہا سال رہتا ہے لہذا وہ در حکم شجر ہے نہ در حکم زراعت ثم المراد بالرطبة ما یبقی اصلہ فی الارض ابداً وانما یقطف ورقہ ویباع اوزھرہ م پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ مراد وہ چیز ہے جسکی جڑ زمین ہمیشہ باقی رہے اور اوسکی پتی یا پھول توڑ لے جاوین اور بیع ہون واما اذا کان لہ نہایة معلومة کالقثاء والجزر والباذنجان فینبغی ان یکون کالزرع یترک باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکنز وقواہ بما فی معاملة الخانیة فلیحفظ اور جب کہ اوسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ سولی اور گاجر اور بینگن تو لائق یہ ہے کہ اوسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اوسکی نہایت تک چھوڑی جاوے اسیطرح کی تحریر کی ہی مصنف نے حواشی کنز مین اور اسکو تقویت دی ہے خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقاة مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م مولی اور گاجر کی مثال درست نہین اسواسطے کہ ایکبار اوکھاڑنے سے پھر باقی نہین رہتی قلت بقی لو لہ نہایة معلومة لکنہا بعیدة طویلة کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الجلبی فلیحفظ نقلہ مین کہتا ہون یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طویل ہو چنانچہ کلک اور نے تو وہ چیز درخت کے مانند ہی کما فی فتاوی ابن الجلبی تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکہ رعایة للجانبین لان لہ نہایة کما مر اور کھیت سے تعرض نکیا جاوے اجرت مثل لیکر اوسکے پکنے تک دونون جانب کی رعایت کیواسطے اسواسطے کہ کھیت کی نہایت ہی چنانچہ مذکور ہوچکا م یعنی مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور ہنوز کھیت پختہ نہین ہوا تو پختگی تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہے جو دونون مین فیصل ہوچکی بخلاف موت احدھما قبل ادراکہ فانہ یترک بالمسمّی علی حالہ الی الحصاد وان انفسخت لان ابقائہ علی ما کان اولی مادامت المدة باقیة اما بعدھا فباجر المثل برخلاف موت مستاجر یا موجر کے کھیت پکنے سے پہلے اسواسطے کہ کھیت باقی رکھا جائیگا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہوگیا ایک شخص کی موت سے اسواسطے کہ اوسکا

باقی رکھنا بحال اُسی ہے جب تک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضاے مدت کے تو اجر مثل لازم ہوگی وَیُلحَقُ بالمستاجرِ المستعیرُ فیُترکُ الی ادراکہٖ باجرِ المثل
اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو تعرض نکیا جاے کھیت سے اوسکے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیر
لوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاویگی اجر مثل لیکر کھیت کٹنے تک اور ظاہر ایسی حکم ہے عاریت کی زمین میں مکان بنانے
اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وَاَمّا الغاصِبُ فیُؤمَرُ بالقلعِ مطلقًا لظلمہٖ اور غاصب کو کھیت اوکھاڑ لینے کا حکم ہوگا
ہر طرح اگرچہ کھیت کچا ہو اوسکے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم واجب الہدم ہے نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولھم یُترکُ الزرعُ باجرٍ ای بقضاءٍ او بعقد
ھما حتی لا یجبُ الاجرُ الا باحدھما کما فی القنیۃ فلیُحفظ بحر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ فقہا کے اس قول سے کہ کھیت سے تعرض نکیا جاے اجرت
لیکر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہوگی مگر قضا یا عقد متعاقدین سے چنانچہ قنیہ میں ہے
تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر وتصحُ اجارۃُ الدابۃِ للرکوبِ والحملِ والثوبِ للبسِ اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھا
لادنے کیواسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کیواسطے کرایہ کیا تو اوسپر لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ
قدر میں کافی سے منقول ہے کہ اگر بیان نکیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاویگی یا کون شخص کپڑا پہنیگا تو اجارہ فاسد ہے لا تصحُ اجارۃُ الدابۃِ لیُجنبھا
ای لاجل ان یجعلھا جنیبۃً بین یدیہ ولا یرکبھا اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اوسکو خالی لیچلے یعنی اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اوسکو کوتل کر
لیچلے اپنے سامنے اور اوسپر سوار نہو ولا تصحُ اجارتھا ایضا لاجل ان یربطھا علی بابِ دارہٖ لیراھا الناسُ فیقال لہ فرسٌ او جاہ
کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہیں کہ اوسکو باندہ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اوسکو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلاً صاحب خانہ کا ہے او لاجل ان یُزیّن بیتہٗ او
حانوتہٗ بالثوبِ لما قدّمنا ان ھذہٖ منفعۃٌ غیرُ مقصودۃٍ من العین یا اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دوکان کو آراستہ کرے کپڑے
سے اجارات ثلثہ مذکورہ اوس دلیل سے جائز نہیں جسکو ہم اول باب میں مذکور کر چکے کہ جانور کا کوتل لیچلنا یا دروازے پر باندہ رکھنا یا گھر اور دوکان کو کپڑے سے آراستہ
کرنا منفعت غیر مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسیطرح اگر شطرنجیاں اور چاندنیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں اونکا فرش کرے اور اون پر نہ بیٹھے اونپر سوے
تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت فلا اجرَ اور جب کہ اجارۂ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اوسکی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے [illegible] وکذا لو
استاجر بیتًا لیُصلّی فیہ او طیبًا لیشمّہٗ او کتابًا ولو شعرًا لیقرأہٗ او مصحفًا شرح وہبانیہ اور اسیطرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا
تا کہ اوسمیں نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایہ لے سونگھنے کیواسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کیواسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ
ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا کرایہ لینا نماز کیواسطے صحیح نہیں علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اسمیں کافر اور مسلمان برابر ہے
اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت انتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہو جاے تو اجارہ صحیح ہے اسمیں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ
کو قرار دیجیے تو بھی اسیطرح کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یُعیِّنْ ھا راکبًا ولابسًا ارکبَ والبسَ من شاءَ اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی سوار
اور کسی پہننے والے کی قید نلگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہناوے ہم عدم تقیید سے مراد اسطرح کی تعمیم ہے کہ مستاجر کہے موجر سے کہ سوار کرونگا
یا پہناؤنگا جسکو میں چاہونگا کذا فی الحموی اور یہ مراد نہیں ہے کہ رکوب مطلق کیواسطے کرایہ لے اسواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہے چنانچہ شارح مذکور کریگا وتعیّن
اوّلُ راکبٍ ولابسٍ اور متعین ہو جائیگا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا ہم یعنی جو شخص اوّل سوار ہوگا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا
تو اب دوسرے شخص کو اوسپر سوار ہونا جائز نہوگا کذا فی الدرر عن الکافی وان لم یُبیّنْ من یرکبُھا فسدت للجہالۃ اور اگر مستاجر نے بیان نکیا کہ
کون اوسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے ہم شارح کو یوں کہنا صواب تھا (ولو استاجرھا للرکوب مطلقا) یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری
کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نکہے کذا فی الطحطاوی وتنقلبُ صحیحۃً برکوبھا
اور اجارۂ فاسدۂ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہو جاویگا جانور پر سوار ہونے سے ہم خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا غیر کو سوار کرے از راہ استحسان اجرت معینہ واجب

ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہوگئی تو فساد بھی زائل ہوگیا اسواسطے کہ ہم انتہا کی تعیین کو ابتدا کی
تعیین کے مانند قرار دیتے ہین اور سوار پر تاوان لازم نہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے اسواسطے کہ وہ متعدی نہین بجہت عدم مخالفت کذا فی الزیلعی وان قیدہ براکب
او لابس فخالف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ وان سلم اور اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہننے والے کی قید لگائی سو مستاجر نے اوسکے مخالف کیا تو اوسپر تاوان
لازم ہوگا جب کہ جانور ہلاک ہوجاے اور اوسپر اجرت نہین اگرچہ اوسنے تسلیم کی ہو ہم مخالفت سے تاوان ہو اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دانست مین متفاوت
ہوتے ہین اسواسطے کہ اکثر دبلے اور پتلے ہین کہ اونکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب واقفکاری کے اور بہت موٹے تازے ہین جنکی سواری سے جانور کو ضرر
نہین ہوتا کیونکہ سواری سے واقف ہوتے ہین بخلاف حانوت اقعد فیہ حدادا مثلا حیث یجب الاجر اذا سلم لانہ لما سلم تبین انہ لو یجاوز
وانہ مما لا یوهن الدار کما فی الغایۃ برخلاف اوس دوکان کے جسمین مستاجر نے مثلاً لوہار کو بٹھلایا ہو اسواسطے کہ اسمین اجرت واجب ہوگی جب کہ موجر کیطرف سے
تسلیم دوکان واقع ہو اسواسطے کہ جب اوسنے دوکان تسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہین کی اور معلوم ہوگیا کہ حدادی گھر کو کمزور نہین کرتی
کذا فی الغایۃ ہم طحطاوی نے کہا اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کرڈالتی ہے لانہ مع الضمان ممتنع اسواسطے کہ اجرت تاوان کے
ساتھ جمع نہین ہوتی ہم یہ تعلیل ہے مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذا فی الحلبی ومثلہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالفسطاط او جانور
کی سواری کے مانند ہے حکم مین جو چیز مختلف اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ ہم تینیہ کے نزدیک خیمہ درحکم جانور ہے اسواسطے کہ آدمی خیمہ
کھڑے کرنے مین اور مکان نصب کی تجویز کرنے مین اور اوسکی میخین گاڑنے مین متفاوت ہوتے ہین بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہین اور بعضے بے سلیقہ ایسے
کہ ضائع کرڈالتے ہین اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم مین برازیہ مین ہے کہ خیمہ کی میخین مستاجر کے ذمہ پر ہین اور رسیان موجر پر وفیما لا یختلف فیہ
بطل تقییدہ بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ لما مر ان التقیید غیر مفید اور جس چیز مین تفاوت نہین بوجہ اختلاف
مستعمل کے تو اوسکی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ مین ایک شخص کا رہنا شرط ہوا تو مستاجر کو جائز ہے کہ اوسکے غیر کو اوسمین رکھے اسواسطے کہ
مذکور ہوچکا کہ یہان قید لگانا مفید نہین وان سمی نوعا وقدرا ککر بر لہ حمل مثلہ واخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع
اور مقدار کا چنانچہ گیہون بقدر ایک کر تو مستاجر کو اوسکے مانند اور اوس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ تر ضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا ہم کر بضم کاف
پیمانہ ہے جسمین بارہ صاع غلہ سماتا ہے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمیناً اٹھائیس سیر ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے بعین گیہون کی برابر اور گیہون اوسکے وزن
کی برابر لادنا اور خفیف تر کی مثال جیسے گیہون کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لادنا گیہون کے عوض جائز نہین والاصل ان من استحق منفعۃ
مقدرۃ بالعقد فاستوفاہا او مثلہا او دونہا جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا ہو
عقد سے پھر اوسی منفعت کو یا اوسکی برابر یا اوس سے کمتر کو حاصل کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہین ومنہ تحمیل وزن البر قطنا
لا شعیرا فی الاصح اور منجملہ غیر جائز کے ہے لادنا روئی کا برابر گیہون کے وزن کے نہ لادنا جو کا قول اصح مین ہم یعنی اگر مین بھر گیہون لادنے پر کرایہ ٹھہرا
سو مستاجر نے من بھر روئی جانور پر لادی تو جائز نہین اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہون سے زیادہ پھیلتی ہے اور اوسمین گرمی بھی زیادہ ہے تو اوسکا ضرر زیادہ
ٹھہرا گیہون سے اور گیہون کی عوض اگر جو اوسیقدر لادے اور جانور مرگیا تو تاوان نہین بقول اصح اسواسطے کہ جب جو اور گیہون وزن مین برابر ہون تو جو کا ضرر جانور
کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیل جانے کے یہی فتوی ہے صدر شہید کا الحاصل اگر مسمی محمول ہو پھر اوسنے اور چیز لادی اور وزن دونون کا برابر ہے مگر محمول کمتر پھیلتا ہے
جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو درصورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیہون کے وزن کے برابر پتھر یا لوہا لادنا اور اگر محمول اندک زیادہ پھیلتا ہے لادنے کے مقام پر
مسمی سے تو تاوان نہین چنانچہ گیہون کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے تاوان لازم نہ آویگا گر جب کہ موضع حمل سے زیادہ تر تجاوز ہو جیسا کہ روئی عوض
گیہون کے کذا فی الطحطاوی ولو اردف من یستمسک بنفسہ وعطبت الدابۃ یضمن النصف اور اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اوس شخص کو سوار
کرلیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھ سکے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے ہم اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا

كذا في الغاية ولا اعتبار للثقل لان الآدمي غير موزون اور اعتبار نہين گرانی وزن کا اسواسطیکہ آدمی غیر موزون ہی یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہین تو
صدور اسکا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقیل سوار کی واقف کار سے جانور کو ضرر نہین ہوتا اور خفیف نا واقف سے ضرر ہوتا ہی وهذا ان كانت الدابة تطيق حمل
الاثنين والا فالكل بكل حال اور یہہ یعنی نصف ضمان اوسوقت ہی جبکہ جانور دو شخصونکا بوجھہ اوٹھا سکتا ہوا اور اگر اوٹھانہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر
ہر حالمین یعنی خواہ بذات خود مستمسک ہو یا نہو كما لو حمله الراكب على عاتقه فانه يضمن الكل وان كانت تطيق حملهما لكونه في مكان واحد چنانچہ اگر دوسرے
شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اوٹھایا تو مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دو نونکی بوجھہ اوٹھانیکی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھہ کے ایکمقام پر یعنی جب دونو کا بوجھہ
ایکجگہہ پڑا تو جانور پر شاق ہوکر ہلاکی کا موجب ہوا وان كان الرديف صغيرا لا يستمسك يضمن بقدر ثقله اور اگر پچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا تھامے جانور کے
نہ بیٹھہ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اوسکی گرانباری کی یعنی جسقدر بوجھہ بھاری ہوگیا صغیر کے سوار کرنیسے اوتنا تاوان لازم ہوگا كحمله شيئا آخر ولو من ملك صاحبها كالة
بچکو اوٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے وليس المراد ان الرجل يوزن بل ان يسأل اهل الخبرة كم يزيد اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہہ مراد نہین
کہ مرد تولا جاے بلکہ مراد یہہ ہے کہ اہل فن سے پوچھا جاے کہ کتنا بوجھہ زیادہ ہوگیا حمل صغیر پر حمل شی آخر سے ولو ركب على موضع الحمل ضمن الكل لما مر اور اگر بوجھہ کی جگہہ پر سوار ہوگا تو ہلاک
ہونیکی صورت مین کل کا ضمان دیگا بموجب اوس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھہ کا ثقل ایک ہی جگہہ ہوگیا وكذا لو لبس ثيابا كثيرة اور یہی حکم ہی اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر
سوار ہو یعنی درصورت ہلاکت تاوان کل کا دیگا کہ ایک ہی جگہہ بہت بوجھہ کردیا ولو ما يلبسه الناس ضمن بقدر ما زاد مجتبى اور اگر اوسقدر ہون جتنے لوگ پہنتے ہون تو بقدر زیادتی
کے ضمان دیگا كذا في المجتبى واذا هلكت بعد بلوغ المقصد وجب جميع الاجر لركوبه بنفسه مع الضمان اى لنصف القيمة لركوب غيره اور پیچھے سوار کر لینے کیصورت مین
اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہونچنے کے ہلاک ہووے تو ساری اجرت واجب ہی اسوجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی نصف قیمت جانور کا دیوے اسلیے کہ دوسرے کو سوار کیا ثم
ان ضمن الراكب لا يرجع وان ضمن الرديف يرجع لو مستاجرا من المستاجر والا لا پھر اگر سوار یعنی مستاجر راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے نہ پھیرے اور اگر ردیف نے تاوان دیا تو مستاجر
سے پھیر لے اگر اوسنے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہو اور اگر ردیف بطریق اجارہ سوار نہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہین كذا في الطحطاوي وقيد بكونها عطبت لانها لو سلمت لزم
المسمى فقط مصنف نے مسئلہ ردیف مین جانور کے ہلاک ہونیکی قید لگائی ہے اسواسطیکہ اگر جانور باوجود ارداف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنی جمیع
صور مذکورہ مین كذا في الطحطاوي وبكونه اردفه لانه لو اقعده في السرج صار غاصبا فلا اجر عليه بحر عن الغاية اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ مین ارداف ردیف کی
قید لگائی اسواسطیکہ اگر مستاجر اوسکو زین پر بٹھائیگا اور آپ پیچھے بیٹھیگا تو غاصب ٹھہریگا تو اوسپر اجرت لازم نہوگی یعنی فقط تاوان اوسپر لازم ہوگا نہ کرایہ كذا في البحر عن الغاية
لكن في السراج الوهاج عن المشكل ما يخالفه فليتامل عند الفتوى كيف وفي الاشباه وغيرها ان الاجر والضمان لا يجتمعان لیکن سراج وہاج میں مشکل سے
قول مذکور ہی جو قول مصنف وجوب اجر مع التضمین کے مخالف ہی تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کیوقت کیونکر نہو اور حالانکہ اشباہ وغیرہ مین یہہ مذکور ہی کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہین
ہوتے هم سراج مین مشکل سے یون مذکور ہی کہ ارداف کی قید اتفاقی ہی تو خواہ مستاجر آگے سوار ہوا یا پیچھے دونو صورت مین حکم یکسان ہی شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین
طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا ذکر بلاوجہ ہی اسواسطیکہ اجر بمقابلہ رکوب مستاجر ہی اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہی تو ایک اوسے اجتماع اجر اور تاوان کا نہوا اور اجتماع تاوان کا اجرت
کے ساتھہ تاوان ممتنع ہی جہان تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہوجاے اور یہان ایسا نہین واذا استاجرها ليحمل عليها مقدارا فحمل عليها اكثر منه فعطبت ضمن
ما زاد الثقل اور جبکہ جانور کرایہ لیا تاکہ اوسپر مقدار معین لادے اور اوسپر اوس سے زیادہ تر لادا اور وہ ہلاک ہوگیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہوجانے بوجھہ کے مثلا تین من لادنا مقرر ہوا ہو
اوسنے چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا اسواسطیکہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھہ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سوا اوسکا حصہ ساقط ہوگیا اور ایک من
غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم قیمت کا تاوان لازم ہوا وهذا اذا حملها المستاجر فان حملها صاحبها بيده وحده فلا ضمان على المستاجر لانه هو المباشر
عمادیہ اور یہہ حکم اوسوقت ہی جبکہ خود مستاجر اوسپر بوجھہ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھہ سے تنہا اوسپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہین اسواسطیکہ مالک ہی تو مباشر ہی كذا في
العمادیہ هم خواہ مالک زیادتی کو جانتا ہو یا نجانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم نہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھہ زیادہ تھا تو اوسکو جوابدیا جاے کہ تونے کیون تول لیا تھا علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل
ہی اسمین اشارہ ہی تاوان مستاجر کا تسبیب معلوم ہو مالک کو اور یہہ بحث ہی مقدسی کی نہ روایت اور عمادیہ کی مانند تتمۃ الفتاوی مین بھی مذکور ہی كذا في الطحطاوي وان حملها

الحمل مَعًا او وَضعًا ہ علیہا وَجَبَ النصفُ علی المستاجرِ بفعلِہ وہَدرَ فعلُ ربِّہا مجتبیٰ اور اگر مستاجر اور مالک جانور نے بوجھ ساتھ ہی اوٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اوسکے فعل کے سبب سے اور اوسکے مالک کا فعل باطل بلاعوض ہوگا کذا فی المجتبی ولو کانَ البُرُّ مثلاً فی جولقین فحمل کلّ واحدٍ منہما جولقًا ای وعاءً کعدلٍ مثلاً وَحمَلَہ ووَضعَاہ علیہا معًا او متعاقبًا لاضمانَ علی المستاجرِ ویُجعل حملُ المستاجرِ کانَ مستحقًا بالعقدِ غایۃ اور اگر مثلاً گیہون ہو دو گون مین اور مستاجر اور مالک ہر احد نے ایک ایک گون تنہا اوٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھ ہی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہین یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اوٹھانا اور لادنا مستحق بعقد اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جولق یعنی ایک ظرف جیسے گٹھے کے مانند مثلاً ومفادُہ انّہ لاضمانَ علی المستاجرِ سواء تقدَّمَ او تاخّرَ وھو الوجہُ ومن ثَمَّ عوَّلنا علیہ علی خلافِ ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنفِ ادرنا یۃ التحقیق تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہین خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اوسیر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا ہی مصنف کی شرح مین ذکر ہے قالتُ وما فی الخلاصۃ ھو ما یُوجَدُ فی بعضِ نسخِ المتنِ من قولہ وکذا لاضمانَ لو حمَلَ المستاجرُ اولًا ثم ربُّہا الدّابۃ وان حملہا ربُّہا اولًا ثم المستاجرُ ضمنَ نصفَ القیمۃ انتہی فتنبہ مین کہتا ہون اور جو خلاصہ مین ہے وہ اس متن کے بعضے نسخون مین موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہین اگر مستاجر نے پہلی گون لادی پھر جانور مالک نے اور اگر اوسکے مالک نے اوّل لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے انتہی ما فی الخلاصہ تو خبردار رہو اس قول غیر معتمد سے وھٰذا ای ما مرّ من الحکم اذا کانتِ الدابۃ المستاجرۃ تطیقُ مثلَہ اور یہ یعنی مسئلہ اولی میں جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادت ثقل کے اوسوقت ہے جب کہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لاتطیقُ فجمیعُ القیمۃِ لازمٌ علی المستاجرِ زیلعی ویجب علیہ کلُّ الاجرِ لاجرِ الحملِ والضمانُ للزیادۃ غایۃ اور جب کہ جانور اتنے بوجھ اوٹھانے کی طاقت نرکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور مستاجر پر تمام اجرت واجب ہوگی اجرت واجب ہوئی لادنے کے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنے کی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق ھم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ دونون مجتمع نہین ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے کہ لزوم تاوان کی جہت اور ہی اور وجوب اجرت کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو وأفادَ بالزیادۃِ انّہا من جنسِ المسمّی فلو من غیرِہ ضمنَ الکلَّ کما لو حمَلَ المسمّی وحدَہ ثم حمَلَ علیہا الزیادۃَ وحدَہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کر دیا کہ زیادت حمل معین کی جنس سے ہو تو اگر زیادتی اوسکے مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا چنانچہ اس صورت مین تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط حمل معین بلا خلط زیادت لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادی کذا فی البحر قالَ ولم یتعرّضوا للاجرِ اذا سلمت لظھورِ وجوبِ المسمّی فقط وان حمَلہا المستاجرُ لانّ منافعَ الغصبِ لاتُضمنُ عندنا صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جب کہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہین ومنہ عُلم حکمُ المکاری فی طریقِ مکّۃ اور ظہور وجوب مسمی سے معلوم ہو گیا مکہ معظمہ کی راہ مین کرایہ دار کا حکم یعنی جب کہ حمل معین پر کچھ بوجھا زیادہ لادا اور جانور سلامت پہنچا تو زیادہ لادنے سے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہین کذا فی الطحطاوی وضَمِنَ بضربِہا وکبحِہا بلجامِہا لتقییدِ الاذنِ بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے درصورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اوسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا کھڑا کرنے کے واسطے مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن وہان تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہو جاوے حتّی لو ھَلکَ الصغیرُ لضربِ الابِ والوصیِّ للتادیبِ ضمنَ لوقوعِہ بزجرٍ وتعزیرٍ تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مرجاوے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقالا لایضمنانِ بالمتعارفِ اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہین ضرب متعارف اور مروج سے اور اسیطرح مستاجر پر تاوان نہین جانور کے مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ

الاصح رجوع الامام لقولهما اور غایۃ التحقیق مین مجتبی سے منقول ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے قول کیطرف صحیح تر قول ہے لا یضمن بسوق
اتفاقاً مستاجر پر تاوان نہین جانور ہانکنے سے باتفاق امام وصاحبین وظاهر العنایۃ ان للمستاجر الضرب للاذن العرفی اور
ہدایہ کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ اباحت ضرب مستاجر
معلوم ہو بشرط سلامت واما ضربہ لدابتہ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا یضربها اصلاً ویخاصم فیما
زاد علی التادیب اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ مین ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے ہے کہ اوسکو مطلق نہ مارے اور ادب سے زیادہ مواخذہ ہوگا اوس ضرب
مین جو تادیب سے زیادہ ہے یعنی ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جب کہ مالک جانور کے منہہ پر مارے وضمن بنزع السرج و وضع الایکاف
سواء لو کف بمثلہ ام لا اور تاوان دینا ہوگا زین کے اوتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اوس پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ہم طحطاوی نے کہا شاید
شارح پر ایکاف مشتبہ ہوا اکاف کے ساتھ اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان باندھنا اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے ولہذا لفظ وضع کو شارح
زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے وبالاسراج بما لا یسرج هذا الحمار بمثلہ جمیع قیمتہ اور
اوسیطرح سے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس گدھے پر نہین باندھا جاتا اوسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم صاحبین کے نزدیک پالان زین سے
نقصان ہو تو تاوان لازم نہین مگر بصورت زیادتی وزن حقائق مین عیون سے منقول ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولو بمثلہ اوکان اثقل
مکان الایکاف لا یضمن الا اذا زاد وزناً فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین و سے پر باندھا جاتا ہے یا بجی پالان کے
زین باندھا تو تاوان لازم نہوگا مگر جب کہ تول مین زین پالان سے زیادہ ہو تو اوسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی
اگر پالان ہو دو سیر کا اور زین چار سیر کا تو نصف قیمت کا تاوان لازم آویگا کما یضمن لو استاجرها بغیر لجام فالجمها بلجام لا یلجم بمثلہ چنانچہ مستاجر
تاوان دیگا بصورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے پھر اوسکے منہہ مین ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اوسکے لگائی نہین جاتی وکذا لو ابدلہ
لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اوسکی نہین لگائی جاتی
اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہین جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ہم طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر
متعدی ٹھہرا او سلک طریقاً غیر ما عینہ المالک وتفاوتا بعداً او وعراً او خوفاً بحیث لا یسلکہ الناس ابن کمال یا مستاجر راہ
چلا جو مغائر تھی اوس راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کردی تھی اور دونون راہین متفاوت تھین دوری یا سختی ہونے یا خوف مین اسطرح کہ لوگ اوس
راہ مین نہ چلتے ہون کذا ذکرہ ابن کمال او حمل فی البحر اذا قید بالبر مطلقاً سلکہ الناس او لا لخطر البحر فلو لم یقیدہ بالبر لا ضمان یا حامل
مستاجر کا اسباب لاد لیگیا دریا مین جب کہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی مین لیجانیکی تو مطلقاً تاوان لازم آویگا خواہ لوگ دریا کی راہ چلتے ہون یا نہ
چلتے ہون بسبب مخطور ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہوگا یعنی تلف ہوجانے سے وان بلغ المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود
اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہنچا دیا دریا کی راہ سے تو اوسکی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے یعنی تو گویا اوس سے مخالفت متحقق
نہوئی وضمن بزرع رطبۃ وقد امر بالبر ما نقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ مالک نے گیہون بونے کا امر کیا تھا
تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہوجانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق مین زیادہ تر مضر ہے گیہون سے یعنی اسواسطے کہ رطبہ کی جڑین بکثرت ہوتی ہین اور دور تک
پھیلتی ہین ولا اجر لانہ غاصب الا فیما استثنی کما سیجئ اور صورت مذکورہ مین اجرت نہین اسواسطے کہ رطبہ بونے والا غاصب ٹھہرا
اور غاصب پر تاوان ہے اجرت نہین مگر چند مسائل مستثنی ہین اجرت سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانہ بالاقل ضرراً لا یضمن
ویجب الاجر مصنف نے تاوان مین مضرتر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کمتر ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب ہوگی ہم اقل ضرر
کی صورت یہ ہے کہ رطبہ بونے کیواسطے زمین اجارہ لی اور گیہون بویا وضمن بخیاطۃ قباء وامر بقمیص قیمۃ ثوبہ اور قبا سینے سے اگر حالانکہ

قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اور اسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا مع قبا اوسکو کہتے ہین جسکا آگا کھلا ہوا اور قمیص وہ ہے جسکا آگا اور پیچھا
دونون سیا ہو وله ای لصاحب الثوب اخذ القباء ودفع اجر مثله لا یجاوز المسمی کما هو حکم الاجارة الفاسدة اور اوسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت یعنی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہے یعنی اجارہ فاسدہ مین
اجر مثل لازم ہوتی ہے جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا اذا خاطه سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح فتقیید الدرر بالقباء اتفاقی اور اسیطرح جب
درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہے اصح قول مین یعنی مستاجر مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان چاہے پاجامے
اور اوسکی مزدوری دے تو درر مین قبا کی قید لگانا اتفاقی ہے مع درر مین تخییر کا حکم درصورت قمیص اور قبا کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا
کہ ذکر قبا اتفاقی ہے مخالفت کا بھی حکم ہے وصبغ بصبغ اصفر وقد امر باحمر قیمة ثوب ابیض وان شاء المالك اخذه واعطاه ما زاد الصبغ فیه ولا اجر
اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریز کو
اوتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز کیواسطے اجرت نہین یعنی سرخی کی ولو صبغه ردیا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ
وان کان فاحشا عند اهل فنه ضمن قیمة ثوب ابیض خلاصه اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہین اور اگر نہایت ناقص ہو
رنگریزی کے پیشے والون کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصة **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط اقطع طوله وعرضه وکمه
کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوه عفو وان اکثر ضمنه درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض اور آستین اسقدر ہو سو وہ کم ہوا اسقدار معین
سوا اگر بقدر انگلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اوسکا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطعه بدرهم وخطه فقطعه ثم قال لا یکفیك ضمن
مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اوسکو قطع ایک درم کی مزدوری پر اور اوسکو سی سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا
تیرے قمیص کیواسطے کافی نہین تو اوسپر تاوان لازم ہوگا یعنی سواسطے کہ اوسنے دھوکھا دیا ولو قال ایکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعه فقطعه ثم قال
لا یکفیك لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا کیا میرے قمیص کو کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہان مالک نے کہا اوسکو قطع کر سو اوسنے قطع کیا پھر
بولا کہ تجکو کفایت نہین کرتا تو اوسپر تاوان لازم نہین ہے سواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی
مفازة ولم یرتحل حتی فسد المال بسرقة او مطر ضمن لو السرقة والمطر غالبا خلاصه ساربان اوترا اسداس اور وہان سے کوچ نکیا یہانتک کہ مال فاسد ہوگیا
چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش وہان اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا یعنی سواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی
ٹھہرا وہان ٹھہرنے سے اور اگر غالب الوقوع نہو تو تاوان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه استعان برجل فی السوق لیبیع متاعه فطلب منه اجرا فالعبرة
لعادتهم اور اشباہ مین ہے مددگار رہا ہی ایک مرد نے بازار مین کہ اوسکا مال بیچے سو اوسنے مزدوری مانگی تو اونکی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقرر اجرت
اوسنے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادت کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہون تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہون تو
اجرت لازم نہین وکذا لو ادخل رجلا فی حانوته لیعمل له اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اپنی دوکان مین کسی مرد کو داخل کیا اپنی کام کرانے کیواسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا
وجوب اور عدم وجوب اجرت مین وفی الدرر دفع غلامه او ابنه لحائك مدة كذا لیعلمه النسج وشرط علیه کل شهر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من
المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر عرف البلدة فی ذلك العمل اور درر مین ہے کہ کسی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اوسکو کپڑا بنا سکھاوے اور اوس
نے استاد پر ہر مہینے مین کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نکی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولے سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اوس
کام مین معتبر ہوگا یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاوے اور اگر عرف مولے کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل
استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان وفیها استاجر دابة الی موضع فجاوز بها الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریة وهو
قولهما والیه رجع الامام کما فی مجمع الفتاوی اور درر مین ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہان سے بڑھا کر اور مکان تک لیگیا بعد آسکے اول مکان

کیطرف پھر آیا اور جانور ہلاک ہوگیا تو مستاجر پر مطلقاً تاوان لازم ہوگا اصح قول مین جیسے کہ عاریت مین تاوان لازم آتا ہے مطلقاً اور یہ صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کیطرف امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاویٰ ھو مطلقاً یعنی خواہ مدت دونون کیواسطے کرایہ ہو خواہ فقط جانیکیواسطے بہرصورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت لیجانیکا کہ تاوان لازم آویگا مطلقاً مکان معہود سے تجاوز کرے وفیہ حمل حمولۃ المکاری فرجع و اعاد الحمل محلہ لا ادل لا اجر لہ وینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوگون نے مکاری یعنی جانور کے کرایہ دینے والیکو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کیطرف بوجھا پھیر لایا تو اوسکی مزدوری نہین اور لائق یہ ہے کہ اوسپر بزور دستی کیجاوے دوبارہ لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاویٰ وفیہ دفع ابریسما الی صباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ و ردہ علی فلم یردہ ثم ہلک لا ضمان اور مجمع الفتاویٰ مین ہے کہ ریشم دیا رنگریز کو تاکہ اوسکو رنگے بقدر اجرت پھر مالک نے آکر اوسکو منع کیا کہ رنگ مت اور مجکو پھیر دے سو اوسنے نہ پھیرا پھر کپڑا تلف ہوگیا تو رنگریز پر تاوان نہین وفیہ سئل ظہیر الدین عمن استاجر رجلاً لیعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر و امتنع بسببہ عن العمل ہل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاویٰ مین ہے کہ ظہیر الدین سے اوس شخص کے حکم کا سوال ہوا جسنے ایک مرد کو مزدور کیا تاکہ اوسکا کام کرے زمین مین پس جب کہ مزدور کام کیواسطے نکلا مینہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اوسکے سبب سے کیا اوسکی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہین یعنی اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملہا کذا فمرضت فحملہا دون ما ہل الرجوع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تاکہ اوسپر اتنا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو حمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ سوافق کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہین اسواسطے کہ مستاجر اسیقدر کے لادنے پر راضی ہوگیا استاجر رحی فمنعہ الجیران عن الطحن لتوہین البناء و حکم القاضی بمنعہ ہل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا مالم یمنع حساً من الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اوسکو پڑوسیون نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہوجانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہوگا جبتک ظاہر مین پیسنے سے منع نکیا جائیگا ھو مراد یہ ہے واللہ اعلم کہ لوگ اوسکو چکی پیسنے دین یا چکی کے گھومانے والے جانور کو کھول دین کذا فی الطحطاوی استاجر حماماً سنۃ فغرق مدۃ ہل یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعاً ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی مین ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی و فی الوہبانیۃ و یسقط فی وقت العمارۃ مثل ما لو انہدم بعض الدار فالہدم یحرز + اور وہبانیہ مین ہے اور ساقط ہوتا ہے اجر عمارت کے وقت مین مانند اوس سقوط کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہوجائے تو انہدام تخمین کیا جاے ھو یعنی مقدار انہدام تخمین کرکے بقدر اوسکی اجرت ساقط کیجائے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان گرجانے سے کرایہ ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر و خالف فی قدر العمارۃ آمر + یقدم فیہا قولہ لا المعمر + اور مخالفت کی مالک امر کرنیوالے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار مین تو یہین مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانیوالا کا ھو صورت مسئلہ یہ ہے کہ مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا عمارت بنانیکا اور کرایہ مین مجرا کرلینے کا تو عمارت مین دونون نے اتفاق کیا اور مقدار صرف مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہونگے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت و مفادہ رجوع المستاجر بما ثبت علی الموجر بمجرد الامر یعنی الا فی تنور و بالوعۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ مین کہتا ہون اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اوس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو بمجرد امر کرنے کے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہ بچہ بنانے مین رجوع بمجرد امر کے نہین تو ضرور ہے اشتراط رجوع موجر پر ھو طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہین بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ مین مذکور ہے اس طرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر مین عمارات بنائے مالک کے امر سے تو جسقدر اوسکا صرف ہوا آمر سے پھیرے اگرچہ رجوع صریحاً شرط نہو پھر قاضی خان سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ مین رجوع بمجرد اذن بلا شرط صحیح نہین انتہی ما فی القنیۃ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قنیہ کا صریح نہ مفاد ولو خربت الدار سقط کل الاجر و لا تنفسخ بہ ما لم یفسخہا المستاجر بحضرۃ الموجر ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی فسخ نہین ہوجاتا جبتک اوسکو موجر کے سامنے فسخ نکرے یہی قول اصح ہے ھو اگر بعض مکان گھر کا منہدم ہوگیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے سبب سے قاضی کی مجلس مین حاضر نہین ہوتا تو اجارہ فسخ نہوگا اور قاضی اوسکی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ

کرے کذا فی الطحطاوی عن القنیہ واذا ابتنیت لا خیار لہ اور جب کہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کو خیار نہیں یعنی اسواسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ
نہیں ہوتا وفی سکنی عرصتہا لا یجب الاجر قالہ ابن الشحنہ قلت وفی نفیہ نظر ولعلہ اُرید المسمی اما اجرۃ المثل وحصتہ من العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتامل
وسیجئ فی فسخہا ما یفیدہ فتنبہ اور خانہ منہدم کے پیش دروازے کے میدان کی سکونت مین اجرت واجب نہیں یہ کہا ہی ابن شحنہ نے مین کہتا ہون کہ اسکی نفی مین
اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت معینہ گھر کی مراد ہے لیکن مثل اوس میدان کے کرایہ یا حصہ میدان کے کرایہ کے لازم ہونے کا کوئی مانع نہیں اور فسخ اجارہ کے
باب مین وہ قول آویگا جو لزوم اجرت کا مفید ہوگا سو خبردار رہنا ہم باب الفسخ کا قول مذکور یہ ہے زیلعی سے کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہوگیا اور وہ مکان
سوائے پیسنے کے لائق انتفاع ہے تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی بسبب باقی رہنے معقود علیہ کے تو اگر منفعت لیگا تو بقدر اوسکے حصہ کے اجر لازم ہوگی انتہی از درمختار و عالمگیری
مین مذکور ہی اگر سب گھر منہدم ہوجاوے تو اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ پیش دروازے سے انتفاع ممکن ہے کذا فی الطحطاوی استأجر حماما وشرط حط اجرۃ شہرین للعطلۃ
فان شرط حط قدر العطلۃ صح بزازیہ حمام اجارہ لیا اور دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کرلی تو اگر اجرت کا کم کرنا بقدر تعطل شرط کیا
تو صحیح ہی کذا فی البزازیہ ہم یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی اجرۃ السجن والسجان فی زماننا یجب ان یکون
علی المدعی خزانۃ المفتین کرایہ قید خانہ کا اور اجرت قید خانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ مین واجب یہ ہے کہ صاحب دین پر ہو کذا فی خزانۃ المفتین یعنی اسواسطے کہ اوسی کیواسطے
تو مدیون مقید ہوا ہے انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب فسکن المستاجر بعد ذلک سنۃ لا یلزمہ الکراء لہذہ السنۃ لانہ لم یسکنہا علی جہۃ الاجارۃ
وکذلک لو انقضت المدۃ والمستاجر غائب والدار فی ید امرأتہ لان المرأۃ لم تسکن باجارۃ مدت اجارہ کی منقضی ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک
سال اوسمین رہا تو اوسپر کرایہ لازم نہوگا اس سال کا اسواسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہین رہا اسیطرح اگر مدت اجارہ ہوجاوے اور مستاجر غائب ہو اور گھر مستاجر کی عورت
کے تصرف مین ہو تو کرایہ نہین اسواسطے کہ عورت اوسمین بعوض اجرت نہین رہی آجر دارہ کل شہر بکذا فلکل الفسخ عند تمام الشہر فلو غاب المستاجر قبل تمام الشہر وترک زوجتہ
ومتاعہ فیہا لم یکن للآجر الفسخ مع المرأۃ لانہا لیست بخصم والحیلۃ ان یواجرہا لآخر قبل تمام الشہر فاذا تم تنفسخ الاولی وتنعقد الثانیۃ فتخرج منہا المرأۃ
وتسلم للثانی خانیہ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے مہینہ تمام ہونے کیوقت تو اگر مستاجر غائب ہو مہینہ تمام ہونے سے
پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر مین چھوڑ گیا تو موجر کو اوسکی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہین اسواسطے کہ وہ مستاجر مخاصم نہین اور مستاجر کی عورت سے
فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ منعقد ہوگا اب مستاجر کی
عورت اوسمین سے نکلے گی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائیگا کذا فی الخانیہ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہہ باب ہے اجارہ فاسدہ کے
احکام مین الفاسد من العقود ما کان مشروعا باصلہ دون وصفہ عقدون مین سے عقد فاسد وہ ہے جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا ہم عدم مشروعیت
وصف جہت سے یا اوس شرط کی اشتراط سے عارض ہوتی ہی جسکو عقد مقتضی نہین والباطل ما لیس مشروعا اصلا لا باصلہ ولا بوصفہ اور عقد باطل
وہ ہی جو کسیطرح مشروع نہو نہ اوسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا ہم اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یا بت تراشی یا تصویر بنانے
کیواسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول وہو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما ابن کمال اور اول یعنی اجارہ فاسد کا حکم
واجب ہونا ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اوس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مماثل ہو
اوس عمل مین یعنی جو ایسا کام کرتا ہو اوس زمان اور مکان مین اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو
لوگون مین تو متوسط کا اعتبار ہوگا اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہے اگرچہ اوسکا سبب حرام ہی قیہ یہ قول ہے حلوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجر مذکور حلال
نہین یہی قول صحیح ہے اور اجرت مثل وہان علی الاطلاق معتبر ہے جہان اجر مسمی نہو اور در صورت تسمیہ اجرت مثل اجر مسمی سے زیادہ نہوگی اور ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے
کہ در صورت تسمیہ اجر مثل واجب ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الثانی وہو الباطل فانہ لا اجر فیہ بالاستعمال حقائق بخلاف ثانی
یعنی اجارہ باطل مین اجرت نہین استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان المبیع

باب الاجارۃ الفاسدۃ

فیہ بالقبض اور اجارۂ فاسدہ مین منافع مستاجر کی ملک مین نہین آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد مین مبیع مملوک ہو جاتی ہے مشتری کی
قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضہا المستاجر لیس لہ ان یوجرہا برخلاف اجارۂ فاسدہ کے کہ اوسمین منافع مملوک نہین ہوتے تو اگر مستاجر نے
مین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اوسکو جائز نہین کہ اور شخص کے اجارہ مین دے ولو آجرہا وجب اجر المثل لا یکون غاصبا وللاول نقض الثانیۃ بحر معزیا للخلاصۃ
او اگر مستاجر مذکور اوسکو اجارہ دیگا تو مستاجر اول پر اجر مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ غاصب نہوگا اور اول یعنی مالک یا موجر اول کو اجارۂ ثانیہ کا
توڑ ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے خلاصہ سے منقول وفی الاشباہ المستاجر فاسدا لو آجر صحیحا جاز ہے اور اشباہ مین ہے کہ اجارۂ فاسدہ کا مستاجر
اگر اوسکو اجارۂ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا ھ معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز مین دو قول ہین اور دونون کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی
تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہین وہ شرطین جو مقتضائے عقد کے مخالف ہین ھ چنانچہ پن چکی کے اجارہ مین یہ شرط
ہوئی کہ اگرچہ پانی منقطع ہو جاے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع
مما مر یفسدہا کجہالۃ ماجور او اجرۃ او مدۃ او عمل وکشرط طعام عبد وعلف دابۃ ومرمۃ دار ومغارمہا وعشر وخراج ومؤنۃ رد اشباہ سو جو
چیز بیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہو چکی ہی چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے
غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اوسکے مصارف اور زراعت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہنچا دینے کا
خرچ مشروط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ھ وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ منجملہ اجرت کے قرار دیئے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہین اور جہالت
بعض اجر موجب ہے باقی اجرت کے جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود وتفسد ایضا بالشیوع بان یوجر نصیبا من دارہ او نصیبہ من دار مشترکۃ
من غیر شریکہ او من احد شریکیہ انفع المسائل وعمادیۃ من الفصل الثلثین اور شیوع یعنی عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اسطرح کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین
اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو اجارہ دے یا دو شریکون مین سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ انفع المسائل اور عمادیہ
مین ہے تیسوین فصل سے ھ فصولین مین ہے کہ ایک گھر مین مشترک ہے چند شخصون مین تو اگر ایک شریک سب شریکون کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو
جائز نہین واحترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسدہا علی الظاہر کان آجر الکل ثم فسخ فی البعض او آجر الواحد فمات احدہما او بالعکس اور مصنف نے
احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری اجارہ کا مفسد نہین بموجب ظاہر الروایۃ کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی
پھر بعض مین اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکون نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک موجر مر گیا یا اسکے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصون کو اجارہ دیا
پھر ایک مستاجر مر گیا ھ صورتین اخیرتین مین میت کے حصہ مین اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ مین اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ یہ شیوع
طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجارۃ المشاع کالو قضی بجوازہ اور وہ یعنی تمام چیز مین اجارہ کرنا پھر بعض مین فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع کے
اجارہ مین چنانچہ جواز اجارۂ مشاع پر قاضی کا حکم ہو جانا ھ یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اوسکی دو تدبیرین ہین ایک یہ کہ کل چیز کو اجارہ
دے پھر بعض مین اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اوس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب مین مشاع کا اجارہ جائز ہے سو وہ اسکے جائز ہونیکا حکم دے
الا اذا آجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکہ فیجوز شیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جب کہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے
تو جائز ہے وجوزاہ بکل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا یعول علیہ
اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال مین یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ مین ہو یا غیر محتمل مین اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق مین یہ فتوی مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوے کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح مین رد کر ڈالا اسطرح کہ جو فتوی مغنی مین ہے ایسا شاذ ہے
جسکا قائل معلوم نہین تو وہ اعتماد کے لائق نہین ھ طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی فخر الدین مین ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور اسی پر
اعتماد کیا ہے ارباب شروح اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرا قلت وفی البدائع لو آجر مشاعا یحتمل القسمۃ فقسم وسلم جاز لزوال المانع ولو ابطلہا الحاکم

ثم قسم وسلّم لم یجز میں کہتا ہون اور بدائع میں ہے اور اگر اوس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اوسکی قسمت کی اور تسلیم کی تو اجارہ جائز ہو
بسبب دور ہوجانے مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کردیا پھر اوسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہیں ویفتی بجوازہ
لو البناء لرجل والعرصة لآخر فصولین من الفصل الحادی والعشرین یعنی الوسط منہ اور فتوی دیا جائے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور
زمین اوسکی دوسرے شخص کی چنانچہ فصولین میں ہے اکیسوین فصل سے یعنی اوس فصل کے درمیان میں یہ مسئلہ مذکور ہے م یعنی اگر صاحب عمارت اوسکو اجارہ دیوے
صاحب زمین یا اوسکے غیر کو تو جائز ہے اور اوس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الجامع وتفسد بجهالة المسمی کلّه او بعضه
کتسمیة ثوب او دابة او مائة درهم علی ان یرمها المستأجر لصیرورة المرمة من الاجرة فیصیر الاجر مجهولاً اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجر مسمی کی
جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا سو درم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہوجانے مرمت کے
اجرت میں سے یعنی خرچ مرمت کا اجر میں داخل ہوگیا تو اجرت مجہول ہوگئی اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ کتنا مرمت میں صرف ہوگا م کپڑا اور جانور
تمام اجر کے مجہول ہونے کی مثال ہے اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ کون کپڑا اور کون جانور اور سو درم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے وتفسد بعدم التسمیة
اصلاً او بتسمیة خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے یا شراب یا سؤر کے نام لینے سے م عدم تسمیہ کی یہ صورت ہے
کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ میں نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجکو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فان فسدت بالاخیرین
بجهالة المسمی وعدم التسمیة وجب اجر المثل یعنی الوسط منه ولا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہوگیا پچھلے دو سبب سے یعنی مسمی کی جہالت
اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہوگی یعنی مجہولی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہوگی مسمی سے م شارح کے اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی میں
خلل ہے اسواسطے کہ دونوں صورتون میں تسمیہ نہیں اسواسطے کہ عدم تسمیہ میں امر ظاہر ہے اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہے کذا فی الطحطاوی لا بالتمکین
بل باستیفاء المنفعة حقیقة کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیه اجارہ فاسدہ میں اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہوگی
بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی کیون نہو بسبب نہونے اوس چیز کے جسکی طرف رجوع
کیجاوے ولا ینقص عن المسمی اور اجرت مثل کم نہو مسمی سے م اس قول کا خلل مذکور ہوچکا علاوہ اوسکے عدم مرجع الیہ اسکے مخالف ہے وان فسدت بغیرهما
بالشرط او الشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد اجر المثل علی المسمی لرضاهما به اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے
فاسد ہوا باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہوگی بسبب راضی ہوجانے موجر اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونوں اسقاط زائد عن المسمی پر راضی
ہوگئے م جہالت مسمی اور عدم تسمیہ میں اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا میں عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت
ہمارے نزدیک نہیں ہے بلکہ اونکی قیمت عقد یا شبہہ عقد سے ٹھہرتی ہے پھر جب کہ منافع کی قیمت نہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کیطرف اور زیادت علی المسمی
ساقط ہوگئی اسواسطے کہ عاقدین اوسکے اسقاط پر راضی ہوگئے اور جب کہ اجر مسمی مجہول اور معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی جو
قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی ایسطرح لائق ہے اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام میں مضطرب ہین کذا فی الدرر وینقص عنه لفساد التسمیة
اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ کے واستثنی الزیلعی ما لو استأجر دارا علی ان لا یسکنها فسدت ویجب ان سکنها اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی
قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ لیا اس شرط پر کہ مدت اجارہ میں سکونت نکرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اوسمین سکونت
کریگا تو اجرت مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو م یہ فساد اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت
قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحمله فی البحر علی ما اذا جهل المسمی اور بحر الرائق میں اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہے یعنی مسئلہ مذکورہ میں اجرت مسمی مجہول ہے
تو اجرت مثل واجب ہوگی تو درحقیقت قاعدہ مذکورہ سے استثناء نہ ہوا لکن رجعه قاضیخان فی شرح الجامع الی جهالة المسمی فافهم وعلی کل فلا استثناء
لیکن قاضیخان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت مسمی کیطرف پھیرا ہے تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنا تو نہیں ہے تو آگاہ رہیو م طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور

قاضی خان کا ایک ہی ہے تو اسقدر کہ بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر کہنا بھی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ جو بحر الرائق و قاضی خان میں ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت وینبغی استثناء
الوقف لان الواجب فیہ اجر المثل بالغا ما بلغ فتامل میں کہتا ہوں اور وقف کا استثنا کرنا قاعدۂ مذکورہ سے لائق ہے اسواسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت
مثل واجب ہے جسقدر کہ اجرت مثل ہو سو غور کر فان آجر دارہ تعریج بجہالۃ المسمٰی بعبد مجہول فسکن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ
وتفسخ فی الباقی من المدۃ سو اگر اپنا گھر کرایہ پر یا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اوسکو نہ دیا تو مستاجر پر اوسکی مدت کیواسطے اجرت
مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے آجر حانوتا کل شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی
لجہالتہا دوکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل فسخہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا
یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل ہوا وسمیں جسکی نہایت معلوم نہیں چنانچہ ایام اور شہر تو اوسکا کمتر متعین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر
اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہوچکنے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ ھو اللیلۃ الاولی و
یومہا عرفا وبہ یفتی صح العقد فیہ ایضا اور جس مہینے کے اول میں مستاجر رہیگا دوکان یا گھر میں تو اوس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی
رات یعنی چاندرات اور اوسکا دن ہے عرف میں اور اسی کا فتوی ہے م یعنی بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر
مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن میں وہان سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایہ یہ ہے
کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے ہر چند اول ماہ رؤیت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اوسکے اعتبار میں حرج تھا لہذا چاندرات اور اوسکا دن معتبر ہوا
ھکذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولیس للموجر اخراجہ حتی ینقضی ما بعدہ کما لو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی اور بعد سکونت اول ماہ
موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر نہ ہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر
دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کے مانند ہے کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال
المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے
م یعنی موجر یون کہے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا فی المنح واذا آجرہا سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر وتقسم سویۃ
اور جب کہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت مذکور نکی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی
اور ابتدا مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو اگر نام لیا ہو یعنی یہ مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا والا فوقت العقد ہو اولہا اور اگر ابتداء
مدت مذکور نہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر شمنی
اعتبر بالاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوس وقت جب کہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاند دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا اور فتح ہا
یعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اوس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی الشمنی والا فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہوا ہو تو مہینوں
کے شمار کیواسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس ۳۰ دن کا سو قالا یتم الاول بالایام والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائیگا
اور باقی مہینے چاند چاند سے معتبر ہونگے م یعنی اگر ذیحجہ کی دسوین تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس ۳۰ دن کا
تو ایک سال تین سو ساٹھ ۳۶۰ دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس ۳۰ دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسوین تاریخ اور اگر ذیحجہ اونتیس ۲۹
دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھوین تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر عبدا باجر معلوم وبطعامہ لم یجز لجہالۃ بعض الاجر کما لو نوکر رکھا کسی کے
غلام کو اجرت معین اور اوسکی خوراک پر تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہوگا م یعنی اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجرت یعنی
خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہیں کہ خوراک کسقدر آدھ سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط میں ہے کہ جس اجارہ میں خوراک یا چارہ جانور کا شرط

وہ اجارہ فاسد ہے مگر دایہ کا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہے انتہی فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ مین
چارے کے ساتھہ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہین یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانے مین تو غلام کھاتا ہے مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی
وَجَازَ اِجَارَۃُ الْحَمَّامِ لِاَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ دَخَلَ حَمَّامَ الْجُحْفَۃِ وَلِتَعَارُفِ النَّاسِ اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام مین تشریف لیگئے تھے اور بسبب رواج لوگون کے ھم اتقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہرون مین لوگ حمام کی اجرت دیتے
مین اگرچہ استعمال کے پانی کی اور وہان کے ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہین
ہوتا مواہب لدنیہ مین ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہی کذا فی الطحطاوی وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَا رَاٰہُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ
اللّٰہِ حَسَنٌ قُلْتُ وَالْمَعْرُوْفُ وَقْفُہٗ عَلَی ابْنِ مَسْعُوْدٍ کَمَا ذَکَرَہُ ابْنُ حَجَرٍ اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانین تو
وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہی مین کہتا ہون اور اہل حدیث کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہی یعنی یہ قول صحابی کا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
چنانچہ ابن حجر نے اوسکو بیان کیا ہی ھم مقاصد حسنہ مین ہے کہ مسند احمد مین عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندون کے دل
دیکھے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے اصحاب پسند کیے اور اونکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانین وہ عند اللہ نیک
ہی اور جسکو مسلمین بد جانین وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہی اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ مین مذکور کیا ہی کذا
فی الطحطاوی یہ حدیث حجیت اجماع کی دلیل ہے وَجَازَ بِنَاؤُہٗ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ ھُوَ الصَّحِیْحُ لِلْحَاجَۃِ بَلْ حَاجَتُھُنَّ اَکْثَرُ لِکَثْرَۃِ اَسْبَابِ اِغْتِسَالِھِنَّ اور
حمام کا بنانا مردون اور عورتون کے نہانے کیواسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہی بسبب حاجت غسل کے بلکہ عورتون کی حاجت حمام کیطرف زیادہ تر ہی اسواسطے کہ
عورتون کے نہانے کے اسباب بہت ہین وَکَرَاھَۃُ عُثْمَانَ مَحْمُوْلٌ عَلٰی مَا فِیْہِ کَشْفُ عَوْرَۃٍ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے
اوس حمام پر جسمین کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزیلعی وَفِیْ اَحْکَامَاتِ الْاَشْبَاہِ وَیُکْرَہُ لَھَا دُخُوْلُ الْحَمَّامِ فِیْ قَوْلٍ وَقِیْلَ اِلَّا لِمَرِیْضَۃٍ وَنُفَسَاءَ
وَالْمُعْتَمَدُ اَنْ لَا کَرَاھَۃَ مُطْلَقًا قُلْتُ وَفِیْ زَمَانِنَا لَا شَکَّ فِی الْکَرَاھَۃِ لِتَحَقُّقِ کَشْفِ الْعَوْرَۃِ وَقَدْ مَرَّ فِی النَّفَقَۃِ اور اشباہ کے احکامات مین ہے اور مکروہ ہے
عورت کیواسطے حمام مین جانا ایک قول مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ مطلقًا کراہت نہین مین کہتا ہون اور ہمارے
زمانے مین مکروہ ہونے مین کچھہ شک نہین بے پردگی کے ثبوت سے اور البتہ اسکا ذکر کتاب النفقہ مین مذکور ہو چکا وَالْحَجَّامِ لِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَاَعْطٰی اُجْرَتَہٗ وَ
حَدِیْثُ النَّھْیِ عَنْ کَسْبِہٖ مَنْسُوْخٌ اور حجام یعنی پچھنے لگانیوالے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنون سے اور اوسکی مزدوری
دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہے وَالظِّئْرِ بِکَسْرٍ فَھَمْزٍ الْمُرْضِعَۃِ بِاَجْرٍ مُعَیَّنٍ لِتَعَامُلِ النَّاسِ بِخِلَافِ بَقِیَّۃِ الْحَیَوَانَاتِ لِعَدَمِ التَّعَارُفِ اور دایہ کا اجارہ
اجر معین پر جائز ہے بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کیواسطے گاے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا
ظئر بکسر ظاء معجمہ وسکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہے وَکَذَا بِطَعَامِھَا وَکِسْوَتِھَا وَلَھَا الْوَسَطُ وَھٰذَا عِنْدَ الْاِمَامِ لِجَرَیَانِ الْعَادَۃِ بِالتَّوْسِعَۃِ عَلَی الظِّئْرِ
شَفَقَۃً عَلَی الْوَلَدِ اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اوسکے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنی نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی
اور یہ جواز امام کے نزدیک ہی اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشائش کی عادت جاری ہے بچے کی محبت اور شفقت سے ھم فتاوی کبرے مین ہی کہ
دایہ کے اجارہ مین تاقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہین
اور یہی قیاس ہے اسواسطے کہ اجر مجہول ہے امام کیطرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت نزاع کی موجب نہو تو صحت کی مانع نہین ہے وَلِلزَّوْجِ اَنْ یَّطَاَھَا خِلَافًا
لِمَالِکٍ اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے برخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک جائز نہین لَا فِیْ بَیْتِ الْمُسْتَاْجِرِ لِاَنَّہٗ مِلْکُہٗ فَلَا یَدْخُلُہٗ اِلَّا
بِاِذْنِہٖ دایہ کا شوہر قربت نکرے اوس مستاجر کے گھر مین اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہی تو اوس مین داخل نہو مگر اوسکے اذن سے وَالزَّوْجُ لَہٗ فِیْ
نِکَاحٍ ظَاھِرٍ اَیْ مَعْلُوْمٍ بِغَیْرِ الْاِقْرَارِ فَسْخُھَا مُطْلَقًا شَانَہٗ اِجَارَتُھَا اَوْ لَا فِی الْاَصَحِّ اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اوس نکاح مین جو معلوم ہے

حدیث ماراہ المومنون حسنا موقوف حسن سنده ۱۲

قال الطحطاوی [illegible]

بدون اقرار زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح مین ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ سے اوسکو عیب لگتا ہو بواسطہ اوسکی شخصیت کے باعث لگتا ہو ولو غیر ظاهر بان
علم باقرارهما لا بعینہما لان قولہما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونون کے اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نکریگا
اسواسطے کہ دونون کا قول مستاجر کے حق مین مقبول نہین وللمستاجر فسخہا بحبلہا ومرضہا وبفجورہا فجورا بیناً ونحو ذلک من الاعذار اور مستاجر
کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اوسکی بیماری اور اوسکی ظاہر زناکاری سے اور مانند اسکے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے منجملہ عذرات مذکورہ
یہ ہے کہ لڑکا اوسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اوسکا دودھ نہ پیتا ہو الحاصل جو امر صغیر کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمان
طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہین اور اوسقدر اجارہ سے مستثنی ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی لا یکرہہا لانہ لا یضر
بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہین دایہ کے گھر سے اسواسطے کہ گھر اوسکا صغیر کو ضرر نہین کرتا ولو مات الصبی والظئر انتقضت الاجارۃ اور اگر لڑکا
مر گیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مر گیا تو اجارہ نہین ٹوٹتا ہے اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے اور اوسکے باپ کے واسطے
خواہ صغیر کا مال ہو یا نہو اور بعضون نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل نہوگا وعلیہا غسل الصبی وثیابہ واصلاح طعامہ ودہنہ بفتح الدال ای طلیہ بالدہن
للعرف وھو معتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اوسکے کپڑون کا دھونا اور اوسکا کھانا درست کرنا اور اوسکے بدن مین تیل لگانا بسبب
رواج کے اور رواج کا اعتبار وہان ہے جہان نص شرع نہین شارح نے کہا دَہن بفتح دال عبارت ہے تیل لگانے سے ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر
اجارہ ہوا تو جو چیز اوس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اوسکی شرط نہوئی ہو اجارہ مین تو اوسمین رواج کا اعتبار ہے کفایہ مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے
کپڑے کو گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑون کا دھونا اوسپر نہین اور جواہر الفتاوی مین اس قول کو صحیح تر کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے
کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نکھاے جس سے دودھ فاسد ہو جاے اور اوسپر صغیر کا کھانا پکانا بھی لازم ہے کذا فی الطحطاوی لا ثمنہا ای لا یلزمہا ثمن
شیء من ذلک وما ذکر محمد کثمن الدہن والریحان علیہا فعادۃ اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہین ان چیزون کا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد
نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی وھو ای ثمنہ واجرۃ عملہا علی ابیہ ان لم یکن لہ للصغیر مال والا ففی مالہ
لانہ کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت اوسکے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال نہو اور اگر اوسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اوسکا
ثمن صغیر کے مال مین ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فاذا ارضعتہ بلبن شاۃ او غذتہ بطعام ومضت المدۃ لا اجر لہا سو جب کہ دایہ نے
لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اوسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اوسکی اجرت نہین لان الصحیح ان المعقود علیہ ھو الارضاع والتربیۃ لا اللبن
والتغذیۃ عنایہ اسواسطے اجرت نہین کہ قول صحیح یہ ہے کہ جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش مطلق دودھ اور غذا دینا
کذا فی العنایۃ بخلاف ما لو دفعتہ الی خادمتہا حتی ارضعتہ او استاجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا اشترط ارضاعہا علی
الاصح شرنبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو اپنی خادم لونڈی کو دیا تو اوسنے اوسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اوس عورت کو جا کر
رکھا جسنے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ مین تو غیر کے دودھ پلوا دینے سے مستحق اجرت
کی نہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرۃ ہے فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے اصح پھر فتاوی صغری سے منقول ہے کہ قول اوجہ
یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جب کہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوادے تو دایہ پوری اجرت پاویگی اور دوسری عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی
کذا فی الطحطاوی ولو اجرت نفسہا لذلک لقوم آخرین ولم یعلم الاولون فارضعتہما وفرغت اثمت ولہا الاجر کاملا علی الفریقین لشبہہا بالاجیر
الخاص والمشترک وتمامہ فی العنایۃ اور اگر دایہ نے اوسواسطے یعنی دودھ پلانے کیواسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے مستاجرون کو اجارہ ثانیہ
معلوم نہین ہوا اوسنے دونون لڑکون کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اوسکی پوری اجرت لازم ہوگی دونون فریق پر بسبب
مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ مین ہے اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہہ کی نوکری معلوم ہو تو دایہ گنہگار نہوگا

اجیر مشترک کے ساتھ مشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفاء عمل دونون جگہہ ممکن ہی خیاط کے مانند اور صحیح قول شرح اسبیجابی مین یون مذکور ہی کہ اگر دایہ کے گھر مین صغیر کو دودہ پلاتی ہو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر مین رکھا تو وہ اجیر خاص ہے کذا فی الطحطاوی ولا تصح الاجارۃ لعسب التیس وھو نزوہ علی الاناث صحیح نہین اجارہ بکرے کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گابھن کرنے کیواسطے م بعضے لوگ پانچ یا دس روپے دیکر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیون پر چھوڑتے ہین بچہ لینے کیواسطے سو جائز نہین حدیث شریف مین اس اجرت کو اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہین تو اوسپر اجرت لینا جائز نہوگا حاشیۂ چلپی مین ہے اور اگر یہ فعل بطریق عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث مین وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی لو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہی گناہون کیواسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجون کیواسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے م نوحہ گری یہ کہ میت پر روئے اور اوسکی خوبیان بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہین چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہما یعنی لہو ولعب کا طبل اور اگر غازیون کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی طرح طبل قافلہ درست ہے منتقی مین ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اوسکے مالکون کو پھیرے اگر وہ لوگ معلوم ہون اور نہین تو اوسکو خیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استادی نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہین اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے انتہی اور ہمارے زمانے مین یہی قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہی کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہین جاتے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم یذکر مدۃ شرح وہبانیۃ من الشرکۃ ویحبس بہ بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہی طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانے مین فتوی دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اوس مال کے دینے پر جو اوسنے قبول کیا ہی تعلیم قرآن وغیرہ کے واسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جب کہ مدت اجارہ مذکور نہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاے اسی قول کا فتوی ہے م اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہین لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہی اس دلیل سے کہ زمان سابق مین اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اس وقت مین اسلام ضعیف ہوگیا امور مذکورہ سب برہم ہوگئے اور اہل علم تحصیل معاش مین مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو للہ تعلیم کرین تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہوجاتین لہذا جواز اجارۂ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہوجاتے ہین زمانے کے اختلاف سے کذا فی المنح وغیرہ تو زمان سابق مین اجارۂ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے مین جائز ہے بوجہ مزبور واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر کی نوکری بالاتفاق جائز ہے ویجبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ھی ما یھدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اھداء الحلاوۃ اور معلم قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہو گی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کی بعضی سورتون کے شروع کرنے پر چنانچہ سورۂ تبارک اور فتح اور یس یہ دینا مسمی بہ شیرینی اسواسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے م طحطاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب متروک ہے یا بعضے بلاد مین ہو ولو دفع غزلا لآخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان قدمناہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو بُنے اسکی نصف یعنی بنی نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اوسکا اناج لاوے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تاکہ اوسکے گیہون پیسے کچھہ اوسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اوسی سے اوسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہین اور اصل اس باب مین قفیز طحان کی حدیث ہے جسکو ہم مقدم ذکر کرچکے ہین بیع الوفا کے باب مین م وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان ملکون مین قادر نہین بلکہ عاجز ہے یعنی بعض منسوج یا محمول یا مطحون کے تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا اجیر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہین شمار ہوتا

هدایہ مین کہا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدۂ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ بن بھر تل پیلنے کا اجارہ کیا سیر بھر تیل کی مزدوری پر یا زمین دی تا دوسرا شخص اوسمین درخت لگاوے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر مین نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا ہوگا اور اوسپر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اوسکے عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور جوار باجریکا مانڈنا یعنی بالیون سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہون کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور مانند اسکے اور اجارات جائز نہیں ہین کذا فی الطحطاوی عن الشلبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لیوے گیہون کے پیسنے کیواسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز آٹا ہی اوسی گیہون سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانے کیواسطے اس شرط پر کہ جسقدر اسمین اللہ تعالے روزی دے وہ دونون مین نصفا نصف ہی تو اجارہ فاسد ہی پھر اگر پکھال مین پانی اونٹ پر لادلا دیگا اور بیچیگا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنے کیواسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنیوالیکا ہی اور جال کی اجرت مثل اوسپر واجب ہوگی اور اگر گائی یا مرغیان دوسرے شخص کو چرانے کیواسطے دین اس شرط پر کہ جسقدر دودہ اور انڈے ہون وہ دونون مین نصفا نصف ہی تو اجارہ فاسد ہے دودہ اور انڈے مالک کے ہین اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اوسنے اپنا چارہ دیا تو اوسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گائون اور مرغیون کو اوسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا مدیون ہے دوسرے شہر مین ہے اوسنے مزدور سے کہا کہ اوسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مجکو لا دیگا تو تجکو دس درم دونگا اوسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ بمعنی قفیز طحان ہے کذا فی العالمگیریہ ہم جمیع مسائل مذکورہ قفیز طحان مین داخل ہین والحیلۃ ان یفرز لہ الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزا منہ فیجوز اور مسائل مبینہ کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اوسکی اجرت پہلے سے جدا کر دے یعنی جلاہک کو سوت اور حمال کو طعام قبل از نسج و حمل دے یا قفیز طحان کی صورت مین ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یون نکہے کہ اس گیہون کا آٹا پھر اوسکو ایک قفیز آٹا اوسکے پیسے آٹے سے دے ہم اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہون کیطرف منسوب نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا جسطرح مشار الیہ ہونا جائز ہے اوسیطرح اوسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جب کہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اوسی گیہون کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل لہ نصف ھذا الطعام بنصفہ الاخر لا اجر لہ اصلا لصیرورتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا ہے کہ مالک کا یہ نصف غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کیواسطے اصلا اجرت نہیں یعنی نہ اجر مسمے نہ اجر مثل بسبب ہوجانے اجیر کے شریک ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ مثلاً زید کا من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اوسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لا دلیچل اور بیس سیر باقی اپنی اجرت مین لے سو اوسنے پورا من لا دا تو اوسکی کچھ مزدوری ثابت نہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اوس غلہ کو لادے جو اوسمین اور اوسکے غیر مین مشترک ہو وہ مستحق اجرت نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ جو عمل اپنے شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہوگا وما استشکلہ الزیلعی اجاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ مین اشکال بیان کیا ہی مصنف نے اوسکا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح مین ہم زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال ذکر کئے ہین اشکال اول یہ کہ یہ اجارہ تو فاسد ہے اور حالانکہ اجارہ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے مملوک نہین ہوتی تو یہان بلا التسلیم اور بلا شرط التعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک کیونکر ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک مین منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت مین مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط التعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہی بموجب عقد اور تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہین ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہوجانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہوگیا مالک کا غلہ مین قبل ایفا معقود علیہ کے تو دونون مطلبون مین منافی نہوئی بلکہ اول مؤدی ہے ثانی کیطرف انتہی لیکن اس جواب مین خلل یہ ہے کہ یہ عقد فاسد ہے اور فاسد مین بدون عمل کے اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہین ہوسکتی بدون جدا کردینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہین لہذا بعض فضلا نے کہا

کہ مالک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یون ہے کہ اگر موت مفروضہ مین اجرت واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال لتعجیل
کذا فی الطحطاوی مختصرا قال ومن حجوا بان دلالة النص لا عموم لها فلا یخصص عنها شئی بالعرف کما زعمه مشائخ بلخ مصنف نے اپنی شرح مین کہا او
علما نے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص مین عموم نہین تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے ہم زیلعی مین ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے
حمل طعام کو بعض محمول اور نسج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اوسکو جائز نہین جانتا وہ اوسکو
قفیز طحان پر محمول کرتا ہے حالانکہ قیاس متروک ہو جاتا ہے تعامل سے اور اگر یون کہے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہین بلکہ قفیز طحان کے نص اوسکو شامل ہے باعتبار دلالت
کے تو نص مخصوص ہو جاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہین جانتا کہ استصناع مین قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اوسکی تخصیص ہو گئی ہے تعامل کے سبب سے
اور ہمارے مشائخ اس تخصیص کو جائز نہین رکھتے اسواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اس سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہین ہو سکتی بخلاف استصناع کے
کہ اوسکا رواج جمیع بلاد مین ہو گیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہو جاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوتا ہے انتہی اور عنایہ مین ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس
کو ترک نہین کرتے بلکہ دلالۃ النص سے بعض ما فی معنی قفیز الطحان کو تعامل اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہین چنانچہ مشائخ بلخ نے ثیاب مین تخصیص
کی ہے اپنی شہر کے رواج سے مین کہتا ہون دلالۃ النص مین عموم ہی نہین کہ اوسکو مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی او استاجر خبازا لیخبز له کذا کقفیز دقیق
الیوم بدرهم فسدت عند الامام لجمعه بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدهما فیفضی للمنازعة حتی لو قال فی الیوم او علی ان تفرغ منه الیوم
جازت اجماعا یا نانبائی سے اجارہ کیا کہ اوسکو اتنے آٹے مثلاً ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکادے ایک درم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب
ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونون مین ایک امر کو ترجیح نہین تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجای الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر اجارہ کرے کہ اجیر نانبائی سے آج
فرغت پادے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم جب عمل اور وقت مین اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین اور کوئی اولی نہین تو نہین جہالت
باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور مظروف ظرف کا مستغرق نہین ہوتا تو گویا یون کہا کہ اگر بعض یوم مین تو فرغت ہو سو یہ
قول تعجیل کا مفید ہے تو نانبائی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایہ مختصرا او ارضا بشرط ان یثنیها ای یحرثها مرتین او یکری انهارها
العظام او یسرقنها لبقاء اثر هذه الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو دو بار جوتے
یا اس شرط پر کہ زمین کی بڑی نہرون کو کھودے اور صاف کر دے یا زمین مین مستاجر پانس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کامون کے اثر کے مالک زمین کے
واسطے تو اگر انکا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اجارہ فاسد نہوگا ہم دو بار جوتنے سے مراد یہ ہے کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کیواسطے جوتے اور دوسری بار
مدت اجارہ کے بعد پھر جوت دے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ جداول یعنی نالیون کی کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کیواسطے مفسد اجارہ
نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہین اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کے منفعت کیواسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع
ہو جیسا کہ جوتنا اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے چنانچہ نہر عظیم کا
کھودنا اور بعد مدت اجارہ پانس ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجر کو دینا کذا فی الطحطاوی او بشرط ان یزرعها بزراعة ارض اخری لما یجئ ان الجنس بانفراده یحرم
النسأ یا اس شرط سے اجارہ کیا کہ مستاجر زمین مین زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت
کرے تو اجارہ فاسد ہے اسواسطے کہ آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہے ہم مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے ہمجنس نوع سے
چنانچہ اجارہ سکنی کا سکنی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل مین اعتراض یہ ہے کہ حرمت تاخیر کی مقدرات مین ہے اور یہان مقدرات مین گفتگو نہین تو
بہتر تعلیل یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کیواسطے اور متحد الجنس منفعت کے اجارہ مین کچھ حاجت نہین تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف
مختلف الجنس اور اتحاد جنس مین اگر استیفا منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین اجرت مثل واجب ہو گی کذا فی الزیلعی متصرف وقوله فسدت جواب الشرط وهو
قوله ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنی ولو دفع غزلا الخ کا یعنی شرط مذکور اور اوسکے جمیع معطوفات کا جواب ہے

وصحّت لو استاجرھا علی ان یکریھا ویزرعھا او یسقیھا ویزرعھا لانہ شرط یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کہ مستاجر اوسکو
جوتے اور بووے یا اوسکو سینچے اور بووے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے ولو استاجرہ لحمل طعام مشترک بینھما فلا اجر لہ لانہ لا یعمل شیئًا
الا ویقع بعضہ لنفسہ فلا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے اجارہ کیا اوس غلہ کے لادنے کا جو دونون مین مشترک ہے تو اوسکے واسطے کچھ
اجر نہین ہے اسواسطے کہ شریک اجیر کوئی چیز عمل مین نہ لاویگا مگر کہ بعض عمل خود اجیر کیواسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجر کا مستحق نہوگا ھ اور اگر شریک
کی ناد یا خرجی طعام مشترک کیواسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اوسکے غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہین کذا فی الولوالجیۃ کرہ ان استاجر الراھن
من المرتھن فانہ لا اجر لہ لنفعہ بملکہ جسطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرتہن سے تو مرتہن کیواسطے اجرت نہین بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے
ھ حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعوض ہے اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہین جو تملیک کا مالک ہو اور راہن ہر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون مین تصرف
نہین کر سکتا پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہو گیا تو وہ اپنی مملوک سے منتفع ہوا زوال مانع کے سبب سے وفی جواھر الفتاوی لو استاجر
حمامًا فدخل الموجر مع بعض اصدقائہ الحمام لا اجر علیہ لانہ یسترد بعض المعقود علیہ وھو منفعۃ الحمام فی المدۃ ولا یسقط شیٔ من
الاجرۃ لانہ لیس بمعلوم اور جواہر الفتاوی میں ہے اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام مین داخل ہوا یعنی نہانے کیواسطے تو موجر کو
اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ معلوم
نہین استاجر ارضًا ولم یذکر انہ یزرعھا او ای شیٔ یزرعھا فسدت الا ان یعمم بخلاف الدار لوقوعہ علی السکنی کما مر زمین اجارہ لی اور یہ
بیان نکیا کہ اوسمین زراعت کریگا یا کون چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے اسطرح کہ جو چیز چاہونگا بوؤنگا تو فاسد نہوگا بر خلاف اجارہ دار
کہ اوسمین جہالت مفسد اجارہ نہین بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہین چنانچہ اوّل باب مین مذکور ہو چکا واذا فسدت فزرعھا فمضی الاجل
عاد صحیحًا فلہ المسمّی استحسانًا وکذا لو لم یمض الاجل لارتفاع الجھالۃ بالزراعۃ قبل تمام العقد قلت فلو حذف قولہ فمضی الاجل
کما فعل قاضیخان فی شرح الجامع لکان اولٰی اور اجارہ مذکورہ جب کہ فاسد ہوا پھر مستاجر نے کوئی چیز بو دی سو مدت اجارہ منقضی ہو گئی تو اجارہ صحیح ہو گیا
اور اوسکے واسطے اجر مسمی بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسیطرح اگر مدت منقضی نہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت
کرنے سے قبل تمام ہونے عقد یعنی قبل از مدت مین کہتا ہون تو اگر مصنف اپنا قول یعنی فمضی الاجل کو حذف کرتا جس طرح قاضی خان نے شرح جامع مین حذف کیا ہے
تو بہتر ہوتا ھ طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجاے تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارًا الی بغداد ولم یسم ما یحمل علیہ فحملہ المعتاد
فھلک الحمار لم یضمن لفساد الاجارۃ فالعین امانۃ کما فی الصحیحۃ اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور بوجھ بیان نکیا کہ کتنا بھرا ہے پھر حمل معتاد لادا سو گدھا
مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہین بسبب فاسد ہونے اجارہ کے تو عین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ مین امانت ہے ھ بہتر تعلیل مسئلہ یہ ہے کہ حمل معتاد مین اسواسطے
تاوان نہ لازم آیا اسواسطے کہ مطلق اذن معتاد کیطرف منصرف ہے اور گدھا امانت ہے اسواسطے ہوا کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اوسکا خلاف امر پایا گیا تو تاوان کی
کیا وجہ ہے فان بلغ فلہ المسمّی لما مر فی الزراعۃ پھر اگر گدھا لاد کر بغداد مین پہنچا تو اجر مسمی ثابت ہوگا اوس دلیل سے جو زراعت مین گذر گئی یعنی جہالت مرتفع ہو گئی قبل
از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع فی مسئلۃ الزراعۃ والحمل فی مسئلتنا فسخت الاجارۃ دفعًا للفساد لقیامہ بعد پھر اگر دونون مین نزاع
واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ مین یا حمل مین نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ مین تو اجارہ فسخ کر ڈالا جاے دفع فساد کیواسطے بسبب قائم ہونے
عقد کے ہنوز استاجر دابۃ ثم جحد الاجارۃ فی بعض الطریق وجب علیہ اجر ما رکب قبل الانکار ولا یجب لما بعدہ عند ابی یوسف لانہ بالجحود
صار غاصبًا والاجر والضمان لا یجتمعان وعند محمد یجب المسمّی در وکانہ لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھہ راہ چلکر تو مستاجر
پر بقدر اوس مسافت کے جسمین وہ سوار رہا قبل انکار کے اجر لازم ہوگی اور بعد اوس مسافت کے اجرت واجب نہو گی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر بانکار اجارہ سے
غاصب ہو گیا تو اوسپر تاوان لازم ہوا اور اجر اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا فی الدر اور شاید کہ اس مسئلہ مین امام کا کوئی قول نہین ہے

طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہوں چنانچہ کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی وفی الاشباہ قصر الثوب المجحود فان قبلہ فلہ الاجر والا لا وکذا الصباغ والنساج اور اشباہ میں ہے کہ دھوبی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھولایا یعنی مقر ہو کر تو اگر کپڑا اوسنے دھویا انکار سے پہلے تو دھوبی کی اجرت ہے اور نہیں تو اجرت نہیں اور یہی حکم ہی رنگریزا اور جولاہے کا ہم یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہی اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب کپڑا کو اختیار ہے چاہے کپڑا لے اور اوسقدر قیمت دیدے جسقدر رنگنے کپڑے کی قیمت زیادہ کردی اور چاہے رنگین کپڑا نہ لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے بھر لے اور جولاہے نے اگر قبل انکار کپڑا بنا تو اوسکی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں تو کپڑا جولاہے کا ہی اور اوسپر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولوالجیہ اور اس بیان سے اشباہ اور شارح کا اجمال مفصل ہوگیا اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ تجوز اذا اختلفا جنسا کاستیجار سکنی دار بزراعۃ ارض اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہے جب کہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس ہوں جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحدا لا تجوز کاجارۃ السکنی بالسکنی واللبس باللبس والرکوب بالرکوب ونحو ذلک لما تقرر ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء فیجعل المثل باستیفاء النفع کما مر لفساد العقد اور جب کہ دونوں منفعتیں متحد الجنس ہوں جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور لباس کا لباس سے اور سواری کا سواری سے اور مانند اسکے اسواسطے کہ متحقق ہوچکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا کمیت مقدار ادہار کو حرام کرڈالتی ہے تو استیفاء منفعت سے اجر مثل واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجرہ لیصید لہ او یحتطب لہ فان وقت لذلک وقتا جاز ذلک ٹھیکا مقرر کیا ایک شخص سے تا مستاجر کیواسطے شکار کرے یا لکڑیاں اوسکے واسطے لادے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکا جائز ہے ہم چنانچہ صبح سے شام تک شکار کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ بتسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ شکار کرے یا نکرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان وقت ضرور ہے والا لا فلو لم یوقت وعین الحطب فسد اور اگر شکار کیواسطے وقت معین نکیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین نکیا اور لکڑیاں معین کردیں تو اجارہ فاسد ہے الا اذا عین الحطب وھو ای الحطب ملکہ فیجوز مجتبی وبہ یفتی صیرفیہ مگر جب عدم تقرر وقت میں لکڑی معین کردی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی المجتبی اسیکا فتوی دیا گیا ہی کذا فی الصیرفیہ یعنی اگر وزن کا ذکر ہوگا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہوگی اور اجارہ صحیح ہوگا یہ فتوی حاوی میں مذکور ہی اور صیرفیہ میں تو عدم جواز ہے اگرچہ یوم مذکور ہو چنانچہ منح الغفار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے استاجر امرأتہ لتخبزلہ خبزا للاکل لم یجز وللبیع جاز صیرفیہ اپنی زوجہ سے کہا کہ ہمارا کھانا کیواسطے اجرت پر روٹی پکادے تو جائز نہیں اور بیچنے کیواسطے زوجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی الصیرفیہ ہم عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوج کیواسطے زوجہ پر روٹی پکانا واجب ہے باعتبار دیانت کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیئے تھے علی مرتضی اور فاطمہ زہرا علیہما السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت مرتضی پر رضی اللہ عنہما کذا فی الطحطاوی آجرت دارہا لزوجہا فسکنا ھا فلا اجر اشباہ وخانیہ قلت لکن فی حاشیتہا لتنویر البصائر من المضمرات معزیا للکبری قال قاضی خان ھنا الفتوی علی صحتہا لتبعیتہا فی السکنی فلیحفظ زوجہ نے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونوں اوس گھر میں رہے تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ والخانیہ یعنی اسواسطے کہ سکونت کی منفعت موجر اور مستاجر دونوں کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے حاشیہ تنویر البصائر میں مضمرات سے نسبت بفتاوی کبری یہ منقول ہے کہ قاضی خان نے کہا کہ یہاں اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوی ہے اسواسطے کہ زوجہ زوج کی تابع ہے سکونت میں تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتوی جواز کا شرح جامع صغیر یا شرح زیادات میں قاضیخان نے ذکر کیا ہو انتہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم وجاز اجارۃ الماشطۃ لتزین العروس ان ذکر العمل والمدۃ بزازیہ اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنگھی کرنیوالی کا دولہن کے سنگار کیواسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ ہم شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا العمل والمدۃ کا واو بمعنی او ہے وجاز اجارۃ القناۃ والنھر مع الماء بہ یفتی لعموم البلوی مضمرات اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ اسی قول کا فتوی ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات ہم پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں اسواسطے کہ استہلاک عین پر عقد وارد ہے اور حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتوی ہوا ہے

باب ضمان الاجیر

یہ باب ہے مزدور کے

تاوان کے احکام مین الاجیر علی ضربین مشترک و خاص مزدور دو قسم پر ہین ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص فالاول من یعمل للعامۃ لا لواحد کالخیاط ونحوہ
تو اول یعنی اجیر مشترک وہی ہے جو سب کا کام کرے نہ فقط ایک شخص کا کرے چنانچہ درزی اور مانند اوسکے چنانچہ رنگریز اور دہوبی کہ بہت شخصون کے کپڑے دہوتا ہے نہ فقط ایک
شخص کے او یعمل لہ عملا غیر موقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقید بمدۃ کان اجیرا مشترکا وان لم یعمل لغیرہ یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک
شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کیواسطے رکھا اپنے گھر مین بلا قید مدت تو اس صورت مین درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی
غیر مستاجر کا کام نکرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ لیرعی غنمہ شہرا بدرہم کان مشترکا الا ان یقول ولا ترع غنم غیری وسیتضح یا اجیر مشترک
وہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریون کے چرانے کیواسطے ایک مہینہ درم کی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر وہ اجیر
مشترک ہوگیا مگر یہ کہ مستاجر اجیر سے یون کہے کہ نہ چرائیو میرے سوا اور شخص کی بکریون کو اور آگے یہ ظاہر ہوگا وفی جواہر الفتاوی استاجر حائکا لینسج ثوبا
ثم اجر الحائک نفسہ من آخر للنسج صح کلا العقدین لان المعقود علیہ العمل لا المنفعۃ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ جولاہے کو اجارہ لیا تاکہ کپڑا بنے
پھر اوس جولاہے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونون عقد صحیح ہین اسواسطے کہ معقود علیہ عمل ہے نہ منفعت ولا یستحق المشترک الاجر حتی
یعمل کالقصار ونحوہ کفتال وحمال وملاح ودلال اور اجیر مشترک اجر کا مستحق نہوگا جب تک عمل نکرے چنانچہ دہوبی اور مانند اوسکے چنانچہ رسی
بٹنے والا اور بوجھ لادنیوالا اور ملاح اور دلال ولہ خیار الرؤیۃ فی کل عمل یختلف باختلاف المحل مجتبی اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے
ہر ایک اوس عمل مین جو مختلف ہوجاتا ہے محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبی ہم مجتبی مین ہے کہ دہوبی ثوب مردہ کے دہونیکی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور
وہ راضی ہوگیا پھر جب دہوبی نے کپڑا دیکہا تو بولا مین راضی نہین تو یہ اوسکو جائز ہے اور اسیطرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہوجاتا ہو
محل کے اختلاف سے اوسمین خیار الرویت ہے محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہین اوسمین اجیر کو اختیار نہین چنانچہ معین گیہون کا کیل کرنا یا مستاجر غلام
کی حجامت کذا فی المنح ولا یضمن ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع وبہ یفتی کما فی عامۃ المعتبرات وبہ جزم
اصحاب المتون فکان ہو المذہب خلافا للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہوجائے اگرچہ اوسپر تاوان دینے کی شرط
ہوگئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت مین باطل ہے جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہے اور اسی قول پر
مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم اشباہ مین ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہی امام کا یہی مذہب ہے کہ
اجیر مشترک پر ضمان نہین خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو چنانچہ سرقہ یا ممکن نہو چنانچہ آتش زنی اور غارت گری اور یہ قول مروی ہے فاروق
اور مرتضی سے اور صاحبین نے کہا کہ اوسپر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہین ہاں ضمان نہین اور یہ قول بھی مروی ہے فاروق اور مرتضی سے زیلعی مین ہے کہ
صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ پیشہ ور دغاباز ہوگئے ہین اور لزوم تاوان سے لوگون کے اموال محفوظ رہینگے اور خانیہ اور محیط اور تتمہ مین ہے کہ امام کے قول پر
فتوی ہے تو اس مسئلہ مین فتوی مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کرلینے کا فتوی دیا ہے ہم ظہیریہ
مین ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک مین صحابہ مختلف ہین لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوی دیا انتہی بزازی نے کہا اور بعضون نے زبردستی صلح پر فتوی
دیا ہے تا دونون قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف مین ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک
نصف واجب کذا فی الطحطاوی وقیل ان الاجیر مصلحا لا یضمن وان بخلافہ یضمن وان مستور الحال یومر بالصلح عمادیہ اور بعضون نے کہا کہ اگر اجیر مشترک
دیندار نیکوکار ہو تو اوسپر تاوان نہین اور اوسکے برخلاف ہو یعنی فاسق بے باک ہو تو تاوان اوسپر ہے اور اگر اوسکی نیکوکاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا
حکم ہو کذا فی العمادیہ قلت وہل یجبر علیہ حرر فی تنویر البصائر نعم کمن تمت مدتہ فی وسط البحر او البریۃ تبقی الاجارۃ بالجبر مین کہتا ہون اور صلح
کیا زبردستی کیجائے یا نہین تنویر البصائر مین تحریر کی ہے کہ ہان زبردستی ہوگی صلح پر مانند اوس شخص کے کہ اوسکی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان یا جنگل
بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار مین مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہے اور کہا ہے

سمرقند کا فتوی جواز صلح پر ہے بلا جبر ویضمن ما ھلک بعملہ کتخریق الثوب من دقہ وزلق الحمال وغرق السفینۃ من مدہا جاوز المعتاد ام لا بخلاف الحجام ونحوہ کما یأتی عمادیہ اور اجیر مشترک پر اوسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اوسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤن رپٹنا حمال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو بخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیہ ہم غرق کشتی مین کھینچنے کی قید سواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اوسپر کسی چیز کے گرنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگئی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والفرق فی الدرر وغیرہا علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعۃ فتامل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا مین صدر الشریعہ کے برخلاف بحث کے مذکور ہے سو تامل کر ہم حاصل تقریر درر یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی اٹکل سے دریافت کرسکتا ہے کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہے یا نہیں لہذا اوسکے فعل مین سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو حجام اور فصاد اوسکو دریافت نہیں کرسکتا لہذا اوسکے فعل مین سلامتی شرط نہین صدر الشریعہ نے شرح وقایہ مین کہا یہ جو فقہا نے کہا ہے کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اوسپر تاوان ہے مین کہتا ہون لائق یہ کہ اوسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمین معتاد سے تجاوز واقع ہوگیا ہو چنانچہ حجام کے عمل مین عدم تاوان عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہے لکن قوی القہستانی قول صدر الشریعۃ فتنبہ لیکن قہستانی نے صدر الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہے محیط وغیرہ کا قول نقل کرکے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہے اور جو قہستانی نے مین محیط وغیرہ سے منقول ہے وہ آسان تر اور لائق تر بشریعت ہے کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ ہذا اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذا لم یجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ اور منیہ مین ہے کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اوسوقت ہے جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا وکیل کشتی مین موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر ضمان نہوگا جب کہ وہ حد معتاد سے تجاوز نہوگیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کیطرف غیر مسلم ہے یعنی فقط اجیر ہی کے ہاتھ نہین بلکہ صاحب متاع یا وکیل اوسکا بھی وہان ہے تو قصور فقط اوسیکی طرف منسوب نہوگا وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فساقہا المکاری فعثرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور منیہ مین ہے کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اوسپر سوار ہوا پھر اوسکو کرایہ پر دینے والے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھاکر گر پڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اوسپر تاوان نہیں بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ محل عمل اوسی کیطرف مسلم نہین قلت وقدمنا عن الاشباہ معزیا للزیلعی ان الودیعۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ مین کہتا ہون ہمنے اشباہ سے نسبت بزیلعی مقدم مذکور کیا ہے کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کے مناسبت اس مقام مین مجکو معلوم نہیں ہوئی ولا یضمن بہ بنی ادم مطلقا ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہا وقودہا لان الادمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ ولا جنایۃ لاذنہ فیہ جو آدمی ناؤ مین ڈوب گئے اونکا تاوان یعنی دیت لازم نہین ہے نہ ملاح پر ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا خون بہا عقد سے لازم نہین ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہان جنایت نہیں اسواسطے کہ اوسکا اذن ہے یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے مین وان انکسر دن فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر واجرہ بحسابہ اور اگر مٹکا راہ مین ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اوس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہے حمل کے مکان مین اور اوسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اوسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چل گیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وہذا ان انکسر بصنعہ والا بان زحمہ الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اوس صورت مین ہے اگر مٹکا اوسکے فعل اور کرتب سے ٹوٹا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی لوگون نے اوسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو حمال پر تاوان نہین بخلاف صاحبین ہم صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہے اور اجرت اوسکی لازم ہے اور مالک کو اختیار مذکور نہین ہے کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یجاوز الموضع المعتاد اور تاوان نہین حجام پر یعنی پچھنے لگانے والے پر اور سلوتری پر اور آدمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کرگیا ہم یعنی جسنے موضع مقرر سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی مین تجاوز نہین کیا اور آدمی یا جانور تلف ہوگیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہیں فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے

بڑھ گیا یعنی بے موقع اوسنے نشتر لگایا تو پوری زیادتی کا اوسپر تاوان لازم ہوگا جب کہ شخص زخمی ہلاک نہو گیا ہو ھم طحطاوی نے کہا تاوان زیادتی کا طریقہ بیان نکیا اور شاید کہ ملوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاوے زخم ماذون کے ساتھ پھر اوسکی قیمت لیجاوے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت میں قیمت اسی طرح قیمت ٹھہرائی جاوے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاوے بکیفیت متقدمہ واللہ اعلم وان ھلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفھا بماذون وغیر ماذون فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مرگیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصف ہوگا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً نشتر لگایا جاوے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہوگیا تو یہ غیر ماذون ہی پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہوگیا اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبرئ المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما برئ کان علیہ ضمان الحشفۃ وھی عضو کامل کاللسان پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع چنگا ہوگیا تو جرّاح پر پوری دیت یعنی خون بہا پورا واجب ہے اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہوگیا تو اوسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند ہم عضو کامل سے یعنی عضو مقصود ہے جسکا ثانی نہیں بدن میں اور اوسکا بدل مقرر ہے بدل النفس ہوگا چنانچہ قطع لسان میں ہے رازی نے کہا یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو اکثر واجب ہے اور ہلاکت میں اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفھا لحصول تلف النفس بفعلین احدھما ماذون فیہ وھو قطع الجلدۃ والاٰخر غیر ماذون فیہ وھو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختون مرگیا تو جراح پر نصف خون بہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلوں سے ایک فعل تو وہ ہے جسمین اذن تھا یعنی کھلڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمین اذن نہین یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علی الحجام ونحوہ العمل علی وجہ لا یسریٰ لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عمادیہ اور اگر حجام وغیرہ سے اسطرح کا عمل مشروط ہوا جو تلف کیطرف نہ پہنچاوے تو یہ شرط صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ بات اوسکے اختیار اور قابو میں نہیں مگر جب کہ فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا فی العمادیۃ وفیھا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی ففصدہ فصداً معتاداً فمات بسببہ قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطاء اور عمادیہ میں ہے کہ صاحب محیط سے اوس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اوسنے فصد معتاد کھولی پھر اوسکے سبب سے وہ مرگیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خون بہا اور غلام کی قیمت فصاد حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہو یعنی اسواسطے کہ اوسنے قتل کا قصد نہین کیا بسبب عدم مجاوزت از فعل معتاد وسئل عمن فصد نائماً وترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اوس فصاد کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اوسکو چھوڑا بلا بندش زخم یہانتک کہ وہ مرگیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے یعنی اسواسطے کہ پھاڑنیوالی چیز سے اوسکو قتل کیا والثانی وھو الاجیر الخاص ویسمی اجیر وحد وھو من یعمل لواحد عملاً موقتاً بالتخصیص اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اوسکو اجیر وحد بھی کہتے ہین یعنی ایک شخص کا اجیر وھو من یعمل لواحد عملاً موقتا بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ ہم مقدسی نے کہا کہ اگر چند شریکون نے اپنی مشترک مجموع بکریان چرانے کیواسطے ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریان نہ چراوے تو وہ بھی اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط میں ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تاوہ اجیر نکل جاوے جو ایک مستاجر کا کام کرے بلا توقیت چنانچہ خیاط جب کہ ایک شخص کا کپڑا سیئے اور سینے کی مدت مذکور نہو اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہو گیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت مقرر کرکے اور مستاجر نے اوس سے یہ شرط نکی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نکرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل کمن استوجر شھراً للخدمۃ او شھراً لرعی الغنم المسمّی باجر مسمّی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے مدت کے کذا فی الجوہرا اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت میں حاضر ہونے سے اگرچہ بعد حاضر ہونے کے کام نکرے مانند اوس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریان چرانے کیواسطے معین درم پر ہم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سورہین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی بخلاف مالو آخر المدۃ بان استاجر للرعی شھراً حیث یکون مشترکا الا اذا

شرط ان لا يخدم غيره ولا يرعى لغيره فيكون خاصًا وتحقيقه في الدرر یعنی اس صورت میں کہ مستاجر نے عمل کو اوّل ذکر کیا اور مدت کو پیچھے ذکر کیا اسطرح کہ اجیر کو اجارہ لیا چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جب کہ مستاجر یہ شرط کرے کہ اجیر کسی کی خدمت نکرے سوا اوسکے اور کسیکی بکریاں نہ چراوے سوا اوسکے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہریگا اور تحقیق اسکی درر میں ہے ھ درر میں یون مذکور ہی کہ خدمت اور چرانے کا اجیر وقت اجیر خاص ہوتا ہے جب کہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول مذکور ہو اور بعید اسکا یہ ہے کہ جب مدت پر اوّل کلام واقع ہوا تو منافع اوسکے مستاجر کیواسطے اس مدت میں مخصوص ہوگئے اور غیر کیواسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہوگیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا احتمال رکھتا ہی کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہی کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اوسکا بیان نوع مدت خاص میں منظور ہو سو اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہیں تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہیں ہوسکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا جب تک اوسکے خلاف کی تنصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہریگا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا بدلیل مذکور انتہی مختصرا وليس للخاص ان يعمل لغيره ولو عمل نقص من اجرته بقدر ما عمل فتاوى النوازل اور اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے کم کر ڈالا جاے کذا فی فتاوی النوازل وان هلك في المدة نصف الغنم او اكثر من نصفه فله الاجرة كاملة ما دام يرعى منها شيئا لما مر ان المعقود عليه تسليم نفسه جوهرة وظاهر التعليل بقاء الاجر لو هلك كلها وصرح في العمادية اور اگر مدت اجارہ میں آدھی یا زیادہ بھیڑ بکریاں ہلاک ہوگئیں تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جب تک کہ بعض کو اون میں سے چراوے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہے کہ اجرت پوری باقی اگر سب بکریاں ہلاک ہو جائیں اور اسی کی تصریح کی ہی عمادیہ میں ھ یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا نہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہے تو یہ قول جوہرہ کی تقیید بلا بعض پر مقدم ہے ولا يضمن ما هلك في يده او بعمله كتخريق الثوب من دقه الا اذا تعمد الفساد فيضمن كالمودع اور اجیر خاص تاوان اوس کا نہ دیگا جو اوسکے ہاتھ میں یا اوسکے عمل سے تلف ہوگیا جیسے پھٹنا کپڑے کا اوسکے کوٹنے سے مگر جب کہ وہ قصدًا بگاڑے تو تاوان دیوے امانت دار کے مانند در صورت تعمد فساد ھ عدم تاوان اوس وقت ہی جب کہ عمل معتاد ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اوسکی کھوپری پھوٹ جاے یا پاؤن ٹوٹ جاے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ ضرب چرانے کی عقد میں داخل نہیں اور چرانا تو للکارنے اور ضرب خفیف سے بھی ہوسکتا ہی ثم فرع على هذا الاصل بقوله فلا ضمان على ظئر في صبي ضاع في يدها او سرق ما عليه من الحلي لكونها اجير وحد پھر مصنف نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے کہ تو تاوان نہیں دایہ پر اوس لڑکے میں جو اوسکے پاس ضائع ہوگیا یا جو زیور اوسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر خاص ہے ھ اجیر خاص اوس وقت ہی جب کہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکیکو لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الاتقانی وكذا لا ضمان على حارس السوق وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور مسافرخانہ کی محافظت کرنیوالے پر ھ چوکیدار اور محافظ فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے اور صاحب محیط کے نزدیک اجیر مشترک ہی لیکن ذخیرہ میں ہے کہ اوّل قول پر فتویٰ ہی کذا فی الحموی عن البرجندی وصح ترديد الاجر بالترديد في العمل كان خطه فارسيا فبدرهم او روميا فبدرهمين اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلاً بطور فارسیون کے سیئے گا تو ایک درم اجرت ہی اور اگر تو رومیون کے طرز پر سیئے گا تو دو درم اجرت ہین ھ تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسمون کو ذکر کیا اور ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کر دی تو جہالت باقی نہ رہی وزمانه في الاول كذا بخط المصنف ملحقا ولم يشرحه وسيتضح م اور زمان عمل کی تردید صحیح ہی اول میں اسیطرح ہے مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی منح الغفار میں شرح نہیں کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قوله والحل کی شرح میں ھ یعنی قوله وزمانه في الاول منح الغفار میں داخل نہیں لیکن نسخہ متن میں داخل ہے بخط مصنف قال شيخنا الرملي ومعناه يجوز في اليوم الاول دون الثاني كان خطه اليوم فبدرهم او غدا فبنصفه ہمارے اوستاد رملی نے کہا کہ وزمانه في الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے پہلے دن میں نہ دوسرے دن میں چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو نے آج دن قبا سی تو ایک درم مزدوری ہی یا کل کے دن سی تو نصف درم مزدوری ہے ومكانه كان سكنت هذه فبدرهم او هذه فبدرهمين اور مکان عمل کی تردید

صحیح ہی چنانچہ سوجرکا مستاجر سے یون کہنا کہ اگر اس گھر مین تو رہیگا تو ایکدرم کرایہ ہی یا اس دوسرے گھر مین رہیگا تو دودرم کرایہ ہے والعامل کان سکنت عطاراً فبدرھم
اوحدّاداً فبدرھمین اور تردید صحیح ہی عمل کرنیوالے مین چنانچہ سوجرکا یون کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر مین عطار کو رکھیگا تو ایکدرم کرایہ ہی یا لوہار کو رکھیگا تو دو
درم کرایہ ہی والمسافة کان ذھبت للکوفة فبدرھم اوللبصرة فبدرھمین اور تردید صحیح ہی مسافت مین چنانچہ مستاجر کا یون کہنا اجیر سے کہ اگر تو کوفہ
تک گیا تو ایکدرم اجرت ہی یا بصرہ تک گیا تو دو درم اجرت ہی والحمل کان حملت شعیراً فبدرھم او بُرّاً فبدرھمین اور بوجھا لادنے مین تردید صحیح ہی چنانچہ
یون کہنا حمال سے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایکدرم اجرت ہی یا گیہون لادیگا تو دو درم وکذا لوخیّرہ بین ثلثة اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہی عمل
اور زمان اور مکان عمل اور عامل اور مسافت اور حمل مین اگر اوسکو اختیار دے تین چیزون مین ولوبین اربعة لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیز مین اختیار دے
تردید سے تو جائز نہین جیسے بیع مین چار چیز کی تخییر صحیح نہین ویجب اجر ما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطته فی الاول ما سمی وفی الغد اجر المثل
لایزاد علی درھم ولوخاطه بعد غد لایزاد علی نصف درھم وفیه خلافھما اور تردیدات مذکورہ مین سے جو چیز پائی جائیگی اوسکی اجرت واجب ہوگی
سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی درزت مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی درزت مین وہ اجرت مثل جو درم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر قبا کو
پرسون سئیگا تو اوسکی اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے ھ صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین
صحیح ہین تو مثال مذکور مین اوّل دن کی درزت مین ایکدرم اور دوسرے دن کی درزت مین نصف درم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین
صحیح نہین اور اقوال ثلثہ کی دلائل زیلعی مین مذکور ہین بنی المستاجر تنورا او دکانا فاحترق الدار او کانونا فی الدار المستاجرة واحترق بعض
بیوت الجیران او الدار لاضمان علیه مطلقا سواء بنی باذن رب الدار ام لا اجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دوکان بنائی اور ہمسایون کے
بعضے مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر ہرطرح تاوان نہین خواہ اوسنے صاحب خانہ کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح کہا در رکی
عبارت مین کانون یعنی بھٹی بجائے دوکان مذکور ہی ھ کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان لیکن اگر دکان سے لوہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجے
تو مناسبت ممکن ہی الّا ان یجاوز مایصنعہ الناس فی وضعه وایقاد نار لایوقد مثلھا فی التنور والکانون مستاجر مذکور پر تاوان نہین مگر یہ کہ
جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اوس سے مستاجر زیادتی کرے اوسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی جاتی ہو تنور اور بھٹی مین
تو ابتاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انه لایجدہ بعد الطلب لایضمن کذا راع ندّ من قطیعه شاة فخاف علی الباقی
الھلاک ان تبعھا لانه انما ترک الحفظ بعذر فلایضمن کدفع الودیعة حال الغرق مثلاً گدھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہوگیا اگر مستاجر جانے
یعنی بظن غالب کہ اوسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اوسپر تاوان نہین اسیطرح وہ چرانیوالا جسکی ریوڑ سے مثلاً دنبہ نکل بھاگا سو چرانیوالا ڈرا کہ اگر اوسکا
پیچھا کریگا تو باقی جانور تلف ہوجائینگے تو اوسپر تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت
ھ یعنی ہرچند مودع پر حفاظت ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہین وقالا ان کان
الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولوخلط الغنم ان امکنه التمیز لایضمن والقول له فی تعیین
الدواب انھا لفلان اور اگر چرانیوالے نے لوگون کی بھیڑ بکریان ملا ڈالین اگر اوسکو جدا کردینا اونکا ممکن ہو تو اوسپر تاوان نہین اور جانورون کے معین کردینے
مین اوسیکا قول مقبول ہی کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہی وان لم یمکنه ضمن قیمتھا یوم الخلط والقول له فی قدر القیمة عمادیه اور اگر اوسکو جدا کردینا
ممکن نہو تو تاوان دے اوس قیمت کا جو ملانے کے دن تھی اوس جانور کی قیمت ہو اور مقدار قیمت مین چرانیوالے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیة ولیس للراعی
ان ینزی علی شئ منھا بلا اذن ربھا فان فعل فعطبت ضمن وان نزی بلافعله فلاضمان جوھرة اور چرانیوالے کو جائز نہین چڑھانا نر کا مادہ پر بدون
اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ پر بلا فعل راعی کے تو اوسپر ضمان نہین کذا فی الجوہرہ
یعنی اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہین کذا فی الطحطاوی ولایسافر بعبد استاجرہ للخدمة لمشقته اور مستاجر سفر مین لیجاوے اوس غلام کو

جسکو اوسنے خدمت کیواسطے چاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے الا بشرط لان الشرط اہلاک علیک اما ملک مگر سفر مین لیجانیکی شرط ہے البتہ ساتھہ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری سفرت یا منفعت کیواسطے زیادہ تر مملوکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشروع کی پورا کرنے مین آدمی کو چارہ نہین نفع ہو اوسمین یا نقصان وکذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر غلام کا سفر مین جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر مین لیجانا درست ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے ہم معلوم ہونیکی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ برخلاف اوس غلام کے جسکی خدمت کرنیکی کسو لیے نے موصی لہ کیواسطے وصیت کی ہو تو اوسکو غلام کا سفر مین لیجانا درست ہے ہر طرح خواہ سفر مین لیجانیکی شرط ہوئی ہو یا نہوئی ہو اسواسطے کہ اوسکا خرچ موصی لہ پر ہے یعنی بخلاف غلام اجیر کہ اوسکا خرچ موصی لہ پر ہے نہ مستاجر پر ولو سافر المستاجر بہ فہلک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ولا اجر علیہ وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان وعند الشافعی لہ اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر مین لیگیا پھر غلام مرگیا تو اوسکی قیمت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اوسپر اجرت واجب نہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکے واسطے اجر مثل ہے ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ لعودہا بعد الفراغ صحیحۃ استحسانا اور مستاجر غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اوسنے اوسکو دی اوسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہوگیا بطور استحسان کے ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہے جسنے بلا اذن مولے اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجر مثل مراد ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب عبد ما اکل الغاصب من اجرۃ الذی آجر العبد بنفسہ بہ لعدم تقومہ عند ابی حنیفۃ اور تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اوس غلام مغصوب کی اجرت کھائی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کر بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہے مال محرز متقوم کے اتلاف سے اور یہ مال محرز نہین اسواسطے کہ غاصب نہ مولے ہے غلام کا اور نہ اوسکا نائب اور غلام اپنے اختیار مین نہین بلکہ وہ غاصب کے تصرف مین ہے تو وہ مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہے اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا لو آجرہ الغاصب لان الاجر لہ لا للمالک چنانچہ غاصب پر تاوان نہین باتفاق حنفیہ وائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ پر دے اسواسطے کہ اب اجرت غاصب کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم اجرت سے غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کیواسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد قبضہا لو آجر نفسہ لا لو آجرہ المولی الا بوکالۃ لانہ العاقد عنایہ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اوسنے آپ اجارہ کیا ہو نہین جائز ہے غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اوسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اسواسطے کہ پہلی صورت مین عاقد غلام ہے اور دوسری مین عاقد مولے ہے کذا فی العنایہ فلو وجدہا مولاہ قائمۃ فی یدہ اخذہا لبقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اوسکو لے لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروقہ کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہر چند وہ مال متقوم نہین لیکن مالک کی ملک اوسمین ہنوز باقی ہے لہذا اوسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شہرین شہرا باربعۃ وشہرا بخمسۃ صح علی الترتیب المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ وبعکسہ خمسۃ دو مہینے کو اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے مین فقط عمل کریگا تو چار درم پاویگا اور دوسرے مہینے مین پانچ درم اختلفا الآجر والمستاجر فی اباق العبد او مرضہ او جریان ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول من شہد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اوسکی بیماری مین یا چکی کے پانی جاری نہونے مین تو حال حکم اور پنچ فیصلہ کرنیوالا ہوگا یعنی قول اوسیکا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اوسکی قسم کے ساتھہ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیہ ثمر واختلفا فی بیعہ ای الثمر معہا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جس طرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت بیچا جسمین پھل لگے ہین اور بائع اور مشتری پھل کی بیع مین درخت کے ساتھہ تو مقبول قول اوسکا قول ہے جسکے ہاتھہ اور قبض مین پھل ہو ولا اصل ہو

قولہ اہلاک ای اشتراطہ وادخل فی الاشتراط ومن افعل تفصیل مبنی علی ان البنی والمفعول ارشدہ الکلیۃ ینقص او مملوکیۃ لمن اشترط ولمن اشترط علیہ طحطاوی ۱۲ منہ

ان القول لمن يشهد له الظاهر اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اوس شخص کا قول معتبر ہے جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے و فی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من الاجر بحسابہ ولو عاد عادت اور خلاصہ میں ہے کہ پن چکی کا پانی بند ہوگیا تو اوسکے حساب کے موافق اجرت ساقط ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر آویگا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر ولو فی نفسہ حکم الحال اور اگر دونون نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع مین تو مستاجر کا قول معتبر ہے اور اگر خود پانی مین اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والحمرۃ والصفرۃ وکذا فی الاجر وعدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا مین اور سرخی اور زردی مین اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین ہم یعنی مالک کہتا ہو کہ مین نے قمیص سلایا تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو مین نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان الصانع معاملا لہ فلہ الاجر والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اوسکی مزدوری ثابت ہوگی اور نہین تو نہین یعنی اگر مفت اوسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہین وقیل اے وقال محمد ان کان الصانع معروفا بہذہ الصنعۃ بالاجر قیام حالہ بہا ای بہذہ الصنعۃ کان القول قولہ بشہادۃ الظاہر والا فلا وبہ یفتی زیلعی اور بعضون نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے مین اور اوسکا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی وہذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اوسوقت ہے جب کہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے بعد مثلا اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونون قسمین کھائین کذا فی الاختیار فروع مسائل ملحقہ شارح کے فعل الاجیر فی کل الصنائع یضاف لاستاذہ فما اتلفہ یضمنہ الاستاذ اختیار سب پیشون مین مزدور کا کام اوسکے اوستاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف کریگا تو اوسکا تاوان استاد دوکاندار دیگا کذا فی الاختیار یعنی مالم یتعد فیضمنہ ہو عمادیہ یعنی استاد اوسوقت تاوان دیگا جب تک مزدور کیطرف سے زیادتی اور قصور نہ ہوا ہو اور بصورت قصور مزدور ہی تاوان دیگا کذا فی العمادیہ ہم استاد یعنی صاحب دوکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہی لہذا اوسپر تاوان ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دوکاندار کا لہذا اوسپر تاوان نہین مگر بصورت قصور و فی الاشباہ ادعی نازل الخان وداخل الحمام وساکن المعد للاستغلال الغصب لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی بہ فتنبہ اور اشباہ مین ہے کہ سرا کے اوترنے والے اور حمام کے داخل ہونیوالے اور جو مکان کہ کرایہ کیواسطے بنا اوسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی مین اس مکان مین بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہون مجھہ پر کرایہ واجب نہین بواسطہ عدم اجارہ تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی اور کرایہ واجب ہے مین کہتا ہون اسیطرح مال یتیم کا حکم ہی یعنی دعوی غصب سے اوسکی بھی اجرت ساقط نہین بقول مفتی بہ تو آگاہ رہو وفیہا الاجرۃ للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرہا للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب لما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ قلت وہو ما اعتمدہ فی الولوالجیۃ اور اشباہ مین ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنا بر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کیواسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کے اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کے اجرت ساقط ہوگی مین کہتا ہون اور اسی قول کو معتمد کہا ہی ولوالجیہ مین ہم یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ اوسمین خراج اور اجرت مین فرق بیان کیا ہی یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہین ہوتا ہے یہی قول معتمد ہی انتہی اور یہ جو کہا کہ ما بعد استیصال کے اجرت ساقط ہوتی ہی سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ محیط مین ہے کہ فتوی اسپر ہی کہ جب زراعت تلف ہوجانے کے بعد اتنی مدت باقی نہ رہے جسمین اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اوس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم ہی منع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط شیء حیث قال اصاب الزرع آفۃ فہلک او غرق ولم ینبت لزمہ الاجر لانہ قد زرع ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوی قاضیخان مین عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتما

کیا ہی چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ تلف ہوگئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہی ہو سیلے کہ مستاجر اوسکو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہین انتہی ھم قول محیط کے قول مفتی بہ کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم*

باب فسخ الاجارۃ

یہ باب ہی فسخ اجارہ کے احکام مین تفسخ بالقضاء او الرضی بخیار شرط و رؤیۃ کالبیع خلافا للشافعی اجارہ فسخ کیا جاتا ہی حاکم کے حکم یا رضا عاقدین سے بسبب خیار شرط اور خیار رؤیت کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی ھم یعنی چونکہ اجارہ عبارت ہی شرا منافع سے لہذا اوسمین بیع کے مانند خیار شرط سے تین دن تک فسخ عقد کا اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اوسکے فسخ کروالینے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ مین خیار شرط صحیح نہین اور نہ بے دیکھی چیز کا اجارہ درست ہے وبخیار عیب حاصل قبل العقد او بعدہ بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس عیب کے خیار العیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پیچھے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار وانقطاع ماء الرحی وانقطاع ماء الارض حصول اوس عیب سے اجارہ فسخ کیا جاتا ہی جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جائے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہے وکذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیۃ ای وان لم تفسخ علی الاصح کما مر اور اسیطرح اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع ہو گیا تو اجرت نہین کذا فی الخانیہ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنابر قول اصح اجارہ فسخ نہین ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ اس باب سے پہلے ھم خیار شرط اور خیار رؤیت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہین ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ اسنے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہی اور غیر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہی ولہذا مصنف نے تفسخ کہا ہی نہ تنفسخ وفی الجوہرۃ لو جاء من الماء ما یزرع بعضھا فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلھا او ترک ودفع بحساب ما روی منھا اور جوہرہ مین ہے کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکی تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہان پانی نہین پہنچا اور جسقدر زمین سیراب ہوئی ہو اوسکے حساب کے موافق اجرت دے وفی الولوالجیۃ لو استاجرھا بغیر شربھا فانقطع ماء الزرع علی وجہ لا یرجی فلہ الخیار وان انقطع قلیلا قلیلا ویرجی منہ السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ مین ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اوس زمین کی آب پاشی کی نوبت اجارہ مین داخل کی پھر کھیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہو گیا کہ اوسکی امید باقی نہین ہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ مین اختیار ہے اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اوسقدر رستے سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے وفی لسان الحکام استاجر حماما فی قریۃ فنفر الناس ووقع الجلاء سقط الاجر عنہ وان نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام مین ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گانون مین سو آدمی وہان کے رہنے سے ڈر سے اور کوچ کر گئے تو مستاجر پر سے اجرت ساقط ہو گئی اور اگر گانون کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہو گی او یخل عطف علی یفوت بہ ای بالنفع بحیث ینتفع بہ فی الجملۃ کمرض العبد ودبر الدابۃ ای قرحتھا وسقوط حائط دار یا اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس عیب سے جو منفعت مین خلل ڈالتا ہی اسطرح پر کہ اوس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہی چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانا یعنی اوسمین زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا وفی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ لزمہ حصتہ اور تبیین مین ہے اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پن چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اوس سے حاصل ہو سکتا ہی تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اوسکے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے پھر جب وہان کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کریگا تو اجرت بقدر اوسکے حصہ کے اوسپر لازم ہو گی فان لم یخل العیب بہ او ازالہ الموجر او انتفع بالمخل سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا خلل انداز نہو یا موجر اوس عیب کو زائل کر دی یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کری تو اوسکا اختیار فسخ ساقط ہو گا بسبب زائل ہو جانے سبب فسخ کے ھم عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اوسکے بال جھڑ جانے

اور ازالۂ عیب کی یہ صورت ہے کہ دار منہدمہ کو موجر جلد طیار کردے وعمارۃ الدار المستاجرۃ وتطیینہا واصلاح المیزاب وما کان
من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنی اور اجارہ کے گھر کی مرمت اور اوسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل
تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسیطرح جو چیز سکونت مین خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ پر ہے م تطیین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہے جسکا کہ
خلل انداز ہو اور بعضی کتابون مین چھت کی مٹی لیسنی مذکور ہی کذا فی الطحطاوی فان ابی صاحبہا ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منہا
الا ان یکون المستاجر استاجرہا وہی کذلک وقد راٰہا لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بناوے تو مستاجر کو اوس
گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو تو اب نکل جانا جائز نہین بسبب راضی ہو جانے مستاجر کے عیب پر واصلاح بئر الماء
والبالوعۃ والمخرج علی صاحب الدار لکن بلا جبر علیہ لانہ لا یجبر علی اصلاح ملکہ فان فعلہ المستاجر فہو متبرع ولہ ان یخرج
ان ابی ربہا خانیہ ای الا اذا راٰہا کما مر اور کوئین کے پانی اور نجس پانی کے چہبچے اور بدررو کی اصلاح اور درستی گھر کے مالک کے ذمہ پر ہے
لیکن اوسپر زبردستی نہین اسواسطے کہ مالک پر ملوک کے درست کرنے کیلئے زبردستی نہین کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور
مستاجر کو اوس گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اوسکا مالک اشیاء مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیہ یعنی مگر اوس صورت مین نکلنا درست نہین جب کہ
اوسنے نادرست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وفی الجوہرۃ ولہ ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ مین ہے کہ مستاجر کو یہ
جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم حاکم ولو استاجر دارین فسقطت او تعیبت احداہما فلہ ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدۃ
اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اوسکو دونون کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونون پر ساتھ ہی یکبارگی عقد کیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہوا ہو
تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہین چھوڑ سکتا قلت وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للنہایۃ ان العذر ظاہرا ینفرد وان مشتبہا
لا ینفرد وہو الاصح مین کہتا ہون اور حاشیۂ اشباہ مین نہایہ سے منقول ہی کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے
اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہین کر سکتا اور یہی قول اصح ہی م اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ مین متفرد ہے
یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اسمین روایات مختلف ہین اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو متفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو متفرد نہین کذا فی فتاوی
قاضیخان وبعذر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد کما فی سکون ضرس استوجر لقلعہ وموت
عرس او اختلاعہا استوجر طباخ لطبخ ولیمتہا اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنی
اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہین چنانچہ اوس ڈاڑہ کے درد کا ساکن ہو جانا جسکے اوکھاڑنے
کے واسطے اجیر معین کیا یا اوس زوجہ کا مر جانا یا اوسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کیواسطے باورچی اجیر کیا ہم یعنی جب درد تھم گیا
تو ڈاڑہ اوکھاڑنے مین صریحاً مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے مین سراسر مال کا ضائع کرنا ہی تو اس عذر سے فسخ
اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ وبعذر خیار شرط پر عطف ہے کنز مین مذکور ہی کہ عذر سے مراد عاجز ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے مین مگر بہ تحمل ضرر
زائد جو عقد سے مستحق نہین وبعذر لزوم دین سواء کان ثابتا بعیان من الناس او ببیان ای بینۃ او اقرار والحال انہ لا مال لہ غیرہ
ای غیر المستاجر لانہ یحبس بہ فیتضرر الا اذا کانت الاجرۃ المعجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم
دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگون کی دانست سے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ اوسکا کچھ مال نہین ہے اجارہ والی چیز کے سوا
اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادا دین کیواسطے نہ بیچی جاوے اجارہ کے سبب سے تو دین کے سبب سے موجر محبوس ہوگا تو اوسکو ضرر پہنچیگا مگر جب کہ پیشگی دی ہوئی اجرت اوس
چیز کی قیمت کی برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہوگا کذا فی الاشباہ م یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے اسیقدر اجرت موجر کو پیشگی
دی ہو تو انقضاء مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اوس وقت اجارہ فسخ ہوگا جب کہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے وبعذر افلاس مستاجر

دکانٍ لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اوس کرایہ دار کے مفلس ہوجانے سے جسنے دوکان اجارہ لی سوداگری کیواسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس مین تجارت ممکن نہین وبعذر افلاس خیاطٍ یعمل بمالہ لا بابرتہ استأجر عبدا لیخیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اوس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہین کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اسطرح کام کرتا ہی کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہی سو غلام نے اوس خیاط کا کام چھوڑ دیا اوسکے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اوسکا افلاس فسخ اجارہ مین عذر نہین ہے وبعذر بداءِ مکاری دابۃٍ من سفرٍ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ھم اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پہر اوسکو سفر کرنا بہتر معلوم نہوا یا حج کیواسطے اونٹ کرایہ کیا پہر اوس سال حج کا ارادہ موقوف رکہا یا وہ شخص بیمار ہوگیا یا سفر سی عاجز ہوگیا تو یہہ عذر ہے فسخ اجارہ کا کذا فی قاضی خان ولو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجر ان استویا صعوبۃً وسہولۃً والا فبقدرہ لا شرح وہبانیۃ وخانیہ اور اگر نصف راہ مین دل ہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملے گا اگر راہ کے دونون نصف سختی اور آسانی مین برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اوسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا کذا فی شرح الوہبانیۃ والخانیۃ بخلاف بداء المکاری فانہ لیس بعذر اذ یمکنہ ارسال اجیرہ برخلاف دل ہٹجانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہین ہے اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بہیجنا جانور کے ساتھہ ممکن ہی د فی الملتقی ولو مرض وہو عذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ الاصل قلت وبالاولی یفتی اور ملتقی مین ہی اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت مین نہ مبسوط کی روایت مین مین کہتا ہون اور پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوی ہے ثم قال ولو استأجر دکانا لعمل الخیاطۃ فترکہ لعمل اخر فعذر پہر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دوکان کرایہ کی دوخت کے عمل کیواسطے پہر اوسنے دوخت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہہ فسخ اجارہ کا عذر ہی ھم یہہ قول تفصیل فتاوی کبری کے مخالف ہے فتاوی عالمگیری مین کبری سے منقول ہی کہ اگر متاجر دوسرے عمل کیواسطے دوکان مین مستعد ہوا تو اوسکو نقض اجارہ درست نہین اور نہین تو نقض جائز ہے انتہی اور اسی کو شارح بعد اسکے ولوالجیہ سے نقل کریگا وکذا لو استأجر عقارا ثم اراد السفر انتہی اور اسیطرحکا عذر ہے اگر زمین کو اجارہ لیا پہر سفر کا ارادہ کیا انتہی ما فی الملتقی وفی القہستانی سفر مستأجر دار للسکنی عذر دون سفر موجرہا اور قہستانی مین ہی سفر کرنا اس متاجر کا جسنے گہر اجارہ لیا رہنے کیواسطے عذر ہی نہ اوسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہین ولو اختلفا فالقول للمستأجر فیحلف بانہ عزم علی السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے تو وہ یون قسم کہائی کہ اوسنے سفر کا ارادہ کیا ہی وفی الولوالجیۃ تحولہ عن صنعتہ الی غیرہا عذر وان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاہا فیہ اور ولوالجیہ مین ہی پہرنا متاجر کا اپنے پیشہ سے دوسرے پیشہ کیطرف عذر ہی فسخ اجارہ دوکان کا اگرچہ وہ مفلس نہوگیا ہو جبکہ اوسکو اوس پیشہ کا کرنا دوکان مین ممکن نہو یعنی اگر ممکن ہوگا تو عذر نہین وفی الاشباہ لا یلزم المکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام وانما یجب الاجر بتخلیتہا اور اشباہ مین ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھہ جانا لازم نہین اور نہ بہیجنا غلام کا اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے وبخلاف ترک خیاطۃ مستأجر عبدا لیخیط لیعمل متعلق بذلک فی الصرف لامکان الجمع برخلاف اوس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا دوخت کیواسطے پہر دوخت ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہہ عذر نہین فسخ کا اسواسطے کہ جمع بین العملین ممکن ہے یعنی دونون کام ہوسکتے ہین اسطرحپر کہ دوکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی ھم طحطاوی نے کہا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک المعنی ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتے (وبخلاف خیاطٍ استأجر عبدا للخیاطۃ فترکہا لیعمل فی الصرف) تو واضح تر ہوتا وبخلاف بیع ما آجرہ فانہ ایضا لیس بعذر بل ولو لحوق دینٍ کما مر ویوقف بیعہ الی انقضاء مدتہا وہو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیچڈالنے موجر کے اوس چیز کو جسکو اوس نے اجارہ دیا کہ وہ بہی عذر فسخ نہین بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے

منتفی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفیہ معزیاً للخانیۃ لو باع الآجر المستاجر فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ھو الصحیح ولو باع الراھن الرھن فللمرتھن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین خانیہ سے ہے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اوسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اوسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اوسکی بیع فسخ کرے ھ لیکن عمادیہ مین فتاوی صغری سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اوسکو فسخ نہین کرسکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عقدھا لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک اور اوسکے جنون مطبق ہو جانے سے نہین وہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے جسکو اپنی منفعت کے واسطے عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فتبقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصلح فیوجرھا لو امینا او یبیعھا بالقیمۃ ویدفع لہ اجرۃ الایاب ان برھن علی دفعھا وتقبل البینۃ ھنا بلا خصم لانہ یرید الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مر جانا مکہ معظمہ کی راہ مین اور حالانکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ پر دیوے مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو یا جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت سے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون سے ثابت کردے اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اوس چیز کی ثمن سے لیا چاہتا ہے جو اوسکے قبضے مین ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا او حماما او ارضا شھرا فسکن شھرین ھل یلزمہ اجر الشھر الثانی ان معدا للاستغلال نعم والا لا بہ یفتی اور خانیہ مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اوسمین دو مہینے سکونت کی تو اوسپر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کیواسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کیواسطے مہیا نہین ہے تو اجرت لازم نہین اسی قول کا فتوی ہے قلت فکذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکت یلزمہ الاجر کما سیکنا بعدہ مین کہتا ہون اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اوسپر اجرت لازم ہوگی اوسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت المؤجر ھل یلزمہ اجر ذلک قیل انعم لمنتھیۃ علی الاجارۃ وقیل ھو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اوسکو اسکی اجرت لازم ہوگی یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا کہ یہ مسئلہ پہلے مسئلہ یعنے سکونت شہرین کے مانند ہے یعنی اگر وہ مکان کرایہ کیواسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہین تو لازم نہین وینبغی ان لا یظہر الانفساخ ھنا ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتھد فیہ وھل یلزم المسمی او اجر المثل ظاھر القنیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ یہان اجارہ فسخ ہو جانا ظاہر نہو جب تک وارث موجر کا مکان خالی کر دینے کا مطالبہ نکرے یا التزام اور اجرت کا نہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کیواسطے بنا ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور کیا اجرت معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفی المنیۃ مات احدھما والزرع بقل بقی العقد بالمسمی حتی یدرک وبعد المدۃ باجر المثل اور منیہ مین ہے کہ احد العاقدین مر گیا اور کھیت ساگ ہے یعنی ہنوز کھیت خام ہے تو عقد اجارہ باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضا مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو رضی الوارث وھو کبیر ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتھی ای فیجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای بالتعاطی فتامّلہ اور جامع الفصولین مین ہے اور اگر موجر کا وارث بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہو اور مستاجر بھی اس پر راضی ہو تو جائز ہے انتہی

با فی الفضولین یعنی تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیجاوےگی یعنی جواز اجارہ کیواسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے
اسکو تامل کرو فی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من سائر الغرماء لو العقد صحیحا او فاسدا فاسوۃ
للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ ترحقدار ہین عین کے باقی دین والون سے اگر عقد اجارہ و رہن
اور بیع صحیح ہوا اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر و مرتہن اور مشتری برابر ہین اور دین والون کے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر موجر مرگیا اور اوسپر
دیون ہین تو اور ون سے مستاجر زیادہ ترحقدار رہا اور اسیطرح مرتہن احق ہے اور اگر چیز خریدی اور رہنوز قبض مین نہین آئی کہ بائع مرگیا اور اوسپر دیون
ہین تو مشتری احق ہے یعنی اول مشتری اپنا حق لیگا پھر اگر کچھ زیادہ باقی رہیگا تو اور ارباب دیون پاوینگے فان عقدہا لغیرہ لا یفسخ
کتوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کیواسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہوگا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنی مثلا زید نے
خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دیوے اور اوسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ اجارہ عاقد
کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار اذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل
بشراء الاعیان فیصیر مستاجرا لنفسہ ثم یصیر موجرا للموکل فھو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا
نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی شرح المجمع والبزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائیگا تو اجارہ باطل ہوگا
اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے تو یہ بشراء اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کیواسطے
پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کیواسطے سو یہی مطلب ہے ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ
مین کہتا ہون اور اسی کے مانند شرح مجمع اور بزازیہ اور عمادیہ مین ہے ثم قال المصنف قلت ھذا مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملک
یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابو طاہر من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم فی الکنز وھو الاصح
کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا مین کہتا ہون یہ یعنی مستاجر وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہے
کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کیطرف منتقل ہوتی ہے اور وہ جو ابو طاہر نے کہا ہے کہ ملک موکل کیواسطے ابتداء
ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز مین اور یہی صحیح تر قول ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہین واللہ اعلم انتہی قول المصنف
قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضا لاتفاقہم علی عدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر
والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا مین کہتا ہون اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اسطرح
اجارہ بموجب اس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل
کی ملک مستقر اور قائم نہین اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو
اوسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کیواسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر النقل
بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہین ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے
اور اس قول کی نقل فقہا مین مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم وصی واب وجد وقاض ومتولی الوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق
حتی لو مات المعقود لہ بطلت درر اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا بسبب
باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اوسکی موت سے کذا فی الدرر ہم مستحق علیہ سے
مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کیواسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی
مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ معزیا للولوالجیۃ والملا فی النقول

بخلافہ قلت و باطلاق المتون افتی قاری الہدایۃ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیۃ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا مگر جبکہ ایسا متولی ہو کہ وقف اوسیکی ذات کیواسطے خاص ہوا ور سب غلہ وقف کا اوسیکی ذات کیواسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیہ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق اس استثنا کے مخالف ہی مین کہتا ہون اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا کچھ مصنف نے کہا ہی اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجرہا الواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ مین کہا ہی چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہین ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلون مین ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنیوالے نے پہر وہ مرتد ہوگیا پہر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کی ارتدا دسے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پہر وہ زمین وقف کردی ایک شخص معین پر پہر واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتداء عقد اپنی ذات کیواسطے تھی اور پہلی صورت مین وقف میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رایتہ فی عدۃ نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی قاری الہدایۃ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پہر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف مین موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہین ہوجاتا اسیطرح مین نے دیکھا ہی فتاوی مذکور کے کئی نسخون مین لیکن وہ مخالف ہی فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہیو ہم مخالف فقط یہی ہے کہ اوسمین لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لہ بمفردہ فتنبہ اور اوسی فتاوی مین یہہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کیواسطے ہو سو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کیطرف یعنی وہبانیہ کا قول جو اشباہ مین مذکور ہے وہ اس قول سے بہی رد ہوگیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا تبطل لانہ آجر لغیرہ انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض مین ہی کہ وقف کرنیوالا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پہر مرجاے تو استحسان مین اجارہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسنے غیرون کیواسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مصارف موقوف علیہم ہین نہ واقف اور اسیطرح بزازیہ مین ہی وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ مین ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کی برابر ہی تو اونکے عزل سے اجارہ فسخ نہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ ای حصۃ المیت لو عقدہا لنفسہ فقط وبقیت فی حصۃ الحی اور دو مستاجرون یا دو موجرون مین سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہوجاتا ہی فقط اوسکے حصہ مین یعنی میت کے حصہ مین فسخ ہوتا ہی اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہوا ور باقی رہیگا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ مین **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا فی وقف الاشباہ تخلیۃ البعید باطلۃ فلو استاجر قریۃ وہو بالمصر لم تصح تخلیتہا علی الاصح فینبغی للمتولی ان یذہب للقریۃ مع المستاجر او غیرہ فیخلی بینہ وبینہا او یرسل وکیلہ او رسولہ احیاء لمال الوقف فلیحفظ قلت لکن نقل محشیہا ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن بیوع فتاوی قاری الہدایۃ انہ متی مضی مدۃ یتمکن من الذہاب الیہا والدخول فیہا کان قابضا والا فلا فتنبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ مکان بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض وتصرف مین کردینا باطل ہے تو اگر گانون اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر مین ہے تو اسکا تخلیہ صحیح نہین بنابر قول صحیح تر کی تو متولی وقف کو لائق ہی کہ گانو مین جاے مستاجر کے ساتھ یا غیر مستاجر ساتھ یعنی اوسکے وکیل کے ساتھ پہر تخلیہ کردے درمیان مستاجر اور درمیان گانو کے یعنی بلا مزاحمت احدے اوسکی تصرف مین کردے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اوسکے ساتھ بھیجے مال وقف کے قائم رکہنے کیواسطے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے مین کہتا ہون لیکن اشباہ کی محشی مصنف کی فرزند نے زواہر الجواہر مین فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل لیا ہی کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاے کہ جسمین

مستاجر گانون کیطرف جاوے اور اوسکے داخل ہونے مین قادر ہو تو وہ گانون کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہو تو فقط مستاجر کے اقرار سے قابض نہ ٹھہریگا انتہی ما فی زواہر الجواہر ہم ذخیرہ الناظر مین ہے کہ اگر گانون اجارہ لیا اور وہ شہر دور ہے اور مستاجر نے اوسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہے اور اقرار اوسکا باطل ہو وقتیکہ اتنی مدت نگذرے جسمین وہان جاوے اور قبض کریا اسقدر مدت گذرنے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر اپنے وکیل یا رسول بھیجین کذا فی الطحطاوی

مسائل شتی یہ چند مسائل متفرقہ ہین اَحرَقَ حَصائِدَ ای بقایا اصول قصب محصود فی ارض مستأجرة او مستعارة جلائین باقی جڑین قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہین ہم قصب یعنی بانس اور نرکل بطریق مثال کے ہے اسکی خصوصیت نہین بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھوٹھیون کے جلانیکا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی ومثلہ ارض بیت المال المعدة لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لہ حق الانتفاع فی الارض یضمن ما احرقہ فی مکانہ بنفس الوضع لا ما نقلتہ الریح علی ما علیہ الفتوی قالہ شیخنا او اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو قافلون اور بھاری اسباب کے اوتارنے کیواسطے اور جانورون کی چراگاہ اور کھلیانون کے ڈالنے کیواسطے مقرر ہے مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلانیوالے شخص کیواسطے حق انتفاع نہو زمین مین تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اوس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اوسی مکان مین بمجرد رکھنے آگ کے نہ اوس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اوڑا کر بنابر قول مفتی بہ ایسا کچھ کہا ہی ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے فاحترق شیٔ من ارض غیرہ لم یضمن لانہ تسبب لا مباشر اجارہ یا عاریت کی زمین مین کھیت کی ٹھوٹھیان جلائین تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہین اسواسطے کہ احراق مذکور تسبب ہے احراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب ان لم تضطرب الریاح فلو کانت مضطربۃ ضمن لانہ یعلم انہا لا تستقر فی ارضہ فیکون مباشرا عدم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوا مین زور سے نہ چلتی ہو اور اگر ہوا تیز ہو تو جلانیوالا تاوان دیگا اسواسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اوسکی زمین مین ٹھہری نہ رہیگی تو وہی شخص احراق کا مباشر یعنی جلانیوالا ٹھہرا وکذا کل موضع کان للواضع حق الوضع فیہ ای فی ذلک الموضع لا یضمن علی کل حال اذا تلف بذلک الموضوع شیٔ سواء تلف بہ وہو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ اور اسیطرح جس موضع مین کہ رکھنے والیکو رکھنے کا حق ہو وہان تاوان نہین ہر حال مین جب کہ اوس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جاوے خواہ چیز تلف ہو اس حال مین کہ شے موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شیٔ وہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال لا بمزیل کوضع جرۃ فی الطریق ثم آخر اخری فتدحرجتا فانکسرتا ضمن کل جرۃ صاحبہ وان زال بمزیل کریح وسیل لا یضمن الواضع ہذا ہو الاصل فی ہذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جب کہ رکھنے والیکا اوس مکان مین رکھنے کا حق نہو اسواسطے کہ رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اوس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شی موضوع اپنے مکان مین ہے اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا شی موضوع کے خود ٹل جانے کے بعد بدون ٹالنے والیکے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ مین پھر دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا اوہین رکھا پھر دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑیکا تاوان دیوے اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے چنانچہ ہوا یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہین یہی قاعدہ کلیہ ہے ان مسائل مین چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ مین کی ہے ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطریق فاحترق بذلک شیٔ ضمن لتعدیہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ مین اور اوسکے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر آگ رکھنے سے ہم اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکذا یضمن فی کل موضع لیس فیہ حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک اوس موضع مین جہان چلنے کا حق ثابت نہین ہم حق مرور خانیہ مین مذکور نہین اوسمین حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور اور عدم مرور کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی

مسائل شتی

الا اذا ذهبت به ای بالموضوع الریح فلا ضمان لنسخها فعله وکذا لو خرج السیل الجحر وبه یفتی خانیۃ مگر جب کہ رکھی ہوئی چیز کو وہان سے ہوا اوڑا لیجائے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہین اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والیکا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کیطرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کیطرف اور اسیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو رکھنے والے پر تاوان نہین اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق واحرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا ضمان علیہ اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دوکان مین پھر اوسپر ہتھوڑا مارا سو راہ کیطرف چنگاری نکل گئی اور اوسنے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دیگا اور اگر اوسپر ہتھوڑا نہین مارا اور چنگاری ہوا نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہین کذا فی الزیلعی سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدها ضمن لانہ مباشر لا متسبب ایک شخص نے اپنی زمین اسقدر بکثرت سینچی کہ زمین اوسکو نہ تھام سکی سو پانی اوبل کر اوسکے ہمسایہ کی زمین کیطرف بہا اور اوسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ مباشر ہی فساد کا نہ سبب انگیز اقعد خیاط او صباغ فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع قصار صح استحسانا لانہ شرکۃ الصنائع فهذا بوجاهتہ یقبل وهذا بحذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے اوس شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو لوگون کو سینے یا رنگنے کا کام لیکر دے نصفا نصف اجرت پر خواہ دونون کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط دھوبی کے ساتھ تو یہ درست ہی باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہی صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھا ہے تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت اور دیانت داری کے کام لیتا ہی اور یہ یعنی دوکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہی استیجار جمل لیحمل علیہ محملا وراکبین الی مکۃ ولہ المحمل المعتاد ورؤیتہ احب وکذا اذا الحر الطرحۃ واللحاف جیسے صحیح ہی کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تا اوسپر محمل لادا جائے اور دو سوار اوسپر سوار ہون مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے یعنی قطع نزاع کیواسطے اور اسیطرح اجارہ جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا ہو مثال میں مذکور ہی کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لئے تا ایک اونٹ پر محمل کسے اور دو شخص اوسپر سوار ہون اپنا اوڑھنا بچھونا لیکر سو مکاری نے سوار ہونے والون کو دیکھا اور اونکا اسباب مذکور نہین دیکھا اور دوسرے اونٹ پر کچھ من ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اوسکی مقدار بیان نکی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کیوقت تحائف لادا دیگا جسقدر لوگ لا دلاتے ہین تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس مین بسبب غیر معین ہونے بوجھ کے اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اسکا رواج جاری ہے انتہی زیلعی کما وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہی سو معلوم ہے اور محمل تابع ہی اور اوسکی جہالت متعارف کیطرف پھیر دینے سے زائل ہو جاتی ہے اور اسیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ ولو تکاری الی مکۃ ابلا مسماۃ بغیر اعیانها جاز ویجعل المعقود علیہ حملا فی ذمۃ المکاری والابل آلۃ وجهالتها لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ للحمل او الرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لئے مکہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ بوجھ قرار دیا جاتا ہی مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ لادنے کے آلات ہین اور اونکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہین ہے مین کہتا ہون کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہین بوجھ لادنے اور سواری کیواسطے مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹون کے تو صحیح ہی واللہ اعلم وجہ جواز یہ ہی کہ مطلق متعارف کیطرف منصرف ہی استاجر جملا لحمل مقدارا من الزاد فاکل منہ ردّ عوضہ من زاد ولحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کیواسطے سو توشہ مین سے کچھ کھایا گیا تو اوسکی عوض توشہ یا مانند اوسکی اور چیز پھر اوسپر لادی جائے قال لغاصب داری فرغها والا فاجرتها کل شهر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی لان سکوتہ رضیٰ صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنیوالے سے کہا کہ گھر خالی کردے اور نہین تو کرایہ اوسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے گھر خالی نکیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اوسکا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی

[illegible]

لانه اذا انکر الغاصب ملکه وان اثبته ببینة لانه اذا انکره لم یکن راضیا بالاجارة مگر اوس صورت مین کرایہ واجب نہوگا جب کہ غاصب
صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی ملک گواہون سے ثابت کرے سواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی ٹھہرا او اقر
عطف علی انکره ای بملکه ولکن لم یرض بالاجر لانه صارحه بعدم الرضی یا غاصب نے اوسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہوا تو بھی
اجرت واجب نہوگی سواسطے کہ اوسنے عدم رضا کی تصریح کر دی فی الاشباه السکوت فی الاجارة رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا
والا فانتقل او قال الراعی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما سمی اور اشباہ مین ہے کہ چپ رہنا اجارہ مین رضا اور قبول ہے تو اگر مالک
نے گھر یا دوکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کر اور نہین تو نکل جا یا چرانیوالے نے کہا کہ مین اجرت سابقہ پر راضی نہین بلکہ
اسقدر اجرت لونگا پھر اوسنے سکوت کیا تو اوسقدر اجرت لازم ہوگی جتنی اوسنے معین کی بقی لو سکت ثم لما طالبه قال لم اسمع کلامک هل
یصدق ان به صمم نعم والا لا عملا بالظاهر باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے سکوت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ مین نے تیرا
کلام سنا تھا تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہی تو ہان تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہو تو تصدیق نہوگی بنا بر عمل
بظاہر حال للمستاجر ان یوجر الموجر بعد قبضه قیل وقبله من غیر موجره اما من موجره فلا یجوز وان تخلل ثالث به یفتی للزوم
تملیک المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اوسکے قبضہ کرنے کے اوسکے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضون نے کہا قبل از قبض
بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اوسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر
ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک کر
اور مستاجر اوسکے قائم مقام ہی کذا فی الطحطاوی وهل تبطل الاولی بالاجارة للمالک الصحیح لا وهبانیه قلت وصححه قاضیخان وغیره وفی
المضمرات وعلیه الفتوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہو جاتا ہے یا نہین جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہین ہوتا مین
کہتا ہون اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہی قاضیخان وغیرہ نے اور مضمرات مین ہے اور اسی قول پر فتوی ہی وقدمنا عن البحر معزیا للجوهرة الاصح نعم واقره
المصنف ثمه ونقل هنا عن الخلاصة ما یفید انه ان تقبضه منه بعد ما استاجر بطلت والا لا فلیکن التوفیق فتامل اور ہمنے
بحر الرائق سے نسبت بجوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہان اجارہ باطل ہو جاتا ہے مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا ہی اس قول
کو مصنف نے وہان اور اپنی شرح مین یہان خلاصہ سے وہ نقل کیا ہی جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اوسکے اجارہ لینے کے
تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہین تو باطل نہوگا تو اب تو دونون قولون مین اختلاف رفع ہوگیا اتفاق ہوگیا سو اسکو غور کر لے ہم یعنی بطلان
اجارہ اولی کا قول عدم قبض موجر پر محمول ہی اور بطلان کا قول قبض موجر پر محمول ہی محیط مین ہے کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہین کیا تو مستاجر
اول پر اجرت لازم ہے وهل تسقط الاجرة ما دام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوهبانیة اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک
اجارہ کی چیز موجر کے قبض مین ہی اسمین اختلاف ہے جو شرح وهبانیہ مین مشرح مذکور ہی وکله باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولم
یسلمها ای لم یسلم الوکیل العین الموجرة الیه ای الی الموکل حتی مضت المدة فالاجر علی الوکیل لانه اصل فی الحقوق
ورجع الوکیل بالاجر علی الامر لنیابته عنه فی القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا
سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اوسپر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نکی یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر
ہی سواسطے کہ وہ اصیل ہی عقد کے حقوق مین اور وکیل اجرت بھر لے موکل امر کرنیوالے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے
مین تو موکل حکما قابض ٹھہر گیا ہم وکیل موکل سے اجرت بھر لے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا
الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر وقبض الدار ومضت المدة ولم یطلب الامر الدار منه فانه یرجع ایضا لصیرورة الامر قابضا

بقبضہ مالم یظہر المنع اوراسیطرح حکم ہی اگر وکیل نے پیشگی اجرت دینا شرط کیا اور وکیل سنے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کر نیوالے نے اوس سے گھر مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ بھر لیگا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جبتک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہو یعنی تاوقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرۃ لا یرجع لانہ لما حبس الدار بحق لم تبق یدہ ید نیابۃ فلم یصر الموکل قابضا حکما فلا یلزمہ الاجر اور موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نکر سکیگا اسواسطے کہ جب اونسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکماً قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہی دستاویز اور محضرون اور سجلون کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہے نہ لکھدینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہین کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اوسقدر لکھنے پر لیتے ہون اوسیقدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نکرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانۃ لماء الوجہ عن الابتذال بزازیہ وتمامہ فی قضاء الوہبانیۃ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوی لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ انگلیون سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل اور قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی کتاب القضا مین ہے وفی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرۃ لیکتب شہادتہ جاز وکذا المفتی لو فی البلدۃ غیرہ وقیل مطلقا لان کتابتہ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ مین ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی حکم ہی مفتی کا اگر اوس شہر مین اوسکے سوا اور کوئی بھی فتوی دینے والا ہو اور بعضون نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت پر جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہین مفتی پر م طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہی جو دستاویز پر لکھا جاتا ہی یعنی قاضی کے دستخط یا مہر والا بیان تو گفتگو قاضی مین ہے نہ شاہد مین اور فراموش نکیجیو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہی نہ زیادہ وفیہا استاجرہ لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ مین ہے ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا کسیکو تاکہ وہ اوسکے واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھدے تو جائز ہے اگر اوس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے م اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہوگئی تو معلوم ہوگیا کہ کسقدر سطور کی اوسمین گنجائش ہے باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کم زیادہ ہونیکا معاف ہی اور ظاہرا خط سے مراد عدد سطور ہے اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ عدد سطور کا بیان ہے لازم نہین تو اسصورت مین لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہین اور لفظ مکتوب منح الغفار مین صیرفیہ کی نقل عبارت مین نہین ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ لیتے ہین کذا فی الطحطاوی المستاجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لا تکون الا علی مالک العین مستاجر مدعا علیہ نہین ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہین ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہین م مثلا ایک گھر زید نے کرایہ لیا سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ مین ہے یا میرے پاس گرو ہی یا مین نے اوسکو خرید کیا ہی تو اسکی جوابدہی مالک سے متعلق ہے نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب لہ لملکہما العین برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونون کے یعنی مشتری اور موہوب لہ عین کے مالک ہین تو وہ مدعا علیہ ہوسکتے ہین اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوی کے وہل یشترط حضور الآجر مع المشتری قولان اور کیا حاضر ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ مین شرط ہی اسمین دو قول ہین ایک قول مین شرط ہی اور دوسرے قول مین نہین وتصح الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون کل واحد مما ذکر مضافا الی الزمان المستقبل

فائدہ قاضی کو اجرت لینا دستاویز وغیرہ کی بقدر اجرت مثل جائز لیکن بہتر نہ لینا افضل ہے

کآجرتک اذا سحنتک رأس الشہر متہ بالاجماع اور صحیح ہی اجارہ اور اوسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور
ضامنی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کیواسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک مذکورہ سے زمان مستقبل
کیطرف مضاف ہون چنانچہ مین نے تجکو اجارہ دیا یا تجسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ مین تو صحیح ہی بالاتفاق ہم ایصا کی مثال یہ ہے کہ مین نے فلانے کو وصی کیا
اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہی میری موت کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ
بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی الطحطاوی لا یصح مضافاً الی الاستقبال کل ما کان تملیکاً للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ
والشرکۃ والھبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال وابراء الدین وقد مر فی متفرقات البیوع صحیح نہین مضاف بزمان مستقبل جو شے کہ
فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اوسکی اجازت اور فسخ کی اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین کے
اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات مین ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ مین نے اوس بیع کی اجازت دی
اور صلح مین داخل ہین کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی سو اسواسطے کہ اوسکی اضافت زمان مستقبل کیطرف صحیح ہی زاد اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد
فللمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی بہ یفتی اجرت مثل زیادہ ہوگئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اوسکو بڑہاوے تو متولی کو
اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہی اور جب تک متولی فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی قول کا فتوی ہے فسخ العقد بعد تعجیل البدل
فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی مال البدل صحیحاً کان العقد او فاسداً لو العین فی ید المستاجر فلیحفظ جو کہ موجر نے عقد اجارہ فسخ
کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والیکو حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز کو روک رکھنا جائز ہی یہان تک کہ عوض کا مال بھر لے خواہ عقد
صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولاً وفارغاً صح فی الفارغ فقط لا المشغول
کما مر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ المشغول ویؤمر بالتفریغ والتسلیم ما لم یکن فیہ ضرر فلہ فسخہا
فتنبہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہی فقط خالی چیز مین نہ مشغول مین چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی
ہی کہ قول راجح یہ ہی کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہی اور موجر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جب کہ خالی کرنے مین ضرر نہو
تو اوسکو اوسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاۃ لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے
لڑکے کے دودہ پلانیکو یا اپنی بکری کے بچے کے دودہ پلانے کو تو اجارہ جائز نہین بسبب عدم رواج کے المستاجر فاسداً اذا اجر صحیحاً جازت
لو بعد قبضہ فی الاصح منیہ وقیل لا وتقدم الکل والکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح
دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اوسکے قبضہ کرنے کے قول اصح مین کذا فی المنیہ اور قول ضعیف مین اجارہ مذکورہ صحیح نہین اور
سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا
وقعت بشرط الاجارۃ فھی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقدمناہ فی الجہاد دریافت کر کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطون کے ساتھ واقع
ہو تو اجارہ صحیح ہی سو اسواسطے کہ اعتبار معانی کا ہی نہ فقط لفظ کا اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الجہاد مین ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو
زمین دیوے بطور معافی کے اسطرح کہ بادشاہ کہے مین نے تجکو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہی نہ معافی کذا فی الطحطاوی صح استیجار قلم ببیان
الاجر والمدۃ صحیح ہی اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیئاً لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوباً
لزمہ الاجر وان کان دابۃ لا ایک چیز اجارہ لی تا اوس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پھر اوسنے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا
ہو تو اجرت لازم ہوگی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین ساقہا ولم یرکبہا لزم الاجر لا لعذر بہا مستاجر جانور کو ہانک لیگیا اور اوسپر سوار نہوا
تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلاً اوسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہین ہم یعنی سواری کیواسطے اجارہ لیا اور سوار

نہوا تو اوسکا قصور ہے اخطأ الکاتب فی البعض ان الخطأ فی کل ورقة خیر ان شاء اخذه واعطی اجر مثله او ترکه علیه واخذ منه القیمة کاتب
چوک گیا بعض سطورمین اگر خطا ہر ورق مین ہو تو لکھانیوالا مستاجر چاہے اوسکو لے اور اوسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اوسکو اوسپر چھوڑے اور کاتب سے
قیمت کاغذ اور روشنائی کی لیلے کذا فی الولوالجیة وان فی البعض اعطاه بحسابه من المسمی اور اگر خطا بعضے ورقون مین ہے تو اوسکو اجرت معینہ دے اوسکے حساب کے
موافق ہم یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہون اونکی اجرت ٹھہرنے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہون اوسکے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی والصیرفی باجر
اذا ظهرت الزیافة فی الکل استرد الاجرة وفی البعض بحسابه صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جب کہ کھوٹا ہونا سب درہم یا دنانیر مین ظاہر ہوگا
تو اوس سے اجرت پھیر لیجائیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے مین اوسکے حساب سے استرداد ہوگا ان دللتنی علی کذا فلہ کذا فدلہ فلہ اجر مثله ان مشی لاجله
اگر مجکو فلانی چیز بتاوے تو اوسکے واسطے اجرت ہے سو اوسکو بتائی تو بتانیوالے کیواسطے اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانیوالا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے من دلنی علی
کذا فلہ کذا فهو باطل ولا اجر لمن دله الا اذا عین الموضع جو شخص مجکو فلانی چیز بتاوے تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو یہ باطل ہے اور بتانیوالیکے واسطے
کچھ اجرت نہین مگر جب کہ موضع دلالت معین کرے ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکورہ بلفظ ان شرطیہ صحیح ہے اور بلفظ من شرطیہ صحیح
نہین حالانکہ ایسا نہین ہے سواسطے کہ طحطاوی نے بزازیہ سے یون نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی سو اوسنے کہا کہ جو مجکو دلالت کرے اوسکے
تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو اوسکی دو صورتین ہین اگر اوسنے یہ کلام بسبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجکو بتاوے تو اجرت باطل
اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہین ہے جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانیوالے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر بسبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین
سے کہا کہ اگر تو مجکو فلانی چیز بتاوے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے کیواسطے چلا اور اوسنے دلالت کی تو اوسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کیواسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہے جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہے عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ
اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہے نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ کی
بھی عبارت بزازیہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی استاجر لحفر حوض عشرة فی عشرة وبین العمق فحفر خمسة فی خمسة کان له ربع الاجر الکل
من الاشباہ اجارہ لیا دہ دردہ حوض کھودنیکا اور اوسکا عمق بیانکردیا مثلاً ہاتھ بھر کا گہرا سو مزدور نے پنج در پنج کھودا تو اوسکے واسطے چوتھائی مزدوری
ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہین ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ دردہ یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کی سو ہاتھ
تکسیر ہونے ہین تو پنج درپنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ تکسیر ہوئے اور پچیس جو تھائی ہے سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت
لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اجسام مین ضرب معتبر ہے نہ مثل طلاق مین کذا فی الطحطاوی وفیها جاز استیجار طریق للمرور ان بین المدة قلت وفی
حاشیتها هذا اقولهما وهو المختار شرح مجمع اور اشباہ مین ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کیواسطے اگر مدت مرور بیان کیجاوے مین کہتا ہون اوسکے اشباہ مین ہے
کہ صاحبین کا قول ہے اور یہی مختار ہے کذا فی شرح المجمع ہم جواز اجارہ طریق اوس صورتین ہے جب کہ طریق ایک شخص کی ملک مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی اختیار
من دلنا علی کذا جاز لان الاجر یتعین بدلالته اور اختیار مین ہے مستاجر نے کہا کہ جو شخص ہمکو فلانی چیز بتاوے اوسکا اتنا اجر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ اجر متعین ہو جاتا ہے
اوسکے بتانے سے ہم اور اسیطرح سیر الکبیر مین ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ مراد یہ ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور اوسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا
اجر کا اوسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اجرت سے مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیة ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایة آجر داری لک اجارة
هبة صحت غیر لازمة فلکل فسخها ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی غایة البیان مین ہے کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہبہ تو اجارہ غیر لازمہ صحیح ہے حتی کہ موجر
اور مستاجر ہر ایک کو اوسکا فسخ کرنا جائز ہے اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسیطرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر
مقدم کرے کذا فی غایة البیان ایضاً اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا
فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارة المضافة تصحیحان وایدٰ عدم لزومها بان علیه الفتوی اور اجارہ مضافہ کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مضاف ہو

[margin note:] یعنی فقہا کے نزدیک یعنی ضرب کے حصہ مین کہ مضروب کے اجزا بقدر مضروب فیہ زیادہ ہو جاوین جیسے اگر کسیکو کہے کہ تجھکو طلاق دو در دو مین یعنی دو ضرب کیا گیا دو مین تو دو ہی طلاق ہونگی یعنی دو طلاق دو دو کے چار ہوگی بعینہ معنی نہین کہ دو کو دو بار لیا جیسا حساب مین ہوتا ہے کیونکہ اجسام مین یعنی بھی متعین ...

مستقبل ہے اوسکے لزوم مین دو قول مصحح ہین اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہے کہ عدم لزوم پر فتویٰ ہے و فی المجتبی و تجوز اجارة البناء وعن محمد لا تجوز لو منتفعًا به بجدار و سقف و به یفتی اور مجتبی مین ہے کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہین اور محمد سے ایک روایت مین اجارہ مذکورہ جائز ہے اگر عمارت سے نفع حاصل ہو جیسا کہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتویٰ ہے ھ خلاصہ مین ہے کہ فتویٰ اسپر ہے کہ زمین کا اجارہ بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین صحیح ہے کذا فی الطحطاوی و منه اجارة بناء مکة و کره اجارة ارضها اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا اور اوسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہے ھ مختارات النوازل مین ہے کہ بنا مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام سے بھی اسکی ایک روایت ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوهبانیة لعبد البر و فی الوهبانیة سه و فی الکلیة البازی قولان والبنا + کدام القرى اذا ادضها الیس تؤجر + اور وہبانیہ مین ہے اور سکتے اور باز کے اجارہ مین اختلاف ہے جیسے کہ مکہ معظمہ کی عمارت مین اختلاف ہے اسواسطے کہ وہان کی زمین کا اجارہ نہین ہو تام سکتے اور باز مین اگر مدت مذکور ہو تو بعضون کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور بلی کا اجارہ چوہا پکڑنے کیواسطے بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو دفع الدلال ثوبًا للتاجر + یقلبه لو داح لیس یخسر + اور اگر دلال وہ کپڑا جسکو بیع کیواسطے لیئے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاے تو دلال پر تاوان نہین ومن قال قصدی ان اسافر فافسخن + فحلفه او فاسأل رفقا قد لیذکر + اور جب مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کرون سو اجارہ فسخ کر تو اوسکو قسم دے یا اوسکے رفیقون سے سوال کر تاکہ وہ بیان کر دین ھ یعنی اگر مستاجر سفر کرنیکا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہین کریگا فسخ اجارہ کیواسطے حیلہ انگیزی کرتا ہے تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمھارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہے یا نہین اگر وہ کہین کہ ہان تو عذر فسخ ثابت ہوگا و یفسخ من ترک التجارة ما اکترى + و لو کان فی بعض الطریق و موجر + لہ فسخها لو ماتت منها معین + و اطلق یعقوب و بالضعف یذکر + اور ترک تجارت سے فسخ ہوگا اجارہ اوس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہے اگر معین اونٹون سے اجارہ مین ایک معین اونٹ مرجاے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہے یعنی خواہ اونٹ معین ہون خواہ غیر معین ہر صورت فسخ جائز ہے اور قول ابو یوسف کا ضعف کے ساتھ مذکور ہے یعنی قول ضعیف ہے لائق عمل کے نہین ھ یعنی اگر موجر نے معین اونٹون کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ مرگئے تو اجارہ فسخ ہوگیا اور اگر بلا تعیین اونٹون کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیئے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ خاص اونٹون پر واقع نہین ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لاوے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہے اسکی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہے تعیین کی صورت مین کذا فی الطحطاوی و ایجار ذی ضعف من الکل جائز + ولو ان اجر المثل من ذاک اکثر + اور اجارہ دینا بیمار کا تمام مال سے جائز ہے اگرچہ اجرت مثل اوسکے اجر معین سے زیادہ تر ہو ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا ہمگی مال شلًا پانچ اونٹ ہین اور وہ شخص بیمار بمرض الموت ہے اور اوسپر دیون ہین اور اوسکے وارث ہین سو بیمار مذکور نے پانچون اونٹ اجارہ دیے اجر مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکورہ جائز ہے اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف جائز نہین جسمین ارباب دیون اور وارثون کا حق متعلق ہو اور انکا حق تو اعیان سے متعلق ہے نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہین رہتے تا تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحطاوی عن عبد البر بتصرف و من مات مدیونًا و آجر عقاره + فوفاء للمستاجر الحبس اجدر + اور جو شخص مدیون مرگیا اور اوسنے اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اوسکی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق تر ہے ھ یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاء منافع کریگا بعد اوسکے ارباب دیون اوس زمین وغیرہ مین اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم و استغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام مین مناسبته للاجارة ان فی کل منهما ملك الرقبة لشخص و منفعة لغیره کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارہ سے یہ ہے کہ دونون مین رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اوسکی غیر شخص مذکور کی ھ مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہے اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ مین رقبہ مجیر کا مملوک ہے اور منفعت مستاجر کی الکتابة لغة من الکتب وهی جمع الحروف سمی به لان فیه ضم حریة الید الی حریة الرقبة کتابت لغت مین کتب بالفتح سے مشتق ہے اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمین حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے ھ بہتر یہ تھا کہ شارح

ا ارادی تہریت ۱۲ گردن ۱۲

کتاب المکاتب

یون کہتا کہ کتب عبارت ہی جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تعریف ہے نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار مین کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہے
کاتب مکاتبۃ سے اور مولے مکاتب ہی بکسر تا اور اصل اوسکی کتب سے ہی اور کتب عبارت ہی جمع سے اور اوسی سے ہی کتیبہ یعنی طائفہ مجتمعہ لشکر کا اور اوسی سے
ہی کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہے ابواب اور فصول کی اور اوسی سے ہی کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہے حروف کی اور اس عقد کا کتابت اور مکاتبہ اسواسطے
نام رکھا کہ اسمین ملانا ہی حریت ید کا حریت رقبہ کے ساتھہ یا اسواسطے کہ اسمین دو قسطین یا زیادہ مجتمع ہوتی ہین یا اسواسطے کہ غلام اور مولے دستاویز لکھتے ہین
اور یہی وجہ اخیر ظاہر تر ہے انتہی وشرعًا تحریر المملوک یدًا ای من جہۃ الید حالًا ورقبۃ مآلًا یعنی عند اداء البدل حتی لو اداہ حالًا عتق
حالًا اور شرع مین کتابت عبارت ہی مملوک کو فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اوسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت
کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے فی الحال بدل کتابت ادا کرے تو فورًا آزاد ہوجاے ہم یعنی جب مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ
مین نے تجکو مکاتب کیا سو درم پر مثلا یعنی اگر سو درم کما لاوے تو آزاد ہوجاے تو بمجرد اس کلام کے غلام آزاد ہوگیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح
آزاد لوگ خرید فروخت اور نوکری چاکری مین بطور خود تصرف کرتے ہین ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمین مولے کے اذن کی حاجت نہین
اور جب سو درم ادا کریگا تو اوسکی ذات آزاد ہوجائیگی تو مکاتب عبد اور حر دونون سے مشابہ ہی عبد سے اسواسطے مشابہ ہی کہ ہنوز اسکی گردن آزاد نہین ہوئی تا
ادا بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہی کہ آزاد کی طرح تصرف کرتا ہی اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہی ورکنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او
مایؤدی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب و قبول ہی بلفظ کتابت یا جو لفظ کہ موصل بمعنی کتابت ہو ہم مثلاً مولی کہے غلام سے کہ مین نے تجکو مکاتب
کیا یا تیرے ساتھہ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے اور رسم معنی کتابت کی یہ مثال ہی کہ مولے کہے کہ مین نے تجھہ پر ہزار درم مقرر کیے تو اوسکو ادا
کر یا یون کہے مجکو ہزار درم ہر مہینے مین سو درم کر کے ادا کر اور تو آزاد ہی ایجاب قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہوگئی اور لفظ کتابت کی قید سے
اعتاق علی المال خارج ہوگیا اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتب عجز سے پھر رقیق ہوجاتا ہے نہ معتق علی المال وشرطہا کون البدل المذکور فیہا
معلومًا قدرہ وجنسہ وکون الرق فی المحل قائمًا اور کتابت کی شرط ہونا ہی اوس بدل کا جو کتابت مین مذکور ہو معلوم القدر والجنس
اور ہونا رق کا محل مین یعنی ذات مملوک مین قائم ہم اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہی
برابر ہی کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر لا کونہ منجمًا او موجلًا لصحتہا بالحال نہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال
کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہین منجم اور موجل مین فرق یہ ہی کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو
اور منجم وہ ہی جسکی کئی مدتین ہون مثلًا ہزار درم کی دس قسطین ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انتفاء الحجر فی الحال
وثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب مین دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور
ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق مین نہ گردن کے حق مین مگر ادای بدل کتابت سے وفی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل
فی الحال ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ وعودہ للملک اذا عجز اور اثر مترتب مولے کی جانب مین ثابت ہونا مطالبہ بدل کی
ولایت کا فی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جب کہ اوسے مولے قبض کرے اور غلام کا پھرنا مولے کی ملک کی طرف جب کہ وہ ادا بدل
کتابت سے عاجز ہو کاتب قنہ ولو القن صغیرًا یعقل بمال حال ای نقد کلہ او موجل کلہ او منجم ای مقسط علی انجم معلومۃ او
قال جعلت علیک الفا تؤدیہ نجومًا اولہا کذا وآخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن وقبل العبد ذلک صح وصار
مکاتبًا لاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض
مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی اوسکی قسطین مقرر ہوگئی ہون معین مہینون پر یا مولے نے یون کہا
کہ مین نے تجھہ پر ہزار درم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے

اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہی اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب ہو جائیگا بسبب مطلق ہونے حق تعالی کے اِس
قول کے کہ فَکَاتِبُوهُم یعنی غلامونکو مکاتب کرو ہم یعنی امرؔ اتی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور موجل اور منجم سبکو شامل ہے وَالامرُ للندبِ علی الصحیحِ
اور امر کتابت کا استحباب کیواسطے ہے بنا بر قول صحیح کے نہ وجوب کیواسطے چنانچہ داؤد ظاہری کا مذہب ہی اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہین
والمرادُ بالخیرِ اَن لا یَضُرَّ بالمسلمینَ بعدَ العتقِ اور خیر سے مراد یہہ ہی کہ مسلمانونکو غلام ضرر نہ پونچادے آزاد ہونیکے بعد ہم یعنے یہہ جو قرآن شریف مین
وارد ہی کہ اگر تم غلامون مین خیر سمجھو تو اونکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فلو یَضُرُّ فالافضلُ ترکُہ تو اگر آزاد ہونیکے بعد مسلمانون کو
ضرر پونچاوے تو افضل یہہ ہے کہ اوسکو مکاتب نکرے ولو فعلَ صحَّ اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا تو صحیح ہوگا ولو کاتبَ نصفَ عبدِہٖ جازَ ونصفُ
الاٰخرِ ماذونٌ لہٗ فی التجارۃِ ولو اَرادَ منعہٗ لیس لہٗ ذٰلکَ کیلا یبطلَ علی العبدِ حقُّ العتقِ وتمامُہٗ فی التتارخانیۃ اور اگر اپنی نصف غلام کو مکاتب
کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولے اوسکو منع کرنا چاہے تو اوسکو جائز نہین تاکہ غلام کا حق عتق باطل نہو جائے اور یہ
پورا بیان اسکا تاتارخانیہ مین ہے واذا صحت الکتابۃُ خرجَ من یدِہٖ دونَ ملکہٖ حتی یؤدِّیَ کلَّ البدلِ لحدیثِ ابی داؤدَ المکاتبُ عبدٌ ما بقیَ علیہ درہمٌ
اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکل گیا مولے کے ہاتھہ سے یعنی اوسکے تصرف سے نہ اوسکی ملک سے یہانتک کہ تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابوداؤد
کہ مکاتب غلام ہے جبتک اوسپر ایکدرم باقی رہے ہم اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اِسی پر عمل ہے علماء امصار کا ثم فرّعَ علیہ بقولہٖ وغرِمَ المولی
العقرَ اِن وطئ مکاتبتَہٗ پہر مصنف نے خروج تصرف مولے پر تفریع کی اپنے اِس قول سے اور تاوان دے مولے عقر قیمت کا اگر اپنی لونڈی
مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولے پر ہم عقر آزاد عورت مین مہر مثل ہے اور لونڈی مین اوسکی قیمت کا دسوان حصہ اگر وہ باکرہ
ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسوان حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن السعود اوجنی علیہا فانہ یغرمُ اَرشَہا یا مولے مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اوسکو قتل کرے
تو اوسکی دیت کا تاوان دے اوجنی علی ولدِہا یا مکاتبہ کے ولد کو مولے قتل کرے تو دیت دے او اَتلفَ المولی مالَہا لانہ بعقدِ الکتابۃِ صارَ کالمہا
کالاجنبیِّ نعم لاحدَّ ولا قودَ علی المولی للشبہۃِ شمنی یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد کتابت کے سبب سے مولی اور مملوک ہر ایک
اجنبی کی مانند ہوگیا ہان یہہ البتہ ہے کہ مولی پر حد نہین وطی سے اور قصاص نہین قتل سے بسبب شبہہ ملک کے کذا فی الشمنی ولو اعتقہٗ عتقَ مجانا لاسقاط
حقہٖ اور اگر مولے مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولی کا حق ہے سو اوسکو اوسکی اسقاط مین
اختیار ہے بلا اخذ بدل وفسدَ ان کاتبہٗ علی خمرٍ او خنزیرٍ لعدمِ مالیتہٖ فی حقِّ المسلمِ فلو کانا ذمیینِ جازَ اور فاسد ہوگی کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب
کیا شراب یا سؤر پر اوسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق مین تو اگر میان اور غلام دونو ذمی ہون تو کتابت مذکورہ جائز ہے ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ مین
فرق یہہ ہے کہ فاسدہ مین مولے کو اختیار ہی کہ اوسکو پہر غلام بنادے اور کتابت کو فسخ کردے بدون رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ مین بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز
نہین اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونو مین بلا رضامندی مولے کے فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان اَو علی قیمتہٖ ای قیمۃِ نفسِ العبدِ لجہالۃِ
القدرِ یا کتابت فاسد ہی اوسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول ہونے اوسکی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہی اسواسطےکہ تعیین قیمت
یعنے مالیت مین قیمت کرنیوالے مختلف ہوتے ہین اَو علی عینٍ معینۃٍ لغیرِہٖ لعجزہٖ عن تسلیمِ ملکِ الغیرِ یا کتابت فاسد ہی غیر شخص کی معین چیز پر بسبب
عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید سے نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے اِسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ
مین نقود متعین نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی او علی مائۃِ دینارٍ لیرُدَّ سیدُہٗ علیہ وصیفا غیرَ معینٍ لجہالۃِ القدرِ یا کتابت فاسد ہی سو دینار پر تاکہ اوسکا
مولے اوسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پہیر دے بسبب مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کی یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثناء دنانیر سے ممکن نہین مگر باعتبار
قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فہٰذِہٖ عقدُ الکتابۃِ فاسدٌ فی الکل لما
ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتون مذکورہ مین فاسد ہی ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فانْ ادّی المکاتبُ الخمرَ عتقَ لانہ لا اداء

وکذا الخنزیر لمالیتہما فی الجملۃ وسعی فی قیمتہ بالغۃً ما بلغت یعنی قبل ان یترافعا للقاضی ابن کمال پہر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور اسیطرح سُور ادا کری تو آزاد ہو جائیگا بسبب مال ہونے شراب اور سُور کے فی الجملۃ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت مین جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو قبل اسبات کے کہ اسکا مرافعہ قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنے قیمت ادا کرنے سی قبل ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل وقوع حین قاضی کے ابطال کے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی وحکمہ انہ متی سمّی مالاً وفسدت الکتابۃ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من المسمّی بل یزاد علیہ اور معلوم کر جبکہ مال سے ہوا ور کتابت فاسد ہو جا کسی وجہ وجوہ مفسدہ سی تو مال سے سے نقصان نکیا جائیگا بلکہ اوسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبہ علی میتۃ ونحوہا کالدم بطل العقد لعدم مالیتہما اصلاً عند احد فلا یعتق بالاداء الا اذا علّقہ بالشرط صریحاً فیعتق للشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اوسکی جیسا خون پر تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ مردار اور خون اصلا مال نہین کسیکے نزدیک تو مکاتب آزاد نہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سی نہ عقد کے سبب سی ہم یعنے اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجکو دیگا تو تو مکاتب ہے پہر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سی نہ عقد کتابت کے سبب سی وصحّ العقد علی حیوان بیّن جنسہ فقط ای لا نوعہ وصفتہ ویؤدی الوسط او قیمتہ ویجبر علی قبولہا اور عقد کتابت صحیح ہے اوس جاندار پر جسکی فقط جنس بیان ہوئی نہ اوسکی نوع اور صفت اور مکاتب اوس جنس کا متوسط حیوان یا اوسکی قیمت ادا کرے اور اگر موےلے انکار کرے تو قبول قیمت پر اوسپر زبردستی ہوگی وصحّ ایضاً من کافر کاتب قنّہ کافراً مثلہ علی خمر لمالیتہ عندہم معلومۃ ای مقدرۃ لیعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن اور اندازہ پر تاکہ بدل معلوم ہو جائے مجہول باقی نرہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے وایّہم من المولی والعبد اسلم فلہ قیمۃ الخمر وعتق بقبضہا لتعلیق عتقہ باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمتہ کما مرّ اور مالک اور غلام سی جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب کی قیمت دینی اوسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سی بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے غلام کوشش کری اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصحّ ایضاً علی خدمتہ شہراً ای للمولی او لغیرہ اور کتابت صحیح ہی ایک مہینے موےلے کیخدمت یا غیر موےلے کی خدمت پر بھی او حفر بئر او بناء دار اذا بیّن قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہی کوین کہودنے پر یا گہر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جائے کہ نزاع کو رفع کر دی بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا ولا تفسد الکتابۃ بشرط لشبہہا بالنکاح ابتداءً لانہا مبادلۃ بغیر مال وہو التصرف کتابت فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سی باعتبار ابتدا کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہی غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام ہی ہم اگر موےلے نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجاے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطے کہ کتابت باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہی یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا غیر مال سے یعنی تمتع سی اسیطرح کتابت مین بھی مبادلہ غیر مال کے ہی یعنی آزاد ونکا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سی ویسے ہی کتابت بھی فاسد نہین ہوتی الا ان یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبہہا بالبیع انتہاء لانہ فی البدل ہذا ہو الاصل مگر جبکہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سی اسواسطے کہ فساد بدل مین واقع ہوا ہی یہی قاعدہ کلیہ ہے ہم صلب عقد مین شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سُور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہے کہ مبادلہ مال کا مال سے انجام کار مین تو جیسی بیع فاسد ہو جاتی ہے شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد مین متمکن ہو

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ وما لا یجوز یہ باب ہی اُن افعال مین جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہے اور جو افعال کہ جائز نہین للمکاتب البیع والشراء

ولو بغبنٍ یسیرٍ مکاتب کو خرید فروخت جائز ہے اگرچہ خرید فروخت بنقصان قلیل ہو ہم اسواسطے کہ سوداگرون کا طریقہ یہہ ہی کہ ایک منفعہ مین
تھوڑی نقصان قبول کرتے ہین تاکہ دوسرے مین فائدہ حاصل کرین کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہے
اگرچہ موسلے نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اسواسطیکہ سفر مین سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزویج أمتہ وکتابۃ
عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے ہم اسواسطے کہ نکاح سے مہر اور نفقہ ثابت ہوگا
اور کتابت تو بیع کی مانند نافع بلکہ اوس سے زیادہ تر والولاء لہ ان أدی الثانی بعد عتقہ اور ولا یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے
واسطے ہے اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانیکے بعد ولا بان أداہ قبلہ او أدیا معاً فلسیدہ اور اگر مکاتب
ثانی نے ادا کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اسطرح کہ قبل اوسکی آزادی کے ادا کیا یا دونون نے ساتھہ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اوسکا موسلے
یعنی پہلا مالک دونون مکاتبون کی میراث لیگا لا التزوج بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت بدون جائز نہین یعنی اسواسطے
کہ یہہ اکتساب مین داخل نہین اور اسمین موسلے کا ضرر بھی ہے کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الھبۃ ولو بعوضٍ ولا التصدق الا
بیسیرٍ منہما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہے مگر ہبہ قلیل اور خیرات کمتر جائز ہے ہم ذخیرہ مین
ہے ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہے اور طعام موجود سے ضیافت یسیرہ درست ہی ولا التکفل مطلقاً ولو باذن
مولاہ بنفسٍ کان اومالٍ اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہے مطلقاً اگرچہ موسلے کے اذن سے حاضر ضامنی کرے اسواسطیکہ ضامنی تبرع ہے اور
مکاتب تبرع کا اہل نہین ہے ولا الاقراض واعتاق عبدہ ولو بمالٍ اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہی اگرچہ
اعتاق بعوض مال کے ہو وبیع نفسہ منہ اور نہ بیچنا جائز ہے غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہے
وتزویج عبدہ لنقصہ بالمہر والنفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہے بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے مہر اور
نفقہ لازم ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہی نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے وأبٌ ووصیٌ وقاضٍ و
امینہ فی رقیق صغیرٍ تحت حجرہ کمکاتبٍ فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اوسکا امین اوس صغیر کے غلام مین جو اونکی پرورش مین ہے
مکاتب کی مانند ہین تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی مین یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اوسکی غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی اور اعتاق
عبد اور عبد کو اوسکے ہاتھہ بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہین بخلاف مضاربٍ ومأذونٍ وشریکٍ ولو مفاوضۃً علی الاشبہ لاختصاص
تصرفہم بالتجارۃ برخلاف مضارب اور عبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت معاوضہ ہو بنا بر قول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک
لونڈی کی تزویج کے مالک نہین اسواسطے کہ اونکا تصرف تجارت مین مخصوص ہے اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونو کو شامل ہے ولو اشتری
اباہ او ابنہ یکاتب علیہ تبعاً لہ ولمراد قرابۃ الولاد لاغیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اوسکی کتابت مین داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے
باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہی نہ اور قرابت سوا اوسکے ہم یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا ادای بدل کتابت سے تو اوسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر
مکاتب ادای بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرماً غیرالولاد کالاخ والعم لا یکاتب علیہ خلافاً لہما اور اگر مکاتب نے
اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت مین داخل نہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ اونکے نزدیک داخل ہوگا ولو اشتری
أم ولدہ مع ولدہا منہا وکذا لو اشتراہا ثم شراہ جوہرۃ لم یجز بیعہا لتبعیتہا لولدہا ولکن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خرید
کی اپنی اوس فرزند کے ساتھہ جو اوسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے تابع ہے ولیکن فرزند کی کتابت
مین وہ داخل نہوگی ہم ولد کے تابع ہے یعنی جسطرح ولد کی بیع جائز نہین اوسیطرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے درست نہین اسواسطے کہ حدیث مین
وارد ہی کہ ام ولد کو اوسکے ولد نے آزاد کر دیا فلا تعتق بعتقہ ولا ینفسخ نکاحہا لانہ لم یملکہا فی ای نہ ان یطأہا بملک النکاح تو ام ولد آزاد

نہوگی اور سکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک نہین ہوگیا تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی وطی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلھا اور اسیطرح لونڈی مکاتبہ کا نکاح فسخ نہوگا جبکہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اوسکے شوہر کو اوسکی وطی بلاک نکاح جائز ہے غیر ان لھا بیعہ مطلقا لان الحریۃ لو تثبت من جھتھا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر مذکور کی بیع مطلقا جائز ہے اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہین ہوا ہے بخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنی ام ولد کو خرید کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہرا یہہ مراد ہے کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنی ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے کذا فی الطحطاوی ولو ملکھا بدونہ ای بدون الولد جاز لہ بیعھا خلافا لھما اور مکاتبہ اپنی ام ولد کا مالک ہو بدون ولد کے تو اوسکو ام ولد کا بیچنا جائز ہے برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ فیکاتب علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اوسکی لونڈی سے پھر اوسنے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اوسکی کتابت مین داخل ہوگا باپ کی تبعیت سے ہم بعضون نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ نسب حلت پر موقوف نہین چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی وطی مین یا مشترک لونڈی کی وطی مین درصورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہین وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہے یعنی فرزند کسب ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب الکسب ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبھما فولدت دخل فی کتابتھا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لھا لان تبعیتھا ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا اپنے غلام سے پھر دونوکو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت مین داخل ہوگا اور اوسکی کمائی اور اوسکی قیمت اگر اوسکو کوئی قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہے نہ اوسکے شوہر کی اسواسطے کہ ماکی تبعیت غالب تر ہے باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہہ ہے کہ مولود دین وہ صفات شرعیہ جو ماں مین ثابت ہین جیسا کہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہین کذا فی الطحطاوی مکاتب او ماذون نکح امۃ زعمت انھا حرۃ باذن مولاہ متعلق بنکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے اپنی مولے کے اذن سے نکاح کیا اوس لونڈی سے جسنے آپکو آزاد ظاہر کیا پھر اوسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر نکلی تو لڑکا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دیکر جائز نہین بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی دہوکہا کہانے والیکا فرزند ہے ہم محمد کا یہہ مذہب ہے کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اوسکو دہوکہا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن اونکے نزدیک قیمت دینا مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخصا المغرور بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دہوکہا ہوجاوے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب یا ماذون واستشکلہ الزیلعی اور زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے ہم وجہ اشکال یہہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولے کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولے پر لازم ہوتا ہے اور اوسی سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہان نکاح باذن مولے مفروض ہے تو چاہیئے کہ مولے پر فی الحال قیمت لازم آوے نہ مکاتب پر اوسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اسکا جواب رازی نے یون دیا ہے کہ مولے نے تو نکاح کا اور اوسکی متعلقات یعنی مہر اور نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کہانے کا تو مولے اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو اشتری المکاتب امۃ شراء فاسدا فوطئھا ثم ردھا للفساد لشرائھا وشراھا صحیحا فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی کتابتہ لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کر پھر اوس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے یا اوسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق ملک غیر نکلی تو مکاتب پر عقر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت مین اوسکی آزاد ہونے سے پہلے بسبب داخل ہونے خرید فروخت کے اوسکی عقد کتابت مین اسواسطے کہ خرید کرنیکا اذن وطی کرنیکا اذن ہے ہم لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی اور خرید موجب ہے سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھری عقر کی اسواسطے خرید کا اذن وطی کا اذن

نہین اور وطی تجارت مین داخل نہین کذا فی المحیط و مختصرا ولو وطیہا بنکاح بلا اذن اخذ بالعقر منذ عتق ای بعد عتقہ لعدم دخولہا فیہ کما مر
اور اگر مکاتب نے لونڈی مذکورہ سے قربت کی بواسطہ اوس نکاح کے جو اوسنے بلا اذن مولے کے کیا تہا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکاتب
کے آزاد ہونے کے بعد بسبب داخل ہونے نکاح کے کتابت مین چنانچہ اول باب مین مذکور ہوچکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولے جائز نہین والماذون
کالمکاتب فیہما ای الفصلان اور غلام ماذون مکاتب کی مانند ہے دونون فصلون مین یعنے لونڈی مذکورہ کی شرار فاسد اور صحیح مین اور نکاح کی صورت مین
واذا ولدت مکاتبۃ من سیدہا فلہا الخیار ان شاءت مضت علی کتابتہا وتاخذ العقر منہ او ان شاءت عجزت نفسہا وہی ام ولدہ
ویثبت نسبہ بلا تصدیقہا لانہ ملکہ رقبۃ اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولے سے تو اوسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت
کو قائم رکھے اور مولے سے عقر لے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرے یعنے ادار بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولے کی ام ولد ہوا اور بچہ
کا نسب مکاتبہ سے بدون اوسکی تصدیق کے ثابت ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولے کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہین ولو کاتب
شخص ام ولدہ او مدبرۃ صح وعتقت ام الولد مجانا بموتہ بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے
اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اوس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادار بدل کتابت وسعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموت
سیدہ فقیرا لم یترک غیرہ اور سعی کرے مدبر مذکور اپنی قیمت کے دو ثلث مین یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت مین اپنے مالک کی محتاج ہوکر مرنے سے اسطرح
کہ اوسنے کچہہ متروکہ نہین چہوڑا سوا ہے اس مدبر کے ولو دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبرا والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی البدل بموت
المولی معسرا لم یترک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پہر اگر وہ ادار بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہوا اور کتابت
کو قائم رکہا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے مین اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث مین اپنے مولے کی اسطرح محتاج ہوکر مرنے
سے کہ مولے نے کچہہ متروکہ نہچہوڑا ہو سوا اوس مدبر کے وان کان مات موسرا بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ
کما لو اعتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق مجانا لقیام ملکہ اور اگر مولے اسطرح مالدار ہوکر مرگیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا مدبر کے
سبب سے اور اوس سے ساقط ہوگا بدل الکتابت کا چنانچہ اگر مولے اپنی مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبہ علی الف
مؤجل ثم صالحہ علی نصفہ حالا صح استحسانا مولے نے مکاتب کیا غلام کو ہزار مدت والے پر پہر مکاتب سے صلح کرلی اوسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح
ہے استحسان کی راہ سے طرفین کے نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الفین الی سنۃ فمات المریض والحال ان قیمۃ المکاتب الف درہم ولم
تجز الورثۃ التاجیل ولم یترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد ثلثی القیمۃ حالا والباقی الی اجلہ او رد رقیقا لقیام البدل مقام الرقبۃ
فتنفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی مدت مقرر کرکے پہر بیمار مرگیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایکہزار درم ہین اور
مولے کے وارثون نے تاجیل کو جائز نرکہا اور مولے نے سواے اوس مکاتب کے اور مال نہین چہوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور
محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نکرسکے تو پہر کر غلام بنایا جائے بدل کتابت کے
دو ثلث ادا کرنے کے سبب قائم ہونے بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث مین نافذ ہوگی وان کاتبہ علی الف الی سنۃ والحال ان قیمتہ الفان
ولم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ حالا وسقط الباقی او رد رقیقا اتفاقا لوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فتنفذ بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا
ہزار پر سال بہر کی مدت مقرر کرکے اور حالانکہ اوسکی قیمت دو ہزار ہین اور حالانکہ وارثون نے کتابت مذکورہ جائز نرکہی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو
ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اوس پر سے ساقط ہوگا یا اگر ادا نکرے تو پہر کر غلام بنایا جاوے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار
اور تاجیل مین تو محاباۃ تو مریض ثلث مین جاری ہوگی حر قال لمولی عبد کاتب عبدک فلانا الغائب علی الف درہم علی انی ان ادیت الیک الفا
فہو حر فکاتبہ المولی علی ہذا الشرط وقبل المولی ثم ادی الحر الفا عتق العبد بحکم الشرط وکذا لو لم یقل ان ادیت فادی یعتق استحسانا لنفوذہ

تصرف الفضولی فی کلّ ما لیس بضرر و لا یرجع الحرّ علی العبد لانہ متبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب
کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر مین تجھکو ہزار درم ادا کرون تو وہ غلام آزاد ہے سو مولےٰ نے اس شرط پر اوسکو مکاتب کیا اور مولےٰ نے قبول کیا
پہر آزاد مذکور نے ہزار درم ادا کئے تو غلام آزاد ہوگا بموجب شرط مذکور کے اور اسیطرح اگر اوس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر نکیا پہر اوسنے ہزار درم
ادا کئے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے تصرف فضولی کے ہر ایک اوس امر مین جو ضرر نہین اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار
درم پہر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے نہ معاوض م قولہ قبل المولےٰ شارح نے ضمیر کا مرجع مولےٰ کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین مین قبل الرجل
واقع ہے اور یہی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد ہذا الامر فقبل صار مکاتبا انما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہا اور جبکہ غلام غائب کو اس امر
کی خبر پہنچی یعنے قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی تو وہ مکاتب ہو جائیگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسیواسطے ہے کہ بدل کتابت اوسپر
لازم ہو جاوے یعنے صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہین بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی و عن فلان
الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد
کتابت منعقد کر میری ذات کیطرف سے اور فلانے غلام غائب کیطرف سے سو مالک نے دونون غلامون کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح
ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر مین اصالۃ صحیح ہے اور غائب غلام مین تبعا و ایہما ادّی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع و یجبر المولیٰ علی
القبول البدل من احدہما اور دونون مین سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کریگا تو دونون غلام آزاد ہو جاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنیوالا غلام دوسرے
غلام سے بقدر اوسکے حصہ کے مطالبہ نکر سکیگا اور مالک پر زبردستی ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کیطرف سے یعنی دونون غلامونکا بدل کتابت اگر ایک غلام
ادا کریگا تو مالک کو بجبر قبول کرنا ہوگا ولا یطالب العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہوگا اوسکے
عدم التزام کے سبب سے یعنی اوسنے عقد کتابت کو قبول نہین کیا کہ اوس سے کچھہ مطالبہ ہو و قبولہ الکتابۃ لغو لا یعتبر کردہ ایاہا اور غلام غائب
کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہین جیسے اوسکی رد کرنے کتابت کا اعتبار نہین م قبول اور عدم قبول غائب اسواسطے معتبر نہین اسواسطے کہ عقد کتابت
بدون اوسکی قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہو چکی تو بعد اسکے قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حرّرہ سقط عن الحاضر حصتہ اور اگر مالک
نے حاضر غلام کو آزاد کردیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اوسکا حصہ بدل کا ساقط ہوگا م اسواسطے کہ غائب عقد مین قصدا داخل ہے اگرچہ مقصود
بالخطاب نہین تو بدل کتابت دونون پر منقسم ہوگیا اگرچہ اوس سے مطالبہ بدل کا نہین ولو حرّر الحاضر او مات ادّی الغائب حصتہ حالا والّا ردّ قنا
اور اگر غلام حاضر آزاد کیا گیا یا وہ مرگیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقدا ادا کرے اور نہین تو پہر غلام بنایا جاوے ولو ابرأ الحاضر او وہب
لہ عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کردیا یا تمام بدل کتابت اوسکو ہبہ کردیا تو دونون غلام آزاد ہو جاوینگے مفت
م اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الطحطاوی و ان کاتبت الامۃ عن نفسہا و عن ابنین صغیرین
لہا و قبلت صحّ استحسانا لما مرّ اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اوسکی ذات سے اور اوسکے دو چھوٹے بیٹون سے
اور لونڈی نے قبول کرلیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃ لونڈی کیطرف سے اور تبعا اوسکی بیٹونکی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے
و ایّ ادّی من ذلک لم یرجع علی الآخر لانہ متبرع و یجبر علی القبول الی آخر ما مرّ اور اشخاص مذکورین مین سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ
دوسرے سے رجوع نکریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے اور مولےٰ پر ہر شخص کے ادای بدل کے قبول پر جبر ہوگا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ م زیلعی مین ہے
کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت مین معتبر نہین اور اگر مالک مان کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر اونکے حصہ کے اوس کو
فی الحال ادا کرین اور مولےٰ مطالبہ بدل کا اونکی مان سے کرے نہ اونسے اور اگر مولےٰ اونکو آزاد کرے تو اونکی مان پر سے اونکا حصہ ساقط ہوگا اور
اگر مالک اولاد کو دَین معاف کرے یا اونکو ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر اونکی مان کو دَین معاف کرے یا ہبہ کرے تو مان بہی آزاد ہوگی اور اوسکے

ساتھہ اوسکی اولاد بھی انتھے تو یہہ مسئلہ نظیر ہے مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا کاتب نصف عبدہ
فادی الکتابۃ عتق نصفہ وسعی فی بقیۃ قیمتہ ۔ الا العبد کلہ مکاتب علی ذلک المال وبہ ناخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب
کیا سو اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام آزاد ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے
تمام غلام مکاتب ہوگا اوسیقدر مال پر اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہہ باب ہے عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبد لشریکین اذن احدہما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ویقبض بدل الکتابۃ فکاتب
الشریک الماذون لہ نفذ فی حظہ فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عندہ ولیس لشریکہ فسخہ لاذنہ غلام ہے دو شریکونکا ایک شریک
نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصے کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا
اوسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اوسیکے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظمؒ کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے اونکے نزدیک مانند اعتاق
کی اور اوسکے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اوسکے اذن کے سبب سے م اذن شریک کا فائدہ یہہ ہے کہ اوسکو واسطے حق فسخ باقی نرہے اور درصورت
عدم اذن اوسکو فسخ مین اختیار رہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہہ ہے کہ مال مقبوض سے اوسکا حق منقطع ہوجاے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے
کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اسکا اذن ہے کہ مال کتابت کو حاصل کرکے شریک کو دے تو اوسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادای
بدل وہ مکاتب کو منع کردے تو بھی صحیح ہوگی اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصا واذا قبض بعضہ بعض الالف فعجز فالمقبوض
کلہ للقابض لاذنہ لہ بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سے کچھہ درم قبض کئے پھر مکاتب ادای بدل
سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اوسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی
بابت اور اگر ہزار درم قبض کریگا تو قابض کا حصہ آزاد ہوجائیگا م ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ احسان مذکور قابض پر ہے کذا
فی الطحطاوی وامۃ بین شریکین کاتباہا فوطیہا احدہما فولدت فادعاہ الواطی ثم وطیہا الشریک الاخر فولدت فادعاہ الواطی الثانی
صحت دعوتہ لقیام ملکہ ظاہرا خلافا لہما ایک لونڈی مشترک ہے دو شریکونمین دونون نے اوسکو مکاتبہ کیا سو اوس سے قربت کی ایک شریک
نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے نے اوسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اوس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی سو دوسرے
قربت کرنیوالے نے دوسرے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا تو اوسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہرا اوسکی ملک ہنوز قائم ہے برخلاف مذہب صاحبین
م کہنا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد ہے بنظر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھہ واقع ہوئی تو
شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہوگا اور اوسپر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن شبہہ ملک کے سبب سے اوسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان
عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وحینئذ فہی فی الحقیقۃ ام ولد للاول لزوال المانع من الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی
ادای بدل کتابت سے بعد اسکے یعنی دونون وطی اور دونون دعوت کے بعد تو یون ٹھہرایا جائیگا کہ گویا کتابت کبھی نتھی اور اب تو مکاتبہ حقیقت مین
شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہوجانے اوس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی م یعنی زوال کتابت سے مکاتبہ شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگئی
اسواسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک کو قبول نہین کرتی پھر جب کتابت زائل ہوگئی تو مقتضی
تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدر ملتقطا وطہ سابق اور شریک اول کے وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے م یہہ جواب ہے اس سوال
مقدر کا کہ دونو شریکون کی ملک مکاتبہ مین ثابت ہے اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ شریک اول کی
فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف
عقرہا اور شریک اول اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دے م مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالص کی

قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا فی العطاوی عن الفتح وضمن شریکہ عقرھا کاملا لوطیہ امّ ولد الغیر حقیقۃً اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دیگا
اسواسطے کہ اوسنے حقیقت مین غیر کی ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وھو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا
اور وہ ولد اوسکا بیٹا ہے اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ مغرور کے ہے ہم اسواسطے کہ اوسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جانکر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے
ظاہر ہوا کہ اوسکی ملک اوسمین نہین رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب ہوتا ہے اوس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دیکر وایّ من الشریکین دفع العقر الی
المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصہا بمنافعہا فاذا عجزت ترد للمولی اور دونون شریکون مین سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل
از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا ادای بدل کتابت سے تو عقر مولے کو پھیر دے وان دبّر الثانی
ولم یطأ ھا والمسئلۃ بحالہا فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اوس سے وطی نکی اور یہہ مسئلہ بحال مسئلہ
سابقہ ہے یعنے دونو شریکون نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اوس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اوسکا دعوی کیا سو مکاتبہ
عاجز ہوگئی ادای بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اوسمین ملک باقی نرہی اور
حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرھا والولد للاول وھی امّ ولدہ اور شریک اول شریک ثانی
کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اوسکی ام ولد ہے وان کاتباھا فحررھا احدھما موسرًا فعجزت
ضمن المعتق لشریکہ نصف قیمتہا اور اگر دونون شریکون نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ عاجز
ہوگئی تو آزاد کرنیوالا اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت کا تاوان دیگا ورجع الضامن بہ علیہا لما تقرر ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع عندہ
لا عندھما اور تاوان دینے والا شریک اوسکو مکاتبہ سے بھر لیگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنیوالے
شریک سے تو اوسکو رجوع جائز ہے امام کے نزدیک صاحبین کے نزدیک **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین مثلا دبّرہ احدھما ثم حررہ الآخر
غنیا او عکسا اعتق المدبر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکہ فی الاولی دو مرد ونکا ایک غلام ہے ایک نے اوسکو مدبر کیا
پھر دوسرے نے اوسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والا ہے یا دونون نے اسکے بالعکس کیا یعنی اول اعتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنیوالا چاہے مدبر کو
آزاد کرے یا دونون صورتون مین غلام سے سعی کرا دے یا فقط پہلی صورت مین یعنی جبکہ آزاد کرنیوالا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت المولی

یہہ باب ہے مکاتب کی موت اور اوسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز
عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہ لم یعجزہ الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانہا مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہے کہ عاجز ہوگیا ادا
کرنے ایک قسط سے اگر اوسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اوسکو ملیگا چنانچہ اوسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اوسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اوسکو عاجز
نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطے کہ یہہ مدت ہے کہ اظہار عذرات کیواسطے مقرر کی گئی ہے ہم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہے اور مرتد کی مہلت دینے کی مدت اور مدعا علیہ
کی مہلت دینے کی مدت دفع دعوی کیواسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہراوے وفسخہا
بطلب مولاہ او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کر دیگا اوسکے مولے کی خواہش سے یا اوسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی
سے ہم فسخ کو تعجیز کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنیکے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی لہ الفسخ
بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولے کو فسخ کتابت کا اختیار ہے بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولے پر بصورت فساد کتابت فسخ واجب
ہے گناہ سے بچنے کیواسطے ویملک المکاتب فسخہا مطلقا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہے ہر طرح
کتابت جائزہ مین بھی اور فاسدہ مین بھی اگرچہ مولی راضی نہو وعاد رقہ بفسخہما اور اوسکی غلامی پھر آویگی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسی قبل
کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفا و رقبۃ وما فی یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اوسکے پاس ہوگا وہ مولے کا مملوک ہے اگرچہ خیرات ہو اور

موسے غنی ہو بقول صحیح کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات وله مال لم یفی بالبدل لم تنفسخ و تؤدی کتابته من ماله اور اگر مکاتب مرجائے اور اُسکا اتنا مال ہو جو بدل کتابت کیواسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہو گی اور بدل کتابت اوسکے مال سے ادا کیا جائیگا ہم بعد موت کے بقاء کتابت اور ادا بدل کتابت سے فائدہ یہہ ہے کہ ہنگام کتابت کے فرزند اوسکے آزاد ہوں اور اگر مال ادا ہے کتابت سے بچے تو وہ اوسکے وارث ہوں و حکم بعتقه فی آخر جزء من اجزاء حیاته اور حکم ہوگا اوسکی آزادیکا اوسکے اجزاء حیات میں سے اخیر جز میں ہم یہہ مذہب ہے جمہور کا اور بعضوں کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولاده المولودین فی کتابته لا قبلها چنانچہ حکم ہوگا اوسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اوسکی کتابت کے زمانے میں پیدا ہوتے نہ اونکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اِس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول اور فروع کو مکاتب نے حال کتابت میں خرید کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ اونکی آزادی کا بہی حکم ہوگا تو یون کہنا حق تہا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابته یعنی چنانچہ اُن شخصوں کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہو گئے اوسکی کتابت میں کذا فی الحلبی والباقی من ماله میراث لورثته اور جو مکاتب مذکور کے مال میں سے ادا بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اوسکے وارثوں کی میراث ہو ہم یعنے اگر قرابت والے ہوں مکاتب کے تو وہ اوسکے مال کی وارث ہونگے اور اگر اون میں سے کوئی نہو تو مال باقی موسے کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی ولو لم یترک مالا و ترک ولدا ولد فی کتابته ولا وفاء بقیت کتابته و سعی الابن فی کتابة ابیه علی نجومه المقسطة اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھہ مال نہ چھوڑ گیا اور ایک اوسنے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت میں پیدا ہوا اور ادائے کتابت کیواسطے کچھہ مال نہیں تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپکی کتابت میں کوشش کرے بموجب اوسکی اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیه قبل موته و بعتقه تبعا پہر جب اوسکا بیٹا بدل کتابت ادا کریگا تو اوسکے باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپکی تبعیت سے ولو ترک ولدا اشتراه فی کتابته ادی البدل حالا او رد الی حاله رقیقا و سویا بینهما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اوسنے اپنی کتابت کی حالت میں مول لیا تہا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کیحالت کیطرف پہیرا جائے یعنی جسطرح کہ غلام تہا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اوسکا باپ اور صاحبین نے دونو بیٹونکو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت میں پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونوں حکم میں برابر ہیں یعنے بموجب اقساط کے بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونگے واما الابوان فیردان للرق کما مات و قالا ان ادیا حالا عتقا والا لا اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہہ حال ہے کہ بمجرد موت مکاتب کے غلامی کیطرف پہیرے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونوں نے الحال بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے اور نہیں تو آزاد نہونگے ہم شرح مجمع اور شرنبلالیہ میں مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کی فروع کی مانند ہیں ادائے بدل کتابت میں بموجب اقساط معینہ کے تو نظر کرنا چاہیئے کہ شارح نے یہہ کلام کہاں سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنه فمات عن وفاء ورثه ابنه لموته حرا عن ابن حر کما مر مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پہر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادائے بدل کتابت کیواسطے کافی ہے تو اوسکا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اسواسطے کہ مکاتب آزاد ہوکر مرگیا اپنی آزاد بیٹے کو چھوڑ کر چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنے جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات میں مکاتب آزاد ٹھہریگا اور اوسکے ساتھہ اوسیوقت اوسکا بیٹا آزاد ہوگا تو وہ دونوں آزاد ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزیلعی وکذا ارثه لو کان هو ای المکاتب و ابنه الکبیر مکاتبین کتابة واحدة لصیرورتهما کشخص واحد ضرورة اتحاد العقد اور اسیطرح مکاتب کا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اوسکا بالغ بیٹا مکاتب ہوں ایک کتابت سے بسبب ہو جانے دونوں کے ایک شخص کی مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگانا خطاء صریح غرر کی مخالف ہے حیث قال او کوتب هو وابنه صغیرا او کبیرا ابرة کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا یون جواب ہو سکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ مبادا کوئی توہم کرے کہ بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت میں فان ترک المکاتب ولدا من حرة ای معتقة و ترک دینا یفی ببدلها فجنی الولد فقضی به بما جنی علی عاقلة امه ضرورة ان الاب لم یعتق بعد لم یکن ذلک القضاء تعجیزا لابیه لعدم المنافاة پہر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنے معتقہ سے اور مکاتب نے لوگوں پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پہر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اوسکی

[margin note, partly illegible]: م ... بسبب ... ضرورت

ماکے برادری پر دیت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اوسکا باپ ہنوز آزاد نہین ہوا عدم ادائے بدل کتابت سے تو یہہ قاضی کا حکم کرنا اوسکے باپ کو عاجز
ٹھہرانا نہین ہے بعلت عدم منافات یعنے حکم مذکور کتابت کے منافی نہین کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ھم حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے
ولد پر کسی شخص کا ولا نہین اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد مین برادری پر دیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا رجوع اور رجوع نہین
یعنے ماں کی برادری باپ کی موالی سے دیت کو رجوع نہین کرسکتی اسواسطیکہ جب اونہونے دیت دی تہی تو اونکے واسطے حق ولا ثابت تہا اور باپ کے
موالی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے بعد ثابت ہوگا قیّد بالدین لان فی العین لا یتأتی القضاء بالالحاق بالأم لامکان
الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا ترکہ عین ہوگا تو ماں کیطرف ولد کے الحاق کا حکم نہین حاصل ہوگا
بسبب ممکن ہونے ادای بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی له بالولاء لقوم أمه بعد خصومتهم مع قوم الاب فی ولائه فهو
القضاء بما ذکر تعجیز لانه فی فصل مجتهد فیه اور اگر قاضی نے اوسکی ماں کی قوم کیواسطے ولا کا حکم کیا اونکی خصومت کرنیکے بعد باپکی
قوم کے ساتھ اوسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ہے یعنی جبکہ بیٹا مرگیا مکاتب مذکور
کی موت کے بعد سو جہگڑا ہوا باپکی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اوسکی میراث مین سو قاضی نے ماں کی قوم کیواسطے ولا یعنے میراث کا حکم دیا تو یہ قضا
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطیکہ خصومت واقع ہوئی بقا اور عدم بقای کتابت مین اور میراث کسی قوم کیواسطے ثابت نہوگی بدون اسکے یعنی اگر کتابت
باقی ہوکر بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہریگا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نرہیگی تو میراث ماں کی قوم کے
واسطے ہوگی اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ مین اختلاف ہے بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مرجائے بدل کتابت چہوڑکر تو وہ غلام مرگیا نہ آزاد ہوکر
اور بعض اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب مذکور آزاد مرگیا پہر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کیواسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ مین قضا واقع
ہوئی اور مختلف فیہ مین قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہوجاتا ہے تو یہہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا وطاب لسیده وان لم
یکن مصرفا للصدقة ما ادّی الیه من الصدقات فعجز لتبدل الملك واصله حدیث بریرة هی لها صدقة ولنا هدیة ہدایۃ اور جو صدقات
کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا ادای بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولے کو حلال ہے اگرچہ مولے خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے
ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی حدیث ہے کہ صدقہ تیری واسطے تو صدقہ ہے اور ہماری واسطے ہدیہ ہے یعنے تبدل ملک تبدل عین کی مانند ہے تو
گویا وہ اور چیز ہوگئی اور اسکی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث مین اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کے واسطے صدقہ ہے اور ہماری واسطے
ہدیہ ہے یہہ اوسوقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تہی اور بریرہ اوسوقت مین مکاتبہ تہین کذا فی الزیلعی قاری ہدایۃ
نے کہا بلکہ وہ حرہ تہین کذا فی الطحطاوی کما فی وارث شخص فقیر مات عن صدقة اخذها وارثه الغنی چنانچہ اوس شخص فقیر کے
وارث مین جو مرگیا صدقہ چہوڑکر تو اوس صدقہ کو اوسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہرچند صدقہ مالدار پر حرام ہے لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول
مالک ہوا پہر اوسکے بعد اوسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق مین حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن
سبیل اخذها ثم وصل الی ماله وهی فی یده ای الزکوة اور چنانچہ اوس مسافر مین جسنے زکوة کا مال لیا پہر مسافر پہنچ گیا اپنی مال کے پاس
اور حالانکہ مال زکوة اوسکے قبضہ مین ہے تو وہ اوسکو حلال ہے اسواسطیکہ جب اوسنے لیا تہا تب وہ محتاج تہا وکفقیر استغنی وهی فی یده
فانها تطیب له اور اوس محتاج کی مانند جو زکوة لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوة اوسکے پاس ہے تو زکوة اوسکو حلال ہے ہم اسواسطے کہ
غنی پر ابتداءً اخذ زکوة حرام ہے کیونکہ اسمین ذلت ہے تو اسکو لینا جائز نہین بلا ضرورت اور یہان ضرورت پائی گئی پہر جب اوسنے محتاجی کی حالت
مین لیا تو بعد اسکے نہین مگر استدامت تو حلال ہوگا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونو مسئلونمین تبدل ملک حلت کی علت ہے اور پچہلے دو
مسئلون مین تبدل حال علت ہے بخلاف فقیر اباح لغنی او هاشمی عین زکوة اخذها لا یحل لان الملك لم یتبدل برخلاف اوس محتاج کے جسنے

ف

غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تہا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہین اسواسطے کہ ملک متبدل نہین ہوگئی ھ اسواسطے کہ اباحت مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہین ہو جاتی تو مباح لہ اوسکو تناول کرتا ہے مبیح کی ملک پر فان جنی عبدہ وکاتبہ سیدہ جاھلا بجنایتہ او جنی مکاتب فلم یقض بہ بما جنی فعجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پہر اگر غلام نے کسیکو قتل کیا اور اوسکے مالک نے اوسکو مکاتب کیا نادانستہ اوسکی جنایت سی یا مکاتب نے کسیکو قتل کیا سو اوسکی جنایت پر ہنوز کچہہ حکم نہوا پہر وہ بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو اگر مولے چاہے اولیاء مقتول کو غلام دیدے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہو جانے سے یعنی مانع دفع کتابت تہی سو عاجز ہونے سے زائل ہوگئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ مین اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اوسپر حالت کتابت مین پہر وہ عاجز ہوگیا ادای بدل کتابت سے تو بیچا جاویگا اوسمین اسواسطے کہ حق اسکی گردن سے اوسکی قیمت کیطرف منتقل ہوگیا قضا کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سی کذا فی الحلبی عن النہایۃ قید بالعجز لان جنایۃ المکاتب علیہ فی کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب کی قید اسلئے لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہین اوسکی کسب مین اور لازم ہوتا ہے اوسپر جو کمتر ہے قیمت مین سے اور دیت مین سے یعنی اگر قیمت کمتر ہے دیت سے تو قیمت کا دینا اوسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہے قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ ولو بعدہ فقیم اور اگر قبل از قضاء قاضی مکاتب سے چندبار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اوسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چندبار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتین اوسپر لازم ہونگی ھ یعنے اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پہر دوسرے کو پہر تیسرے کو قبل از قضاے قاضی تو ایک ہی قیمت اوسپر واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایکبار جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت مین اگر وہ کمتر ہو دیت سے پہر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی تو اوسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی وعلی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایتہ خطأ لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اوسپر قیمت لازم ہوگی اوسکے کسب مین بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر قاضی کا حکم اوسپر نہوا یہانتک کہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدر عن القاعدیہ ھ یعنے درحق مولے جنایت باطل ہے اور اوسکا مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونیکے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین کہ فی الحال مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر وامومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولے مرگیا تو کتابت فسخ نہین ہو جاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہین ہوتا اور جیسے دین کی مدت باطل نہین ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ویؤدی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جائیگا مال کتابت کا مولے کی موت کے بعد اوسکی وارثونکو اوسکی قسطوں کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اوسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اوسکے وصی کو دیا جاوے کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ بر خلاف موت مطلوب کے بسبب مٹجانے اوسکے ذمہ کے ھ یعنی اگر مدیون مرجاے تو مدت باطل ہوگی اسواسطےکہ اوسکا ذمہ خراب ہوگیا اور دین ترکہ کیطرف منتقل ہوا اور ترکہ عین ہے نہ دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ وہو صحیح ولو فی مرضہ لا یصح تاجیلہ الا من الثلث یہ یعنی ادای مال اقساط سابقہ کے بموجب اوسوقت ہی جبکہ مولے نے اوسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کیحالت مین اور اگر اوسنے بیماری مین مکاتب کیا ہو تو اوسکا مدت ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث متروکہ سے یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کرے اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حررہ ای کل الورثۃ فی مجلس واحد عتق مجانا استحسانا وجعل ابراء اقتضاء اور اگر وارثون نے یعنی تمام وارثون نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک مجلس مین تو وہ مفت آزاد ہو جاوے گا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابرا قرار دیا جاویگا بطریق اقتضا کے ھ قیاس یہہ ہے کہ مکاتب آزاد نہو وارثون کے آزاد کرنے سے اسواسطےکہ آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہین اسواسطے کہ مکاتب مملوک نہین ہوتا کسی سبب سے تو میراث سے بھی مملوک نہین ہوتا وجہ استحسان یہہ ہے کہ اعتاق ابرا قرار دیا جاے بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثون کا حق ہے اور میراث اوسمین جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت

کا معاف کر دینا ہو گیا بطریق اقتضا کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہو گیا اونکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہو گیا کذا فی الطحاوی فان حرّرہ بعضہم فی مجلس والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح لانہ لم یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس مین آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس مین آزاد کیا تو اوسکا عتق نافذ نہو گا بر مذہب صحیح اسواسطے کہ وارث اوسکا مالک نہین ولو عجز بعد موت المولی عاد رقیقہ اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادای بدل کتابت سے بعد موت مولے کے تو اوسکی غلامی پھر اوٹیگی یعنے جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہو جائیگا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا یحل لہ ان یطأہا حتی تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسیکی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اوسکو اوسنے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اوسکا مالک ہوا تو اوسکو اوسکا وطی کرنا حلال نہین یہان تک کہ وہ لونڈی سوا اوسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہو چکا اپنے مقام مین م یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو دو طلاق دیوے پھر اوسکو خرید کرے تو وہ حلال نہین تاوقتیکہ اوسکے سوا اور شوہر سے نکاح نکرے اور مکاتب کی مانند قن اور مدبر ام ولد کا بیٹا اور غلام ساعی ہے اسواسطے کہ عدد طلقات مین عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہو تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہو جاتی ہے خواہ اسکا شوہر غلام ہو خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کاتبا عبدا کتابۃ واحدۃ ای بعقد واحد وعجز المکاتب لا یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبے دو مالکون نے غلام کی ایک کتابت کی یعنے دونون نے غلام کو مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اوسکو عاجز نہ ٹھہراویگا تاوقتیکہ دونون مالک نملین اسواسطے کہ دونون ایک شخص کی مانند ہین برخلاف وارثون کے اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراویگا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبے وفیہ کاتب عبدیہ بمرۃ فعجز احدہما وردہ المولی فی الرق او القاضی ولم یعلم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود وجاء الآخر ثم عجز فلیس للآخر ردہ فی الرق اور مجتبے مین ہے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلامونکو مکاتب کیا ایکبار یعنے بعقد واحد پھر ایک عاجز ہو گیا سو مولے نے اوسکو پھر غلام کرلیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہین تو یہ غلام کرلینا درست نہو گا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہونیکے بعد پھر عبدیت کیطرف پھیر گیا ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہو گیا ادای بدل کتابت سے تو دوسرے کو اسکا پھیر دینا غلامی مین جائز نہین م عالمگیریہ مین محیط سے یون منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولے نے اوس سے ایک قسط یا دو قسط مین سعی کروائی پھر وہ عاجز ہوا سو مولی نے یا قاضی نے چاہا کہ اوسکو غلامی کیطرف پھیرین تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار مین تو مکاتب ہی کا مقبول ہے ہم حنفیون کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ فقولان سراجیہ اور محبوس ہو گا مکاتب اپنے مولے کے دین مین جو دین کہ مال کتابت مین مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوی دین کتابت مین دو قول ہین حبس اور عدم حبس مین کذا فی السراجیہ م سوای دین کتابت چنانچہ دین استہلاک یا وہ دین جو اوسنے اپنی مولے سے لیا تھا قبل از کتابت جبکہ وہ اذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اوسپر ثمن مبیع تھا قلت وفی حقائق المنظومۃ یحبس فی غیر جنس الحق یحبس سیدہ مکاتبہ والعبد فیہما مخیر مین کہتا ہون اور وہبانیہ کی کتاب العتاق مین یہہ ہے اور غیر جنس حق مین مکاتب اپنے مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت مین مختار ہے م اس بیت مین تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ اگر مولے مسلط ہوا مکاتب کے اوس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہے یعنی مثلا بدل کتابت دراہم ہین اور مولے نے مکاتب کا گہوڑا یا تہان چہین لیا تو مکاتب کو مولی سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولے کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہی بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہو اور مولی اوسکو لیکر بدل کتابت مین مجرا کرے تو مکاتب مطالبہ نہین کرسکتا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت مین غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولی راضی نہو کذا فی شرح الوہبانیہ ولاء اولاد لزوجان حررا للمولی ابیہم لیس للام معبرا اولاد زوجین معتقین کی میراث اونکے باپ کے مولی کی ہے ماں کے مولی کو اسمین دخل نہین م ہرچند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونونکو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث مین نسب کی مانند

لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کے **تُوُفِّیَ وَمَا وَفَّی فَأَمَّا الْمَيِّتُ عَنِ الْوَلَدِ بِوَلِيِّ التَّسْعِي وَيَحِيضُ** مکاتب مرگیا اور اوسنے بدل ادا نہیں کیا تو مکاتب کی اوس ام ولد کو جسکا بیٹا مرگیا بیچدالی بدل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کرے اور بدل کتابت کو حاضر کرے قسط بندی کے موافق ای **وان لم يكن معها ولد بيعت وان كان استسعت على نجومه صغيرا كان ولدها او كبيرا وعند هما تسعى** **مطلقًا** یعنے اگر ام ولد مکاتب کے ساتھہ ولد نہو تو ام ولد بیچی جائے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جائے مکاتب کی قسطون پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

كتاب الولاء

یہہ کتاب ولا کے احکام مین ہے کتاب الولاء کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولا زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی النہر **هو لغة النصر والمحبة مشتق من الولي وهو القرب** ولا لغت عرب مین معنے نصرت اور محبت کے ہے مشتق ہے ولی بفتح واو و سکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے ہے اور قرب ولاء مصطلح مین حاصل ہے اسواسطے کہ ولا کا حکم یعنے ارث قریب ہی حاصل ہوجاتی ہے بغیر جنبہ اسکی شرط پائی جائے **وشرعًا عبارة عن التناصر بولاء العتاقة او بولاء الموالاة** زیلعی اور شرع مین ولا عبارت ہے باہم مدد کار ہونے سے بسبب ولاء عتاقت یا بسبب ولاء موالات کے کذا فی الزیلعی ہم تناصر اعتاق سے حاصل ہوتا ہے ولہذا معتق کیطرف سے اوسکا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے کہا ولا شرعی عبارت اوس قرابت سے جو قرابت نسبی کے بعد ہے جس قرابت سے مولیٰ غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اوسکے نکاح کرنے اور اوسپر نماز پڑہنے کی ولایت اوسکو حاصل ہوتی ہے انتہے اور یہہ تعریف بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تناصر ولا کے آثار سے ہے اور اوسیکی طرف شارح کا آیندہ یہ قول **بل قرابة حكمية** راجع ہے کذا فی الطحطاوی **ومن آثاره الارث والعقل** و **ولاية الانكاح وبهذا علم ان الولاء ليس نفس الميراث بل قرابة حكمية تصلح سببا للارث** اور ولا کے آثار سے ہے ارث اور دیت اور نکاح کردینے کی ولایت ہونے کیواسطے اور مصنف کے اسکلام سے معلوم ہوگیا کہ ولا نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولا قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہم یہہ تعریف ہے صدر الشریعۃ کیطرف کہ اونہون نے ولا کی تفسیر میراث کی ہے قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم عزیز الوجود نہیں **وسببه العتق على ملكه لا الاعتاق لان بالاستيلاد وارث القريب يحصل العتق بلا اعتاق** اور ولا کا سبب آزاد ہوجانا ہے مولے کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولا کا اسلئے کہ استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہوجاتی ہے بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد ہوجاتی ہے مولی کی موت کے بعد بدون آزاد کرنیکے اور قرابت دار بوجہ میراث کے آزاد ہوجاتا ہے بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولا عتق علے ملک المولے ہے نہ اعتاق فقط **واما حديث الولاء لمن اعتق فجرى على الغالب** اور یہہ حدیث کہ ولا اوسکے واسطے ہے جو آزاد کرے سو جاری ہے غالب حال پر ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے اگر فقط اعتاق سبب ولا کا نہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور مین آزاد کرنیوالے کو مخصوص نہوتی شارح جواب دیا کہ یہہ خصوصیت بنا بر اکثریت کے ہے **من عتق اى حصل له عتق باعتاق ولو من وصيه او بفرع له ككتابة وتدبير واستيلاد او بملك قريب فولاؤه لسيده** جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اوسکو آزادی حاصل ہوئی مالک کے آزاد کردینے سے اگرچہ اعتاق مالک کی وصی سے صادر ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلاد سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اوس آزاد ہوجانے والیکی ولا اوسکی مالک کیواسطے ہے ہم اعتاق وصی کی صورت یہہ ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اوسکو آزاد کردیا تو اسکی ولا موصی کی ہے اسواسطے کہ وصی کا فعل موصی کیطرف منتقل ہے کذا فی الطحطاوی یہان اعتراض وارد ہے کہ تدبیر اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولے کی موت کے بعد آزاد ہوتے ہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ صورت اوسکی یہہ ہے کہ مولی مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا تو اوسکے مدبر اور ام ولد کے عتق کا حکم ہوگا پہر مولے مسلمان ہوکر آیا سو اوسکی ام ولد اور مدبر مرگئے تو اب دونون کی ولا مولی کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہہ ہے کہ یون کہئے کہ مراد یہہ ہے کہ عصبہ مولی کیواسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولا

موے کیواسطے ہو چکا ہے اسواسطے کہ ولا کا مستحق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اوسی سے تو صادر ہوا ہے پہر ولا مولی کیطرف سے اوسکے عصبہ کو پہونچتی ہے کذا فی الدرر ولو امراۃ او ذمیًا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو مالک میت کی وصیتین نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کی دیون اوس سے ادا کیجاوینگے ہم حق ولا موے کا ہی اگرچہ عتق کفارہ قتل اور کفارہ افطار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذر اور ایمان وغیرہ واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ للشرع فیبطل ولا حق موے کا ہے اگرچہ عدم ولا موے شرط ہو گیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی

ومن اعتق امتہ والحال انہ زوجہا قن الغیر فولدت لاقل من نصف حول منذ عتقت لا ینتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن موالی الام ابدًا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اوسکا شوہر غیر کا غلام ہے پہر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت مین جب سے کہ وہ آزاد ہوی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کیوقت اوسکا ولا منتقل نہوگا اوسکی مان کے موالی سے کبہی یعنی اگرچہ اوسکا باپ بعد اسکے آزاد بہی ہو ہم جب لونڈی آزادی کے بعد چہہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تہا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اوسکا حمل بہی آزاد ہو گیا اسواسطے کہ حمل اسکا جز تہا اور اعتاق واقع ہوا اوسکی تمام اجزا پر تو بچہ بہی قصدًا آزاد ہو گیا تو اوسکا ولا آزاد کرنیوالے سے منتقل نہوگا

کذا لو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر والاخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توامین اور اسیطرح موالی ام سے انتقال ولا نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو کمتر چہہ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چہہ مہینے سے اور حالانکہ ما بین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہے اسواسطے کہ دونون لڑکے توام بالضرور ہین ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کیوقت موجود تہا پہر جب دونون توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونون کا علوق ساتہہ ہی ثابت ہوا تو دونونکو اعتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولا معتق سے منتقل نہوگی فاذا ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فولاہ لموالی الام ایضًا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پہر جب لونڈی اپنی آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت مین جنی تو اوسکی بہی میراث موالی ام کیواسطے ہے اسواسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہے اوسکی غلام ہونے کے سبب سے فان عتق القن وہو الاب قبل موت الولد لا بعدہ جر ولاء ابنہ الی موالیہ لزوال المانع پہر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہو گیا قبل از موت ولد نہ بعد موت تو وہ اپنے ولد کی میراث اپنے مالکون کیطرف کہینچ لاویگا بسبب دور ہوجانے مانع کے ہم یعنی جب چہہ مہینے سے زیادہ مدت مین لڑکا پیدا ہوا تو مان کے مالکون کا اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ مین جو مان کیطرف لڑکا منسوب ہوا تہا تو باپ کی طرف بسبب اوسکی غلامی کے نسبت نہوسکتی تہی پہر جب اوسکا باپ آزاد ہو گیا تو اوسکی طرف نسبت ممکن ہوئی بزوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی مان کی نسبت سے مقدم ہی کیونکہ ولا نسب کی مانند ہی اور نسب باپ کیطرف ہوتا ہی نہ ماکی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد کے موالی کیطرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ والدہ کے موالی مستحق ولا ہو چکے تہے اوسکی مرنے کیوقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرًا ہذا اذا لم تکن معتدۃ بہ یعنی تقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتدا اعتاق سے اوسوقت ہی جبکہ لونڈی عدت مین نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لا ینتقل لموالی الاب سو اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پہر جنی نصف سال سے اکثر مدت مین آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت مین فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکون کیطرف نہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ او لم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ لا یکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ العربی فولدت منہ فولاء ولدہا لموالیہا اوس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہی عقد موالات کا یا اوسکا ویسا مولی نہو نکاح کیا اوسنے معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو سو معتقہ اوس عجمی سے جنی تو معتقہ کی ولد کی میراث اوسکی مولی کی ہی عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب مین نہین ہوتی اونکی انساب کے قوی ہونے سے ہم عجمی کے مولای موالات ہونیکی یہہ صورت ہی کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تہا پہر وہ مسلمان ہوا اسواوسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پہر اوسنے ایکمرد سے عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو لعجمی یعنی صواب یہہ تہا کہ شارح یون کہتا کہ

اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطے کہ جب میراث عجمی مولے کیواسطے ثابت ہوئی تو عربی مولے کیواسطے بطریق اولے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبرت فیہ الکفاءۃ
لا فی العجم و ولاء الموالاۃ تو مولا معتقہ کیواسطے اسواسطے میراث ولاکی ثابت ہوئی کہ ولاء عتاقت قوی چیز ہے یہانتک کہ اوسمین کفائت یعنی ہمسری معتبر ہی
نہ عجم اور ولاء موالات مین ھم یعنی لوگ تفاخر کرتے ہین عتاقت سی اور اوسکو کفارت مین اعتبار کرتے ہین تو وضیع کا معتق کفو نہین ہے شریف کے معتقہ کا
اور عجم کے حق مین نسب ضعیف ہی اسواسطیکہ عجمیون نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے ولہذا الکفارت اونمین معتبر نہین نسب کی راہ سی بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام
مراتب دنیاوی سے تہا اور بعد اسلام کے دینداری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہین معتبر ہین حق نسب
اور خونبہا دینے مین اسواسطے کہ عرب باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہی تو ولاء موالات کی کچہہ حاجت باقی نرہی کذا فی الطحطاوی والمعتِقُ مقدَّمٌ علی الرّدِّ اور
آزاد کرنیوالا مولے مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہون اور متروکہ باقی رہی اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پہر
اونکو دیا جاتا ہے اور اگر آزاد کرنیوالا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہوگی آزاد کرنے والا اوسکو لیگا ومقدَّمٌ علی ذوی الارحامِ اور آزاد کرنے والا
مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی نانا نانی وغیرہ رشتہ داروں پر مؤخَّرٌ عن العصبۃِ النسبیّۃِ لانہ عصبۃٌ سببیّۃٌ آزاد کرنیوالا موخر ہی عتیق کے عصبات نسبی سے
اسواسطے کہ آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہی اور نسبی مقدم ہی عصبہ سببی پر فانْ ماتَ المولیٰ ثم المعتَقُ ولا وارثَ لہ نسبیٌّ فمیراثُہ لاقرب عصبۃِ المولی
الذکور یعنی تعصیبٌ بنفسہٖ بایدہ سو اگر مولے مرے پہر اوسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہو تو میراث اوسکی مولے کی عصبات ذکور
مین سے اوس عصبہ کو ملیگی جو مولے سی زیادہ تر قریب ہو اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے اوسکے باب مین یعنی کتاب الفرائض مین میراث مذکور کی تفصیل
بہ تحقیق مذکور ہوگی ولیسَ للنساءِ من الولاءِ الّا ما أعتقنَ کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتون کیواسطے ولاء عتیق مین کچہہ حق نہین مگر جس غلام
یا لونڈی کو عورتین خود آزاد کرین تو اونکی ولا پاوینگی چنانچہ اوس حدیث مین یہہ مصرح ہی جو درر وغیرہا مین مذکور ہی ھم لفظ حدیث یہہ ہی کہ لَیسَ للنساءِ
مِنَ الولاءِ الّا ما أعتقنَ او اعتقَ من اعتقنَ او کاتبنَ او کاتبَ مَن کاتبنَ او دبّرنَ او دبّرَ مَن دبّرنَ او جرّ ولاءَ معتقِہنّ او معتقُ معتقِہنّ قال العینی وغیرہ انہ حدیثٌ
منکرٌ لا اصلَ لہ وسیجیءُ الجوابُ فی الفرائض علامہ عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچہہ اوسکی اصل صحیح نہین اور اسکا جواب کتاب الفرائض مین
آویگا ھم جواب یہہ ہی کہ اگرچہ یہہ حدیث شاذ ہی لیکن صحابہ کبار کے کلام سے موکد ہی تو بمنزلہ حدیث مشہور کی ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت
عورتونکو میراث ندیتے تھے مگر اونکو جنکو اونہون نے مکاتب کیا یا آزاد کیا ثم فرَّعَ علی الاصلِ المذکورِ بقولہ فلو ماتَ المعتَقُ ولم یترک الّا ابنۃَ معتِقہٖ فلا
لہا ای لابنۃِ المعتِقِ ویوضع مالُہ فی بیتِ المالِ پہر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر یہہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مرگیا اور اوسنے کوئی وارث
نچہوڑا اسوا اپنے آزاد کرنیوالے کے بیٹی کے تو اوسکی واسطے غلام آزاد کی کچہہ میراث نہین اسلئے کہ وہ حق مرد کا ہے اور اوسکا مال بیت المال مین رکہا جاویگا ھذا ظاہر الروایۃ
وذکر الزیلعی معزیًا للنہایۃ ان بنتَ المعتِقِ ترثُ فی زماننا لفسادِ بیتِ المالِ وکذا ما فضلَ عن فرضِ احدِ الزوجینِ یُردُّ علیہ وکذا المالُ یکونُ للابنِ
والبنتِ رضاعًا کذا فی فرائض الاشباہ واقرَّہ المصنفُ وغیرُہ یہی قول عدم میراث کا ظاہر الروایہ مین ہی اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرکے
کہا ہی کہ آزاد کرنیوالے کی بیٹی ہمارے زمانے مین وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کہ مال کو اہل استحقاق
کو نہین دیتے اپنی شہوات مین صرف کرتے ہین اور اسیطرح جو مال کہ فاضل باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سی وہ اوسیکو پہیر دیا جاوے اور اسیطرح فرزند رضاعی
یا دختر رضاعی کیواسطے مال ہوگا اور بیت المال مین ندیا جاوے کذا فی فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکہا ہی رد نہین کیا واذا
ملکَ الذمیُّ عبدًا ولو مسلمًا واعتقہ فولاؤہ لہ لانَّ الولاءَ کالنسبِ فیتوارثونَ بہ عندَ عدمِ الحاجبِ کالمسلمین فلو مسلمًا لا یرثُہ ولا یعقلُ عنہ
وبہذا اتضحَ فسادُ القولِ بانَّ الولاءَ ھو المیراثُ حتی لا انتضاح اور جبکہ کافر ذمی غلام کا مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہو اور وہ اوسکو آزاد کرے تو اوس
غلام آزاد کی ولا ذمی کیواسطے ہے اسواسطیکہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہی میراث کا تو اہل ذمہ ولا کی جہت سی باہم وارث ہوتے ہین مسلمانونکی مانند
جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اوسکو آزاد کرے تو ذمی اوسکی میراث نپاویگا اور نہ اوسکی طرف سی دیت دیگا اور اس

تو اسپر بھی یعنی ذمی ہونے کو ولا حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح سے واضح ہوگیا کہ ولا تو وہی میراث ہے ہم یعنی جب
ذمی کو ولا عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اوسکی حاصل نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ولا اور میراث متحد الحقیقۃ نہیں اور سابق مذکور ہوچکا کہ میراث ولا کا
حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی ہونے اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہوگا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنے اتحاد ملت وارث و مورث
اور اگر ذمی مسلمان ہوجاوے اور عتیق مسلم اوسکے بعد مرے تو اوسکو میراث اوسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب عبداً حربیاً لایعتق
[illegible] ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافاً للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب
[illegible] مجرد اعتاق بلا تخلیہ کے وہ آزاد نہوگا مگر یہہ کہ حربی غلام مذکور کو تخلی بالطبع کردے پہر جب اوسکو مطلق العنان کردے یعنی اپنے قبضہ و
[illegible] اوسوقت مین آزاد ہوجائیگا اور اوسکی ولا اوسکو نملیگی تو اگر حربی اور اوسکا عتیق دونون مسلمان ہوکر دار الاسلام مین آوینگے تو حربی
اوسکا وارث نہوگا بخلاف مذہب ابو یوسف کہ اونکے نزدیک میراث پاویگا وکان لہ ان یوالی من شاء لانہ لا ولاء لاحد علیہ اور حربی کے غلام آزاد
کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے اسواسطے کہ کسیکی ولا اوسپر نہیں ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکر سکے ولو دخل مسلم فی دار الحرب
فاشتری عبداً ثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب مین گیا سو اوسنے وہان غلام خرید کیا پہر اوسکو زبانی بلا تخلیہ آزاد کیا
یعنے دار الحرب مین تو وہ آزاد ہوجاویگا ہم کہتے ہیں روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب مین آزاد کرے تو اوسکو
اوسکی ولا حاصل نہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولا اور شرنبلالی مین
نفی ولا مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہوچکا ہے کہ ولا اور میراث متحد الحقیقۃ نہیں واللہ اعلم ولو کان العبد مسلماً فاعتقہ مسلم او ذمی
فی دار الاسلام فولاءہ لہ ای لمعتقہ اور اگر غلام مسلمان ہو سو اوسکو مسلمان یا حربی دار الاسلام مین آزاد کرے تو اوسکی ولا اوسکو ملیگی یعنے
اوسکے آزاد کرنے والے کو **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی ادعیا ولاء میت وبرھن کل انہ اعتقہ یقضی بالولاء والمیراث لہما دو شخصون نے
میت کی ولا کا دعوی کیا اور ہر شخص اسکے گواہ لایا کہ اوسی نے اوسکو آزاد کیا ہے تو دونون مدعیون کیواسطے ولا اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح
المولی لیستحق الولاء اولاً حتی تنفذ منہ وصایاہ وتقضی منہ دیونہ مولی آزاد کرنیوالا مستحق ولا ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولے
کی وصیتین نافذ ہونگی اور اوسکے دیون اوس سے ادا کئے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء
العتاقۃ فمعتق التاجر کفو لمعتق العطار دون الدباغ ہمسری زوجین ولاء عتاقت مین معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد
لونڈی سے نہ دباغت کرنیوالے کا غلام آزاد ہم تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کی عتیق سے نکاح کرے تو اوسکے مولے کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ
ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی اذا کانت حرۃ الاصل بمعنی عدم الرق فی اصلہا فلا ولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرۃ اصلی ہو یا یعنی کہ جسکی
اصل مین کوئی لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اوسکے فرزند پر ولا نہیں ہے اگرچہ اوسکا باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت مین لڑکا مان کا تابع ہوتا
ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی ہم حر اصلی فقہا کے نزدیک دو معنون مین مستعمل ہے ایک یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسیکی ملک جاری ہوئی ہو بلکہ وہ
پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کیوقت سے یا اوس شخص سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل مین رقیق ہو اور دوسرا یہہ کہ جسکی
اصل مین اصلا رقیق نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذلک فلو عربیاً لا ولاء علیہ مطلقاً اور باپ جبکہ اسیطرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے
تو اوسکی ولد پر ولا نہیں مطلقاً یعنی نہ باپ کی قوم کیواسطے ولا ہے نہ مان کی قوم کیواسطے ولو عجمیاً لا ولاء علیہ لقوم الاب وترثہ معتق الام و
عصبتہ خلافاً للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اوسپر ولا نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا مان کا آزاد کرنیوالا اور اوسکا عصبہ برخلاف
مذہب ابو یوسف ہم ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولا مین چنانچہ شخص عربی مین تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپکی طرف سے ہے اگرچہ
نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہہ ہے کہ ولا ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کیواسطے نصرت نہیں عجمی باپ کیطرف سے اسواسطے کہ عرب

سکے سوا عجم مین تنا صر قبائل سے نہین ہے درر مین ہے الحاصل اگر والدین حر اصلی ہون یعنی مذکور تو ولد پر ولا نہین اور اگر دونو معتق ہون یا اونکی اصل مین معتق ہو تو ولا باپ کی قوم کیواسطے ہے اور اگر مان معتقہ ہو اور باپ حر اصلی یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولا نہین اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کیواسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام مین ہم موالاۃ لغت مین بمعنے متابعت ہی اور شرع مین چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح مین تصریح کی ہی کہ موالاۃ یہہ ہے کہ مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہین اور نہ کوئی مددگار سو مجکو تو اپنی طرف بلالے اور اپنی قوم کیطرف تا مین تیری جماعت مین گنا جاؤن سو تو میری مدد کیجیو اور میرے اوپر سے نوائب اور مصائب دور کیجیو اور اگر مین مرجاؤن تو تو میرے مال کا وارث ہی تو دونون شخصون مین عقد موالاۃ منعقد ہوگی یعنے بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہی قابل انتقال نہین جمیع احوال مین بخلاف ولاء موالاۃ کہ وہ نقل پذیر ہی قبل ازاداء دیت اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہی بخلاف ولاء موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اسکا کچھہ اعتبار نہین والدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی ید آخر ووالاہ او والی غیرہ الشرط کونہ عجمیا لا مسلما علی ان یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھہ پر اور اوسکا تابع ہوا یا اوسکے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ متبوع اوسکا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور شخص متبوع اوسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہہ عقد موالاۃ صحیح ہی شارح نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہی نہ مسلمان ہونا بنابر بیان گذشتہ اور آگے پھر مذکور ہوگا ہم اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہی شرط نہین عاقل بالغ ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہے نفع اور ضرر مین اسواسطے کہ اسمین ایجاب میراث اور التزام دیت ہی تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح ہوگا مگر باذن اور عجمی کے قید اسواسطے لگائی کہ تناصر عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھہ حاجت نہین کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اور دیت اسفل کی اعلے پر ہی اور میراث اسفل کی اعلی کیواسطے ہی وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسیطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونو جانبون سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلے میراث اوسکی لے اور اگر اعلے مرے تو اسفل اوسکی میراث لے ہم توارث من الجانبین اسیطرح اکثر کتابون مین بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیا سے نقل کیا ہے کہ یہہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ تابع متبوع نہین ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اوسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہی بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک کیطرف سے عقد موالاۃ کا ہم غلام وکیل ٹھہرا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہین ہے بلکہ اہل کیجانب سے وکیل ہی وآخرہ ارثہ عن ذی الرحم لضعفہ اور مولی موالاۃ کی ارث نانہالی رشتہ دار سے موخر ہے اوسکے ضعف کے سبب سے ہم اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہی تو اونکے غیر پر وہ لازم نہوگی اور نانہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اوسکی ابطال کے مالک نہین ولہ النقل عنہ بمحضرہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ او عن ولدہ وان عقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل لتاکیدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلی سے اوسکے سامنے اوسکے غیر کیطرف جائز ہے اگر عاقد اعلے نے اوسکی طرف سے یا اوسکے ولد کی طرف سے دیت ندی ہو اور اگر دیت دی ہو اوسکی طرف سے یا اوسکے ولد کیطرف سے تو ولاء موالاۃ منتقل نہوگی اسواسطے کہ مولے نے اوسکو موکد اور مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے ولا یوالی معتق احدا لانہ لازم کولاء النسبۃ اور عقد موالاۃ منعقد نکرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب لازم ہونے ولاء عتاقت کے امرأۃ والت ثم ولدت مجھول النسب تبعہا المولود فیما عقدت اکیعورت نے موالاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا (جسکا باپ معلوم نہین) جنی تو وہ لڑکا اپنی مان کا تابع

فصل فی ولاء الموالاۃ

عقد مذکور مین وکذا لو اَقرّت بعقدِ الموالاۃ او اَنشأتہ والولدُ معَہا لانہ نفعٌ محضٌ فی حقّ صغیرٍ لم یُدرَ لہ ابٌ اور اسیطرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اوسکی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اوسکے ساتھ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا عقد مین اسواسطے کہ وہ نفع محض ہے اوس صغیر کے حق مین جسکا باپ معلوم نہین وَعقدُ الموالاۃِ شرطُہ ان یکونَ حُرًّا مجھولَ النسبِ بان لاینتسبَ الی غیرِہٖ امّا نسبۃ غیرِہٖ الیہ فغیرُ مانعۃٍ عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہہ ہے کہ عاقد اسفل آزاد و مجہول النسب ہو یعنے اپنے سوا اور شخص کیطرف منسوب نہو اور غیر شخص کا نسب ہونا اسکی طرف مجہولیت نسب کا مانع نہین کذا فی العنایۃ ھم اور دوسرا قول عالمگیری مین محیط سے یہہ منقول ہو کہ مجہول النسب ہونا شرط نہین کذا فی الطحطاوی وَالثانی ان لایکونَ عربیًّا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہہ ہے کہ مولای اسفل عربی نہو وَالثالث اَن لایکونَ لہٗ وَلاءُ عتاقۃٍ ولا موالاۃٍ مع اَحدٍ وقد عُقِلَ عنہ اور تیسری شرط یہہ ہے کہ اوسکی واسطے ولاء عتاقت نہو اور نہ ولاء موالات کسی شخص کے ساتھہ اور حالانکہ وہ شخص اوسکی طرف سے دیت دیچکا ہو وَالرابع ان لایکونَ عقلَ عنہ بیتُ المالِ اور چوتھی شرط یہہ ہو کہ اوسکی طرفسے بیت المال سے دیت نہ گئی ہو ھم تو اگر اوسکی دیت بیت المال سے دیگئی ہو تو اوسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہی شرح طحطاوی مین ہو کہ لقیط آزاد ہی اور جنایت اوسکی بیت المال پر ہے اور اوسکی میراث بھی بیت المال یعنے اہل اسلام کیواسطے ہے پھر جب وہ جوان ہو تو اوسکو اختیار ہے جس سے چاہی موالاۃ کرے مگر جبکہ اوسکی طرفسے دیت دیگئی ہو بیت المال سے تو اوسکو کسیکے ساتھہ موالاۃ کرنا درست نہین کذا فی الطحطاوی وَالخامس ان یَشترطَ العقلُ والارثُ اور پانچوین شرط یہہ ہو کہ دیت اور میراث مشروط ہو وامّا الاسلام فلیس بشرطٍ فتجوزُ موالاۃُ المسلمِ الذمیَّ وعکسہ والذمیِّ الذمیَّ وان اَسلمَ الاسفلُ لانّ الموالاۃَ کالوصیۃِ کما بسطہ فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہین تو جائز ہے موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کو مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولای اسفل اسلام قبول کری اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کی مانند ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہی بدائع مین ھم یعنی جسطرح وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کیواسطے ویسے ہی موالاۃ بھی صحیح ہے لیکن دونون فرق یہہ ہی کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہے موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالاۃ کا مولی وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھہ کذا فی الحلبی وفی الوھبانیۃ ؎

ومُعتِقُ عبدٍ عن اَبیہ وَلاؤُہٗ ＊ لہٗ وابوہٗ بالمشیّۃِ یُؤجَرُ ＊ اور وہبانیہ مین ہے اور غلام آزاد کرنے والیکو اپنے باپ کیطرفسے میراث غلام کے آزاد کرنیوالیکے واسطے ہے اور اوسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہے یعنی اَعتقَ عبدًا عن اَبیہ المیتِ فالولاءُ لہٗ والاجرُ للابِ ان شاءَ اللہُ تعالٰی مِن غیرِ اَن یُنقصَ من اَجرِ الابنِ یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنی میت باپ کیطرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنیوالیکے واسطے اور ثواب باپ کیواسطے ہے اگر اللہ تعالی چاہے بلانقصان ثواب فرزند ھم یعنے ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھہ باپ کو ملیگا اور کچھہ فرزند کو بلکہ دونونکو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذٰلکَ فضلُ اللہِ یُؤتیہِ مَن یّشاءُ واللہُ ذو الفضلِ العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہہ مسئلہ ثابت ہی خبر احاد سے اور اوس سے یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقاتُ والدعواتُ لِاَبوَیہ وکلِّ مؤمنٍ یکونُ الاجرُ لھم من غیرِ ان یُنقصَ من اَجرِ الابنِ مضمرات اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کیواسطے اور ہر ایماندار کیواسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہی بدون اسبات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھہ ثواب کم ہوجای کذا فی المضمرات ھم علامہ عبد البر نے کہا کہ بنای مسئلہ اسپر ہے کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پونہچتا ہی اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کئے ہین اور پچھلی تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کے ہی جسکا نام کواکب نیرات ہی خلاصہ تالیفات مذکورہ یہہ ہی کہ جمہور علما کا مذہب یہہ ہی کہ اموات کو ثواب پہنچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم ＊

کتاب الاکراہ

یہہ کتاب ہی اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ھو لغۃً حملُ الانسانِ علی شیءٍ یکرھہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہی انسان کو برانگیختہ کرنے سے اوس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کروانا جبرا جسکو برا لگتا ہی

وشرعًا فعلٌ یوجد من المکرِہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعًا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی
زبردستی کرنیوالیکی ایسی فعل خواہ دہمکانے کو کہتے ہین جو طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کرے کہ جس فعل کو اول شخص اوس سے چاہے اوسکو
ناچاری کرنا پڑے ہم فعل واشامل ہی فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہی قول کو بہی چنانچہ زبانی دہمکی فعل حکمی کی یہہ صورت مذکور ہی قہستانی مین کہ
ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اوسکو کسی چیز سے تہدید نکی مگر مامور جانتا ہی دلالت حال سے کہ اگر اوسکو قتل نکریگا تو آمر اوسکو مار
ڈالیگا یا اوسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہہ بہی اکراہ ہی اور محل سے مراد مکرَہ بالفتح ہے یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سی مراد خوف ہے کذا
فی الطحطاوی اور درّ عزر مین ہے کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کروانا بواسطہ اوس تہدید کے جو رضا غیر کو نیست و نابود کر دی نہ اوسکی اختیار کو لیکن
تہدید گاہی اختیار کو فاسد کر دیتی ہی اور گاہی نہین الحاصل عدم رضا معتبر ہی اکراہ کی سب صور تونمین اور اصل اختیار ثابت ہی سب صور تونمین لیکن
بعضی صورت مین اختیار فاسد ہوجاتا ہی اور بعضی صورت مین فاسد نہین ہوتا انتہے اور تحقیق اوسکی شرح وقایہ مین یون مذکور ہی کہ رضا کے مقابلہ
مین کراہت ہی اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہے حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہی تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت ہے مع
وصف السلامۃ اسواسطی کہ اختیار فاسد ہوجاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر مین جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو امتناع اوس سے
جمیع حیوانات کی طبیعت مین پیدایشی ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ قوۃ ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہی اونچے مکان سے گرنے اور آگ
مین گہسنے سے درصورت گمان تلف تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن ظاہر کا اختیار ہی جبر سے قریب ہی اسیطرح تلف جان یا عضو کی
وقت اختیار امتناع ہی لیکن یہ اختیار فاسد ہی اسواسطی کہ انسان اوسپر مخلوق ہی اس راہ سی کہ طبیعت اوسپر مجبول ہے باوجود اوسکی اہلیت خطاب شرع
باقی ہی اکراہ ملجی اور غیر ملجی مین بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے **وھو نوعان تامٌّ وھو الملجی بتلف النفس او عضو او ضرب مبرّح والا فناقص و
ھو غیر الملجی** اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہے یعنی جو مامور کو مضطر کر دی جان یا عضو کے تلف ہوجانے سے
یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملجی ہے ہم ضرب شدید سی مراد وہ ضرب ہے جو موجب ہو تلف نفس یا عضو
کی چنانچہ بدائع مین ہی ولہذا اتقانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید متوالی سے جس سے تلف ہونیکا خوف ہو اور
غیر ملجی چنانچہ ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیان پانون مین ڈالنے اور ضرب یسیر سی کذا فی الطحطاوی **وشرطہ اربعۃ امور قدرۃ المکرِہ علی ایقاع
ما ھدّد بہ سلطانا او لصًّا او نحوہ** اور اکراہ کی شرطین چار چیزین ہین ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنیوالے کا اوس چیز کے واقع کرنے پر جس
سے اوسنے تہدید اور تخویف کی ہے خواہ مکرِہ بادشاہ ہو یا چور ڈاکو یا مانند اوسکی اور شخص جابر ہم مانند اوسکی زوج ہی اپنی زوجہ کے حق مین اور جیسے
غیر مکلف مسلط سی اور مجنون مسلط سی اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سی دوسرے کو قتل کروائی تلف نفس کی تخویف سی تو قاتل پر قصاص نہین اور
نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سی محروم نہوگا اگر اوسکا وارث ہوا اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی **والثانی خوف المکرَہ
بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما ھدّد بہ فی الحال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجأً** اور دوسری شرط خوف ہی مکرَہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی
وہ باین ظن غالب سی ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کر دینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سی وہ مضطرب اور مضطر ٹہر جاوی ہم اور اگر ظن غالب ہوا کہ
نہ واقع کرنیگا یا اکراہ کرنیوالا وہان سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہوگا **والثالث کون الشئ المکرہ بہ متلفًا نفسًا او عضوًا او موجبًا غمًّا یعدم
الرضی** اور تیسری شرط یہہ ہی کہ جس چیز کے سبب سی اکراہ ہوا وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنیوالی ہو یا موجب ہو ایسی غم اور اندوہ کی جو رضامندی
کو نیست اور نابود کر دی ہم شرح وقایہ مین ہی کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہہ کہ رضامندی کو تلف کر دی اور یہہ اکراہ حبس یا ضرب سی ہوتا ہی اور اکراہ
ثانی مفسد اختیار ہی وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سی ہوتا ہی تو فوت رضامندی فساد اختیار سی عام ہی تو حبس یا ضرب مین رضا فوت ہی لیکن اختیار
صحیح باقی ہی اور قتل مین رضامندی نہین لیکن اوسکو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہی انتہے اور موجب غم گاہی حبس ہوتا ہی اور گاہی ضرب

اور اکراه مین مقدار حبس یهه ہی کہ جس سے غم صریح حاصل اور ضرب کی مقدار یهه ہی جس سے درد شدید پیدا ہو اور اسمین ایسی کوئی حد نہین جس سے
کمی اور زیادتی نہو سکے اسواسطے کہ نصب مقادیر رائی سے ممتنع ہی بلکہ یهه حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہی کذا فی الطحطاوی
عن الزیلعی وهذا ادنی مراتبه وهو یختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغمون بکلام خشن والاراذل ربما لا یغمون الا بالضرب
المبرح ابن کمال اور یهه یعنے موجب غم کمتر مرتبہ ہے اکراه کا اور وه مختلف باختلاف اشخاص ہی اسواسطے کہ اشراف تو غمگین ہو جاتے
ہین سخت بات سے اور کمینے اکثر آزرده نہین ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکره ابن کمال والرابع کون المکره ممتنعا عما اکره علیه
قبله اما لحقه کبیع ماله او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراه کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکره
بالفتح کا قبل از اکراه اوس فعل سے جسکے واسطے اوسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اوسپر اکراه نہوتا تو وه فعل ہرگز نکرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نکرتا جیسے اپنا مال بیچنا یا دوسرے
شخص کے حق کے سبب سے جیسے غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نکرتا جیسے شراب خواری اور زناکاری هم اپنے مال کے بیع مین اکراه غیر
ملجی ہے اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری مین اکراه ملجی ہے فلو اکره بقتل او ضرب شدید متلف او حبس او قید مطلقا او ضرب الا علی المذاکیر
والعینین بزازیه تو اگر ایک شخص پر اکراه ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑی کی ضرب کہ وه تلف کرنیوالی نہین مگر آلات تناسل
اور آنکھ پر البته متلف ہی کذا فی البزازیه هم زیلعی سے مذکور ہوچکا کہ ضرب شدید حاکم کی رای پر مفوض ہی اور سلی کچھ تسمین نہین اور تصرفات مذکوره
مین کی اکراه غیر ملجی سے ہوتے ہین اور ضرب متلف تو اکراه ملجی مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید مین متلف کی قید لگانے
کی کچھ حاجت نه تھی او حبس او قید مدید بخلاف حبس یوم او قید او ضرب غیر شدید الا لذی جاه درر یا اکراه ہوا حبس دراز یا قید
طویل سے برخلاف حبس یکروزه یا قید یکروزه یا ضرب خفیف کے کہ وه اکراه نہین ہی مگر عزت دار کے حق مین البته اکراه ہی کذا فی الدرر هم قید
سے مراد بیڑیان پانونمین ڈالنا ہے نہ حبس جیسا کہ مشہور ہی عوام مین حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص
پر تهدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراه ہوا یہانتک کہ اوسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسیکے حق کا اقرار کیا یا اجاره کیا تو وه
شخص عقود مذکوره کو فسخ کروا دے بعد زوال اکراه هم عقود مذکوره سے مراد وه عقود ہین جو قابل فسخ ہین جیسے بیع اور شرا اور اجاره اور صلح اور
ابرار مدیون اور کفیل اور ہبه کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدهما اور حق فسخ کا باطل نہین ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے هم یعنے
مکره بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ مین اور مکره بالکسر کا وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اوسکے ترکه سے رجوع ہوگا
ولا بموت المشتری ولا بالزیادة المنفصلة اور نه حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور نه زیادت منفصله سے هم زیادت منفصله جیسے
بچہ اور پھل تو زیادت متصله سے بطریق اولی فسخ باطل نہوگا وتضمن بالتعدی اور زیادت منفصله کا تاوان لازم ہوگا مشتری پر اوسکی تعدی کرنے سے
ویفسخ وان تداولته الایدی اور آگے آویگا کہ مبیع پھیر لیا جائیگا اگرچه دست بدست چند بار اوسکی بیع ہوگئی ہو او امضی لان الاکراه
الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضی والرضی شرط لصحة هذه العقود وکذا لصحة الاقرار فلذا صار له حق الفسخ والامضاء [illegible] یا جاری رکہے تو عقود مذکوره کو
جاری اور ثابت رکہے اسواسطے کہ اکراه ملجی اور غیر ملجی رضامندی کو نیست اور نابود کر دیتے ہین اور حالانکه رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط ہی اور اسیطرح
اقرار صحیح ہونے کیواسطے رضامندی شرط ہی تو اسیواسطے اوسکا حق ہوگیا فسخ کر ڈالنے اور جاری رکہنے مین ثم ان تلک العقود نافذة عندنا پھر دریافت
کرنا چاہیے کہ یهه عقود مذکوره نافذ ہین هم حنفیون کے نزدیک هم مراد یهه ہی کہ مکره بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچه فاسد ہین مگر قابل نفاذ و مفید ملک
ہین مالک کے ثابت رکہنے سے نافذ سے لازم مراد نہین کیونکه مکره فسخ اور امضا مین مختار ہے اور قهستانی کا یهه قول کہ عقود مکره باطل نہین منافی فساد
عقود نہین اور صاحب ایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکوره نافذ ہین مطلب یهه ہے کہ مفید ملک ہین [illegible] اور اگر [illegible] تاویل نه [illegible] کیونکہ
ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکوره صحیح ہو جاوین [illegible] مذکور ہے کہ تصرفات قولیه مکره کی منعقد ہو جاتی ہین بیع فاسد کی مانند اور

فتاوی عالمگیری کی یہی عبارت فساد عقود مذکورہ سے منبیہ ہو ہان یہہ البتہ ہی کہ اور عقود فاسدہ سے یہہ عقود مخالف ہین چند احکام مین کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف وحینئذٍ یملکہ المشتری اِن قبض فیصح اعتاقہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ ہمنے عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اوسپر قبضہ کرے تو مشتری کو غلام مبیع کا ازاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کی مانند ہرایک وہ تصرف ہی جسکا نقض ممکن نہین ہم چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرًا زاہدی لا تلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اوسکی جو اعتاق کیوقت ہوگی لازم ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے وَاِن قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعًا قید للمذکورین نفذ یعنی لزم لما مرّ ان عقود المکرہ نافذۃ عندنا لکن المعلق علی الرضی والاجازۃ لزومہ لا نفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پہر جسپر اکراہ ہوا اگر ثمن اوسکا خوشی سے لے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی یعنی لازم اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود ہمارے نزدیک نافذ ہین اور اوسکی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہی نہ اوسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال نے ایضاح مین اسکو تحقیق کے ساتھہ بیان کیا ہی ہم بعد قبض اور تسلیم بیع لازم ہوگی یعنی فاسد منقلب بصحیح ہوکر لازم ہو جاویگی اسطرح کہ اب اوسکو فسخ کا اختیار باقی نرہیگا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے مذکور کیا اوسکی تاویل بہی مذکور ہوچکی اور ابن کمال نے شرح طحطاوی سے نقل کیا ہی کہ عقود مذکورہ نافذ ہین مگر اوسکو اختیار ہی فسخ کرڈالنے کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہرا نفاذ سے مراد افادہ ملک ہی نہ یہہ کہ عقود صحیح ہین اسواسطے کہ خود ابن کمال نے تصریح کی ہی کہ تمامی بیع کی اوسکی منقلب ہوجانے سے صحیح ہوکر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہی تو اوسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کردینا پلٹ کر بیع کو صحیح کردیتا ہی اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہی اور بحر الرائق مین کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہی اور منار اور اوسکی شرح مین مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہی یعنی فاسد منعقد ہوتی ہی عدم رضا کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قلتُ والضابط انّ ما لا یصحّ مع الهزل ینعقد فاسدًا فله ابطالہ مین کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو عقد کہ صحیح نہین ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہی تو مالک کو اوسکا باطل کردینا جائز ہے وما یصحّ یصحّ فیضمن الحامل کما سیجیٔ اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بہی صحیح ہیگا تو تاوان لے مالک حامل یعنے اکراہ کرنیوالے سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وَاِن قبض الثمن مکرہًا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہوگی وردّہ ولم یضمن اِن هلک الثمن لانہ امانۃ وردّہ اِن بقی فی یدہ لفسادہ اور ثمن کو پہیر دیگا اگر اوسکے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہوگیا اور تاوان نہ دیگا اگر ثمن تلف ہوگیا ہو اسواسطے کہ وہ امانت ہی کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تہا کہ اوسنے مشتری کی اجازت سے لیا تہا لا علی سبیل التملک تو تاوان اسپر لازم نہوگا لکنہ یخالف البیع الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہی بیع فاسد کے چار صور تو نمین تجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہہ ہی کہ بیع مکرہ جائز ہوجاتی ہی اجازت قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہین ہوتی والثانی انہ ینقض تصرف المشتری منہ وان تداولتہ الایدی اور دوسری صورت یہہ ہی کہ مشتری کا تصرف اوس سے توڑا جاتا ہی اگرچہ دست بدست چندبار اوسکی بیع ہوگئی ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے اسواسطے کہ اور بیوع فاسدہ مین حق شرع کی جہت سے فساد ہی اور بیع مکرہ مین حق العبد کی جہت سے فساد اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہی کیونکہ عبد حاجتمند ہی اور حق تعالی غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہہ ہی کہ بیع مکرہ مین وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کی وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ اونمین وقت قبض کے قیمت معتبر ہی نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن والمثمن امانۃ فی ید المکرہ ان اخذہ باذن المشتری فلا ضمان بلا تعدّ بخلافہما فی الفاسد بزازیہ اور چوتھی صورت یہہ ہی کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہی مکرہ بالفتح کے ہاتہہ مین بسبب لینے مکرہ کے مشتری کے اذن سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون

تعدی سکے تاوان نہین برخلاف ان دونوں کے یعنی اولین بیع فاسد مین کہ امانت نہین ہی کذا فی البزازیہ هم ثمن اور مبیع اوسوقت امانت ہی جبکہ بائع پر ثمن لینے
کا اکراہ ہوا ہو اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان اکراہ وان لم یتوعدہ بادشاہ کا امر اکراہ ہی اگرچہ اوسنے قتل یا حبس کی وعید اوسکو نہ دی
ہو هم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بادشاہ نے ایکمردسی کہا کہ یہہ شراب پی یا یہہ مردار کہا یا اس سؤر کا گوشت کہا اور نہین تو مین تجکو قتل
کردونگا تو اوسکو کہانا جائز ہے بلکہ فرض ہے جبکہ اوسکو گمان غالب ہو کہ اگر نکہاوُنگا تو مقتول ہونگا پہر اگر اوسنے نکہایا اور قتل ہوا تو گنہگار
ہوگا ظاہر الروایۃ مین اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اپنے خون مین ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت کی اباحت سی جاہل ہوگا
اور نکہانے سی مقتول ہوگا تو امید ہی کہ ماخوذ نہوگا اور اگر مباح ہونیکا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اوسکو یہہ ظن غالب ہو کہ بادشاہ اوسکو نکہانے
سے قتل نکریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہے تو اوسکو کہانا درست نہین اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ اپنا ہاتھہ کاٹ ڈالے تو
اوسکو ہاتھہ کاٹنا جائز ہے اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہین تو تجکو قتل کردونگا تو اوسکو اپنا قتل کرنا جائز
نہین انتہی مختصرا اور ملتقی اور اوسکی شرح مین ہے اور اکراہ بتہدید قتل ہوا اسپر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ مین گہسجائے یا اور مہلک چیز پر تو اوسکو
اختیار ہے امام کے نزدیک چاہی اقدام کرے چاہی صبر کری اور صاحبین نے کہا کہ اوسپر صبر لازم ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وامر غیرہ لا ان
لم یعلم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی
وبہ یفتی اور بادشاہ کے سوا اور کسیکا امر اکراہ نہین بشرطیکہ مامور دلالت حال سے یہہ نجانتا ہو کہ اگر اوسکا کہا نکریگا تو وہ اوسکو قتل کریگا یا
اوسکا ہاتھہ کاٹ ڈالیگا یا اوسکو اسطرح ماریگا جس سی اوسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوے ہے
وفی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق منہ الاکراہ اور بزازیہ مین ہے کہ شوہر بادشاہ ہی اپنی زوجہ کا تو اوس سی اکراہ ثابت هی
هم تہدید زوج اوس صورتمین اکراہ ہے جبکہ وہ قادر ہو اوسکے کرنے پر اور یہہ دو روایتونمین سی ایک روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی
اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام باندہنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنیکا سو اوسنے
انکار کیا یہانتک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالے کے نزدیک کذا فی الاشباہ هم پہر اگر محرم شکار ماریگا تو قیاس مین اوسپر کچہہ
نہین اور استحسان مین قاتل پر کفارہ ہی نہ اوسکے آمر پر اور اگر آمر اور مامور دونون محرم ہون تو دونونپر کفارہ ہی کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ
البائع علی البیع لا المشتری وہلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری پر اور
مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھہ مین تو مشتری اوسکی قیمت کا بائع کو تاوان دیگا بسبب قبض کرنے مشتری کے بیع کو عقد فاسد سی هم تاوان
قیمت کا مشتری پر لازم ہی اگرچہ بائع ثمن اوسکا لیچکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہہ ہے کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری
سے بہرلے اور اگر مشتری پر بہی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اوسکے پاس تلف ہوجاے بدون تعدی کے تو تاوان اوسپر نہین کیونکہ وہ اسصورت مین
اوسکے پاس امانت ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن الصنعی والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی
بائع کو اختیار هی کہ جس سے چاہی تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سی اور مشتری سی فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ
پہر اگر مالک تاوان لے اکراہ کرنے والے سے تو وہ مشتری سی قیمت اوسکی بہرلے یعنی اسواسطے کہ وہ اداے ضمان سی اوسکا مالک ہوگیا
وان ضمن المشتری نفذ ای یجاز کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ لو ضمن المشتری الثانی مثلا لصیرورتہ ملکہ فیصح بعدہ لا ما قبلہ
اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سی مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہوجائیگی ہر خرید کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہوگی وہ
خرید جو تاوان سی پہلے واقع ہوئی اگر مثلا مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اوسکی بعد
کی خرید بہی جائز ہوگی نہ قبل کی هم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسری مسئلہ کے ضمن مین بیان کردیا پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ

مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنیوالے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول یا مشتری ثانی نے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک نے مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو سب عقد جو اسکے بعد ہوئے ہیں جائز ہو جاوینگی محیط وغیرہ کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ تاوان ایسی مین مفروض ہے اور پہلا مسئلہ مشتری واحد مین مفروض ہے فَيَرْجِعُ الْمُشْتَرِي الضَّامِنُ بِالثَّمَنِ عَلَى بَائِعِهِ تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے پھیرے بِخِلَافِ مَا إِذَا أَجَازَ الْمَالِكُ أَحَدَ الْبِيَاعَاتِ حَيْثُ يَجُوزُ الْجَمِيعُ كُلُّهَا وَيَأْخُذُ الثَّمَنَ مِنَ الْمُشْتَرِي الْأَوَّلِ لِزَوَالِ الْمَانِعِ بِالْإِجَازَةِ برخلاف سابق یہہ صورت ہے جبکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ مین سے جائز رکہے اگرچہ عقد اخیر مین اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاوین گی اور مالک مشتری اول سے ثمن لیگا وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تہی مالک کی سو اوسکی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى أَكْلِ مَيْتَةٍ أَوْ دَمٍ أَوْ لَحْمِ خِنْزِيرٍ أَوْ شُرْبِ خَمْرٍ بِإِكْرَاهٍ غَيْرِ مُلْجِئٍ بِحَبْسٍ أَوْ ضَرْبٍ أَوْ قَيْدٍ لَمْ يَحِلَّ إِذْ لَا ضَرُورَةَ فِي إِكْرَاهٍ غَيْرِ مُلْجِئٍ پہر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کے گوشت کہانے پر یا شراب کے پینے پر بواسطے اکراہ غیر ملجی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کہانا حلال نہین اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہین اکراہ غیر ملجی مین یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہین چنانچہ مخمصہ مین اور جب جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف نہوا تو ضرورت ثابت نہوئی کذا فی النہر نَعَمْ لَا يُحَدُّ الشَّارِبُ لِلشُّبْهَةِ ہان یہہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پیئے تو اوسپر حد نہ ماری جائیگی شبہہ اباحت کی سبب سے وَإِنْ أُكْرِهَ بِمُلْجِئٍ بِقَتْلٍ أَوْ قَطْعِ عُضْوٍ أَوْ ضَرْبٍ مُبَرِّحٍ ابن كمال حَلَّ الْفِعْلُ بَلْ فُرِضَ اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید متلف کے کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہین اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہے ہم مسائل اکراہ کی تین قسم ہین ایک قسم یہہ ہے جسمین اقدام عزیمت ہے یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اوسکا کرنا افضل ہے اور اگر نکریگا یہانتک کہ قتل ہوگا تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکی ہے دوسری قسم مین عزیمت امتناع ہے اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجرار کلمۂ کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور جو کہ کفر ہے اور استخفاف دین کا سبب ہے تیسری قسم مین امتناع عزیمت ہے اور اقدام مین رخصت نہین کسی حال مین اور وہ قتل نفس معصوم محترم ہے یا اوسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی فَإِنْ صَبَرَ فَقُتِلَ أَثِمَ إِلَّا إِذَا أَرَادَ بِهِ مُغَايَظَةَ الْكُفَّارِ فَلَا بَأْسَ بِهِ پہر اگر محرمات مذکورہ کی کہانے مین صبر کیا یہانتک کہ قتل ہو گیا تو گنہگار ہوگا مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کہجانیکا ارادہ کرے تو کچہہ مضائقہ نہین ہم وجہ عصیان یہہ ہے کہ تناول محرمات اس حالت مین مباح ہے اور جان یا عضو نکہانے سے تلف کروانا حرام ہے کذا فی الزیلعی وَكَذَا لَوْ لَمْ يَعْلَمِ الْإِبَاحَةَ بِالْإِكْرَاهِ لَا يَأْثَمُ لِخَفَائِهِ فَيُعْذَرُ بِالْجَهْلِ كَالْجَهْلِ بِالْخِطَابِ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ أَوْ فِي دَارِ الْحَرْبِ اور اسیطرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نجانتا ہو تو گنہگار نہوگا بسبب مخفی ہونے اباحت کے تو معذور ہوگا نادانستگی جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتدای اسلام مین یا دار الحرب مین عذر ہے ہم اباحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور اوسمین اختلاف بہی علما کا اور صابر کے گمان امتناع معصیت احتراز ہے تو معذور ٹہہرا کذا فی الزیلعی ابتدار اسلام مین مراد یہہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز احکام شرعی کے سیکہنے کی فرصت نہین پائی یا دار الحرب مین مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المخمصۃ کما قدمناہ فی الحجر جیسے شدت گرسنگی مین محرمات مذکورہ کے نکہانے اور مرجانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحجر مین بیان کیا ہے وَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى الْكُفْرِ بِاللَّهِ أَوْ سَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مجمع وقدوری بِقَطْعٍ أَوْ قَتْلٍ رُخِّصَ لَهُ أَنْ يُظْهِرَ مَا أُمِرَ بِهِ عَلَى لِسَانِهِ وَيُوَرِّيَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اوسکو جائز ہے کہ زبان سے

ظاہر کرے جسکا اوسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے درانحالیکہ اوسکا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہی بلا تغیر عقیدہ ۵ ہم توریہ
عبارت ہی اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے ثم اِن وَرّٰی لا یکفر و بانت امرأتہ قضاءً لا دیانۃً پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار
کفر مین تو کافر نہوگا اور اوسکی عورت کا نکاح ٹوٹ جائیگا ظاہر حکم مین نہ عند اللہ ہم توریہ کی صورت یہہ کہ کفر باللہ مین خبر کاذب کا قصد کرے
اور انشاء کفر کا قصد نکرے کذا فی المحیط ہامہ چنانچہ اوسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اوسنے کہا کہ دشنام کیوقت مین نے مرد نصرانی
کا ارادہ کیا تہا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قضاءً اسواسطے کافر ٹھہرا کہ کلمۂ کفر اوسکی زبان پر گذرا اور دیانۃً اسواسطے کافر
نہوا کہ کفر کا اوسنے ارادہ نہین کیا و اِن خطر ببالہ التوریۃ ولم یورّ کفر و بانت امرأتہ دیانۃً و قضاءً نوازل وجلالیہ اور اگر اوسکے دلمین توریہ
مخطور ہوا اور اوسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اوسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر طرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل و الجلالیہ
ہم اسواسطے کہ جب دلمین توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ راضی ٹھہرا کفر سے باقی رہی
تیسری صورت وہ یہہ ہی کہ مکرہ کہے کہ میری دلمین توریہ مخطور نہوا ولیکن مین نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اوسکی
عورت جدا نہوگی استحسان مین اسواسطے کہ جب اوسکے دلمین سواء اوسکی کچھہ مخطور نہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت مین اظہار کفر کی رخصت ہی اور اس
بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اوس حالت مین لازم ہے جبکہ اوسکے دلمین توریہ مخطور ہوجائے کذا فی الطحطاوی و یوجر لو صبر لترکہ الاجراء المحرم
اور ثواب پاویگا اگر صبر کریگا بسبب ترک کرنے اجراء محرم کے ہم عمار یاسر اور خبیب رضی اللہ عنہما اسمین مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا
اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیئے گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر ومثلہ سائر حقوقہ
تعالی کافساد صوم و صلوۃ وقتل صید حرم او فی احرام وکلما ثبت فرضیتہ بالکتاب بالاختیار اور اکراہ علی الکفر کی مانند
ہین رخصت اور صبر مین باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم اور صلوۃ کا فاسد کر دینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام مین شکار کرنا اور
جس چیز کی فرضیت قران مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار ہم زیلعی مین ہے اور اسیطرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہی تو اکراہ کامل یعنی اکراہ
ملجی کے نزدیک اوسکے کرنے مین رخصت ہی اور وہ چنانچہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلوۃ اور جنایت احرام ہم اسواسطے کہ کفر کی حرمت
محتمل سقوط نہین تو اوسمین اصلا اباحت متصور نہین اور سواء کفر کے اگرچہ عقلا محتمل ہے لیکن موجود نہین تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے
ساتھ تو اکراہ ملجی سے اوسکی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقا اور غیر ملجی سے چنانچہ ضرب اور حبس سے رخصت ثابت نہوگی ولم یرخص الاجراء
بغیرھما بغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجی ابن کمال اذ التکلم بکلمۃ الکفر لا یحل ابدا اور اجراء کلمہ کفر مرخص نہین بغیر قطع اور قتل کے
یعنے بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمۂ کفر کا بولنا کبھی حلال نہین ہم غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ اکراہ
ملجی قتل اور قطع مین منحصر نہین بلکہ جو چیز نہایت مضطر کردے وہ بہی قتل اور قطع کے حکم مین ہے چنانچہ آنکہہ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور عدم
حلت اجراء کلمہ کفر قول سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہوسکتی ہے تو اوسیکے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی ورخص لہ اتلاف
مال مسلم او ذمی باختیار بقتل او قطع ویوجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دیگئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کر ڈالنے مین
تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور اوسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کریگا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکرہ بالکسر لان المکرہ بالفتح
کالالۃ اور صاحب مال اکراہ کرنیوالے سے تاوان لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کی مانند ہے ہم افعال دو قسم ہین ایک
فعل وہ ہے جسمین مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکہتا کہ اوس فعل مین مکرہ بالکسر کا آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہان اکراہ کرنیوالے کیطرف فعل منقول
ہوگا گویا اوسنے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اوسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہی جسمین وہ آلہ نہین ہوسکتا تو وہان فعل اکراہ کرنیوالے
کیطرف منقول نہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہین کہا سکتا اور نہ دوسرے کے آلہ سے وطی کرسکتا ہے

اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑ کے مال پر گرا دیوے اور مال تلف ہو جائے کذا فی الطحطاوی لا یرخص قتلہ او سبّہ او قطع عضوہ وما لا یستباح بحال اختیار اور رخصت نہین اکراہ سے مسلمان کے قتل کی یا اوسکو گالی دینے یا اوسکے ہاتھ کاٹنے کی اور اوس فعل کی جو کسی حالت مین مباح نہین کذا فی الاختیار ہم لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گلا داب کر مار ڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی مین گرا کر ڈبونا اور زنا کرنا کذا فی الطحطاوی ویقاد فی القتل العمد المکرِہ ما لکسر لو مکلفًا علی ما فی المبسوط خلافًا لما فی النہایۃ فقط لان القاتل کالآلۃ اور قتل عمد مین فقط مکرہ بالکسر یعنے اکراہ کرنیوالے سے قصاص لیا جاویگا اگر وہ عاقل اور بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اوس قول کے جو نہایہ مین ہے فقط مکرہ بالکسر اسواسطے قصاص ہے کہ مکرہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کی مانند ہے ہم منح الغفار مین ہے کہ عنایہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ قصاص آمر پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضای اوسکی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کیواسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اوس فعل مین جسمین وہ آلہ ہو سکتا ہے یعنی اتلاف مین نہ گناہ مین اور یہہ اسواسطے ہے کہ ہتھیار وہ ہے جو بمقتضای اپنی طبیعت کے عمل کرے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اوسکی طبیعت ہے جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع مین اور چنانچہ آگ کہ اوسکی طبیعت جلا دینا ہے اور چنانچہ پانی کہ اوسکی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنیوالے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسیطرح یہان یعنے اکراہ ملجی مین آمر پر قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی واوجبہ الشافعی علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور دونو پر قصاص واجب کہا ہے ونفاہ ابو یوسف عنہما للشبہۃ اور ابو یوسف نے دونون سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہہ کے یعنی بسبب شبہہ عدم وجوب ہم اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اسواسطے کہ فعل اوسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً وحسًّا وحکمًا یعنی در حق گناہ تو اوسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضیاعہا اور اگر زنا پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کیواسطے رخصت نہین ہے اسواسطے کہ اسمین جان کا قتل کرنا ہے اوسکے ضائع ہو جانے سے ہم اسواسطے کہ ولد الزنا حکمًا ہالک ہے اسواسطے کہ اوسکا کوئی پالنیوالا نہین تو زنا کسی صورت سے مباح نہین مانند قتل کی کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحسانًا لیکن مامور پر حد نہین از روے استحسان کے بل یلزمہ المہر ولو طائعۃ لانہما لا یسقطان جمیعًا شرح وہبانیۃ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونون کے دونون ساقط نہین ہو جاتے کذا فی شرح الوہبانیۃ ہم یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہین ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہین ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب المرأۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب مین رخصت ہے اوسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب لڑکا اوسکی زنا سے منقطع نہین ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اوسکی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر لا بغیرہ لکنہ یسقط الحد فی زناہا لا زناہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبہۃ لہ نہین رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کی زنا مین حد ساقط ہے نہ مرد کی زنا مین اسواسطے کہ جب اکراہ ملجی رخصت نہوا مرد کیواسطے تو غیر ملجی اوسکے واسطے شبہہ نہوا سقوط حد کا برخلاف عورت کے

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہر تعلیلہم ان حکم اللواطۃ کحکم المرأۃ لعدم الولد فترخص بالملجی الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لانہا لم تبح بطریق ما ولکونہ قبحہا عقلیًا ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قال المصنف فیہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کی حکم کی مانند ہو بسبب نہونے ولد کے لواطت مین تو لواطت مرخص ہو اکراہ ملجی سے مگر یہہ کہ زنا اور لواطت مین فرق کیجیے اسطرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہین اور اسوجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہے اور اسیواسطے اغلام بہشت مین نہوگا بر مذہب صحیح یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم منح کی کتاب الاکراہ مین ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر

اکراہ ہو تو اوسکی رخصت نہین اگرچہ وہ قتل ہوا انتہی تو اس روایت مین اغلام اکراہ ملجی سے ممنوع ہوا باوجودیکہ اہلاک ولد کا موجود نہین اور نہ مفسد فراش ہے اور ظاہر اطلاق نص فاعل اور مفعول دونونکو شامل ہے کذا فی الطحاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قول سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنی قرابت دار کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال ھ لیکن جوہرہ کی یہ روایت اسکے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ آزاد ہو گا اور اکراہ کرنیوالے پر تاوان لازم نہو گا ہو اسطے کہ اوسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمی ان لم یطأ اور جسپر اکراہ ہوا وہ اکراہ کرنیوالے سے غلام کی قیمت بسبب اور نصف مہر بسبب اکراہ کرنے والے سے اگر اوسنے مطلقہ کی وطی نکی ہو ھ یعنے عتق غلام مین قیمت لے مکرہ بالکسر سے اور نصف مہر سے لے بشرط عدم وطی اور اگر مہر سے نہو تو وہ لے جو اسپر متعہ لازم ہوا کذا فی الدرر ونذرہ ویمینہ وظہارہ ورجعتہ وایلاؤہ وفیئہ فیہ ای فی الایلاء بقول او فعل اور صحیح ہے اکراہ سے نذر مکرہ کی اور قسم اوسکی اور ظہار اور رجعت اوسکی اور ایلاء اوسکا اور رجوع کرنا اوسکا ایلاء مین قول سے یا فعل سے کذا فی الدر المنتقی اور زیلعی اور درر مین فقط قول مذکور ہے نہ فعل واسلامہ ولو ذمیا کما ھو اطلاق کثیر من المشائخ وما فی الخانیۃ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحتہ مطلقا فلیحفظ اور صحیح ہے اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی ہو اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسیطرح کہا ہے اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ مین تفصیل ہے کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہے نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہے اور استحسان صحت اسلام ہے مطلقا خواہ حربی ہو یا ذمی اوسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ کہ عمل استحسان پر ہوتا ہے نہ قیاس پر سوای چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ اونمین سے نہین ہے تو اعتماد استحسان ہی پر ہوا کذا فی الطحطاوی ولا یقتل لو رجع للشبھۃ کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہے بدون اوسکی قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے قتل نہین بسبب شبہہ چنانچہ باب المرتد مین گذر گیا ھ شبہہ یہ ہے کہ شاید اوسنے دل سے اسلام قبول نکیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوکیلہ بطلاق وعتاق وما فی الاشباہ من خلافہ فقیاس والاستحسان وقوع اور صحیح ہے وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ مین اسکے خلاف مذکور ہے سو قیاس ہے اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہے وکیل کی تعلیق اور اعتاق سے ھ اشباہ مین ہے کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہین ہوتا وجہ قیاس یہ ہے کہ وکالت باطل ہو جاتی ہے ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اوسکی وجہ استحسان یہ ہے کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہین بلکہ اوسکے فساد کا موجب ہے تو اسیطرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہے اور شروط فاسدہ کا اثر وکالت مین نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی والاصل عندنا ان کل ما یصح مع الھزل یصح مع الاکراہ لان ما یصح مع الھزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیہ الاکراہ وعدھا ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ ثمانیۃ عشر وعددناھا فی باب الطلاق نظما عشرین اور قاعدہ وکلیہ عقود مذکورہ کی صحت مین یہہ ہے کہ جو عقد صحیح ہے ہزل کے ساتھہ وہ اکراہ کے ساتھہ بھی صحیح ہے اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھہ صحیح ہے اسمین فسخ کا احتمال نہین اور جسمین فسخ کا احتمال نہین اوسمین اکراہ اثر نہین کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھہ صحیح ہین اونکو فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ مین اٹھارہ شمار کیا ہے اور باب الطلاق مین ہمنے اونکو نظم مین بیس گنا ہے ھ غیر محتمل الفسخ مین اکراہ اثر نہین کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہین ہوتا ہو اسطے کہ اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہے اور فوت ہونا رضامندی کا مؤثر ہے عدم لزوم عقد مین اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کر دیتا ہے فسخ عقد پر تو اکراہ اوسکو قدرت دیتا ہے فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد مین کہ فسخ کا احتمال نہین اسمین اکراہ عمل نہین کرتا کذا فی المنح لا یصح مع الاکراہ ابراؤہ مدیونہ او ابراؤہ کفیلہ بنفس او مال لان البراءۃ لا تصح مع الھزل صحیح نہین اکراہ کے ساتھہ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مال الضامن اسواسطے کہ برارت صحیح نہین ہزل یعنے بیہودگی کے ساتھہ تو اکراہ کے بھی ساتھہ صحیح نہو گی وکذا لو اکرہ الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعۃ فسکت لا یبطل شفعتہ اور اسیطرح اگر شفیع پر اکراہ ہو

طلب شفعہ نہو ساکت رہی سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اوسکا باطل نہوگا و لا یرتد بلسانہ و قلبہ مطمئن بالایمان فلاتبین زوجتہ لانہ لایکفر بالقول له استحسانا قلت وقد مناعن النوازل خلافہ فلعلہ قیاس فتامله اور نہ اوسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہے اکراہ سے اور حالانکہ اوسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہی تو اوسکی زوجہ چہوٹ نجاویگی سو اسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہین ہوجاتا اور عدم ارتداد قلبی مین ہکا قول معتبر ہے استحسان کی دلیل سے مین کہتا ہون اور اس سے پہلے ہمنے خلاف ہکے نقل کیا ہی نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہے نہ استحسان سو اسکو تامل کرو ہم نوازل اور جلالیہ مین شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ درصورت توریہ زوجہ قضاء چہوٹ جاویگی نہ دیانۃ اور اگر توریہ کا قصد کیا باوجود اسکے دل مین منظور ہونے کے تو دونو طرح سے چہوٹیگی اکرہ القاضی رجلا لیقر بسرقۃ او بقتل رجل بعمد او لیقر بقطع ید رجل بعمد فاقر بذلک فقطعت یدہ او قتل ملی ماذکر ان کان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متہما بالسرقۃ معروفا بھا او بالقتل لایقتص من القاضی استحسانا للشبہۃ خانیۃ قاضی نے زبردستی کی ایک دوپرتا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمدا کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اوسنے اسکا اقرار کیا تو اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنیوالا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائے اور اگر مقر چورا نے کے ساتھ متہم ہو اور چوری اور خونریزی مین مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل سے بسبب شبہہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیہ ہم شبہہ یہ ہے کہ شاید اوسنے کیا ہو جسکا اوسنے اقرار کیا ہو قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشراب او تبیع کرمک فہو اکراہ ان کان شرابا لایحل کالخمر والا فلا قنیۃ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس مشروب کو پیلے یا اپنا انگور کا باغ بیچ کر تو وہ اکراہ ہی اگر مشروب یعنے پینے کی چیز شریعت مین حلال نہو جیسا کہ شراب اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہین کذا فی القنیہ صاحب قنیہ نے کہا اور اسیطرحکا حکم ہے زنا اور باقی محرمات کا ہم درصورت اکراہ جو اوسنے بیچا تو اوسین وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرۃ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباع صح لعدم تعیینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اوسکے مال بیچنے کی تعیین نہین کی سو اوسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کو دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہی یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اوسکو عدم تعیین کے سبب سے ہم یعنے بادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہین کہا کہ فلانی چیز بیچ کردے تو وہ بیع مین طائع اور راضی ٹہرا ہو اسطے کہ ادای مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہوسکتا ہی کذا فی العالمگیریۃ والحیلۃ ان یقول من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ خیار فسخ کا یہ ہی کہ ظالم سے کہے کہ مین کہان سے دون میرے پاس تو مال نہین پہر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچ کردے تو اب وہ مکرہ ٹہر گیا اسکی بیع مین کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب جب عورت کو اوسکے شوہر نے مارنے پر دہمکایا یہانتک کہ اوسنے اپنا مہر معاف کردیا تو بخشنا صحیح نہین اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ہم ظاہرا طلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونونکو شامل ہی لیکن قاضی خان کے فتاوے مین ضرب متلف کی قید ہی اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہی وان ہددہا بطلاق او تزوج علیہا او تسر فلیس باکراہ خانیۃ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہین کذا فی الخانیہ ہم اسواسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہہ افعال شرع شریف مین درست ہین اور افعال شرعیہ اکراہ نہین ہوسکتے وفی مجمع الفتاوی منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبت بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت ویؤخذ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادت الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا استوفت منہ میراث امہا فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہۃ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومۃ تحفۃ الاقران فی بحث الہبۃ اور مجمع الفتاوے مین ہی کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اوسکے والدین کیطرف جانے سے مگر یہہ کہ وہ اوسکو اپنا مہر بخشدے سو اوسنے کچھ

مہر بخشدیا تو ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ اوس عورت کی مانند ہے جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتار حادث کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پہر جب اوسنے اپنے شوہر کے گہر جانیکا ارادہ کیا تو باپ نے اسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہد ونکو اپنے اس اقرار پر گواہ کردے کہ اوسنے اپنی ماں کی میراث باپ سے پوری بہر لی ہے سو اوسنے اسکا اقرار کیا تو یہہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اوس عورت کی مانند ہے جسپر اکراہ ہوا اور اسیکا فتوی دیا ہے ابو سعود مفتی روم نے یہہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہے ہبہ کی بحث مین ہم ظاہرا مرض سے وہ مرض مراد ہے جسمین والدین کیطرف جانے کی حاجت ہو اور خفیف مرض مین منع عن الخروج شرعًا جائز ہے اور ہبہ کل مہر بمنزلہ بعض مہر کے ہے اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کی مانند ہے اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کی مانند ہے اور اسیطرح بکارت قید نہین کذا فی الطحطاوی والمکرہ باخذ المال لا یضمن ما اخذہ اذا نوی الآخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال چہین لینے کا تو اوسپر تاوان نہین جو اوسنے لیا بشرطیکہ چہیننے والے نے لینے کیوقت یہہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پہیر دیگا اوسکے مالک کو اور اگر یہہ نیت نہین کی تو تاوان اوسپر لازم ہوگا م یعنی پہیر دینے کی نیت سے اوسنے مال لیا پہیر وہ مال تلف ہوگیا تو اوسکا تاوان اکراہ کرنیوالے پر ہے نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ ولا یضمن مجتبی اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنے مالک کہتا ہو کہ اسنے پہیر دینے کی نیت سے نہین لیا تہا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پہیر دینے کی نیت سے لیا تہا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتہہ مقبول ہے اور اوسپر تاوان لازم نہوگا کذا فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہے مکرہ کے صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یسعہ مادام حاضرا عند المکرہ والا لم یحل لزوال القدرۃ والالجاء بالبعد منہ ولہذا تبین انہ لا عذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی مین ہے کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اوسکو لینا اور دینا اوسوقت تک جائز ہے جبتک اوسکے پاس اکراہ کرنیوالا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب زائل ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اوسکے دور ہوجانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگار ونکو کچہہ عذر نہین ناحق مال چہین لینے مین حاکم یا اوسکے فرستادہ کے موجود نہونے کیوقت تو اوسکو یاد رکہنا چاہیے م مبسوط مین ہے کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چہین لینا جائز ہے نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اوسکو یہہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجکو پاویگا ہان اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھہ ہو اسطرح کہ اگر یہہ شخص وہ کام نکرے تو اوسکو پکڑ لاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کہانیکا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بہوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بہر لے اکراہ کرنیوالے سے بسبب حاصل ہونے کہانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حالین نہ دوسری صورتمین یعنے سیری مین قال اہل الحرب لنبی اخذ وہ ان قلت لست بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبیہ ان قلت ہذا لیس بنبی ترکناک وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لامتناع الکذب علی الانبیاء کفار حربیون نے اوس نبی سے کہا جسکو انہون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجکو چہوڑ دینگے اور اگر نکہیگا تو ہم تجکو قتل کرینگے تو نبی کو یہہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون کہے کہ یہہ نبی نہین ہے تو ہم تیرے نبی کو چہوڑ دینگے اور اگر تو کہیگا کہ یہہ نبی ہے تو ہم اوسکو قتل کرینگے تو اوسکو یہہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیا علیہم السلام پر م اس مسئلہ سے اگر عصمت انبیا کا بیان واقعی منظور ہے تو ظاہر ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہے نہ غیر نبی

ہے کذا فی الطحطاوی قال حربی لرجل ان دفعت جاریتک لازنی بھا دفعت لک الف اسیر لم یحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے
کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دے تاکہ مین اوس سے بدکاری کرون تو مین تمکو ہزار قیدی مسلمان دون تو لونڈی دینا حلال نہین ہم اسواسطے
کہ یہہ اکراہ نہین اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہے چاہے اونکو خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اقر بعتق عبدہ مکرھا لم
یعتق فی الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادیکا مجبور ہوکر تو وہ آزاد نہوگا صحیح تر قول مین وھل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاھر
القنیۃ نعم اور مال چھین لینے کا اکراہ شرعًا معتبر ہے یا نہین ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان معتبر ہے ہم ینابیع مین ہے کہ سلطان نے وصی
یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطانکو دیوے سو اوسنے دیا تو وصی پر تاوان نہین اور حبس اور قید کی تہدید مین ضمان ہے اور اگر
وصی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لیگا اور بعض چھوڑیگا اور مال متروک اوسکو کفایت
کریگا تو تسلیم جائز نہین اور اگر دیگا تو تاوان مثل اوسپر لازم ہوگا اور اگر وصی نے سمجھا کہ تمام مال چھین لیگا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے مین
اوسپر تاوان نہین اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورتین وصی پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ قال
ت وان یقل المدیون انی مرافع ۔ لتبرئ فالاکراہ معنی مصدق اور وہبانیہ مین کہا ہے اور اگر مدیون نے کہا دائن سے کہ مین تیرا بھید
ظاہر کرنیوالا ہون حاکم سے ورنہ تو مجکو اپنے دَین سے بری کردے تو یہہ قول مستلزم اکراہ متصور ہوگا ھم شرنبلالی مین ہے کہ مدیون نے دائن سے کہا
کہ تمسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہہ اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھہ ادھار نہین اور اگر تو قبول نکریگا تو مین حاکم سے ظاہر کردونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا
اسقدر سونا ہے یعنی اور حاکم اوس مال کی تلاش مین ہو سو دائن نے وثیقہ مذکورہ پھیردیا اور اپنے دین نہونے کا اقرار کیا نجم الائمہ بخاری نے جواب دیا
کہ یہہ در معنی اکراہ ہے اور دائن کو جائز ہے کہ اوسپر اپنے دین کا دعوے کرے یہہ جواب اوس صورتمین ہے جبکہ حاکم چغلخور کی چغلی سنکر مال چھین لیتا ہو
کذا فی الطحطاوی ت وصح فی الاستحسان اسلام مکرَہٍ ۔ ولا قتل ان یرتدّ بعدُ ویجبر ۔ اور استحسان مین صحیح ہے اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور
اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہوجاے تو قتل نہوگا اور اوسپر جبر ہوگا قبول اسلام مین ہم یہہ مسئلہ شرحًا بیان ہوچکا مبسوط مین ہے کہ ظالم نے کہا
کہ یہہ شراب پی یا یہہ مردار کہا ورنہ مین تیرے بیٹے یا باپ یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کردونگا یا تیرے باپکو حبس کردونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم
کو بیع کر سو اوسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین یہہ بیع جائز ہے اور استحسان مین باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہین اسواسطےکہ یہہ اکراہ ہے کذا
فی الطحطاوی مختصرًا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم

کتاب الحجر

یہہ کتاب ہے حجر کے احکام مین ہم مصنف کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اسواسطے لایا کہ دونون مین سلب اختیار ہے مگر
یہہ کہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے اسواسطےکہ اکراہ سلب اختیار اوس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح اور صاحب ولایت کاملہ ہے بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت اور شفقت ہے
مجورین پر اور کاہے غیر مجور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے چنانچہ مدیون اور سفیہ کی حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام برعایت حق مولے ہے ھو لغۃ المنع مطلقا حجر لغت مین بمعنی منع ہے
مطلقا یعنی باز رکہنا اور روکنا ہر طرحسے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا دونون سے قاموس مین حجر بحرکات ثلثہ حاء حطیہ وسکون جیم مذکور ہے وشرعا منع من نفاذ تصرف قولی
لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لا یمکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا اور روکنا ہے تصرف قولی کو نافذ ہونیسے نہ تصرف فعلی سے اسلیئے کہ فعل کا پھیرنا
بعد اسکے واقع ہوجانے کے ممکن نہین تو فعل سے روکنا متصور نہین ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل واتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اسلیئے کہ مجور کا عقد موقوف
رہتا ہے ذکر کہا بہتر یہہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اسواسطےکہ نافذ عام ہے لازم سے لو تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جسمین ضرر ہو اور جس تصرف قولی مین سراسر نفع ہو چنانچہ قبول ہبہ اور
اسلام تو اوسمین صغیر بالغ کی مانند ہے قلت یشکل علیہ الرقیق لمنع نفاذ فعلہ فی الحال بل بعد العتق کما صرح بہ فی البدائع اللھم الا ان یقال الاصل فیہ ذلک
لکنہ استوعتقہ لقیام المانع قال مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج سے غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہے اسواسطےکہ اوسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہے یعنی اگر غلام مال قرض
یا ادھار تلف کرڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہوگا بلکہ آزاد ہونیکے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع مین مصرح ہے بار خدایا مگر یون جواب دیا جاے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو یہی ہے کہ غلام اپنے
افعال مین فی الحال ماخوذ ہو لیکن مواخذہ میں تاخیر واقع ہوئی اوسکی آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اسکو تامل کر ہم مانع حق مولی ہے یعنی اگر غلام [illegible] فعل پر فی الحال ماخوذ ہو

تو اسمین بھی جائز ہوا اور اسمین حق مولے کا ابطال ہو طحطاوی نے کہا اشکال اسوقت مین واضح ہوا جبکہ غلام اپنے فعل مین کہ ہو خود نہوتا تصرف قولی کی مانند فقال وسببه صغر وجنون
یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ وسکمه کممیز کما سیجی فی المأذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہے جو شامل ہو قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ میں اور حکم معتوہ کا
طفل تمیزدار کی مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہے یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا اسلئے کہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہے کہ اپنے
نفع وضرر کو نہین پہچانتے لہذا شرع مین اونکے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور مملوک ہر چند عاقل ہے لیکن جو کچہ اسکے پاس ہے وہ مولے کی ملک ہے تو برعایت حق مولے اوسکا تصرف جائز نہوا فلا یصح
طلاق صبی ومجنون مغلوب ای لا یفیق بحال واما الذی یجن ویفیق فحکمه کممیز نہایہ تو صحیح نہین طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسیوقت ہوش مین نہین آتا اور جو
کہ کبھی دیوانہ ہوجاتا ہو اور کبھی ہوشیار تو اسکا حکم طفل ممیز کی مانند ہے کذا فی النہایہ ہم نہایہ اور غایۃ البیان مین ہے کہ معتوہ یعنی جو گاہی دیوانہ ہو اور گاہی ہوشیار وہ ممیز کی مانند ہے اور زیلعی میں ہے
کہ وہ عاقل کی مانند ہے شلبی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین مین کہا کہ اگر اوسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حالت افاقہ مین کوئی عقد منعقد کرے تو اوسمین نفاذ عقد کا حکم ہے عاقل کی مانند اور اگر اوسکی ہوشیاری
کا وقت معین نہو تو حکم اوسمین توقف کا ہے صغیر کی مانند تو زیلعی کا کلام شق اول پر محمول ہے اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی
ولا اعتاقهما واقرارهما نظرا لهما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے برعایت اونکے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور
اعتاق اور اقرار کے بنظر ترحم اور شفقت کے ہے اونکے حال پر وصح طلاق عبد واقرارہ فی حق نفسه فقط لا سیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اوسکا اقرار
فقط اوسکی ذات کے حق مین نہ اوسکے مالک کے حق مین فلو اقر بمال اخر الی عتقه لو لغیر مولاہ ولو له هدر تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اوسکا مطالبہ
پیچہے ڈالا جائیگا اوسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولے کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہے یعنی اسواسطے کہ
مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہین ہوتا کذا فی الدرر وبحد وقود اقیم فی الحال لبقائه علی اصل الحریة فی حقهما اور اگر غلام نے حد اور قصاص کا
اقرار کیا تو حد اور قصاص اوسپر فی الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق مین اصل حریت پر ومن عقد عقدا یدور
بین نفع وضرر کما سیجی فی المأذون منهم من هولاء المحجورین وهو یعقله یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجاز ولیه او رد
اور جو کہ ان محجورین مذکورین مین سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون مین آویگی اور حالانکہ عاقد
اوسکو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجہتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہے اور شرا ملک مشتری کو کہینچ لاتی ہے تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے
اور چاہے رد کر ڈالے ہم منہم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کیطرف پھرتی ہے اسواسطے کہ مجنون مغلوب مین تعقل مذکور نہین ولی سے مراد قاضی
اور باپ اور دادا اور وصی اور مولے ہے اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اوسکا باپ نمانتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی
الطحطاوی وان لم یعقله فباطل نہایہ اور اگر شخص محجور عقد کو سمجہتا نہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایہ وان اتلفوا ای هولاء المحجورین
سواء عقلوا اولا درشیئا متقوما من مال او نفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعل اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجہتے ہون یا نبوجہتے ہون کذا
فی الدرر تلف کر ڈالین شے متقوم کو مال ہو وہ شی یا جان تو ضمان اونپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی مین حجر نہین کہ اونکا تلف کر ڈالنا معتبر نہو
لکن ضمان العبد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد ہونیکے ہے چنانچہ گذر گیا وفی الاشباه الصبی المحجور مواخذ بافعاله
فیضمن ما اتلفه من المال للحال فاذا قتل فالدیة علی عاقلته الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضه وما اودع عنده بلا اذن ولیه وما اعیر له وما بیع
منه بلا اذن اور اشباہ مین ہے کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہے اپنے افعال سے تو اوس چیز کا تاوان دیگا فی الحال جسکو اوسنے تلف کر ڈالا اور جبکہ قتل
کریگا تو دیت اوسکی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلو نمین صغیر پر تاوان نہین اگر اوسنے تلف کیا وہ مال جو اوسنے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اوسکے
پاس ودیعت رکہی گئی بدون اذن اوسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کو اسطرح عاریت لیگئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اوس سے بدون اذن کے
ہم عدم اذن ولی چارون مسئلو نکی قید ہے تو اتلاف بعد الاذن مین تاوان لازم ہوگا شرح تنویر الاذہان مین ہے کہ اگر غیر کا مال بلا سبقت ایداع یا
اعیراء من تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ویستثنی من ایداعه ما اذا اودع صبی محجور مثله وهی ملک غیرهما فللمالک تضمین الدافع

اوکالاخذ اور ایداع صغیر سے مستثنیٰ ہے وہ صورت جبکہ صغیر محجور نے اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر
صغیرین کی ملک ہو تو مالک کو جائز ہے چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت لینے والے سے ہم اس مسئلہ میں یہہ قید بھی
ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحطاوی و لا یحجر علی حر مکلف بسفہ ہو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع
او العقل و لو فی الخیر کان یصرفہ فی بناء المساجد و نحو ذلک فیحجر علیہ عندہما و تمامہ فی فوائد شتی الاشباہ اور حجر نہیں کیا جاتا امام
کے نزدیک آزاد و بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد یہان اسراف مال اور اوسکا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے
کذا فی الدر اور اگرچہ امر خیر میں اسراف مال کرے چنانچہ بنا مساجد اور اسکی مانند اور امور خیر میں مال صرف کرے تو اوسکا تصرف منع کیا جائیگا صاحبین کے
نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی میں ہے ہم کہتے ہیں کہ سفہ بفتحتین لغت میں عبارت ہے خفت اور خلجلت عقل سے اور شرع میں سفہ اور سفاہت
سے مراد صرف مال ہے وہ بھی مخالف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا اور جو گناہ ہیں اونکا ارتکاب چنانچہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح میں داخل نہیں حموی
نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہے اسراف کرنا نفقہ میں اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض میں صرف کرنا جسکو عقلاء و دیندار غرض شمار نہیں کرتے چنانچہ مغنین
اور لاعبین کو مال دینا اور اوڑنے والوں کبوتر وغیرہ کو گران قیمت خریدنا اور خرید و فروخت میں بلا ضرورت نقصان اوٹھانا اور مراد یہہ ہے کہ اول رشید تھا پھر
سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت میں تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جائیگا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہو کذا فی الطحطاوی و فسق و دین و غفلۃ اور
حر مکلف محجور التصرف نہوگا گنہگاری اور دین اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک ہم دین سے وہ دین مراد ہے جو اوسکے اموال مملوکہ سے زیادہ ہو
غفلت سے مراد یہہ نہیں کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نکر جانتا ہو اور تجارت میں نقصان اوٹھایا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی
بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ لتبین من زوجہا و تسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جاے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی
بیباک جو لوگونکو باطل حیلے سکہاوے جیسے ارتداد سکہانا تاکہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جاے یا اوس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاے ہم زیلعی نے
کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ سکہاوے اور حرام کے حلال کہہ دیوے اور حلال کے حرام بتا دینے میں نڈر ہو اور بیباک ہو فتاوی قاضی خان میں ہے کہ
مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ کو نجانتا ہو اور فتوی دینے پر جرأت کرتا ہو و طبیب جاہل اور منع
کیا جاے علاج کرنے سے طبیب جاہل ہم طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوا و مہلک پلا دیتا ہو خواہ اوسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا مریض
پر شدت کرے تو وہ اوسکا ضرر دور نکر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ طبیب جاہل وہ ہے جو لوگونکو مضر اور مہلک دوا پلا دیوے اور
وہ اوسکو شفا اور دوا جانتا ہو و مکار مفلس اور منع کیا جاے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنیوالا ہم حموی نے اپنی شرح میں کہا
کہ حجر کے اسباب تین ہیں یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور انکے ساتھ تین اور ملحق ہیں یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہہ
روایت ہے امام اعظم سے اور ان تینوں سے تین اور ملحق ہیں محتکر یعنی جو قحط میں غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع میں تعدی کرے بسبب زیادتی
قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاے اور وہ اوسکو نہ بیچے تو قاضی اوسکو بیچڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع میں بیان کیا ہے اور
صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بھی محجور التصرف ہیں ابن ضیا نے شرح مجمع میں کہا کہ یہہ جو امام سے مروی ہے کہ اونکے نزدیک حجر نہیں
کرتے ہیں پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پس سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہیں ہے یعنی عدم نفوذ تصرف اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد
فتوی ٹھیک ہو تو جائز ہے اسیطرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اوسکی نافذ ہے تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہیں بلکہ منع حسی ظاہری مراد ہے اسطرح پر
وہ لوگ اپنے کام سے رک جاویں اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگونکے دین میں فساد ڈالتا ہے اور طبیب جاہل اونکے ابدان فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس
اونکے اموال تباہ کرتا ہے اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اوسکے پاس نہ اونٹ ہے نہ اور جانور جسپر بار برداری کرے اور نہ اوسکے پاس
مال ہے جس سے جانور بار بردار خرید کرے اور لوگ اوسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ میں دیتے ہیں اور وہ مال کو اپنی حاجات میں صرف کرڈالتا ہے پھر جب سفر کا

وقت آتا ہی تو وہ چپ رہتا ہے لوگون کے مال تلف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پونہچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کی فساد کی مانند تو
الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہہ از قسم امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہوا نہ از باب حجر تو تناقض لازم نہوا کذا فی الطحطاوی سے
وعندهما يحجر على الحر بالسفه والغفلة هما يحفظ ماله اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جاے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت
کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتوی ہے اوسکے مال کے بچانے کیواسطے وعلى قولهما المفتى به فيكون في احكامه كصغير اور بموجب قول مفتی بہ صاحبین کے
سفیہ اور غافل اپنے احکام مین صغیر نابالغ کی مانند مین ہم یعنی اس پر نابالغ کی عقود محتمل الفسخ مین قاضی کو اختیار ہوگا چاہو جاری رکھے چاہی
فسخ کردے ثم هذا الخلاف في تصرفات تحتمل الفسخ ويبطلها الهزل پہر دریافت کرنا چاہیے کہ یہہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات مین
ہے جنمین فسخ کا احتمال ہے اور ہزل اور بیہودگی باطل کر دیتی ہیودہم یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا
منحصر ہی بتصرفات مذکورہ ہی چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیر ذلک واما ما لا يحتمله ولا يبطله الهزل فلا يحجر عليه بالاجماع فلذا قال الا في نكاح وطلاق

وعتاق واستیلاد وتدبیر ووجوب زکوة وفطرة وحج وعبادات وزوال ولاية ابيه وجده وفي صحة اقراره بالعقوبات وفي

الانفاق وفي صحة وصاياه بالقرب من الثلث فهو في هذا كبالغ اور ان تصرفات مین جو فسخ کے محتمل نہین اور انکو ہزل باطل نہین کرتا سفیہ پر بالاتفاق
حجر نہوگا اسی واسطے مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کی مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوة اور صدقہ فطر اور حج اور
عبادات بدنیہ کے واجب ہونے اور اوسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہو جانے مین اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے مین اور انفاق
یعنے نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام کی صحت اقرار مین اور حسنات کی وصایا کے صحیح ہونے مین ثلث مال سے کہ سفیہ ان امور مذکورہ مین بالغ کی مانند غیر محجور ہی
یعنے جسطرح بالغ غیر محجور کے تصرفات صحیح ہین اسیطرح سفیہ کے بھی یہہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگی انمین صاحبین کے ہی نزدیک حجر نہین وفي كفارة
كعبد اشباه اور سفیہ کفارہ مین غلام کی مانند ہے کذا فی الاشباہ ہم خزانہ اکمل مین ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ مین قاضی سفیہ کا
مال صرف نہونے دے بلکہ وہ روزہ رکہے کذا فی الطحطاوی والحاصل ان كل ما يستوي فيه الهزل والجد ينفذ من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضي خانية
اور خلاصہ کلام یہہ ہی کہ جس تصرف مین ہزل اور جد برابر ہی وہ محجور کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہین وہ تصرف محجور کا نافذ نہین مگر قاضی کے اذن سی کذا
فی الخانیہ فان بلغ الصبي غير رشيد لم يسلم اليه ماله حتى يبلغ خمسا وعشرين سنة پہر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا
ہوشیار نہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اسکا مال اوسکو نہ دیا جاے یہانتک کہ وہ ۲۵ برسکو پونہچے ہم درر مین ہی کہ ۲۵ برسکی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق
رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ عقل مرد کی انتہا کو پونہچ جاتی ہے جبکہ وہ ۲۵ برسکو پونہچ جاتا ہے خزانہ اکمل مین ہی کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اسکا
مال اوسکو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اوسکو کچہہ مال سوداگری کیواسطے دیکر آزماوے پس اگر اوسکو مصلح پاوے تو اوسکا مال اوسکو دیوے اور اگر مفسد بیباک
دیکہے تو مال نہ دے پہر جب ۲۵ برسکو پونہچے تو مال اوسکو دیوے خواہ وہ مصلح ہو یا نہو دہکذا فی البدائع فصح تصرفه قبله اي قبل المقدار المذكور من
المدة تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اسکی یعنی اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے ہم یعنی اگر ۲۵ برس سی پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ کا
تصرف کریگا اپنے مال مین تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہین امام کے نزدیک اور ۲۵ برستک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تہا بلکہ تادیب کیواسطے تہا
وبعده يسلم اليه وجوبا حتى لو منعه منه بعد طلبه ضمن وقبل طلبه لا ضمان كما يفيده كلام المجتبى وغيره قاله شيخنا اور ۲۵ برس کے بعد
دینا واجب ہوگا یہانتک کہ اگر اوسکا ولی اوسکو مال نہ دے اور اوسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا در صورت ہلاک ہو جانے مال کے
اور مانگنے سے پہلے تاوان نہین چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہی ایسا کہا ہی ہمارے اوستاد نے وان لم يكن رشيدا وقالا لا يدفع
حتى يونس رشده ولا يجوز تصرفه فيه ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائیگا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار نہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائیگا
یہانتک کہ اوسکی ہوشیاری معلوم نہو اور اوسکا تصرف بہی قبل از ہوشیاری جائز نہین یعنی اگرچہ وہ پیر فرتوت ہو جاے والرشد المذكور

فی قوله تعالیٰ فان آنستم منہم رشدا ھو ان یکون مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قال ابن عباس بعد وہ رشد جو مذکور ہے حق تعالیٰ کے اس قول
مین کہ اگر تم یتیمون کا رشد معلوم کرو تو اونکے مال اونکو دو تو مراد اوس سے یہہ ہے کہ وہ فقط اپنے مال مین مصلح ہون فقط اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا
ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے م اصلاح فی المال سے مراد یہہ ہے کہ مال کو حلال مین صرف کرے نہ حرام مین اور نہ صرف فضول خرچ
کرے اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد اصلاح فی المال اور اصلاح فی الدین دونو مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون
لیبیع مالہ لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو تاکہ وہ اپنا مال بیچڈالے اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے م اور ادا کرنا دین کا واجب ہے مدیون
پر لعدم الحاجت یعنی مثلاً آجکل کے وعدہ پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون کا حبس کرنا دفع ظلم کیواسطے لازم ہوا وقضی دراہم دینه من دراهمه
یعنی بلا امره وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اوسکے دین کے روپے اوسکے روپیون سے ادا کرے یعنی بلا امر اوسکے اور اسیطرح اگر دین
اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیره لدراهم دینه وبالعکس استحسانا لاتحادهما فی الثمنیة اور قاضی مدیون
کی اشرفیان بیچڈالے اوسکے روپیون کیواسطے اور روپیے بیچے اشرفیون کے ادا کرنے کیواسطے استحسان کی وجہ سے اسواسطے کہ ثمن ہونے
مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لا یبیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لهما وبه ای بقولهما یبیعهما للدین یفتی اختیار وصححه
فی تصحیح القدوری م نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کیواسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور
فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادای دین کیواسطے بیچڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار مین ہے
اور صحیح کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل ما لا یحتاجه فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیچڈالے ہر وہ چیز جسکی مدیون کو فی الحال
حاجت نہین م آداے دین کیواسطے اول نقود کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بیچی جاوے تو نمدا اور گدی قالین
موسم گرمی مین بیچا جاوے اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاوے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی
ولو اقر بمال یلزمه بعد الدیون لم یکن ثابتا ببینة او علم قاضی فیزاحم الغرماء کمال استهلکه اذ لا حجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے
مال کا اقرار کرے تو اوسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال مذکور گواہون سے یا قاضی کے علم
سے ثابت نہو اور اگر ثابت ہو تو مقرلہ اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی اونکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اوس مال کی جسکو مدیون نے تلف
کرڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہے فعل مین چنانچہ مذکور ہو چکا م قول معتمد یہہ ہے کہ قاضی کو اپنی دانست پر مدیون کو انکے حکم دینا جائز نہین کذا فی
الطحطاوی و افلس ومعه عرض شراه فقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه فبائعه اسوة الغرماء فی ثمنه ایک شخص مفلس ہو گیا اور اوسکے پاس وہ
متاع ہے جو اوسنے خریدی تھی اور قبضہ کیا ہوا اوس متاع پر اوس کے بائع کے اذن سے اور ہنوز اوسکا ثمن ادا نہین کیا تو اوسکا بائع اور دیون والون
کی برابر ہے متاع کے ثمن مین یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہوکر بائع اور باقی ارباب دیون کو اوسکا ثمن حصہ رسد
دیا جائیگا اور باقی دین کیواسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائیگی اور یہہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینه مرد مفلس کے پاس
پاوے تو وہ احق بالمتاع ہے اپنی غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ جو اپنی متاع بعینه مفلس کے پاس پاوے تو وہ اوسکا زیادہ ترحقدار ہے یعنی متاع
سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینه اوسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہین یعنی اور
نہ اوسکی وہ متاع ہوگی بلکہ بکی چیز تو مشتری کا مال ٹھہریگی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور بیع اور قبض سے اوسکا ضمان لازم ہو گیا کذا
فی الطحطاوی توضیح فان افلس قبل قبضه او بعده لکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ
پھر اگر مشتری مفلس ہو گیا قبل قبض مبیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن سے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اوسکا
روک رکھنا ثمن کیواسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے یحجر القاضی علیه ثم رفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز

وما صنع المحجور كذا في الخانية وهو ساقط من الدرر والمنح جاز اطلاقه قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اوسکو روکدیا پہر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سوا وسنے اوسکو کہولدیا مطلق العنان کردیا اور جائز کردیا وس تصرف کو جو مجور نے کیا کذا فی الخانیہ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات مجور کی قبل اطلاق کے اور نہی اگرچہ درر اور منح الغفار سے وما صنع المحجور في ماله من بيع او شراء قبل اطلاق الثاني وبعده كان جائزا لان حجر الاول مجتهد فيه فيتوقف على امضاء قاض اخر اور جو تصرف مجور نے اپنے مال مین کیا بیع یا شرا سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اوس کے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہے پس موقوف رہے گا دوسرے قاضی کے جاری رکہنے پر **فروع** مسائل متفرقہ شارح کی یعنی الحجر على الغائب لكن لا يحجر ما لم يعلم خانیہ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب کا لیکن وہ مجور نہوگا جبتک اوسکو معلوم نہوگا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کردیا ہے کذا فی الخانیہ ہم اور اگر غائب مجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اوسکے تصرفات نافذ ہیں اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت مین تو قبل از حجر قاضی مجور نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور نفاذ اوسکے تصرفات نافذ ہونگے اور محمد کے نزدیک مجور ہوگا بدون حجر کرنے کے کذا فی الخانیہ ولا يرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہونے ہی حجر نہین اٹھتا بل باطلاق القاضي بلکہ جب قاضی اوسکو اٹھنے کا حکم دیوے ولو ادعى الرشد وادعى خصمه بقائه على السفه وبرهنا ينبغي تقديم بينة بقاء السفه اشباه اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا اور اوسکے مخاصم نے اوسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونو گواہ لائے اپنے دعوی پر تو بقاء سفاہت کے گواہونکو مقدم رکھنا لائق ہے کذا فی الاشباہ ہم طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہہ بحث مخالف ہے منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہے کہ ایک مرد صالح تہا پہر فاسد ہوگیا قاضی نے اوسپر حجر کیا اور ایک انسان نے اوس سے کچہہ خریدا پہر مجور اور مشتری مین اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ مین نے تجہہ سے اسکو خرید کیا تہا تیری صلاح کی حالت مین اور مجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت مین تو مجور کا قول مقبول ہے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی صحت کے گواہ مقبول ہین انتہے اور ذخیرہ ناظر مین ہے کہ بقاء سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہین وفي الوهبانية سه ومن يدعي اقراره قبل حجره فمن يدعيه وقته فهو ابدل اور وہبانیہ مین ہے اور جو دعوی کرے مجور کے اقرار کا مجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کیوقت کا تو وہی لائق تر بقبول ہے ہم شارح وہبانیہ نے مطلب یون بیان کیا ہے کہ اگر مجور نے کہا صالح ہوجانیکے بعد کہ مین نے جو استہلاک دراہم کا اقرار کیا تہا سو حالت حجر مین کیا تہا اور صاحب مال نے کہا کہ تو نے اسکا اقرار اپنی صلاح کی حالت مین کیا تہا تو مجور کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے تو درحقیقت وہ منکر ٹہرا تو اوسیکا قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہوا کذا فی الطحطاوی سه ولو باع والقاضي اجاز وقال لا ٭ تودي فادى من بعد يخسر اور اگر مجور نے بیع کی اور قاضی نے بیع جائز رکہی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اوس کا ثمن مجور کو نہ بہجیو سو مشتری نے مجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا ہم اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو اداء ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا حق قاضی کیواسطے ثابت ہوگیا تو اب مجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دیا تو مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اوسکا ثمن دوبارہ اوسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع مجور کی جائز رکہی اور ادائی ثمن سے مشتری کو منع نہین کیا اور مشتری نے مجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہے کذا فی الطحطاوی

فصل

یہہ فصل ہے صغیر کے بالغ ہونے مین ہم بلوغ لغت مین بمعنی وصول ہے اور اصطلاح مین عبارت ہے انتہاء حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تہا

اسباب حجر سے اور اوسکی ایک نہایت تہی تو اوسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اوسکا بیان مین ہوئی کذا فی النہر بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل هو الانزال بالغ ہونا طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب مین منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کردینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ مین اصل انزال ہی ہے ہم اصل انزال اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہین بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہین ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹہرا اور احتلام اور احبال اوسکی علامات ہین والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الانزال صريحا لانه قلما يعلم منها اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض اور حاملہ ہوجانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ مین انزال کو صریحا ذکر نکیا

اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے ھ موی زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ مین معتبر نہین اور اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہین ھ صغیر مین کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منھما شیء فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اھل زماننا پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین امور مذکورہ مین سے کوئی امر نپایا جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا یہانتک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتویٰ بھی بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمرون کے ھ درصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال سے اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال سے اور امام سے بھی اسکی روایت ہے وجہ فتویٰ عادت غالبہ ہے اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت مین اکثر ظاہر ہوجاتی ہین تو اس مدت کو علامت بلوغ ٹھہرایا اوس شخص کے حق مین جسمین علامت بلوغ ظاہر نہین ہوئی کذا فی الدر اور شارح نے کم ہونا ہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوے قرار دیا وادنی مدتہ لہ اثنا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار کما فی احکام الصغار اور کمتر مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہین اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہے چنانچہ احکام صغار مین ہے ھ شرح مجمع مین ہے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ پانچ یا اس سے کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہین اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہے اور اختلاف ہے چھہ اور سات اور آٹھ سال مین اور کافی مین بعضون سے منقول ہے کہ کمتر مدت گیارہ سال ہے کذا فی الطحطاوی فان راھقا ای بان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاہر کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرھا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرط آخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وھو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وھبانیۃ پھر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہون یعنی اس مدت کو پہنچ گئے ہون اور دونو کہین کہ ہم بالغ ہوگئے ہین تو انکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال انکی تکذیب نکریگا اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق مین قید لگائی ہے عمادیہ وغیرہا مین اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہے اوسکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کیواسطے وہ شرط یہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ ھ یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعویٰ کرین اور نہایت دبلے اور لاغر اور خستہ حال ہون تو انکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال اُنکا اونکے قول پر دلالت نہین کرتا وھما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمتہ ولا بیعہ اور صغیر اور صغیرہ اوسوقت مین یعنے اقرار بلوغ کیوقت مین بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کی مانند ہین حکم مین پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اوسکی حالت کے تو اوسکی قسمت اور بیع منقوض نہوگی ھ فتاوی قاضی خان مین ہے کہ ایک لڑکا خرید فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مین بالغ ہون پھر اگر بعد اسکے کہے کہ مین بالغ نہین تو جبکہ اوسنے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اوسکا انکار معتبر نہین اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اوسکا صحیح نہین اور حموی مین ہے کہ دونو انکے احکام بالغون کی مانند ہین باقی تصرفات مین کذا فی الطحطاوی و فی الشرنبلالیۃ یقبل قول المراھقین قد بلغنا مع تفسیر کل بماذا بلغ بلا یمین اور شرنبلالیہ مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہوچکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھہ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا بدون قسم کے ھ یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہین لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اوسپر لازم ہے و فی الخزانۃ اقر بالبلوغ فقبل اثنتی عشرۃ سنۃ لا تصح الا بالبینۃ وبعدہ تصح انتہی اور خزانہ مین ہے صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہین مگر گواہون سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے انتہی کلامہ ھ معائنہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم +

کتاب الماذون

یہہ کتاب ہے عبد ماذون کے احکام مین ھ ماذون وہ غلام ہے جسکو مالک اوسکا سوداگری کی اجازت دے مصنف نے اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ اذن سبقت حجر کو مقتضی ہے الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت مین عبارت ہے اعلام سے یعنی بتانے اور جتانے سے قاموس مین اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہے وشرعا فک الحجر ای فی التجارۃ لان الحجر لا ینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرع مین ماذون عبارت ہے منع تصرف کے دور کردینے سے یعنی تجارت مین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہین ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا مین

ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فک حجر سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اعنے اعتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے واسقاط الحق اور شرح مین اذن عبارت ہی اسقاط حق سے ہم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہی نہ فقط منع حق اسواسطے کہ اسصورت مین اذن فقط غلام کو شامل ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونوں کو شامل ہے المسقط هو المولی لو الماذون رقیقا والولی لو صبیا جو منع کا ساقط کرنیوالا مولے ہوگا اگر ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے وعند زفر و الشافعی هو توکیل وانابة اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہی وکیل کرنے اور نائب کرنے سے ہم ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوگا کہ تخصیص اذن صحیح ہے اونکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اوسکی خلاف نہیں کر سکتا وکیل کی مانند اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے ثم یتصرف بعد ذلک لنفسہ باهلیتہ فلا یتوقت بوقت ولا یتخصص بنوع تفریع علی کونہ اسقاطا یعنی جب مولے نے اذن دیا تو حجر منفک ہو گیا پس تصرف کریگا غلام اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسیوقت کے ساتھہ مقید نہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھہ مخصوص ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل اور بلوغ کی جہت سی تصرف کی لیاقت رکہتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہی مولے کے حق کے سبب سے پہر جبکہ مولے نے اپنا حق ساقط کر دیا تو غلام متصرف ٹہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سی کذا فی الزیلعی مختصرا ولا یرجع بالعهدة علی سیدہ لفکہ الحجر اور عہدہ تصرف غلام کی رجوع اوسکے مولے پر نہوگی بسبب دور کر دینے مولے کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولے نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خرید کریگا تو اوسکی ثمن کا مطالبہ مولے سے نہوگا یہہ قول متفرع ہی تصرف لنفسہ پر فلو اذن لعبدہ تفریع علی فک الحجر یوما او شہرا صار ماذونا مطلقا حتی یحجر علیہ لان الاسقاطات لا تتوقت پہر اگر مولے نے اپنے غلام کو ایکدن یا ایک مہینہ تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہو گیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہانتک کہ مولی اوسکو منع کرے اسواسطے کہ اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر ولو تخصیص بنوع فانا اذن فی نوع عم اذنہ فی الانواع کلها لانہ فک الحجر لا توکیل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھہ مخصوص نہوگا پہر جبکہ مولے نے ایک قسم مین اذن دیا تو اوسکا اذن عام اور شامل ہو جاویگا تجارت کی سب قسمونکو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہو سکے ہم پس اگر دریائی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سی منع کیا تھا تو یہہ خشکی کی تجارت کا بہی اذن ہو گیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہوا اور مالک اس سے واقف بہی ہو کذا فی القهستانی ثم اعلم ان الاذن بالتصرف النوعی اذن بالتجارة و بالشخصی استخدام پہر اسکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہی اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہی نہ اذن تجارت ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ حد فاصل تجارت اور استخدام مین یہہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولی کی منفعت ہی تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت مین پس اگر مولے نے کہا کہ کپڑے کی خرید و فروخت کر تو وہ ماذون تجارت مین ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام مین مزدوری کر تو وہ ماذون نے التجارة نہین اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگون کے یہان فلانے کام مین مزدوری کر تو یہہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر و عقود مختلفہ کا اذن ہو المنتقی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بہی اذن عام ہو جاتا تو بڑی تنگی لوگونپر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کرانے سے غلام ماذون فی التجارة ٹہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہو تا اسی ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویثبت الاذن دلالة فعبد راٰه سیدہ یبیع ملک اجنبی فلو ملک مولاہ لو یشتری یاذن بالنطق بزازیہ و درر عن الخانیہ اور ثابت ہوتا ہی اذن دلالت حال سے تو جس غلام کو اوسکے مولے نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکہا تو اگر مولے اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکہیگا تو فقط سکوت سی اذن جائز نہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر مین ہی خانیہ سی ہم اذن جائز نہوگا یعنی اذن ثابت نہوگا اس تصرف مین جسمین سکوت واقع ہوا کما ذکرہ عزمی زادہ اور یہہ مراد نہیں کہ اس

یعنی خدمت لینا ... استخدام اور خدمت لینا ہے اذن نہیں

تصرف کے سوا اور تصرفات مین بھی اذن ثابت نہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی من اٰخر السرو لکن سَوّٰی بینھما الزیلعی وغیرہ وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی وبحثہ فی الشر نبلالیۃ بان ما فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فلیحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولے کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور صاحب ملتقی نے دونون مالونکی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ مین دونونکی برابری کی ترجیح دی ہے اسطرحپر کہ جو روایت کہ متون اور شروح مین ہے وہ مقدم اور اولی ہے اوس روایت سے جو فتاوی کی کتابونمین ہو تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے م یہہ استدراک بیموقع ہے اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہے اس فعل کے بعد جسپر سکوت واقع ہوا اور یہہ برازیہ اور درر کی مغائر ہے اسواسطے کہ برازیہ اور درر کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہے اور یہہ مقتضی فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ مین اور اسکے مابعد مین اور اگر مولی کا مال ہوگا تو غلام ماذون ہوگا مابعد مین نہ اوس فعل مسکوت عنہ مین کذا فی الطحطاوی ویشتری ما اراد وسکت السید ماذون خبر المبتداء تو جس غلام کو اوسکے مولے نے ملک اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اوسکو خرید کرتے دیکہا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون ہے التجارۃ دلالۃ لا نطقاً ہے شارح نے کہا ماذون خبر ہے مبتدا کی اور مبتدا ہے فعبدٌ رآہ الا اذا کان المولی قاضیاً اشباہ سکوت مولے کا اذن ہے مگر جبکہ مولے قاضی ہو تو سکوت اذن نہین کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذوناً فی بیع ذلک الشیء او شرائہ فلا ینفذ علی المولی بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذوناً قبل ان یصیر ماذوناً وھو باطل لیکن غلام ماذون نہوگا اوس چیز مسکوت عنہ کی بیع یا اوسکی خرید مین تو مولے پر اس متاع کی بیع نافذ نہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہو جانے سے پہلے اور حالانکہ یہہ باطل ہے قلت لکن قیدہ القہستانی معزیاً للذخیرۃ بالبیع دون الشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی الفرق واللہ الموفق مین کہتا ہون لیکن عدم اذن یا عدم نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کر کے مقید کیا ہے بیع کے ساتھہ نہ اوس خرید کے ساتھہ جو مولے کے مال سے ہو یعنی تو اوسمین بہی خرید صحیح ہوگی اور بموجب قید ذخیرہ کی بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالی توفیق دے فرق بیان کرنیکی م زیلعی مین ہے کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکہا مولے کے دراہم یا دنانیر سے اور اوسکو منع نکیا تو وہ ماذون ہوگیا انتہی تو غلام اسی مین ماذون ہوگیا حموی نے کہا وجہ فرق یہہ ہے کہ خرید مین مبیع داخل ہو جاتی ہے مولے کی ملک مین تو کچھہ ضرر نہین بخلاف بیع کہ اوسمین زائل ہو جاتی ہے مولے کی ملک سے تو اوس بیع مین سکوت اذن نہوا لیکن اسمین خلل یہہ ہے کہ بیع اور شرا دونونمین ادخال اور اخراج ہے حلبی نے کہا شاید کہ وجہ فرق وہ ہے جو فقہا نے باب الفضولی مین مذکور کیا ہے کہ شرا اسرع النفاذ ہے بیع سے اور سری الدین نے اس عقد کو موقوف رکہا ہے مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت دیدے تو نافذ ہے اور اگر باطل کر دے تو باطل ہے کذا فی الطحطاوی ویثبت صریحاً فلو اذن مطلقاً بلا قید صح کل تجارۃ منہ اجماعاً اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحاً تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقاً بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی م اذن مطلق کی یہہ مثال ہے کہ مولے کہے کہ مین نے تجکو اذن دیا سوداگری کا یا یون کہے کہ اذن دیا سوداگری مین اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی المنح اما لو قیّد فعندنا یعم خلافاً للشافعی اور اگر اذن مین قید لگا دیگا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہوگی اذن عام ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافاً لھما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے ساتھہ ہو برخلاف مذہب صاحبین کہ اونکے نزدیک بیع اور شرا بغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہین ہے ویوکل بھما ویرھن ویرتھن ویعیر الثوب والدابۃ لانہ من عادۃ التجار اور خرید و فروخت مین غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکہے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکہے اور کپڑے اور جانور کو عاریت دے اسواسطے کہ یہہ سوداگرونکی عادت ہے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال دیکر صلح کرے اوس قصاص سے جو واجب ہوا ماذون کے غلام پر ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منہا فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولے سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہین م اور بیع اکثر قیمت سے بطریق اولے جائز ہے ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل

یعنی موسے نے عبد ماذون سے بیع کرنی برابر قیمت سے یا کمتر سے وللمولیٰ حبسُ المبیعِ لقبضِ ثمنہٖ من العبدِ اور موسے کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا اوسکے ثمن کے لینے کیواسطے عبد ماذون سے ویبطل الثمن خلافاً لہما مع بشارۃ المجمع مُتَمَیِّزاً بالمحیط لو سلّم المبیع قبل قبضہٖ لانہ لا یجب لہ علی عبدہٖ دَینٌ فخرج مجاناً حتی لو کان الثمن عرضاً لم یبطل لتعیّنہٖ بالعقد وہذا کلہ لو الماذون مدیوناً والا لم یجز بینہما بیعٌ نہایہ اور ثمن باطل ہوگا اگر موسے بیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اس صورت مین ثمن دین ٹھہریگا اور موسے کا دین اوسکے غلام پر واجب نہین ہوتا تو مبیع مولی کے ہاتھ سے مفت نکل گئی تو اگر ثمن متاع ہو یعنی کیلی اور وزنی چیز تو ثمن باطل نہوگا بسبب متعین ہوجانے متاع کے عقد بیع سے اور یہ سب مذکور یعنی ماذون کی بیع مولی سے اور مولی کی ماذون سے اوس شرط پر ہے جبکہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہو تو موسے اور اوسکے غلام مین بیع جائز نہین کذا فی النہایۃ هم جب غلام ماذون لوگون کا مدیون ہوا تو اجنبی کی مانند ہوا تو مبایعت دونون مین جائز ہوگئی اور درصورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ سب مالک کا مال ہے تو خرید فروخت اپنی ذات سے لازم آئی ولو باعَ المولیٰ منہ بالاکثر حطّ الزائدَ او فسخَ العقدَ ای یؤمر السید بان یفعل واحداً منہما لحق الغرماء اور اگر موسے نے کوئی چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کرڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جاتا ہے کہ وہ دونون کامون مین سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے سبب سے فیما کان من التجارۃ موسے زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اوس چیز مین جو تجارت کی قسم سے ہو هم طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم مین نے کتابون مین نہین دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہے اوس بیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اوسمین فسخ بیع نہین تو اسکی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیئے وتقبلُ الشہادۃُ علیہ ای العبدِ الماذونِ ولو بحق مّا اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی هم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک و ودیعت کی گواہی یا اوسکی اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اوسکا موسے اوسوقت حاضر نہو ولو محجوراً لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیؤاخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہین یعنی اوسکی موسے پر مقبول نہین بلکہ غلام محجور پر مقبول ہوگی سو اوسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اوسکے آزاد ہونیکے بعد ولو حضرا معاً فان الدعوی باستہلاکہٖ مالاً او غصبہٖ قضیٰ علی المولیٰ وان باستہلاکہٖ ودیعۃً او بضاعۃً علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولیٰ اور اگر مولی اور غلام محجور دونو حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اوسکے غصب کا دعوی ہو تو موسے پر حکم ہوگا یعنی مولی سے خطاب ہوگا کہ اوسکو بیچے اور قرضوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کرڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع ہوگا یعنی عتق کے بعد اوس سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ موسے پر مسموع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم تقض علی المولیٰ مطلقاً وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر گواہ گواہی دین غلام کی اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسیکے حق کا اقرار کیا ہے تو اوسکے موسے پر حکم نہوگا مطلقاً خواہ موسے حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان عمادیہ مین ہے ویأخذ الارض اجارۃً ومساقاۃً ومزارعۃً ویشتری بذراً یزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ اور مزارعت کی اور وہ بیج خرید کرے جسکو بووے ویؤاجر ویزارع اور ماذون اپنی غلامون کو اور دوکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت کے کذا فی الطحطاوی ویشارک عناناً لا مفاوضۃً ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ویتاجر ویؤجر ولو نفسہ اور ماذون تجارت کرے اور اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو هم ہرچند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہوچکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کردی کہ اسمین امام شافعی کا خلاف ہے یعنی اونکے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہین ویقر بودیعۃٍ وغصبٍ ودَینٍ اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنے یہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دینٌ لغیر زوجٍ وولدٍ ووالدٍ وسیدٍ فان اقرارہ لہم بالدین باطل عندہ خلافاً لہما اور اگر ماذون پر زوجہ اور بیٹے اور باپ اور موسے کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار اوسکا صحیح ہے اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوجہ اور بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین کے کذا فی الدرر یعنی اگر زوجہ اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو

تو اوسکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسیقدر مدیون ہو یا نہو ولو اقرَّ بعَینٍ صحَّ ان لم یکن مدیوناً وہبانیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شے معین
کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹی یا باپ یا مولے کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہو کذا فے الوہبانیۃ ولیہدی طعاما یسیرا مما لا یعدّ سرفاً
ومفادہ انہ لا یہدی من غیر المأکول اصلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنۃ اور ماذون تہوڑا کم قیمت کہانا تحفہ دے اسطرحپر کہ وہ اسراف اور فضول
خرچی شمار نہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کہانے کے سوا اور چیز اصلا تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا ہے اسپر ابن شحنہ نے ہم ابن
شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہین کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اوسنے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی والمحجور لا یہدی شیئا اور غلام محجور کچہہ تحفہ
کسیکو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا بأس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہر
اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایک دن کا کہانا دیا گیا سو اوسنے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کہانے کو بلایا تو کچہہ مضائقہ
نہین بر خلاف اوس صورت کے کہ اگر اوسکو مہینے بہر کا کہانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کہلانا درست نہین ولا بأس للمرأۃ ان تتصدق من
بیت سیدہا او زوجہا بالیسیر کرغیف ونحوہ ملتقی اور عورت پر کچہہ مضایقہ نہین ہے کہ اپنے مولے یا شوہر کے گہر سے تہوڑی سی
خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فے الملتقے ہم یعنی بدون اطلاع شوہر تہوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا
رائج نہین ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی نارضامندی مولے یا شوہر کی معلوم ہو تو اتنا دینا بہی جائز نہین ویضیف
من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اوس شخص کی جو اوسکو کہانا کہلاتا ہے ویتخذ الضیافۃ الیسیرۃ بقدر المال اور کم خرچ تہوڑی ضیافت کرے
بقدر اپنے مال کے ہم محمد سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درم ہو تو دس درم ضیافت مین خرچ کرنا قلیل مین داخل ہے
اور اگر مال تجارت دس درم ہو تو ایک دانگ کی بہی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویحط من الثمن لعیب قدر ما یحط التجار اور
ماذون کم کرڈالے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے جسقدر سوداگر کم کرڈالتے ہون یعنی زیادہ کم کرنا درست نہین ہے ویحابی ویؤجل مجتبی
اور ماذون جنس بیچے اوسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فے المجتبے ہم قاموس مین ہے کہ حبا عبارت ہے عطاء بلا عوض اور بلا
احسان سے اور محاباۃ عبارت ہے نصرت اور اختصاص اور میلان سے انتہے اور یہان ان معانی سے کوئی مراد نہین بلکہ یہان تو مراد جنس کا بیچنا ہے
اوسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ تقلیل ثمن اور تاجیل اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبہی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج
الا باذن اور ماذون نکاح نکرے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ یہہ تجارت کے باب سے نہین ہے اور اسمین ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہوجانے سے
ولا یتسرّی وان اذن لہ المولے اور سُرّیہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنا دے اگرچہ مولے نے اوسکو اذن دیا ہو ہم اسواسطے کہ حرم بنانا ملک رقبہ پر مبنی
ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہین ولا یزوّج رقیقہ وقال ابو یوسف یزوّج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نکردے اور
ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کا نکاح کردے ولا یکاتبہ الا ان یجیزہ المولی ولا دین علیہ وولایۃ القبض للمولے اور ماذون مکاتب نکرے
اپنے مملوک کو مگر اسطرحپر کہ مولے اوسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہو اور بدل کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کیواسطے ثابت ہے
ولا یعتق بمال الا ان یجیزہ الی اخر ما مرّ اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نکرے مگر یہہ کہ مولے اوسکو جائز رکہے تا آخر شروط مذکورہ یعنی مولے
اجازت دے اور ماذون پر دین نہو اور ولایت قبض مولے کیواسطے ہے نہ ماذون کیواسطے ولا بغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا
یُقرض ولا یہب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل مطلقا بنفس او مال اور ضامنی
نکرے مطلقا نہ حاضر ضامنی نہ مال ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نکرے اوس قصاص سے جو اوسپر واجب ہوا ولا یعفو
عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے اوس قصاص سے جو اوسکے
غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارتہ او بما ہو فی معناہا امثلۃ الاول کبیعہ وشرائہ واجارتہ واستیجارہ واستہلاکہ

الثانی غُرمُ ودیعۃٍ وغصبٍ امانۃٍ جحدھا عبارۃُ الدرّ وغیرھا جحدھا بلا میم فتنبہ وعُقرٌ وجب بوطیٍ مشتراۃٍ بعد الاستحقاق کل ذلک یتعلق برقبتہ کدین الاستہلاک والمھر ونفقۃ الزوجۃ یباع فیہ اور جو دین واجب ہوا ماذون پر اوسکی تجارت کے سبب سے یا اوس سبب سے جو بمعنی تجارت کے ہے اول کی مثالین چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی بمعنے تجارت کی مثالین چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اوس غصب اور امانت کا تاوان جنکا ماذون انکار کرچکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی سکے وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے ماذون کی گردن سے دین استہلاک اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاویگا اس دین مین یعنے اوسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یون ہے: غرم ودیعۃ وغصب وامانۃ وغیرھا جحدھا بدون میم کے سو آگاہ رہنا ھم مصنف کی عبارت مین ضمیر تثنیہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت مین ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولھم استسعاءہ ایضا ملتقی اور دین والون کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بہی جائز ہے کذا فی الزیلعی یعنی اوس سے کسب کروانا اور اوسکے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجتہ لو ارادت استسعاءہ للنفقۃ کل یوم ان یکون لھا ذلک ایضا بحر من النفقۃ اور ثبوت استسعا سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اوس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کیواسطے تو اوسکو بہی جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیہ دیون مذکورہ مین ماذون بیچا جاویگا اوسکے مالک کے سامنے یا اوسکے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف بیع کسب ماذون کہ اوسمین حضور مولے کی حاجت نہین اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے کسب مین اور اوسکی ذات کی بیع مین اوسکا مولے صاحب معاملہ ہے ویقسم ثمنہ بالحصص اور ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والونمین حصہ رسد ویتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد ویتعلق بما وھب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق اوس چیز سے ہے جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اوسکا مولے حاضر نہو ھذا قید للکسب والاتھاب لکن یشترط حضور العبد لانہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع مین اداے دین کیواسطے مولے کا حاضر ہونا شرط نہین لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی کمائی مین ثم انما یبدأ بالکسب وعند عدمہ یستوفی من رقبتہ پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ اداے دین کیواسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہونے کیوقت اوسکی گردن سے دین ادا کیا جاویگا یعنے ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب المحجور شیئا واودعہ عند اخر وھلک فی ید المودع للمولی تضمینہ لانہ کمودع الغاصب قیاملہ مین کہتا ہون اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ موسلے کا حق ہے تو مولے کو اوسکا لینا مطلقا جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہو ہمارے اوستاد خیرالدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام مجور کوئی چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھہ مین وہ چیز تلف ہوجاوے تو مولے کو اوس سے تاوان لینا جائز ہے اسواسطے کہ غاصب کے مودع کی مانند ہے سو اوسکو تامل کر ولا یتعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہوگا اوس مال سے جو ماذون کے مولے نے اوس سے لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اوسنے اپنا خالص حق لیا وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولا یباع ثانیا اور ماذون سے اوس دین کا جو زائد باقی رہگیا ماذون کی کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اوسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاویگا دین باقی کے ادا کرنیکے واسطے یعنی اسواسطے کہ اگر اوسکی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اوسکو جانکر خرید نکریگا تو بیع اوسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والون کا ضرر ہوگا ولمولاہ اخذ غلۃ مثلہ بوجود دینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شھر عشرۃ دراھم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذھا بعد لحوقہ استحسانا لانہ لو منع منھا یحجر علیہ فینسد باب الاکتساب اور ماذون کے مولے کو مثل ماذون کی کمائی لینا باوجود اوسکی مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ دین والون کا

حق ہے یعنی اگر مولے غلام سے ہر مہینے دس درم مثلاً لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اوسکو دس درم کا لینا دین لاحق ہونیکے بعد بہی بطور حق
استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ مولے اگر اوس قدر کے لینے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کر دیگا تو کمائی کرنیکا دروازہ ہی بند ہو جاتا
تو دین والون کا نقصان ہو گا وینحجر ان علم هو نفسه لدفع الضرر عنه و اکثر اهل سوقه ان کان الاذن شائعاً اور عبد ماذون مجور ہو جاویگا مولے
کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اوسکے اکثر اہل بازار کو حجر کر دینے کا علم ہو اگر مولی کا اذن مشہور ہو بازاریوں مین ماذون
کا علم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اوس سے دفع ہو هم یعنی اگر ماذون مجور ہوسکے بدون اوسکی اطلاع کے تو جو کچھہ وہ تصرف کریگا بعد حجر کے وہ دین اوسکو
دینا پڑیگا آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم به ای بالاذن الا العبد وحده کفی فی حجره علمه به فقط و لا یشترط معه ذلك
علم اکثر اهل سوقه لانتفاء الضرر اور جبکہ اذن مولے کو کوئی نجانتا ہو سوا غلام کے سوا تو اوسکے مجور کرنے مین فقط اوسیکا علم کفایت کرتا ہی
اور اسکے ساتھہ اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہین بسبب نہونے ضرر کے و فی البزازیة باع عبده المأذون ان لم یکن علیه دین صار محجوراً علیه
علم اهل سوقه ببیعه ام لا لصحة البیع و ان علیه دین لا ما لم یقبضه المشتری لفساد البیع اور بزازیہ مین ہے کہ مولے نے اپنے عبد ماذون کو بیچا
اگر اوسپر کسیکا دین نہو تو وہ مجور ہوگیا خواہ اہل بازار کو اوسکے بک جانیکا علم ہو یا نہو بسبب صحیح ہونے اوسکی بیع کے اور اگر اوسپر دین ہو تو مجور
نہو گا جبتک کہ اوسکو مشتری اپنے قبضہ مین نلاوے بسبب فاسد ہونے بیع کے هم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہی و هل للغرماء فسخه ان فی یوم
حالة نعم الا اذا کان بالثمن وفاء او ابرأوا العبد او ادی المولی و تمامه فی السراجیة اور کیا دین والونکو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہی یا نہین
جواب اوسکا یہ ہی کہ اگر اونکے دیون بلا بیچنے کے الحال ہون تو ہان فسخ اونکے اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادای دیون ممکن ہو یا دین
والون نے اوسکو معاف کر دیا ہو یا مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہو گی اور پورا بیان اسکا سراجیہ مین ہے و بموت سیده و جنونه مطبقاً و لحوقه
و کذا بجنون الماذون و لحوقه ایضاً بدار الحرب مرتداً و ان لم یعلم احد لانه موت حکماً اور ماذون مجور ہو جاتا ہی اپنے مالک کی موت سے اور اوسکے
جنون مطبق ہونے سے اور اوسکے دار الحرب مین ملجانے سے مرتد ہو کر اور اسیطرح ماذون کے جنون سے اور اوسکے لاحق ہونے سے دار الحرب مین
مرتد ہو کر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نجانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہی هم محمد بن حسن سے روایت ہی کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بہر رہی یا زیادہ
اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہین کذا فی الطحطاوی و یحجر حکماً بابا قه و ان لم یعلم احد بجنونه و لو عاد منه او افاق من جنونه لم یعد الاذن
فی الصحیح زیلعی و قهستانی اور ماذون مجور ہو جاتا ہے حکماً اوسکے بہاگجانے سے اگرچہ کوئی نجانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پہر اوسے
بہاگنے کے بعد یا ہوشمین ہو جائے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نکریگا صحیح قول مین کذا فی الزیلعی و القهستانی و باستیلادها ای الامة المأذونة فان قامت منه
فادعاه کان حجراً لانه لا یتصرفن بخلافه اور جاریہ ماذونہ مجورہ ہو جاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنے مولے سے پہر اوسکے ولد کا مولی نے
دعوی کیا تو یہہ استیلاد حجر ہوگا حکماً باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولے اوسکے برخلاف کی تصریح نکرے هم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت یون
جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہے اور مالک اوسکو نکلنے سے اور لوگون کے ساتھہ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہین ہوتا تو یہہ دلیل ہی
حجر کی ہان اگر مولے استیلاد کے بعد تصریح کر دی اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحطاوی لا تحجر بالتدبیر
ماذونہ مجورہ نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہین تو دلیل حجر کی نپائی گئی و ضمن بهما قیمتهما فقط للغرماء
لو علیهما دین محیط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والونکو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہو
هم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو اوسکا مطالبہ آزاد ہونیکے بعد ہوگا و اقراره مبتداء بعد حجره ان ما معه امانة او غصب
او دین علیه لآخر صحیح خبره مجور ہونیکے بعد ماذون کا یہہ اقرار کرنا کہ جو اوسکے پاس ہے وہ امانت ہی یا غصب ہی یا اوسپر دین ہی دوسرے شخص کا صحیح ہے
شارح نے کہا اقرارہ مبتدا ہے اور صحیح اوسکی خبر ہے فیقضیه منه وقالا لا یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا

کہ اوسکا اقرار مذکور صحیح نہیں آساً لمحیط دینه بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہٗ ما معہ ماذون کا دین محیط ہوگیا اوسکے مال اور اوسکی ذات کو تو اوسکا مالک
اوسکے پاس کے مال کا مالک نہوگا ھ اسواسطے کہ مولے اپنے غلام تاجر کے مال کا اوسوقت مالک ہوتا ہے اوسکا خلیفہ ہوکر جب اوسکی حاجت سے
فارغ ہو وارث کی مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اوسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولے اوسمین خلیفہ نہوگا اور وہ مال اوسکی ملک مین داخل ہوگا
فلم یعتق عبدٌ من کسبہ بتحریر مولاہ وقالا یملکہ فیعتق وعلیہ قیمتہ مو سرًا ولو معسرًا فلہم ان یضمنوا العبد المعتق ثم یرجع علی المولی ابن کمال
تو آزاد نہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہو اوسکے مولے کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے مال کا مالک ہی تو
اوسکے آزاد کرنے سے اوسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اوسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولے مقدور والا ہو اور اگر تنگدست ہو تو ماذون کے دین
والونکو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لین پھر غلام آزاد مولے سے پھیر لے کذا صرح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی لم یعتق
ولو ملکہ لعتق اور اگر ماذون مولے کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہوگا اور اگر مولے ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اوسکا محرم آزاد ہوجاتا
بمجرد خریدنے کے ھ یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولے کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہین ولو اتلف المولی ما فی یدہ من
الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یضمن لما قلنا بناءً علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولے تلف کرڈالے اوسکو جو ماذون کے قبضہ مین غلام ہو تو مولے
پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مولے اوسکے کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان ندیتا برخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے
وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعًا اور اگر ماذون کا دین اوسکے مال اور اوسکی ذات کو محیط نہو تو مولے کا آزاد کرنا ماذون
کے غلام کا باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہی وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیونًا ولو محیطًا اور صحیح ہے مولے کو آزاد کردینا ماذون
کا ماذون کے مدیون ہونے کی حالت مین اگرچہ دین محیط ہو ھ اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے خلاف تو فقط ماذون کی کسب مین ہے استغراق دین
کیوقت وضمن المولی للغرماء الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والونکو کمتر اوسکے دین اور قیمت سے ھ یعنی اگر
دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اونکا حق نہین مگر دین مین اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ اونکا دین
متعلق ہے اوسکی ذات سے اور ذات کو اوسکی تلف کردیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاءوا اتبعوا العبد بکل دیونہم وباتباع احدہما
لا یبرأ الآخر فہما ککفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین والے چاہین تو غلام آزاد کا پیچھا کرین اپنے تمام دین کیواسطے اور مولے اور غلام مین ایک کے
پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہوگا تو مولے اور اوسکا غلام کفیل یعنی ضامن کی مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ ھ یعنی جسطرح کفیل کے
مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہین ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہین ہوجاتا وطولب بما بقی من دینہم اذا لم تف
بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہا فی ذمتہ اور جو اونکا دین باقی رہگیا اوسکا مطالبہ ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہوجانے دین کی اوسکی
ذمہ پر مطالبہ اوسوقت ہوگا جبکہ اوسکی قیمت ادای دین کیواسطے کفایت نکریگی وصح تدبیرہ ولا تخیر ویخیر الغرماء کعتقہ الا ان من اختار احد
الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ مجوز التصرف نہوگا اور دین والون کو اختیار ہوگا تضمین
اور استسعاء ماذون مین اوسکے عتق کی مانند مگر عتق اور تدبیر مین اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کریگا اوسکا پھرنا درست نہین کذا فی
شرح التکملہ ھ یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لین تو وہ غلام سے مطالبہ نہین کرسکتے اوسکے آزاد ہونے تک اور وہ ماذون بنا
رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرا دین تو اوسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لین اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی الطحطاوی
وفی الہدایۃ ولو کان الماذون مدبرًا او ام ولد لم یضمن قیمتہما لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتہما لانہما لا یباعان بالدین اور ہدایہ مین ہے اور
اگر ماذون مدبر یا ام ولد ہو تو اونکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہوگا اسواسطے کہ دین والون کا حق اونکی گردن سے متعلق نہین ہوا کیونکہ ام ولد اور
مدبر دین مین بیع نہین ہوتے ھ یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولے ماذون کرے اور اونپر لوگون کا دین لازم ہو پھر اونکو مولے آزاد کردے تو مولے پر

تاوان قیمت لازم نہوگا ولو اعتقہ المولیٰ باذن الغرماء فلھم تضمین مولاہ زیلعی اور اگر ماذون کو مولے نے دین والون کے اذن سے آزاد کر دیا تو
اونکو اوسکے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی ھم یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبرت والماذون ان باعہ سیدہ کما قل من
الدیون وغیبہ المشتری قید بہ لان الغرماء اذا قدروا علی العبد کان لھم فسخ البیع کما مر ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو کہ
اوسکے مالک نے دیون سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اوسکو غائب کر ڈالا تو دین والے بیچنے والے مالک سے اوسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی
مالک کے مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے جب غلام پر قادر ہون تو اونکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان ردّ العبد علیہ
بعیب قبل القبض مطلقا او بخیار رؤیۃ او شرط او بعدہ بقضاء رجع السید بقیمتہ علی الغرماء وعاد حقھم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر
دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقاً خواہ قضا سے یا رضا سے یا پھیرا جاوے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے یا قبض کے بعد
بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اوسکی قیمت پھیر لے دین والون سے اور دین والون کا حق غلام مذکور مین پھر ثابت ہوگا بسبب دور ہوجانے مانع کے ھم
یعنی تاوان مولیٰ کا سبب زائل ہوگیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنح وان ردّ بعد القبض لا بقضاء فلا سبیل لھم علی العبد ولا للمولیٰ علی القیمۃ لان
الرد بالتراضی اقالۃ وھی بیع فی حق غیرھما اور اگر غلام پھیر دیا گیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والون کیواسطے کوئی راہ نہین
غلام پر نہ رد بیع کی نہ استسعا کی اور نہ مولیٰ کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولے نے جو دین والون کو قیمت دی تھی اوسکا استرداد نہین ہوسکتا
اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق مین یعنی غلام کے حق مین کذا فی الطحطاوی وان فضل من دینھم شیٔ
رجعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولے دین والون کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اوسکو پھر لین اوسکی
آزادی کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا او ضمنوا مشتریہ عطف علی البائع ای ان شاءوا ضمنوا المشتری ویرجع المشتری بالثمن علی البائع
یا دین والے تاوان لین عبد متغیب کی مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اوسکا ثمن بائع سے پھیر لے شارح نے کہا
قولہ او ضمنوا مشتریہ بائع پر عطف ہے ھم طحطاوی نے کہا یون کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن
لا قیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھین اور اوسکا ثمن لین نہ قیمت غلام کی ھم زیلعی مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والون کو تین
چیزون مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکھین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے اور جس سے تاوان لینا اختیار کرینگے تو دوسرا
بری الذمہ ہو جائیگا وان باعہ السید معلما بدینہ یعنی مقرا بہ لا منکرا کما سیجیٔ لتحقق المخاصمۃ ویسقط خیار المشتری لا الغرماء اور اگر ماذون
کو اوسکے مالک نے بیچا اوسکا دین جتا کر یعنی مقر دین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ انکار کا مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی اسواسطے قید لگائی تا مخاصمت
مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ھم قولہ مقرا بہ تفسیر ما قبل کی صلاحیت نہین رکھتا تو یون کہنا شارح کو بہتر تھا واقر المشتری بہ
تا احتراز واقع ہوتا اوس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت مین تو اس حالت مین وہ مخاصم نہ ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی
فللغرماء ردّ البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والونکو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیھم
لان قبضھم الثمن دلیل الرضی بالبیع رد بیع مین اختیار ہے بشرطیکہ دین والونکو اوسکا ثمن نہ پہنچا ہو اسواسطے کہ اونکا ثمن قبض کرنا بیع کی
رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان فیہ محاباۃ قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ھم یعنی اگر
ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والونکو رد بیع جائز ہے اگرچہ ثمن قبض کر چکے ہون اسواسطے کہ وہ کہین گے کہ ہمنے ثمن اس خیال سے قبض کیا تھا کہ
وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن اونکے دین کو کفایت نکرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اوسمین محاباۃ ہو اسواسطے
کہ اسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والون کا کذا فی الطحطاوی فاما ان یدفع او ینقض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو گویا ثمن ٹھہرایا
جیسا کہ بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ھذا اذا کان الدین حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینھم والا فالبیع

نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ یہہ یعنی دین والون کو رد بیع کا اختیار اوسوقت ہے جبکہ اوسکا دین بلا مدت ہوا اور بیع اوسکی خواہش سے نہوا ور ثمن غلام کا اوسکے ادای دین کے واسطے کفایت نکرتا ہوا اور نہین تو بیع نافذ ہوگی زوال مانع کے سبب سے یعنے اگر دین مؤجل ہو یا بیع اونکی خواہش سے ہو یا ثمن ادای دین مین کافی ہو تو اونکو فسخ بیع کا اختیار نرہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع اونکا حق تھا سو تینون صورتون مین قطع ہوگیا وان غاب البائع وقد قبضه المشتری فالمشتری لیس بخصم لهم لو منکرا دینه خلافا للثانی ولو مقرا فخصم کما لو اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اوسپر قبضہ کرچکا ہو تو مشتری دین والون کا خصم نہین اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونیکا منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو بقلبه بان غاب المشتری والبائع حاضر فالحکم کذلك ای لاخصومة اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لهم تضمین البائع قیمته او اجازة البیع واخذ الثمن اور اگر اوسکا الٹا ہو یعنے مشتری غائب ہوا اور بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنے خصومت نہین بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والونکو اوسکی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو جائز رکھنا اور اوسکا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارة فباع واشتری فهو ماذون وحینئذ لزمه کل شیء من التجارة ایک غلام شہر مین آیا اور بولا کہ مین فلانے کا غلام ماذون نے التجارہ ہون اور اوسنے بیع اور شرا کی تو وہ ماذون ہے اور اسوقت مین اوسکو ہر چیز تجارت کی لازم ہوگی ہم کہیہ استحسان ہے اسواسطے کہ یہہ خبر تو معاملات مین اور ایک شخص کی خبر معاملات مین مقبول ہے وکذا الحکم لو اشتری العبد وباع ساکتا عن اذنه وحجره کان ماذونا استحسانا لضرورة التعامل وامر المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیه ضرورة شرح الجامع ومفاده تقیید المسئلة بالمسلم ابن کمال اور ایسیطرح کا حکم ہے اگر غلام نے خرید فروخت کی اپنے ماذون اور محجور ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اوسکی خرید فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فے شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قید لگانا مسئلہ کا مسلم کے ساتہہ کذا ذکرہ ابن کمال یعنے خرید فروخت وبلا بیان اذن اور حجر کے اسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جب کہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام کافر ہو تو ماذون ہونا اوسکا ثابت نہوگا ولکن لایباع لدینه اذ الرقیق کسبه الا اذا قر مولاه به ای بالاذن او تثبت الغرماء بالبینة ولیکن غلام مذکور اپنے دین مین بیچا نہ جاویگا جب کہ اوسکا کسب ادای دین کیواسطے کافی نہوگا مگر جبکہ اوسکا مولے اذن کا اقرار کرے یا دین والے اذن کو گواہون سے ثابت کرے وتصرف الصبی والمعتوه الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتهاب صح بلا اذن اور جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو سمجھتا بوجھتا ہے اوسکا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے وان ضارا کالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وان اذن به ولیهما اور اگر تصرف مضرت رسان ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہین اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ کے ولی نے اذن دیا ہو ہم کہتے ہیں کہ ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اوسمین آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازه نفذ اور عقودین سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان مین دائر اور محتمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہوجاوے اور اوس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای حتی لو بلغ کے ولو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہین فان اذن لهما الولی فهما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامه اور اگر صغیر اور معتوہ کو ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونون خرید فروخت مین عبد ماذون کی مانند ہین ماذون کے سارے احکام مین ہم منجملہ احکام مذکورہ یہہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک قسم کے ساتہہ مقید نہیگا اور مخصوص بزمان نہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو اونکا ولی خرید کرتے دیکھکر سکوت کریگا تو یہہ سکوت بجای اذن ہوگا ہم غیر ذلک من احکام الماذون والشرط لصحة الاذن ان یعقلا البیع سالبا للملك عن البائع والشراء جالبا له زاد الزیلعی وان

يَقْصِدُ الرِّبْحَ وَيَعْرِفُ الْغَبْنَ الْيَسِيرَ مِنَ الْفَاحِشِ وَهُوَ ظَاهِرٌ اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہہ ہی کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجہتے ہون کہ بیع ملک کی سلب کرنے
والی ہے بائع سے اور خرید ملک کی کہینچ لانیوالی ہے مشتری کیواسطے زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہی اور یہہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید فروخت سی نفع
حاصل کرنیکا ارادہ رکہتا ہو اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہہ قول ظاہر ہے وَوَلِيُّهُ أَبُوهُ ثُمَّ وَصِيُّهُ بَعْدَ مَوْتِهِ ثُمَّ وَصِيُّ وَصِيِّهِ
كَمَا فِي الْقُهُسْتَانِي عَنِ الْعِمَادِيَّةِ اور صغیر یا معتوہ کا ولی اوسکا باپ ہی پہر اوسکا وصی اوسکی موت کے بعد پہر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین سے
عمادیہ سے ثُمَّ بَعْدَهُمْ جَدُّهُ الصَّحِيحُ وَإِنْ عَلَا ثُمَّ وَصِيُّهُ ثُمَّ وَصِيُّ وَصِيِّهِ قہستانی زَادَ الْقُهُسْتَانِي وَالزَّيْلَعِي ثُمَّ الْوَالِي بِالطَّرِيقِ الْأَوْلَى پہر اون تینون کے
بعد جد صحیح اوسکا ولی ہے اگرچہ جد عالی ہو یعنی پر دادا اسپر دادا پہر اوسکا وصی پہر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا
زیادہ کہا ہی پہر والی یعنی حاکم ولی ہے بطریق اولےٰ ہم قہستانی اور زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مراد وہ والی ہی جسکی ولایت مین قضا ہی
تو جو حاکم کہ قاضی نہین اوسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثُمَّ الْقَاضِي أَوْ وَصِيُّهُ أَيُّهُمَا تَصَرَّفَ يَصِحُّ فَلِذَا لَمْ يَقُلْ ثُمَّ پہر قاضی یا اوسکا وصی ولی ہے
قاضی اور اوسکا وصی جو کوئی اون دونون مین سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا سو اسیواسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہی اور
قاضی اور اوسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین دُونَ الْأُمِّ وَوَصِيِّهَا هٰذَا فِي الْمَالِ بِخِلَافِ النِّكَاحِ كَمَا مَرَّ بہ نہ ماں یا اوسکا وصی یعنی صغیر کی ماں یا اوسکا وصی صغیر کا
ولی نہین یہہ تفصیل ولایت کی مال مین ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ہم اور ماں کی مانند چچا اور بہائی اور کوتوال شہر اور بہن اور عمہ اور خالہ صغیر
کی ولی نہین کذا فی الطحطاوی رَأَى الْقَاضِي الصَّبِيَّ أَوِ الْمَعْتُوهَ أَوْ عَبْدَهُمَا أَوْ عَبْدَ نَفْسِهِ كَالْيَتِيمِ يَبِيعُ وَيَشْتَرِي فَسَكَتَ لَا يَكُونُ سُكُوتُهُ إِذْنًا فِي التِّجَارَةِ
قاضی نے صغیر یا معتوہ یا دونون کے غلامون یا اپنے غلام کو دیکہا بیع کرنے اور خرید کرنے پہر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا عبد قاضی کا
مسئلہ سابق مذکور ہو چکا وَالْقَاضِي لَهُ أَنْ يَأْذَنَ لِلْيَتِيمِ وَالْمَعْتُوهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ وَلِعَبْدِهِمَا إِذَا كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنَ الصَّبِيِّ وَالْمَعْتُوهِ وَلِيٌّ
وَامْتَنَعَ الْوَلِيُّ مِنَ الْإِذْنِ عِنْدَ طَلَبِ ذٰلِكَ مِنْهُ أَيْ مِنَ الْقَاضِي زیلعی اور قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنیکا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا
کوئی ولی نہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سی انکار کری
جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے کذا فی الزیلعی ہم یہہ ترکیب مصنف کی مختل ہی بہتر یون تہا کہ اذا کان کے مقام پر او کان ہوتا فتاوی عالمگیری
مین ہے کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اوسکا وصی یا دادا ہو پہر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو اسواوسنے اذن
دیا اور اوسکی باپ نے نمانا تو قاضی کا اذن جائز ہے اگرچہ قاضی کی ولایت متاخر ہے باپ کی ولایت سی چنانچہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام
کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہے اور اذن کو مکروہ جانتا ہی تو جائز ہے چنانچہ منیہ مین ہی انتہے مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب محیط کے قول
سے معلوم ہوتا ہی اور وہبانیہ کے اول بیت سی نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی قُلْتُ وَفِي الْبُرْجَنْدِي عَنِ الْخِزَانَةِ لَوْ أَبَى أَبُوهُ أَوْ وَصِيُّهُ صَحَّ إِذْنُ الْقَاضِي
لٰكِنْ زَادَ شَارِحُ الْوَهْبَانِيَّةِ وَلَا يَنْحَجِرُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَصْلًا لِأَنَّهُ حُكْمٌ لَا يَحْجُرُهُ قَاضٍ آخَرُ فَتَدَبَّرْ مین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا
اوسکا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اوسکے واسطے صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اسکی بعد صغیر اصلا مجور نہوگا اسواسطیکہ
قاضی کا اذن حکم ہے اور حکم دفع نہین ہوتا اگرچہ دوسرا قاضی کے روک دینی سی سو اسکو غور کر **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے لَوْ أَقَرَّ الْإِنْسَانُ بِمَا مَعَهُمَا مِنْ كَسْبٍ
أَوْ إِرْثٍ صَحَّ عَلَى الظَّاهِرِ كَالْمَأْذُونِ دُرَرٌ اگر صغیر اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کیواسطے اوس مال کا جو دونون کے پاس ہے کمائی سے یا میراث سی تو اقرار
اونکا صحیح ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کی مانند کذا فی الدرر ہم یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہے وہ درحقیقت
فلانے شخص کا ہی تو یہہ اقرار صحیح ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کلیہ قول ہے کہ کسب مین اقرار صحیح ہے میراث مین صحیح نہین الْمَأْذُونُ لَا يَكُونُ مَأْذُونًا قَبْلَ الْعِلْمِ
إِلَّا فِي مَسْئَلَةٍ هُوَ مَا إِذَا قَالَ بَايِعُوا عَبْدِي فَإِنِّي أَذِنْتُ لَهُ فَبَايَعُوا وَهُوَ لَا يَعْلَمُ بِذٰلِكَ صَارَ مَأْذُونًا بِخِلَافِ قَوْلِهِ بَايِعُوا ابْنِيَ الصَّغِيرَ ماذون ماذون نہین ہوتا
اذن کے دریافت ہونے سے پہلے مگر اس مسئلہ مین جب کہ مولی نے کہا کہ خرید فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اوسکو اذن دیا سو لوگون نے

اوس سے خرید فروخت کی اور حالانکہ غلام اِس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون شمار نہوگا برخلاف اِس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید فروخت کرو ہم اذن غلام مین دو روایتین ہین ایک روایت مین قبل علم ماذون ہوجاتا ہی اور دوسری روایت مین ماذون نہین ہوتا اور اطلاع صغیر مین دونو روایتین مذکور ہین چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی لَا یَصِحُّ الاذنُ للآبِقِ والمغصوبِ المجحودِ ولا بَیِّنَۃَ اذن صحیح نہین غلام گریختہ کیواسطے اور نہ اوس غلام مغصوب کیواسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہین ہم اور اگر مالک کے پاس گواہ ہون اور غصب کی متی دین تو اذن صحیح ہوگا و لا یصیرُ محجورًا بِهما علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون مجور نہین ہوجاتا بھاگجانے اور مغصوب ہوجانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوهبانیۃ ؎ ولو اَذِنَ القاضی لطِفلٍ قد اَبَی ۞ اَبوہُ یَصِحُّ الاذنُ منہ فیتجر اور وہبانیہ ہین ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اوسکا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کیجانب سے سو صغیر تجارت کرے ؎ وضمّن یعقوبُ الصغیرَ ودیعۃً علیہ یُقضٰی بہ حیث یُنکر اور ابو یوسف نے تاوان لازم کہا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت مین اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو ہم یعنی اگر صغیر مجور نے ودیعت تلف کرڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اوسپر ضمان ہی اور طرفین کے نزدیک ضمان نہین اور اگر ودیعت خود تلف ہوگئی تو بالاتفاق تاوان نہین اور اگر ماذون ہو قبض ودیعت یا تجارت مین یا مکاتب ہو اور ودیعت تلف کرڈالے تو اوسپر اوسکا تاوان ہی اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اوسکی تحلیف مین اختلاف ہی کتاب الاقرار مین مذکور ہی کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر ؎ ولَو رَهَنَ المحجورُ او باعَ او شَرٰی ۞ وَجَوَّزَہُ المولٰی فما یتغیرُ لِتوقُّفِ تصرفِ المحجورِ علی الاجازۃ اور اگر مجور نے رہن رکھا یا بیع اور شرا کی اور مولے نے اوسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر پذیر نہین بسبب موقوف ہونے تصرف مجور کی اجازت پر ہم خواہ مجور غلام ہو یا صغیر عاقل فلو لَم یُجِز بل اَذِنَ لہ فی التجارۃ فاجازہا العبدُ جاز استحسانًا ولو لم یاذن لہ فاعتقہ فاجازہا لم تصح اجازتہ سو اگر مولے نے عقود مذکورہ کو جائز نرکہا بلکہ مجور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اوسکو اذن تجارت کا ندیا سو اوسکو آزاد کردیا سو اوسنے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اوسکی اجازت صحیح نہین قال وکذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا کو بوجہتا ہی قلت ولا یخفی اَنّ ما ہو تبرُّعٌ ابتداءً ضارٌّ فلا یصحُّ باذنِ ولیِّ الصغیرِ کالقرض مین کہتا ہون اور یہہ بات مخفی نہین کہ جو عقد کہ ابتدا مین احسان بلا بدل ہے وہ مضر ہے تو امر مضر ولی صغیر کے اذن سے صحیح نہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض محض ہی تو نافذ نہوگا اگرچہ ولی اجازت دے حلبی نے کہا یہہ اعتراض ہے اوسپر جو وہبانیہ مین مذکور نہین اور نہ اوس سے مفہوم ہی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الغصب

یہہ کتاب ہی غصب کے احکام مین ہو لغۃً اخذُ الشیءِ مالًا او غیرَہ کالحُرِّ علی وجہِ التغلُّبِ غصب بفتح غین معجمہ وسکون صاد مہملہ لغت مین عبارت ہی چیز کے لینے سے بطریق زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکہنا وشرعًا ازالۃُ یدٍ مُحِقّۃٍ ولو حکمًا کجحودِہ لما اَخذہ قبلَ ان یُحوِّلَہ اور اصطلاح شرع مین غصب عبارت ہی قبض محق کے زائل کردینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودَع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اوس ودیعت کا جسکو اوسنے مالک سے لیا تہا ہم قبضہ مودَع بالفتح کا بعینہ قبضہ ہے مودِع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پہر جب اوسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہوگیا حکمًا باثباتِ یدٍ مُبطِلۃٍ غصب عبارت ہی ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتہہ یعنی حقدار کا قبضہ دور کردیا اور ناحق قبضہ کرلینا یہہ حقیقت ہی غصب کی ہم بعضون کے نزدیک غصب عبارت ہی فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتہہ مین موتی ہو اور دوسرا آدمی اوسپر ہاتہہ مارے اور موتی دریا مین گرپڑے تو تاوان لازم ہی حالانکہ اثبات قبض یہان ثابت نہین اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتہہ اثبات قبض بہی ضرور ہی اور تحقیق یہہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب جو تاوان کا موجب ہی تو اوسمین فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہی جو پہیر دینے کا موجب ہی تو اوسمین اثبات قبض بہی شرط ہے واعتبر الشافعی اثباتَ الیدِ فقط والثمرۃُ فی الزوائدِ فثمرۃُ بستانٍ مغصوبٍ لا تُضمَنُ عندنا خلافًا لہ درر اور امام شافعی نے غصب کی تعریف مین فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزون مین ہے تو باغ مغصوب کا پہل ہمارے نزدیک مضمون نہین برخلاف امام شافعی کے

کذا فی السراج یعنی اگر پہلی حالت میں تلف کرڈالے تو اوسپر تاوان ہمارے نزدیک نہیں بسبب عدم ازالہ کی اور انکے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو
بالاجماع تاوان ہے کذا فی الطحطاوی فی مالٍ فلا یتحقق فی میتۃٍ وحُرٍّ ازالہ اور اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہیں ہوتا مردار اور شخص آزاد مین اسواسطے کہ وہ مال نہیں متقوم
ای مباح شرعًا قہستانی فلا یتحقق فی خمر مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال متقوم مین یعنے جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہیں ہوتا مسلمان کی شراب مین اسلئے کہ شراب مسلمان کے حق
مین مباح الاستعمال نہیں محترم فلا یتحقق فی مال الحربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہیں ہوتا کافر حربی کے مال مین اسواسطے کہ اوسکا
مال محترم نہیں قابل للنقل فلا یتحقق فی العقار خلافًا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہیں ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول مین برخلاف
محمد کے ہم غیر وقف مین شیخین کا قول صحیح ہے اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالکہ احترز بہ عن الودیعۃ واعلم ان
الموقوف مضمون بالاتلاف مع انہ لیس بمملوک اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن کما فعل ابن کمال لکان اولی
ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور مین اوسکے مالک کے بلا اذن مصنف نے یہہ قید لگاکر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسیطرح عاریت مین ہرچند ازالہ ید محقق
ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہی لہذا غصب مین داخل نہیں اور یہہ معلوم کر کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کرڈالنے سے
باوجودیکہ وہ اصلا کسیکا مملوک نہیں تصریح کی ہے اسکی بدائع مین تو اگر مصنف یون کہتا کہ ازالہ قبض ہو بدون اذن اوس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہے
چنانچہ مالک یا متولی وقف جیساکہ ابن کمال نے کہا ہی تو البتہ خوب ہوتا یعنے اسواسطے کہ وقف کو بھی غصب شامل ہو جاتا لا بالخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ وفیہ لابن
الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہہ قید لگائی تا سرقہ نکلجائے غصب سے اور اسمین ابن کمال کا کچھہ کلام ہے حاصل کلام ابن کمال
یہہ ہے کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اوسکے داخل ہونیکا غصب مین منافی نہیں سو سرقہ غصب مین داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار
بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غصب ہوا اور حالانکہ کتاب البیوع مین مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جسکو یہہ نکتہ
معلوم نہوا اوسنے لا علی سبیل الخفیہ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سی نکلجائی فاستخدام العبد وتحمیل الدابۃ غصبٌ لازالۃ ید المالک تو خدمت لینا
غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھہ لادنا غصب ہی بسبب دور کردینے قبض مالک کے یعنی اور اثبات قبض ناحق کے ہم غلام مشترک سے خدمت
لینا بدون اذن شریک کے اسکے غصب ہونے مین اختلاف ہی مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور مشترک جانور پر سوار ہونا بدون اذن شریک کے
تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لا جلوسہ علی بساط لعدم ازالتہا فلا یضمن
ما لم یہلک بفعلہ غصب نہیں بیٹھنا اوسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبض مالک کے تو حابس پر تاوان لازم نہوگا جبتک کہ فرش تلف نہو جائے
اوسکے فعل کے سبب سے ہم اسواسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اوسکا ازالہ نہیں ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل
دار انسان واخذ متاعا فجحدہ فہو ضامن وان لم یحولہ ولو لم یجحدہ لم یضمن ما لم یہلک بفعلہ او یخرجہ من الدار خانیہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک
آدمی کے گھر مین داخل ہوا اور کچھہ اسباب لیا اور منکر ہوگیا تو اوسپر تاوان ہے اور اگر اوسنے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اوسکے لینے کا انکار نکیا
تو تاوان نہیں جبتک وہ چیز ہلاک نہو جائے اوسکے فعل کے سبب سے یا اوسکو گھر سے نکال لیجائے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہیں مگر
اہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم لمن علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اوس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہے ہم
غصب کا حرام ہونا قران اور حدیث سے ثابت ہی قال تعالے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اپنے مالونکو آپسمین ناحق اور
حجۃ الوداع کی حدیث مین ثابت ہی کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تمپر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر
حرام ہی اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہی جو شخص بالشت بھر زمین غصب کریگا اوسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین دانستگی کی قید اسلئے
لگائی کہ نادانی سے گناہ معاف ہی چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کرڈالنا اپنا مال جان کر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونون صورتونمین واجب ہوگا
کذا فی الطحطاوی ورد العین قائمۃ والغرم ہالکۃ بفعلہ او غیرہ او آفۃ سماویۃ قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا

اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اوسکا تاوان دینا اگر وہ تلف ہوگئی ہو خواہ اوسکے فعل سے تلف ہوئی یا آفت سماوی سے کذا فی المستصفی پھر غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے لیا اوسکو اپنے گھر لے گیا وہ اسکے یہان تلف ہوگیا تو اوسپر تاوان نہیں ہے اسلیے کہ غصب اس صورت مین امانت ہوگیا کذا فی المحیط ولغیرہ من علم الاخیرات فلا اثم لانہ خطأ وھو مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم نا دانستہ کے حق مین پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہین ہے اسلیے کہ یہہ خطا اور چوک ہے اور حالانکہ خطا پر مواخذہ نہین بموجب حدیث کے المغصوب منہ مخیر ان شاء ضمن الغاصب وان شاء ضمن غاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف المغصوب بان غصبہ وقیمتہ اکثر وکان الثانی املأ من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیہ مغصوب منہ یعنی جسکا مال غصب ہوگیا وہ مختار ہے جو چیز مین غصب کرنیوالے سے تاوان لینے مین اور غصب کرنیوالے کے غاصب سے تاوان لینے مین یعنی چاہے غاصب سے تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب مین واقع ہو اسطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو اور حالانکہ اوسکی قیمت زیادہ تر ہوگئی ہو اور غاصب ثانی زیادہ تر مالدار ہو غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیہ ھم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے پھیر لیگا اور اگر غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نکرے اور چونکہ عبارت خانیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایکمرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اوسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اوسکی قیمت زیادہ ہوگئی دو ہزار درم کی برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار ہو اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کیواسطے زیادہ تر نافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی المحیط وفی خصبہا عصب عجلا فاستھلکہ ویبس لبن امہ ضمن قیمۃ العجل ونقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب مین ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اوسکو ہلاک کیا اور اوسکی مان کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اوسکے مان کے نقصان کا ضامن ہو اسلیے کہ بچہ کا غصب مان کے نقصان کا موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اوسکی مان مین ظاہر نہین ہوا تو یہہ ضمان بوجہ تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراھیتہا من ھدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یؤمر بعمارتہ الا فی حائط المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہۃ مین ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اوسکے ناقص ہو جانیکا تاوان دے اور اوسکو حکم نہوگا دیوار کے بنانیکا مگر مسجد کی دیوار مین بنا دینے کا حکم ہوگا ھم قنیہ مین ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیوارون کے ساتھ پھر قیمت کیجائے بدون دیوارون کے تو تاوان دے مابین قیمتین کے تفاوت کا وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت وادعی انہ کان باذنہا وانکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک مین تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول مقبول ہوگا مگر جبکہ اپنی عورت کے مال مین تصرف کیا سو وہ مرگئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اوسکے اذن سے تھا اور وارث اوسکا منکر ہے تو زوج کا قول مقبول ہوگا ویجب رد عین المغصوب مالم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر بتغیر فاحش نہوگیا ہو کذا فی المجتبی ھم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اوسکا نام اور اوسکا عمدہ فائدہ زائل ہو جاوے تو مغصوب منہ کی ملک اوس سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب اوسکا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اوسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادای عوض غاصب کو اوس سے نفع لینا حلال نہین اور اگر مغصوب ناقص ہوگیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہوگیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی المحیط وہی مغصوب کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا یا گیہون پیسکر روٹی پکانا فی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اوسکے غصب کرنے کے مکان مین بسبب متفاوت ہونے قیمتون کے مکانات کے اختلاف سے ویبرأ برد ھا ولو بغیر علم المالک فی البزازیۃ غصب دراھم انسان من کیسہ ثم ردھا فیہ بلا علمہ برئ وکذا لو سلمہ الیہ بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی نادانستگی سے ہو بزازیہ مین ہے کہ غاصب نے کسی آدمی کے دراہم اوسکی تھیلی سے غصب کیے پھر انکو اوسمین رکھدیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہوگیا اور اسیطرح اگر مغصوب سپرد کر دیا مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے

سکے اور اسیطرح اگر مغصوب مطعوم ہو اور غاصب مالک کو کہلاوے اور مالک اوسکو کہا دے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مطعوم مین کذا فی الزیلعی
ویجب ردّ مثلہ ان ہلک وہو مثلی یا واجب ہی پہیر دینا مثل مغصوب کا اگر وہ ہلاک ہوجاوے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع
المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان یوجد فی البیوت ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومۃ ای وقت القضاء وعند ابی یوسف
یوم الغصب وعند محمد یوم الانقطاع ورجحا قہستانی اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہوجاوے بطوریکہ نہ پایا جاوے اوس بازار مین جسمین وہ بیچا جاتا ہے
اگرچہ لوگون کے گہر ان مین موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اوسکی قیمت خصومت کے دن کی یعنی جسوقت حاکم کا حکم ہو اوسوقت کی قیمت دینا واجب ہی اور
ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع کی قیمت واجب ہی اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دیگئی ہی کذا فی
القہستانی ہم خزانہ مین امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ مین اسکو صحیح کہا ہے اور نہایہ مین ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی
مین محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی ویجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ اجماعاً اور قیمت والی چیز مین غصب کے دن کی قیمت واجب ہی باتفاق امام
اور صاحبین کے ہم بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضایع کیا پہر وہ اوسکی قیمت واپس لایا مالک نے کہا کہ مین قیمت نہین چاہتا ہون اور نہ
مین تجکو معاف کرتا ہون تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نکرے لیکن قیمت اوسکی گود مین رکہدی یا اوسکے دونون ہاتہون
مین تو وہ بری الذمہ ہوجائیگا اور اگر اوسکے سامنے رکہدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور مین غصب کے سامنے رکہدینے سے بری الذمہ ہوجائیگا
کذا فی الطحطاوی والمثلی المخلوط بخلاف جنسہ کبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلک کدہن نجس قیمی تجب قیمتہ یوم غصبہ اور جو مثلی
چیز اپنے خلاف جنس کے ساتہ ملگئی ہو جیسے گیہون مخلوط جو کے ساتہ اور تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتہ اور مانند اسکے چنانچہ نجس تیل کے ساتہ
مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نرہی تو اوسکی غصب مین اوسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی ہم فتاوی رشید الدین مین ہے کہ دو وزنی
چیزین جب ملجاوین اسطرح کہ جدا نہو سکین وہ مثلی نہین رہتی ہین قیمت والی ہوجاتی ہین کذا فی الطحطاوی وکذا کل موزون یختلف بالصنعۃ کقمقم وقدر
ودست ذکرہ فی الجوہرۃ اور اسیطرح قیمت والا ہوجاتا ہی ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر اور
چنانچہ شیرہ ... کا کذا فی جواہر الفتاوی زاد المصنف ورب وقطر لان کلا منہما یتفاوت بالصنعۃ ولا یصح السلم فیہما ولا تثبت دیناً فی
الذمۃ مصنف نے اپنی شرح مین اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی عصارہ ثمرات کا اور قطر یعنی ٹپکای چیز قیمت والی ہے اسواسطے کہ ہر ایک انمین
سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اوسمین صحیح نہین اور وہ دین ہوکر ذمہ پر ثابت نہین ہوتا ہم یعنی متفاوت القیمۃ ہونا و بیع سلم
کا اوسمین جائز نہونا یہ دلیل ہی کہ مثلی نہین قیمتی ہی قلت وفی الذخیرۃ والجبن قیمی فی الضمان مثلی فی غیرہ کالسلم مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہے
اور پنیر قیمتی ہی تاوان مین اور مثلی ہے سوای تاوان کے چنانچہ سلم مین وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوتہ بالقلی وقیل مثلی اور مجتبی مین ہے کہ ستو قیمتی ہے
بسبب متفاوت ہونے ستو کے بہونی سے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ وہ مثلی ہے وفی الاشباہ الفحم واللحم ولو نیا والآجر قیمی اور اشباہ مین ہے کہ کوئلہ اور
گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے نہ مثلی وفی حاشیتہا لابن المصنف ہنا وفیما یجلب التیسیر معزیا للفصولین وغیرہ وکذا الصابون والسرقین
والورق والابر والعصفر والصرم والجلد والدہن المتنجس وکذا المختصر وکل مکیل وموزون مشرف علی الہلاک مضمون بقیمتہ فی ذلک الوقت کسفینۃ
موقورۃ اخذت فی الغرق والقی الملاح مافیہا من مکیل وموزون یضمن قیمتہا ساعتئذ کما فی المجتبی اور فرزند مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یہان اور
جلب تیسیر کے قاعدے مین فصولین وغیرہ کے طرف منسوب کرکے وارد ہی اور اسیطرح صابون اور بانس اور ورق یعنی درخت کی پتیان اور سوئیان اور کسم
اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور ناپاک تیل اور اسیطرح مٹہی بہر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیلی اور موزون کہ قریب الہلاک ہو اوسکی وہ قیمت لازم الضمان ہی جو تلف ہونے
کے وقت اوسکی قیمت ہو چنانچہ گران بار کشتی جب ڈوبنے لگی اور اوسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اوسمین تہی گرادی تو اوس ساعت کی قیمت کا تاوان
لیا جائیگا کذا فی المجتبی ہم ورق سے یہان کاغذ مراد نہین اسواسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی الصیرفیۃ صبّاغ فی حنطۃ فافسدہا وزاد فی

کیلہا ضمن قیمتہا قبل صبہ للماء لا مثلہا ہذا اذا لم ینقلہا فلو نقلہا لمکان ضمن المثل لانہ غصبہ وہو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیہ الحنطۃ بغیر نقل انتہی والحاصل کما فی الدرر وغیرہا ان کل ما یوجد لہ مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی وما لیس کذلک فقیمی فلیحفظ
اور مضمرفیہ مین ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالدیا گیہون مین سو اوسکو بگاڑ دیا اور اوسکے کیل مین زیادت ہوگئی بھیگنے سے تو وہ شخص تاوان دے اوس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اوسکی قیمت تھی یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ اوسنے گیہون کو نہ اوٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کیطرف اوٹھا لیگیا ہو اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اوسنے اوسکو غصب کیا اور حالانکہ وہ اوسوقت مثلی تھا برخلاف اوس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اوسی مکان مین جہان گیہون تھے بغیر نقل کے انتہے مافی المضمرفیہ اور حاصل کلام اور خلاصۂ تمام درر وغیرہ کے موافق یہہ ہو کہ جس چیز کا مثل اور مانند بازار مین بلا تفاوت قابل شمار پایا جائے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور تفاوت معتد بہ ہو وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہئیے فان ادعی ہلاکہ حبسہ الحاکم بوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل والقیمۃ مخلص علی الراجح حتی یعلم الحاکم انہ لو بقی لظہرہ لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ بالبدل من مثل او قیمۃ پہر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہو جانیکا دعوی کرے تو وہ محبوس کیا جائے یہانتک کہ حاکم یہہ معلوم کرجائے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اوسکو ظاہر کردیتا پھر حاکم اوسپر عوض دینے کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلائے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت دلاوے شارح نے کہا ادعاء ہلاکت وجوب رد عین سے مربوط ہے اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر ہم مخلص یعنی جبکہ رد عین متعذر ہوا اوسوقت رد مثل یا رد قیمت کیطرف احتیاج ہوگی ولو ادعی الغاصب الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک عند المالک اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہو جانیکا اوسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا یعنی اوسکے تلف ہو جانیکا غاصب کے پاس دعوی کیا اور دونون نے گواہ قائم کئے تو غاصب کی یہہ گواہی کہ اوسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس تلف ہوگیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرہنا فالبینۃ للمالک وسیجئ اور اگر غاصب ور مالک نے مغصوب کی قیمت مین اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعوے پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اوسکا بیان آگے آویگا ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب مین اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہہ نہین ہے تو غاصب ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول مین سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول چنانچہ زمین اور گھر اور درخت کسیکا لیا اور اوسکے ہاتھہ مین آسمانی آفت سے تلف ہوگیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہین شیخین کے نزدیک برخلاف محمد کے کہ اونکے نزدیک غیر منقول کے غصب مین بہی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے وقف مین علامہ عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذکر ظہیر الدین فی فتاواہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان وان الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہے کہ موقوف غیر منقول اور موقوف گھرون کے غصب مین تنبیہا وان کا فتوی ہے اور منافع وقف کے غصب مین لزوم ضمان کا فتوی ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دور دونون کیطرف راجع ہے د فی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد مین ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اوسمین رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تہا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تہا تو مشتری پر اجرت مثل لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے و فی اجارۃ القنیۃ انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراء ذلک فیتحقق الا تری انہ یتحقق فی الرد فکذا فی استحقاق الاجر انتہی فلیحفظ اور قنیہ کی کتاب الاجارہ مین ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہین ہوتا غیر منقول مین فقط تاوان دینے کے حکم مین اور لزوم تاوان کے ماسوا مین

تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہین جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پہیر دینے مین یعنی مغصوب غیر منقول کا پہیر دینا شیخین کے نزدیک بہی واجب ہی سو
اسیطرح استحقاق اجرت مین بھی غصب ثابت ہی یعنی اگر غاصب عقار مین سکونت کرے توکرایہ اوسپر لازم ہوگا اگرچہ وقف اور مال صغیر نہو انتہی ما فی الفیض
تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے قیل قائلہ الاستروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع والتسلیم قول ضعیف یہہ ہی کہ عقار
یعنی غیر منقول مضمون ہی بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشنی اور عماد الدین ہے دونون نے یہہ قول اپنے فصول مین کہا ہی وکذا
بالجحود فی العقار الودیعۃ اور اسیطرح ضمان لازم ہی غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہوا ایک شخص کے پاس پہر وہ ودیعت
کا انکار کرے تو اوسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی النہر وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسیطرح تاوان لازم ہی گواہی کے پہر جانے سے
قاضی کے حکم کردینے کے بعد ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ دو شاہدون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گہر اسکے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے سو قاضی نے
وہ گہر دوسریکو دلا دیا پہر شاہدون نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تہی تو گہر کا تاوان شاہدون پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہی نہ ضمان غصب
وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد ہذہ الثلثۃ اور اشباہ مین ہی کہ غیر منقول مین تاوان نہین مگر چند مسائل مین تاوان ہی اور انہین مین ان
مسئلون کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع
اور جبکہ غاصب ناقص کردے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر مین اختلاف ہی قول صواب
اور مفتی بہ یہہ ہے کہ اسمین خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیئے کہ گہر یا زمین کی کیا قیمت ہی قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہی بعد استعمال کے توجسقدر
دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہی نقصان ہے فیعطی ما زاد البذر وصححہ فی المجتبی پہر مغصوب منہ غاصب کو اوسقدر دے جسقدر بیج نے اوسکی مالیت
زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبی مین ہم یہہ مسئلہ ظاہرا مرتبط معلوم ہوتا ہی ماقبل سے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ یہہ جداگانہ مسئلہ ہی
زیادت تخم کی یہہ صورت ہے کہ کہیت کی قیمت کیجائے تخم ریزی کے ساتھہ اور تخم سے مطلق تخم مراد نہین بلکہ وہ تخم جسکے درخت کو مالک اوکہاڑ سکتا ہی
پہر اوسی کہیت کی قیمت بدون تخم کیجائے توجسقدر دونون مین تفاوت ہو اوسقدر مالک غاصب کو دے اور اپنی زمین اوس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی
وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہہ روایت ہی کہ غاصب کی تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت تخم کی ہو وہ دے بلا اعتبار حق قلع وفی الصیرفیۃ
ہو المختار اور صیرفیہ مین ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت لہ قلعہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اوسکا اکہاڑ ڈالنا
جائز ہے اور پورا اسکا بیان مجتبی مین ہے ہم مجتبی مین ہی کہ غاصب نے غیر کی زمین مین زراعت کی اور کہیت جما تو مالک کو اختیار ہی کہ غاصب کو اوسکے
اوکہاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکہاڑے تو وہ آپ اکہاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہانتک کہ کہیت جمے پہر
اوکہاڑنیکا امر کرے اور چاہے بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی ما نقص بفعلہ کما فی قطع الاشجار جیسے کہ مغصوب
منقول مین بالاتفاق اوسقدر تاوان لازم ہے جتنا ناقص ہوگیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار مین ضمان لازم ہی ہم منقول مغصوب
کے نقصان مین مطلقا ضمان لازم ہی خواہ غاصب کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اوسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین مین مصرح ہی تو شارح کی تقیید
غیر مناسب ہی کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا اجنبی اخرا وہدم البناء ضمن ہو لا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسری شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈہا دیا تو
قاطع یا ہادم تاوان دی نہ غاصب کما لو غصب عبدا واجرہ فنقص فی مدۃ الاجارۃ بالاستعمال وہذا ساقط من نسخ الشرح لدخولہ تحت قولہ
چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اوسکو اجارہ مین دیا پہر غلام مین کچہہ نقصان عارض ہوگیا اجارہ کی مدت مین استعمال
کے سبب سے شارح نے کہا اور یہہ قول مصنف کی شرح کے نسخون مین سے ساقط ہی بسبب داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آیندہ مین ہم طحطاوی
نے کہا یہہ مضمون قول آیندہ مین داخل نہین اسواسطے کہ تصدق غلہ ضمان نقصان کے مغائر ہے وان استغلہ فنقص للاستغلال او اجر المستعار و
نقص ضمن النقصان وتصدق بما بقی من الغلۃ والاجرۃ خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب کرایہ مین دیا سوا اوسکو نقصان عارض ہوا

کرایہ وغیرہ سے یا عاریت کی چیز اجارہ دی اور اوسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دی اور جو باقی رہے ضمان کے بعد کرایہ اور اجرت سے اوسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک تصدق واجب نہین کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن البزازیۃ ان الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ سے یہہ نقل کیا کہ غاصب تونگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول مین ہم خلاصہ بزازیہ کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادا ضمان غلہ سے جائز نہین بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو ادا ضمان غلہ سے درست ہی اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب او الودیعۃ بان باعہ و ربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ اگر مغصوب او ودیعت مین تصرف کری اسطرحپر کہ اوسکو بیچ ڈالے اور اوسمین نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب وودیعت اشارہ کرنے سے متعین ہو ہم متعین ہونے کی یہہ صورت ہی کہ مغصوب عروض یعنے از قسم اسباب کے ہو نہ درم اور دینار او بالشراء بہا او بالودیعۃ او الغصب و نقدھا یا متعین ہو خرید سے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور اونہین دراہم کے ادا کرنے سے ہم طحطاوی نے کہا مختصر اور واضح تریون کہنا تہا اذا کان متعینا او غیر متعین و نقدہ یعنی بیع اور شرار مغصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہی خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا ثمن مغصوب کے دراہم سے کرے یعنی یتصدق بربح حصل فیہما اذا کانا مما یتعین بالاشارۃ یعنی تصدق کری اوس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب وودیعت کے تصرف مین جبکہ دونون اوس قسم سے ہون کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جاتے ہون وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا و نقدھا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور ودیعت اوس قسم سے ہون کہ متعین نہوتے ہون چنانچہ دراہم تو چار صورتونپر ہین سو اگر دراہم کیطرف اشارہ کیا اور اونہین کو ثمن مین ادا کیا تو وہی متعین کی مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیہا و نقد غیرھا او اشار الی غیرھا و نقدھا او اطلق و لم یشر و نقدھا لا یتصدق فی الصور الثلث عند الکرخی قیل و بہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ھو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کیطرف اشارہ کیا اونکے سوا اور دراہم ادا کئے یا اشارہ کیا اونکے غیر کیطرف اور غصب کے دراہم دئے یا مطلق دراہم مذکور کئے اور اشارہ کسیطرف نکیا اور غصب کے دراہم دئے تو ان تینون صورتون مین منفعت تصدق نکرے کرخی کے نزدیک بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہی اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہین کذا فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل مین مذکور ہے واختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام وھذا کلہ علی قولہما وعند ابی یوسف لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضی فقیہون نے کرخی کے قول کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے مین بسبب کثرت حرام کے اور یہہ تمام مذکور شیخین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچہہ بھی تصدق نکرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو تو بالاتفاق تصدق لازم نہین زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہون اسطرحپر کہ تاوان مین دراہم دئے ہون اور غاصب کے ہاتھہ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اوسپر واجب نہین اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا فان غصب و غیر المغصوب فزال اسمہ و اعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پہر اگر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کردیا سو اوسکا نام اور اعظم منافع یعنی اوسکے اکثر مقاصد زائل ہو گئے ہم زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کرکے ذبح کرڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان نقصان مین مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہین ہوا کیونکہ اوسکو حلال بکری بولتے ہین احترز عن دراہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان زال اسمہ لکن بقی اعظم منافعہ لذا لا ینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن اعظم منافعہ کالطنہ مثلا الخمر وغیرہ شارح نے کہا اعظم منافع کی قید اون دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے گہلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درم کا نام زائل ہوگیا لیکن اوسکا اعظم منافع باقی ہی یعنی ثمن ہونا اور آرائش اور اسیواسطے مالک کا حق دراہم مسبوک سے منقطع نہین ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہوا جیسے

صاحب درر وغیرہ نے گمان کیا ہے ہم اغلب منافع کی مثال مثلاً گیہون کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اسواسطے کہ مسلم گیہون سے جو مقاصد متعلق تھے
چنانچہ اوسکا بونا اور ہریسہ پکانا وہ پیسنے سے فوت ہوگئی کذا فی المنح او اختلط المغصوب بملك الغاصب بحيث يمتنع امتيازه كاختلاط بُرّ ببُرٍّ
او يمكن بحرج كبُرٍّ بشعير ضمنه وملكه بلا حلّ انتفاع قبل اداء ضمانه اى رضى مالكه باداء او ابراء او تضمين قاض يا رل مل گیا مغصوب غاصب
کی ملک سے اسطرح کہ اوسکا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ مالک کے گیہون کا ملجانا غاصب کے گیہون سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہون کا اختلاط
جو سے تو ان تینون صورتون مین غاصب تاوان اوسکا دیگا اور اوسکا مالک ہو جائیگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اوسکے تاوان کے آدای ضمان سے
رضاے مالک مراد ہے خواہ رضا ادای ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کر دینے سے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو
مگر تاوان لینے سے راضی نہو تو غاصب کو اوسکا کہانا یا غیر کو کہلانا تا ادای ضمان قیمت جائز نہین والقياس حِلّه وهو رواية فلو غصب طعاما
فمضغه حتى صار مستهلكا يبتلعه حلالا فى رواية وحراما على المعتمد حسما لمادة الفساد اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور اختلاط سے مغصوب
بلا رضای مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے تو اگر طعام غصب کیا سو اوسکو چبایا یہانتک کہ وہ مستہلک ہو گیا تو اوسکو حلال نگلیگا بموجب روایت قیاسی
کے اور حرام نگلیگا بنا بر استحسان معتمد کے تا کہ مادہ فساد منقطع ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضای مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ کہلتا
ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادہ غصب ہے كذبحه شاةً التنوين بدل الاضافة اى شاة غيره ذكره ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی ذبح
کرنا شارح نے کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہہ ذکر کیا ہے وطبخها او شيّها وطحن بُرّ او زرعه
وجعل حديد سيفا وصفر آنية چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اوسکا پکانا یا بریان کرنا اور گیہون کا پیسنا یا اوسکا کہیت مین بونا اور لوہے کی تلوار
بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ہم یہہ مثالین ہین تغیر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء على ساجة بالجيم خشبة عظيمة تنبت بالهند وقيمته
اى البناء اكثر منها اى من قيمة الساجة يملكها البانى بالقيمة اور چنانچہ عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہی
ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانیوالا اوسکی قیمت دیکر شارح نے کہا ساج بحرف جیم لکڑی عظیم الجثہ ہی جو ہندوستان مین پیدا ہوتی ہے
یعنی ساگون ہم یہہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی امتیاز حرج کے ساتھہ ممکن ہے وكذا لو غصب ارضا فبنى عليها او غرس او ابتلعت
دجاجة لؤلؤة او ادخل البقر رأسه فى قدر او ودع فصيلا فكبر فى بيت المودع ولم يمكن اخراجه الا بهدم الجدار او سقط دينار ه
فى محبرة غيره ولم يمكن اخراجه الا بكسرها ونحو ذلك يضمن صاحب الاكثر قيمة الاقل والاصل ان الضرر الاشد يزال بالاخف كما فى هذه القاعدة
من الاشباه اور اسیطرح اگر زمین غصب کی پہر اوسپر عمارت بنائی یا درخت لگائی یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈالدیا یا بوتا ودیعت کیا
سو مودع کی کوٹھری مین جوان اونٹ ہوگیا اور اوسکا نکالنا ممکن نہین مگر دیوار ڈہا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات مین گر پڑی اور اوسکا نکالنا متصور
نہین مگر دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالین تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی درصورت اختلاط ملکین جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ
کمتر قیمت والے کو ضمان دیکر اوسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت تر ضرر سبکتر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی
الضرر الاشد يزال بالاخف مین یہہ سب کچھہ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لؤلؤة فمات لا يشق بطنه لان حرمة الآدمى اعظم من حرمة المال وقيمتها
فى تركته وجوّزه الشافعية قياسا على الشق لاخراج الولد قلت وقدمنا فى الجنائز عن الفتح انه يشق ايضا فلا خلاف وفى تنوير البصائر انه الاصح فليحفظ
پہر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر انسان موتی نگل گیا پہر مر گیا تو اوسکا پیٹ چیرا نجائیگا موتی نکالنے کیواسطے اسلئے کہ آدمی کی عزت مال کی عزت سے عظیم تر ہے
اور قیمت اوس موتی کی اوس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیون نے موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس
کرکے شارح نے کہا مین کہتا ہون اور ہم باب الجنائز مین فتح القدیر سے پہلے ذکر کر چکے ہین کہ موتی کیواسطے بہی پیٹ چیرا جائیگا تو اب شافعیہ اور حنفیہ
مین کچھہ خلاف باقی نرہا اور تنویر البصائر مین ہے کہ موتی کیواسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے

والبناء سواء فان اصطلحا على شيء جاز وان تنازعا يباع البناء عليهما ويقسم الثمن بينهما على قدر مالهما شرنبلالية عن البزازية باقی رہی یہہ صورت کہ
اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کرلین تو جائز ہے اور اگر تنازع کرین تو وہ عمارت ساگون کے ساتھہ علی رغم المتخاصمین
بیع ہو اور اوسکا ثمن دونون شخصون پر بانٹ جاوے بقدر اونکی مالیت کے کذا فی الشرنبلالیۃ عن البزازیۃ بقی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساجة هل له
ذلك ان قضى عليه بالقيمة لا يحل وقبله قولان لتضييع المال بلا فائدة وتمامه في المجتبى باقی رہگئی یہہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑی اور ساگون پہیر دینے کا ارادہ
کیا تو یہہ کیا درست ہی یا نہین سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہین اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہین ایک
قول مین جواز ہے اور دوسرے مین عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی مین ہے وان ضرب الحجرين دراهم
ودنانير او اناء لم يملكه وهو لمالكه مجانا خلافا لهما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنائے یا برتن بنایا تو غاصب اوسکا مالک
نہوگا اور وہ اوسکے مالک کی مملوک ہے مفت برخلاف صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک، اسواسطے مفت مالک ہوگا کہ صنعت سی فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے
اور جودت مال ربوی مین متقوم نہین فان ذبح شاة غيره ونحوها مما يوكل طرحها المالك عليه واخذ قيمتها او اخذها وضمنه نقصانها پہر اگر غاصب نے غیر کا
دنبہ ذبح کر ڈالا اور دنبہ کی مانند سے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اوسکی قیمت اوس سے لے یا چاہے
مذبوح لے اور غاصب سے اوسکے نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور
ضمان نقصان جائز نہین امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وكذا الحكم لو قطع يدها او قطع طرف دابة غير ماكوله كذا في الملتقى قيل ولفظ غير غير سديد
هنا قلت قوله غير سديد غير سديد لثبوت الخيار في غير الماكولة ايضا لكن لو اختار دفعها اخذها لا يضمنه شيئا وعليه الفتوى كما نقله المصنف عن العمادية
فليحفظ بخلاف طرف العبد فانه يأخذ الارش [?] اور اسیطرح کا حکم ہے یعنی مالک مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھہ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ
یا پانون کاٹا کذا فی الملتقی بعضون نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہان لفظ غیر یعنے غیر ماکول اللحم مین غیر سدید ہے یعنی ٹہیک نہین اسواسطے کہ تضمین
اور اخذ عین ماکول اور رقیق مین ہی نہ غیر ماکول مین شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ معترض کا قول غیر سدید ٹہیک نہین ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر
ماکول اللحم مین بہی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اوسکا لینا اختیار کرے تو اوس سے کچھہ ضمان نہ لیگا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے
اپنی شرح مین عمادیہ سے نقل کیا ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے بخلاف قطع دست غلام کہ اوسمین تو خون بہا ہی ہم عیون مین ہی امام اعظم نے کہا کہ جب
ایکمرد غیر کا گدہا یا خچر ہلاک کرڈالے اوسکا ہاتہہ کاٹ کر یا ذبح کرکے اگر مالک چاہی غاصب سے ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کریگا اور چاہی
اوسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہے تو جو ملتقی مین تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہی الحاصل
خیار مالک ماکول اور غیر ماکول مین مختلف ہے سو ماکول مین مالک جانور کے لینے مین مع ضمان نقصان اور اوسکے دینے مین مع اخذ قیمت مختار ہے اور
غیر ماکول مین اوسکے دینے اور اوسکی قیمت لینے مین اور غیر ماکول کے لینے مین مختار ہی لیکن غاصب پر کچھہ ضمان نہین علی ما علیہ الفتوی تو معلوم ہوا کہ
کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کی مانند ہے امساک اور رجوع بالنقصان مین حالانکہ بلاشک یہہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہان غیر صواب
ہے کذا فی الطحطاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا وهو ما فوت بعض العين وبعض نفعه لا كله فلو كله ضمن كلها یا غاصب نے کپڑا پہاڑا الخرق فاحش
خرق فاحش وہ ہے جو فوت کر دی کچھہ کپڑے اور کچھہ اوسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ
یہہ ہے کہ خرق فاحش مین مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چہوڑے اور اوسکی قیمت اوس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اوس سے
تاوان لے وفي خرق يسير نقصه ولم يفوت شيئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عينه ليس غيره لقيام العين من كل وجه والرفو لا يخرجه عن صنعته [?]
او يكون لبسوتيا كما بسطه الزيلعي [?] اور جس پہاڑنے مین ہلکا نقصان ہے اور خرق مذکور نے کچھہ منفعت کو فوت نہین کر دیا تو مالک نقصان کا تاوان لے
بعینہ کپڑا لینے کے ساتھہ اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہین بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تاوقتیکہ غاصب نے اوسمین کچھہ صنعت تازہ نکی ہو

یا کہ وہ مال ہو جسمین بیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہے ھم اگر غاصب نے صنعت جدیدہ کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک اس سے منقطع ہو گیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنے تخییر مالک سب چیز مین جاری ہے سوا ہے اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہان تعیب فاحش ہو یا یسیر مالک کی تخییر ثابت کرنی ہے امساک عین مین بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین مین تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ اسواسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اوس سے بیاج ثابت ہوتا ہے ومنہ یعلم جواب حادثۃ وھی غصبت سیاضۃ فضۃ مموھۃ بالذھب فزال تمویھہا تخیر مالکہ بین تضمینہا مموھۃ او اخذھا بلا شیء لامتناع تبعیتہ للفضۃ اور اوس سے یعنی اوسکے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہے سو اوسکا ملمع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک اوسکا مختار ہے چوڑی ملمع دار کے ضمان لینے مین یا چوڑی لینے مین بلا ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع مستہلک ہے ھم اور اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان مکان الغصب شراء بوزنہا فضۃ فلا رد لتعیبہا ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فاغتنمہ فقل من صرح بہ قالہ شیخنا اور اگر بجاے غصب چوڑی کے خریداری ہوئی اور اوسکے برابر وزن چاندی سے پھر ملمع اوسکا زائل ہو گیا ہو تو رد بیع جائز نہین بسبب عیبدار کر دینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہین بسبب لازم ہونے بیاج کے تو غنیمت جان اس جواب کو اسواسطے کہ کمتر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے یہہ کہا ہے ہمارے استاد یعنی خیر الدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امر بالقلع والرد لو قیمۃ الساحۃ اکثر کما مر اور جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین مین اوسکے بلا اذن تو اوسکو عمارت ڈہانی اور درخت اکہاڑنے کا اور زمین پہیر دینے کا امر کیا جائیگا اگر قیمت زمین کی زیادہ ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر امر بقلعہ ای مستحق القلع فتقوم بدونہما ومع احدہما مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض بہ ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اوس درخت اور عمارت کا جسکے قلع او قمع کرنیکا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدون عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیجاوے ساتھہ اوس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جسقدر زیادت ہو دونون قیمتون مین اوتنا غاصب کو ضمان دے ولو زرعہا یعتبر العرف فان اقتسما الغلۃ انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعلیہ اجر المثل واما فی الوقف فیجب الحصۃ او الاجر بکل حال فصول لسان اور اگر غاصب نے زمین مین زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہون تو اوسی رواج کا اعتبار ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اوسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی مین تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہر حال مین واجب ہوگی کذا فی الفصولین ھم ہر حال سے مراد یہہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکہنے پر راضی ہو یا اوسکے اکہاڑنیکا طالب ہو اور ملک مین تو بلا رضامی بقاء زراعت حصہ یا اجرت واجب نہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغہ لا عبرۃ للالوان بل لحقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا فلتہ بسمن فالمالک مخیر ان شاء ضمنہ قیمۃ ثوبہ ابیض ومثل السویق عبر فی المبسوط بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا وسماہ ھنا مثلا لقیام القیمۃ مقامہ کذا فی الاختیار وقدمنا قولین عن المجتبی کپڑا غصب کیا پہر اوسکو رنگا رنگون کا یہان اعتبار نہین بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پہر اوسکو گہی سے سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان اور ستو کی مثل کا شارح نے کہا مبسوط مین قیمت ستو کی بہی مذکور کی ہے اسواسطے کہ ستو بریان کرنے سے مثلی باقی نرہا اور یہان مصنف نے اوسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اوسکی قیمت کے مقام اوسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے ہین مجتبی سے نقل کر کے کہ ستو کے مثلی اور قیمتی ہونے مین دو قول ہین وان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ وغرم السمن لان مثلی وقت انفصالہ عن ملکہ والصبغ لم یبق مثلیا قبل اتصالہ بملکہ لامتزاجہ بالماء مجتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گہی کا سنا ستو لے اور جسقدر رنگ سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اوسکا تاوان دے اور گہی کا تاوان دے اسواسطے کہ گہی مالک کی ملک کے ساتھہ متصل ہونے کے وقت مثلی تہا اور رنگ مثلی باقی نرہا قبل از اتصال بملک مالک بسبب ملجانے رنگ کے پانی کے ساتھہ کذا فی المجتبی ثم غاصب الغاصب المغصوب علی الغاصب الاول یبرأ عن ضمانہ

غاصب کے غاصب نے مغصوب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہوگا کما لو ھلک المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمۃ الی الغاصب فانہ یبرأ ایضا لقیام القیمۃ مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہوگیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اوسنے اوسکی قیمت ادا کردی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ ہوگا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے اذا کان قبضہ القیمۃ ظاہرا بقضاء او بینۃ او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الا فی حق نفسہ وغاصبہ عادیہ اداء قیمت سے غاصب ثانی اوسوقت بری الذمہ ہوگا جبکہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہوں سے یا مالک کی تصدیق سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی جبکہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار کریگا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کرسکتا لیکن مالک مطالبہ کرسکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے درصورت اقرار مذکور قیمت لیگا تو غاصب ثانی غاصب اول سے قیمت پھیر لیگا بسبب اوسکے اقرار کے غصب شیئا ثم غصبہ اخر منہ فاراد المالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول و بعضہ من الثانی فلہ ذلک سراجیہ والمالک بالخیار فی تضمین ایھما شاء واذا اختار تضمین احدھما لم یملک ترکہ وتضمین الاخر فیملک عمادیہ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اُس سے غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اوسکو یہہ فعل درست ہے کذا فی السراجیۃ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے ضمان لینا اختیار کریگا تو پھر اوسکے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نہ رہیگا اور بعضوں نے کہا مالک رہیگا کذا فی العمادیہ الاجازۃ لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیرہ تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباہ معزیا للبزازیۃ لکن نقل المصنف عن العمادیۃ ان الاجازۃ تلحق الافعال ھو الصحیح قال وعلیہ فتلحق الاتلاف لانہ من جملۃ الافعال فلیحفظ اجازت لاحق نہیں ہوتی تلف کردینے کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اوسکو جائز رکھا یا میں راضی ہوگیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہوگا کذا فی الاشباہ منقولا من البزازیۃ لیکن مصنف نے شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اسکے بموجب تلف کردینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی اسواسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجئے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہوسکتا ہے حموی نے کہا کہ بعضے افعال اعدام ہوتے ہیں اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اُس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہو کذا فی الطحطاوی کسر الغاصب الخشب کسرا فاحشا لا یملکہ ولو کسرہ الموھوب لہ لم ینقطع حق الرجوع اشباہ کہ غاصب نے لکڑی بکسر فاحش توڑی تو اوسکا مالک نہوگا اگرچہ اوسکی قیمت زیادہ ہوجائے توڑنے سے کذا فی القنیۃ اور اگر لکڑی کو موہوب لہ توڑے تو واہب کے پھیر لینے کا حق منقطع نہوگا کذا فی الاشباہ وفیھا اجرھا الغاصب ورد اجرھا الی المالک تطیب لہ لان اخذ الاجرۃ اجازۃ اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اوسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اوسکو یہہ حلال ہے اسواسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے استعار منشارا فانقطع فی النشر فوصلہ بلا اذن مالکہ انقطع حقہ وعلی المستعیر قیمتہ منکسرا شرح وھبانیہ آرا عاریت لیا سو وہ ٹوٹ گیا چیرنے میں سو اوسنے جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اوس سے منقطع ہوگیا اور مستعیر پر ٹوٹے آرے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوھبانیہ رکب دار غیرہ لاطفاء حریق وقع فی البلد فانھدم شئ بر کوبہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان لکل دفعہ جوھرہ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اوس آگ بجھانے کو جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہوگئی اوسکے چڑھنے سے تو اوسپر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سبکو تو ہر شخص کو اوسکے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الجوھرۃ لا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اوسکی اجازت سے مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم وفیما اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اِسصورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اوسکو خبر کرونگا تو وہ اوسکو دبا رکھیگا حفر قبرا فدفن فیہ اخر میتا فھو علی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ وان مباحۃ فلہ قیمۃ حفرہ وان وقفا فکذلک ولا یکرہ لو الارض متسعۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی کہ

سوا اوسمین دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتون پر ہے اگر وہ زمین قبر کہودنے والیکی مملوک ہو تو اوسکو مردہ اوکہاڑنا اور زمین کا برابر کردینا جائز ہے اور اگر
زمین مباح ہو تو وہ اوسکو قبر کہودنے کی قیمت یعنی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہو تو اسیطرح اوسکی اجرت ثابت ہی اور یہہ مکروہ نہین اگرچہ زمین وقف کشادہ ہو
اسواسطے کہ قبر کہودنیوالا نہین جانتا کہ کس زمین مین مریگا ھ ولوالجیہ مین ہے کہ ایکمردنے مقبرہ وقف مین قبر کہودی پہر دوسرے نے اوسمین دفن کرنیکا ارادہ
کیا اگر مکان مین وسعت ہو تو اول شخص مزاحمت نکرے اور اگر وسعت نہو تو مزاحمت کرے اور اگر پہلی صورت مین دفن کریگا تو مکروہ نہین ایسا کہا ہی فقیہ ابو اللیث
نے اسواسطے کہ جسنے اپنے واسطے قبر کہودی ہے وہ جانتا نہین کہ کس زمین مین مریگا کذا فی الطحطاوی ٭ لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی
مسائل مذکورۃ فی الاشباہ ٭ جائز نہین تصرف کرنا غیرکے مال پر بدون اوسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل مین تصرف
مال غیر جائز ہے جو اشباہ مین مذکور ہین ھ منجملہ مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ فرزند کو والد مریض کے واسطے مایحتاج خرید کرنا بغیر اوسکے اذن کے جائز
ہے اور اسیطرح والد کو فرزند کیواسطے اوسکے مال سے خرید درست ہی لیکن اور چیز سوای طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہین اسواسطے
کہ مایحتاج مین اذن باعتبار عادت کے ثابت ہی دوسرا مسئلہ یہہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کی والدین پر بدون اوسکے اذن کے صرف کرنا اوس مکان مین درست
ہے جہان رای قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہین اور اوسپر ضمان لازم نہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہہ کہ ایک رفیق سفر مین مرگیا تو باقی رفیقون نے
اوسکا اسباب بیچا اور اوسکی تجہیز اور تکفین اوسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اوسکے وارثونکو دیا تو اونپر ضمان نہین ٭ غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ
الذئب ضمنہ کما فی معایاۃ الوہبانیۃ ھ وغاصب شیء کیف یضمن غیرہ ٭ ولیس لہ فعل بما یتغیر ٭ گدہی ایک شخص نے غصب کی سو اوسکا
بچہ اوسکے پیچہے لگا چلا گیا سو اوسکو بہیڑیا کہا گیا تو غاصب پر اوسکا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چیستان مین یون مذکور ہی اور ایک
چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اوسکا ایسا فعل نہین جس سے وہ متغیر ہو جای ھ عالمگیری مین ہے کہ غیر کی گدہی بلا اجازت
ہانک لیگیا اور بہیڑیا اوسکا بچہ کہا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اوسنے مالک کو گدہی پہیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدہی کے ساتہہ ہانک لیگیا ہے تو اوسپر تاوان
لازم ہوگا اور اگر بچہ پیچہے لگا چلا گیا بدون اوسکے ہانکنے کے تو اوسپر بچہ کا تاوان نہین شارح وہبانیہ نے کہا ہی [illegible] ہے اور بیت کو اس صورت پر
محمول کیا ہے کہ گدہے کے ساتہہ بچہ کو بہی وہ ہانک لیگیا ہے اسواسطیکہ وہ اب متعدی ٹہرا ٭ وغاصب نہر حل لہ منہ شربہ ٭ وہل لہ تطہر
لطاہر لا مطہر ٭ اور نہر کے غاصب کو اوسمین سے پینا درست ہے یا نہین اور کیا وہان نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہین ھ سوال اول کا جواب یہہ ہی کہ
اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر کو اوسکے مکان سے ہٹایا ہو تو اوسمین سے پانی پینا اور وضو کرنا مکروہ ہی اسواسطے کہ تحویل ہی غصب کا اثر
ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اسواسطے کہ نہر مین سے ہر شخص کو پینا اور توضی درست ہی اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ ہان وہان نہر
طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ

فصل

یہہ فصل ہے کتاب الغصب کی ٭ غیب بحیث ما غصبہ وضمن قیمتہ لمالکہ ملکہ عندنا
ملکا مستندا الی وقت الغصب فسلم لہ الاکتساب لا الاولاد ٭ ملتقی ٭ غاصب نے جو غصب کیا اوسکو غائب کر ڈالا اور اوسکی
قیمت کا مالک کو تاوان دیا تو ہمارے نزدیک وہ اوسکا مالک ٹہریگا غصب کرنے کیوقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیان حلال ہونگی نہ اولاد مغصوب
کذا فی الملتقی ٭ والقول لہ بیمینہ لو اختلفا فی قیمتہ ان لم یبرہن المالک علی الزیادۃ ٭ اور غاصب کا قول قسم کے ساتہہ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے
مغصوب کی قیمت مین اختلاف کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نکی ہو فان برہن او برہنا فللمالک ٭ ولا تقبل بینۃ الغاصب لقیامہا
علی نفی الزیادۃ ہو الصحیح ٭ زیلعی ٭ پہر اگر مالک گواہ لایا یا دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول
نہونگے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی زیادت پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہین یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواہر
لو قال الغاصب او المودع المتعدی لا اعرف قیمتہ لکن علمت انہا اقل مما یقولہ فالقول للغاصب بیمینہ ویجبر علی البیان ٭ اور مصنف نے
شرح مین بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع متعدی کہے کہ مین مغصوب اور ودیعت کی قیمت نہین جانتا لیکن یہہ جانتا ہون کہ قیمت اوسکی

اوس سے کثر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسیطرح مودع کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جائیگا م بحرالرائق کی تالیف تو
کتاب الاجارہ وتکمیل تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اوس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے اختلاف مین مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا
فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادة فان نکل لزمتہ پہر اگر غاصب قیمت مجہولہ کا بیان نکرے تو اوس سے نفی زیادت پر قسم لیجائیگی سو اگر وہ
قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اوسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا علی الزیادة اخذہا اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بہی
زیادت پر قسم کہائی تو وہ اوسکو لیگا غاصب سے ثم ان ظہر المغصوب فللغاصب اخذہ ودفع القیمة او ردہ واخذ القیمة وہی من خواص کتابنا
فلیحفظ بعد اسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اوسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پہیر دینا اور اوس سے قیمت پہیر لینا اور یہہ
تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اوسکو یاد رکہنا چاہیئے فان ظہر المغصوب وہی ای قیمتہ اکثر مما ضمن او مثلہ او دونہ علی
الاصح عنایہ فالاولی ترک قولہ وہی اکثر وقد ضمن بقولہ اخذہ المالک ورد عوضہ او مضی الضمان پہر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور حالانکہ اسکی قیمت
زیادہ تر ہے اوس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اوسکے یا کمتر ہے اوس سے بقول اصح کذا فی العنایہ اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہے اپنے قول
کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اوسکے جو ضمان لیا ہے پہیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکہے شارح نے کہا جب عنایہ کی
روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکسان ہے حکم مین تو مصنف کو بہتر یہ تہا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار
للغاصب ولو قیمتہ اقل للزومہ باقرارہ ذکرہ الوانی نعم متی ملکہ بالضمان فلہ خیار عیب ورؤیة مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ مین کچہہ اختیار
نہین اگرچہ قیمت مغصوب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی محشی الدرر ہان جبکہ مالک ضمان کا
مالک ہوگا تو اوسکو خیار العیب اور خیار الرؤیة ثابت ہے کذا فی المجتبی م اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیة اوسکو
لازم ہوا چاہے ولو ضمن بقول المالک او ببرہانہ او نکول الغاصب فہو لہ ولا خیار للمالک لرضاہ حیث ادعی ہذا المقدار فقط اور اگر
غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اوسکے گواہ لانے یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونیکے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اوسمین اختیار
باقی نرہیگا اوسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اوسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنہ المالک نفذ بیعہ اور
اگر غاصب نے مغصوب بیچڈالا پہر مالک نے اوسکا تاوان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاویگی وان حررہ ای الغاصب لان تحریر المشتری من الغاصب
نافذ فی الاصح عنایہ ثم ضمنہ لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع لا العتق اور اگر غاصب نے مغصوب کو آزاد کر دیا پہر مالک نے اوس سے اوسکا
تاوان لیا تو عتق نافذ نہوگا اسواسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کیواسطے کافی ہے اور نفاذ عتق کیواسطے کافی نہین شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب
کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح مین نافذ ہے کذا فی العنایہ وزوائد المغصوب مطلقا متصلة کسمن وحسن او منفصلة
کولد وثمر امانة لا تضمن الا بالتعدی او المنع بعد طلب المالک لانہا امانة اور مغصوب کی زوائد مطلقا خواہ زوائد متصلہ ہون چنانچہ فربہی اور
خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہون چنانچہ دودہ اور پہل امانت ہین غاصب کے پاس اونکا تاوان نہین مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب
کرنے مالک کے اوسکے نہدینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہین م یہان دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یون
کہتا کہ زوائد مین اسواسطے تاوان نہین کہ اونمین غصب متحقق نہین تو وہ اصح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو طلب المتصلة لا یضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو
طلب کرے تو تاوان نہین وما نقصتہ الجاریة بالولادة مضمون ویجبر بولدہا بقیمتہ او بغرتہ ان وفی بہ والا فیسقط بحسابہ اور جاریہ مغصوبہ نے
جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کر دی تو اوسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جائیگا اور لونڈی کا جبر نقصان اوسکے ولد کی قیمت یا اوسکے غرہ سے
کیا جائیگا اگر اوسکے ساتہہ برابر ہو اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہو کم ہو تو اوسکے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جائیگا م یعنی اگر جاریہ
مغصوبہ کی قیمت سو درم تہی اور ولادت سے ساٹہہ درم قیمت رہگئی تو اگر اوسکے ولد کی قیمت ۴۰ درم ہے تو جبر نقصان ہوگیا لونڈی اور اوسکا ولد مالک

کو پہیر دیا جائے غاصب پر کچھہ تاوان لازم نہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہے تو بتمامہ اِسقدر ساقط کر کے ۱۵ درم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا
قیمت سے جبر نقصان اوسوقت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہوا والا غرہ سی جبر نقصان ہوگا غرہ سی مراد یہہ ہے کہ اگر کسی نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب
ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ سے گر پڑا تو اوسپر غرہ یعنی دیت واجب ہوگی اوسی سے جبر نقصان کیا جائیگا ولو ماتت وبالولد وفاء کفی هو الصحيح
اختیار اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مرگئی اور اوسکے ولد کی قیمت اوسکی قیمت کے ساتھہ برابر ہی تو یہی کفایت ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الاختیار
یعنی غاصب پر کچھہ ضمان نہیں زنی بامة مغصوبة ای غصبها فردّها فماتت بالولادة ضمن قیمتها یوم علقت زنا کیا اوس جاریہ سی جسکو
غاصب نے خود غصب کیا پہر جاریہ حاملہ مالک کو پہیر دی سو وہ ولادت سی مرگئی تو غاصب پر اوسکی اوس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اوسکی قیمت حاملہ
ہونیکے دن تہی ہم چونکہ رد فاسد تہا لہذا اوسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اوسنے غصب کی تہی تو اوسمین تلف ہوجانیکا کوئی سبب نہ تہا اور جب اوسنی
پہیر دی تو سبب تلف اوسمین موجود تہا یعنی حمل تو پہیرنا صحیح نہ ٹہرا بخلاف الحرة لانها لا تضمن بالغصب لیبقی ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف
حُرّہ مغصوبہ کی پہیر دینی کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کر کے حاملہ اوسکو پہیر دیا اور وہ ولادت سی مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اسواسطی کہ حرہ کا ضمان غصب
سے نہیں ہوتا ہی تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولو ردّها محمومة فماتت لا یضمن. اور اگر جاریہ مغصوبہ پہیر دی اور حالانکہ اوسکو تپ تہی
سو وہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں یعنی اسواسطی کہ تپ مین غاصب کا کچھہ دخل نہیں وکذا لو زنت عنده فردّها فجلدت فماتت به ملتقی اور اسیطرح
غاصب پر ضمان موت نہیں اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پہر غاصب نے مالک کو پہیر دی پہر اوسپر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئی
سو وہ اوسکے سبب سی مرگئی کذا فی الملتقی ہم زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو زنی بها واستولدها یثبت النسب
والولد قن د در اور اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سی زنا کیا اور اوسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر
وبخلاف منافع الغصب استوفاها او عطلها فانها لا تضمن عندنا اور برخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کرلیا ہو یا ویسا ہی معطل
چہوڑا ہوا ونکا کچھہ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے ویوجد فی بعض المتون ومنافع الغصب غیر مضمونة الخ لکن لا یلائم ما یاتی من عطف
حکم المسلم الخ مع انه اخصر فتدبر اور متن کے بعضے نسخہ مین یون عبارت ہی ومنافع الغصب غیر مضمونة الخ لیکن اس عبارت کی وہ عبارت جو آگے آویگی
یعنی عطف کرنا حکم مسلم کا مناسب نہیں باوجود آنکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اسکو غور کرلو الا فی ثلث فیجب اجر المثل علی اختیار المتاخرین
ان یکون المغصوب وقفا للسکنی او للاستغلال لِ منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتون مین تو اجرت مثل واجب ہی بموجب اختیار
کرنے فقہاء متاخرین کے پہلی صورت یہہ ہی کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کیواسطی وقف ہو خواہ کرایہ لینے کیواسطی وقف ہو او مال یتیم الا فی
مسئلة سکنت امه مع زوجها فی داره بلا اجر لیس لهما ذلک ولا اجر علیهما کذا فی الاشباه معزیا الی وصایا القنیة یا مال یتیم کے
منافع مغصوب مین اجرت مثل واجب ہی مگر اس مسئلہ مین کہ یتیم کی مان اپنے دوسرے شوہر کے ساتھہ یتیم کے گہر مین بدون کرایہ رہی تو دونون کو
یہہ جائز نہیں اور اونپر کرایہ بہی نہیں ہے چنانچہ اشباہ مین قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہی قلت ویستثنی ایضا سکنی شریک الیتیم
فقد نقل المصنف وغیره عن القنیة انه لا شئ علیه وکذا الاجنبی بلا عقد وقیل دار الیتیم کالوقف انتهی مین کہتا ہون اور وجوب اجرت
مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا بہی مسئلہ مستثنی ہی اسواسطی کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سی نقل کیا ہے کہ شریک یتیم پر کچھہ واجب نہیں اور اسیطرح اُس
اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گہر مین بلا عقد اجارہ رہا اور بعضون نے کہا کہ یتیم کا گہر وقف کی مانند ہے وجوب اجرت مین مطلقا انتہی قول المصنف
ہم مفتی ابو السعود نے کہا یہی قول معتمد ہی کہ مال یتیم وقف کی مانند ہی تو درحقیقت کچھہ استثنا نہیں قلت ویمکن حمل کلا الفرعین علی قول المتقدمین
بعدم اجرته واما علی قول المعتمد انها کالوقف فتجب الاجرة علی الشریک والزوج لکون سکنی المرأة واجبة علیه وهو غاصب للدار
الیتیم فتلزمه الاجرة وبه افتی ابن نجیم مین کہتا ہون اور استثنا کے دونون مسئلون کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور

منافع مین کے تو قول معتمد پر یہہ ہے کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اوسکی مان کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطی کہ سکنے زوجہ کا زوج پر واجب ہے اور زوج مذکور گھر یتیم کا غاصب ہے تو اوسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہی ابن نجیم صاحب اشباہ نے ہم اور اگر یتیم کی مان اوسکے گھر مین رہی درصورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہو تو اوسپر اجرت نہین کذا فی الطحطاوی عن الحمید وما فی الصیرفیۃ من التفصیل لو الیتیم یقدر علی المنع فلا اجر والا فعلیہما غیر ظاہر اور جو صیرفیہ مین یہہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر یتیم منع پر قادر ہے اور اوسنے منع نکیا تو اجرت نہین اور اگر منع پر قادر نہین تو زوجین پر اجرت واجب ہی غیر ظاہر ہے ہم قول مذکور کی ظاہرا غیر ظاہر ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہین ہے وعلیہ ای بناء فہو علیہ لا علیہا کما افادہ فی تنویر البصائر اور بموجب اوسکی یعنی بموجب قول معتمد کے تو اجرت زوج پر واجب ہی نہ یتیم کی مان پر چنانچہ یہہ افادہ تنویر البصائر مین مذکور ہے یعنی اسواسطی کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل عن الخانیۃ ان مسئلۃ الدار کمسئلۃ الارض وان الحاضر اذا سکن فیما اذا کان لا یضرھا فللغائب ان یسکن قدر شریکہ قالوا وعلیہ الفتوی پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلہ کی مانند ہے اور شریک حاضر جبکہ گھر مین سکونت کرے جس صورتین کہ سکونت گھر کو ضرر نکرے تو شریک غائب کو جائز ہے کہ اوسمین بقدر اپنی شریک کی سکونت کرے علما نے کہا اور اوسی پر فتوی ہے ہم عمادیہ مین مذکور ہے کہ فتوی اسپر ہی کہ اگر زراعت زمین کو نقصان کرے نفع کری تو شریک کو تمام زمین مین زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب آوی تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرلے اوتنی مدت تک اسواسطی کہ رضامندی مالک کی ایسی صورت مین باعتبار دلالت حال کے ثابت ہی اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ للاستغلال بان بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قیل او آجرہ ثلث سنین علی الولاء یا اوس مغصوب کے منافع کی اجرت مثل واجب ہے جو مہیا ہو استغلال کیواسطی یعنی اوسکے مالک نے اوسکو تیار کیا ہو کرایہ لینے کیواسطے اسطرح کہ اوسکو بنایا ہو اسیواسطی یا خرید کیا ہو اسیواسطی بعضون نے کہا یا اوسکو اجارہ دیا ہو تین برس علی الاتصال وفی الاشباہ لا تصیر الدار معدۃ لہ باجارتہا بل ببنائہا او شرائہا لہا لا باعداد البائع بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ مین ہے کہ گھر استغلال کیواسطی مہیا نہین ٹھہر جاتا اوسکے اجارہ دینے سے بلکہ اوسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے نسبت بمشتری استغلال کیواسطی ہوسکتا ہے ویشترط علم المستعمل بکونہ معدا حتی یجب الاجر اور استعمال کرنیوالیکا یہہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کیواسطی مہیا ہے تب اجرت مثل واجب ہوگی وان لا یکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب اجرت کی یہہ شرط ہی کہ استعمال کرنیوالا غصب کرنے مین مشہور نہو ہم اور اگر مشہور ہوگا غصب مین تو اوسپر کرایہ نہین اگرچہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہو اور دونون مسئلون کی وجہہ یہہ ہے کہ اوسنے سکونت نہین کی کرایہ لازم کرکے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم وعدمہ فالقول لہ بیمینہ لانہ منکر والاجر ہم مین کہتا ہون اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم مین مختلف ہون یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تہا کہ یہہ گھر کرایہ کیواسطی بنا ہے اور رہنے والا کہتا ہو کہ مجکو اسکا علم نہ تہا تو رہنے والیکا قول اوسکی قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا اسواسطی کہ وہ منکر ہے اور دوسرا مدعی ہی اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہی نہ مدعی کا قال شیخنا وبموت رب الدار وبیعہ یبطل الاعداد ہمارے استاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سی اور اوسکے بیچڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطی مہیا ہونا باطل ہو جاتا ہے ولو بنی لنفسہ ثم اراد ان یعدہ فان قال بلسانہ وخبر الناس جاز ذکرہ المصنف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطی بنایا پہر چاہا کہ اوسکو کرایہ کیواسطی مہیا کردے تو اگر وہ اپنی زبان سی یہہ کہے اور لوگون کو اسکی خبر کردی تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہی الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فیہ اذا سکن بتاویل ملک کبیت سکنہ احد الشرکاء فی الملک ولو لیتیم کما مر عن القنیۃ فتنبہ مگر اوس گھر مین ضمان نہین جو کرایہ کیواسطی طیار ہوا جبکہ اوسمین کسی شخص نے سکونت کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سی چنانچہ وہ گھر جسمین شرکاء ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہی قنیہ سی تو خبردار رہنا ہم شارح نے خبردار کر دیا اسبات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت مین اما فی الوقف

اِذا اسکنہ احدھما بالغلبۃ بلا اذن لزم الاجر لیکن وقف کے مکان مین جبکہ ایک شریک اوسمین سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی اھ و عقل کبیت الرھن اذا اسکنہ المرتھن ثم بان للغیر مُعَدًّا للاجارۃ فلا شئ علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گہر مین مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گہر غیر شخص کا ہے درانحالیکہ وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہے تو مرتہن مذکور پر کچھ ضمان نہین بقی لو اجر الغاصب احدھا فعلی المستاجر المسمّٰی لا اجر المثل و لا یلزم الغاصب الاجر بل یرد ما قبضہ للمالک اشباہ و قنیہ باقی رہی یہہ بات کہ غاصب نے بیوت ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گہر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت مسمّٰی واجب ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاشباہ والقنیۃ و فی الشرنبلالیۃ و یُنظر ما لو عطّل المنفعۃ ہل یضمن الاجرۃ کما لو سکن اور شرنبلالیہ مین ہے اور اسمین نظر اور تلاش کرنی چاہیئے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑ رکھا اجرت کا ضامن ہوگا چنانچہ سکونت کے مانند ہے و بخلاف خمر المسلم و خنزیرہ اذا اسلم و ہما فی یدہ اذا اتلفہما مسلم او ذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کی شراب اور سور کے اسطرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اوسکی ملک مین باقی رہی جبکہ دونوکو مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہین یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے حق مین شراب اور سور مال متقوم نہین و ضمن المتلف المسلم قیمتہما لان الخمر فی حقنا قیمی حکما لو کانا لذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنے والا دونون کی قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر ذمی کی مملوک ہون قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانون کے حق مین قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے ہم ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیون کے حق مین شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اوسکی تملیک اور تملک سے ممنوع ہے لہٰذا اوسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف غیر الامام او مامورہ یری ذلک تعزیرًا فلا یضمن و لا الزق خلافا لمحمد مجتبیٰ ضمان اوسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا بادشاہ یا اوسکا مامور نہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہو اب ضمان نہوگا اور نہ شراب کی مشک کی تلف کرنیکا برخلاف محمد کے کذا فی المجتبیٰ ھ یعنی اگر بادشاہ یا اوسکا مامور شراب و سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کر ڈالے باعتبار تعزیر کے تو اوسپر ضمان نہین منح الغفار مین ہے کہ ذمی نے دار الاسلام مین خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ کی تو اوسکو منع کیا جاے پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اوسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہہ کرے تعزیر جانکر تو اوسپر تاوان نہین نہ مشک کا نہ شراب کا نہ سور کا و لا ضمان فی میتۃ ودم اصلًا اور مردار اور خون کے تلف کرنے مین اصلا تاوان نہین خواہ مسلم کی ہون یا ذمی کی اسواسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہہ چیزین مال نہین بخلاف ما لو اشتراھا ای الخمر منہ ای الذمی و شربھا فلا ضمان و لا ثمن لانہ فعلہ بتسلیط بائعہ بخلاف غصبہا مجتبیٰ برخلاف اس مسئلے کے کہ اگر شراب ذمی سے خریدی اور پی لی تو نہ اوسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہہ فعل اوسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب کرنیکے کہ اوسمین تسلیط مالک نہین لہٰذا اوسپر ضمان ہے کذا فی المجتبیٰ و فیہا اتلف ذمی خمر ذمی ثم اسلما او احدھما لا شئ علیہ الا فی روایۃ حلیۃ الخمر اھ مجتبیٰ مین ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنیوالے پر کچھ تاوان نہین مگر ایک روایت مین اوسپر تاوان مذکور ہے غصب خمر مسلم فخللہا بما لا قیمۃ لہ کخلطہا بملح یسیر لا قیمۃ لہ او تشمیس او غصب جلد میتۃ فدبغہ بما لا قیمۃ لہ کتراب و شمس اخذہما المالک مجانا شراب مسلمان کی غصب کی پھر اوسکو سرکہ بنایا اوس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ تہوڑے گیہون یا تہوڑا نمک ڈالکر جسکی کچھ قیمت نہین یا سرکہ بنایا دہوپ مین رکھکر یا مردار کی کہال غصب کی پھر اوسکی دباغت کی اوس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ مٹی اور دہوپ ہے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لیگا و لکن لو اتلفہما ضمن لا لو تلفا لیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہون تو اوسپر ضمان نہین و فی شرح الوھبانیۃ یضمن قیمتہ مدبوغا و اعتمدہ فی الملتقی اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر ملتقی مین اعتماد کیا ہے ہم یہہ ضمان صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو خللہا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل ملکہ و لا شئ علیہ لمالکہا لاستہلاکہ اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ زیادہ

نمک اور سرکہ ڈالکر تو غاصب اوسکا مالک ہو جاویگا اور مالک کیواسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہین برخلاف صاحبین ولو ذکیہ بہ بذی قیمۃ کقرظ و

وعفص الجلد اخذہ المالک وردّ ما زاد الدباغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ ببول کی چھال اور مازو سی تو مالک اوسکو لے اور جسقدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیر دے وللغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو اتلفہ لا یضمن کما لو تلف اور اگر غاصب نے جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا چنانچہ اوس صورتین ضمان نہین اگر وہ خود بخود تلف ہو جاوے ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہین مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدا ولو لمن یبیحہ ملتقی لان ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اوس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمدا ترک کیا اگرچہ متروک التسمیۃ اوس شخص کا ہو جو اوسکو مباح کہتا ہو یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی اسواسطے کہ حجت انگیزی کا اختیار حنفی مذہب کو ثابت ہے ہم حجت حنفیہ یہ ہے کہ اوسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اوسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا

وضمن بکسر معزف بکسر المیم آلۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دیگا اوسکی قیمت کا یعنی گھڑی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہین اوسکی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانیکا باجا جامع معازف چنانچہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی النہر قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہ ہے کہ دف کو تختہ مین اوس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف مین روئی رکھتے ہین اور بربط کے توڑنے مین اوس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمین ثرید وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ سکر ومنصف سیجیء بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ مین سکر اور منصف کا بیان آویگا ہم سکر نام ہے کھجور کے کچے پانیکا جبکہ وہ گاڑھا ہو جاوے اور منصف وہی جو ادھا جلجاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الہدایۃ وصح بیعہا کلہا وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجون کے توڑنے والے پر تاوان اور تمام الات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہین اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی حظر الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیون کا طبل خلاصہ کی کتاب الحظر مین یہ زیادہ کیا ہے اور شکاریون کا طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی مین مباح ہے تو اوسکے توڑنے مین بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ ونحوہا ککبش نطوح وحمامۃ طیارۃ ودیک مقاتل وعبد خصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذہ الامور جیسے ضمان غصب اور بیہ صحیح ہے گانے والی لونڈی اور اوسکی مانند کی چنانچہ ٹکر مارنے والا مینڈھا اور اوڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اسطرحپر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت نرکھتے ہون ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو

غصب ام ولد فہلکت لا یضمن بخلاف المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہین برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے مدبر کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اوسکے مال متقوم ہونے کے سبب سے ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت سے اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سوم حصہ ہے حل قید عبد غیرہ او رباط دابتہ او فتح باب اصطبلہا او قفص طائرہ فذہبت ہذہ المذکورات او سعی الی السلطان بمن یوذیہ والحال انہ لا یدفع بلا دفعہ الی السلطان او سعی بمن یباشر الفسق ولا یمتنع بنہیہ او قال السلطان قد یغرم وقد لا یغرم فقال انہ وجد کذا فغرمہ السلطان شیئا لا یضمن فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اوسکے جانور کے باندھنے کی رسی کھولدی یا اوسکے اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا اوسکے چڑیا کے پنجڑے کی کھڑکی کھولدی سو یہہ سب چیزین جاتی رہین یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اوسکو ستاتا ہے اور حال یہہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر ماننا نہین

یا ایسے کی چغلی کہائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اوسکے منع کرنے سے باز نہین آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہین ڈالتا
یہہ کہدیا کہ فلان شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پہر بادشاہ نے اوس موذی یا فاسق پر یا خزانہ پانیوالے پر کچھہ ڈانڈ ڈالدیا تو ان مجرمون سے ان سب
صورتون مذکورہ بالا مین تاوان نہ لیا جاوے گا یعنی نہ غلام اور گہوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ ڈالنے کا
ولو غرم السلطان البتة بمثل هذه السعاية ضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اسطرح کی چغلی سے تو چغل خور ضامن ہے وكذا يضمن
لو سعى بغير حق عند محمد زجرا له اى للساعى وبه يفتى وعزر ولو الساعى عبدا طولب بعد العتق اور اسیطرح ضمان لازم آتا چغل خور پر محمد کے
نزدیک اگر اوسنے ناحق چغلی کہائی وجوب ضمان چغل خور کا زجر اور توبیخ کیواسطے ہے تا دوبارہ مرتکب نہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اوسکو تعزیر
دیجائے اور اگر چغل خور غلام ہو تو اوس سے تاوان کا مطالبہ کیا جاے آزاد ہونیکے بعد ولو مات الساعى فللمسعى به ان ياخذ قدر الخسران
من تركته هو الصحيح جواهر الفتاوى اور اگر چغل خور مرگیا تو اوسکو جسکی اوسنے چغلی کہائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اوسکے متروکہ سے لے
یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی ونقل المصنف انه لو مات المشكو عليه بسقوطه من سطح لخوفه غرم الشاكى ديته لا لو مات بالضرب
لندرته وقد مر فى باب السرقة اور مصنف نے اپنی شرح مین نقل کیا یعنی عمادی سے اور جسکا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مرگیا چہت پر سے
گرکے اوسکے خوف کے سبب سے تو شکوہ کرنیوالا اوسکی دیت کا تاوان دیوے نہ تاوان دے اوس صورت مین کہ اگر مار سے وہ مرگیا بسبب ندرت موت کی
ضرب سے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب السرقہ مین امر شخص عبد غيره بالاباق او قال له اقتل نفسك ففعل ذلك وجب عليه قيمته
ایک شخص نے غیر کے غلام کو بہاگجانے کا امر کیا یا غلام سے اوسنے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بہاگ گیا یا اوسنے اپنی جان ہلاک کی تو اوس
شخص پر قیمت غلام کی واجب ہوگئی ولو قال اتلف مال مولاك فاتلف لا يضمن الامر والفرق ان بامره بالاباق والقتل صار غاصبا
لانه استعمله فى ذلك الفعل وبامره بالاتلاف لا يصير غاصبا للمال بل للعبد وهو قائم لم يتلف وانما التلف بفعل العبد اور اگر ایک
شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولے کا مال تلف کر سو اوسنے تلف کیا تو امر کرنیوالا شخص تاوان نہ دیوے اور فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ مین
یہہ ہے کہ بہاگنے اور قتل کرنیکے امر سے وہ شخص غاصب ٹہر گیا اسواسطے کہ اوسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل مین اور اتلاف مال کے امر سے وہ شخص
مال کا غاصب نہ ٹہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹہرا حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہین ہوگیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے فعل سے ہوا واعلم
ان الامر لا ضمان عليه بالامر الا فى ستة اذا كان الامر سلطانا او ابا او سيدا او المامور صبيا او عبدا امره باتلاف مال غيره
واذا امر بحفر باب فى حائط الغير غرم الحافر ورجع على الامر اشباه اور معلوم کر کہ امر کرنے والی پر تاوان نہین بسبب امر
کرنے کے مگر چہہ امر کرنیوالون پر ضمان ہے جبکہ آمر بادشاہ ہو یا باپ یا مولی یا مامور صغیر ہو یا وہ غلام جسکو آمر نے مولے کے سوا اور کسیکے مال
تلف کرنیکا امر کیا ہو اور جبکہ اوسکو غیر کی دیوار مین دروازہ کہودنے کا امر کیا ہو تو کہودنے والا تاوان دے اور کہودنے والا امر کرنے والے سے بہر لے
کذا فی الاشباہ ھم سلطان آمر پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اوسکا امر اکراہ ہے کیونکہ مامور جانتا ہے کہ اگر مین اطاعت نکرونگا تو وہ عقاب کریگا بخلاف
غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور پدر آمر کی یہہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ اوسکی زمین مین آگ جلادے سو اوسنے آگ
جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ مین جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر اس صورت کا دلالت کرتا ہے کہ ہم
امر باپ کا فرزند بالغ کیواسطے ایسا نہین تو اگر باپ امر کرے اوسکو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد ہونے امر کے اور امر مولے
کی صورت یہہ ہے کہ مولے نے غلام مامور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اوسکا مولای آمر پر ہوگا اور صغیر مامور کی یہہ صورت ہے کہ صبی محجور سے کہا
کہ اس درخت پر چڑہ اور میرے واسطے پہل توڑ پہر وہ چڑہا اور گر پڑا تو اوسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد مامور کا عنقریب مذکور ہو چکا جامع الفصولین
مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کہود یعنی غیر کی دیوار مین تو ضمان اوسکا آمر پر ہے نہ حافر پر اور اگر یون نہ کہے کہ

میرے واسطے کہو دو تو ضمان آمر پر نہو گا یعنی حافر پر ہو گا کذا فی الطحطاوی مستعمل عبد الغیر لنفسہ بان ارسلہ فی حاجتہ وان لم یعلم انہ عبد او قال ذلک العبد الذی استعملہ انی حر ضمن قیمتہ ان ہلک العبد عمادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اوسکو اپنی حاجت مین بھیجا اگرچہ وہ نجانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اوس غلام نے کہا جسکو اوسنے اپنے کام مین لگایا کہ مین آزاد ہون تو اوسکی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک ہو جاے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہرا وفیہا جاء رجل الی اخر وقال انی حر فاستعملنی فی عمل فاستعملہ فہلک ثم ظہر انہ عبد ضمنہ علم او لم یعلم ہذا اذا استعملہ فی عمل لنفسہ اور عمادیہ مین ہے کہ ایکمرد دوسرے کے پاس آیا اور بولا کہ مین آزاد ہون سو مجھسے کوئی کام لے سو اوسنے اوس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہوگیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اوسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نجانتا ہو یہ اوسوقت ہے جبکہ اوسنے اوس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر بہ غاصبا کقولہ لعبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش لتاکلہ انت فسقط لم یضمن الآمر ولو قال لتاکلہ انت وانا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام مین تو آمر پر ضمان نہین اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہین ہوجاتا چنانچہ اوسکے یون کہنے مین غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زردالو کو جھاڑ تاکہ تو کھائے سو غلام گر کے مرگیا تو آمر پر ضمان نہوگا اور اگر یون کہا تاکہ تو کھائے اور مین تو اوسکی قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اوسنے تمام غلام کو اپنے نفع مین استعمال کیا ہم طحطاوی نے کہا تعلیل اخیر مین گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کی نفع مین مستعمل نہین غلام جاء الی فصاد فقال افصد نی ففصدہ فصدا معتادا لغیرہ بالاول فمات من ذلک ضمن قیمۃ العبد عاقلۃ الفصاد ایک غلام فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اوسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت مین کھولا کرتے ہین سو وہ مرگیا اس فصد کے زخم سے تو فصاد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد مین تو بطریق اولے ضمان لازم ہوگا ہم اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ غلام کا اذن معتبر نہین اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اوسکے مرجانے مین تو اوسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کذا فی العمادیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا غصب عبدا ومعہ مال المولی صار غاصبا للمال ایضا بل قالوا یضمن ثیابہ تبعا لضمان عینہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اوسکے ساتھ مولے کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہوگیا بلکہ فقہا نے کہا کہ غلام کے کپڑون کا غاصب تاوان دے باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کی بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہین اور نہ اوسکے کپڑون کا و فی الوہبانیہ ولو نسی المحرفات یضمن نقصہا ولو نسی القرآن او شاخ یذکر اور وہبانیہ مین ہے اور اگر غلام مغصوب پیشونکو بھول گیا تو اونکے نقصان کا غاصب تاوان دے اور اگر قرآن بھولگیا یا غلام جوان بیر ہوگیا تو اسیطرح ضمان مذکور ہے ہم مسائل مذکورہ مین علت شاملہ فوات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے مالیت زیادہ ہوتی ہے ولو علم الدلال قیمۃ سلعتہ فقوم للسلطان انقص یخیر اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کیواسطے کمتر قیمت اوسکی بیان کرے تو اوسپر تاوان لازم آویگا ومتلف احدی قودتین یسلم الثبقیۃ والمجموع منہ یحضر اور جوڑے مین سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی دیجائے اور کل کے ضمان کو وہ حاضر کرے ہم جوڑے سے مراد وہ دو چیزین ہین جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہووے بدون دونون کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد اوسمین سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اوسکو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اوس سے لے قلت وعن ابی یوسف لا یضمن الا الخف التی اتلفہا وفی البزازیۃ ہو المختار واقرہ الشرنبلالی مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ غاصب سے تاوان لیا جاے مگر ایک ہی موزے کا جسکو اوسنے تلف کر دیا اور بزازیہ مین ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکہا ہے وذکر ما یفید ان السلطان لیس بقید وانہ ینبغی القول بتضمین القاضی ایضا بسیاق استبدال الوقف ومال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین وہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہے کہ وہبانیہ کی بیت مین

(حاشیہ) ۶

تنقیص قیمت دلال مین سلطان قید نہین ہے اور یہہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم مین تو اسکو یاد رکہنا چاہئے واللہ اعلم ھم یعنی اموال یتامی اور ویران اوقاف کی قیمت امیرون اور نوابون اور حاکمون کیواسطے قیمت کرنیوالے مقرر کرتے ہین اور اوسمین غبن فاحش ہوتا ہی اور قاضی اونکا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات مین تو اسوقت مین لائق یہہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہوجئے کذا فی الطحطاوی من الشرنبلالی مختصراً **خاتمہ** ایک شخص پر دین تہا سو وہ بھول گیا پھر مرگیا تو اسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہوگا جواب اسکا یہہ ہے کہ اگر تجارت کا دین ہے تو امید یہہ ہے کہ مواخذہ نہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دَین ہے تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مرگیا اور اوسپر دین تہا اور وہ بھول گیا اور اوسکا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بہی دین بھولکر مرگیا تو ماخوذ نہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اوسکا باپ مرگیا تو فرزند سے آخرت مین مواخذہ نہوگا اسواسطے کہ دَین اور ضمانِ مسروق منتقل ہوا فرزند کیطرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا۔ اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت مین ہوگا اور جہگڑا ذمی کا قیامت مین سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر دوزخی رہیگا ہمیشہ اور غیرِ کفر کے عذاب سے اوسپر تخفیف ہو اکریگی بسبب اوسکی حق تلفیون کے تو اوس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہی اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب مین بیمار ہو تو اوسکی عیادت نکرنی چاہئے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اوسمین مسجد بنائی اور دوکانین اور حمام تو اوس مسجد مین نماز کا تو چندان مضائقہ نہین لیکن حمام مین نجانا چاہئے اور دوکانونکو کرایہ نلیا چاہئے مگر خرید کرنے کیواسطے دوکانون جانا جائز ہے ہشام نے کہا مین مکروہ جانتا ہون نماز اوس مسجد مین یہان تک کہ اوسکے مالک راضی ہوجاوین اور ان دوکانونکو خرید کرنا بہی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگر ان دوکانون مین رہتے ہین مغصوب جانکر اونکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الشفعة

یہہ کتاب ہی شفعہ کے مسائل مین مناسبتہما تملّک مالِ الغیر بغیرِ رضاہ شفعہ کی مناسبت غصب سی مالک ہونا ہے غیر کے مال کا بدون اوسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اوسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ مین مشترک امر ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ھی لغۃً الضم شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہے یعنی ملانا ھم زیلعی نے کہا شفعہ ماخوذ ہی شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہے وتر کی اور اسی سی شفاعتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی گنہگارون کیواسطے کہ حضرت کی شفاعت سی مذنبین فائزین کے ساتھہ ملینگے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنے ملک کے ساتھہ ملاتا ہے لہذا اسکا نام شفعہ ٹھہرا وشرعاً تملیکُ البقعۃِ جبراً علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیاً والا فبقیمتہ اور شرع مین شفعہ عبارت ہے تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کرکے بعوض اوس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے مین پڑا ہو یہہ تملیک ہو بعوض مثلِ ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو برابر اوسکی قیمت کے ھم مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہوگیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اوس ملک سی جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اوسمین شفعہ ہی کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے وسببہا اتصالُ ملکِ الشفیع بالمشتریٰ بشرکۃٍ او جوارٍ اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہی ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے سبب سی ہو خواہ ہمسایگی کی جہت سی ھم خواہ شرکت بقعہ بیع مین ہو خواہ حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہہ ہی کہ تا آدمی اجنبی شخص کی ہمسایگی سے تکلیف نپاوی وشرطہا ان یکون المحلُّ عقاراً اور شفعہ کی شرط یہہ ہے کہ محل عقار ہو ھم درالمنتقی مین ہے کہ عقار سے مراد یہان غیر منقول ہی تو عقار مین کرم اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہے اگرچہ اوسکی راہ سفل مین نہو اور عمارت اور اشجار عقار سی نکل گئی اسواسطے کہ انمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھہ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع مع حق القرار ہو خلافاً لابن الکمال کذا فی الطحطاوی وسفلاً کان او علواً شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو یا اوپر کا مکان ھم شفعہ بالاخانہ کی مثال یہہ ہے کہ دو شخص شریک ہین سفل اور علو مین سو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اوسکا شفیع ہوگا بتبعیت عقار سی کذا فی الطحطاوی وان لم

بکن طریقه فی السفل لانه الحق بالعقار عاله من حق القرار درد شفعہ ثابت ہر اگرچہ بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکانین نہو اسواسطے کہ بالاخانہ ملحق بعقار ہے اسواسطے کہ اوسکو لئے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدرر ہم اگر منزل بالا اور منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہے اسوجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اوسکی دوسری راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسایگی کی ہے اور اگر منزل زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہین اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل زیرین ایک شخص کی ہے اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونون کے پاس گہر بکتا ہے تو اوسمین دونون کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی و اما ما جزم به ابن الکمال فی اول باب ما هی فیه من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلتحق بالعقار فرده شیخنا الرملی وافتی بعدمها تبعا للبزازیة وغیرها فلیحفظ اور وہ جو ابن کمال نے اس باب کے اول مین جسکے اندر شفعہ ہے اسکا یقین کر لیا ہے کہ جب بیچی جائے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے یعنے تو اوسمین شفعہ ثابت ہی سو اوس کلام کو ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہی اور فتوی دیا ہی عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہوکر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم عمارت مع حق القرار کی مثال یہہ ہے کہ زمین وقف مین عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت واقف یا متولی سے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہے لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ او منیہ اور قنیہ من عدم شفعہ مصرح ہے سراجیہ مین لکہا ہے کہ اگر کوئی گہر ہی وقف کی زمین مین تو اوسکے واسطے شفعہ نہین اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچی تو اوسکی واسطے بہی شفعہ نہین کذا فی الطحطاوی مختصر ورکنها اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببها وشرطها اور شفعہ کا رکن لینا ہی شفیع کا بائع یا مشتری سے وجود سبب اور شرط شفعہ کے نزدیک ہم یعنے جبکہ اتصال ملک شفیع ہو اور عقد معاوضہ اور بیع عقار ہو وحکمها جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ جائز ہونا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد ہو ہم سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہو اور اوسکو بیع کا حال معلوم نہو وصفتها ان الاخذ بها بمنزلة شراء مبتدأ ۱ فیثبت بها ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رویة وعیب اور شفعہ کی صفت یہہ ہے کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتدا خرید کی مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا چنانچہ پہیر دینا بسبب خیار رویت اور خیار عیب کے یجب له لا علیه شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہی شفیع کی منفعت کے واسطے نہ اوسپر مضرت ہونے کو ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کر دیا کہ یہان وجوب بمعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفیع شفعہ طلب نکرے تو اوسپر کچہ گناہ نہین بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیه حق المالك کما یأتی شفعہ واجب ہی بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جسمین مالک کا حق منقطع ہوگیا چنانچہ آگے آویگا ہم بیع فاسد مین حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکہنے اور وصیت کرنے سے او بخیار المشتری ہے یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور مشتری دونو کا تو شفعہ نہین وتستقر بالاشهاد فی مجلسه ای طلب المواثبة اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہی گواہ کرنے سے اوسکی مجلس مین یعنی طلب مواثبہ کی مجلس مین فلا یبطل بعد ذلك تو شفعہ باطل نہوگا بعد گواہ کر لینے کے یعنی بعد اشہاد کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہوگا بموجب ظاہر مذہب حنفی کے وتملك بالاخذ بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملك الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حرره منلا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہو جاتا ہی لینے سے باہم کی رضامندی سے یا مملوک ہوتا ہی قاضی کے حکم سے شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر معطوف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے مجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلی چنانچہ درر مین ملا خسرو نے اسکو تحریر کیا ہی ہم شارح نے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجہیگا تو مطلب یہہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے سے ہوتی ہی خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہے بقدر رؤس الشفعاء لا الملك خلافا للشافعی شفعہ واجب ہوتا ہی بقدر رؤس شفعا کے نہ بقدر ملک شفیعون کے برخلاف مذہب شافعی ہم عدد رؤس شفعا اور مقدار ملک کی صورت یہہ ہے کہ ایک گہر تین شخصون مین

شریک ہے ایک کا حصہ اوسمین نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونو شریکون نے شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا بقدر اونکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو دونون اخماس کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک دونو شریکون مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین کذا فی الدرر یعنی جتنی شفیع ہونگے برابر حصہ پاوینگے اگرچہ کسیکی زیادہ ملک ہو اور کسیکی کم **للخلیط متعلق بتجب فی نفس المبیع** شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے خلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات مبیع مین شارح نے کہا لفظ للخلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم یہان سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا **ثم ان لو یکن او سلم له** **فی حق المبیع وهو الذی قاسم وبقیت له شرکة فی حق العقار کالشرب والطریق خاصین** بعد اسکے اگر شریک نفس مبیع کا نہو یا ہو مگر مشتری کے واسطے مبیع کو سلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نکرے تو اوسکا شفعہ واجب ہی جو حق مبیع مین شریک ہی اور حق مبیع کا شریک وہ ہی جسنے شریک حصہ بانٹ لیا اور اوسکی شرکت حق عقار مین باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت **ثم فسر ذلك بقوله کشرب نهر صغیر لا تجری** **فیه السفن وطریق لا ینفذ** پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی چنانچہ پانی کی باری اوس نہر صغیر کی جسمین کشتیان نہین چلتین اور جیسے کوچہ غیر نافذہ **فلو عامین لا شفعة بهما** تو اگر پانی کی باری عام یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو ان دونو شرکتون سے شفعہ ثابت نہوگا **بیانه شرب نهر مشترك بین قوم تسقی اراضیهم منه بیعت ارض منها فلکل اهل الشرب** **الشفعة ولو النهر عامًا والمسئلة بحالها فالشفعة للجار الملاصق فقط** بیان نہر خاص کا یہہ ہی کہ نہر صغیر کی پانی لینے کی باری شرکت ہو چند لوگون مین کہ اونکی اراضی اوس سے سینچی جاتی ہین اون اراضی مین سے ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والون کیواسطے شفعہ ثابت ہی یعنی سب لوگون کا حق ہی اوسکی خرید مین اور اگر نہر عام ہے جسمین کشتیان چلتی ہین اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے تو سب پانی لینے والونکا وہان کی زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نکیا اوسکے ظاہر ہونیکے سبب سے **ثم لجار ملاصق ولو ذمیًا او ماذونًا او مکاتبًا** پھر حق مبیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کیواسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو **بابه فی سکة اخری وظهر داره لظهرها** **فلو بابه فی تلك السکة فهو خلیط کمامر** جار ملاصق وہ ہی جسکا دروازہ دوسرے کوچے مین ہے اور اوسکے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہی تو اگر اوسکا دروازہ اسی کوچے مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط ہے حق مبیع مین نہ جار ملاصق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اوسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان شترک ہے دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر مین کوچہ غیر نافذہ کے اندر جیسا کہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک احق ہے شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک احق ہین کوچے کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو اہل کوچہ احق ہین راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدر و طحطاوی مین ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس حدیث مین مذکور ہے **الشریك احق من الخلیط والخلیط** **احق من الشفیع** یعنی شریک زیادہ ترحقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے محبوبی نے ترتیب اوسکی یون مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ لاصق وہ ہے کہ اوسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار سے اور دونو دیوارونمین راہ نہین چلتی بسبب تنگی کے یا دونو باہم ملصق ہون تو اگر دونون طریق نافذ ہو تو اوس ہمسایہ کا شفعہ نہین **استحقه ووضع** **جذوع علی حائط وشریك فی خشبة علیه جار** اور رکھنے والا دھنیون کا دوسری کی دیوار پر اور اوس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الهدایة والکافی **ولو فی نفس الجدار فشریك** ملتقی **قلت لکن قال المصنف ولو کان بعض** **الجیران شریکا فی الجدار لا یقدم علی غیره من الجیران لان الشرکة فی البناء المجرد بدون الارض لا یستحق بها** اور اگر دیوار کی ذات

مین شرکت ہو تو وہ شریک ہے ہمسایہ ہین کہتا ہون لیکن مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اگر ہمسایون مین سے ایک ہمسایہ دیوار مین شریک ہو تو اور ہمسایون پر مقدم نہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا ہے یعنی ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہی جب کہ زمین بھی مشترک ہو صورت اوسکی یہہ ہے کہ دو شریکون نے مشترک زمین مین دیوار بنائی پھر زمین کی دونون نے قسمت کر لی سواے محل بنا کے تو اگر اوس دیوار کی بیع ہوگی تو اوسکے شفعہ کا شریک احق ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً و فی شرح المجمع وكذا الجار المقابل فی السكة الغير النافذة الشفعة بخلاف النافذة اور شرح مجمع مین ہے اور اسیطرح شفعہ ہی اوس سامنے کے ہمسایہ کا جسکا گہر کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہے بخلاف کوچہ نافذہ کی کہ اوسکا شفعہ نہین اسقط بعضهم حقه من الشفعة بعد القضاء فلو قبله فلمن بقى اخذ الكل لزوال المزاحمة ليس لمن بقى اخذ نصيب التارك لانه بالقضاء قطع حق كل واحد منهم في نصيب الآخر زیلعی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعون کو شفیع تارک کا حصہ لینا جائز نہین اسواسطے کہ حکم قاضی سے اونمین سے ہر واحد کا حق جدا ہو گیا دوسرے کے حصے سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی تو باقی شفیعونکو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہو جانے مزاحمت کے ولو كان بعضهم غائبا يقضى بالشفعة بين الحاضرين في الجميع لاحتمال عدم طلبه فلا يؤخر بالشك اور اگر بعضا شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع مین شفیع غائب کی نہ طلب کرنیکے احتمال سے تو تاخیر نکیجائیگی بسبب شک کے وكذا لو كان الشريك غائبا فطلب الحاضر يقضى له بالشفعة كلها اور اسیطرح اگر ایک شریک غائب ہو سو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو اوسکے واسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا فاذا حضر وطلب قضى له بها فلو مثل الاول قضى له بنصفه ولو فوقه فبكله ولو دونه منعه خلاصہ پہر جبکہ شریک غائب یا شفیع غائب حاضر ہوا اور شفعہ طلب کری تو اوسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونون شریک ہون تو اوسکے واسطے نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کیواسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ سے ثانی کو قاضی باز رکہی کذا فی الخلاصة اسقط الشفيع الشفعة قبل الشراء لم يصح لفقد شرطه وهو البيع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہین بسبب نپائے جانے اوسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے اراد الشفيع اخذ البعض وترك الباقي لم يملك ذلك جبرا على المشترى لضرر تفريق الصفقة شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے چہوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہین مشتری پر جبر کرکے تفریق صفقہ کی ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصيبه لبعض لم يصح وسقط حقه به لاعراضه وقسم بين البقية اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسری شفیع کیواسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہین اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا اوسکی روگردانی سے اور مبیع بٹجائیگا باقی شفیعون مین بل لو طلب احد الشريكين النصف بناء على انه يستحقه فقط بطلت شفعته اذ شرطها ان يطلب الكل كما بسطه الزيلعي فليحفظ بلکہ اگر دو شریکون مین سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اسوجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکہتا ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہو گیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہہ ہی کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے شرح بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے وصح بيع دور مكة فتجب الشفعة فيها وعليه الفتوى اشباه اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گہرونکی تو اونمین شفعہ واجب ہی اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاشباہ م ملتقطات مین مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گہرون مین شفعہ نہین وبه يفتى تو فتوی اسمین مختلف ہی چنانچہ ابو السعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ مین تجنیس اور مزید سے مذکور ہے کہ وہان کے وجوب شفعہ مین دو روایتین ہین اور جامع صغیر مین ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہین اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہین اور حسن کی روایت امام سے یہہ ہے کہ شفعہ واجب ہی اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفاده صحة اجارتها بالاولى وقد قدمناه فليحفظ لكنه يكره وتحقيقه في الحظر مین کہتا ہون اور مکہ معظمہ کے گہرون کی بیع کی صحت کا مفاد یہہ ہے کہ اونکا اجارہ بطریق اولی صحیح ہے اور مقرر ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین تو یاد کرنا چاہیئے لیکن اونکا اجارہ مکروہ ہی اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحة مین

ھم شارح نے کتاب المحظر مین اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مین مکروہ جانتا ہون بیوت مکہ کا اجارہ ایام حج مین اور امام فتوی دیتے تھے اہل مکہ کیواسطے کہ گھر دنکو حاجیون کے واسطے خالی کر دین بدلیل قول حق تعالی سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ یعنی مکہ معظمہ مین مقیم اور مسافر برابر ہے اور امام نے اجارہ جائز کہا ہے ایام حج کے سواے مین تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنے ایام حج مین اجارہ مکروہ ہے اور غیر حج مین اجارہ صحیح ہے وفیہا و یَصِحُّ الطلبُ من وکیلِ الشراء ان لم یُسَلِّم الی مؤکِّلہ وان سَلَّمہ لا ای بطلت ھو المختار اور اشباہ مین ہے اور صحیح ہے طلب کرنا شفیع کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیعہ اوسنے اپنی موکل کو تسلیم نکردی ہو اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہین تو دعوی شفعہ اوس سے باطل ہے یہی قول مختار ہی ھم مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اوسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہی قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل ہے حالانکہ درر اور غرر مین یون ہے کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نکرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اسمین بطلان شفعہ مذکور نہین اور اسیطرح زیلعی مین مذکور نہین کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے ترجمہ مین کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃَ فی الوقفِ ولا لہ نوازل ولا بجوارِہ شرح مجمع وخانیۃ خلافاً للخلاصۃ والبزازیۃ ولعلّ لا ساقطۃ قالہ المصنف اور شفعہ نہین وقف مین اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار مین شفعہ ہو کذا فی شرح المجمع والخانیۃ برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقط ہی خلاصہ اور بزازیہ مین ایسا کہا ہی مصنف نے شرح مین ھم وقف مین اسطرح شفعہ نہین کہ اوسکی بیع جائز نہین اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اوسکو وقف کرنیوالا بطریق شفعہ نہین لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ و قولہ لا لہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتصار لا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ایسا ہی کیا ہی مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ کی روایت یون نقل کی وکذا تثبت الشفعہ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یون ہوگی لا تثبتُ الشفعۃُ بجوارِ الوقفِ کذا فی الطحطاوی بتصرف قلتُ وحمل شیخنا الرملی الاولَ علی الاخذِ بہ والثانی علی اَخذِہ بنفسِہ اذا بِیعَ ففی الفیضِ حقُّ الشفعۃ یُبنی علی صحۃ البیع انتہی مین کہتا ہون ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے قول اول یعنے عدم شفعہ جوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف مین کوئی گھر بکتا ہو تو واقف اور متولی کو اسکا لینا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہین اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ مین مذکور ہے محمول کیا ہی وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف جبکہ اوس وقف کی بیع ہو سو فیض مین ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ ھم یعنی اگر شرعاً کسی وقف کی بیع جائز ہوا اور وہ بیع ہو وہی تو اوسکی جوار کے وقف کے متولی کو اوسکا خرید کرنا بحق شفعہ درست ہی کذا فی الطحطاوی فمُفادُہ ان ما لا یُملکُ من الوقفِ بحالٍ لا شفعۃَ فیہ وما لا یُملکُ بحالٍ ففیہ الشفعۃُ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک نہو سکتا ہو کسی حال مین تو اوسمین شفعہ نہین اور جو وقف کہ مملوک ہو سکتا ہو کسی حالتین تو اوسمین شفعہ ہے ھم مملوک ہونے وقف کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے وقف کیا دو فرزند ونپر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنی حصہ کے استبدال مین مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضای شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے اسیطرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی وامّا اذا بِیعَ بجوارِہ او کانَ بعضُ المبیعِ مِلکاً وبعضُہ وقفاً وبِیعَ المِلکُ فلا شفعۃَ للوقفِ واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف مین کوئی چیز بیع ہو یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہین واللہ اعلم

بابُ طلبِ الشفعۃِ

یہہ باب ہی شفعہ طلب کرنیکے مسائل مین ھم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہی لہذا اوسکا بیان اور اوسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا ویَطلبُہا الشفیعُ فی مجلسِ عِلمِہ من مشترٍ او رسولِہ او عدلٍ او عددٍ بالبیعِ اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونے کی مجلس مین خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اوسکے فرستادہ سے یا کسی اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتدَّ المجلسُ کالمخیَّرۃِ ھو الاصحُّ درر وعلیہ المتونُ خلافاً لما فی جواہرِ الفتاوی انہ علی الفورِ وعلیہ الفتوی مجلس علم بیع مین طلب لازم ہی اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہین برخلاف روایت جواہر الفتاوی کی کہ طلب علی الفور لازم ہی اور علی الفور پر فتوی ہے ھم طحطاوی نے کہا جبکہ تروت علی الفور

پر فتوی ہو تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور اسی روایت پر متفرع ہے نوازل کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل نہ گیا یعنی اسواسطے
کہ طلب پر اوسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع فورا واجب تہی اور زیلعی مین ہی اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط کے ہوئی اور شفعہ اول یا وسط
خط مین لکہا تہا سو اوسنے تمام خط پڑہا تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہو گیا ہو اسواسطے کہ سکوت اوسوقت رضا ہوتا
ہے جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہو انتہی ما فی الطحطاوی بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه كانا طالبها وا طلبها ایسے لفظ سے شفعہ طلب کرے
جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے چنانچہ یون کہنا کہ مین نے شفعہ طلب کیا اور مانند اسکے چنانچہ یون کہنا کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین اوسکو طلب کرتا ہون
وهو يسمى طلب المواثبة اے المبادرة اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہین هم مواثبت مفاعلت ہے وثوب
یعنی برجستن سے اور وہ استعارہ ہے سرعت سے اسواسطے کہ جو اچہل کود کر چلتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والاشهاد فيه ليس
بلازم بل لمخافة الجحود اور طلب مواثبت مین گواہ کرنا لازم نہین بلکہ اسمین اشہاد خوف انکار کے دفع کرنے کیواسطے ہے هم گواہ کرنا
اوسوقت لازم نہین جبکہ مجلس علم مین گواہ نہون والا گواہ کرنا متعین اور لازم ہے کذا فی المنح خلاصہ یہ ہے کہ اگر اوسوقت گواہ ہون تو اونکو اپنے
طلب کرنیکا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہان نہو تو اپنی زبان سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہے تا اوسکا حق عند اللہ ساقط نہو جاوے اور اگر مشتری
طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کہانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کہلاوے ثم يشهد على البائع لو العقار في يده او على المشتري وان لم يكن
ذا يد لانه مالك او عند العقار پہر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اوسکے قبضے مین ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہو اسواسطے
کہ وہ مالک ہے اوسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فيقول اشترى فلان هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها
الان فاشهدوا عليه وهو طلب اشهاد ويسمى طلب تقرير تو شفیع یون کہے کہ فلانے یہہ گہر خرید کیا اور مین اوسکا شفیع ہون اور مقرر مین
مجلس علم مین شفعہ طلب کر چکا ہون اور اب مین اوسکو طلب کرتا ہون سو تم گواہ رہو اوسپر اور یہہ طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بہی کہتے ہین
هم اور اسکو طلب استحقاق بہی بولتے ہین اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہین وهذا الطلب لا بد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب او رسول
ولم يشهد بطلت شفعته اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکہنے یا رسول بہیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نکرے
تو اوسکا شفعہ باطل ہوگا وان لم يتمكن منه لا تبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہو تو شفعہ باطل نہوگا هم منح الغفار مین ذخیرہ سے ہے کہ اگر شفیع
راہ مکہ مین ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو گہر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک تو اسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے
پہر اگر نپاوے تو قاصد بہیجے یا خط اگر یہہ بہی نہو سکے تو اوسکا شفعہ قائم ہے پہر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچہہ نکریگا تو شفعہ باطل ہوگا
ولو اشهد في طلب المواثبة عند احد هؤلاء كفاه وقام مقام الطلبين اور اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ مین کسیکے پاس ان تینون مین
سے یعنی گہر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کر لیا تو اوسکو طلب ثانی سے یہہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم بعد
هذين الطلبين يطلب عند قاض فيقول اشترى فلان دار كذا وانا شفيعها بدار كذا لي لو قال بسبب كذا كما في الملتقى ليشمل الشريك
في نفس المبيع پہر ان دونون طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خرید کی ہے اور مین اوسکا
شفیع ہون بسبب فلانے گہر کے جو میرا مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یون کہتا کہ مین شفیع ہون فلانے سبب سے یعنی بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح
ملتقی مین ہے تو شریک نفس مبیع کو بہی شامل ہوتا هم مصنف کی تعبیر مین حق مبیع کا شفعہ شامل ہے نہ شرکت نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر مین دونو
شامل ہین فمره بتسليم الدار الى هذا لو قبضها المشتري وطلب الخصومة لا يتوقف عليه سو جناب قاضی صاحب حکم کیجئے اوسکو کہ گہر مجکو
دے شارح نے کہا یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ گہر کو مشتری قبض کر چکے اور حالانکہ طلب خصومت فقط مشتری پر موقوف نہین وهو يسمى طلب
تمليك وخصومة اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہین وبتاخيره مطلقا بعذر وبغيره شهرا او اكثر لا تبطل و

الشفعۃ حتی یُبطلہا بلسانہ بہ یُفتی وھو ظاہر المذھب وقیل یُفتی بقول محمد ان اخرہ شہرًا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعًا للضرر قلنا دَفعہ برفعہ للقاضی لیأمرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے کیا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اوسکو اپنی زبان سے ساقط کردے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کیواسطے ہے ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے تا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا م سابق مذکور ہو چکا ہے کہ جب ظاہر مذہب پر فتوی ہوا اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واذا طلب الشفیع سأل القاضی الخصم عن مالکیۃ الشفیع لما یشفع بہ اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اوس چیز کا جس کی ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے م زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل مدعا علیہ کے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ میں ہے اور اوسکی حدیں کیا ہیں اسواسطے کہ اوسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیئے اسواسطے کہ دعوی مجہول صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہو پھر جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اوسکے حدود سے سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمین مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ اور شخص کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اوس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تونے کیا کیا تھا جب سنا تھا اسلئے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر کی سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے پاس اشہاد واقع ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہہ سب کچھہ بیان کر دے اور کسی شرط کو اوسنے فوت نہونے دیا ہو تو دعوی اوسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعا علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہو اور اوس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی فان اقر بہا ای بملکیۃ ما یشفع بہ او نکل عن الحلف علی العلم او برھن الشفیع انہا ملکہ سألہ عن الشراء ھل اشتریت ام لا سو اگر مشتری اوسکا اقرار کرے یعنی اوس گھر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کہانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اوسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے کہ آیا تونے اوسکو خرید کیا ہے یا نہیں م مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد ذکر کرتا اسواسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے یعنی گواہ گذراننا فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط و علی السبب فی شفعۃ الجوار لخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برھن الشفیع قضی لہ بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کہانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کہانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہو چکا یا شفیع گواہ لاوے اوسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کر دے م امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کہائے اسطرح کہ واللہ یہہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کہائے اسطرح کہ واللہ میں نے یہہ گھر خرید نہیں کیا ھذا اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یہہ یعنی شفیع کیواسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد اوسوقت ہے کہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار نکیا ہو سو اگر وہ منکر ہوا اوسکی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم کر دے اگرچہ شفیع نے دعوی کیوقت ثمن حاضر نکر دیا ہو یعنی اسواسطے کہ احضار ثمن قبل قضا واجب نہیں واذا قضی لزمہ احضارہ وللمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہوگا اور مشتری کو گھر کا روک رکھنا ثمن لینے کیواسطے درست ہے فلو قیل للشفیع ای بعد القضاء و اما قبلہ فتبطل عند محمد لعدم التاکید کذا ذکرہ الزیلعی ادّ الثمن فاخر لم تبطل شفعتہ

پہر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اوسنے تاخیر کی ادای ثمن مین تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل از حکم تو شفعہ باطل ہوگا تاخیر سے
محمد کے نزدیک اوسکے موکد نہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی والخصم للشفیع المشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم الاول بملکہ والثانی
بیدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہرطرح خواہ قابض ہوا ہو یا نہوا ہو اور بائع خصم ہے قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اوسکی مالک ہونے
کے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک ولیکن گواہ نہ سنے
جاوینگے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے ویفسخ بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال
الملک والید عنہ ابن کمال اور بیع فسخ کیجاوی بائع کے سامنے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کردی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کیوقت لازم
نہین بسبب زائل ہوجانے اوسکی ملک اور قبض کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعۃ والعہدۃ لضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع
قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری لو بعدہ لما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے
نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کیطرف اور عہدہ ضمان ثمن کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی
اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اوسکی ملک اور قبض دونون زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا للشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ
منہ دون خیار الشرط والاجل اختیار شفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری نے برات عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور
مدت کذا فی الاختیار یعنے خیار شرط شفیع کیواسطے ثابت نہین اگرچہ مشتری کیواسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بہی نہین اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو
وفی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور للجبر اور اشباہ میں ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام مین فریب کے تاوان کے سوا جبر کے
سبب سے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پہر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پہر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سو مالک مستحق نے ازالہ
عمارت اور درخت کا چاہا سو اوسنے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پہیر لے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ مشتری نے اوس سے ناحق ثمن لیا اسواسطے کہ
زمین اوسکی ملک نہ تہی لیکن جو نقصان عمارت اور درخت کی قیمت مین واقع ہوا اوسکو نہ مشتری سے لے نہ بائع سے لیکن مشتری کو اگر ایسا دہوکہا ہوگا تو
بائع سے وہ نقصان پہیر لیگا اسواسطے کہ بائع نے اوسکو دہوکہا دیا اور شفیع کو مشتری کیجانب سے تو دہوکہا نہین ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو
مشتری سے زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ
لانہ منکر ولا یتحالفان اور اگر شفیع اور مشتری ثمن مین اختلاف کرین اور حالانکہ گہر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد ملگیا ہے تو مشتری کی قول سے قسم کی
تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم مبیع کا ثمن اول سے اور دونون قسم نکہاوینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہان ہوتا ہے جبکہ انکار دونو
جانب سے ہو اور دعوی بہی طرفین سے ہو اور یہان مشتری شفیع پر کچہہ دعوی نہین کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برہنا فالشفیع احق لان بینتہ
ملزمۃ معنی اور اگر شفیع اور مشتری دونون گواہ لاوین اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہین مشتری کی
ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہین اسواسطے کہ مشتری کیجانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک مین ادعی المشتری ثمنا و
ادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا مشتری نے ثمن کا اور اوسکے بائع نے اوس سے کمتر کا دعوی کیا بدون
اوسکے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتائی پر لیگا ومع قبضہ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتہہ مشتری کا قول
مقبول ہوگا تو بموجب اوسکی شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ یتحالفان اور اگر دونون نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن
کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونو پر قسم کہانا لازم ہوگا وای نکل اعتبر قول صاحبہ اور
اگر کسی نے قسم سی انکار کیا تو دوسرے کا قول معتبر ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر دونون نے قسم
کہائی تو بیع فسخ کیجائیگی اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظہر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا ہبۃ البعض

الا اذا كانت بعد القبض اشباه اور کم کرڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے شفیع کے حق مین تو شفیع گھر لیگا باقی ثمن سے اور اسیطرح ہبہ بعض ثمن حق شفیع مین ظاہر ہوتا ہے مگر جبکہ ہبہ بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق مین ظاہر نہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جدا گانہ ہے از قبیل حط ثمن نٹہریگا وحط الکل والزیادۃ لا فیأخذہ بکل المسمّٰی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن سے پر حق شفیع مین ظاہر نہین ہوتا تو شفیع اوسکو لیگا تمام ثمن سے سے ولو حطّ النصف ثم النصف یأخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اوسکو لیگا ولو علوانه شراہ بألف فسلم ثم حط البائع مائة فله الشفعة کما لو باعه بألف فسلم ثم زاد البائع له جاریة او متاعا قنیه اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اوسکو ہزار سے خرید کیا تب شفعہ سے دست بردار ہوا پھر بائع نے اوسمین سے سو کم کر دئے تو اب شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہی یعنی نوسو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اوسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہی کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹجائیگی م یہہ دونو مسئلے حط ثمن کی جزئیات سے ہین وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یأخذ بمثله اور خرید مین مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکماً ہو جیسے کہ شراب مسلم کے حق مین کذا ذکرہ ابن کمال م یہہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکماً حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ قیمی ہے حکماً مسلم کے حق مین اور اسکا مقتضی ہے کہ مسلم اسکو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہین اور ابن کمال کی عبارت مین کچھہ غبار نہین کذا فی الحلبی یعنے شارح کی تعبیر سے یہہ خلل ہوگیا نہ ابن کمال کی عبارت سے وفی الشراء بقیمی بالقیمة ای یوم الشراء اور خرید مین قیمت والے سے شفیع لیگا قیمت سے یعنے جو اوس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن فلو بیع عقار بعقار یأخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمة الاخر تو عقار کے بیع مین بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض تو ہر شفیع دونون عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو اوسکی قیمت سے لیگا اور اوس گھر کا شفیع اوسکو اسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء بثمن موجّل یأخذ بحال او طلب الشفعة فی الحال واخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے مین شفیع کے ثمن نقد بلا مدت سے یا شفیع شفعہ نے الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اوسکو لے ولا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن موجل مشتری پر ہے وہ معجل نہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے اوسکو لیا یعنی اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہی سو تعجیل شفیع سے باطل نہوگا ولو سکت عنه فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعته خلافا لابی یوسف اور اگر شفیع ثمن موجل سنکر چپ رہا اوس سے سوا اوسنے شفعہ نے الحال طلب نکیا اور صبر کئے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنیکے وقت تو شفعہ باطل ہوگیا برخلاف ابی یوسف کہ اونکے نزدیک باطل نہوا ویأخذ بمثل الخمر وقیمة الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لابد ان یکون البائع ایضا ذمیا والا یفسد البیع فلا تثبت الشفعة ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی ہو یہہ قید ضرور ہے کہ بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہی مبسوط کیطرف نسبت کرکے ویأخذ بقیمتهما لما مر لو کان الشفیع مسلما للمنع عن تملیکهما وتملکهما اور شفعہ لے شراب اور سُور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب اور سُور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے م یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ خنزیر کی قیمت اوسکی ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطیکہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمتی کی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو بخلاف قیمت شراب کے کہ اوسکے مثلی ہونے سے اوسکی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی مانند نہین اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ثم قیمة الخنزیر هنا قائمة مقام الدار لا مقام الخنزیر لذا لا یحرم تملیکها بخلاف المرور علی العاشر پھر معلوم کر کہ خنزیر کی قیمت یہان یعنی شفعہ لینے مین گھر کے قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسیواسطے اوسکی تملیک مسلم پر حرام نہین بخلاف وارد ہونے ذمی کے عاشر پر م یعنی قیمت خنزیر یہان گھر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اوسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سُور لیکر عاشر پر گذر کرے تو

وہ اوس سے کچھہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہہ یہہ ہے کہ اوسکی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی برابر ہے اور مسلم کو اوسکی ذات
کا لینا جائز نہین تو اسیطرح اوسکی قائم مقام لینا درست نہین اور یہان قیمت سوائے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہین ہوسکتی کذا فی الطحطاوی وطریق
معرفۃ قیمۃ الخمر والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلف فیہ فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کی
معرفت کا رجوع کرنا ہے اوس ذمی کیطرف جو مسلمان ہوگیا یا اوس مسلمان فاسق کیطرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت
مین مختلف ہون تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العنایۃ ویاخذ الشفیع بالثمن وقیمۃ البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب اور شفیع
شفعہ لے ثمن سے اور اوس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے چنانچہ غصب مین مذکور ہوچکا قلت اما لو دھنھا بالوان کثیرۃ او طلاھا
بجص کثیر خیر الشفیع بین ترکھا واخذھا واعطاء ما زاد الصبغ فیھا لتعذر نقضہ ولا قیمۃ لنقضہ بخلاف البناء حاوی الزاھدی اور اگر مشتری نے
بہت رنگون کا روغن لگایا گھر مین یا بہت گچکاری کی اوسمین تو شفیع مختار ہے اوس گھر کے چھوڑ دینے مین یا اوسکے لینے مین اور اوسقدر کے دینے مین جسقدر
گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی بسبب متعذر ہونے نقض رنگت کی اور حالانکہ اوکھڑے رنگ کی کچھہ قیمت نہین بخلاف نقض عمارت کہ اوسکی قیمت کچھہ
باقی رہتی ہے کذا فی حاوی الزاہدی لو بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعھما شفیع ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دیکر اگر مشتری
نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہون یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کہودنے اور درخت اوکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض
فان الشفیع لہ ان یاخذھا مع قیمۃ البناء والغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ قہستانی مگر جبکہ اوکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز
ہے اوسکا لینا کہودی عمارت اور اوکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھہ کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن وقیمۃ البناء والغرس او
ترک وبہ قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما لغیرہ فیہ حق اقوی ولذا تقدم علیہ فینقض اور ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت
اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اوسکو چھوڑے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہین دے سکتا اور یہی کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہم اسکے جواب مین کہتے
ہین کہ مشتری نے اوسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے ولہذا وہ مقدم ہوگیا اوسکے لینے مین مشتری پر تو اوسکو نقض عمارت اور درخت
مین بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع جمیع تصرفات المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والھبۃ زیلعی وزاھدی جسطرح منقوض کر دیتا ہے
شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہانتک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی ھم یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد
اوسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسیکو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم
مین ہے کہ نقض مسجد اور نبش موتی جائز نہین اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر
اور زراعت تو نہ اوکھاڑی جاویگی اسواسطے کہ اوسکی نہایت معلوم ہے اور اوسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت
کی زمین مین تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری پر اوسکی اجرت لازم ہوگی ورجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم
استحقت ولا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پھیرلے اگر اوسنے شفعہ کے سبب سے لیا
پھر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اوسکو کسی نے
فریب نہین دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان خربت الدار او جف الشجر بلا فعل احد والاصل ان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور
شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اوسکی وصف کے
عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہین بلکہ تابع ہین تو یون کہنا بہتر تہا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم
یبق شئ من نقضہ او خشبہ اور یہہ یعنی بصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اوسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا درختون کی لکڑیون
سے کچھہ باقی نرہا ہو فلو بقی واخذہ المشتری لانفصالہ من الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی

قیمۃ الدار یوم العقد و علی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالح اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اوسکو لیا بسبب اوسکے جدا ہونیکے
زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی نرہا تو بقدر اوسکے حصے کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاوے گہر کی قیمت پر جو یوم العقد تھی اور منقوض کی
قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہے کذا فی الزیلعی قلت فلو لم یاخذہ المشتری کان ھلک بعد انفصالہ لم یسقط شیء من الثمن لعدم حبسہ
اذ ھو من التوابع والتوابع لا یقابلھا شیء من الثمن وبالاخذ بالشفعۃ تحولت الصفقۃ الی الشفیع فقد ھلک ما دخل تبعا قبل القبض ولا
یقابلہ شیء من الثمن قالہ شیخنا میں کہتا ہوں سو اگر مشتری مصالح اور لکڑی کچھہ نلے اسطرح کہ وہ تلف ہوجاے جدا ہونیکے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھہ
ساقط نہوگا مشتری کی عدم حبس کے سبب سے اسواسطے کہ مصالح اور لکڑی توابع سے ہے اور توابع کے مقابلہ میں کچھہ ثمن نہیں پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ
کے عقد گہوم کر شفیع کیطرف ہوگیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک ہوگئی تو ایسی صورت میں کچھہ ثمن ساقط نہیں ہوتا یہہ کہا ہے ہمارے استاد
خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن بحسابہ لان البعض اصل فیلحقہ بخلاف اس صورت کے جبکہ کچھہ زمین تلف ہوگئی بسبب
ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اوسکے حصے کے ثمن ساقط ہوگا اسواسطے کہ فوت ہونیوالا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی ویاخذ بحصۃ العرصۃ من الثمن ان نقض
المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف وفی الاول الآفۃ سماویۃ ویقسم الثمن علی قیمۃ الارض والبناء یوم العقد بخلاف الھلاک لانہ کامل تقوم بالجبر
اور شفیع اوس حصۂ زمین کے ثمن کی عوض اگر مشتری نے عمارت گہر کی ڈہائی ہو اسواسطے کہ اوسنے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی
تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اوسکے منہدم ہوجانیکے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا حصہ منقوض اسواسطے ساقط ہوگا کہ منقوض
مال متقوم ہے حبس مشتری کے سبب سے ونقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنیکی مانند ہے حکم میں یعنی بقدر اوسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا والنقض کالکسر
المنقوض لہ ای للمشتری ولیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بالانفصال اور نقض بکسر اول بمعنی ملبہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اوسکا لینا نہیں چاہیئے کیونکہ زمین سے جدا ہوگیا اور اوسکا
تابع نرہا ویاخذ بثمرھا استحساناً لاتصالہ ان ابتاع ارضاً ونخلاً وثمراً او اثمر بعد الشراء فی یدہ اور شفیع لے اوسکے پہلوں کے ساتھ استحسان
کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کہجور کے درخت اور پہل خرید کئے یا کہ پہل لگے خریدنے کے بعد مشتری کے قبض میں بسبب متصل ہونے پہلوں کے درخت سے
وان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پہل توڑ لئے تو شفیع کو پہل لینے کا اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنی پہل تابع میں
نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہوگیا او ھلک بآفۃ سماویۃ وقد اشتراھا بثمرھا سقطت حصتہ من الثمن فی الاول ای شراھا بثمرھا
وبکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہوگیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اوسکو مشتری نے اوسکے پہلوں کے ساتھ خرید کیا تہا ساقط
ہوگا اوسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس باغ کو پہل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی میں یعنی جہاں پہل پیدا ہوا مشتری کے قبض میں بسبب
حادث ہونے پہل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اوسکے کچھہ ثمن واقع نہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وھبانیۃ لتحول الصفقۃ الیہ
بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کیواسطے شفعہ کا حکم کیا تو اوسکو اوسکا چہوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ بسبب پہر جانے عقد کے شفیع کیطرف
قضا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقاً طلب شفعہ کرنا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کیوقت
ہے بالاتفاق وفی ھبۃ بعوض مشروط لا شیوع فیہا وقت التقابض اور اوس ہبہ میں جو بعوض مشروط ہے اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض
البدلین کیوقت طلب شفعہ ہے ہم یہہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی بیع فضولی او بخیار
بائع وقت البیع عند الثانی ووقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور خیار بائع کی بیع میں طلب شفعہ ہے وقت بیع کے ابویوسف کے
نزدیک اور اجازت بیع کی وقت ہے محمد کے نزدیک وبخیار مشتر وقت البیع اتفاقاً مجتبیٰ اور خیار مشتری کی بیع میں بیع کیوقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق
کذا فی المجتبیٰ من لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی مثلاً طلبہا عند حاکم یراہ یقول لہ ھل تعتقد وجوبہا ان قال نعم اعتقد ذلک حکم لہ بہا
والا یقل لا یحکم منیہ وبزازیہ جو شخص شفعہ جوار کا معتقد نہو چنانچہ شافعی مذہب مثلاً وہ شفعہ طلب کرے اوس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہے تو

حاکم یون سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے کہ ہان مین اسکا اعتقاد رکہتا ہون تو اوسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو
حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی المنیۃ والبزازیہ ہم یہہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے اور یہہ حلوانی کا قول احسن الاقوال ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ
حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اوسکا معتقد نہین اور تیسرا قول یہہ ہے کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اوسکے وجوب کا اعتقاد رکہتا ہے اور یہی مشہور ہے
کذا فی المنح **فروع** مسائل لمحہ شارح کے اخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لا یراہا فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ مین تاخیر
کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہین تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب مبطل شفعہ نہوگی وکذا لو طلب من القاضی
احضارہ فامتنع بخلاف سبت الیہود کما یاتی اور اسیطرح شفیع تاخیر طلب مین معذور ہے اگر اوسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا اور
قاضی نے نہ مانا یا مشتری حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعود برخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی
یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ مین تاخیر کریگا تو معذور نہوگا کذا فی شرح الحموی شری ارضا بمائۃ فرفع ترابہا وباعہ بمائۃ ثم اخذہا الشفیع
بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان ثمنہا یقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب الذی باعہ وہما سواء ایک شخص نے
زمین خریدی سو درم کو پہر اوسکی مٹی اوٹہائی اور سو درم کو بیچی پہر اوس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اوسکو ۵۰ درم سے لے اسواسطے کہ زمین کا
ثمن یعنے سو درم بانٹا جائیگا زمین کی اوس قیمت پر جو خریدکے دن تہی مٹی لینے سے پہلے اور اوس مٹی کی قیمت پر جسکو اوسنے بیچ لیا اور دونون قیمتین برابر ہین
ہم طحطاوی نے کہا یہہ تعلیل ظاہر نہین مگر جبکہ دونونکی قیمتین عند العقد برابر ہون ولو کبسہا کما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری ادفع
ما کبست فیہا فہو ملکک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بہردی جیسی کہ پہلے تہی تو جواب متفاوت نہوگا یعنی شفیع اوسکو
پچاس ہی درم سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو اوسمین تونے مٹی بہردی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شری
دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن ویاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت وسیجئ انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا
ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی مین ہے کہ گہر خریدا کہیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع
کو جائز نہین کہ ثمن معجل دیکر اور گہر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گہر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے انتہی ما فی الحاوی مین کہتا ہون اور آگے
آویگا کہ اوسمین شفعہ نہین جسمین بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہان جبکہ فسخ ساقط ہوجاے مشتری کی عمارت بنانے سے
اور مانند اسکے کوئی اور تصرف سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض الکل فلو
وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الاخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الاخر
کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور مبسوط مین ہے کہ ہبہ بشرط عوض مین تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جسوقت کل مقبوض ہو یعنی دونو
عوضون پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہوجاے تو اگر گہر ہبہ کیا ہزار درم کی عوض پر پہر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسری عوض پر پہر شفیع شفعہ سے
دستبردار ہوا تو وہ باطل ہے یہانتک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ گہر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

یعنی اثبات شفعہ
یہہ باب ہے اوسکا جسمین شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہین ہوتا لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض خرج الہبۃ ہو مال
خرج المہر شفعہ ثابت نہین ہوتا قصدا مگر اوس عقار مین جو مملوک ہوئی ہے اوس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض
خارج ہوگیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا ہم قصدا کی قید اسواسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار مین بہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر
مین شفعہ ثابت ہوتا ہے گہر کے ساتھ اور اسیطرح آلات آسیا مین خانہ آسیا کے ساتھ اور اسیطرح نہر مین اراضی کے ساتھ وان لم یکن یقسم خلافا
للشافعی کرحی ای بیت الرحی مع الرحی لقایہ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت پذیر نہو برخلاف
شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنوان اور نہر اور ایسا چہوٹا گہر جسکی قسمت ممکن نہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نرہے نہایہ مین ہے

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

کہ آسیا سو مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ ہم لیعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہی ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ
نہیں دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عَرَضٍ بالسکون مالیس بعقارٍ فیکون مابعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض
بفتح اول وسکون ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہیں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر ہم صحاح میں ہی عرض بالسکون عبارت ہی
متاع سے اور جو چیز ہے وہ عرض ہے دینار اور درہم کے سوا وبفتحتین حطام دنیا و فلکٍ خلافاً لما لکٍ اور شفعہ ثابت نہیں ناؤ میں برخلاف مذہب مالک کے و بناء
ونخلٍ اذا بیعا قصداً او لو مع حق القرار خلافاً لما فی درر ابن الکمال لمخالفتہ للمنقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہیں عمارت اور نخلستان
میں جبکہ اونکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اوسکے جو کہ ابن کمال سمجھا ہی بسبب اوسکی مخالف ہونیکے منقول سے چنانچہ ہمارے
استاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا ہے ولا فی ارثٍ وصدقةٍ وھبةٍ لا بعوضٍ مشروطٍ اور شفعہ ثابت نہیں موروث میں اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط
میں ہم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے سبب ہوے تو اوسمیں شفعہ نہیں کذا فی الدرر ودارٍ قسمت او جعلت اجرةً او بدل خلعٍ او عتقٍ او صلح عن
دم عمدٍ او مھراً ولو بعضھا ای الدار مالٌ لان معنی البیع تابعٌ فیہ اور اوس گھر میں شفعہ نہیں جسکی قسمت ہوگئی شرکوں میں یا وہ گھر اجرت یا
بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہیں کہ بیع کے معنی
اسمیں تابع ہیں ہم بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونے کی صورت یہہ ہی کہ زوج نے زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر باین شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار
درہم پھیر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تھا کہ مصنف بجای مہر بالجر کے مہراً بالنصب لاتا تاکہ اجرةً پر عطف ہوتا اسواسطے کہ جبکہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح کہ زوج
مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اوسمیں شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلا ہے اوسکا جو
زوج کے ذمہ پر مال ہے یعنی مہر واوجباھا فی حصة المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہی حصہ مال میں یعنی جسقدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اوتنے میں
صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب ہی او دار بیعت بخیار البائع ولم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلب عند سقوط الخیار فی الصحیح وقیل
عند البیع وصحح یا اوس گھر میں شفعہ نہیں جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اوسکا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہوگیا تو شفعہ واجب ہوگیا اگر شفیع نے سقوط
اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کیوقت طلب کی اور اس قول کی بہی تصحیح ہوئی ہے او بیعت الدار بیعاً فاسداً ولم یسقط
فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیھا تثبت الشفعة لھم یا اوس گھر میں شفعہ نہیں جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز اوسکا فسخ ساقط نہیں ہوا
پھر اگر اوسکا حق فسخ ساقط ہوگیا چنانچہ مشتری نے اوسمیں کچھہ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا ہم اسیطرح ہبہ سے اور مہر میں دینے
سے حق فسخ ساقط ہوجاتا ہے تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او ردت بخیار رؤیةٍ او شرطٍ او عیبٍ بقضاءٍ متعلق بالاخیر فقط خلافاً لما زعمہ
المصنف تبعاً للدرر یا رد بیع ہوا خیار الرویہ یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاءٍ فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق
ہے برخلاف اوسکے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہے درر کا تابع ہوکر ہم مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہے رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی
متعلق ہوگیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زیلعی صریحا اسکی مخالف ہی کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای اذا بیع و سلمت الشفعة ثم رد المبیع
بخیار رؤیة او شرطٍ کیف ما کان او بعیب بقضاء فلا شفعة لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ شفیع نے
انکار کیا پھر مبیع پھیر دیا گیا بسبب خیار الرؤیہ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد بیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہیں ہے اسواسطے کہ یہہ فسخ
ہے بیع نہیں ہے ہم یہہ علت ہی مسائل ثلثہ کی یعنے شفعہ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیبٍ بعد القبض بلا
قضاءٍ او باقالةٍ فان لہ الشفعة لان الرد بعیبٍ بلا قضاءٍ والاقالة بمنزلة بیعٍ مبتدأ برخلاف رد مبیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم قاضی
کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کیواسطے اسمیں شفعہ ثابت ہی اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہی شروع سے اور اسیطرح
اقالہ بیع بعد اوسکا نہ ہے ہم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہیں اور باوجود اسکی بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اوسنے

خرید کیا اور اسیطرح اقالہ بیع سے ثالث کے حق مین اوشفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وَتَثْبُتُ الشُّفْعَةُ لِلْعَبْدِ الْمَأْذُونِ الْمُسْتَغْرَقِ بِالدَّيْنِ اِحَاطَةُ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ وَكَسْبِهِ لَيْسَ بِشَرْطٍ ابن كمال فِي مَبِيعِ سَيِّدِهِ اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کیواسطے جو دین مین ڈوبا ہے اپنے مولا کی مبیع مین ابن کمال نے کہا محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہین ہم یعنی اگر مولے نے گہر بیچا تو اوسکا شفعہ اوسکے غلام تاجر مدیون کیواسطے ثابت ہی اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولے کا مملوک نہین ہے اور یہی علت ہے مولے کے شفعہ لینے کی غلام کی مبیع مین وَتَثْبُتُ لِسَيِّدِهِ فِي مَبِيعِهِ بِنَاءً عَلَى اَنَّ الْاَخْذَ بِالشُّفْعَةِ بِمَنْزِلَةِ الشِّرَاءِ وَشِرَاءُ اَحَدِهِمَا مِنَ الْاٰخَرِ جَائِزٌ اور شفعہ ثابت ہی غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گہر مین اسوجہ سے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور اونمین سے ایک کا خرید کرنا دوسری سی جائز ہے وَتَثْبُتُ لِمَنْ شُرِيَ اَصَالَةً اَوْ وَكَالَةً اَوْ اشْتَرَى لَهُ بِالْوَكَالَةِ اور شفعہ ثابت ہی اوس شخص کیواسطے جسنے اصالۃً یا وکالۃً خرید کیا یا اوسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کیواسطے گہر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو اوسکے واسطے شفعہ ثابت ہی صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گہر تین شخصونمین مشترک ہے اور اوس گہر کا ایک شخص جار ملاصق ہے پہر جب وہ گہر بیع ہوا اور ایک شریک نے اوسکو خرید کیا تو مشتری کیواسطے شفعہ ثابت ہی خواہ اوسنے اصالۃً خرید کی ہو یا وکالۃً اور اسیطرح موکل کیواسطے شفعہ ثابت ہی جبکہ وکیل نے اوسکے واسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہی کذا فی الدرر یہہ توضیح ہے شارح کے قول آیندہ کی وَفَائِدَتُهُ اَنَّهُ لَوْ كَانَ الْمُشْتَرِي اَوِ الْمُوَكِّلُ بِالشِّرَاءِ شَرِيكًا وَلِلدَّارِ شَرِيكٌ اٰخَرُ فَلَهُمَا الشُّفْعَةُ وَلَوْ هُوَ شَرِيكًا وَلِلدَّارِ جَارٌ فَلَا شُفْعَةَ لِلْجَارِ مَعَ وُجُودِهِ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گہر کا دوسرا شریک بھی ہو تو دونون کے واسطے شفعہ ثابت ہی اور اگر وہ شریک ہو اور گہر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لَا شُفْعَةَ لِمَنْ بَاعَ اَصَالَةً اَوْ وَكَالَةً اَوْ بِيعَ لَهُ اَيْ وُكِّلَ بِالْبَيْعِ اَوْ ضَمِنَ الدَّرَكَ وَالْاَصْلُ اَنَّ الشُّفْعَةَ تَبْطُلُ بِاِظْهَارِ الرَّغْبَةِ عَنْهَا لَا فِيهَا شفعہ نہین اوسکا جسنے بیع کی اصالۃً یا وکالۃً یا بیع ہوئی اوسکی طرفسے یعنی دوسرے کو اوسنے بیع کرنیکا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلی تو ثمن کا ضمان اوسپر ہی اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہہ ہے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے شفعہ سے اوسنے رغبتی ظاہر کرنے مین اور باطل نہین ہوتا اوسکی خواہش ظاہر کرنے مین ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہی لہذا شفعہ باطل ہوگیا

بَابُ مَا يُبْطِلُهَا

یہہ باب ہے اوسکا جو شفعہ کو باطل کر دیتا ہے يُبْطِلُهَا تَرْكُ طَلَبِ الْمُوَاثَبَةِ تَرْكُهُ بِاَنْ لَا يَطْلُبَ فِي مَجْلِسٍ اُخْبِرَ فِيهِ بِالْبَيْعِ ابن كمال وَتَقَدَّمَ ترجیحہ شفعہ کو باطل کرتا ہی طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کیصورت یہہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نکرے اوس مجلس مین جسمین اوسکو بیع کی خبر پونہچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہو چکی یعنی طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہے اور یہی قول راجح ہے طلب علی الفور پر اَوْ تَرْكُ طَلَبِ الْاِشْهَادِ عِنْدَ عَقَارٍ اَوْ ذِي يَدٍ لَا الْاِشْهَادِ عِنْدَ طَلَبِ الْمُوَاثَبَةِ لِاَنَّهُ غَيْرُ لَازِمٍ مَعَ الْقُدْرَةِ كَمَا مَرَّ یا مبطل شفعہ ہی باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم طلب اشہاد کی یہہ صورت مذکور ہو چکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہہ گہر خرید کیا اور مین اوسکا شفیع ہون اور مین قبل اسکے طلب مواثبہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد رہو اوسپر اور قدرت کیصورت یہہ ہے کہ کسی نے شفیع کا منہ [illegible] بند کر لیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہو وَتُبْطِلُهَا تَسْلِيمُهَا بَعْدَ الْبَيْعِ عَلِمَ بِالسُّقُوطِ اَوْ لَا فَقَطْ لَا قَبْلَهُ كَمَا مَرَّ اور فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہے اوسکی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اوسکو ہو یا نہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مبطل نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہی اسقاط حق شفعہ سی اور اسقاط حق نہین ہو سکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا التسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہے وَلَوْ تَسْلِيمُهَا مِنْ اَبٍ وَوَصِيٍّ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ فِيمَا بِيعَ بِقِيمَتِهِ اَوْ اَقَلَّ ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم صغیر کی باپ یا وصی کیطرفسے ہو برخلاف محمد کے اوسمین جسکی

باب ما یبطلها

بیع اوسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقے ھ یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو یہ تسلیم صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی
بعد بلوغ کے صغیر اوسکو طلب نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ صورت مساوات یا قلت قیمت
تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہین الوکیل بطلبھا اذا سلم الشفعۃ او اقر علی الموکل بتسلیم الشفعۃ ھ لو کان التسلیم او الاقرار
عند القاضی والا لم یصح لکنہ یخرج عن الخصومۃ طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر یہ
تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور مین نہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے وسکوت من یملک التسلیم
اور ساکت رہنا اوسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے ھ مثلا باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور اونھون نے بیع کیوقت سکوت کیا طلب
سے صغیر کیواسطے تو یہہ سکوت بجای تسلیم ہے وبطلھا صلحہ منھا علی عوض ای غیر المشفوع لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ
سے عوض پر یعنے عوض غیر مشفوع پر بدلیل آیندہ ھ قول آیندہ یہہ ہے دوسطر کے بعد ولو صالح علی اخذ نصف الدار و علیہ رد ما اخذ لانہ رشوۃ اور شفیع پر
عوض کا پہیر دینا واجب ہے اسواسطے کہ وہ رشوت ہے ھ چونکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بلا ملک لہذا اوسکا عوض لینا صحیح نہیں وبطلھا بیع شفعتہ
بمال ولا یلزم المال اور شفعہ کو باطل کرتا ہے بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہو گا یعنی اسواسطے کہ وہ رشوت ہے وکذا الکفالۃ بخلاف
القود ھ اور اسیطرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے ھ کفالت سے یہان مراد حاضر ضمانی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے
کہا کہ مین تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہون اتنے مال پر تو ضامنی ساقط ہو جاویگی اور مال واجب نہو گا بخلاف قصاص کے کہ اوسکا عوض لینا درست ہے
اور یہی حکم ملک نکاح اور اسقاط رق کا اعتیاض درست ہے اسواسطے کہ ان اشیا مین ملک ثابت ہے ولو صالح علی اخذ نصف الدار بنصف الثمن صح
اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گہر کے لینے پر بعوض بعض ثمن کے تو صحیح ہے ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا للجھالۃ الثمن عند الاخذ و
لا تسقط شفعتہ اور اگر شفیع نے صلح کی گہر مین سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اوسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب مجہول ہوتے
ثمن کے لینے کیوقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہو گا ھ نصف گہر کی صلح مین ثمن مجہول نہین ہوتا اسواسطے کہ نصف گہر کا ثمن نصف ثمن مسمی
ہے اور تمام گہر مین سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہین کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ مین صلح صحیح اور شفعہ باطل اور اس مسئلہ مین صلح غیر صحیح
اور شفعہ ثابت ہے وبطلھا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ
باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہین ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مریگا قاضی
حکم کرنے کے بعد تو شفعہ باطل نہو گا ھ وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہے مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجانیکے بعد تو
اوسمین کیونکر میراث جاری ہو کذا فی الدرر لا یبطلھا موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے
مستحق کے یعنی شفیع کے وبطلھا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم ببیعھا ام لا اور جس زمین اور گہر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے
اوسکا بیچ ڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہے شفعہ کا خواہ شفیع کو اوس گہر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہوا ہو یا نہو وکذا
لو جعل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا درر اور اسیطرح شفعہ باطل ہو جاتا ہے اگر اوس مقام کو جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا
قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہیں ہوتا
بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو ورنہ شفعہ ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب اور
جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اوسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا
ملک ہے اوس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہیں ہوئی وبطلھا شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل
کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہہ خرید کرنا اعراض ہوا طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ ہے

فلمن دونہ او مثلہ اخذ ما منہ بالشفعۃ بالعقد الاول یا الثانی اور جو شخص کہ مرتبہ میں شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ میں یا اوسکی برابر ہو تو اوسکو
وارث شفعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہو خواہ بعقد اول لے یا بعقد ثانی ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق شفعہ خرید کرنے سے باطل ہوگیا تو شفیع
اور ادون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہو جاویگا بخلاف ما لو اشتراہا ابتداءً حیث لا شفعۃ لمن دونہ برخلاف اوسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو
خرید کیا شروع سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہان شفیع اور ادون کا شفعہ ثابت نہو گا ہم سابق مذکور ہوچکا کہ اگر شریک خریدار ہو تو جار ملاصق کیواسطے
شفعہ نہین ہے وکذا یبطلہا ان استاجرہا او ساومہا بیعا او اجارۃ ملتقے اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری سے گھر کرایہ
لیا یا اوسکی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی کذا فی الملتقے یعنے بعد علم بیع کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ ان
یولیہ عقد الشراء یا شفیع مشتری سے یہہ طلب کرے کہ اوسکو عقد خرید کا متولی کرے ہم اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب کرنا تسلیم
کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مبطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے اور یہہ مراد نہین کہ اوسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے اسواسطے کہ
اس سے شفعہ باطل نہین ہوتا بسبب اسکے ہونیکے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرک مستدرک بما مر اینا فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض زیلعی
یا شفیع ثمن کی ضمانت کرے استحقاق کیوقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد از حاجت ہے بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہوچکا یعنی باب سابق مین تو سب
تینون صورتون مین شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او ببر
او شعیر او عددی متقارب قیمتہ الف او اکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعرض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق
بینہما ان ہذا قیمی وذاک مثلی فربما یتسہل علیہ وان کثر شفیع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اوسنے بیع مسلم رکھی پھر اوسکو
معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہون یا جو یا عددی متقارب کے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہہ ظاہر ہوا کہ گھر بکا اون
دینارون یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہین اور فرق دونون یعنے متاع مین اور گیہون جو مین یہہ ہے کہ یہہ یعنی اسباب
اور متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہون اور جوار عددی متقارب مثلی ہے تو گاہی مثلی چیز شفیع پر آسان ہوسکتی ہے اگرچہ زیادہ ہو ہم مسئلہ اولے
مین شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم تھی کثرت ثمن سے یا تعذر جنس سے پھر جب اوسکی خلاف ظاہر ہوا تو اوسکو شفعہ لینا جائز ہوا اسواسطے کہ رغبت مختلف ہوتی
ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہین اور مسئلہ ثانیہ مین اختلاف دینار اور درم سے اسواسطے شفعہ ثابت نہوا کہ
دونون جنس واحد ہین ثمنیت مین اور مسئلہ متاع مین قیمت واجب ہے اور وہ درہم یا دینار ہین تو آسانی اوسمین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی ولو علم
ان المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اوسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو
شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہے ہم اسواسطے کہ آدمی اخلاق مین متفاوت ہوتے ہین سو بعضے کی ہمسایگی قبول ہوتی ہے اور بعضی کی نہین تو ایک کے
حق مین تسلیم کرنا اوسکے غیر کے حق مین تسلیم کرنیکا مستلزم نہین ولو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم
فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اوسکو دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق
مین تسلیم حاصل نہین ہم حلبی نے کہا اگر مصنف بجای لو علم کے لو ظہر کہتا تو مناسب تر ہوتا ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ
فی الکل دون عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی کل ابعاضہ بخلاف عکسہ
اور اگر شفیع کو نصف گھر کے خرید کی خبر پہونچی سو اوسنے بیع تسلیم کی پھر اوسکو خبر پہونچی تمام گھر کے خرید کی تو اوسکو واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر مین اور اوسکی بالعکس
مین اسطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اوسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید کرنا تو اوسکو واسطے شفعہ نہین ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ کل مین تسلیم
کرنا جمیع اجزا مین تسلیم کرنا ہے برخلاف اسکی عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہین ثم شرع فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی
جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلون کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا سو یون کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا

مگر مثلا ایک گز نہین بیچا حد شفیع کیجانب مین تو شفیع کو شفعہ نملیگا بسبب عدم اتصال کے ہم شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تہا سو اگر اوسنے گز بہر یا ہاتھہ بہر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفیع کیجانب کی بیع نکی تو اب شفیع اوسمین شفعہ کا دعوی نہین کرسکتا بشرطیکہ طول مستثنے شفیع کے تمام گہر کو ملاصق ہوا ور یہہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والقول بان نصب ذراعا سہو اور یہہ قول کہ ذراعا کا نصب سہو ہی سہو ہی ہم یہہ تعریض ہے صاحب درر کی طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یون کہا ہی کہ وقایہ مین جو یہہ عبارت ولا فیما بیع الا ذراعا نصب ہی سو کاتب کے سہو سے ہی سو شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب مین مستثنے کا نصب واجب ہی وکذا لا شفعۃ لو وہب ہذا القدر للمشتری وقبضہ اوسی طرح شفعہ نہین اگر اسقدر یعنے بقدر ایک گز طولین بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کر دیا اور اوسنے اوسپر قبضہ بھی کر لیا ہم عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہہ ہے کہ جو متصل شفیع تہا وہ موہوب ہوگیا اور موہوب مین شفعہ نہین طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہ بثمن ثم ابتاع بقیتہا فالشفعۃ للجار فی السہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے اوسکا ایک حصہ مثلا دسوان حصہ کچہہ ثمن سے خرید کیا پہر باقی گہر خرید کیا تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصے مین اور باقی گہر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہوگیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک مقدم ہے جار پر ہم سہم اول مین اسواسطے شفعہ ثابت ہی کہ پہلے بیع اوسکی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی شفعہ لینے سے پہلے اور مراد یہہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہوئی مگر دونون عقد کے بعد وحیلۃ کلہ ان یشتری الذراع او السہم بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے اسقاط کا یہہ حیلہ ہو کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولے مین یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ مین تمام ثمن سے سواے ایکدرم کے اور باقی گہر کو باقی ایکدرم سے خرید کرے ہم مثلا ہزار درم سے خرید کرنا منظور ہے تو اوس گہر کا ہزاروان حصہ ۹۹۹ درم سے خریدا اور باقی گہر ایکدرم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزار وین حصے مین ثابت ہوگا ۹۹۹ درم کی ثمن سے اور باقی گہر مین شفعہ نہین اسواسطے کہ مشتری شریک ہوگیا اور وہ احق ہی جار سے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اردت بہ ابطال شفعتی اور جائز نہین شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کردینے کا ارادہ نہین کیا ولہ تحلیفہ باللہ ان البیع الاول ما کان تلجئۃ مؤید زادہ معزیا للوجیز اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہی کہ واللہ کہ بیع اول تلجئہ نہ تہی کذا ذکرہ مؤیدزادہ عن الوجیز ہم تلجئہ اوس بیع کو کہتے ہین کہ بائع اور مشتری بیع ظاہر کرین دشمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت مین بیع نہین بلکہ وہ ہزل ہی اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک ثابت رہیگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعہ بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعۃ بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیہ اور اگر مبیع خرید کیا ثمن کثیر سے پہر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو اسمین خواہش نہوگی ہم مثلا ایک گہر کی قیمت سو درم ہے اوسکو ہزار درم کے ثمن سے خرید کیا پہر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی سے ایک تہان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اوسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تہان کی عوض اسواسطے کہ ہزار درم کی عوض تہان دینا دوسرا عقد ہی اور گہر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہی وہذہ حیلۃ تعم الشریک والجار لکنہا تضر بالبائع اذ یلزمہ کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہہ حیلہ شریک و جار دونون کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہی اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاولی بیع دراہم الثمن بدینار لیبطل الصرف اذا استحق تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ عقد صرف باطل ہوجائے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو ہم ثمن کے دراہم مثلا سو تہے مشتری کی ذمہ پہر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلا بیچا پہر جبکہ استحقاق ملک غیر ثابت ہوگا تو یہہ عقد صرف فاسد ہوگی اسواسطے کہ اب ظاہر ہوگیا کہ مشتری کے ذمہ پر کچہہ نہ تہا تو جو مشتری نے دیا دہی بائع کو پہیر دینا پڑیگا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلۃ اخرے احسن واسہل وہی اشتراہ فی الامصار ذکرہا بقولہ وکذا لو اشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وجہل قدرہا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالۃ الثمن تمنع الشفعۃ درر فلت ونحوہ فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ ہے بہتر اور سہلتر سب حیل مذکورہ

سے اور وہی مشہور ہی شہر ونین اوسکو مصنف نے اپنی اس قول سے ذکر کیا ہی اور اسیطرح شفعہ ساقط ہو جاتا ہی اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور اونکے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دی جنکی طرف اشارہ کر دیا گیا اور اُنکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دی بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور اسکی مانند مضمرات مین ہی ھم جب فلوس مشار الیہا پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کیوقت معلوم اور متعین ٹھہر البذا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہو جانیکے بعد جہالت مقدار سے شفعہ کیوقت ثمن مجہول ہوگیا معلوم نہین کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کیوقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی قید نہ منح الغفار مین مذکور ہی نہ درر مین اور اوسکا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور یہہ برابر ہے خواہ مجلس مین خواہ بعد مجلس کے وینبغی ان الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس وھی کذا ان یاخذھا بالدراھم وقیمتہا کما لو اشتری دارا بعرض او عقار للشفیع اخذھا بقیمتہ کما مر قالہ المصنف ثم نقل عن مقطعات الظہیریۃ ما یوافقہ قلت ووافقہ فی تنویر البصائر واقرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواھر الجواھر بانہ مخالف للاول وما فی المتون والشروح مقدم علی الفتاوی کما مر مرارا انتھی اور لائق بقواعد فقہ یہہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ مین فلوس کی قیمت جانتا ہون اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم سے اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یہہ کہا ہے مصنف نے شرح مین پھر مصنف نے مقطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے مین کہتا ہون اور اسکے موافق کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ مین اور ہمارے اوستاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہی زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ مین اسطرح کہ یہہ قول مخالف ہی قول اول کے جو متن مین مذکور ہے اور جو متون اور شروح مین ہو وہ فتاوی پر مقدم ہے چنانچہ یہہ قاعدہ چند بار مذکور ہو چکا انتہی ما فی زواہر الجواہر ھم متون اور شروح مین جو مذکور ہے وہ اسکا مفید ہی کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعیین مقدار مین مقبول نہو اسواسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس حیلہ مذکورہ کا کچھہ فائدہ نرہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہی کذا فی الطحطاوی وقدمنا انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوہ وجبت واللہ اعلم اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ شفعہ نہین اوسمین جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہوجانے بیع فاسد کے ہان جبکہ فسخ ساقط ہو جاوے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب ہوگا واللہ اعلم تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی مکروہ ہی حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کیواسطے بعد ثابت ہو جانے شفعہ کے بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یون کہنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھسے خرید کرلے ذکر کیا ہی اسکو بزازی نے ھم شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع سے کہا کہ مجھسے خرید کرلے تو اگر وہ خریداری کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو یہہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہہ ابو یوسف اور محمد دونونکے نزدیک مکروہ ہی واما الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ اور ابتدا ہی سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہو سکے سو ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین یعنی سواسطے کہ وہ منع ہے حق واجب ہونے سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہہ بھی مکروہ ہے اور ابو یوسف کے قول کا فتوی ہی شفعہ مین سراجیہ مین جواز حیلہ کی یہہ قید لگائی ہی جبکہ ہمسائے کو اوس گھر کی حاجت نہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہی ھم محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر مین کہا ہی کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اسکے حسن اور خوبی کے سبب سے شرح وقایہ مین ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کیواسطے مشروع ہی تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیون کو اوس سے ضرر ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہین اور اگر مشتری نیک مرد ہو اور شفیع متعنت ہو جسکی ہمسائگی پسند نہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے ونصادہ وھو الکراھۃ فی الزکوۃ والحج وایۃ السجدۃ جوھرۃ اور اوسکی مخالف یعنی کراہت ہی حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ مین کذا فی الجوہرۃ ھم منع زکوۃ کا یہہ حیلہ ہی کہ جس مال مین زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گذرنے سے پہلے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اوسقدر خیرات کر دی جس سے نصاب پوری باقی نرہی شرح وقایہ مین کہا کہ یہہ حیلہ نہایت قبیح ہی کہ بخیلی اختیار کرنا ہی اور فقیرون کا رزق قطع کرنا ہی اور وعید عدم انفاق مین داخل ہونا ہی اور حج کا حیلہ یہہ ہے

[illegible]

کہ آفاقی داخل مواقیت کسی محل مین جسکا حج پہر کہ منظمہ مین بلا احرام داخل ہوا اور یہہ حیلہ اسقاط احرام کا نہ اسقاط حج کا اور آیت سجدہ کا یہہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتین پڑہے وجوب سجدہ کے خوف سے ولا حیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیۃ قال وطلبناہا کثیرا فلم نجدھا اور کوئی حیلہ موجود نہین فقہا کے کلام مین حیلہ ساقط کرنیکے واسطے کذا فی البزازیہ کہا بزازی نے اور ہمنے اوسکو بہت تلاش کیا سو اوسکو نپایا ۔ اذا

اشتری جماعۃ عقارا والبائع واحد بتعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم ویترک الباقی وبعکسہ وھو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لا یتعدد الاخذ بہا بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ ثم لا فرق بین کونہ قبل القبض او بعدہ سمی لکل بعض ثمنا او سمی الکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا لاتحاد الثمن جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہی تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتریون کی شمار کے موافق تو شفیع کو یہہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہون اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد نہوگا بلکہ شفیع یا سب بیع کو لے یا سبکو چھوڑ دے اسواسطے کہ اسمین مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہان شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد متفرق نہوا اسمین کچھ فرق نہین کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اور سکے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملا مذکور ہوا ہو اسواسطے کہ یہان اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واعلم انہ لو طلب الحصۃ فہو علی شفعتہ اور معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری سے ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصون مین وہ اپنے شفعہ پر قائم رہے ھم اور قول ضعیف یہہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہوگیا کذا فی درمنتقی ولو اشتری دارین او قریتین بمصرین صفقۃ اخذہما شفیعہما معا او ترکہما لا احدہما ولو احدہما بالمشرق والاخری بالمغرب شرح مجمع دیانتی اور اگر مشتری نے دو گہر یا دو گانون خرید کئے دو شہرون مین ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول سے تو ان دونو گہرون کا شفیع انکو ساتھ ہی لے یا دونون چھوڑے اور یہہ نہین کہ ایک گہر کو لے اگرچہ ایک گہر مشرق مین ہو اور دوسرا مغرب مین کذا فی شرح المجمع اور اسکا ذکر آگے آویگا ھم اور اگر شفیع ایک ہی گہر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونون گہرونکی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہین پونہچتا مگر اوسی گہر کا جو اوسکی بابت ہے اور ایسا کہا ہے محمد نے ان دونون گہرونمین جو متصل ہون اور شفیع ایک گہر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونونکا لینا درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریہ والمعتبر فی ھذا ای العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب بعضہم اور اس تعدد اور اتحاد عقد مین عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد کیطرف متعلق ہوتے ہین نہ مالک کیطرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے ھم یہہ اوس صورت مین ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید مین وکیل کیا ہو اور اگر سبکو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہین مگر تمام مین کذا فی الطحطاوی

اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح آدہا گہر غیر مقسوم خرید کیا سو مشتری نے بائع سے بانٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اوسکو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کیجانب مین نہ پڑا ہو موجب اصح قول کے ھم غیر اصح قدوری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اوسکی جانب مین واقع ہے نہ غیر جانب کا ولیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانہا من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہین خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہین ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع النقض کما ذکرہ بقولہ بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ وھبتہ تو اگر مشتری نے قسمت کر لی بائع کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اوسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اوسکی جبکہ دو شریکون مین سے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گہر سے اور مشتری نے دوسرے اوس شریک سے جسنے بیع نہین کی قسمت کر لی تو وہان شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اوسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے ھم یہہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور مین ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ عقد

اوس شخص کو واقع نہین ہوا جس سے قسمت کرلی تو یہان قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اوسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارا وہما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع ان ینقض القسمۃ ش و م محیط و در النصف ثلثا سنہ و ہبانیہ چنانچہ اگر دو شخصون نے گہر مول لیا اور وہ دونون شفیع ہین اوس گہر کے پہر تیسرا شفیع آیا دونون کی قسمت کر لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوا اسکے کسی اور رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی ہو جانے کی ضرورت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم یہہ تشبیہ جو نقض قسمت کی صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گہر کے تین پڑوسی ملاصق ہین مثلا اونمین سے دونے وہ گہر خرید کرکے بانٹ لیا نصف نصف پہر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونون مشتریون سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور یہہ باقی نہین رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یسکن فیہا الشفیع الذی ہو الجار فالقول للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اوس گہر کی ملکیت مین جسمین وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے وللجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اوسکی دانست پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ہم یعنی مشتری یون قسم کہائیگا کہ واللہ یہہ گہر میرے علم مین شفیع کا مملوک نہین علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پر یقین قطعی نہین ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اوس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ یہہ بہی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر المشتری طلب الاشہاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لانہ محیط بہ علما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات کیوقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کہائیگا قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی الزاہدی ہم اگرچہ طلب اشہاد بہی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوگی یہہ اوسوقت ہے جبکہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی ہو اور گواہ سے اوسکو ثابت نکر سکے ولو برہنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابو یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونو گواہ لادین تو شفیع کے گواہ احق اور مقدم ہین اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہین

فروع مسائل لحقہ شارح باع عقارا فی اجارۃ الغیر وہو شفیعہا فان اجاز البیع اخذہا بالشفعۃ وبطلت الاجارۃ وان ردہا مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ مین ہے اور حالانکہ مستاجر اوسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اوسکی جائز رکہی تو وہ اوسکو لیگا بطریق شفعہ کے یعنی اور اجارہ باطل ہو جائیگا اور اگر بیع جائز نرکہی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کردے ہم یعنی عدم اجازت بیع کی ساتہہ شفعہ بہی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہین مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیہ شری لطفلہ والاب شفیعہ لہ الشفعۃ والوصی کالاب قلت لکن فی شرح المجمع ما یخالفہ فتنبہ باپ نے اپنے طفل صغیر کیواسطے خریدکی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اوسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کی مانند ہے مین کہتا ہون لیکن شرح مجمع اسکی مخالف ہے سو خبردار رہنا ہم شرح مجمع مین یون ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہین لے سکتا اتفاقا اسواسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال خرید کرنا جائز نہین اپنی ذات کیواسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لاصقہ فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گہر متصل ہو بعض مبیع سے تو اوسکا شفعہ فقط اوسیقدر مین ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمین تفریق صفقہ ہوتی ہو ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ دو گہر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گہر ایک ہی گہر کے پاس ہے جار ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونون دیوارون مین راہ نہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونون کے اتصال کے سبب سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلہا قضاء مطلقا لا دیانۃ ان لم یعلم بہا شفیع کیجانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے قضاء ہر طرح سے اور دیانۃ مبطل نہین اگر شفیع شفعہ کو نجانتا ہو ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گہر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کردے ہر خصومت سے جو تیری خصومت کہ ہماری جانب ہو سو اوسنے ابراء عام کر دیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہین ہے کہ اونکی جانب اوسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوگا لیکن فیما بینہ و بین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نچہوڑتا زواہر الجواہر مین ہے کہ یہہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر تو برأت من المجہول سے برأت ثابت ہوجاتی ہے قضاء بہی اور دیانۃ بہی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاوی مین ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا صبغ

المشتری البناء فجاء الشفیع خُیّر ان شاء اعطاه ما زاد الصبغ او ترك جبکہ مشتری نے عمارت مین رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہی چاہے
اوسکو اوتنا دیے جسقدر اوسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی اور چاہے شفعہ ترک کرے أخّر الجار طلبه لکون القاضی لا یراها فهو عذر شفیع جار نے
طلب شفعہ مین تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ جوار کا اعتقاد نہین رکھتا تو وہ معذور ہی یهودی سُمّع بالبیع یوم السبت فلو لم یطلب لم یکن عذرًا
یہودی نے سنیچر کے دن بیع سُنی اور شفعہ طلب نکیا تو یہہ عذر نہوگا ھ یہہ تینون مسئلے مکرر ہو گئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہین قلت یؤخذ منه ان الیهودی
اذا طلب خصمه من القاضی احضاره یوم سبته فانه یکلّفه الحضور ولا یکون سبته عذرا وهو واقعة الفتوی قاله المصنف قلت وهی فی واقعات
الحسامی مین کہتا ہون یوم السبت کے عذر نہونے سے یہہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے مدعا علیہ کا احضار چاہے قاضی سے اوسکے یوم السبت مین تو قاضی
اوسکو حاضر کروا دیگا اور اوسکا یوم السبت عذر نہوگا اور یہہ مسئلہ فتوی طلب ہو چکا یہہ کہا ہے مصنف نے مین کہتا ہون اور یہی مسئلہ واقعات حسامی مین مذکور ہی
ادعی الشفیع علی المشتری انه احتال لابطالها یحلف وفی الوهبانیة خلافه قلت وسنذکره لان ابن المصنف فی حاشیة الاشباه ایده بما لا مزید علیه فلیحفظ
شفیع نے مشتری پر یہہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنیکا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لیجائیگی اسپر اور وہبانیہ مین اسکے مخالف عدم تحلیف مذکور ہی مین
کہتا ہون اور عنقریب ہم وہبانیہ کا قول مذکور کرتے ہین اسواسطے کہ مصنف کی فرزند نے اشباہ کے اپنی حاشیہ مین کلام وہبانیہ کی اسطرح تائید کی ہی کہ
اوسپر تائید زیادہ نہین ہو سکتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ خلاصہ تائید مذکور یہہ ہی کہ قاضی خان اور ولوالجی کے کلام مدلل سے مصرح ہے کہ مشتری
پر قسم لازم نہین تعلیق ابطالها بالشرط جائز ابطال شفعہ کا تعلق کرنا شرط سے جائز ہی ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ مینے
شفعہ تیرے واسطے سلم کیا اگر تو نے اپنی ذات کیواسطے خرید کی ہو سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خرید کی تو اوسکا شفعہ ثابت ہی کذا فی الطحطاوی
عن منیة المفتی والمجتبی له دعوی فی رقبة الدار و شفعته فیها یقول هذه الدار داری وانا ادعیها فان وصلت الیّ والا فانا علی شفعتی فیها
ایک شخص کا دعوی ملک ہی گھر کے رقبہ مین اور شفعہ کا بھی اوسمین دعوی ہی تو یون دعوی کرے کہ یہہ گھر میرا ہی اور مین اوسکا دعوی کرتا ہون
سو اگر یہہ گھر مجھکو پونہچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پونہچا تو مین اوسمین اپنے شفعہ کے دعوی پر ہون ھ یہہ مسئلہ ظہیریہ مین یون مذکور ہی کہ اگر ایک گھر
دوسرے کے پاس بکا اور صاحب خانہ اوسکا شفیع ہے اور اوسکا زعم یہہ ہے کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہی سو وہ ڈرتا ہی کہ اگر مین اوسکی ملک کا دعوی کرون تو
شفعہ باطل ہوتا ہی اور اگر شفعہ کا دعوی کرونگا تو ملک رقبہ کا دعوی باطل ہوتا ہی تو وہ شخص یون دعوی کرے کہ یہہ گھر میرا ہے اور مین اوسکے رقبہ کا دعوی
کرتا ہون سو اگر وہ مجھکو پونہچا تو بہتر ہے اور نہین تو مین اپنے شفعہ کے دعوی پر ہون اسواسطے کہ یہہ سب ایک کلام ہی تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہوگا کذا
فی الطحطاوی عن الحموی استولی الشفیع علیها بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما والا کان ظالما شفیع نے غلبہ کر کے عمل کر لیا گھر پر
بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا تو وہ ظالم نہوگا اور نہین تو وہ ظالم ٹھہریگا ھ شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ مجکو اس
مسئلہ مین اعتراض ہی اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ مین یہہ مصرح ہے کہ شفیع کی ملک ثابت نہین مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پھر جبکہ بدون اوسکی مجرد
قول عالم کے اوسنے استیلا کیا تو یہہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہہ صریح ظلم ہے اور اگر مجرد استقرار شفعہ کو اعتبار کیجیئے تو وہ فقط گواہ کرنے سے موجود
ہو جاتا ہی تو عالم کی قول کی بہی کچھہ حاجت نہین بدون تراضی اور قضاء قاضی کی حلبی نے کہا جب ظالم ٹھہریگا تو اسپر تعزیر ہوگی اشیاء تملک علی عدد الرؤس
العقل والشفعة واجرة القسام والطریق اذا اختلفوا فیه الکل فی الاشباه کا چند چیزین عدد اشخاص پر ہین ایک تو دیت دوسرے
شفعہ تیسرے قسمت کرنیوالی کی اجرت چوتھی راہ جبکہ اوسمین لوگ اختلاف کرین یہہ سب مسائل مذکورہ اشباہ مین ہین ھ دیت کی صورت یہہ ہی کہ اگر مقتول پایا گیا
مکان مملوک مین تو اوسکی دیت اوس مکان کے سب مالکون پر لازم ہوگی برابر خواہ کسیکی ملک کم ہو یا زیادہ اور شفعہ کی برابری نحو مذکور ہو چکی اور اجرت
قسام کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکون مین تو اوسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہی اگرچہ ایک کا حصہ قلیل ہو اور
دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہی اور راہ سے کوچہ غیر نافذہ مراد ہی اسواسطے کہ شارع عام کسیکا مملوک نہین اور طریق کی مانند

گہر کا صحن ہے جبکہ ارباب بیوت اوسمین اختلاف کرین اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکہنے مین سب برابر مین یعنی اگرچہ ایک شخص کا دالان طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی المسعود ولا شفعۃ لمرتد بعد انا یہ شفعہ کا حق ثابت نہین مرتد کیواسطے کذا فی العنایۃ صبی لہ شفیع لا ولی لہ لا تبطل شفعتہ وان نصب القاضی قیما یطلبہا جاز جو اہل ایک لڑکے کا شفیع ہو جسکا کوئی والی نہین تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر قاضی اوسکی طرفسے کوئی کارپرداز قائم کرے اور وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی الجواہر

شری کرما ولہ شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم اتی الشفیع ولکن اذا کان الاشجار وقت القبض مثمرۃ سقط بقدرہ والا فلا حصۃ لہ من الثمن حینئذ مؤید زادہ معزیا لواقعات الحسامی انگور کا باغ خرید کیا اور اوسکا شفیع غائب ہو سو درخت پہل لائے اور مشتری نے انکو کہا یا پہر شفیع آیا اور اوسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پہلے ہون تو بقدر قیمت پہلون کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پہلے نہوگئے قبض کیوقت تو ثمن سے کچہہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ پہل کا کچہہ حصہ نہہا ثمن مین اوسوقت کذا ذکرہ مؤیدزادہ من واقعات الحسامی وفی الوہبانیۃ ویأخذ

فیما یشتری لصغیرہ اب او وصی للبلوغ یؤخر اور وہبانیہ مین ہے اور باپ شفعہ لے اوسمین جو اوسنے اپنے صغیر فرزند کیواسطے خرید کیا اور وصی نخاصمت مین تاخیر کرے یتیم کے بلوغ تک ھ اگرچہ خصومت مین تاخیر چاہیئے لیکن وصی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کرلے چنانچہ خزانۃ الاکمل مین یعنی اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہوجاتا ہے ولیس لہ تفریق دارین بیعتا ولو غیر جار فالتفرق احذر اور شفیع کو جائز نہین تفریق کرنا ان دو گہرون کا جو ساتہہ ہی بیع ہوئی اور وہ دونون کا شفیع ہو اور اگر شفیع ہمسایہ نہین دوسرے گہر کا تو تفریق اوسکو بہتر ہے تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ورا ایک گہر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہین تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا ہے وما ضر اسقاط الحیل مستقبلا وتحلیفہ فی النکل لا شک انکر اور ضرر نہین کرتا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے درانحالیکہ وہ قاصد اسقاط کا ہے یعنی کچہہ مضائقہ نہین قصداً شفعہ ساقط کرنے مین حیلہ سے اور تحلیف احد العاقدین کی حالت انکار مین بلاشک منکر اور ممنوع ہے شرعاً یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کرین کہ ہمنے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہین کیا تو شفیع کو اونسے قسم لینا جائز نہین کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب القسمۃ

یہہ کتاب ہی قسمت کے بیان مین یعنی ساجہی کی چیز کا بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق باع فیجب الشفعۃ او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سی یہہ ہے کہ جب شریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا یا قسمت کرلیگا بدون بیع کے ھی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء قسمت لغت مین اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوہ اسم ہے اقتدا کا وشرعاً جمع نصیب شائع لہ فی مکان معین اور شرع مین قسمت عبارت ہے ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کردینی سے ایک معین مکان مین ھ مثلاً ایک گہر کے تین شریک ہین تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہہ اوس گہر مین شائع ہے بلا تعیین پہر جب اوسکے تین حصہ ہوگئے تو ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان مین مجتمع ہوگیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے وسببہا طلب الشرکاء او بعضہم للانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم یوجد طلبہم لا تصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکونکا یا بعض کا اپنی ملک سی منفعت حاصل کرنیکے واسطے بروجہ خصوص تو اگر شریکون کی طلب نپائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہین ھ مشترک چیز مین ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طالب قسمت حاکم سے یہہ سوال کرتا ہے کہ اوسکو اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کردے اور غیر کو اوسکے انتفاع سے روکدے تو حاکم پر اوسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی ورکنہا ھو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتمییز بین الانصباء ککیل وذرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہوجاے حصون کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا ھ یعنی چنانچہ کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی چیز کو گز سے ناپنا یہہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اسکے قسمت کا وجود نہین وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم نحو حائط وحمام اور شرط قسمت کی یہہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہوجاوے بانٹنے سے اور اسیواسطے قسمت نہین کیجاتی دیوار اور حمام اور مانند اسکی

کتاب القسمۃ

هم عدم فوت منفعت بھہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اسواسطے کہ قسمت سی غرض مقصود تو فی منفعت ہی پھر جب منفعت ہی نرہی تو حاکم قسمت پر جبر نہین کرسکتا
ایک شریک کے طلب سی ہان اگر سب شریک طلب کرین تو قسمت صحیح ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا وحکمہا تعیین نصیب کل من الشرکاء علیحدۃ اور
حکم یعنے قسمت کا اثر مترتب معین کردینا ہی ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ وتشتمل مطلقا علی معنی الافراز وھو اخذ عین حقہ وعلی معنی
المبادلۃ وھی اخذ عوض حقہ اور مطلقا یعنے مثلی اور قیمتی دونون قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہی اپنے حق کا
بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلا لینا ہے اپنے حق کا ھم بیان اشتمال یہہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہی اوسکے اجزا مین ہر جزو شامل ہے نصفین کو ایک
نصف تو اسی شریک کا ہی تو اوسکا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اوسکے شریک کا تھا اوسکو لیا اوسکی عوض جو اوسکی حصہ مین سی شریک ثانی
کے قبضے مین ہے تو اسکا لینا یہی مبادلہ ٹھہرا کذا فی الشمنی والافراز ھو الغالب فی المثلی وما فی حکمہ کالعددی المتقارب فان معنی الافراز
غالب فیہ ایضا ابن کمال عن الکافی اور افراز یعنے اپنا حق بعینہ لینا غالب ہی مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم مین ہی چنانچہ عددی متقارب جیسے بیضہ اور
جوز اسواسطے کہ افراز کے معنی اسمین بھی مثلی کی مانند غالب ہین ایسا نقل کیا ہی ابن کمال نے کافی سے ھم مثلی مین معنی افراز اسواسطے غالب ہین کہ اسکی
ابعاض اور افراد مین تفاوت نہین اسواسطے کہ مثلا گیہوں اور جو مین سی جو ایک شریک لیتا ہی وہ اوسکی مثل سے ظاہر اور باطن مین جو دوسرا شریک لیتا ہی
تو اوسکو بعینہ اوسکا قرار دینا ممکن ہی والمبادلۃ غالبۃ فی غیرہ ای غیر المثلی وھو القیمی اور مبادلہ غالب ہی مثلی کے سوا یعنی قیمی مین ھم قیمت
والی چیز چنانچہ حیوانات اور اسباب اور زمین مین اسواسطے مبادلہ غالب ہوا کہ انمین بہت تفاوت ہوتا ہی چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار
درم کا تو اسکو عین حق قرار دینا ممکن نہین ہے کیونکہ دونو حصونمین بالیقین مبادلہ اور مساوات ثابت نہین اذا تقرر ھذا الاصل فیاخذ الشریک
حصتہ بغیبۃ صاحبہ فی الاول ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لتفاوتہ جبکہ یہہ قاعدہ ثابت ہوچکا کہ مثلی مین افراز
غالب ہی اور قیمی مین مبادلہ تو شریک اپنا حصہ لے لے اپنے ساتھی شریک کے غائب ہونیسے اولین یعنی مثلی مین عدم تفاوت افراد کے سبب سے نہ حصہ لے
اوسکی غیبت سی ثانی مین یعنی قیمی مین اوسکی تفاوت افراد کے سبب سے فی الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر
او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخر والا لا خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان مین کیلی یا وزنی چیز مشترک ہی درمیان حاضر اور
غائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونون شریکون کا حصہ تسلیم کردیا اور اگر تسلیم
نہین کیا تو قسمت نافذ نہوگی اور اگر باقی تلف ہوگیا غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونو کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب
اور صغیر کا کصبرۃ بین دھقان ونزاع امرہ الدھقان بقسمتہا ان ذھب بما افرزہ للدھقان او لا فالھلاک الباقی علیہما وان نفسہ
او لا فالھلاک علی الدھقان خاصۃ کذا قالہ بعض المشائخ انتہی ملخصا چنانچہ اناج کا ڈھیر مشترک ہی درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے
مزارع کو اوسکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو اوسنے زمیندار کیواسطے جدا کیا تھا زمیندار کیطرف لیگیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہوجانا دونون پر
پڑیگا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہہ کہا ہی بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضی خان ملخصا ھم عالمگیری مین یہہ مسئلہ
ذخیرہ سی یون منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکیل اور موزون مین یہہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہوگیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا
حال ہوجاویگا جیسا کہ قسمت سی پہلے تھا اور اگر اوسکا حصہ تلف ہوگیا جسنے خود کیل اور وزن کیا نہ دوسریکا حصہ تو قسمت برقرار ہی اسی قاعدہ سی یہہ
کہا کہ اگر زمیندار مزارع سی کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اوسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہوگیا تو قسمت منتقض
ہوا اور زمیندار مزارع کے حصے سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ قبل از قبض تلف ہوگیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہوگیا تو قسمت برقرار ہی انتہے اور جو
شارح نے قاضی خان سی نقل کیا وہ اسکی مخالف ہی اور ظاہر از روئے عالمگیری کے ذخیرہ سے معتمد علیہ ہے ولہذا قاضی خان نے اوس قول کو بعض مشائخ
کیطرف نسبت کیا ہی تو بہہ وجود اختلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان اجبرا علیہا ای علی قسمۃ غیر المثلی فی متحد الجنس منہ فقط

بینہ وبین رقیق غیر المغنم عند طلب الخصوم فیجبر لما فیہا من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت مین اپنا حصہ نہین لیتا قیمی مین اگرچہ غیر مثلی
کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس مین اسواسطے اور اوس غلام کے جو غنیمت کا نہین جبکہ خصم قسمت طلب کرے تو قیمی مین جبر اسواسطے کہ اوسمین معنی افراز
ہے ھ یہہ جواب ہے اوس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی مین باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی مین قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ مین جبر جاری
نہین خلاصہ جواب یہہ ہے کہ جبر علے القسمۃ باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اسمین تحصیل منفعت ہے اور متحد الجنس مین مقاصد متقارب ہین تو جبر اسپر جائز ہوا تاضرر دفع
ہوا سواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے حصہ سے مخصوص ہو جاے اور اوسکی ملک مین غیر کا تصرف نرہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علے
ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ وبیع مال المدیون لاداء دینہ اوسکے علاوہ یہہ ہے کہ مبادلہ مین کاہی جبر جاری
ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونیکے نزدیک چنانچہ شفعہ مین اور مدیون کی ملک بیچنے مین اوسکے دین کے ادا کرنے کیواسطے وینصب قاسم یرزق من بیت
المال بلا اخذ اجر منہم وھو احب وما فی بعض النسخ وجب غلط ام اور مقرر کیا جاے ایک قاسم جسکو روزی دیجاے بیت المال سے تو وہ قسمت کردیا کرے بدون لینے اجرت کے
شریکون سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہہ جو بعض نسخ در المختار مین ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے وان نصب باجر المثل صح لانہا لیست بقضاء
حقیقۃ فیجاز لہ اخذ الاجرۃ علیہا وان لم یجز علی القضاء ذکرہ اخی زادہ اور اگر قسمت کرنیوالا اجر مثل پر مقرر کیا جاے تو صحیح ہے اسلئے کہ قسمت کرنا حقیقت مین قضا
نہین تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہین کذا ذکرہ اخی زادہ ھ اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے مین
اختلاف ہے اصح یہہ ہے کہ جائز نہین کذا فی الغرر وھو علی عدد الرؤس مطلقا لا الانصباء خلافا لہما اور وہ یعنی اجر مثل شریکون کی شمار پر ہے
مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہون یا بعض نہ حصونپر برخلاف صاحبین کے ھ صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصونکے موافق ہے تو زیادہ حصہ والا زیادہ
اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قیدنا بالقاسم لان اجرۃ الکیال والوزان بقدر الانصباء اجماعا وکذا سائر المؤن کاجرۃ الراعی والحمل و
الحفظ وغیرہا شرح مجمع زاد فی الملتقی ان لم یکن للقسمۃ وان کان لہا فعلی الخلاف لکن ذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قیل وتمامہ فیما علقتہ علیہ
اختلاف اجرت مین ہمنے قاسم کی قید لگائی اسواسطے کہ کیل کرنیوالے اور وزن کرنیوالے کی اجرت بقدر حصون کے ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح
تمام مصارف شرکت مین اجرت بقدر حصون کے ہے جیسے چرانیوالے کی اجرت اور باربرداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیر ذلک کذا فی شرح المجمع ملتقی
مین اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اوسوقت ہے جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہو اسطرح کہ دو شریکون نے مکیل یا موزون خرید کیا اور ایک آدمی سے
اوسکے کیل یا وزن کا امر کیا تا اوسکی مقدار معلوم ہو تو اوسکی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی الدر المنتقی ھ اور اگر وہ چیز قسمت کیواسطے ہو تو اوسمین وہی
خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ مین اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح مین ہے
والقاسم یجب کونہ عدلا امینا عالما بہا اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا واقفکار ھ تو فاسق اور خائن اور اوس جاہل کا
قسمت کرنا جائز نہین جو قسمت کرنا نہین جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لہا لئلا یتحکم بالزیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنیکے واسطے
متعین نکیا جاے تاکہ وہ زیادت اجرت مثل پر تحکم نکرے ولا یشترک القسام خوف تواطئہم اور قسمت کرنیوالے لوگ باہم شرکت نکرلین اونکی
اتفاق کے خوف سے ھ یعنی اگر اونمین اشتراک ہوگا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کرکے اجرت گران کردین تو اسمین لوگونکا ضرر ہوگا طحطاوی نے کہا
قسام جمع ہے قاسم کے وصحت برضی الشرکاء الا اذا کان فیہم صغیر او مجنون لا نائب عنہ او غائب لا وکیل عنہ لعدم لزومہا حینئذ الا
باجازۃ القاضی او الغائب او الصبی اذا بلغ او ولیہ ہذا لو ورثۃ ولو شرکاء بطلت المفتی وغیرہا اور قسمت صحیح ہے سب شریکونکی رضامندی
سے مگر جبکہ اونمین کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرفسے کوئی نائب نہین ہے یا کوئی شریک غائب ہے جسکی طرفسے کوئی وکیل نہین قسمت مذکورہ صحیح نہوگی
اوسکے نہ لازم ہونیکے سبب سے اسوقت مین مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہو جاے یا اوسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہہ یعنی قسمت
کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اوسوقت ہے جبکہ شرکا وارث ہون اور اگر شریک ہون یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے اونمین شرکت

حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیۃ المفتی وغیرہا ہم طحطاوی مین عالمگیری سے یون مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہون تو قسمت نہوگی ایک شریک کے غائب ہونے
سے تا حضور غائب اگرچہ پیشہ کار حاضرین گواہ لاوین خریداری پر وقسم نقلی یدعون انہ بینہم او ملکہ مطلقا او شراہ کاصاحب الخیریۃ فلا فرق فی النقلی
بین شراءہ وارث وملک مطلق اور قسمت کیا جائے وہ مال منقول جسکی میراث کا فیما بینہم شرکا دعوی کرتے ہین یا اوسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہین یا اوسکی خرید کے
کا دعوی کرتے ہین کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ یہ فرق نہین نقلی یعنی مال منقول مین درمیان خرید اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا
مزید تحقیق اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول بعرض تلف مین ہے تو قسمت مین اوسکا حفظ ہے اور حقدار کا حق پہونچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق
کی اور کوئی اونکے ساتھ منازع نہین قلت ومن النقلی البناء والاشجار حیث لو تتبدل المنفعۃ بالقسمۃ وان تبدلت فلا جبر قالہ شیخنا
مین کہتا ہون اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار مین جہان کہ منفعت متبدل نہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدلجاتی ہو قسمت سے تو وہان قسمت پر جبر نہین یہہ
کہا ہے ہمارے اوستاد نے وعقار یدعون شراءہ او ملکہ مطلقا اور قسمت کیا جائے وہ مال غیر منقول جسکی خرید کا یا اوسکی ملک مطلق کا شرکا دعوی کرتے
ہین فان ادعوا انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یبرہنوا علی موتہ وعدد ورثتہ پھر اگر شریک دعوی کرین کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اوسکی قسمت
نکیجائے یہانتک کہ گواہ لاوین زید کی موت پر اور اوسکے وارثونکی شمار پر وقالا یقسم باعترافہم کما فی الصور الاخر اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی
بھی تقسیم کیجائیگی محض اونکے اقرار سے جیسا کہ اور صورتونمین قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کیصورت مین ولا ان برہنا ان العقار معہما حتی یبرہنا
انہ لہما اتفاقا فی الاصح لانہ یحتمل انہ معہما باجارۃ او اعارۃ فتکون قسمۃ حفظ والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہوگی اگر دو شخصونے دعوی کیا
کہ غیر منقول اونکے ساتھ ہے یعنی اونکے قبضہ مین ہے یہانتک کہ گواہ لاوین اسپر کہ غیر منقول اونہین دونونکا مملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسلئے
کہ احتمال رکہتا ہے کہ غیر منقول اونکے قبضے مین بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اسصورت مین قسمت حفاظت کی ٹہریگی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے ولو
برہنا علی الموت وعدد الورثۃ وہو ای العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی معہما وفیہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قابض
لہما نظرا للغائب والصغیر اور اگر گواہ لاتے مورث کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول اونکے قبضے مین ہے اور وارثون مین صغیر
حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب ہے تو ورثہ حاضرین مین قسمت کیجائے اور غائب و صغیر کیواسطے ایک شخص اونکے حصہ کا قبض کرنیوالا مقرر کیا جائے تاکہ اونکی حق تلفی
نہو ولا بد من البینۃ علی اصل المیراث عندہ ایضا خلافا لہما کما مر اور ضرور ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ
مذکور ہوچکا ہم اصل میراث کی گواہی یہہ ہے کہ یہہ گہر انکی میراث ہے انکے باپ کی جانب سے مثلا کذا فی الطحطاوی فان برہن وارث واحد لا یقسم اذ لا بد من
حضور اثنین ولو احدہما صغیرا او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت اور عدد ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہوگی اسواسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا ضرور
ہے اگرچہ اونمین سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کانوا ای الشرکاء مشترین ای شرکاء بغیر الارث وغاب احدہم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر
خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہون یعنی شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک انمین سے غائب ہو تو قسمت نہوگی اسواسطے کہ خرید کے
کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کیطرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہین رکہتا برخلاف میراث کے کہ اوسمین ایک وارث اور وارثون کیطرف سے خصم
ہوسکتا ہے او کان فی صورۃ الارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیء منہ لا یقسم للزوم القضاء علی الطفل والغائب
بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار میراث کی صورت مین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضے مین ہو یا عقار سے کچھہ ہو تو اوسکی قسمت نہوگی بسبب لازم
ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کیطرف سے ہم صغیر کی مانند اوسکی مان ہے اور غائب کی مانند اوسکا مودع ہے حلبی نے کہا
شارح کا قول او بعضہ مکرر ہوگیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیء منہ وقسم المال المشترک بطلب احدہم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمۃ اور
مال مشترک قسمت کیا جائے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کرسکے قسمت کے بعد وبطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الآخر لقلۃ
حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کیجائے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہو قلت حصہ کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصہ

کے سبب ہے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصے کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہوگی
یہ خصاف نے ذکر کیا ہے کافی میں کہا یہہ قول اصح ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر و فی الخانیۃ یقسم بطلب کل وعلیہ
الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول ام اور خانیہ میں ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جائے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے اور اسی پر
فتوی ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہیں یعنے عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے وان تضرر الکل
لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکونکو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہوگی مگر سب شریکونکی رضامندی سے تاکہ
قسمت عود نکرے اپنی موضوع پر منتقض ہوکر ہم یعنی موضوع قسمت یہ تہا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہان مفقود ہے کذا فی الحلبی ہان اگر
سب راضی ہون؛ تو قسمت درست ہے کہ حق اونکا ہے اور وہ اپنی حاجت کو زیادہ تر واقف ہیں لیکن قاضی اسکا متباشر نہو اگرچہ وہ طلب کرین اور نہ انکو
منع کرے کذا فی الزیلعی۔ وفی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان امکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ
قبلہا یقسم والا لا مجتبی میں ہے کہ ایک دوکان ہے دو شریکون کی جسمین وہ اپنا کام کرتے ہیں سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا
شریک نہیں مانتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اوسمین کام کرے قسمت کے بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تہا تو قسمت کیجائے اور اگر ایسا نہو تو قسمت
نکیجائے ویقسم عروض اتحد جنسہا لا الجنسان بعضہا فی بعض لوقوعہا معاوضۃ لا تمیزا فیعتمد التراضی دون جبر القاضی اور قسمت کیجائے
اون عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہو اور قسمت نکیجاوین دو جنسین اسطرح کہ بعض جنس بعضی شریک کو دیجائے بسبب واقع ہونے قسمت کی معاوضہ ہوکر نہ تمیز ہوکر
تو اختلاف جنس میں تراضی شرکا پر اعتماد کیجائگا نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس ہے چنانچہ کیلی یا موزون یا عددی متقارب
یا چاندی سونا تو اسمین ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچہہ اس شریک کو دیگا اور کچہہ دوسریکو اسواسطے کہ مقصود دونمین برابر ہے تو
قسمت تمیز واقع ہوتی لہذا قاضی کو اوسمین جبر کا اختیار رہا اور درر میں ہے کہ جنسین کی قسمت میں داخل بعض کا بعض مین اسطرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کا اونٹ
دیجئے اور دوسریکو دو بکریان مثلا اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونو جنسونمین اختلاط اور اتحاد نہیں تو یہان قسمت تمیز واقع نہوئی
بلکہ معاوضہ ہوگئی تو یہان تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہان اختیار ہے جہان قسمت بمعنی تمیز ہو نہ بمعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق
وحدہ لفحش التفاوت فی الادمی اور نہ قسمت کیا جاوے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی مین تفاوت بہت ہوتا ہے ہم آدمی مین
تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے ہے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ اونمین تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کیصورت مین فقط کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھہ کوئی اور چیز قابل قسمت ہوگی تو اوسوقت مملوک کی بہی اوسکے ساتھہ ملکر قسمت ہو جاویگی باتفاق امام اور صاحبین کے وقالا
یقسم لو ذکورا فقط و اناثا فقط کما یقسم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہون یا فقط لونڈیان ہون تو قسمت
ہوگی جیسے اونٹ اور بکری کی ہوتی ہے اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیجاوین جواہرات اونکی کثرت
تفاوت کے سبب سے ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہون؛ تو بہی قسمت نہوگی اسواسطے کہ اونکی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہیں ہوسکتی ولا الحمام
والبئر والرحی والکتب وکل ما فی قسمتہ ضرر اور نہ قسمت کیا جاوے حمام اور کنوان اور چکی اور کتابین اور جس جس چیز کی قسمت مین ضرر ہو ہم شارح نے
عدم قسمت کی چند مثالین ذکر بطور عطف عام کے علت عدم قسمت پر اشارہ کر دیا کہ جس چیز کی قسمت مین ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہیں اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل
منفعت کیواسطے ہے پہر جب ہر شخص کا حصہ انتفاع منفعت کے لائق نرہا تو معنی قسمت متحقق نہوئے الا برضاہم لما مر مگر شریکونکی رضامندی سے قسمت جائز ہے
بدلیل گذشتہ ہم یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت مین باوجود ضرر کے شرکا راضی ہون تو قسمت جائز ہوگی کہ حق تو اونہیں کا ہے ولو اراد احدہما البیع
والآخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا شریک نہیں مانتا تو دوسرے کے حصہ کی بیع پر جبر نکیا
جائیگا برخلاف مذہب امام مالک۔ وفی الجواہر لا تقسم الکتب بین الورثۃ ولکن ینتفع کل بالمہایاۃ ولا تقسم الاوراق ولو برضاہم اور

جواہر الفتاوی میں ہے کہ کتابیں قسمت نہوگی وارثوں میں ولیکن ہر وارث اون سے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابونکی ورقونکی شمار سے نہوگی اگرچہ ورثہ اسپر راضی ہوں وکذا لوکان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسیطرح جلد جلد کی قسمت نہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہوں ھم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی مجلدات میں تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلا جسکی پانچ چھہ جلد مجلد ہوتی ہیں تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ سے مثلا اور کوئی کتاب الحج اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمۃ لوکان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہوجاویں اسپر کہ کتابوں کی قیمت معین کیجائے اور ہر شریک بعض کتب بے قیمت سے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہو تو جائز نہیں وفی التتارخانیہ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتہا تشاجرا فیہ فقال احدہما لا اکری ولا انتفع وقال الاخر ارید ذلک امر القاضی بالمہایاۃ ثم یقال لمن لا یرید الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ میں ہے ایک ایسا گھر یا دکان مشترک ہے دو شریکوں میں جسکی قسمت ممکن نہیں ہے دونوں نے اوسمیں جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ میں اسکو کرایہ نہ دونگا اور نہ اس سے نفع لونگا سکنی وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ میں اسکا ارادہ رکھتا ہوں یعنے کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اوس شریک سے کہا جائے جو انتفاع کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اوس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھے ھم یعنی اپنی باری میں اسکو انتفاع اور عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری میں دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے دور مشترکۃ او دار وضیعۃ او دار وحانوت قسم کل وحدہا متفردۃ مطلقا ولو متلاصقۃ وفی محلتین او مصرین یسکین چند گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دوکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہا باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین ھم یعنی مشترک گھروں میں اسطرح قسمت نہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلئے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلوں اور پڑوسیوں اور مسجد اور پانی کے نزدیک ہونے کے تو انکی قسمت میں برابری ممکن نہیں تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا ممکن نہیں بدون آپسکی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دوکان کی قسمت اختلاف جنس سے جائز نہیں کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت پذیر ہیں مطلقا اور منازل اگر مجتمع ہوں ایک گھر میں تو قسمت پذیر ہیں اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت پذیر نہیں اسواسطے کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہیں اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلہا فی مصر واحد او کلا دور مشترکہ وغیرہا کی قسمت مجتمعہ نہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر میں ہوں یا نہوں ھم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا وقالا ان الکل فی مصر واحد فالرای فیہ للقاضی وان فی مصرین نقول کقولہ اور صاحبین نے کہا کہ سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر میں واقع ہوں تو اسمیں قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیاء مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کی مانند ہے یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہیں دو شہروں میں اور ایک شہر میں جائز ہے اگر قاضی اوسکو بہتر سمجھے والا جائز نہیں ویصور القاسم ما یقسمہ علی قرطاس لیدفعہ للقاضی ویعدلہ علی سہام القسمۃ اور قاسم نقشہ بنادے کاغذ پر اوسکا جسکی قسمت کیا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں پر تعدیل اور تسویہ کرے ھم تسویہ سہام قسمت کی یہہ صورت ہے کہ کمتر سہام کو تامل کرے تو مقسوم کو اوسی پر جاری کرے تو اگر اقل سہام ثلث ہو تو اوسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہو تو اسداس ٹھہراوے کذا فی الطحطاوی عن الشمنی ویذرعہ اور گز سے اسکو پیمائش کرے اسواسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے ویقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ھم تقویم عمارت اسواسطے ہے کہ عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قسمت پیمائش سے ہوچکی اور عمارت ایک شریک کے حصہ میں واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اسکی قیمت دے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقہ وشربہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اوسکے راہ اور پانی کی آمد کے ساتھ ھم ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کر دینے سے فائدہ یہ ہے کہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نرہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہوں

ویلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث وهلم جرا ۱ اور قاسم حصونکو ملقب کرے اول اور ثانی اور ثالث کے ساتھہ وعلی ہذا القیاس رابع
اور خامس بقدر حاجت کہ ہم ترتیب حصص جسطرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کیوقت کذا فی الزیلعی ویکتب
اسامیہم ویقرع لتطییب النفوس اور شریکون کے نام لکہے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے ہم ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکہی اور
کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکہکر گولی بنا دے جو غیرہ مین ہے کہ قرعہ واجب نہین غرض اوس سے تسکین قلوب ہے تاکہ کسیکی جانب داری معلوم نہو تو اگر قاضی
بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کردے تو جائز ہے فمن خرج اسمه اولا فله السهم الاول ومن خرج ثانیا فله السهم الثانی
الی ان ینتهی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ مین پہلے نکلے تو اوسکے لئے پہلا حصہ ہے اور جسکا نام دوسری بار نکلے اوسکا دوسرا حصہ ہے یہانتک کہ اخیر
تک پونہچ جاوے ہم شرح وقایہ مین ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ مین جدول کی قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت خام کے خانہ بندی کرے اور صحن
اور مکانات کو گزون سے پیمایش کرے اور جدہر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اوسکے متصل کو ثانی ٹھہرا دے اور اوسکے
متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ مین اول نکلے تو اوسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اوسکا حصہ پورا ہو جاوے پہر
جسکا نام دوسری بار نکلے اوسکا حصہ اول کے ساتھہ متصل دے خواہ حصص متساوی ہون خواہ متفاوت انتہی ملخصا ؎ درر مین ہے کہ اگر عقار مشترک مین تین شریک
ہون ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلا تو زمین یا گہر کے چہہ سہم ٹھہراوے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اوسکے پاس والیکو
ملقب بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس ساتوین تک کرے اور شریکون کے نام لکہے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اوسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ
اپنا حق لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اوسکے پاس والا دوسرا سہم لے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اوسکے پاس کے دو سہم اور لے
واعلم ان الدراهم لا تدخل فی القسمة فی العقار الا برضاهم فلو کان ارض وبناء او منقول قسم بالقیمة عند الثانی وعند الثالث
یرد من العرصة بمقابلة البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویة رد الفضل دراهم للضرورة واستحسن فی الاختیار اور یہہ جان رکہہ کہ نقد درم
زمین اور گہر کی قسمت داخل نہین ہوتی ہین مگر شریکون کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو اوسکی قسمت قیمت کرکے ہوگی ابو یوسف کے
نزدیک اور محمد کے نزدیک زمین پہیر دیجائے عمارت کے مقابلہ مین پہر اگر کچہہ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونو حصون مین ممکن نہو تو بقدر
زیادت درم پہیر دئیے جاوین ضرورت کے سبب سے اور اختیار مین اس قول کو پسند کیا ہے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گہر سے جماعت کا سوا انہون نے
قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب مین زیادہ عمارت ہے سو ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اوسکے عوض زمین لے
تو عوض زمین ہی دیجائیگی اور صاحب عمارت سے درم نہ دلائے جاوینگے مگر جبکہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو درست ہے یعنی درم دلانا ہم اور معلوم
کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگون کی گہر مین ہے نہ درمون مین تو اوسکی قسمت جائز نہوگی جو مشترک نہین کذا فی الدرر قسم ولاحدهم
مسیل ماء او طریق فی ملک الاخر والحال انه لو یشترط فی القسمة صرف عنه ان امکن ولا فسخت القسمة اجماعا واستؤنفت مشترک
گہر کی قسمت ہوگئی اور ایک شریک کا نابدان اور راہ آمدرفت کی دوسرے شریک کی ملک مین ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت مین شرط نہین ہوا
تو نابدان اور راہ اوسکی طرف سے دوسری طرف پہیر دی جاوے اگر ممکن ہوا اور اگر ممکن نہو تو قسمت فسخ کیجاوے باتفاق امام اور صاحبین اور پہر سر نو سے قسمت
کیجاوے اسطرح کہ ہر شریک کا نابدان اور راہ جدا ہو ہم اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت مین شرط ہوگیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرہ
ولو اختلفوا فقال بعضهم ابقینا ه مشترکا کما کان ان امکن افراز کل فعل کما بسطه الزیلعی اور اگر شریکون نے اختلاف کیا سو بعضون نے کہا
کہ ہمنے اوسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکہا جیسا کہ قبل قسمت کے تہا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کیواسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اوسکو
مشرح بیان کیا ہے ہم زیلعی مین یون ہے کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق مین اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضون نے کہا کہ راہ کی قسمت نہوگی بلکہ وہ مشترک
باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تہی تو اوسمین حاکم تامل کرے سو اگر ہر شریک اپنے حصے مین راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کی راہ کے سوا اور راہ

قسمت کر دینی تحصیل منفعت کیواسطے تاکہ ہر طرح سے جدائی ہوجائے اور اگر ایسا نہو سکے تو راہ کو قسمت سے اوٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا
فی المحیط و مختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضها قدر عرض باب الدار واما فی الارض فبقدر ممر الثور ذ یلعی شریکون
نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار مین تو راہ کا عرض گہر کے دروازے کی عرض کی برابر کیا جاے اور زمین مین تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے
کیا جائیگا در صورت اختلاف کذا فی الزیلعی ھ یعنی جب گھر کی قسمت ہوگئی شریکون مین اور ہر حصہ کی راہ کے عرض مین اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک
گہر کے دروازہ کے عرض کی برابر کیجایگی اسواسطے کہ گہر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کیطرف پہیرا جائیگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت
وہ ہے جو ... نے اپنی شرح مین فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گہر دو شریکونمین مشترک ہے اور اس گہر مین تیسرے شخص کے
مکان کی راہ ہے سو شریکون نے گہر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ ان کو قسمت سے منع کرے تو اوسکو منع کا اختیار نہین لیکن اوس شخص کیواسطے
اوتنی چوڑی راہ چھوڑی جاویگی جتنا اوس گہر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گہر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گہر کی قسمت ہوگی اور
مسیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی المحیط بطولہ ای ارتفاعہ حتی یخرج کل واحد منہم جناحا فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونہ لان
قدر طول الباب من الھواء مشترک والبناء علی الھواء المشترک لا یجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ طریق کے اختلاف مین عرض اوسکا بقدر عرض
دروازہ ٹہرایا جاتا ہے اوسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گہر کی راہ مشترک کی چوڑائی اور بلندی
کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکونمین سے چہجہ کا نکالے اپنے حصہ مین اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر اسواسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی دروازے
کی مشترک ہے اور ہوا مشترک پر بنانا جائز نہین مگر شریکون کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ ھ یعنی گہر کی راہ مشترک مین جسکا ارتفاع اور عرض گہر کے
باب اعظم کے دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اوس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چہجہ کہا یا کہڑکی یا روشندان اپنے مکان
مین راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی بلندی سے اوپر بناوے تو درست ہے اور اوس سے نیچے مین بنانا درست نہین ولو شرطوا ان یکون
الطریق فی قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان وصلیۃ کان سہامہم فی الدار متساویۃ وذلک لان القسمۃ علی التفاوت بالتراضی فی غیر
الاموال الربویۃ جائزۃ فیجاز قسمۃ التبن بالاکیار لانہ لیس بوزنی لا العنب بالشریجۃ علی الصحیح بل بالقبان والمیزان لانہ وزنی اور اگر شریکون
نے شرط کی کہ گہر کی قسمت مین راہ متفاوت رہے تو جائز ہے اگرچہ انکے حصے گہر مین برابر ہون اور یہہ اسواسطے ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے
جائز ہے سوا ان مالون کے جنمین سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے بہس کا بانٹنا رسیون سے یعنی جالی جو بہس وغیرہ کے اوٹہانیکے واسطے رسیون سے
بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بہس وزنی چیز نہین جسمین بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہین انگور کا بانٹنا کہجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قبان یا ترازو سے اسواسطے
کہ وہ وزنی ہے ھ فتاوی قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمۃ التبن بالحبال ذکر فی النوازل انہ یجوز لقلۃ التفاوت لانہ لیس بوزنی انتہی تو مناسبت
اس عبارت کے اکرار کا ترجمہ رسیان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کر بالضم
کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے قاموس مین قبان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازوی بزرگ سے تو تردید کا یہہ مطلب ہو سکتا ہے
کہ انگور کی قسمت بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم سفل لہ ای فوقہ علو مشترک کان وسفل مجرد مشترک والعلو الاخر وعلو مجرد مشترک
والسفل الاخر قوم کل واحد من ذلک علیحدۃ وقسم بالقیمۃ عند محمد وبہ یفتی نیچے اوپر کا مکان دونون مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک
اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اوسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت ٹہرائی جاے
علیحدہ علیحدہ اور شریکونمین قسمت کیجاے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے ھ امام اعظم کے نزدیک قسمت قیمت سے نہوگی بلکہ نیچے کے
مکان کا ایک گز بمقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک گز بمقابلہ ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی
ہوا کہ نیچے کا مکان اوسکی صلاحیت رکہتا ہے جو اوپر کے مکانمین صلاحیت نہین چنانچہ اوسمین کنوان کہودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیرہ ذلک

تو وہ دونون مکان بمنزلہ دو جنسون کے ہوگئے تو تعدیل اور برابری شریکون کے حصونکی ممکن نہین ہوسکتی مگر قیمت سے انکر بعضُ الشرکاءِ بعدَ القسمۃ
استیفاءَ نصیبہٖ وشہِدَ القاسمانِ بالاستیفاءِ لحقۃ تقبل وان قسّما بالاجر لا کذا فی ابن ملک بعض شرکا نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصے
کے انکار کیا اور دو قسمت کرنیوالون نے پورا ملنے سے اوسکو حق کے گواہی دی تو گواہی اونکی مقبول ہوگی اگرچہ اونہون نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ
ابن ملک ولو شہِدَ قاسمٌ واحدٌ لا لانہ فردٌ اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہوگی اسواسطے کہ وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہین
ولو ادّعی احدُھم انّ من نصیبہٖ شیئاً وقع فی یدِ صاحبہٖ غلطاً وقد کان اقرّ بالاستیفاءِ اولم یقرّ بہٖ ذکرہ البرجندی لم یُصدَّق فی الابرھانِ
ای اقرارِ الخصمِ او نکولہٖ فلو قال الابجۃ لعمّت ولا تناقض لانہ اعتمد علی فعلِ الامین ثم ظہرَ غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میری حصے
مین سے کچھ ازروی غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضے مین پڑگیا ہے اور حالانکہ اوسنے پورا حصہ پانیکا اقرار کیا ہو یا نکیا ہو کذا ذکرہ البرجندی
تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار سے یا اوسکے قسم نکہانے سے تو اگر مصنف بجای الابرہان کے الابجۃ کہتا تو گواہی اور اقرار اور
نکول سبکو شامل ہوجاتا اور اقرارِ استیفا اور ادعای غلط سے تناقض دعوی مدعیکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ اوسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے
استیفا کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اوسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہوگا اپنے اقرار پر بعد ظاہر ہوجانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتُہ فاخذ شریکی
بعدَہ وانکر شریکہٗ ذلک حُلِّفَ لانہ منکرٌ اور اگر ایک شریک نے کہا کہ مین نے اپنے حصے پر قبضہ کیا پھر میرے شریک نے اوسمین سے کچھ لے لیا اور
شریک اوسکا منکر ہے تو اوس سے قسم لیجائیگی اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبلَ اقرارہٖ بالاستیفاءِ اصابنی من ذلک کذا الی کذا ولم
یُسلّمہ الیَّ وکذّبہ شریکہ تحالفا وتفسخ القسمۃ کالاختلاف فی قدرِ المبیعِ اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفا حق کے کہا کہ مجکو
پونہچا ہے اوس میرے حصے سے یہانسے یہانتک اور شریک نے تمام حصہ مجکو تسلیم نہین کیا اور شریک اوسکا اوسکی تکذیب کرتا ہے تو دونون قسم کہا دین اور
قسمت فسخ کرڈالیجاوے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف مین طرفین پر قسم آتی ہے کذا فی احکامِ التحالفِ فی الدعوی ولو اقتسما داراً واصاب
کلٌّ طائفۃً فادّعی احدُھما بیتاً فی یدِ الاخرِ من نصیبہٖ وانکر الاخرُ فعلیہ البیّنۃ لانہ مدّعٍ اور اگر دو شریکون نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان
پونہچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھریکا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف مین آگئی میرے حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اوسپر گواہی لانا واجب ہے
کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاماھا فالعبرۃ لبیّنۃِ المدّعی لانہ خارجٌ وان کان قبلَ الاشہادِ علی القبضِ تحالفا وفُسخت وکذا لو اختلفا فی الحدود
اور اگر دونون شریکون نے گواہ قائم کئے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی لانے سے پہلے ہو تو دونون شریک
قسم کہا دین اور قسمت فسخ کرڈالیجاوے اور یہی حکم ہے اگر دونون حدود مین اختلاف کرین وان استُحقّ بعضٌ معیّنٌ من نصیبہٖ لا تفسخ القسمۃ
اتفاقاً علی الصحیح۔ اور اگر ایک شریک کے حصے سے بعض معین مین استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے بر قول صحیح ہم اسلئے
کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اوسمین غیر کا حق نہین کذا فی المطلب وفی استحقاقِ بعضٍ شائعٍ فی الکلّ تفسخ اتفاقاً اور بعض شائع غیر معین کے استحقاق
مین سب حصون کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم اسواسطے کہ استحقاق شائع ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اوسکے صحیح نہین وفی
استحقاقِ بعضٍ شائعٍ من نصیبہٖ لا تفسخ جبراً خلافاً للثانی بل المستحقّ منہ یرجع بحصۃ ذلک فی نصیبِ شریکہٖ ان شاءَ او نقضَ القسمۃ
دفعاً لضررِ التشقیصِ اور بعض شائع کے استحقاق مین ایک شریک کے حصے سے قسمت زبردستی سے فسخ نہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ بقدر حصے اپنے
شریک کے حصے سے اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑ دے تاکہ حصص سازی مندفع ہوجاے قلتُ قد بقی ھھنا احتمالٌ اٰخرُ وھو ان یُستحقّ بعضٌ من نصیبِ کلّ
واحدٍ فان کان شائعاً فُسخت وان کان معیّناً فان تساویا فظاھرٌ والا فالعبرۃ لذلک الزائد کما مرّ ولم یتعرّض لہ بالذکر مین کہتا ہون یہان ایک اور
احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصے مین تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونون حصوتین برابر ہو تو
ظاہر ہے صحت قسمت کی اور اگر کم وبیش ہو تو اوسی زائد کا اعتبار ہے چنانچہ گذر گیا تو اسیواسطے مصنف نے اسکو علحدہ ذکر نہین کیا ہم کمی بیشی کی

یہہ صورت ہی کہ ایک شریک کے حصے میں چار گز کا استحقاق ہے اور دوسرے کے حصے میں چھہ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیرے ۔ وظہر دین فی الترکۃ المقسومۃ تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین او ابرأ الغرماء ذممہم ای الورثۃ او یبقی منہا ای من الترکۃ ما یفی بہ لزوال المانع ترکہ مقسومہ میں دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کر دین یا ارباب دیون وارثون کو بری الذمہ کر دین یا ترکہ سے اوتنا باقی رہگیا ہو جو ادا دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہوگی مانع کے دور ہو جانے کے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لا یدخل تحت التقویم فی القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت میں ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت کرنیوالون کی تجویز مین داخل نہین ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا ولو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جوازہا المعادلۃ ولم توجد فوجب نقضہا خلافا فالتصحیح للخلاصۃ قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولی اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح مین اسواسطے کہ جواز قسمت مین برابری حصونکی شرط ہی اور وہ پائی نہین گئی تو اوسکا توڑنا واجب ہوگیا برخلاف تصحیح خلاصہ کے مین کہتا ہون تو اگر مصنف کنز کی مانند بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ہم کنز مین یون ہی و لو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنی اگر غبن فاحش قسمت مین ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہہ عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونونکو شامل ہے لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی وتسمع دعواہ ذلک ای ما ذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء وان اقر بہ لا تسمع دعوی الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ و تمامہ فی الخانیۃ اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اوسنے حصہ پانیکا اقرار نکیا ہوا ور اگر اوسکا اقرار کرچکا ہو تو سماعت نہوگی دعوی غلط اور غبن فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یون کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اوسنے غصب کر لیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان خانیہ مین ہے ادعی احد المتقاسمین للترکۃ دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورۃ ترکہ بانٹ لینیوالون مین سے ایک شخص نے دین کا دعوی کیا ترکہ مین تو اوسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کر لینے اور دعوی دین مین تناقض نہین بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت کے صورت متروکہ سے ہم دین معنی سے متعلق ہی یعنی متروکہ کی مالیت سے اور اوسکا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہون تو اونکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کر لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا بای سبب کان لا تسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمۃ اعتراف بالشرکۃ اور اگر دین کے سوا کسی عین کا دعوی کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوی مسموع نہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے شرکت کا و فی الخانیۃ اقتسموا دارا واصاب کل طائفۃ ثم ادعی احدہم فی قسم الاخر بناء و غلاف دعواہ بناء و غرس لم تقبل بینتہ اور خانیہ مین ہی کہ شریکون نے ایک گہر یا زمین بانٹ لی پہر ایک نے دوسرے کے حصہ مین عمارت یا درخت کا دعوی کیا یعنی یہہ کہا کہ مدعی نے اوسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اوسکے گواہ مقبول نہونگی یعنی بسبب تناقض کے وقعت شجرۃ فی نصیب احدہما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الاخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا بہ یفتی لانہ استحق الشجرۃ باغصانہا اختیار درخت ایک شریک کے حصہ مین پڑا اور اوسکی شاخین لٹکی ہی ہین دوسرے شریک کے حصے مین تو اوسکو نہین پہونچتا ہے کہ اوسپر زبردستی کرے شاخون کے کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہی اوسکی شاخون کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہی تو جبر کی کون وجہ ہے بنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن الاخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبہا ونعمت والا ہدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیہ ایک شریک نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اوس زمین مین جو دونون مین مشترک ہی سو اوسکے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجائیگی سو اگر عمارت مذکورہ بنانیوالے کے حصے مین پڑے تو خوب ہے اور نہین تو عمارت ڈہائی جاویگی اور اسیطرحکا حکم درخت کا ہی کذا فی البزازیۃ ہم ہان اگر وہ شریک کو راضی کر لے تو ہدم نہوگا کذا

فی العالمگیریة القسمة تقبل النقض فلو اقتسموا و اخذوا حصتهم ثم تراضوا علی الاشتراك بینهم صح و عادت الشركة فی عقار او غیره لان القسمة بالتراضی مبادلة و یصح فسخها و مبادلتها بالتراضی نہ از ید قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیلئے پھر وہ راضی ہو گئے آپکے سامجھے سے تو یہہ قسمت کا توڑ دینا صحیح ہو اور شرکت پھر آ وےگی زمین یا اوسکے غیر مین اسواسطے کہ آپکی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اوسکا فسخ کرنا اور بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے كذا فی البزازیة المقبوض بالقسمة الفاسدة كقسمة علی شرط هبة او صدقة او بیع من المقسوم و غیره یثبت الملك فیه و یفید جواز التصرف فیه لقابضه و یضمنه بالقیمة جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہونا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچڈالنے کی شرط پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اوسکا ملکیت کو اوسمین ثابت کر دیتا ہی اور قابض کے واسطے اوسمین جواز تصرف کا مفید ہے اور اوسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سی كالمقبوض بالشراء الفاسد فانه یفید الملك كما مر فی بابه جیطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب مین گذر گیا و قیل لا یثبته جزم بالقیل فی الاشباه و الاول فی البزازیة اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہین کرتا ہو اور قول ضعیف پر یقین کیا ہی اشباہ مین اور قول اول پر یقین کیا ہی بزازیہ مین ولو تهایئا فی سكنی دار واحدة لیسكن هذا بعضا و ذا بعضا او هذا شهرا و ذا شهرا او دارین یسكن كل دارا او فی خدمة عبد یخدم هذا یوما و ذا یوما او عبدین یخدم هذا هذا و الآخر الآخر او غلة دار او دارین او غلة عبد او عبدین او كذا التهایئ فی الوجوه الستة استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کرین ایک گھر مشترک کے رہنے مین اسطرح کہ یہہ شریک گھر کے بعضے مکانین اور وہ شریک بعضے مین یا یہہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھرونمین باری مقرر کرین کہ ہر شریک ایک ایک گھر مین رہے یا باری معین کرین غلام مشترک کی خدمت مین کہ ایکروز اوسکی خدمت کرے اور ایکروز دوسرا یا دو غلام مشترک کی خدمت مین کہ یہہ غلام اسکی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کرین ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ مین اوسیطرح تو یہہ باری مقرر کرنا وجوہ ستہ مین بطریق استحسان بالاتفاق صحیح ہی ہم مہایاۃ اور تہایؤ مفاعلۃ اور تفاعل ہی ہیئت سی اور ہیئت عبارت ہی اوس شخص کی حالت ظاہری سی جو کسی چیز پر مستعد اور طیار ہے اور تحقیق اوسکی غایہ مین یون ہی کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہی اور شریک ثانی مشترک سی نفع لیتا ہے جس طرحسے شریک اول نے اوس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح مین مہایاۃ عبارت ہی منافع کی قسمت سی اور قیاساً یہہ جائز نہین کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اوسکی ہم جنس سے لیکن استحسانا یہہ جائز ہے بدلیل کریمہ لہا شرب و لكم شرب یوم معلوم و للآخر ان القاضی یهایئ بینهما جبرا بطلب احدهما اور قول صحیح تر یہہ ہے کہ قاضی باری مقرر کر دے دو شریکونمین زبردستی ایک شریک کے طلب کرنیسے یعنی اگرچہ دوسرا شریک قبول نکرتا ہو ولا تبطل بموت احدهما و لا بموتهما اور باری باطل نہین ہوتی ایک شریک کی موت سی اور نہ دونون شریکون کی موت سی و لو طلب احدهما القسمة فیما یقسم بطلت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اوس مشترک مین جو قابل قسمت ہی تو باری باطل ہو جاویگی ہم ذخیرہ مین ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ بعذر اور بلا عذر جائز ہے اور یہہ اوسوقت ہی جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو جب تک کہ دونون نقض پر راضی نہونگے تو نقض جائز نہو گا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر توڑ دی تو اب اوسکا اعادہ نہو گا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری مین عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ پھوڑنا جائز نہین كذا فی العالمگیریة و لو اتفقا علی ان نفقة كل عبد علی من یخدمه جاز استحسانا بخلاف الكسوة اور اگر دو شریک متفق ہوئے اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اوس شریک پر ہی جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا برخلاف لباس کے کہ اوسمین تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار معین دونون نے مذکور نکی ہو تو نہ قیاساً جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاساً جائز نہین اور استحسانا جائز ہے كذا فی العالمگیریة و ما زاد فی نوبة احدهما فی الدار الواحدة مشترك لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر مین تو وہ مشترک ہی دونونمین نہ دو گھر کی حاصلات مین ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت مین کرایہ گران ہو گیا دوسرے کی نوبت سی تو زیادت مین دونون شریک ہونگے اور اگر دو گھرونمین ایک گھر کا کرایہ گران ہو گیا تو زائد مین شرکت نہوگی كذا فی التاتارخانیة مختصرا و یجوز فی عبد و دار علی السكنی و الخدمة و كذا فی كل مختلفی المنفعة ملتقی و تمامه فیما علقته علیه اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت

جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گہر مین رہے تو یہہ درست ہے اور اسیطرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعة مین نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ﻫ شارح کی شرح ملتقی مین ہی کہ جب باری متحد المنفعة مین جائز ہوئی تو مختلف المنفعة مین بطریق اولے جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گہر و لو تہایأ فی غلة عبد او فی غلة عبدین او تہایأ فی غلة بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرة شجرة او فی لبن شاة لا یجوز فی مسائل الثمان اور اگر دو شریکون نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی اجرت مین یا دو غلام کی اجرت مین یا نوبت معین کی ایک خچر کی کرایہ مین یا دو خچرونکے کرایہ مین یا ایک خچر کی سواری مین یا دو خچر کی سواری مین یا ایک درخت کے پہل مین یا بکری کے دودہ مین تو ان آٹھون مسئلون مین باری معین کرنا درست نہین ﻫ اجرت غلام کی باری مین بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ باری نہین ہوسکتی مگر دو زمانے مین تو احتمال ہے حاصلات کی کمی بیشی کا برخلاف خدمت کہ اوسمین مسامحہ مروج ہی اور دو غلامونکی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہین اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت مین کچھہ ضرورت نہین اسلیے کہ اجرت مین قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل (مساوات) سے جائز ہی اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہین اور دو خچرون مین اختلاف ہی و علے ہذا القیاس سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہین اور دو خچرون مین اختلاف ہے اور پہل اور دودہ کی باری بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ پہل اور دودہ کی قسمت آسان ہے تو باری کی کیا حاجت ہی کذا فی الطحطاوی وحیلة الثمار ونحوها ان یشتری حظ شریکه ثم یبیع کلها بعد مضی نوبته او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیب صاحبه اذ قرض المشاع جائز ﻫ اور پہل اور اوسکی مانند اور چیز کی باری کا حیلہ ہی کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پہر یہہ مشتری سب پہلونکو بیچڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے شریک کے ہاتہہ یا مقدار معین دودہ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے

فروع مسائل لمتفرقة شارح کے الغرامات ان کانت لحفظ الاملاک فالقسمة علی قدر الملک وان کانت لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس ولا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریة تقسم علی هذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانیکے کیواسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اوسکی قسمت لوگون پر بقدر ملک کے ہی اور اگر جانون کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگونکی شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار مین داخل نہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانو سے ڈانڈ لے تو اوسکی قسمت اہل قریہ پر اسیطرح ہوگی ولو خیف الغرق فاتفقوا علی القاء امتعة فالغرم بعدد الرؤس لانها لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگون نے اوسکو ہلکا کرنیکے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیونکی شمار پر ہے اسواسطے کہ یہہ جانون کی حفاظت کیواسطے ہے ﻫ اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اوسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اوس غائب پر کچھہ مال لازم نہوگا جسکا مال کشتی مین ہے اور اوسنے گرانی کی اجازت نہین دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہوجانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونون کے تلف ہونیکا خوف ہو تو دونو طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا المشترک اذا انهدم فابی احدهما العمارة ان احتمل القسمة لا جبر وقسم والا بنی ثم آجره لیرجع بما انفق لو بامر القاضی والا فبقیمة البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہوگیا سو ایک شریک دوسرے کی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہین اور بانٹ ڈالا جاہی اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہین ہے تو ایک شریک اوسکی تعمیر کرے پہر اوسکو کرایہ پر چلاوے تاکہ جو اوسنے خرچ کیا ہی کرایہ سے بہر لے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نکی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بہر لے وہ قیمت جو بنانے کیوقت ہو وله التصرف فی ملکه وان تضرر جاره فی ظاهر الروایة الکل فی الاشباه اور انکو تصرف کرنا اپنی ملک مین جائز ہے اگرچہ اس تصرف مین اوسکی پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو ظاہر الروایة مین یہہ سب مسائل مذکور ہین اشباہ مین ﻫ صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چہوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہی اور نہین تو جائز ہی اور اسی پر فتوی منقول ہے شرح وہبانیہ مین اور اسی قول کو صحیح کہا ہی نسفی نے اور عمادیہ مین ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الزاهدی وفی المجتبی وبه یفتی وفی السراجیة الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاهر الروایة اور مجتبی مین ہے کہ جواز تصرف پر فتوی ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ مین ہی کہ فتوی منع تصرف پر ہی یعنی درصورت ضرر

مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی مین اختلاف پڑا اور ایسی صورتمین لائق یہہ ہے کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاے یعنی جواز تصرف پر اگرچہ ہمسایہ ضرر پاوے قلتُ و مرّ فی متفرقات القضاء مین کہتا ہون اور یہہ مسئلہ مذکور ہوچکا متفرقات قضامین و فی الوہبانیۃ وشرحہا ۵ ولو ذرع الانسان ارضاً ابدا لہ فلا لیس للجار منعہ لو یضرّ اور وہبانیہ اور اوسکی شرح مین ہے او اگر آدمی کچہہ زمین بووے اپنے گہر مین تو اوسکے پڑوسی کو اوسکی منع کرنیکا اختیار نہین اگرچہ اوسکو ضرر ہووے ھ یہہ وہی مسئلہ ہے جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک مین جائز ہے اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو ۵ وحیطٌ لہ اہلٌ شمّل واحدٌ ولا حمل فیہ قبل لیس یغیر اور ایک دیوار ہے جسکے اہل یعنی شریک ہین سو ایک شریک نے اوسپر دہنیان رکہین اور حالانکہ قبل اسکے اوسپر دہنیونکا بوجہہ نہین تو اوسکو دوسرا شریک تغیر نکریگا ھ یعنی ایک مشترک دیوار جسپر دہنیان نہین ہین سو اگر ایک شریک اوسپر دہنیان رکھے تو دوسرا شریک اوسکو رفع نہین کرسکتا اور اگر دوسرا شریک بہنون برابر دہنیان رکھے یا اوسپر پردہ بنا دے یا دروازہ وغیرہ لگادے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ ۵ وما للشریک ان یعلّی حیطۃ وقیل التعلّی جائز فیعمر اور شریک کو جائز نہین کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضون نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کرے ھ عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یون ہے کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنے اگر اونچا کرنا مخالف رسم ہو تو جائز نہین اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہے ۵ وممنوع قسمٌ عندنا منہ مشارکٌ ؛ حمن الرمّ قاضٍ موجرٌ فیعمر اور حسن مشترک کی قسمت ممنوع ہے چنانچہ حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اوسکو کرایہ پر دے پہر کرایہ سے اوسکی تعمیر کرے ھ مثلا ایک مشترک حمام منہدم ہوا جاتا ہے اور ایک شریک اوسکی مرمت پر مستعد ہے اور دوسرا شریک نہین مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اوس سے اوسکی مرمت کرے لیکن یہہ قول غیر مختار ہے اور قول مختار اگلی بیت مین مذکور ہے ۵ وینفق فی المختار راضٍ باذنہ ویمنع نفعاً من ابی قبل یخسر اور قول مختار مین جو شریک راضی ہے مرمت کا وہ اوسکی مرمت مین اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاے اوسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہے جبتک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لیگا تب تک دوسرا شریک اوسکا کرایہ نہین لے سکتا ہے ۵ ذ خذ منفقاً بالاذن منہ لحاکم وخذ قیمۃ ان لا وہذا المحرّر اور لے مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نکی ہو اور یہی قول منقح اور محقق ہے ھ طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتین وہبانیہ کی ہین اور چوتھی اور پانچوین بعلامہ عبدالبر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہین اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے مسئلہ لمترجم - ایک شخص مرگیا اوسنے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹہلیان چھوڑین پانچ ٹہلیان سرکہ سے مملو ہین اور پانچ مین نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہین اور سب برابر ہین تو بیٹون نے چاہا کہ بدون اوٹھانے کے برابر بانٹ لین تو اوسکا طریقہ یہہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹہلیان اور ایک آدہی بھری اور دو خالی دیجاوین اور دوسرے فرزند کو بھی اسیطرح دیا جاوے تو اب باقی رہین پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدہ بھرین تو یہہ پانچون تیسرے فرزند کو دیجاوین تو سبکا حصہ برابر ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب المزارعۃ

یہہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کہیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہین اور اہل عراق اسکو قراح بولتے ہین مناسبتہا ظاہرۃٌ مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمۃ سے ظاہر ہے یعنی جو کہیت مین اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اوسمین قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ھی لغۃً مفاعلۃٌ من الزرع مزارعت لغت مین مفاعلت ہے زرع سے وشرعاً عقدٌ علی الزرع ببعض الخارج اور شرع مین مزارعت عبارت ہے اوس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بتقرر بعض خارج یعنی تہائی یا چوتہائی اناج پیدا ہوی زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا یہہ حقیقت ہے مزارعت کی وارکانہا اربعۃٌ ارضٌ وبذرٌ وعملٌ وبقرٌ اور مزارعت کے ارکان چار ہین زمین اور بیج اور محنت اور بیل ولا تصح عند الامام لانہا کقفیز الطحّان اور مزارعت درست نہین امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کی مانند ہے ھ امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتہائی پر وعندہما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاساً علی المضاربۃ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت

پر قیاس کرنے سے ہے دررمین ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان وہانکے لوگون کو دیکر بطریق معاملہ
اور اوسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور ابتک مسلمین میں جاری ہے اور ایسی صورت مین خبر واحد اور قیاس متروک
ہو جاتا ہے بشروطٍ ثمانیةٍ صلاحیةُ الارضِ للزرعِ صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھہ شرطون سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کشتکاری
کیواسطے ہے تو اگر زمین شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہین واہلیةُ العاقدینِ اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہونا مجنون
اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہین لیکن بلوغ اور حرّیت شرط نہین اور اسلام بھی شرط نہین کذا فی الطحطاوی وذکرُ المدّةِ ای مدةً متعارفةً فتفسد بما
یتمکّن فیہا منہا وبما لا یعیشُ الیہا احدُہما غالبًا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو مزارعین مین معروف اور مروج ہے یعنی ایکسال
یا دوسال تو عقد فاسد ہوگا اوس کمتر مدت سے جسمین زراعت نہین ہو سکتی اور اوس مدت طویل سے کہ وہان تک احد العاقدین غالبًا نہین جیتا وقیل
فی بلادِنا تصحُّ بلابیانِ مدةٍ ویقعُ علی اوّل زرعٍ واحدٍ وعلیہ الفتوی مجتبی وبزازیہ واقرّہ المصنّف اور بعضون نے کہا کہ ہماری ملک مین
مزارعت بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبے والبزازیہ اور مصنف نے اپنی
شرح مین اس قول کو ثابت کہا ہے وذکرُ ربِّ البذرِ اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ہے اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہے تو مزارعت
استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کیطرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونون کے احکام بھی مختلف
ہین اسواسطے کہ جسکا بیج نہین تو اوسکے حق مین عقد لازم ہے نہ صاحب تخم کے حق مین بدون تخم ریزی کے عقد لازم نہین وقیل یُحکَمُ العُرفُ اور بعضون
نے کہا بیج مین عرف حاکم ہے یہ قول ہے ابوبکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہان ہو جہان بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اور اگر وہان ہو جہان مالک زمین کا
بیج ہوتا ہے تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہین وذکرُ جنسِہٖ اور پانچوین شرط ذکر کرنا ہے بیج کی جنس کا
یعنے گیہون یا جو یا جوار یا جوار ہے بیان جنس تخم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اوسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لا قدرُہٖ
لعلمہٖ باعلامِ الارضِ وشَرَطَہٗ فی الاختیارِ اور مقدار تخم کا ذکر کرنا شرط نہین بسبب اوسکے معلوم ہونے کے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین سے خود معلوم
ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین مین اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار مین مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے وذکرُ قسطِ العاملِ الآخرِ اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص
کا حصہ ہے مراد اوس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہین ہے اسواسطے کہ حصہ عامل یا زمین کی اجرت ہے تو اوسکا معین ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بیّنا
حظَّ ربِّ البذرِ وسکتا عن حظِّ العاملِ جازَ استحسانًا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانًا
جائز ہے ہے اور اگر عاقدین نے اوسکا حصہ بیان کر دیا جسکا بیج نہین ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسًا واستحسانًا کذا فی الخلاصة وبشرطِ التخلیةِ بینَ
الارضِ ولو مع البذرِ والعاملِ اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھہ ہو
ہے تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونونکا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ مین نے
زمین تجکو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی وبشرطِ الشرکةِ فی الخارجِ اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کے شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اوسمین دونونکی شراکت
ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہین ثم فرّعَ علی الاخیرِ بقولہٖ فتبطلُ ان شرطَ لاحدِہما قفزانٌ مسمّاةٌ پھر مصنف نے
شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہون یعنی کچھہ غلہ ایک شخص
لے اور باقی دونون نصفا نصف ہو او ما یخرجُ من موضعٍ معیّنٍ یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین مین پیدا ہو اور باقی نصفا نصف اور دفعَ ربِّ
البذرِ بذرَہٗ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اوٹھالے یعنی جسقدر اوسنے بیج ڈالا اوسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف اور دفعَ الخراجِ الموظّفِ
وتنصیفُ الباقی بعدَ رفعِہٖ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اوسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کر لینا شرط ہو ہے تنصیف الباقی چارون مسئلون سے
متعلق ہے اور بہتر یہہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان صورتون مین مزارعت اسواسطے باطل ہے کہ شاید

ہی قطع شرکت ہوسکتی ہے اسواسطے کہ شاید اوتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحطاوی بخلاف شرط دفع خراج
المقاسمۃ کثلث اور ربع او شرط دفع العشر للارض او لاحدھما لانہ مشاع فلا یؤدی الی قطع الشرکۃ برخلاف اس شرط کے کہ خراج
مقاسمت نکال لیا جاوے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسوان حصہ زمین کا نکال لیا جاوے یا دسوان حصہ احد العاقدین لے تو مزارعت باطل نہین
اسواسطے کہ بٹائی کا خراج اور عشر مشاع ہے یعنی غیر معین ہے تو یہہ قطع شرکت کیطرف نہین پہونچاتا ہے او شرط التبن لاحدھما والحب للاخر ای
یحتمل لقطع الشرکۃ فیما ھو المقصود یا بھوسا شرط ہوا ایک کیواسطے اور دانہ دوسری کیواسطے یعنی اس شرط سے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہوجانے شرکت کی
اسمین جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسی کی تنصیف شرط ہو
صاحب تخم کے سوا اور شخص کیواسطے تو مزارعت باطل ہے اسواسطے کہ یہہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التبن والحب لاحدھما لقطع الشرکۃ
فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہوا دونون اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کیواسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہوجانے شرکت کے مقصود مین وان
شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما ھو مقتضی العقد او لم یتعرض للتبن صحت اور اگر یہہ شرط ہوا کہ دانہ تو دونون نصفا نصف ہوا اور بھوسا
فقط صاحب تخم کا ہو ۔۔ یہی مقتضائے عقد ہے یا بھوسہ کا کچھہ تعرض نہوا تو مزارعت صحیح ہے ہم عدم تعرض بھوسہ کا اسواسطے مبطل عقد نہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور
بھوسا اسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہین ہوتا کذا فی الدرر وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینھما تبعا للحب کذا قال المصنف
تبعا للصدر وغیرہ لکن اعتمد صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال والتبن بینھما وقیل لرب البذر اور اسوقت مین یعنی جب بھوسہ کا تعرض نہوا تو بھوسا
بیج والے کا ہوگا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بھوسا دونون نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہوکر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعۃ وغیرہ کا تابع ہوکر لیکن صاحب ملتقی نے
قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اوسیکو مقدم ذکر کیا ہے سو یون اوسنے کہا ہے اور بھوسا دونون نصفا نصف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت وفی
شرح الوھبانیۃ عن القنیۃ المزارع بالربع لا یستحق من التبن شیئا وبالثلث یستحق النصف مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ مین قنیہ سے منقول ہے کہ
چوتھائی کا مزارع مستحق بھوسہ کا نہین ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھی بھوسہ کا مستحق ہوتا ہے ھم مقتضائے فقہ یہہ ہے کہ بھوسا دونون مشترک ہو بقدر اونکے حصہ کے
مگر یہہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو چنانچہ عنایہ مین مذکور ہے کہ جہان عاقدین کی شرط منصوص نہو وہان عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی
مزارع بالربع مستحق نہین ہوتا بسبب شرط یا عرف کی اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرطا اور عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہوگیا اور اسپر دلیل
بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانے مین نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہے کہ مزارع بالربع کیواسطے کچھہ بھوسا نہین عرف اور رواج کے سبب سے کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا
وکذا صحت لو کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للاخر او الارض لہ والباقی للاخر او العمل لہ والباقی للاخر فھذہ الثلثۃ جائزۃ اور اسی
طرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہوا اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی ہوا اور باقی تین چیزین یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا
ہو اور باقی تین چیزین یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہہ تین صورتین جائز ہین وبطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان الارض والبقر لزید او البقر
والبذر لہ والاخران للاخر او البقر والبذر لہ والباقی للاخر فھی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من احدھما واحد الثلثۃ من
الاخر فھی اربعۃ واذا کان من احدھما اثنان واثنان من الاخر فھی ثلثۃ اور مزارعت باطل ہے چار صورتون مین اگر زمین اور بیل زید کے ہون یا بیل اور بیج
اوسکا اور باقی دو چیزین دوسرے کی ہون یا بیل یا بیج زید کا ہوا اور باقی دوسرے کا ہو تو یہہ صورتین باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہین اسواسطے کہ ارکان اربعہ
یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل مین سے احد العاقدین کیطرف سے ایک ہوا اور باقی تین دوسرے کیطرف سے تو یہہ چار صورتین ہین اور جبکہ ایک طرف سے دو ہون
اور دوسرے کی طرف سے بھی دو ہون تو یہہ تین صورتین ہین ومتی دخل ثالث فالاکثر بحصتہ فسدت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص یا زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت
فاسد ہوگی ھم اور اگر چار شخص شریک ہون مزارعت مین اسطرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہہ جائز نہین کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی الطحطاوی عن الوھبانیۃ وشرحھا واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو

وہ شرط کے موافق تقسیم ہو ولا شیء للعامل ان لم یخرج شیء فی الصحیحۃ اور عامل کیواسطے کچھ نہین اگر کچھ غلہ پیدا نہو مزارعت صحیحہ مین م اسواسطے کہ
استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہین برخلاف مزارعت فاسدہ چنانچہ اوسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر
فلا یجبر قبل القائہ و بعدہ یجبر درر اور زبردستی کیجاے مزارعت قائم رکھنے کی اوس شخص پر جو انکار کرتا ہے مگر صاحب تخم کہ اوسپر جبر نہوگا بیج ڈالنے
سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء ملکہ اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو
وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اوسکی ملک کی افزایش اور بڑہوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا ویکون للاخر اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی
الشرط بالغا ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اوسکے عمل یا اوسکی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہے تو عامل کو اوسکے عمل کی مزدوری
دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاویگا اور اجرت زیادہ دیجاویگی شرط پر پہونچے جہانتک پہونچے محمد کے نزدیک وان لم
یخرج شیء فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل
حاوے اور اگر مزارعت فاسدہ مین کچھ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کیطرف سے ہو تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اوسپر واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہو
تو اوسپر ویسے عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل فی الارض فلا شیء لہ لکرابہ حکما
ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع ویسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لغرہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہا اور حالانکہ
عامل نے زمین مین جوتائی کی ہے تو قاضی کے حکم مین اوسکے واسطے کچھ نہین اجرت اوسکے جوتنے کی اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہین ہوتی اور دیانت مین یعنی فیما بینہ و
بین اللہ اوسکو راضی کرنا چاہیے تو یہہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کہانیکے یعنی عقد مزارعت سے اوسنے فریب کہایا کہ
اور کام سے باز رہا اور جوتنے مین مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی المزارع دیانۃ
اذا عمل کما مر اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جاوے بسبب اوس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنیکی طرف جبکہ کہیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃً واجب ہے کہ مزارع راضی
کیا جاوے جبکہ وہ کچھ محنت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جوتائی کی اجرت اوسکو دینا چاہیے م دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہو اوسکے ادا کرنے کی
ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کہیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہوا کہ کاٹا جاوے
تو زمین کی بیع نہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل
اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پہر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کہیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کہیت کے
پختہ ہونے تک اجرت واجب ہے بقدر اوسکے حصے کے زمین سے چنانچہ اجارہ مین اجرت واجب ہوتی ہے م یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ مین تہائی ہو تو زمین کی
اجرت کی تہائی اوسپر واجب ہے اور نفقہ دونون پر ہوگا اس صورت مین کذا فی الدرر بخلاف لو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی
العامل او وارثہ لبقاء العقد استحسانا کما سیجیء برخلاف اوس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مرگیا کہیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہان کل یعنی عمل اور کہیت
کا خرچ اور نگہبانی کی اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اوسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ آگے آویگا م طحطاوی نے کہا یہہ دوسرے محل کی گفتگو
ہے اسکا ذکر آگے آویگا دفع رجل ارضہ الی آخر علی ان یزرعہا بنفسہ وبقرہ والبذر بینہما نصفان والخارج بینہما کذلک فعملا علی ہذا
فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون الخارج بینہما نصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکتہ فیہ والعامل یجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد
ایکمرد نے اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونون نصفا نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بہی دونو
مین اسیطرح نصفا نصف ہے سو مزارع اور اوسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونون نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین
پر کچھہ اجر لازم نہین بسبب اوسکے شریک ہو جانیکے غلہ مین اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے وکذا لو کان
البذر ثلثاہ من احدہما وثلثہ من الاخر والریع بینہما نصفین او علی قدر بذرہما فہو فاسد ایضا لاشتراط الاعانۃ فی المزارعۃ عمادیہ

اور اسیطرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کیطرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کیطرف سے ہو اور حاصل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا غلہ بقدر اونکے بیج کے تو وہ
بھی فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت میں کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ مالک میں نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا
کذا فی الطحاوی واعلم ان نفقة الزرع مطلقا بعد مضی مدة المزارعة علیهما بقدر الحصص اور معلوم کر کہ کہیت کا خرچ مطلقا بعد گذر جانے
مدت مزارعت کے دونوں پر ہے بقدر اونکے حصون کے ھ مطلقا یعنی خواہ مدت کی حاجت ہو کہیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اوسکے کذا فی الحلبی وامّا
قبل مضیها فکل عمل قبل انتهاء الزرع کنفقة بذر ومؤنة حفظ وکری نهر علی العامل ولو بلا شرط فاذا تناهی بقی مالا مشترکا فیجب
علیهما مؤنته کحصاد ودیاس کذا حرره المصنف وحمل علیه اصل صدر الشریعة فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کہیت
پختہ ہونیکے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہے وہ عامل پر ہے اگرچہ اسکی شرط نہوئی ہو پہر جب کہیت پختہ ہو کر کمال کو پہنچا
تو اب اشتراک ہو کر باقی رہیگا تو عامل اور مالک میں دونوں پر خرچ اوسکا واجب ہوگا چنانچہ کہیت کو کاٹنا اور دائین چلانیکی اجرت اسیطرح تحریر کی ہے مصنف نے
اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی ماقبل مضی مدہ پر صدر الشریعة کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھ صدر الشریعة نے یون کہا ہے کہ جو عمل قبل
پختگی کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہہ محمول قبل انقضای مدت مزارعت پر تا بقاء عقد اور استحقاق عمل عامل پر متصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق
فان شرطاه علی العامل فسدت کما لو شرطاه علی رب الارض پہر اگر عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے
اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل
فیه جمیعًا علی العامل او وارثه لبقاء مدة العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیه الی انتهاء الزرع برخلاف سابق یہہ صورت ہے کہ اگر
صاحب زمین مرگیا اور کہیت ہنوز گہاس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اوسمین تمام عمل عامل پر یا اوسکے وارث پر ہے بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا
ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہے تا انتہاء زرع چنانچہ مذکور ہوچکا ھ حلبی نے کہا قوله بخلاف مرتبط ہے قوله ونفقة الزرع علیهما بالحصص ولو مات
قبل البذر بطلت ولا شیء للکراب کما مر وکذا لو فسخت بدین محوج عینی اور اگر زمین کا مالک مرگیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد باطل ہوگیا اور مزارع کی
جوتائی کی کچہہ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا اور اسیطرح جوتائی کی کچہہ اجرت نہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اوس دین کے جو مضطر کرے بیع زمین کی طرف
کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس ونسف علی العامل عند الثانی للتعامل وهو الاصح وعلیه الفتوی ملتقی اور صحیح ہے شرط کر لینا
عمل کا چنانچہ کہیت کاٹنا اور ماڑنا اور غلہ کو بہوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے
کذا فی الملتقی ھ عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی وعن الخانیة الغلة فی المزارعة مطلقا ولو
بیلون سے روندنا ۱۲
فاسدة امانة فی ید المزارع ثم فرع علیه بقوله مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسد ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتہہ میں پہر مصنف نے اس
قول پر تفریع کی بقول آئندہ فلا ضمان علیه لو هلکت الغلة فی یده بلا صنعه فلا تصح بها الکفالة تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہوگیا اوسکے
پاس بدون اوسکے کرتب کے تو غلہ کی ضمانی صحیح نہیں نعم لو کفل بحصته ان استهلکها صحت المزارعة والکفالة ان لم تکن علی وجه الشرط ولا فسدت
المزارعة خانیه ہان اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے حصے کا اگر مزارع اوسکو تلف کر ڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت
بطریق شرط کے نہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو مزارعت فاسد ہوجاویگی کذا فی الخانیة ھ کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے
سبب کیطرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کیطرف ومثله فی الحکم المعاملة ای المساقاة فان حصة الدهقان فی ید العامل امانة اور مزارعت کی
مانند حکم میں معاملت یعنی مساقات ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے ہاتہہ میں امانت ہے واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی هلک الزرع بهذا
السبب لم یضمن المزارع فی المزارعة الفاسدة ویضمن فی الصحیحة لوجوب العمل علیه فیها کما مر وهی فی یده امانة فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع
نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہان تک کہ کہیت خشک ہوگیا اس سبب سے تو مزارع تاوان نہ دیگا مزارعت فاسدہ میں اور تاوان دے مزارعت صحیحہ میں بسبب

واجب نہوگا عمل کے مزارعہ پر یہ مزارعہ فاسدہ مین چنانچہ مذکور ہوچکا اور غلہ اوسکے پاس امانت ہی تو ضمان دیگا بسبب تقصیر کے فی السراجیة اکّار ترک السقی عمداً حتی یبس ضمن وقت ماترک السقی قیمته نابتاً فی الارض وان لم یکن للزرع قیمة قومت الارض مزروعة وغیر مزروعة فیضمن فضل مابینهما سراجیہ مین ہے ایک مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ دیا یہانتک کہ کھیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنے کیوقت جو زمین مین جمے کھیت کی قیمت ہوا وسکا تاوان دے اور اگر کھیت کی کچھ قیمت نہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجائے تو جسقدر دونون مین زیادتی ہوا وسکا ضمان دے م یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ہوا ور غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے **فروع** مسائل منحہ شارح اخّر الاکّار السقی ان تاخیرا معتاداً لا یضمن والّا ضمن مزارع نے سینچائی مین تاخیر کی تو اگر ویسی تاخیر کی عادت ہو مزارعین مین اور کھیت خشک ہوجائے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیه الحصاد فتغافل حتی هلک ضمن الّا ان یؤخر تاخیراً معتاداً مزارع پر کھیت کاٹنا مشروط ہوا سو اوسنے یہانتک غفلت کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہی تو تاوان نہین ترک حفظ الزرع حتی اکله الدواب ضمن وان لم یؤد الجراد حتی اکل کله ان امکن طرده ضمن والّا لا بزازیہ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہانتک چھوڑی کہ اوسکو چوپائے جانور کہاگئے تو تاوان دے اور اگر اوسنے ٹڈی نہ ہانکی یہانتک کہ سارا کھیت کہاگئی تو اگر اسکا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہین کذا فی البزازیة زرع ارض رجل بلا امره طالبه بحصة الارض فان کان العرف جاریاً فی تلک القریة بالنصف او بالثلث ونحوه وجب ذلک ایکمرد نے دوسرے مرد کی زمین مین زراعت کی بدون اوسکے امر کے تو صاحب زمین اوس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اوس گانو مین عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور مانند اسکی تو وہی واجب ہوگا حرث بین رجلین ابی احدهما ان یسقیه اجبر فلو فسد قبل رفعه للحاکم لا ضمان علیه وان رفع الی القاضی وامره بذلک وابی ضمن جواهر الفتاوی ایک کھیت ہی دو شخصون کی شراکت مین ایک شخص نے اوسکے سینچنے سے انکار کیا تو اوسپر زبردستی کیجائیگی سینچنے مین اور اگر کھیت بگڑگیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اوسپر تاوان نہین اور اگر اوسنے قاضی سے نالش کی اور اوسنے اوسکو سینچنے کا حکم کیا پھربھی اوسنے نمانا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا کذا فی جواہر الفتاوی م ظاہر اس مسئلہ کیصورت یہہ ہے کہ کھیت شترک ہی نہ بطریق مزارعت کی اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کرچکا ہے شرط البذر علی المزارع تو زرعها رب الارض ان علی وجه الاعانة فمزارعة والّا فنقض لها بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بو یا صاحب زمین نے تو اگر یہہ بوجہ اعانت ہی تو یہہ مزارعت ہے اور نہین تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرة من الآجر مزارعة جاز ان البذر من المستاجر ومعاملة لا یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہی اگر بیج مستاجر کا ہوا اور اگر بطریق مساقات کی دی تو جائز نہین استأجرا رضاً ثم استاجرها صاحبها لیعمل فیها جاز الکل من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تاکہ اوسمین عمل کرے تو جائز ہے یہہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین م عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوای مساقات کے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہین قلت وفیه آخر باب جنایة البهیمة معزیا للخلاصة بستانی ضیّع امر البستان وغفل حتی دخل الماء وتلفت الکروم والحیطان قال یضمن الکروم لا الحیطان ولو فیه الحصرم ضمن الحصرم لا العنب لنهایته فصار حفظه علیهما قلت ویضمن العنب فی عرفنا انتهی مین کہتا ہون اور منح الغفار مین جنایة البہیمہ کی آخر باب مین خلاصہ سے منقول ہی کہ بستانی یعنی مساقی نے ضائع کردیا کام باغ کا اور غافل ہوگیا یہانتک کہ پانی باغ مین داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوارین تلف ہوگئین صاحب خلاصہ نے کہاکہ تاوان دے درختون کا نہ دیوار کا اور اگر درختون مین خام انگور ہو تو اوسکا بہی تاوان دے نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پونہچ گیا تو اوسکی نگہبانی مساقی اور مالک دونوپر واجب ہوگئی مین کہتا ہون اور ہمارے عرف مین پختہ انگور کا بہی تاوان دے انتہے فی المنح انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فهو متبرع کمرمة دار مشترکة خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہے یعنی اوسنے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہین کرسکتا جیسے مشترک گہر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک موجب رجوع نہین م صورت اوسکی یہہ ہے کہ مزارع غائب ہے انقضاے مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اوسکا

صرف کیا غائب سے پہلے خواہ کہیت باقی رہے یا تلف ہو جاے اور اسیطرح اگر مزارع محتاج ہو جسکا کچہہ مال نہین تو یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو
متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور مالک مین غائب ہوگیا اور کہیت ہنوز گہاس اور ساگ ہے تو قاضی مزارع کو خرچ کرنیکا حکم دیگا مگر جب گواہی سے
ثابت ہو کہ کہیت اوسمین اور غائب مین مشترک ہے اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹہریگا کذا فی الطحطاوی مختصراً ماتَ العاملُ فقالَ وارثُه انا
اَعملُ الى اَن يُستحصدَ فلهُ ذلكَ وانْ اَبى ربُّ الارضِ ملتقى مزارع مرگیا سو اوسکے وارث نے کہا کہ مین عمل کرونگا کہیت کاٹنے تک تو وہ اوسکو
درست ہے اگرچہ صاحب زمین نا منظور کرے کذا فی الملتقى و فی الوہبانیہ ﴿ وَيأخذُ اَرضًا لليتيمِ وصيُّه ٭ مزارعةً اِن كانَ ما هو يَبذُرُ ﴾ اور یتیم کا وصی یتیم
کی زمین لے بطریق مزارعت کے اگر یتیم نہو بیج ڈالنے والا ھ اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہین اور اسی پر فتوی ہے کذا
فی الطحطاوی ﴿ ولو قالَ بذرُ الارضِ منّي مزارعٌ ٭ له القولُ بعدَ الحصدِ والخصمُ ينكرُ ﴾ اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اوسیکا قول مقبول ہوگا
کہیت کاٹنے کے بعد اور حالانکہ طرف ثانی اسکا منکر ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

كتاب المساقاة

یہہ کتاب مساقات کے احکام مین لا يخفى مناسبتُها پوشیدہ نہین مناسبت مساقات کی مزارعت سے ھ اسواسطے کہ دونون عقد شرعی ہین تحصیل منفعت کیواسطے فرق اتنا
ہے کہ مزارعت مین کہیت کی خبرگیری ہے سینچنے وغیرہ سے اور مساقات مین باغ اور درختونکی اصلاح ہے سچائی وغیرہ سے هي معاملةٌ بلغةِ اهلِ المدينةِ
مساقات اہل مدینہ کی زبان مین معاملت ہے یعنی اہل مدینہ مساقات کو معاملہ کہتے ہین فهي لغةً وشرعًا معاقدةٌ في الشجرِ والكرومِ وهل المرادُ
بالشجرِ ما يعمُّ غيرَ المثمرِ كالجوزِ والصفصافِ لوارادَ الى من يُصلحه بجزءٍ معلومٍ من ثمرهِ تو مساقات باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے
معاقدہ سے شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اوس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچہہ اوسکی میوے پر اور کیا شجر سے وہ درخت بہی مراد ہے
جو درخت غیر مثمر کو بہی شامل ہو جیسے جوز اور صفصاف کا درخت مین نے اسکو نہین دیکہا کتب فقہ مین ھ یعنی مساقات کے معنی لغوی اور شرعی
مین کچہہ فرق نہین اور یہی قول نہایہ مین ہے اور ظاہر کلام زیلعی ہے یعنی اور مسکین ... مغائرت پر دلالت کرتا ہے زیلعی نے اور اسیطرح صاحب درر
نے کہا مساقات مفاعلت ہے سقی سے حلبی نے کہا تعریف مساقات مین ثمر مصرح ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یون جواب دیا جاے کہ ذکر اوسکا
بنا بر عادت غالب کے ہے وهي كالمزارعةِ حكمًا وخلافًا اور مساقات مزارعت کی مانند ہے از راہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقات صحیح نہین
برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقات یہہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے وكذا شروطًا تمكنُ هنا كبيانِ البذرِ ونحوهِ اور اسیطرح مساقات
مزارعت کی مانند ہے اون شروط مین جو یہان ممکن ہین امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا چنانچہ اوسکی جنس اور مقدار کا بیان کرنا نکلجاے ھ
شروط ممکنہ مساقات چنانچہ اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کر دینا عامل اور اشجار مین اور شرکت پہل مین جو پیدا ہوگا فی اربعةِ
اشياءَ فلا تشترطُ هنا اذا امتنعَ احدُهما يُجبرُ عليه اذ لا ضررَ بخلافِ المزارعةِ كما مرَّ مگر چار چیزون مین سو وہ یہان شرط نہین ہوتی ایک
یہہ جبکہ احد العاقدین انکار کرے تو اوسپر مساقات مین جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی ضرر نہین برخلاف مزارعت چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اگر صاحب تخم
مزارعت مین انکار کرے تو اوسپر جبر نہین واذا انقضتِ المدةُ تُتركُ بلا اجرٍ ويُعملُ بلا اجرٍ وفي المزارعةِ باجرٍ اور جبکہ مساقات کی مدت
منقضی ہوجاے تو چہوڑ دیجاے بدون اجر کے اور اوسمین عمل کیا جاے بدون اجر کے اور مزارعت مین اجرت کے ساتھہ ھ یعنی مدت مساقات اگر
منقضی ہوجاے اور پہل خام ہون تو عامل کو جائز ہے کہ خبرگیری کیا کرے پہل پختہ ہونے تک جسطرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت مین مزارع پر اجرت
زمین کی بقدر اوسکے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات مین بقدر اوسکے حصہ کے اجرت واجب نہین ہو اسلیکہ اشجار کا اجارہ درست نہین برخلاف مزارعت
کہ وہان زمین کا اجارہ ہوگا اور وہ درست ہے کذا فی الطحطاوی عن الزيلعي واذا استُحقَّ النخيلُ يرجعُ العاملُ باجرِ مثلهِ وفي المزارعةِ بقيمةِ الزرعِ
اور جبکہ نخلستان مین استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی اجرت مثل پہرلے اور مزارعت مین کہیت کی قیمت لے ھ عامل اوسوقت اجر مثل لیگا جب کہ
کہجور مثمر ہوا ور اگر پہل نہون تو کچہہ اجر نہین کذا فی الطحطاوی عن التتارخانية والرابعُ بيانُ المدةِ ليسَ بشرطٍ هنا استحسانًا للعلمِ بوقتهِ

مدة اور چوتھی چیز جو مزارعت مین شرط ہے اور مساقات مین نہین بیان کرنا ہے مدت کا سو بیان مدت یہان استحسانا شرط نہین بسبب معلوم ہونے اوسکے
وقت کے بطریق عادت کے ھم یعنی پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اوسمین کم تفاوت پڑتا ہے وحینئذ تقعُ علی اولِ ثمرٍ یخرجُ فی اول السنۃ
اور اسوقت یعنی درصورت عدم ذکر مدت مساقات واقع ہوگی پہلی پھل پر جو پیدا ہوا اول سال مین ھم یعنی مساقات منعقد ہوگی اول ثمر پر جو اس سال مین خارج ہو
اسواسطے کہ وہ متیقن ہے اور مابعد اوسکا مشکوک ہے و فی الرَّطبۃِ علی ادراکِ بذرِہا اذِ الرغبۃُ فیہ وحدَہٗ اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ مین مساقات
منعقد ہوگی اوسکی بیج کے پکنے پر اسواسطے کہ اوسکی فقط بیج ہی مین رغبت ہوتی ہے ھم رطبہ بفتح اول ولایت مین عمدہ چارہ ہے ایکبار کا بویا سہا سال بہتا
ہے اسکی بیج کی زیادہ قدر ہے طحطاوی نے کہا رطبہ جبتک تر رہتا ہے اوسکو قضب کہتے ہین اور اہل مصر برسیم کہتے ہین اور خشک کو دریس بولتے ہین اور بعضون نے کہا رطبہ سے جمیع
بقول مراد مین چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے اگلی عبارت مین انتہی اور فارسی مین رطبہ کو سپست کہتے ہین فان لم یخرج فی تلک السنۃ
ثمرٌ فسدت اور اگر اوس سال مین پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدۃً لا تخرج الثمرۃُ فیہا فسدت اور اگر ایسی
کم مدت ذکر کرے جسمین پھل پیدا نہو تو مساقات فاسد ہے و لو تبلغُ الثمرۃُ فیہا او لا تبلغ صحّ لعدم التیقّنِ بفواتِ المقصود اور اگر اتنی مدت
مذکور ہوکہ گاہے اوسمین پھل پختہ ہو اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے ھم بلکہ اوس مدت مین مقصود کا احتمال ہے اور بسبب حدوث
آفت کے احتمال موجود ہے ہر مساقات اور مزارعت مین فلو خرج فی الوقتِ المسمّٰی فعلی الشرطِ لصحۃ العقدِ والا فسدت فللعامل اجر المثل
لیدوم عملہ الی ادراکِ الثمرِ تو اگر پھل پیدا ہوا وقت مسمے مین تو مساقات اپنی مشروط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہو جانے عقد کے اور اگر پیدا ہو تو
مساقات فاسد ہے سو عامل کیواسطے اجر مثل ہے تاکہ اوسکا عمل ہمیشہ بنا رہے پھل پکنے تک ولو دفع غرساً فی الارضِ لم تبلغ الثمرۃَ علی ان
یُصلِحہا فما خرج کان بینہما نصفینِ فہذہ المساقاۃُ ان لم یذکر اعواماً معلومۃً وان ذکر ذلک صحّ اور اگر ایسی پود ہی درخت کے جو زمین مین قائم
ہین اور ہنوز اونکے پھلنے کی نوبت نہین پونہچی مالک نے باغبان کو دئے اس شرط پر کہ اونکی خبرگیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہو وہ دونون مین
نصفا نصف ہو تو یہہ مساقات فاسد ہے اگر وہ چند سال معین کو ذکر نکرے اور اگر ذکر کرے اوسکو تو عقد صحیح ہے ھم بیان مدت اسصورت مین اسلیے ضرور ہوا کہ
نئے درختونکا پھل لانا نہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اسکا اول ثمر پر محمول کرنا ممکن نہین کذا فی الزیلعی وکذا لو دفع اصولَ
رَطبۃٍ فی ارضٍ مساقاۃً ولم یُسمِّ المدۃَ اور اسیطرح مساقات فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑین جو زمین کے اندر ہین بطور مساقات کے دین ھم یعنی بقاء اصول
تک مساقات فاسد ہے اسواسطے کہ اوسکی انقطاع کی حد مقرر نہین کیونکہ رطبہ کی جڑین بڑہا کرتی ہین جبتک زمین مین قائم رہین تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی
بخلاف الرطبۃ فانہ یجوزُ وان لم یُسمِّ المدۃَ ویقعُ علی اولِ جزۃٍ یکونُ بر خلاف رطبہ کے کہ اوسکی مساقات جائز ہے اگرچہ مدت مذکور نہو اور عقد
واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ھم اسواسطے کہ اوسکی نہایت کی حد ہے چنانچہ چیہ مہینے کذا فی الدرر ولو دفع رَطبۃً انتہی جُذاذُہا علی
ان یقومَ علیہا حتی یخرجَ بذرُہا ویکونُ بینہما نصفینِ جاز بلا بیانِ المدۃ والرطبۃُ لصاحبہا اور اگر مالک وہ رطبہ دے جسکے قطع کا وقت منتہے
ہوگیا اس شرط پر کہ عامل اوسکی خبرگیری کیا کرے یہانتک کہ اوسکا بیج پیدا ہو اور بیج دونون مین نصفا نصف ہو تو مساقات جائز ہے بدون بیان کئے
مدت کے اور رطبہ اوسکے مالک ہی کی ہے ھم اسواسطے کہ بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو منصفہ شرط کرنا
صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اوسمین کچہہ اثر نہین کذا فی الدرر ولو شرطا الشرکۃَ فیہا ای فی الرطبۃِ فسدت
لشرطہما الشرکۃَ فیما لا ینمو بعمَلہ اور اگر دونون نے رطب مین بہی شرکت شرط کی تو مساقات فاسد ہے اسواسطے کہ اونہون نے اوسمین شرکت شرط کی
جو نہین بڑہا عامل کی محنت سے یعنی رطبہ تو موجود تہا اوسکی محنت سے پہلے وتصحُّ فی الکرمِ والشجرِ والرطابِ المرادُ منہا جمیعُ البقولِ واصولِ
الباذنجانِ والنخلِ وخصّہا الشافعیُّ بالکرمِ والنخلِ اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب مین رطاب سے مراد جمیع بقول ہین اور
مساقات صحیح ہے بیگن کی جڑ مین اور کہجور مین اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کہجور مین تو فیہ ای الشجرِ المذکورِ ثمرۃٌ غیرُ

مُدرِكة يعنى تزيدُ بالعمل وان مُدرِكة قد انتهت لا تصح كالمزارعة لعدم الحاجة مساقات صحيح ہو اگر درخت مذکور مین کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت
سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہنچ گیا تو مساقات صحیح نہین مزارعت کی مانند عدم حاجت کے سبب سے کذا فی ہدایہ ۔ دفع ارضًا بيضاء مدةً معلومةً
ليغرس ويكون الارض والشجر بينهما لا تصح لاشتراط الشركة فيما هو موجود قبل الشركة فكان كقفيز الطحان فتفسد سفید یعنی خالی صاف زمین
دی مدت معین پر تاکہ عامل اوسمین درخت لگا دے اور زمین اور درخت دونون نصفا نصف ہو تو مساقات صحیح نہین بسبب شرط ہونے شرکت کے اوس چیز
مین جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہہ قفیز الطحان کی مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر والغرس لرب الارض تبعا لارضه وللاخر قيمة
غرسه يوم الغرس واجر مثل عمله اور مسئلہ مذکورہ مین پھل اور درخت صاحب زمین کا ہے اوسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے شخص یعنی عامل کے
واسطے اوسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانیکے دن تھی اور اوسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحيلة للجواز ان يبيع نصف الغراس بنصف
الارض ويستاجر رب الارض العامل ثلث سنين مثلا بشيء قليل ليعمل في نصيبه حصل الشرط اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہہ حیلہ ہو کہ عامل
آدھے درختونکو بعوض آدھی زمین کے بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا تین سال کیواسطے نوکر رکھ لے تھوڑیسی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ مین وہ محنت
کرکے درخت طیار کردے کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعہ ھم تو اس تدبیر سے صاحب مین نصف زمین اور نصف درختون کا مالک ہوگا اور اسیطرح عامل
نصف مین اور نصف درختونکا مالک ٹھہر گیا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے جسمین درخت پھلنے کے لائق ہو جاوین ذهبت الريح بنواة رجل والقتها
في كرم اخر فنبتت منها شجرة فهي لصاحب الكرم اذ لا قيمة للنواة ہمرد کی گٹھلی کو ہوا اوڑا لیگئی اور دوسرے شخص کے باغ مین اوسکو ڈالا سو
اوس سے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھہ قیمت نہین وكذا لو وقعت خوخة في ارض غيره فنبتت لان الخوخة
لا تنبت الا بعد ذهاب لحمها اور اسیطرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین مین گرا پھر وہان جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطےکہ شفتالو نہین جمتا مگر اوسکے
گوشت کے جانیکے بعد یعنی جمنے کیوقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھہ قیمت نہین وتبطل اى المساقاة كالمزارعة بموت احدهما وبمضي
مدتها والثمر نيّ هذا قيد للصورتين الموت ومضي المدة اور مساقات مزارعت کی مانند باطل ہوجاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقات کی مدت
منقضی ہوجانے سے اور حالانکہ پھل کچاہے شارح نے کہا یہہ یعنی خامی ثمر موت اور انقضاء مدت دونوںکی قید ہے فان مات العامل تقوم ورثته
عليه ان شاؤا حتى يدرك الثمر وان كره الدافع اى رب الارض وان ارادوا القلع لم يجبروا على العمل سو اگر عامل مرگیا تو اوس کے
وارث اوسپر قائم رہیں اگر چاہیں یہانتک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی زمین کا مالک اسکو پسند نکرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہیں تو عمل کرنے
پر انپر جبر نہوگا ھم اور مالک زمین کو اسصورت مین تین امر مین اختیار ہے چاہے وارثونکے ساتھہ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کرلے اور چاہے
عامل کے حصے کی قیمت دیدے اور سب پھلونکا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلونکی خبرگیری کرا دے اونکی پختگی تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ
جو پھلونمین ہے مجرا کرلے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع يقوم العامل كما كان وان كره ورثة الدافع دفعا للضرر اور اگر دینے والا یعنی
مالک مین مرجاوے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہون یہہ حکم رفع ضرر کے سبب سے ہے ھم اور اگر عامل کچے پھل
توڑ لینے پر راضی ہو تو اوسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اوسکے ضرر دفع کرنے کیواسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا
اور مالک زمین کے وارثونکو خیارات ثلثہ متقدمہ ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتا فالخيار في ذلك لورثة العامل ھم اور اگر عامل اور مالک زمین
دونو مرگئے تو اوسمین عامل کے وارثونکا اختیار ہے جیسا کچھ مذکور ہوچکا وان لم يمت احدهما بل انقضت مدتها اى المساقاة فالخيار للعامل
ان شاء عمل على ما كان اور اگر احد العاقدین سے کوئی نہ مرگیا بلکہ مساقات کی مدت منقضی ہوگئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے
جسطرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے نہ عمل کرے وتفسخ بالعذر كالمزارعة كما في الاجارات اور مساقات فسخ کیجاتی ہے عذر سے
مزارعت کی مانند چنانچہ اجارات مین فسخ ہوتا ہے عذر سے ومنه كون العامل عاجزا عن العمل وكونه سارقا يخاف على ثمره وسعفه منه

دفعاً للضرر اور منجملہ عذرات عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اوسکا چور ہونا کہ اوسکی طرف سے خوف ہو اوسکے پھل ورشاخون پر فسخ جائز ہوا دفع ضرر کیواسطے **فروع**
مسائل ملحقہ شارح کے ماقبل الادراک کسقی و تلقیح وحفظ فعل العامل وما بعدہ کجذاذ وحفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقاً
ملتقی والاصل ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وبعدہ کحصاد علیہما کما بعد القسمۃ فلیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلی ہی
چنانچہ سینچنا اور تلقیح خرما اور نگہبانی سو وہ عامل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہی جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونو پر لازم ہی اور اگر عمل
بعد از پختگی بھی عامل پر شرط کیا جاوے تو مساقات فاسد ہوگی بالاتفاق کذا فی الملتقے اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد
پختگی ہو چنانچہ قطع کرنا وہ دونو پر ہے چنانچہ قسمت کے بعد دونو پر ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دفع کرمہ معاملۃ بالنصف ثم زاد احدہما
علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم وان زاد العامل جاز لانہ اسقاط مالک نے انگور کی بیل نصفا نصف پر بطور مساقات
کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھہ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ یہہ ہبہ ہے اوس شاع کا جو قسمت پذیر ہو اور اگر عامل نے
زیادہ کر دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہہ اسقاط ہی یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر للشریک فیقع العمل لنفسہ
درخت دیا اپنے شریک کو بطور مساقات کے تو جائز نہیں ہوا اوسکی واسطے اجرت بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شریک ہی تو عمل اوسکی ذات کیواسطے واقع ہوگا
ھم یعنی عمل اصالتاً اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور تبعاً غیر کیواسطے و فی الوہبانیۃ ــه وما للمساقی ان یساقی غیرہ ؛ وان اذن المولی لہ لیس ینکر
اور وہبانیہ مین ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہیں یہہ کہ اپنی غیر کو بطور مساقات کر دیوے اور اگر مالک اذن دیوے اوسکو تو معیوب نہیں ھم یعنی اگر مالک یون کہے
کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقات کرنا درست ہی چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہی تو اگر ناظم بجاے اذن اطلق بولتا
تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی و فی معایاتہا ــه وای شیاہ دون ذبح یحلہا ؛ وای المساقی والمزارع یکفر اور وہبانیہ کی پہیلیون سے
پہیلی ہے اور کس بکری کو بدون ذبح کرنیکے شارع حلال رکہتا ہی اور کونسے مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہین ھم پہلے سوال کا جواب یہہ ہے کہ وہ بکری
ہی جو جنگل مین وحشی ہو گئی کسیطرح اوسکے مالک کو نہین ملتی ہے کہ اوسکو ذبح کرسے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتھہ پانون مین
لگے خواہ پیٹ یا پیٹھہ مین اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ مساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت مین بمعنی چہپانیکے ہے اور ہر باغبان اور کاشتکار تخم
بوتا ہی تو اوسکو خاک مین چہپاتا ہی تو یہان کافر لغوی مراد ہی نہ کافر اصطلاحی **خاتمہ** منح الغفار مین ہے کہ محمد بن فضل کی فتاوی مین کہا کہ قولہ تعالی یاایہا
الذین امنوا کلوا مما فی الارض حلالا طیبا مین حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین لیوے بطریق مزارعت یا مساقات کے یا اپنی زمین مین زراعت کرے اسطرح
کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ مین ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز مین بہی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اوسکی زراعت
طیب نہیگی اور اسیطرح اگر بیج بو دیگا یا درخت لگا دیگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے مین اتنی دیر کریگا کہ پسینہ مزدور کا خشک
ہوگیا یا اداے ثمن مین مدت معین ہو جانیکے بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اوسکی کہیتی طیب نرہیگی اور مستحب یہہ ہے کہ بیج
زمین مین ڈالے طہارت کرکے پہر کہیت کے کنارہ پر دو رکعتین نماز پڑھے اور یہہ دعا کرے اللہم انی عبد ضعیف سلمت ہذا الیک فسلمہ
الی وبارک لی فیہ پہر درود پڑھے تو حق تعالی اس کہیت کو آفات سے بچا دیگا اور اوسمین برکت کریگا اور جب کہیت پختہ ہو تو مستحب ہوکہ یہہ ہی کہ کیل یا
وزن کرنیوالا طہارت کرکے قبلہ رخ بیٹھے اور نہین تو برکت نہوگی پہر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہہ دعا کرے یا ولی الغیث بدانا
قلیلا واعطیتنی شیئا کثیرا فاجعلہا قوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین اور اسیطرح درخت لگانے مین کرنا چاہیے کذا
فی الطحطاوی تبصرفر واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم **کتاب الذبائح** یہہ کتاب ہی حیوانات مذبوحہ کے احکام مین ذبائح جمع
ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہما اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات واللحم فی المال مناسبت کتاب الذبائح کی کتاب مزارعت سے ہونا
دونو کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجامکار مین ھم مناسب یہہ تہا کہ شارح ذبائح اور مساقات مین مناسبت

کتاب الذبائح

نہ ذکور کرنا اسواسطے کہ ذبائح مساقات کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت مین یون کہنا حق ہے کہ مساقات اور ذبائح ہر ایک مین خوردنی انسانی مذکور ہے مساقات مین پہل اور ذبائح مین گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر و اما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوی جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ الذبح خرج السمک و الجراد فیحلان بلا ذکوۃ و دخل المتردیۃ والنطیحۃ وکل ما لم یدرک ذکاۃ شرعیا اختیاریا کان و اضطراریا جو جاندار کہ شرعا لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جبتک ذبح نکیا جاوی بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارح نے کہا لیاقت ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونون حلال ہین بدون ذبح کے اور حرمت مین داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گرکے مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کہاکر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نکیا گیا م حلبی نے کہاکہ شارح نے جو متن کی عبارت مین تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قید زیادتی تعریف مین نہے لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم کیا وذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانھار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن سے جہان کہین زخم واقع ہو م کوچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہین ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچہہ حاجت نہ تہی وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق و اللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام و تشدید بانحر کرنیکا مقام ہے سینہ سے م واضح ترزیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم نکانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے القانی نے کہاکہ لبہ سر سینہ ہی اور لحیان ذقن ہے اور مصباح مین ہی لبہ مشتر موضع ہے اوسکے نحر کرنیکا فارابی نے کہاکہ لبہ عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہی صدر سے کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وھو مجری النفس علی الصحیح اور ذبح کے عروق مین سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اوسکے اوپر یا اوسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانیکی راہ ہے برقول صحیح جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہین م ہدایہ مین کہاکہ حلقوم مجری ہی طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہی کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہاکہ ذبح متعین ہی درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال باشانے کہاکہ ذبح جائز نہین فوق العقدہ یعنی گرہ کے اوپر اور بعضون نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہماری علمانے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری مین سے ایک کا قطع سبکے نزدیک ضرور ہی اور جبکہ عقدہ حلقوم مین سے جانب سر کچہہ باقی نرہیگا تو ایک کا بہی قطع حاصل نہوگا تو وہ ماکول نہوگا بالاجماع اور اسیطرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے کہا ہی اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید مین واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہی تو ظاہر ازیلعی اور اوسکے ساتہیونکا قول حق ہے بالجملہ احتیاط یہہ ہے کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہے مختصرا والمری ھو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری بموزن امیر ہے یعنی کہانے اور پینیکی راہ م اطبا نے تصریح کی ہے کہ اقصای فم مین دو منفذ مین ایک دم آنے جانیکا منفذ ہے پہیپہڑے کیطرف اوسکو قصبہ ریہ کہتے ہین اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہی معدہ کیطرف اوسکو مری بولتے ہین اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے ہے اور مری اوسکے پیچہے ہے پشت کیطرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ودجان ہین جنمین خون پہرتا رہتا ہی جنکو شہرگ بولتے ہین م دونون رگین حلقوم اور مری کی چپ و راست واقع ہین یہہ چارون عروق ذبح کیواسطے اسلئے متعین ہوئین کہ دونون شہرگ کا قطع خون نکل جانے کیواسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہی یعنی تاکہ جان جلد نکلجاوی کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل اور حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہی عروق اربعہ مین سے تین رگون کے کٹجانے سے کوئی کیون نہون اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کی برابر ہی م تین رگون کا قطع ضرور ہی خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وھل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہی کل عروق اربعہ مین سے ہر رگ کی اکثر کا قطع ہونا اسمین خلاف ہی م شلبی نے حاشیہ مین کہاکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ مین سے کوئی تین رگین جبکہ قطع ہوجاوین تو ذبیحہ حلال ہی اور ابو یوسف سے تین روایتین ہین ایک تو یہی روایت ہی جو مذکور ہوچکی دوسری روایت یہہ ہی کہ حلقوم اور دو رگون کا قطع کرنا شرط ہی تیسری روایت یہہ ہی کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہی اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ

مین سے ہر رگ کا اکثر کٹجانا ضرور ہے یعنی اگر ہر رگ دو حصہ قطع ہوجاے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وحل الذبح بکل ما
افرے الاوداج ارادبا لاوداج کل اربعۃ تغلیبا وانہر الدم ای اسالہ ولو بنار او بلیطۃ ای قشر قصب او مروۃ ہی حجر
ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو وداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ سے ہو یا بانس
یا نرکل کے پوست سے یا بارہ دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے وداج سے چارون رگون کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کی مانند جس سے ذبح
کرتے ہین ہم شلبی نے حاشیہ مین کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات مین ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہوسکتا ہے اگر آگ رکھی
جاے موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونون شہرگ کو قطع کردے تو اوسکا کہانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح مین مذکور کیا ہے انتہی اور اوسکی خط سے حاشیہ پر لوٹ
مذکور ہے کہ یہہ روایت اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہین واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا سنا وظفرا قائمین کہ
جیسے دانت اور جمے ناخن سے ذبح کرنا حلال نہین ولو کانا منزوعین حل عندنا مع الکراہۃ لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت
اور ناخن منزوع ہون یعنی علحدہ اور جدا ہون منہ اور اونگلی سے تو ہم حنفیون کے نزدیک ان سے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ اسمین ضرر یعنی حیوان
کو تکلیف ہے جیسے جانور کا ذبح کرنا کند چھری سے مکروہ ہے ہم امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث مین منع وارد ہے یہ وہ حبشیون
کی چھریان ہین یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت اور ناخن سے ذبح کرتے ہین اور حنفیون کے نزدیک یہہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیون سے یہی صادر ہوتا ہم طحطاوی
نے کہا کہ ظاہرا کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت اوسپر دلالت کرتی ہے وندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا
الی المذبح اور مستحب ہے تیز کرلینا چھری کا مذبوح کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جسطرح اوسکا پانون پکڑ کے کہینچنا مذبح کیطرف مکروہ ہے
ہم حدیث مین وارد ہے کہ اللہ تعالی نے احسان کرنا ہر چیز پر فرض کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ
تیز کرلے اپنی چھری کو اور آرام دیوے اپنے ذبیحہ کو وذبحہا من قفاہا ان بقیت حیۃ حتی تقطع العروق وانا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے
جانور کا ذبح کرنا اوسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگون کے کٹجانے تک اور اگر اسقدر زندہ نرہے تو اوسکا کہانا حلال نہین بدون ذبح کے مرجانیسے
ہم وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اسواسطے کہ اسمین بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع بلوغ السکین النخاع وہو عرق ابیض فی
جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح شدید یہانتک کہ حرام مغز تک چھری پہونچ جاے شارح نے کہا نخع بفتح نون وسکون خا معجمہ پہونچنا چھری کا نخاع تک اور نخاع سفید
رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر ہم نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت مین درست ہے حرام مغز کو کہتے ہین جو گردن اور پیٹھ کی گریون مین دنبالہ کی مانند واقع ہے
طحطاوی نے کہا بعضون نے کہا نخع یہہ ہے کہ گردن کو کہینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضون نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹہنڈی ہونے سے پہلے اور یہہ سب
افعال مکروہ ہین کہ بلا فائدہ تعذیب ہے چنانچہ زیلعی مین ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن من الاضطراب
وہو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کہال کا اودہیڑنا ٹہنڈی ہوجانے سے پہلے
یعنی سکون من الاضطراب سے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہین یعنی برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اسواسطے کہ کاہے سکون عن الاضطراب
ہوتا ہے اور برودت اوس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بیفائدہ سے یہہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی وکرہ ترک
التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کیوقت قبلہ رخ نہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم
ان کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والیکا مسلمان ہونا اور محرم نہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا
غیر محرم اور خارج حرم ہونا اوسوقت شرط ہے جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف مین ذبح کرنا حلال نہین کرتا مطلقا خواہ ذابح محرم ہو یا
حلال ہم پس اگر محرم ہو اور غیر شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہے او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح
کا اہل کتاب ہونا خواہ وہ ذمی ہو یا حربی مگر جبکہ اوس سے ذبح کیوقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جائے تو ذبیحہ حلال نہین ہم یہود اور نصاری کا ذبیحہ اسواسطے

حلال ہے کہ وہ تو حسب کی تدعی ہین اور اصل اسمین آیت قرانی ہے وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جسکو وہ ذبح کرین اور جس طعام کو ذبح لاحق نہین ہوتا اوسمین اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ مہیلی کذا فی الدر فتاوی عالمگیری مین ہے کتابی کا ذبیحہ اوسوقت کہا جاوی جبکہ ذبح کیوقت مسلم وہان موجود نہوا اور کتابی سے کچھہ سُنا نہو یا ذبح کیوقت اوس سے فقط اللہ تعالی کا نام سُنا ہو اور جبکہ کچھہ سنا ہو تو اسپر محمول ہو کہ اوسنے خدا کا نام لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے بسلم کی مانند اور جبکہ اوس سے اللہ تعالے کا نام سُنا اور اوسنے اللہ تعالی سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثۃ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہین انتہے فَتَحِلُّ ذَبِيْحَتُهُمَا وَلَوِ الذَّابِحُ مَجْنُوْنًا اَوِ امْرَأَةً اَوْ صَبِيًّا يَعْقِلُ التَّسْمِيَةَ وَالذَّبْحَ وَيَقْدِرُ تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنیوالا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالی کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجتا سمجھتا ہو اور ذبح کرسکتا ہو ھم یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ اوسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اوسپر خدا کا نام لیا جاوی اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہون اور ذبح کرنا جانتے ہون اور اسپر قادر ہون تو وہ عاقل بالغ کی مانند ہین کذا فی الدر منح الغفار مین ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہون کہ تعقل اور ضبط تسمیہ نکرین تو اونکا ذبیحہ حلال نہین طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہرطرح حلال ہے خواہ اوسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جُنُب اَوْ اَقْلَفَ اَوْ اَخْرَسَ ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے اگرچہ اوسکا ختنہ نہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اوسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کی مانند ہوا یعنی جو ذابح کہ ذبح کیوقت نام خدا لینا بھول جاوی بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی المنح لَا تَحِلُّ ذَبِيْحَةُ غَيْرِ كِتَابِيٍّ مِنْ وَثَنِيٍّ وَمَجُوْسِيٍّ وَمُرْتَدٍّ وَجِنِّيٍّ حلال نہین ذبیحہ غیر کتابی کا بجملہ بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری ھم جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن ذبائح الجن یعنے حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ مین ہے ملتقط سے اور ظاہرا محل اسکا وہ ہے جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑکے ذبح نکرے اور اگر آدمی کیصورت پر ہوکر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اوسکا ذبیحہ حلال ہو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وَجَبْرِيٍّ لَوْ اَبُوْهُ سُنِّيًّا وَلَوْ اَبُوْهُ جَبْرِيًّا تَحِلُّ كَشِيْعِيٍّ لِاَنَّهٗ صَارَ كَمُرْتَدٍّ قنیہ اور حلال نہین ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اوسکا باپ سُنی ہو اور اگر اوسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سُنی کے فرزند نے جب جبری مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑکر تو وہ مرتد کی مانند ہوگیا کذا فی القنیۃ ھم مصنف نے منح الغفار مین کہا اور فوائد زینیہ مین ہے کہ جائز نہین ذبیحہ جبری کا اگر اوسکا باپ سُنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلت ہے مین کہتا ہون اور ظاہرا صاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشباہ کا یہہ قول قنیہ سے لیا ہے اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہہ ہے کہ ابو علی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اوسکے آبا اور اجداد مجبرہ ہون تو وہ ذمیون کی مانند ہین اور اگر اونکے باپ اہل عدل سے ہون تو حلال نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہین انتہی ما فی القنیۃ مین کہتا ہون اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت و جماعت مراد ہین اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہین چنانچہ بیہقی جشمی معتزلی کے کلام سے یہہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہین اونکے گمان مین چنانچہ علم کلام مین مذکور ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبریہ سے بدلدالا انتہی ما فی المنح اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ مین ہے اور ظاہرا مصنف یعنی صاحب اشباہ نے جبریہ اور مجبرہ کے فرق کیطرف التفات نہین کیا اور جبریہ اہل بدعت ہین اور اہل بدعت ہین اور عقیدہ اونکا یہہ ہے کہ بندون مین استطاعت اور قدرت افعال کی اصلا نہین اور تمام خلق اپنے افعال مین مجبور ہین انتہے اور اہل بدعت کی تکفیر مین علما سلف اور خلف مین اختلاف ہے اور اسمین شک نہین کہ جسکا مذہب بدعت ہو وہ مسلے الکفر ہو اور وہ تاویل نکرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اوسکا اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی ہو تو اوسکی تکفیر مین اختلاف ہے بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہین اور یہہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضون نے اونکو جماعت مسلمین سے نہین نکالا ہے اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہین سو اونہون نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہین اونپر احکام اسلام کے جاری ہین اور مسلمین سے میراث پاوینگے ابن ہمام نے شرح ہدایہ مین کہا ان اکثر اہل مذہب اونکو کافر کہتے ہین لیکن یہہ کلام فقہاء مجتہدین کا نہین اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہین اور

مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے اہ۔ ما فی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ ایکا
باپ سنی ہو یا جبری شارح کو مناسب تہا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنیکے اسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً
بخلاف یہودی تنصر او مجوسی تنصر لانہ یقر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ذلک عند الذبح حتی لو تمجس یہودی لا تحل ذکاتہ برخلاف اوس یہودی اور
مجوسی کے جو نصرانی ہوگیا کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطیکہ وہ ثابت رکھا جاویگا ہمارے نزدیک اوسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اوسنے انتقال کیا یعنے
اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کیوقت تو اگر یہودی مجوسی ہوجاوے تو اوسکا ذبح حلال نہوگا والمتولد بین مشرک وکتابی
کتابی لانہ اخف اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کی مانند ہے یعنی اوسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی سبکتر ہے تمجسے
مشرک سے اور اوسکی بدی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمدا خلافا للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اوسکا جو نام خدا قصدا ترک کرے ذبح کیوقت برخلاف امام شافعی کے
لقولہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کہاؤ اوسکو جسپر اللہ کا نام مذکور نہوا اور امام شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہوچکا
تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمدا کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اوسکا نافذ نہوگا اسواسطیکہ مخالف اجماع کے ہے فان ترکہا ناسیا حل خلافا لمالک پہر اگر
نام خدا بہولکر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنے اونکے نزدیک عمدا اور نسیانا ترک تسمیہ سے حلت نہیں ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع
نے ناسی کو ذاکر کی مانند قرار دیا ہے عذر سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کردیا چنانچہ اکل ناسیا کو قائم مقام امساک کے کردیا صوم میں اسی سبب سے
وان ذکر مع اسمہ تعالی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع
لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم درر اور اگر اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اوسکی غیر کو ذکر کرے
تو اگر غیر خدا کو ملادے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یون کہا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کیطرف سے یا میری طرف سے
اور وصل بلا عطف سے ہی یون کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہونیکے سبب سے تو ذابح شروع کرنیوالا کلام کا ہوا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ
مبتدا ہوا یعنی تو جدا کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان ہم حموی
مین نوازل سے منقول ہے کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری مین نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینون صورتون مین ذبیحہ حلال ہے
اسواسطیکہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا اذا عرف النحو بعضون نے کہا یہ یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب
سے حرام ہونا اوسوقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ
مقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے کہ اعراب کا اعتبار نکیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقا خواہ نحو جانتا ہو یا نجانتا ہو بسبب عطف کرنیکے عدم عرف کی جہت سے کذا
نے الزیلعی چنانچہ مصنف نے اسکو قول آیندہ مین بیان کیا ہے ہم شلبی نے حاشیہ زیلعی مین کہا کہ میری دیکہی زیلعی کے سب نسخون مین یہی عبارت ہے اور وہ
غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ یہان عدم عطف مین کلام ہے تو یون کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقا دون العطف یعنی بلکہ حرام نہین مطلقا بدون عطف کے اور یہ
اسی کلام کا وہی ہے جو ہمنے فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او وفلان اور اگر
ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یون کہا بسم اللہ واسم فلان یا یون کہا بسم اللہ وفلان یعنی
خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونون صور تون مین حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ
والسلام موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اوسپر غیر خدا کا نام
پکارا گیا یعنی اور حالانکہ قرآن مجید مین اوس ذبیحہ کہانیکا حکم نہین رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہین جنمین مجکو ذکر کرنا نچاہیے ایک تو چھینکنے
کیوقت اور دوسرے ذبح کرنے کیوقت فان فصل صورۃ ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ او بعد الذبح لا باس بہ لعدم
القران اصلا پہر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے

سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنیکے بعد تو اسکا کچھہ مضائقہ نہین اسواسطےکہ اسمین فیر صدا کا اصلا اتصال نہین نہ ظاہر مین نہ حقیقت مین ہے بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مستون ہے اسواسطےکہ ابو داؤد اور ترمذی مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رُخ کرایا تو یہہ دعا کی اِنّی وَجَّہْتُ وَجْہِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ علٰی مِلَّۃِ اِبْرَاہِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اللّٰہُمَّ مِنْکَ وَلَکَ وَاِلَیْکَ اللّٰہُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر سے ترمذی مین یون ہی کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللّٰہُمَّ ہٰذَا عَنِّی وَعَمَّنْ لَمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِی والشرط فی التسمیۃ ہو الذکر الخالص عن شوب الدعاء فلا یحل بقولہ اللّٰہم اغفرلی لانہ دعاء وسؤال بخلاف الحمد للّٰہ او سبحان اللّٰہ مریدا بہ التسمیۃ فانہ یحل اور تسمیہ یعنی نام خدا لینے مین شرط یہہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہین فقط یون کہنے سے اللّٰہم اغفرلی یعنی الٰہی مجکو بخش اسواسطےکہ یہہ تو دعا اور سوال ہی تو خالص ذکر نہوا بخلاف الحمد للّٰہ اور سبحان اللّٰہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال الحمد للّٰہ لا یحل فی الاصح لعدم قصدہ التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کیوقت سو اوسنے الحمد للّٰہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح ترین بسبب عدم قصد تسمیہ کے ہے اسواسطےکہ عاطس الحمد للّٰہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطبۃ حیث تجزیہ قلت ینبغی حملہ علی ما اذا نوی والا لا یوفق بینہ وبین ما مرّ فی الجمعۃ فتامل برخلاف خطبہ کے کہ وہان اگر خطیب چھینکے اور الحمد للّٰہ کہے تو یہہ کہنا ثبوت خطبہ کیواسطے کفایت کرتا ہی مین کہتا ہون اور اسکا حمل کرنا اوسصورت پر لائق ہے جبکہ خطیب الحمد للّٰہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہوگا یہہ اسواسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہو جاے اسمین اور اوسمین جو مذکور ہو چکا جمعہ مین سو تامل کر ہم مصنف نے جمعہ مین کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للّٰہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہے ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للّٰہ یا سبحان اللّٰہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہی اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نکیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسیطرح اگر اللّٰہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطےکہ یہہ الفاظ باب تسمیہ مین صریح نہین ہین صریح تو فقط بسم اللّٰہ ہی تو یہہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہین ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق مین مصرح ہی کذا فی الطحطاوی والمستحب ان یقول بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر بلا واو وکرہ بہا لانہ یقطع فور التسمیۃ کما عزاہ الزیلعی للحلوانی وقال قبلہ والمتداول المنقول عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالواو اور ذبح کیوقت یون کہنا مستحب ہی بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتہہ یون کہنا کہ بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر مکروہ ہی اسلیئےکہ فوریت تسمیہ کا قاطع ہی چنانچہ نسبت کیا ہی زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کیطرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے واو کے ساتہہ ہی ہم اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہو جاے اور وہ وجوب حذف واو کا مقتضی ہی نہ استحباب کا مگر یہہ کہ فور متقارب پر حمل کیجئے علاوہ یہہ ہے کہ زیادت واو قاطع فوریت نہین فتاوی عالمگیری مین بدائع سے منقول ہی کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اختیاری مین ذبح کا وقت ہی تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہین مگر بزمان قلیل جس سے بچنا ممکن نہین اور جسطرح حدیث مین واو منقول ہی اسیطرح علی مرتضی اور ابن عباس سے بہی واو منقول ہی بقالی نے کہا کہ مستحب یہہ ہے کہ کہے بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر واو کے ساتہہ کذا فی الطحطاوی ولو سمی ولم تحضرہ النیۃ صح بخلاف ما لو قصد بہا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بہا امرا آخر فانہ لا یحل اور اگر ذابح بسم اللّٰہ زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اوسکے اگر اوسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل مین یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سواے ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہین تو ذبیحہ حلال نہوگا ہم درصورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تہا اسکو صریحًا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج نہین اور درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہین کہ اوسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ مین ہے **تنبیہ** اگر ذابح بسم اللّٰہ بولا اور اوسنے ما ہوز کو ظاہر نکیا اگر ذکر اللّٰہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللّٰہ کا قصد نکیا اور اوسکو قصدًا ترک کیا تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی

كما لو قال الله اكبر و اراد به متابعة المؤذن فانه لا يصير شارعا فى الصلوة بزازيه چنانچہ اگر کسی نے الله اكبر کہا اور اوس سے مؤذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوۃ کا تو وہ اِس تکبیر سے شروع کرنیوالا نماز کا نہوگا کذا فی البزازیہ و فیها و تشترط التسمية من الذابح حالة الذبح او الرمي بصيد او الارسال او حال وضع الحديد لحمار الوحش اذا لم يقعد عن الطيران كما سيجيء اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کیحالت میں یا شکار کیواسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کیحالتمیں یا لوہا رکھنے کی حالتمیں گورخر کی شکار کیواسطے بشرطیکہ شکار کرنیوالا نہ بیٹھ رہا ہو اوسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا و المعتبر الذبح عقب التسمية قبل تبدل المجلس حتى لو اضجع شاتين احدهما فوق الاخرى فذبحهما ذبحة واحدة بتسمية واحدة حلا بخلاف ما لو ذبحهما على التعاقب لان الفعل يتعدد فيتعدد التسمية ذكره الزيلعي فى الصيد اور معتبر ہی ذبح کرنا تسمیہ کے بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹایا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونوں حلال ہیں برخلاف اوسکے اگر دونوں کو علے التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہوگی اسواسطے کہ فعل یعنے ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے کتاب الصید میں و لو سمى الذابح ثم اشتغل باكل او شرب ثم ذبح ان طال و قطع الفور حرم والا لا وحد الطول ما يستكثره الناظر و اذا احد الشفرة ينقطع الفور بزازيه اور اگر ذبح کرنیوالا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہوگیا پھر اوسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت قطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھوری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہوگی کذا فی البزازیہ

هم طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر فرق چاہیے وحب بالحاء نحر الابل فى اسفل العنق و كره ذبحها و الحكم فى غنم و بقر عكسه فندب ذبحها و كره نحرها لترك السنة ومنعه مالك اور مستحب ہی اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اوسکا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گاے بیل میں بالعکس اسکا حکم ہے یعنی اونکا ذبح کرنا مستحب ہے اور اونکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت کے سبب سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہے

هم زیلعی نے کہا نحر عبارت ہی قطع عروق سے اسفل عنق میں مصنف کے نزدیک اور ذبح عبارت ہی قطع عروق سے اعلای عنق میں تحت اللحیین انتہے استحباب سے یہاں سنت مراد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نرہی کنز کی عبارت سے کہ اوسنے اسکو سنت کہا ہی فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہی کہ اگر ذبح کیا جسمیں نحر مستحب ہی یا نحر کیا جسمیں ذبح مستحب ہی تو جائز ہی لیکن ترک سنت ہی اور آبیاری کی شرح کنز میں ہی کہ شتر مرغ اور بط اونٹ کی مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن طویل ہے اوسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی میں تحفہ سی منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پانون باندھے اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کر لے اور چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولا بد من ذبح صيد مستانس لان ذكاة الاضطرار انما يصار اليها عند العجز عن ذكاة الاختيار اور ضرور ہے ذبح کرنا اوس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کیطرف تو اوسیصورتمیں حاجت ہوتی ہے جب ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وكفى جرح نعم كبعير وغنم توحش او تعذر ذبحه كصيد او تعذر ذبحه كان تردى فى بئر او ندّ او صال حتى لو قتله المصول عليه مريدا ذكاته حل اور کفایت کرتا ہی زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ گاے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور کی مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ گرگیا کنوئیں میں یا سرکش ہوگیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اوسنے اوسکو قتل کیا جسپر اوسنے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت سے تو وہ حلال ہی و فى النهاية تعسرت ولادتها فادخل يده وذبح الولد حل وان جرحه فى غير محل الذبح ان لم يقدر على ذبحه حل و ان قدر لا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہوگیا سو اسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہوگیا اور اگر اوسکو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہو سکا اوسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں قلت و نقل المصنف ان من التعذر ما لو ادرك صيده حيا او اشرف ثوره على الهلاك و ضاق الوقت على الذبح او لم يجد آلة الذبح فجرحه حل فى رواية

میں کہتا ہون اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کیصورت تو نہین سے ایک صورت وہ ہی کہ اگر اپنی شکار کو زندہ پایا یا اوسکا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی
فرصت تنگ ہوگئی یا اوسنے ذبح کرنیکا ہتھیار نپایا سو اوسکو زخمی کر دیا تو ایک روایت مین وہ حلال ہوگیا ھم بہتر یہہ تہا کہ شارح بجای فی روایۃ کے
فی قول کہتا اسواسطے کہ یہہ قول ہے بعض مشائخ کا اور بعضون نے کہا کہ اوسکا کہانا حلال نہین بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری
مین ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اوسکا مالک اوس تک نہین پونہچ سکتا تو اگر اوسکی فوت اور موت کا خوف نہو اور اوسکو تیر سے مارے تو
اوسکا کہانا جائز نہین اور اگر فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو اوسکا کہانا جائز ہے اور کبوتر جبکہ مالک کے پاس اوڑ گیا پہر اوسکے مالک یا اور کسی شخص نے اوسکو تیر
مارا تو فقہا نے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اوسکا کہانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہین اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے
عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو اوسمین اختلاف ہی اور قول صحیح یہہ ہی کہ
حلال نہین و فی منظومۃ النسفی ؎ اِنَّ الجَنِینَ مُفرَدٌ بِحُکمِہ ۔ لَم یَتَذَکَّ بِذَکَاۃِ اُمِّہ ۔ فحذف المصنف اِنَّ اور منظومہ نسفی مین ہے کہ پیٹ کا بچہ
مستقل ہے اپنے حکم مین حلال نہین ہوجاتا اپنی مان کے حلال ہوجانے سے تو مصنف نے اِنّ شرطیہ کا لفظ حذف کیا ھم یعنی اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال
ہے ورنہ حلال نہین اور وہ اپنی مان کا تابع نہین کہ اوسکے حلال ہونے سے وہ بہی حلال ہوجاوے و قالا اِن تَمَّ خَلقُہ اُکِلَ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم
ذَکَاۃُ الجَنِینِ ذَکَاۃُ اُمِّہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری
ہوچکی ہے تو کہایا جاوی بدلیل قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اوسکی مان کی ذکاۃ ہی اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہی یعنے
جنین کی ذکاۃ اوسکی مان کی ذکاۃ کی مانند ہے اس دلیل سے کہ اوسکی روایت نصب سے بہی آئی ہے ھم اکمل نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ذکاۃ امہ برفع و نصب
دونون طرح مروی ہی تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہین اوسکی تشبیہ ہونے مین اور اگر مرفوع ہو تو بہی اشکال نہین اسواسطے کہ وہ تو قوی تر ہے تشبیہ مین اول سے
کقول الشاعر وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بموتہ اور مان کے ذبح کرنے مین
بچہ کا ضائع کرنا نہین ہی کیونکہ اوسکی موت کا یقین نہین ہی یعنی جنین تام الخلقۃ مان کے ذبح کرنیسے زندہ بہی رہتا ہی تو اوسکی موت یقینی نہوئی ھم یہہ جواب
ہے دلیل امام کا اور جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کہانا اوسکی مان کے ذبح کرنے سی حلال نہو تو اوسکی مان کا ذبح کرنا جائز نہوا اسواسطے کہ اوسمین
مال کا ضائع کرنا ہی اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث مین ممنوع ہی چنانچہ زیلعی مین ہے کذا فی الحلبی ولا یحل ذو ناب یصید بنابہ فخرج نحو البعیر او
مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتہب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان
لذی مخلب اور حلال نہین نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنی نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنی چنگل یعنی ناخن سے تو
شکار نیش کی قید سی اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سی اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیش دار ہی لیکن نیش سی شکار نہین کرتا اور شکار چنگل کی قید سی کبوتر سا
طائر حرمت سی نکل گیا اسواسطے کہ ہرچند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہین کرتا ہی شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لیجانیوالا
غارتگر پہاڑنیوالا قاتل بنابر عادت کے ھم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیشدار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کہانی
سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پہاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بہی وہ مراد ہی جو اپنی چنگل سی شکار کرتا ہو
اور وجہ حرمت یہہ ہی کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوتی ہی شرعا تو خوف یہہ تہا کہ انکے گوشت کہانے سی انہین کی خوی بد انسان
مین بہی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کیواسطے حیوانات مذکورہ حرام ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ھی صغار دواب الارض
واحدھا حشرۃ اور حلال نہین حشرات یعنی چہوٹے جانور زمین پر چلنیوالے اور رینگنیوالے جو زمین مین رہتے ہین حشرات جمع ہی حشرہ بالتحرک
کی کذا فی القاموس ھم ہوام اور حشرات الارض چنانچہ چوہا اور گہوس اور نیولا اور سیہی جو زمین مین رہتی ہین حرام ہین اسواسطے کہ مستخبث ہین

خبیثۃ ۱۲

۵ جو تیری آنکہین اوسکی آنکہین جو تیری گردن اوسکی گردن ہی

قال تعالیٰ ویحرم علیہم الخبائث اور اسواسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی ولحم الاہلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانہا ولبنہا حلال اور حلال نہین پالتو گدہے برخلاف وحشی گدہون یعنی گور خر اور اونکا دودہ حلال ہے ھ پالتو گدہا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہوجاے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہوجاے اور اوسپر پالان باندہا جاے کذا فی العالمگیریۃ والبغل الذی امہ حمارۃ فلو امہ بقرۃ اکل اتفاقاً ولو فرساً فکامہ اور وہ خچر حلال نہین جسکی مان گدہی ہے تو اگر خچر کی مان گاے ہو اور باپ اوسکا گدہا تو وہ حلال اور ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی مان گہوڑی ہو تو وہ اپنی مان کی مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ھ قاعدہ کلیہ اسمین یہہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اوسکی مان کا اعتبار ہے اگر مان حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اوسکا باپ حرام ہو اور اگر مان حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ باپ اوسکا حلال ہو والخیل وعندہما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوی عمادیہ اور حلال نہین گہوڑا اور گہوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے تین دن اپنی موت سے پہلے اوسکی حرمت سے رجوع کی اور اوسکے حلال ہونیکے قائل ہوئے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیۃ ھ ہدایہ مین گہوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے اور درر مین بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو در صورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین مین کچہہ خلاف باقی نرہیگا اسواسطے کہ صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہین لیکن کراہت تنزیہی کے ساتہہ کذا فی الطحطاوی ولا باس بلبنہا علی الاوجہ اور گہوڑی کے دودہ مین کچہہ مضائقہ نہین بر قول وجیہ تر ھ اسواسطے کہ اوسکے دودہ پینے مین آلات جہاد کی کچہہ کمی متصور نہین بخلاف گوشت کہانیکے کذا فی المنح والضبع والثعلب لان لہما نابا وعند الثلثۃ یحل اور حلال نہین بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونون نیشدار مین اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہین والسلحفاۃ بریۃ وبحریۃ اور حلال نہین کچہوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الابقع الذی یاکل الجیف لانہ ملحق بالخبائث قالہ المصنف ثم قال والخبیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ اور حلال نہین ابلق کوا جو مردار کہاتا ہے اسواسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتہہ ملحق ہے یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین پہر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے جسسے طبائع سلیمہ گہناتین اور اوسکو مکروہ اور خبیث جانین ھ غراب ابقع وہ ہے جسمین سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف والغداف بوزن غراب النسر جمعہ غدفان قاموس اور حلال نہین غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدہ ہے اور جمع اوسکی غدفان ہے کذا فی القاموس ھ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس مین غداف کا ترجمہ غراب گرا اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب کہ یہہ کاتب کی اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ والنسر کثیر الریش جمعہ غدفان والفیل والضب وما روی من اکلہ محمول علی الابتداء اور حلال نہین ہاتہی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کہانیکی روایت ہے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداء اسلام مین حلال تہا اب حلال نہین لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث ہو طائر دون الرخم وکلہا سباع الہوام اور حلال نہین موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہہ تمام سباع بہائم سے ہین ھ یربوع جانور ہے چوہے کی مانند لیکن اوسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہین اور دونو پانو دونو ہاتہون سے درازتر ہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہرا یربوع کا ترجمہ اردو مین گہوس ہوا اور مخزن الادویہ مین یربوع کا ترجمہ فارسی مین خرموش اور ہندی مین گہوس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانہ ذوناب اور بعضون نے کہا کہ حلال نہین چمگادڑ اسواسطے کہ وہ نیشدار ہے ھ اتقانی نے کہا کہ دلیل مین خلل ہے اسواسطے کہ ہر نیشدار حرام نہین بلکہ وہ نیشدار جانور حرام ہے جو اپنی نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوی عالمگیری مین چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہین کذا فی الطحطاوی ولا یحل حیوان مائی اور حلال نہین دریائی اور پانی کا جانور ھ حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا توالد اور معاش پانی مین ہو کذا فی المنح الا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولدا فی ماء نجس ولو طافیۃ مجروحۃ وہبانیہ سب دریائی جانور حرام ہین مگر وہ مچہلی حرام نہین جو کسی آفت کی سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچہلی ناپاک پانی مین پیدا ہوئی ہو اور گو زخمی مچہلی پانی پر اچہل آئی ہو کذا فی الوہبانیہ ھ

قاعدہ کلیہ مچھلی مین حنفیہ کے نزدیک یہہ ہی کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ
حلال نہین چنانچہ پانی پرکی اوترائی ہوئی مچھلی کذا فی الدر غیر الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفہ وہو ما بطنہ من فوق پس مچھلی حلال ہے
اگر وہ مچھلی حلال نہین جو پانی پر اوچل آئی ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جسکا پیٹ پانی پر آسمان کیطرف ہو فلو ظہرہ
من فوق فلیس بطاف فیؤکل کما یؤکل ما فی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹہہ اوپر کیطرف ہو تو وہ طافی نہین اوسکا کہانا حلال ہی جیسے اوس مچھلی کا کہانا
حلال ہے جو اوترائی مچھلی کے پیٹ مین ہی ھ جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ مین ہو تو اوسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان کے سبب سے
کذا فی شرح الوہبانیہ اور منح الغفار مین ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونون کا کہانا حلال ہے یعنی اسواسطیکہ دونونکی موت آفت سے ہوئی
وما مات بحر الماء او بردہ او بربطہ فیہ او القاء شیء فموتہ بآفۃ وہبانیہ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی مین باندہنے
کے سبب سے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی مین ڈالی اور مچھلی اوسکو کہاکر مرگئی تو اوسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی یعنی تو حلال
ہوگی کذا فی الوہبانیہ ھ اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑہے مین یا ایک شخص نے مچھلی گہیری حظیرہ مین کہ اوس سے نکل نہین سکتی
اور وہ شخص اوسکو پکڑ سکتا ہے سو اوسمین وہ مرگئی یا جال مین مچھلی مرگئی اور وہ اِس حال مین تہی کہ جال سے نکل نہ سکتی تہی یا مچھلی کو پانی مین بستہ کیا سو وہ برف
مین باقی رہگئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہی ایک روایت مین کیونکہ اوسکی موت کا سبب پایا گیا اور دوسری
روایت یہہ ہی کہ وہ حلال نہین اِسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہین ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی مین ہی کذا فی الدرر والا الجریث سمک اسود والمار
ماہی سمک فی صورۃ الحیۃ وافردہما بالذکر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہین دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہی جریث
سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کیصورت پر مچھلی ہے مصنف نے دونون مچھلیونکو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ اونکی مچھلی ہونے مین پوشیدگی تہی اور محمد کے خلاف
کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ھ عینی نے کہا جریث بکسر جیم وتشدید راء مکسورہ ایک قسم ہی مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہی جیسے ڈہال انتہی اور یہہ جو محمد سے مغرب مین
منقول ہی کہ سب مچھلیان حلال ہین سوای جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہی غایۃ البیان مین ہی کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کہانے کو
مکروہ جانتے ہین اور کہتے ہین کہ ایک دیوث تہا وہ لوگونکو اپنی جورو کے پاس بلاتا تہا سو مسخ ہوکر جریث ہوگیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے
بعد مرگیا اوسکی نسل باقی نہین رہی کذا فی الطحطاوی والدر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہین اور جریث کو بعض اہل ہند سنگی بولتے ہین وحل الجراد و
ان مات حتف انفہ بخلاف السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو برخلاف مچھلی کے کہ وہ بلاسبب خود بخود مرنے سے
حلال نہین وانواع السمک بلا ذکاۃ لحدیث احلت لنا میتتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور سب اقسام مچھلی
کے حلال ہین بدون ذبح کرنے کے اِس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوئی ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا
طحال بکسور الاول ہے وحل غراب الزرع الذی یاکل الحب اور کہیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کہاتا ہی ھ یعنی نجاست خور نہین ہے شہر مین نہین آتا
ہے صغیر الجثہ ہوتا ہی مثل فاختہ کے واللہ اعلم والارنب والعقعق ہو غراب یجمع بین اکل جیف وحب والاصح حلہ اور حلال ہے خرگوش اور
عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونون کہاتا ہی اور اوسکا حلال ہونا اصح قول ہے ھ عقعق بروزن قنفذ پرندہ ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہی اور اوسکی
آواز مین عین اور قاف معلوم ہوتا ہی کذا فی القاموس بعضے لوگ اوسکو مہوکہا کہتے ہین طحطاوی نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہی کبوتر
کی مانند لنبی دم والا اوسمین سپیدی اور سیاہی ہوتی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے بدشگونی اوس سے لیتے ہین انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ مین نے
امام ابوحنیفہ سے عقعق کو پوچہا تو فرمایا کہ لابأس یعنی اوسکے کہانے مین کچہہ مضائقہ نہین تو مین نے کہا کہ وہ نجاست کہاتا ہی تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست
کو ملاتا ہی دوسری چیز سے پہر کہاتا ہے تو امام کے نزدیک قاعدہ یہہ ٹہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملاکر کہاوی چنانچہ مرغی تو اوسکا مضائقہ
نہین اور ابو یوسف نے کہا کہ عقعق مکروہ ہے جیسے مرغی مخلات مکروہ ہے کذا فی فتاوی قاضی خان معنا ای مع الذکاۃ کہیت کا کوا اور خرگوش اور

عقیق حلال ہین ذبح کرنیکے ساتھ ہم اب مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُن حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب معتمدہ مین مذکور ہی فتاوی قاضیخان
مین مذکور ہے کہ انعام ماکول بالکل چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گای بیل اور بھیڑا اور بکری اور دنبہ حلال ہین اور اسیطرح ماسواے انعام جو درندہ نہین ہین
چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاو اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہین کرتے چنانچہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بط اور غراب الزرع جو فقط دانہ
کہاتا ہی اور ابابیل اور قمری اور سوڈانی اور زرزور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام کنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہین اور حرام ہی ہر نیشدار درندہ چنانچہ
شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور
نیولا اور گینڈا اور ہاتھی اور سؤر اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور مین کہ خون نہین چنانچہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جون اور چچڑی اور
ہر پنجہ گیر پرندہ جو شکار کرتا ہی چنانچہ صقر یعنی چرّہ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ
غراب ابقع یعنی ابلق کوا یہ سب حرام ہین انتہے ما فی الخانیۃ **فائدہ** جو جانور خشکی مین رہتے ہین تین قسم ہین ایک وہ جنمین اصلا خون نہین دوسری
قسم وہ جنمین خون ہے مگر خون روان نہین اور تیسری قسم وہ جنمین خون سائل اور روان ہی سو جنمین خون نہین چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور
گبریلا اور بچھو اور مانند اسکے تو انکا کہانا حلال نہین سواے ٹڈی کے اور اسیطرح جنمین خون سائل نہین چنانچہ سانپ اور چھپکلی جسکو کِرکِلی بھی کہتے ہین اور
سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھوس اور نیولا اور مانند انکی اور انکی حرمت
مین اختلاف نہین مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور جنمین خون سائل ہے وہ دو قسم ہین مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گای بیل
اور غنم بالاجماع حلال ہین اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاو اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہین اور درندہ مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی
سو حلال نہین اور اسیطرح وحشی درندہ جنکو سباع الوحش کہتے ہین چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور
سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند اسکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور چرّہ اور شاہین اور چیل اور بغاث اور گدھ اور عقاب اور جو انکی مانند ہو
یہ سب حرام ہین کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان وذبح ما لا یؤکل یطہر لحمہ وشحمہ وجلدہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ
اور جو جانور ماکول اللحم نہین اوسکا ذبح کر ڈالنا اوسکی گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ مین اسکی خلاف کی ترجیح مقدم مذکور
ہو چکی ہم طہارت مین اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہین ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہی طہارت سی مطلب یہ ہے کہ اگر مائعات یعنی رقیق چیزون مین چمڑا
یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جای تو وہ چیز رقیق نجس نہین ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالۂ رطوبت نجسہ مین دباغت کی مانند ہی اور اوسکے چام کی نماز باطل نہین
ہوتی اور کہانیکے سوا اوسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہی یا نہین بعضون نے کہا کہ جائز نہین اور بعضون نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الآدمی
والخنزیر کما مر سواے آدمی اور سؤر کے چنانچہ کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر
حیوتہ عند الذبح بیمار بکری ذبح کی پہر اوسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر اوسنے حرکت نکی یا اوسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہین اگر اوسکی
زندگی ذبح کیوقت معلوم نہوئی ہو ہم حرکت اور خروج خون نہین ہوتا مگر زندہ سی کیونکہ مردہ جنبش نہین کرتا اور اوس سے خون نہین بہتا شرح طحطاوی مین ہے
کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہین کرتا مگر اوس صورت مین جبکہ زندہ کی مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وھذا
یاتی فی منخنقۃ ومتردیۃ ونطیحۃ والتی بقر الذئب بطنہا فذکاۃ ھذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتہا خفیۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی الا ما ذکیتم
من غیر فصل وسیجیء فی الصید اور اگر ذبح کی حیات معلوم ہو گئی تو وہ ہر طرح حلال ہے اگرچہ اوسنے جنبش اور حرکت نکی ہو اور خون بھی نکلا ہو اور اسکا
بیان آویگا اوس جانور مین جسکا گلا دابا گیا اور جو نیچے گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے سینگ سی مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیے نے پہاڑ ڈالا تو ان چیزون کو ذبح
کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ و غیر ظاہر ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے
جسکو تمنے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمین کچھ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ لم تدر

حیوتها وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاها لا توکل وان ضمته اکلت وان مدت رجلها لا توکل وان قبضتها اکلت و
ان نام شعرها لا توکل وان قام اکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم وعین ومد رجل ونوم شعر علامة الموت لانها استرخاء
وضمها بلها حرکات تختص بالحی فدل علی حیوته وهذا کله اذا لم تعلم الحیوة وان علمت حیوتها وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل
حال زیلعی بکری ذبح کی اور اوسکا زندہ ہونا ذبح کیوقت معلوم نہوا اور اوسنے جنبش نکی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اوسنے مُنہ کھولدیا تو اوسکا کھانا حلال نہین ہی
اور اگر اوسنے مُنہ بند کرلیا تو کھانا حلال ہے اور اگر اوسنے پانون پھیلا دیا تو کھانا درست نہین اور اگر کھینچ لیا تو درست ہی اور اگر اوسکے بال سوگئے یعنی گر پڑے
تو اوسکا کھانا درست نہین اور اگر بال کھڑے ہوگئے تو درست ہی اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہوجاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پانون کا پھیلانا اور بال کا
گر پڑنا علامت ہی موت کی اسواسطے کہ یہہ افعال استرخا ہین یعنی ڈھیلے ہوجانیسے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنے مُنہ اور آنکھ کا بند کرلینا اور پانو کا
کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہہ حرکات صرف زندہ ہی کے ساتھ مخصوص ہین تو اوسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہہ سب علامات مذکورہ اوسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم
نہوا اور اگر اوسکی زندگی معلوم ہو ذبح کیوقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اوسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حالمین خواہ علامات مذکورہ پائے جاوین یا نپائے جاوین کذا فی
الزیلعی سمکة فی سمکة فان کانت المظروفة صحیحة حلتا یعنی المظروفة والظرف لموت المبلوعة بسبب حادث ایک مچھلی نگلی دوسری
مچھلی کی پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنے وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہی تندرست ہی تو دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت سبب حادث
سے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت ابھر جانے سے والا تکن صحیحة حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت من
دبرها لاستحالتها کذا فی الجوهرة وقد غیر المصنف عبارة متنه الی ما سمعته اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہو سڑ گل گئی ہو تو ظرف حلال ہے
نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہے نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اوسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین اسواسطے کہ مستحیل اور متغیر ہوکر گوہ ہوگئی کذا فی الجوہرة اور البتہ مصنف
نے اپنے متن کی عبارت بدلڈالی جو تونے سُنی ہم اشباہ کی عبارت یون تھی سمکة فی سمکة فان کانت صحیحة حلتا والا لا یعنی مچھلی کے اندر مچھلی ہے تو اگر مظروفہ
صحیح اور سالم ہے تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہین یہہ عبارت اسکی موہم ہے کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہین اور حالانکہ یہہ مطلب
نہین بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغییر عبارت سے یہہ خلل دفع ہوگیا ولو وجد فیها درة ملکها حلالا ولو خاتما او دینارا مضروبا لا
وهو لقطة اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا تو پانے والیکو اوسکی ملک حلال ہے اور اگر اوسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانیوالا اوسکا مالک نہین اور
وہ لقطہ ہے ہم اس مسئلہ مین تفصیل ہے جو دو المجیبہ مین یون مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہی تو وہ پانیوالیکا ہے اور اگر
مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہی اور اگر موتی صدف مین نہین ہی تو وہ پانیوالیکا مملوک ہی اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہرا وہ صیاد
کے ہاتھ سے اوسکو پہنچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوه کواحد من العظماء یحرم لانه اهل به لغیر الله ولو وصلیة ذکر
اسم الله تعالی ذبح کیا حاکم کے آنیکے واسطے یا حاکم کی مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنیکے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابح نے
اللہ تعالی کا نام لیا ہو ذبح کیوقت اسواسطے کہ اوسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہم دستور عوام مین یون ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہی تو اوسکی
تعظیم کیواسطے یا دیو بھوت کی بھوگ دینے کیواسطے تا کہ تکلیف نہ دی جانور ذبح کرتے ہین اور حاکم کو اسکا گوشت نہین کھلاتے ہین جو اسکو دعوت قرار دیجیے
طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکور مردار ہے اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام اوسپر لیا جاوے اور بہتر یہہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جاوے انتہی تو اس عبارت
سے معلوم ہوا کہ یہہ جو ہندوستان مین جاہلون مین رواج ہی کہ منت مانکر سید احمد کبیر کی گای اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین وہ گای اور بکرا مردار ہے
اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہہ جو بعضے لوگ کہتے ہین کہ ذبح کیوقت نام خدا کے ذکر کرنے سی ذبیحہ حلال
اور پاک ہوجاتا ہی گو نیت عوام کی خراب ہو سو اونکی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہوجاتا ہی اگرچہ اللہ تعالی کا
خالص نام لیا جاوے صحیح مسلم مین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سی حدیث مرفوع مروی ہی لعن الله من ذبح لغیر الله یعنی خدا لعنت کرے اوسپر جو غیر خدا کیواسطے

ذبح کرے ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالے اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام
نہین ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کیواسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے اور تکریم مہمان کی اللہ تعالے کی تکریم ہے م منح الغفار مین ہے
کہ جو یہہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہین اسواسطے کہ یہہ ذبح تکریم ابن آدم کیواسطے ہے تو گویا رفع صوت ہوا غیر خدا کیواسطے تو اس شخص نے
قران اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمین شک نہین کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح نکرے تو اس جاہل پر لازم
ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نکہاوے اور نہ اوسکو کہائے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ مین ذبح ہو والفارق انہ ان قدمہا لیاکل منہا کان
الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم اور وجہ فرق درمیان
حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمین سے آپ یا مہمان کہائے تو ذبح اللہ تعالی کیواسطے ہوا اور
گوشت کی منفعت مہمان کیواسطے یا ولیمہ کیواسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کیواسطے ہوئی اور اگر کہانیکے واسطے ذبیحہ پیش نکیا بلکہ غیر کو دیا تو یہہ غیر خدا کی تعظیم
ہوئی تو ذبیحہ حرام ہوگا م حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ مین حاصل کلام یہہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنیوالیکے آنیسے پہلے ضیافت کیواسطے ہو
یا اوسکے آنیکے بعد تہوڑی دیر مین اوسکی ضیافت کی واسطے ہو تو اسکے جائز ہونے مین کچہہ شبہہ نہین اور اگر آنیکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہے تو بہی
طرح درست ہے بلاشبہہ اور اگر مجرد تعظیم ہو تو حرام ہے اور مذبوح مردار ہے پہر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہے پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ یہہ فرق ظاہر نہین اسلیے
کہ گاہی تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اوسکو کہاتا ہے اور اوسکے عیال بہی تو بہتر یہہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کی قصد پر ہو کذا
فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہے والا حلال ہے وھل یکفر قولان بزازیہ وشرح وھبانیہ اور کیا ذابح لغیر اللہ
کافر ہے اسمین دو قول ہین یعنی بعضون کے نزدیک کافر ہے اور بعضون کے نزدیک کافر نہین گنہکار ہے کذا فی البزازیۃ وشرح الوہبانیۃ قلت وفی صید المنیۃ انہ یکرہ
ولا یکفر لانا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بھذا النحر ونحوہ فی شرح الوھبانیۃ عن الذخیرۃ ونظمہ فقال ع وفاعلہ جمھورھم
قال کافر ۔ وفضلی واسمعیل لیس یکفر مین کہتا ہون اور منیہ کی کتاب الصید مین یہہ ہے کہ غیر خدا کیواسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہین ہے
اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھہ یہہ گمان بد نہین کرتے ہین کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہے اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ مین ہے اور شارح
وہبانیہ نے اس مضمونکو نظم کرکے یون کہا ہے اور اس ذبح کا کرنیوالا اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمعیل اوسکو کافر نہین کہتے مین م ہر چند
تکفیر اختلافی مین عدم تکفیر راجح لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا چاہیئے واللہ ہو الموفق والمبین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ
وحکما لانہ مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء فتامّلہ کمیتۃ کالاذن المقطوع
والسن الساقط الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اشباہ من الطہارۃ وھو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو جز کہ جدا ہوگیا حیوان حی یعنی زندہ
سے وہ مردار کی مانند ہے چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والیکے حق مین دانت طاہر ہے اگرچہ دانتون مین کثرت ہو چنانچہ اشباہ مین ہے کتاب الطہارۃ
سے اور طہارت کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر مین ہے شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقۃ اور حکما زندہ ہو اسواسطے کہ
حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر مین مذکور ہے مین کہتا ہون لیکن ظاہر متن تعمیم
پر دلالت کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کر م اگر زندہ حقیقۃ یعنی صورۃ اور حکما مراد لیجئے تو جزکہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اوسکی موت کے
تو وہ منفصل ہے زندہ صورۃ سے نہ زندہ حکما سے تو اسوقت مین استثنا آیندہ کی کچہہ حاجت نہین چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہے تعمیم سے
مراد یہہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃ اور حکما ہو خواہ فقط حقیقۃ یعنی صورۃ زندہ ہو تو در صورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہان گفتگو اسمین
ہے کہ حی سے یہان فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہین ہے دو نو صورتو نمین اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہے جو ہڈی اور گوشت
سے جدا ہو جاے اگرچہ کہال سے متصل رہا ہوا اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے وہ ماکول ہے اور کلام ہے مچہلی اور ہڈی کے غیر مین اسواسطے کہ مچہلی اور

ہڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی ﴿الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان الماکول لان مابقی من الحیوۃ غیر معتبر اصلاً
بزازیہ قلت لکن یکرہ کما مسّ﴾ مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اوسکی موت سے پہلے تو اوسکا کہانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اسواسطے
کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح مین باقی ہے وہ اصلا معتبر نہین کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونیسے پہلے
مکروہ ہے چنانچہ اسی کتاب مین مذکور ہوچکا ﴿وحرّرنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ﴾ اور ہمنے قول آیندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ مین قبیل
تیمم کے ھ کتاب الطہارۃ مین شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچھہ اعتبار نہین اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری
سے پیدا ہوا اپنی مان کے اعتبار سے ﴿وقد حلّلا لحم البغال وامّہا من الخیل قطعًا والکراہۃ تذکر﴾ اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہی قطعاً
خچرون کا گوشت حالانکہ مان اونکی گہوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جس خچر کی مان گہوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہی مگر کراہت
بھی مذکور ہے ﴿وان ینز کلب فوق عنز فجاءہا بنتاج لہ راس ککلب فینظر﴾ اور اگر مست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اوسکی بچہ
پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہے تو اوسکو دیکہنا چاہیے ﴿فان اکلت لحما فکلب جمیعہا وان اکلت نبتا فذا الراس یبتر﴾ سو اگر
اوسنے گوشت کہایا تو بالکل وہ کتا ہے اور اگر اوسنے گہاس کہایا تو یہہ سر کاٹا جای یعنی اوسکا کہانا نچاہیے ﴿ویوکل باقیہا وان اکلت
لذا وذا فاضربنہا والصیاح یخبر﴾ اور سواے سر کے باقی گوشت کہایا جاوی اور اگر گوشت اور گہاس دونون کہائے تو اوسکو مار اور اوسکا چلانا
خبردار کریگا ھ یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند بھونکے تو نکہانا چاہیے اور اگر بکری کی مانند چلاے تو حلال کرنیکے بعد سر پہینکا جای اور باقی
کہایا جای کذا فی الطحطاوی ﴿وان اشکلت فاذبح فان کرشہا بدا فعزواً لا فہو کلب فیطمر﴾ اور مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری
دونون کیطرح آواز کرے تو اوسکو ذبح کر تو اگر اوسکی اوجہڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اوسکا دور کیا جای اور اگر اوجہڑی نہ نکلی تو وہ
کتا ہی دفن کیا جای یعنی اوسکا کہانا نچاہیے ﴿وفی معایاتہا﴾ اور وہبانیہ کی چیستان مین یہہ ہے ﴿وای شیاہ دون ذبح تحلّلہا ومن
ذا الذی ضحّی ولا دم ینہر﴾ اور کون بکری ہے جسکو بدون ذبح کے شارع حلال رکہتا ہی اور کون ہی وہ شخص جو اپنے گہر مین رہا یہانتک کہ وقت ضحی
داخل ہوا اور اوسنے خون جاری نہین کیا ھ مصرعہ اول کا جواب کتاب الساقاۃ کے آخر مین مذکور ہوچکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ مین مذکور ہوگیا
محل سوال فقط لفظ سے ضحّی کا تو ظاہر اوسکا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہی کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہین بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی
مین منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ مین مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھہ چیزین ہین مردار سے جنسے انتفاع درست ہی سینگ
اور کُھر اور عصب اور صوف اور وبر یعنی روئین اور بال اور پر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زواہر الجواہر
واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل مین ﴿ہو من ذکر الخاص بعد العام﴾
کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیۃ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہی عام کے بعد یعنی ذبیحہ عام ہی اور قربانی خاص ہے ﴿ہی لغۃ اسم ما یذبح ایام الاضحٰی
من تسمیۃ الشئ باسم وقتہ﴾ اضحیہ لغت مین اوس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی مین ذبح کیا جای من قبیل نام رکہنے شے کے اوسکے وقت کے نام
ساتھہ ھ جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر مین اوسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی دن چڑہے اسکو ذبح کرتے ہین کذا فی الدرر تو اوسکا نام
ماخوذ ہوا اوسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے لکہا زیلعی مین ہے تقربات مالیہ دو قسم ہین ایک قسم تملیک ہی چنانچہ صدقہ اور دوسری قسم
اتلاف ہی چنانچہ اعتاق اور اضحیہ مین دونون معنی مجتمع ہوئی کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہی پہر گوشت مین تصدق کرنے سے تملیک اور اباحت ہی انتہی
واقعات مین ہی کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہی ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہی وہ صدقات سے نہین ہوتی
﴿وشرعًا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص﴾ اور اصطلاح شرع مین اضحیہ عبارت ہی حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبادت
کی نیت سے مخصوص وقت مین ھ حیوان مخصوص یعنی گای بیل بہیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر ﴿وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار﴾

الذی یتعلق به وجوب صدقة الفطر کامر اور شرائط قربانی کی اسلام اور مقیم ہونا اور اوسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقہ فطر متعلق ہے
چنانچہ اخر کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا ہم اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول نحر مین کافر تھا اور آخر مین مسلمان ہوا یا اول
مین مسافر تھا اور آخر مین مقیم ہوگیا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری مین ہے ظاہر الروایۃ مین تونگر اور مالدار وہ ہے جسکے پاس ۲۰۰ درم یعنی
۵۲ روپیہ یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاعِ مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا باغ یا چارپائے
جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب غیرہ ہو ۵۲ روپے کا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قران شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قران
پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اوسپر قربانی نہین خواہ بالفعل اوسمین پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہو قرأت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابون سے آدمی غنی نہین
ہوتا مگر اوسوقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہون اور احادیث اور تفسیر کی کتابون سے غنی نہین ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہون ملو کتب طب اور نجوم اور ادب
سے غنی ہوتا ہے جب اونکی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف لا الذکورة فتجب علی الانثی خانیہ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہین تو قربانی واجب ہے
عورت پر کذا فی الخانیة وسببها الوقت وهو ایام النحر وقیل الرأس وقدمه فی التتارخانیه اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے نحر کے دن
مراد ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام نحر ہے نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ مین اسی قول کو ترجیح دی ہے و ذکر ذابح لم یجز ذبحه من النعم لاغير فیکره ذبح دجاجة
و دیک لانه تشبه بالمجوس بزازیه اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اوسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہے منجملہ چوپایون کے نہ سوا اوسکے تو مکروہ ہے ذبح کرنا
مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ وہ تشبیہ ہے مجوسیون کے ساتھ کذا فی البزازیة وحکمها الخروج عن عهدة الوجوب فی الدنیا والوصول الی
الثواب بفضل الله تعالی فی العقبی مع صحة النیة اذ لا ثواب بدونها اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا مین نکلجانا واجب کے عہدہ سے
اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت مین نیت صحیح ہونیکے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہین ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیة ای
اراقة الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنی چوپایونکا خون بہانا یہہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجوب
خونریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کردی تو واجب ادا نہوگا اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہہ ہے
کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہہ ہے کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ مضمرات مین ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ کا نہین اور صدقہ فطر
سے کمتر ہے سنت ہونیکی دلیل یہہ ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم مین سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال
اور ناخن روک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا
کہ جو کشایش پاوے اور قربانی نکرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نجاوے اور اسطرح کی وعید نہین ہوتی مگر ترک واجب مین اور حدیث اول مین ارادہ سے
مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہین کرتا چنانچہ اس حدیث مین کہ من اراد الحج فلیتعجل یعنے جو حج کا ارادہ کرے وہ
شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اوسکا منکر کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرة ممكنة قربانی کرنا واجب ہے
قدرت ممکنہ سے ہم یعنی قادر کردینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے هی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط
بقاءها لبقاء الوجوب لانها شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو مجرد قادر ہونیکے فعل سے تو بقار قدرت مشروط نہین بقای وجوب کے
واسطے اسلئے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اسمین معنی علت نہین اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہے مشروط کے پائے جانیکے واسطے
لا میسرة هی ما یجب بعد التمکن بصفة الیسر فتغیره من العسر الی الیسر فیشترط بقاءها لانها شرط فی معنی العلة کما مر فی الفطرة
وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہین اور قدرت میسرہ وہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونیکے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتھہ تو قدرت میسرہ تنگی
کو بدلڈالتی ہے تنگی سے آسانی کیطرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کی ہے چنانچہ مذکور ہوگیا فطرہ کے بیانمین
ہم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہے دوام معلول کیواسطے بدلیل وجوب تصدقه بعینها او بقیمتها لو مضت ایامها

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سی نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہی وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اوسکی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے
اگر قربانی کے ایام گذر جاوین ہم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونیکے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہوگا کیونکہ اونکا وجوب قدرت ممکنہ سی ہے نہ میسرہ سے
برخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطیکہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علیٰ حُرٍّ مُسلِمٍ مُقیمٍ بمصرٍ او قریۃٍ او بادیۃٍ عینی فلا تجب علیٰ
حاجٍّ مسافرٍ فاما اھل مکۃ فتلزمھم وان حجّوا وقیل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گانو یا جنگل مین کذا فی
العینی تو قربانی واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرتے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل
مکہ سے ہو کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کی مانند شرح طحاوی مین ہے مُوسرٍ یسارَ الفطرۃ عن نفسہ لا عن طفلہ علی الظاھر بخلاف الفطرۃ
اوس مقدور والے پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنی طفل کیطرف
سے واجب ہی ہم اور ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اوس ولد صغیر اور اپنے اوس پوتے کیطرف سے
جسکا باپ نہین اور ممالیک کیطرف سے مستحب ہی کذا فی الطحطاوی شاۃٌ بالرفع بدلٌ من ضمیر تجب او فاعلہ او سُبُعُ بدنۃٍ ھی الابل والبقر سُمّیت بہ
لضخامتہا اور جو جانور قربانی کیا جاوے وہ دُنبہ بھیڑ بکری ہے یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہی شتر اور گاو سے شتر اور گاو کو بدنہ نام رکھا
اونکی ضخامت یعنی تنداری اور بڑاپے کے سبب سے شارح نے کہا شاۃٌ بالرفع بدل ہے تجب کی ضمیر سے یا اوسکا فاعل ہے ہم فاعل تجب کا تو تضحیہ مصرح ہے
تو شاۃ نہ اوس سے بدل ہو سکتا ہے نہ اوسکا فاعل ہو سکتا ہی بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف کی تقدیر اوسکی یون ہے والمضحّی بہ شاۃ کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح
کے موافق ترجمہ نکیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کیطرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاو سات شخصون کیطرف سے اور قیاس یہ تہا کہ اونٹ اور گاے ایک
ہی کیطرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہے اور وہ متجزی نہین مگر یہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلے اللہ
کے ساتھ گاو قربانی کیا سات کیطرف سے اور اونٹ قربانی کیا سات کیطرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہ تہی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی
الدرر ولو لاحدھم اقلّ من سُبُعٍ لم یجز عن احدٍ اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاو سے ساتوین حصے سے کمتر ہو تو کسیکی طرف سے قربانی جائز نہوگی ہم
یعنی شتر اور گاو کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصے سے کم نہو صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل
میراث چہوڑکر مر گیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گاے کی قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی
اس فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تہا اس گاے مین تو ساتوین سے کمتر ہوا لہذا اوسکی طرف سے قربانی ادا نہوئی اسواسطیکہ جب
بعض قربت نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہوا وتجزیٔ عمّا دون سبعۃٍ بالاولیٰ اور شتر اور گاو کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولی جائز ہے یعنی چھ یا پانچ
شخصون کیطرف سے بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجرٌ نُصب علی الظرفیۃ یومِ النحر الیٰ اٰخر ایامہ وھی
ثلثۃٌ افضلہا اولہا واجب ہی قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام نحر کے پچہلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنی دسوین اور گیارہوین اور بارہوین تاریخ
ذیحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز
ہے لیکن مکروہ ہے بسبب غلط کے تاریکی مین کذا فی الحموی وتُضحّی عن ولدہ الصغیر من مالہ صحّحہ فی الھدایۃ وقیل لا صحّحہ فی الکافی قال ولیس
للاب ان یفعلہ من مال طفلہ ورجّحہ ابن الشحنۃ قلتُ وھو المعتمد لما فی متن مواھب الرحمٰن من انہ اصحّ ما یُفتی بہ وعلّلہ فی البرھان بانہ
ان کان المقصود الاتلاف فالاب لا یملکہ فی مال ولدہ کالعتق او التصدّق باللحم فمال الصبی لا یحتمل صدقۃ التطوع وعزاہ للمبسوط فلیحفظ اور
باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کیطرف سی صغیر کے مال سی صحیح کہا ہے اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ قربانی نکرے صغیر کے مال سی اس قول کو
صحیح کہا ہے کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہہ کرنا اپنی طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہے اس قول کی ابن شحنہ نے مین کہتا ہون
اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ مواہب الرحمن کی متن مین یہہ مذکور ہی کہ فتوی دینی مین یہی قول صحیح تر ہے اور برہان مین اوسکی وجہ یون بیان کی ہے کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہے تو باپ اوسکا مالک نہین ہے فرزند کے مال مین چنانچہ اوسکے غلام کے آزاد کرنیکا مالک نہین اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہے
تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہین رکہتا ہے اور اس قول کو مبسوط کیطرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے **ثم فرّع علی القول الاول بقوله**
وأكل منه الطفل وادّخر له قدر حاجته وما بقي يبدل بما ينتفع الصغير بعينه كثوب وخف لا بما يستهلك كخبز ونحوه ابن كمال وكذا الجلد الخ
پہر مصنف نے قول اول پر تفریع کی اپنے اِس قول سے اور طفل کہائے اپنی قربانی سے اور گوشت اوٹہا رکہا جائے بقدر اوسکی حاجت کی اور جو گوشت باقی رہے
وہ بدلڈالا جائے اوس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اوس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ
حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اوسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسیطرح یعنی باپ کی مانند دادا اور وصی ہے **وصح اشتراك ستة في بدنة شريت لاضحية**
ای ان نوی وقت الشراء **الاشتراك صح استحسانا والا لا استحسانا** اور ایک شخص کے ساتہہ صحیح ہے شریک ہوجانا چہہ شخصونکا اوس شترا در گاو مین جو
خرید کیا گیا قربانی کیواسطے یعنی اگر خرید کیوقت خرید کرنیوالے نے شریک کرلینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روے استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہین کی
خرید کیوقت تو صحیح نہین از روے استحسان کے **م** صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پہر اوسمین شریک کرلیا عالمگیریہ مین ہے اگر قربانی
کے ارادہ سے خرید کی پہر اوسمین چہہ شخصونکو شریک کرلیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتون کیطرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کیوقت شریک کرلینے کا ارادہ کرے
تو کراہت نہین اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی مین ہے کہ گاے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پہر چہہ آدمی اوسکے
ساتہہ شریک ہوگئے تو کفایت کرتا ہے از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلئے کہ مہیا کرچکا اوسکو قربت کیواسطے تو بیع اوسکی ہونا ممتنع ہے وجہ استحسان
یہ ہے کہ گاہے آدمی موٹی گاے پاتا ہے اور شریکونکو نہین پاتا ہے خرید کیوقت سو اوسکو خرید کرلیتا ہے پہر شریکونکو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ بہت
تنگی مین پڑین اور حرج شرعًا مدفوع ہے انتہی اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گاے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا
نیت شرکت خرید کی پہر اوسنے شریک کو پایا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہوگا کما ذکرہ الوانی کذا فی الطحطاوی ملخصا **وذا ای**
الاشتراك قبل الشراء احب اور یہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے **ويقسم اللحم وزنا لا جزافا** اور تقسیم کیا جائے
کا گوشت قسمت کیا جائے تول کرنہ اٹکل کر **م** فتاوی خلاصہ اور فیض مین ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکونکے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی **الا اذا ضم معه من**
الاكارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسه مگر جبکہ گوشت کے ساتہہ پائے یا کہال ملائی جاے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین جنس کو خلاف جنس
کیطرف پہیرنے کے سبب سے **م** یعنی ہر جانب مین کچہہ گوشت ہو اور کچہہ پائے یا ہر جانب مین کچہہ گوشت ہو اور کچہہ کہال یا ایک جانب مین گوشت اور پائے ہون اور دوسرے
جانب مین گوشت اور کہال ہو تو اب جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کیطرف کذا فی الدر **واول وقتها بعد الصلوة ان ذبح في مصر اي بعد اسبق**
صلوة عيد ولو قبل الخطبة لكن بعدها احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر مین ذبح کیا ہو یعنی اوس نماز کے بعد اول وقت ہے جو
سب سے پہلے نماز ہوگئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی کرنا مستحب ہے **م** اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے کار بد ہوگا کذا فی الچلپی
وبعد مضي وقتها لو لم يصلوا لعذر ويجوز في الغد وبعده قبل الصلوة لان الصلوة في الغد تقع قضاء لا اداء زيلعي وغيره اور قربانی کا اول
وقت نماز عید کے وقت گذر جانیکے بعد ہے اگر لوگون نے عذر کی سبب سے نماز نہ پڑہی ہو اور گیارہوین اور بارہوین ذیحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اسواسطے کہ گیارہوین اور
بارہوین کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی **م** عذر سے مراد غیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا **وبعد طلوع فجر يوم النحر ان ذبح في غيره**
اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گانون یا جنگل مین **وآخره قبيل غروب يوم الثالث**
وجوّزه الشافعي في الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے تیرہوین تاریخ مین بہی قربانی جائز
رکہی ہے **م** ایام نحر کے تین ہین اور ایام تشریق کے بہی تین ہین اور دونوں ایام گذر جاتے ہین چار دنمین اول روز نحر ہے تشریق نہین اور پچہلا دن تشریق
ہے نحر نہین اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہین ایام نحر دسوین گیارہوین بارہوین اور ایام تشریق گیارہوین بارہوین تیرہوین **والمعتبر**

مکانُ الاُضحیۃِ لامکانُ مَن علیہ۔ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اوس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے ھ تو اگر قربانی دیہات مین ہو اور قربانی کرنیوالا شہر مین ہو تو بمجرد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر مین ہو اور قربانی کرنیوالا دیہات مین تو قربانی جائز نہین مگر بعد نماز عید کے بخلاف صدقہ فطر کہ اوسمین مکانِ فاعل معتبر ہے فحیلۃ مصرّیۃ اذا ارادَ التعجیلَ ان یُخرِجَہا لخارج المصرِ فیُضحّی بہا اذا طلعَ الفجرُ مجتبیٰ تو اوس شہری کا حیلہ جو شتابی قربانی کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اوس مکان مین جہان مسافر کو قصر صلوۃ جائز ہے پھر وہان فجر کے طلوع ہوتے قربانی کرے کذا فے المجتبیٰ والمعتبرُ آخرُ وقتِہا للفقیرِ وضدِّہ والولادۃِ والموتِ فلو کانَ غنیًّا فی اولِ الایامِ فقیرًا فی آخرِہا لا یجبُ علیہِ وان وُلِدَ فی الیومِ الاخرِ تجبُ علیہِ وان ماتَ فیہ لا یجبُ علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہی فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کیواسطے تو اگر غنی ہوا اول ایام نحر مین اور فقیر ہوا ونکے پچھلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب نہین اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مرگیا پچھلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب نہین ھ صغیر کے مال مین قربانی واجب ہی بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہوچکا تبیّنَ انَّ الامامَ صلّی بغیرِ طہارۃٍ تُعادُ الصلوۃُ دونَ الاضحیۃِ لانَّ من العلماءِ مَن قال لا یُعیدُ الصلوۃَ الّا الامامُ وحدَہ فکانَ للاجتہادِ فیہ مَساغٌ زیلعی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑہائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پھیر یجاوے نہ قربانی اسواسطے کہ علما مین سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہین ہے مگر امام تنہا تو اسمین اجتہاد مجتہدین کی گنجایش ٹھہری کذا فی الزیلعی یعنی جب مقتدیون پر اعادہ واجب نہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوگا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا تاکہ قربانیان فساد سے محفوظ رہین وفی المجتبیٰ انما تُعادُ قبلَ التفرّقِ لا بعدَہ اور مجتبیٰ مین ہی کہ نماز اعادہ کیجاویگی اگر متفرق ہونیسے پہلے نہ بعد متفرق ہوجانے مقتدیون کے ھ یہہ تقیید ہی اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق مین مشقت ہی وفی البزازیۃ بلدۃٌ فیہا فتنۃٌ فلم یُصلّوا وضحّوا بعدَ طلوعِ الفجرِ جازَ فی المختار اور بزازیہ مین ہی کہ ایک شہر ہے جسمین فتنہ ہی یعنی وہانکا کوئی حاکم نہین ہے تو شہر والون نے نماز نہ پڑہی حاکم کے نہونیکے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہی قول مختار مین ھ اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہوگیا اس حکم مین زیلعی حلبی نے کہا اور یہہ معارض ہی اوس قول کے جو پہلے منقول ہوچکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا تو عدم مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہوچکا اور یہہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نرہا لکن فی الینابیعِ ولو تعمّدَ الترکَ فہی اولٰی وقیلَ لا یجوزُ الذبحُ حتی تزولَ الشمسُ انتہی لیکن ینابیع مین ہی اور اگر حاکم نے عمدًا نماز عید ترک کی پہر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی اداکی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہین جبتک زوال شمس نہوا انتہی ما فی الینابیع ھ قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہین کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا اس قدر اسکی کوئی وجہ نہین اسواسطے کہ قبل اسکے نماز ترک ہوئی تہی عذر کے سبب سے اور یہان بلا عذر ترک ہوئی وقیلَ لا یجوزُ قبلَ الزوالِ فی الیومِ الاولِ ویجوزُ فی بقیۃِ الایامِ قلتُ وقدّمنا انہ مختارُ الزیلعی وغیرِہ وبہ جزمَ فی المواہبِ فتنبّہ اور بعضون نے کہا کہ قربانی جائز نہین قبل زوال کے اول دن مین اور جائز ہے باقی دنونمین مین کہتا ہون اور ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ یہہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہی مواہب الرحمن مین تو خبردار رہنا کما لو شہدوا انہ یومُ العیدِ عندَ الامامِ فصلّوا ثم ضحّوا ثم بانَ انّہ یومُ عرفۃَ اجزأتہم الصلوۃُ والتضحیۃُ لانہ لا یمکنُ التحرّزُ عن مثلِ ہذا الخطاءِ فیحکمُ بالجوازِ صیانۃً لجمیعِ المسلمینَ چنانچہ اگر گواہی دی گواہون نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہی سو لوگون نے نماز عید کی پڑہی اور قربانی کی پہر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تہا تو اونکو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہین تو جواز صلوۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تا اونکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہی وکُرِہَ تنزیہًا الذبحُ لیلًا لاحتمالِ الغلطِ اور مکروہ تنزیہی ہی ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہوجانیکے احتمال سے ولو ترکتِ التضحیۃُ ومضتْ ایامُہا تصدّقَ بہا حیّۃً ناذرٌ فاعلٌ تصدّقَ لمعیّنۃٍ ولو فقیرًا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا چھوڑ دیا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اوسکو زندہ خیرات کردے اگرچہ نذر کرنیوالا فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدّق کا ھ یعنی جسکے ملک مین بکری یا بہیڑ ہو اور وہ یون نذر کرے کہ خدا کیواسطے مجھپر واجب ہے

یہہ کہ مین اسکو قربانی کرونگا کذا فی الدر ولو ذبحہا تصدق بلحمہا اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اُسکا گوشت خیرات کردے ولو نقصہا
تصدق بقیمۃ النقصان ایضا اور اگر اوسکو ناقص کردیا بسبب عیبدار کردینے کے تو اوسکے نقصان کی قیمت بھی خیرات کردے ولا یاکل الناذر منہا
فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور نذر کرنیوالا نذر کی قربانی سے نہ کہاوے اور اگر کہاوے تو جس قدر گوشت کہایا اوسکی خیرات کرے وفقیر عطف
علیہ شراہا لہا لوجوبہا علیہ بذلک وحتی یتم علیہ بیعہا اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذرگئے تو اوسکو
زندہ تصدق کردے بسبب واجب ہوجانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنیکے تو اوسپر منسوم ہوگا اوسکا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ عطف ہے ناذر پر ہم یعنے
ہرچند محتاج پر قربانی واجب نہین لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کریگا تو اوسپر واجب ہوجاویگی ہمارے نزدیک کذا فی الدر فتاوے عالمگیری مین ہے
کہ اگر قربانی خریدی پہر اوسکی بیع کی تو اوسکی تین صورتین مین ایک یہہ کہ قربانی کی نیت سے خریدی دوسری صورت یہہ کہ بدون نیت کے خریدی تیسری یہہ کہ بلا
نیت خریدکی پہر اوسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کرلیا معلوم ہو کہ خدا کیواسطے مجھپر لازم ہے اسکا قربانی کرنا اسی سال مین تو پہلی صورت مین قربانی نہوجاویگی
جبتک زبان سے اوسکو واجب نکرلیگا ظاہر الروایۃ مین اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹہرجاویگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین اور حسن
کی روایت امام سے یہہ ہے کہ وہ قربانی نہوگی تو اگر اوسکو بیع کرڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت مین بالاتفاق قربانی ہوجاویگی
کذا فی الخلاصۃ وسے وتصدق بقیمتہا غنی شراہا اولا لتعلقہا بذمتہ شراہا اولا فالمراد بالقیمۃ قیمۃ شاۃ تجزی فیہا اور بعد گذرجانے ایام
نحر کے اوسکی قیمت کو مالدار تصدق کردے خواہ اوسنے قربانی خریدکی ہو یا نہ خریدکی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے تو قیمت
سے مراد اوس بہیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے مین کافی ہو ہم در صورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خریدکی تو وہ مختار ہے چاہے
اوسکی قیمت تصدق کردے چاہے اوسکو زندہ خیرات کردے تاکہ اوسکے عہدہ سے خارج ہو جیسے جمعہ کی قضا فوت ہوجانیکے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے
کے بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستۃ اشہر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لایمکن التمییز من بعد اور قربانی کیواسطے صحیح ہے
جذع یعنی چھہ مہینے کا پٹہا دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بہر کی بہیڑ بکریون مین ملایا جاوے تو اوسکی تمیز دور سے ممکن نہو ہم ضان سے مراد وہ ہے
جسکی الیہ ہو یعنی چکتی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر والمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان
اضحیۃ یعنی جائز ہے چھہ مہینے کا پٹہا دنبے سے قربانی کیواسطے انتہی نے کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہین جبتک ایکسال پورا نہو اور دوسرا سال شروع
نہوا ہو وصح الثنی فصاعدا من الثلثۃ اور ثنی اور اوس سے زیادہ صحیح ہے تینون قسمون سے یعنی غنم اور بقر اور ابل سے والثنی ہو ابن خمس من الابل
وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاۃ والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گاے بیل اور بہینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بہیڑ
بکری سے سال بہر کا ہوتا ہے ہم تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اوس سے کمعمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اوس سے زیادہ کا
ذبح ہوگا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ والمتولد بین الاہلی والوحشی یتبع الام قالہ المصنف اور جو جانور پیدا ہوا ہو اہلی اور وحشی
سے وہ اپنی مان کا تابع ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ہم یعنی اگر اوسکی مان کی قربانی جائز ہے تو اوسکی بہی جائز ہے اور اگر اوسکی مان کی قربانی
جائز نہین تو اوسکی بہی جائز نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الشاۃ افضل من سبع البقرۃ اذا استویا فی القیمۃ واللحم بہیڑ بکری بہتر ہے گاے
بیل کے ساتوین حصے سے اگر قیمت اور گوشت مین دونون برابر ہون والکبش افضل من النعجۃ اذا استویا فیہما اور مینڈہا بہتر ہے بہیڑ سے جبکہ دونکی
قیمت برابر ہو ہم اور اگر بہیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اوسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈہے سے افضل ہے کذا فی الذخیرہ والانثی من المعز افضل من التیس
اذا استویا قیمۃ اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکرے سے جبکہ دونون قیمت مین برابر ہون والانثی من الابل والبقر افضل حاوی اور اونٹنی اور گاے
افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوہبانیۃ ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمۃ واللہ اعلم اور وہبانیہ مین ہے کہ مادہ
بہتر ہے نر سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم ہم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر مین مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونو قسمون مین

مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے وَلَدتِ الاضحیۃُ ولدًا قبلَ الذبح یُذبحُ الولدُ معہا وعند بعضہم یتصدق بہ بلا ذبحٍ قربانی بچہ جنی ذبح ہونے سے پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاوے اوسکے ساتھہ اور بعضون کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاوے بدون ذبح کرنیکے ضلّت او سُرِقت فاشترٰی اُخرٰی ثم وجدہا فالافضل ذبحہما وان ذبح الاُولٰی جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتہا کالاُولٰی او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا فرقٍ بین غنیٍّ وفقیرٍ وقال بعضہم وجبت عن یسارٍ فکذا الجواب وان عن اعسارٍ ذبحہما ینابیع قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خریدکی پہر پہلی ملی تو دونونکا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح کریگا تو درست ہی اور اسیطرح اگر دوسرے کو ذبح کریگا تو بھی درست ہی بشرطیکہ دوسرے کی قیمت پہلے کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسرے کی قیمت پہلے کی قیمت سے کمتر ہو تو زائد کا ضمان دیوے اور اوسکو خیرات کردیوے اسمین کچہہ فرق نہین مالدار اور محتاج کا اور بعضون نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہی تو اسیطرحکا جواب ہے جو مذکور ہوچکا اور اگر محتاجی مین خرید کرنیکے سبب سے واجب ہوئی تو دونون قربانیونکو ذبح کرے کذا فے الینابیع یعنی دونون قربانیونکا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ ویُضحّی بالجمّاء والخصیِّ والثولاء ای المجنونۃ اذا لم یمنعہا من السَّوم والرعی اور قربانی کرے منڈہے کو یعنی جسکے سر پر سینگ نہون اور خصی یعنی بدہیا کو اور قربانی کرے اوس دیوانے کو جسکو دیوانگی چرنے چگنے سے نروکے وان منعہا لا یجوز التضحیۃ بہا اور اگرچہ چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسی دیوانے جانور کو قربانی کرنا جائز نہین والجرباء السمینۃ فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دُبلا ہو تو درست نہین اسواسطے کہ گوشت مین خارش ہونا نقصان ہے ھم یعنی کہال کی خارش سے گوشت مین نقصان نہین لہذا اوسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ خارش گوشت تک پہونچ گئی اسواسطے درست نہین لا بالعمیاء والعوراء والعجفاء المہزولۃ التی لا مُخّ فی عظامہا جائز نہین قربانی اندہے اور کانے اور ایسے نہایت دُبلے جانور کی جسکی ہڈیون مین گودا نہین والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح اور اوس لنگڑے کی قربانی جائز نہین جو ذبح کرنیکے مقام تک چل سکے ھم بزازیہ مین ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پانون سے چلے اور چوتہا پانون زمین پر نرکھے تو اوسکی قربانی جائز نہین اور اگر چوتہے پانون کو تہوڑا ٹیکتا ہو اور جہکا چلتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہی والمریضۃ البیّن مرضہا اور اوس بیمار کی قربانی جائز نہین جسکی بیماری صاف ظاہر ہے ومقطوع اکثر الاُذن او الذنب والعین ای التی ذہب اکثر نور عینہا فاطلق القطع علی الذہاب مجازا وانما یعرف بتقریب العلف اور اوس جانور کی قربانی جائز نہین جسکا اکثر کان یا دُم یا آنکہہ قطع ہوگئی ہو یعنی جس جانور کی آنکہہ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارا نزدیک کہنے سی معلوم ہوتا ہے ھم صورت اوسکی یہ ہے کہ جب جانور بہوکا ہو تو کم روشن آنکہہ کو بند کرے اور اوسکے سامنے چارا رکہے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارے کو دیکہا اور اوسکی طرف رغبت کی پہر تندرست روشن آنکہہ کو بند کرے اور چارا اوسکے سامنے رکہے پہر نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارا دیکہا پہر دونون مکانون کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہی اور مجتبی مین اسی قول پر فتوی مذکور ہے اور شرنبلالیہ مین قاضی خان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اس سے کم قلیل مین داخل ہی اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہی اور اسپر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ یہان فتوی مختلف ہی او اکثر الالیۃ لان للاکثر حکم الکل بقاءً وذہابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی مجتبی اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹی ہے تو اوسکی قربانی جائز نہین اسلیے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے مین تو اکثر کان اور دُم اور آنکہہ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی ولا بالہتماء التی لا اسنان لہا ویکفی بقاء الاکثر وقیل ما تعتلف بہ اور قربانی جائز نہین بوبلے جانور کی جسکے دانت نہین اور اکثر دانتون کا باقی رہنا کفایت کرتا ہی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ اوسقدر دانتون کا باقی رہنا کافی ہی جسقدر سے چارہ کہا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہون والسکّاء التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ اجزأت زیلعی اور جائز نہین قربانی بوچی کی جسکے پیدائشی کان نہین اور اگر جانور کے چہوٹے کان ہون تو اوسکی قربانی کافی ہی کذا فی الزیلعی ھم اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اوسکی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ والجذاء مقطوعۃ رؤس ضرعہا او ما یبس ضرعہا اور

اور درست نہین کٹنے جانور کی جسکی ولا الجذاء مقطوعۃ الانف اور قربانی ہو درست نہین کٹنے جانور کی جسکی ناک کٹی ہو ولا المصرمۃ اطباؤها وھی التی عولج ثدیھا حتی انقطع لبنھا اور نہ وہ جانور جسکے تہنونکی نوکین منقطع ہون یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودہ منقطع ہوگیا ہو ولا التی لا الیۃ لھا خلقۃ مجتبی اور درست نہین قربانی اوس دنبہ کی جسکی پیدائشی چکتی نہو کذا فی الخیریہ ولا بالخنثی لان لحمھا لا ینضج شرح وھبانیہ وتمام فیہا اور جائز نہین قربانی خنثے کی اسواسطے کہ اوسکا گوشت پختہ نہین ہوتا کذا فی شرح الوھبانیۃ اور اسکا پورا بیان اوسی کتاب مین ہے ولا الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولا تاکل غیرھا اور جائز نہین قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کہاتا ہے اور اوسکے سوا کچہہ نہین کہاتا ؛ م اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بہی کہاتا ہو اور چارا بہی کہاتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ قربانی جائز ہے اوس جانور کی جسکو کہانسی آتی ہے اور اوسکی جو بڑہاپے سے جن نہین سکتی اور اوسکی جو داغا گیا ہے اور اوسکی دودہ نہین اوترتا بلا مرض اور جسکے چہوٹی چکتی ہے دم کی برابر اور جسکی زبان کٹی ہے بشرطیکہ چارا کہاسکتا ہو کذا فی الطحطاوی ولو اشتراھا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ اقامۃ غیرھا مقامھا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزأہ ذلک اور اگر قربانی تندرست خریدی پہر اوسمین وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مذکور ہو چکے تو اوسپر واجب ہے کہ اور قربانی اوسکے قائم مقام کرے اگر خریدکرنیوالا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیبدار قربانی اوسکو کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب علیہ بخلاف الغنی اور اسیطرح معیوب قربانی محتاج کیواسطے کافی ہے اگر قربانی مین عیب موجود ہو خریداری کیوقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہین برخلاف مالدار کے کہ اوسپر واجب ہے تو اوسکے حق مین کافی نہوگی ولا یضر تعیبھا من اضطرابھا عند الذبح اور ضرر نہین کرتا عیبدار ہوجانا قربانی کا اوسکے تڑپنے کے سبب سے ذبح کیوقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرھا لا الفقیر اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی اوسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت فشری اخری فظھرت فعلی الغنی احدا ھما وعلی الفقیر کلاھما شمنی اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو اوسنے دوسرا جانور خریدا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج پر دونکا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی م یہہ مسئلہ مکرر ہوگیا وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوھا بلا اذن الورثۃ لم یجزھم لان بعضھا لم یقع قربۃ اور گاے یا اونٹ کے سات شریکون مین سے ایک شریک مرگیا اور میت کے وارثون نے کہا کہ ذبح کرو میت کیطرف سے اور اپنی طرفسے تو سبکی طرفسے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے اسواسطے کہ عبادت کا قصد سبکی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکون نے میت کے وارثون کے بلا اذن اوسکو ذبح کیا تو شریکون کیطرف سے بھی قربانی ادا نہوگی اسواسطے کہ ساتوان حصہ عبادت واقع نہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل ہی عبادت نہوا عدم تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک الستۃ نصرانیا او مرید اللحم لم یجز عن واحد منھم لان الاراقۃ لا تتجزی ھدایہ لما مر اور اگرچہ شریکون کے ساتھہ ساتوان شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکہتا ہو تو اونمین سے کسیکی طرفسے قربانی ادا نہوگی اسواسطے کہ خونریزی متجزی نہین ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ م اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر مین یعنی جب متقرب کے ساتھہ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہین رکہتا ہے تو عبادت ادا نہوگی اور درصورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو اسطرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی تطوع اور بعض دم تمتع یا قران کا ارادہ کرے اور اسیطرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے نوادر قربانیا مین اور یہہ اس سبب سے ہے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کردیا اور محمد کی نص سابق اسکی مفید ہے کہ نسخ تو فقط وجوب کی راہ سے ہے والا عقیقہ بہی قربت ہے اور یہہ مخالف ہے اوس بحث کی جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کردیا تو مطلب یہہ ہے کہ عقیقہ واجب نہین رہا ہے تو اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہین اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بے دلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث متعددہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام مین جاری ہے

فروع مسائل لمنه شارع ولو ان ثلثة نفر اشترى كل واحد منهم شاة للاضحية احدهم بعشرة والآخر بعشرين والآخر بثلثين وقيمة كل واحد مثل ثمنها فاختلطت حتى لا يعرف كل واحد شاته بعينها واصطلحوا على ان يأخذ كل واحد شاة يضحي بها اجزأتهم ويتصدق صاحب الثلثين بعشرين وصاحب العشرين بعشرة ولا يتصدق صاحب العشرة بشيء وان اذن كل واحد منهم ان يذبحها عنه اجزأه ولا شيء عليه كما لو ضحى اضحية غيره بغير امره كذا في الينابيع اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کیواسطے خرید کی ایک شخص نے دس درم کو خرید کی اور دوسرے نے بیس درم کو خرید کی اور تیسرے نے ۳۰ درم کو خرید کی اور ہر بکری کی قیمت اوسکی ثمن کی برابر ہے پھر تینوں بکریاں اسطرح مخلوط ہوگئیں کہ تینوں شخصوں میں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہے اور تینوں نے اِسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور ۳۰ درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا دس درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھہ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو یہہ اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کردے تو اوسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اوسپر کچھہ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اوسکے حکم کے تو بھی تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیع م ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اِس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اوسنے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے خرید ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور دس درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اوسپر کچھہ تصدق بھی نہیں

ویاکل من لحم الاضحیة ویؤکل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکه لذی عیال توسعة علیهم اور قربانی کرنے والا کہاوے اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کہلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نکیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیالدار کیواسطے اونپر کشایش کرنیکے لئے م مستحب یہہ ہے کہ اپنی قربانی سے کہائے اور غیر کو کہلاوے اور افضل یہہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کہانا اوس قربانی میں سے جو مندوب نہو اور اگر قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کرلی ہو تو قربانی کرنیوالے کو اوسکا کہانا اور مالدار ونکو کہلانا حلال نہیں خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر میں تو تصدق لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کہانا یا غنی کو کہلانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریہ وان یذبح بیده ان علم ذلک والا یعلمه یشهدها بنفسه ویأمر غیره بالذبح کیلا یجعلها میتة اور یہہ مستحب ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھہ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کیوقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کرے تا نادانستہ قربانی کو مردار نکر ڈالے م رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کہڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلنے اور یوں کہہ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له جان رکھہ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جائیگا ستر گنا ہو کر کذا فی الطحطاوی

وکره ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانه لیس من اهله درم اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا تو ذبح کرنا حرام ہے اسلئے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکہتا ہے کذا فی الدرر ویتصدق بجلدها او یعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو اور قربانی کی کہال خیرات کرے یا اوس سے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور دستارخوان اور ڈول بنا دے او یبدله بما ینتفع به باقیا کما مر یا کہال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہوسکے اوسکو باقی رکہہ کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدلے لا بمستهلک کخل ولحم ونحوه کدراهم نہ بدلے کہال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہو سکے بدون استہلاک کی چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اوسکی چنانچہ روپیہ یا پیسہ یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البیع مع الکراهة وعن الثانی باطل لانه کالوقف مجتبی پہر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیوں سے تو اوسکی ثمن کو تصدق کردے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھہ فائدہ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کی مانند ہے کذا فی المجتبی ق ۸

یُعطِی اَجرَ الجَزّارِ مِنہا لانہ کبیع و استُفیدَت من قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من باع جلدَ اُضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ہلال الیعز یعنی قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اوسکی بیع کی مانند ہی اور یہہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اوسکی قربانی نہوئی کذا فے الہدایۃ وکرِہَ جَزُّ صُوفِہا قبلَ الذَّبحِ لینتفع بہ فان جزّہ تصدّق بہ ولا یرکبہا ولا یحمِل علیہا شیئا ولا یُؤجِرُہا فان فعل تصدّق بالاجرۃ حاوی القدسی لانہ التزم اقامۃ القربۃ بجمیع اجزائِہا اور قربانی کے روئین اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اوس سے فائدہ حاصل کرے پہر اگر کترے تو اوسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہوا ورنہ اوسپر کوئی چیز لادے اور نہ اوسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کرے کذا فی حاوی القدسی امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم کرنا اوسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بخلافِ ما بعدَہ لحصولِ المقصودِ مجتبٰی برخلاف بعد ذبح کرنیکے کہ صوف کا کترنا درست ہی بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے کذا فی المجتبے یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودھ کا دوہنا درست ہی ویکرہُ الانتفاعُ بلبنہا قبلہ کما فی الصوفِ ومنہم من اَجازَہما للغنی لوجوبہا فی الذمۃ فلا تتعین زیلعی اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف مین انتفاع قبل ذبح کروہ ہے اور فقیہون مین سے بعضا فقیہ وہ ہے جسنے صوف کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز رکہا ہی مالدار کیواسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اوسپر مخصوص قربانی متعین نہین ہے کذا فی الزیلعی ولو غلط اثنان وذبح کلٌ شاۃَ صاحبِہ یعنی عن نفسہ علی ما دلّ علیہ قولہ غلطا اولو تعمّدا فیکون کل واحد وکیلا عن الاٰخر دلالۃ ہدایہ قالہ ابن الکمال وظاہر کلام صدر الشریعۃ وغیرہ وقوعہ عن صاحبہ صحّ استحسانا بلا غرم اور اگر دو شخص غلط کار ہوئے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہہ قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونون نے خطا کی ہو یا نکی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہر جائیگا بدلالت حال کے سبب سے یعنی دونون کو قربانی کرنا منظور تھا سو اسطرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہہ کہا ہی ابن کمال شارح ایضاح نے اور صدر الشریعت وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اوسکے مالک کیطرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر شریعت کا ذکر کرنا بلا وجہ ہی اسواسطے کہ سوا زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کیطرف سے ہی بقرینہ اذن حالی ویتحالّان ولو اکلا ثم علما ہدایہ اور دونو شخص باہم حلت کی درخواست کرین یعنی معاف کر دالین اگر قربانی کا گوشت کہا یا ہو اور نہ پہچانا ہو پہر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحّا ضمن کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ وتصدّق بہا اور اگر دونون نے باہم بخل کیا اور معاف نکر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے قلت وفی اوائل القاعدۃ الاولٰی من الاشباہ لو شراہا بنیۃ الاضحیۃ فذبحہا غیرہ بلا اذنہ فان اخذہا مذبوحۃ ولم یضمّنہ اجزأتہ وان ضمّنہ لا تجزئہ وہذا اذا ذبحہا عن نفسہ اما اذا ذبحہا عن مالکہا فلا ضمان علیہ انتہی فُرجعہ مین کہتا ہون اور اشباہ کے پہلے قاعدہ کے اوائل مین یہہ مسئلہ ہی کہ اگر ایک شخص نے جانور خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پہر دوسرے شخص نے اوسکو ذبح کر ڈالا بدون اوسکے اذن کے سو اگر مالک نے اوس مذبوح کو لیا اور اوس سے تاوان نلیا تو اوسکے حق مین قربانی کفایت کر گئی اور اگر اوس کا تاوان لیا ذبح کرنیوالے سے تو قربانی ادا نہوگی اور یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کیطرف سے ذبح کیا ہوگا تو اوسپر تاوان نہین ہی انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کیطرف مراجعت کر کما یصح لو ضحّی بشاۃِ الغصب اِن ضمّنہ قیمتَہا حیّۃ جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اوسکا مالک ٹھہر گیا غصب کیوقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے تو اوسپر توبہ اور استغفار لازم ہی اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہوا اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہین آتا ہی بلکہ کفر لازم نہین آتا ہی جبتک کہ غصب کو حلال نجانیگا کذا فی الطحطاوی وکما اذا باعہا جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا بعد مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیگا وکذا لو

اتلفہا ضمن نصاحبہا قیمتہا ہدایہ للمہور ملکہا بالضمان من وقت الغصب اور اسیطرح اگر غصب کی بکری کو غاصب نے کر دی تو تاوان دے اوسکی قیمت کا اوسکے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاۃ مغصوبہ کی قربانی صحیح ہوگئی بسبب ظاہر ہوجانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت سے لا الودیعۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہ ہنا بالذبح والملک یثبت بعد تمام السبب وہو الذبح فیقع فی غیر ملکہ قربانی صحیح نہین امانت کی بکری کی اگرچہ اوسکے مالک کو تاوان بھی دیدے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونیکے بعد اور وہ سبب ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اوسکی غیر ملک مین قلت ونظہر ان العاریۃ کالودیعۃ والمرہونۃ کالمغصوبۃ لکونہا مضمونۃ بالدین وکذا المشترکۃ فلیراجع مین کہتا ہون اور مسئلہ امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کی مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہین اور مرہون بکری مغصوب بکری کی برابر ہے اسواسطے کہ وہ مضمون بالدین ہے اور اسیطرح مشترک بکری مغصوب بکری کی مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہئیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہوجاے م بدائع مین عاریت کو ودیعت کی مانند مصرح بیان کیا ہے عدم صحت قربانی مین اور خانیہ اور خلاصہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور کی قربانی صحیح نہین باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل مین شارح کی تجویز اعتبار کے لائق نہین اور خزانہ مین مذکور ہے کہ دو بکریان مشترک ہین دو شخصونمین سو دونون نے اونکو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمین تجویز علما مختلف ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا فروع مسائل ملحقہ شارح کے لون اضحیۃ علیہ الصلوۃ والسلام سوداء رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی م طحطاوی نے کہا شاید کسی سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث مین تو تصریح ہے کہ حضرت نے قربانی کئی دو خصی مینڈہے شاخدار سفید رنگ جنمین کچھ سیاہ بال بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان لمجیء الاثر بہما خانیۃ والا صح وجوب الکل لایجابہ ماہو من جنسہ ایجاب شرح وہبانیۃ ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اوسپر دو قربانی لازم آوینگے اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو مینڈہون کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اوسکا مذکور ہوچکا کذا فی الخانیۃ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کرنے نذر کے اوس چیز کو جسکی ہمجنس ایجاب ربانی موجود ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ قلت مفادہ لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی قالہ المصنف فلیحفظ مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے لازم ہوجانا اوس نذر کا جسکی ہمجنس شرع مین واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہئیے غنم بین رجلین ضحیاہا جاز بخلاف العتق لصحۃ قسمۃ الغنم لا الرقیق بہیڑ بکریان دو شخصونمین مشترک ہین سو دونون نے اونکو قربانی کیا تو جائز ہے برخلاف آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح ہونے قسمت غنم کے نہ رقیق کے ضحی بشاتین فالاضحیۃ کلاہما وقیل الزائدۃ لحما ایک شخص نے دو جانور قربانی کئے تو دونون قربانی ٹھہرینگی اور بعضون نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استویا فالطیبہما ولو ضحی بالکل فالکل فرض کارکان الصلوۃ فان الفرض منہا ما ینطلق الاسم فاذا طولہا یقع الکل فرضا مجتبی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت مین دونون برابر ہون تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سبکی قربانی کی تو سب فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے ارکان کہ اونمین سے فرض تو اوسیقدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاے پھر جب نمازی نے اوسکو طویل کر دیا مثلا تین آیت سے زیادہ قراءت کی یا پانچ یا سات بار رکوع اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبے م فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی شری اضحیۃ وامر رجلا ان یذبحہا فقال ترکت التسمیۃ عمدا لزمہ قیمتہا لیشتری بالامر بہا اخری ویضحی ویتصدق ولا یاکل لو ایام النحر باقیۃ والا تصدق بقیمتہا علی الفقراء خانیہ قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایکمرد کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ مین بسم اللہ کہنا قصدا ترک کیا تو مامور پر اوسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنیوالا اوس قیمت سے اور قربانی خرید کرے اور اوسکو قربانی کرلے اور خیرات کر دے اور آپ نہ کھاے یہہ اوسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نرہے ہون تو اوسکی قیمت فقیرونپر تصدق کردے کذا فی الخانیۃ وفیہا آداد

التضحیۃ فوضع یدہ مع القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمّی کلٌ وجوبًا فلو ترکہا احدہما اوظن ان تسمیۃ احدہما تکفی حرمت وہی تصلح لغزًا فیقال ای شاۃ لاتحل بالتسمیۃ مرۃ بل لابد ان یسمی علیہا مرتین اور خانیہ مین ہر کہ ایک شخص نے قربانی کرنیکا ارادہ کیا سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکہا ذبح کرنے مین اور اوسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہی بنا بر وجوب کے پہر اگر بسم اللہ کو ایک شخص بہی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہی تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اور یہہ مسئلہ چیستان ہونیکی لیاقت رکہتا ہی تو یون سوال کیا جا ئے کہ کون بہیڑ بکری ہے جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہہ ضرور ہو کہ اوسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ ای ذبح لابد للحل فیہ + ان یثنی بذکرہ ذی التنزیہ + فاجبنہ بالقریض فانا + لانراہ نثرا ولا نرتضیہ اور البتہ اسکو نظم کیا ہی ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہہ ہے کون ذبح ہے جسکی حلت مین ضرور ہو کہ دو بار ذکر کیجائے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالی کا نام لیا جائے سو اوسکا جواب دے نظم سے اسواسطے کہ ہم نثر کو نہین دیکھتے اور پسند نہین کرتے فقلت فی الجواب ؎ خذ جوابًا نظما کما تبتغیہ + من فقیہ مرویہ عن فقیہ خیر الدین نے کہا تو مین نے جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے جواب نظم مین جیساکہ تو چاہتا ہی اوس فقیہ سے جسکی روایت ثابت ہے فقیہ سے ؎ ہی شاۃ فی ذبحہا اشترک اثنا + ن فکرار الذکر شرط کما نرویہ + ذاک ذبح قصاب وضع الید + مع الصاحب الذی یرتجیہ وہ بہیڑ بکری ہے جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہوئے تو دو بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیساکہ ہم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا اوس قصاب کا ہے جسنے ہاتھ رکہا اپنا اوس صاحب کے ساتھ جو اوسکی امید رکہتا ہی یا خوف کرتا ہی کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہو سکے ؎ فعلی کل واحد منہما ان + یذکر اللہ جل عن تشبیہ تو ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب ہے یہہ کہ ذکر کرے اللہ کو درانحالیکہ وہ پاک ہی تشبیہ اور تمثیل سے وفی الوہبانیۃ وشرحہا قال ؎ ولو ذبحا شاۃ معا ثم واحد + اخل بسم اللہ فالشاۃ تہجر + اور وہبانیہ اور اوسکی شرح مین کہا اور اگر دو شخصون نے بکری کو ساتھ ہی ذبح کیا پہر ایک شخص بسم اللہ نبولا تو بکری متروک ہوگی یعنی حرام واجب الترک ہی ؎ وان یشتری منہا ثلاثا ثلاثۃ + واشکل فالتوکیل بالذبح یجبر اور اگر تین شخص تین بکریان خرید کرین اور اشکال واقع ہو یعنی تینون شخص اپنی اپنی بکریونکی شناخت مین حیران ہون تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہی ؏ شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے مین وکیل کرین سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اوسکے اذن سے تو بہی جائز ہے ؎ وکیل شراء الشاۃ للعنز ان شری + یصح خلاف العکس والقول یجبر خرید شاۃ کا وکیل اگر عنز یعنی بکری ہی خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہین اور مانگنی کی اجرت مین وکیل نقصان اوٹہاویگا ؏ وجہ صحت یہہ ہے کہ شاۃ اسم جنس ہے ضان اور معز یعنی بہیڑ اور بکری دونونکو شامل ہے برخلاف عکس کے یعنے اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اوسنے شاۃ من الضان یعنی بہیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ اگر قربانی خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے خرید کی اور اوسکی ہانکنے کیواسطے ایک مزدور کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ؎ ولو قال سوداء فغیر صحیح لا + اذا کان فی قربانہ عینا یعبر اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ کا ہی یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے بغیر اسکے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاۃ خدار سیاہ چشم قربانی کی خرید مین تغییر کی تو صحیح نہین ؏ اسواسطے کہ شاۃ خدار سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین تو مخالفت وکیل مغیر ہوگی برخلاف اول صورت کے ؎ بثنتین ممن ینذر العشر الزموا + وتصحیح ایجاب الجمیع محرر علمانے دو قربانیونکو لازم کیا ہی اوس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہہ ہے کہ تمام نذر واجب اور لازم ہوگی چنانچہ یہہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ؎ وعن میت بالامر الزم تصدقا + والا فکل منہا وہذا المحرر اور اگر قربانی ہوئی میت کیطرف سے اور اوسکے امر سے تو لازم جان اوسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کیطرف سے تو کہا اوسکے گوشت کو اور یہہ قول مختار اور پسندیدہ ہی ؎ ومن مال طفل فالصحیح سقوطہا + وعن ابیہ فی حقہ وہو اظہر اور صغیر کے مال سے تو سقوط قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے

کے حق مین قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ مین ہی چنانچہ یہہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ مین مذکور ہوچکا ہے و وَاھِبُ شاۃٍ وَلِیَجُمْ بعدَ ذَبْحِھا ، فیجزئ عَمَّن ضحّٰی علیھا وَیُؤجَر اور بکریکا ہبہ کرنیوالا اوسکے ذبح ہوجانیکے بعد رجوع کرسکتا ہے توکفایت ہوگی اوسکی طرف سے جسنے اوسپر قربانی کی اور اوسکو ثواب ملیگا ھ یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اوسکو ایک بکری ہبہ کی سو اوسنے قربانی کی پہر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ مین رجوع کی یعنی مذبوح بکری پہیر لی تو یہہ رجوع درست ہی امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرفسے قربانی ادا ہوگی اور اوسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہہ کتاب ہی حظر اور اباحت کی یعنے اسمین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے ھ مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اوسکو مکروہ گمان نکرے اور اسمین فرض بہی مذکور ہوتا ہی تا معلوم ہو کہ اوسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہی فقہ کی بعضی کتابون مین کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہۃ کہا ہی اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہ ہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہین اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتاب مین کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہین اور اون سے احتراز کرنا نہایت ورع ہے اور بعضی کتاب مین اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہی اسواسطے کہ اسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک یا بد کہا ہی مناسبتہ ظاھرۃ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہی اسواسطے کہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہہ کتاب ہر کتاب کے ساتھہ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃً المنع والحبس اور حظر بفتح حاء مہملہ و ظاء معجمہ لغت مین عبارت ہی منع اور حبس سے وشرعًا مامُنِعَ مِن استعمالہ شرعًا اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہی جس کا استعمال شرعًا ممنوع ہو ھ یہہ تعریف ہی محظور کی نہ حظر کی و المحظور ضدّ المباح اور محظور ضد ہی مباح کی ھ یہہ تعریف بالاعم ہے اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی ضد مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قران سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اوس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہون کذا فی الطحطاوی والمباح ما اُجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاقِ ثوابٍ وعقابٍ نعم یحاسب علیہ حسابا یسیرًا اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نکرنے کی مکلف لوگون کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتیب عقاب ہان یہہ البتہ ہی کہ مباح پر کچہہ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار ھ عدم ثواب اور عذاب در صورت عدم نیت کی ہی اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کری تو عذاب ہوگا قال صلے اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہٍ ای کراھۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمدٍ واما المکروہ کراھۃ تنزیہ فالی الحِلّ اقرب اتفاقًا جو مکروہ تحریمی ہی وہ حرام کی مانند ہی دوزخکے عذاب مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کیطرف نزدیکتر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ھ حرام وہ ہی جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اوسکا ترک کرنا فرض ہی چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اوسکا ترک کرنا واجب ہی جیسے سوسمار کا کہانا اور شطرنج کہیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابون مین کراہت بولتے ہین تو اوس سے حرام مراد رکہتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطے کہ اوسکی دلیل قطعی نہین جو حرمت پر دلالت کری تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہی اوسکو مکروہ کہتے ہین اور یہہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیکتر ہے یعنی اوسکے کرنیوالے پر اصلا عذاب نہین لیکن اوسکا تارک کچہہ تہوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندھما وھو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبھۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کیطرف نزدیکتر ہی اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کی مانند ہے ھ شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی مین حلت اور حرمت کی دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہی فالمکروہ تحریمًا نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی بظنی الثبوت ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کیطرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کیطرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی اوس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہی یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہی اور دلالت قطعی ہے اوس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنیسے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنیسے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کی مانند سنت مؤکدہ ہے ھ دلائل

شرعی چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالتِ مطلب دونون قطعی اور یقینی ہین چنانچہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ متواترہ صریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا
احتمال نہین ہے یقینی ہے اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہی ثانی وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ
آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہے اور یہ ظنی ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہی ثالث وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی
قطعی چنانچہ اخبار آحادِ صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی رابع وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار احاد
محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنیت اور استحباب ہی اور گاہے فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اوس سے فرض عملی کا
ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی و فی الزیلعی فی بحثِ حرمۃ الخیل القریب من الحرام ما تعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل
العتاب کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث
من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتھی اور زیلعی مین گھوڑے کی حرمت کی بحث مین یہہ مطلب ہے
کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہی جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہی جیسی سنت موکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین
ولیکن اوسکے ترک سے نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری
شفاعت کو نپاویگا تو ترک سنت موکدہ قریب ہی حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہے انتہی ما فی الزیلعی ھم حرمان شفاعت سے بیان شفاعت مخصوصہ
مراد ہی چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نرہیگا بدلیل اس
حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت موکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدس کا یہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام
کا اطلاق کیا ہے اور اوسکو حلال نہین کہا ہے کیونکہ اوسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اوسکو حلال مین داخل کیا ہی اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت
ہے اور اوسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین نتیجے خلاصۂ مرام یہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ اونکے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی
اور دونونکا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور
مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہکار اور معاتب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف ما بین محمد اور شیخین کے لفظی نہین ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا الاکل للغذاء
والشرب للعطش ولو من حرام اومیتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث کہانا غذا کیواسطے اور پینا دفع عطش کیواسطے
فرض ہے اوسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کی اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اوسپر لازم ہو ھم حدیث
مذکور یہ ہے قال صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیؤجر فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعھا العبد الی فیہ کذا فی شرنبلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہی
یہانتک کہ اوس لقمہ مین ثواب دیتا ہی جسکو بندہ اپنے منہ تک اوٹھاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کہانا حالت اضطرار مین ہے در منتقی مین ہی کہ جو شخص
مردار نکہاوے مخمصہ مین یا روزہ رکھتا جاوے اور نکہاوے یہانتک کہ مرجاوے تو وہ گنہکار رہی اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہی بعضونے کہا کہ فرض نہ ادا کرسکے
اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہہ ہی کہ غیر موقت ہی اسواسطے کہ طبائع آدمیونکی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع
الانسان الھلاک عن نفسہ کہانا فرض ہے لیکن اوتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے وماجور علیہ وھو مقدار ما یتمکن بہ
من الصلوۃ قائما ومن صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یجز کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کہانا وہ ہے
جسپر ثواب ہوتا ہی اور وہ اوسقدر کہانا ہی جس سے آدمی کہڑے ہوکر نماز پڑہ سکے اور روزہ رکہہ سکے شارح نے کہا اس کلام سے تقلیل طعام کا جواز
مستفاد ہوتا ہی جس سے آدمی ادائی فرض سے ضعیف ہوجاوے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہی چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہے قلت وفی المبتغی
بالغین الفرض بقدر ما یندفع بہ الھلاک ویمکن معہ الصلوۃ قائما انتھی فتنبہ مین کہتا ہون اور مبتغی بغین معجمہ مین یون مذکور
ہے کہ اوسقدر کہانا فرض ہی جسقدر سے ہلاکی دور ہو اور اوسکے ساتہہ کہڑے ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام المبتغی تو خبردار ہو جاوے اسقدر کہانا اسواسطے

فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہین ہو سکتی بدون اسکے **وَمُبَاحٌ اِلَی الشِّبَعِ لِتَزِیْدَ قُوَّتَہٗ** اور کہانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو **وَحَرَامٌ عَبَّرَ فِی الْخَانِیَّۃِ بِیُکْرَہُ وَھُوَ مَا فَوْقَہٗ اَیِ الشِّبَعِ وَھُوَ اَکْلُ طَعَامٍ غَلَبَ عَلٰی ظَنِّہٖ اَنَّہٗ اَفْسَدَ مَعِدَتَہٗ وَکَذَا فِی الشُّرْبِ** قہستانی اور وہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے آسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کہانا کہ کہانیوالے کو گمان غالب ہو کہ اوسکے پیٹ مین فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ مین اسکو مکروہ کہا ہے یعنی مکروہ کہا ہے یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی مین کہا کہ اسیطرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو **ھ** زیادہ کہانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث مین آیا ہے کہ آدمی کے حق مین کسی برتن کا بہرنا ایسا بدتر نہین جیسا پیٹ کا بہرنا ~~ایسا بدتر نہین جیسا پیٹ کا~~ بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تہائی کہانیکی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کیواسطے اور بہت عذاب اونپر ہے جو بہت پیٹ کو بہرتے ہین ابو داؤد نے روایت کی جو حمد اور شکر کرے کہانے اور پینے کے بعد اوسکی مغفرت ہوگی کذا فی الملتقط **وَعَنِ الدُّرِّ الْمُنْتَقٰی اِلَّا اَنْ یَّقْصِدَ قُوَّۃَ صَوْمِ الْغَدِ اَوْ لِئَلَّا یَسْتَحِیَ ضَیْفُہٗ اَوْ نَحْوَ ذٰلِکَ** آسودگی سے زیادہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہین ہے کہ کل کے روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اوسکا مہمان نہ شرماوے یا مانند اسکی کسی اور عذر سے کہانا درست ہے حرام نہین ہے **ھ** عذر مذکور چنانچہ زیادہ کہانا قے کرنیکے واسطے حرام نہین ہے انس بن مالک صحابی طرح طرح کے کہانے کہاتے تھے اور قے کر ڈالتے سوا اونکو بیماری تھی اسلئے ایسا کرتے تھے کذا فی البزازیہ والخانیہ **وَلَا تَجُوْزُ الرِّیَاضَۃُ بِتَقْلِیْلِ الْاَکْلِ حَتّٰی یَضْعُفَ عَنْ اَدَاءِ الْعِبَادَۃِ** اور جائز نہین تھوڑے کہانے کی اسقدر ریاضت کہ اداے عبادت سے ضعیف ہو جاوے **وَلَا بَاْسَ بِاَنْوَاعِ الْفَوَاکِہِ وَتَرْکُہٗ فَضْلٌ** اور طرح طرح کے میوون کے کہانے مین کچھ مضائقہ نہین اور اوسکا ترک افضل اور بہتر ہے **وَاتِّخَاذُ الْاَطْعِمَۃِ سَرَفٌ** اور طرح طرح کے کہانے پکوانا اسراف ہے یعنی فضولخرچی ہے **ھ** مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ اسراف نہین ہے چنانچہ اگر ایک کہانے کو نہین کہا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے تا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کہاوے جسقدر سے ادا ے عبادت پر قادر ہو یا مہمانونکی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الخلاصتہ **وَکَذَا وَضْعُ الْخُبْزِ فَوْقَ الْحَاجَۃِ** اور اسیطرح روٹیان رکھنا حاجت سے زیادہ بیہودہ صرف ہے **ھ** مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریہ **وَسُنَّۃُ الْاَکْلِ الْبَسْمَلَۃُ اَوَّلَہٗ وَالْحَمْدَلَۃُ اٰخِرَہٗ وَغَسْلُ الْیَدَیْنِ قَبْلَہٗ وَبَعْدَہٗ وَیُبْدَأُ بِالشُّبَّانِ قَبْلَہٗ وَبِالشُّیُوْخِ بَعْدَہٗ** ملتقی اور کہانیکے وقت سنت ہے کہانے کی پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اوسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونون ہاتھ دہونا اور کہانے سے پہلے جوانون کے ہاتھ دہلانے سے ابتدا کیجائے اور کہانیکے بعد بڈہون کے ہاتھ دہلانے سے ابتدا کیجاے کذا فی الملتقی **ھ** اور اگر اول مین بسم اللہ کہنا بہولے تو یون کہے **بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ** اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے کہے تا اوسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہین اگر کہانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو ہر حال مین آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نکہے مگر جبکہ سب لوگ کہانے سے فراغت کرین اور اوسکی سنت مین ایک ہاتھ دہونا یا دونو ہاتھونکی اونگلیان دہونا کفایت نہین کرتا بلکہ دونون ہاتھ بند دست تک دہونا چاہیئے قبل از طعام ہاتھ دہوکر رومال سے پوچھنا نچاہیئے اور بعد از طعام پوچھنا چاہیئے تا اثر طعام کا زائل ہو جاے سبوس سے ہاتھ دہونا اگر آٹا اوسمین باقی نرہا ہو تو فتاوی قاضی خان مین لا باس بہ مذکور ہے اور نوادر ہشام مین آٹے اور ستو سے ہاتھ دہونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تطہیر فم جمیع مواضع مین مستحب ہے اور لائق یون ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمین استعانت نکرے مانند وضو کی اور سنت یہہ ہے کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کہانا نکہاے اور نہ اوسکو سونگہے اور نہ اوسکو اور پانی کو پہونکے ہان اگر پہونکنے مین مانند اُف کی آواز نہ نکلے تو پہونکنا درست ہے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے اونگلیون کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دستارخوان پر گر پڑا ہو اوسکو کہانا یہہ سب امور مذکورہ سنت ہین راہ مین کہانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کہانے مین کچھ مضائقہ نہین اور کہانا پینا تکیہ لگاکر ہو یا بایان ہاتھ زمین پر رکھکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر مکروہ ہے الکل من العالمگیریہ **تتمہ** اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ اونکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشتہیات کو روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نکہاے اسواسطے کہ برکت درمیان مین نازل ہوتی ہے بلکہ ایکطرف سے کہاے

اسواسطے کہ طعام یکسان ہو ہان اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدہرسے چاہے کہاے اسیطرح اگر طبق مین الوان اطعمہ ہون تو ہرطرف سے کہانا درست ہے حدیث
مین وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹے کہانیکے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تونے مجکو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت
یون ہے کہ رکابی اوسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث مین وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف
اور حقارت کی تو حق تعالی اونکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہے اور اوسکے اکرام سے یہہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نکرے یعنے
روکھی کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا دینا اوسوقت مین ہے جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اوسکا حال جانتا ہو اوسکو اتنا
کہانا دینا فرض ہے جسقدر سے وہ خروج اور اداے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر نتہا سو وہ مرگیا اور کسی نے اوسکو کہانا ندیا تو جو لوگ اوسکا
حال جانتے ہونگے سب گناہ مین شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اوسپر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اوسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی
وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک ولبنہا اور مکروہ ہے گدہے کا گوشت اور اوسکا دودہ یعنی پالو گدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے برخلاف
مالک کے ہم کراہت بیمار وغیرہ سبکے حق مین ہے اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ
ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودہ جلالہ وہ گاے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کہاتی ہو اور
مکروہ ہے گہوڑی کا دودہ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کیواسطے جائز کہا ہے ہم ہدایہ مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گہوڑی کا
دودہ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہما ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گہوڑی کا گوشت مکروہ ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب
نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام للدجاجۃ واربعۃ للشاۃ وعشرۃ للابل والبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کر رکہا جاے یہانتک کہ اوسکے گوشت کی
گندگی اور بدبو دفع ہو جاوے اور حبس کی مدت ٹہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کیواسطے تین دن اور بہیڑ بکری کیواسطے چار دن اور اونٹ اور گاے کیواسطے دس
دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا
لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کہاتا ہو اسطرح کہ اوسکا گوشت گندہ نہو تو حلال ہے جیسے وہ حلوان حلال ہے جو پالا گیا سؤر کی دودہ
سے اسواسطے کہ اوسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودہ وہ اوسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اوسکا کچہہ اثر باقی نہین رہتا ہے ہم اور اسیطرح
جو کہیت نجاسات سے سینچی جاوین تو اونکا کہانا مکروہ نہین ولو سقی ما یوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصید شرح وہبانیہ
اور اگر ماکول اللحم جانور کو شراب پلائی گئی پہر وہ اوسیوقت ذبح کیا گیا تو اوسکا کہانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب الصید من شرح الوہبانیۃ
وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمرأۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور
خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونونکے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے ہم حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے
منقول ہے کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنو مین اور نہ کہاؤ اونکی رکابیون مین اسواسطے کہ
یہہ برتن کافرونکے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہے پہر جب کہانا پینا اونمین منع ہوا تو اسیطرح اون برتنون سے تیل
لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال
کمکحلۃ ومرآۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا اونکی سلائیون سے اور جو استعمال
اسکے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اسکی مکروہ ہے ہم ظروف مذکورہ کی مانند ہے چاندی سونے کی صینی اور
سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹہی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء
فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر وصب الماء او الدہن
فی کفہ لا علی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ وہو مکرر فی الدر فلیحفظ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت

اوسوقت ہی جبکہ اونکو ابتداءً استعمال کیجیئے اُن کاموں میں جنکے واسطے وہ بنائی گئی ہین لوگونکے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہو تو کراہت نہین تو اگر کہانا نقل کیا گیا سونیکے برتن سے دوسری جگہہ یا پانی یا تیل کفدست مین ڈالا تہ اپنے سر پر ابتداءً پہر اوسکو استعمال کرے تو اوسکا کچہہ مضائقہ نہین کذا فی المجتبے وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درر مین تو اس قید کو یاد رکہنا چاہیئے ھم درر مین یون مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کیواسطے مصنوع ہین اونکا استعمال اوسوقت حرام ہی جبکہ انہین ظروف سی تیل سر پر ڈالا جاوی اسواسطیکہ وہ ظروف اسیواسطے مصنوع ہوئے ہین کہ اسیطرح مستعمل ہون اور اگر اونہین ہاتھہ ڈالے اور تیل ہاتھہ مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہین اسواسطے کہ اون سے ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر یعنی علامہ وانی اور نوح نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اصل اسباب مین حدیث ہی کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتونکو فقط زیور حلال ہے تو ورای زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ھم ہرچند درر کے موافق فتاوی عالمگیریہ مین محیط سے بہی منقول ہی لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسیطرح استعمال نکرے واللہ اعلم واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدان منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانونکو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنے کیا ہی کراہت سی وھذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا بأوانی متخذۃ من ذہب وفضۃ وسریر کذالک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا بأس بہ بل فعلہ السلف خلاصۃ حتی ابا حنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یأتی اور یہہ یعنی طرف نفسیہ اور ذہبیہ کی تحریم اوس صورت مین ہے جبکہ استعمال نفع بدن کیواسطے راجع ہوا اور اوسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اوسپر دیبا اور مانند اوسکی فرش کرنا تو اوسکا کچہہ مضائقہ نہین بلکہ اسکو سلف نے کیا ہی کذا فی الخلاصۃ یہانتک کہ امام ابو حنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اوسپر سونا مباح کہا ہی چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس وصفر والافضل الخزف قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملائکۃ اختیار اور مکروہ ہی کہانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گہر مین مٹی کے برتن رکہے اوسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ھم ظاہر اکراہت اوسوقت ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہوا اور ظروف چینی مین تو نفاست اور تجمل اور ادای سنت دونو موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہین لا یکرہ ما ذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہین کہانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کہ اونکے نزدیک کراہت ہی وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سی یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی مین اوسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدرا اور جڑاؤ ھم منح الغفار مین مفضض کی تفسیر مزوق سے اور شمنی مین مرصع ہی اور قہستانی مین مزین بفضہ ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بہی جائز نہین زیلعی نے کہا یہہ اختلاف اوس صورت مین ہے جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہی اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے اوسکی باقی رہنے کا کچہہ اعتبار نہین چنانچہ شارح اوسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض ولکن یشترط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم قیل وید وجلوس سرج ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹہنا کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سی حلال ہی مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہہ سے مُنہ علحدہ رکہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہاتھہ بہی جدا رکہے چاندی کی جگہہ سے اور زین کے جلوس اور اسکی مانند مین بہی بدن جدا رکہے ھم اجتناب فم کا اعتبار ہی نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ مین مذکور ہے یہہ حکم ہی ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہی اوسکا استعمال تو کسیطرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب بذہب او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مرآۃ ومصحف بہما اور اسیطرح حلال ہی ظرف مضبب یعنی جس برتن مین چاندی سونیکے پتر جڑے ہین اوسکے استحکام کیواسطے اور اسیطرح چاندی سونیکے پتر جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سی ھم فتاوی عالمگیری مین ہے

کچھہ مضایقہ نہین کہانے پینے کا ظرف مذہب اور مفضض مین جبکہ منہہ سونے چاندی پر نرکھے اور اسیطرح ظرف مضبب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سو اور اسیطرح مجمر اور لگام اور زین اور دُمچی اور رکاب مفضض یا مضبب بست ہی بشرطیکہ اوسپر قعود نہ واقع ہوا اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات مین ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتھے کما لو جعله ای التفضيض فی نصل سیف

او سکّین او فی قبضتهما او لجام او رکاب لو تضع یدہ فی موضع الذهب و الفضة چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہی اگر تلوار اور چہری کی کوتھی مین یا اُن دونونکے قبضے مین یا لگام یا رکاب مین کرے اور اپنا ہاتھہ نرکھے سونے چاندی کی جگہہ مین ھم کافی مین ہے جبکہ چہری کی کوتھی اور تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہہ پکڑیگا تو مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین ہے کذا فی الطحطاوی سے

و کذا کتابة الثوب بذهب او فضة و فی المجتبی لا بأس بالسکّین المفضّض و المحابر و الرکاب و عن الثانی یکرہ الکلّ اور اسیطرح درست ہی کپڑے پر چاندی سونے سے لکہنا اور مجتبے مین ہی کہ چہری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھہ مضائقہ نہین اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ ہین ھم امام اعظم کی دلیل یہہ حدیث ہی جو بخاری مین انس رض سے منقول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑ گیا اور احمد کی روایت مین ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تہا اوسمین چاندی کا تپر جڑا تہا و الخلاف فی المفضّض امّا المطلی فلا بأس به بالاجماع بلا فرق بین لجام و رکاب و غیرهما لان الطلاء مستهلك لا یخلص فلا عبرة للونه عینی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض مین ہے یعنی جس چیز سے چاندی سونا علٰحدہ ہوسکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پہرا ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہی بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہما کے اسواسطےکہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہی جدا نہین ہوسکتا تو اوسکی فقط رنگت کا کچھہ اعتبار نہین کذا فی العینی وغیرہ و یقبل قول کافر و لو مجوسیًا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریته من مجوسی فیحرم و لا یردّہ بخبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ مین نے یہہ گوشت مول لیا ہی یہودی یا نصرانی سے تو اُس گوشت کا کہانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا کہ مین نے مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اوسکے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نکرے واصله ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات و علیه یحمل قول الکنز و یقبل قول الکافر فی الحل و الحرمة یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل و الحرمة کما توهمه الزیلعی اور اوسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات مین نہ دیانات مین اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت مین یعنی وہ حلت اور حرمت کہ درضمن معاملات کے حاصل ہی نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیساکہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہی ھم ایکشخص کا قول مقبول ہے معاملات مین خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی الہدیہ اور اذن تجارت ہی لیکن باینہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہی تو اگر اوسکو صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسپر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہو اوسکے صدق کا یا ہو تو اوسپر عمل نکرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی و السراج معاملات وہ امور ہین جو فیما بین الناس جاری رہتے ہین چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہین جو فیما بین خدا اور بندہ کے ہوتے ہین چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت و یقبل قول المملوك و لو انثی و الصبی فی الهدیة سواء اخبر باهداء المولی او غیرہ او نفسه اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہی تحفہ پہونچانے مین خواہ غلام نے یہہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہہ تحفہ دیا ہی اور شخص کو یا یون کہا ہو کہ اور شخص نے یہہ تحفہ دیا ہی مالک کو و فی الاذن سواء کانت بالتجارة او بدخول الدار مثلًا اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن مین خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلًا دخول دار کا اذن ھم سراج مین ہی کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گہر مین داخل ہونیکا اذن دیا تو قیاس یہہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یون ہے کہ اسی سبب لوگ باز نہین رہتے لہذا یہہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی و قیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رأیه صدقهم فلو شك صغیر

نحو صابونٍ واُشنانٍ لا بأس ببیعہ ولو نحو زبیبٍ وحلوی لا ینبغی بیعہ لات الظاھر کذبہ وتمامہ فیما اور اذن تجارت مین سراج مین اسکی قید لگائی ہے جبکہ اوسکی رائی مین اوسکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اوسکے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہین اور اگر منقی اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اوسکے ہاتھ بیچنا لائق نہین اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال سے اور اسکا پیدا ہوا کی سراج مین ہے ہم شہامی وغیرہ کیطرف اطفال مشتاق رہتے ہین تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے مان باپ کے پیسے مٹھائی کھانی کیواسطے چرا لایا ہوگا تو اوسکا یہہ قول کہ میرے مان باپنے منگوایا ہے مقبول نکرنا چاہیے لیکن اغنیا کے اطفال پر یہہ اشتباہ نہین ہوسکتا ہے ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات مین وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم اصل یہہ ہے کہ معاملات مین ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات مین عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط کا جامع کہان اوسکو آدمی پاوے کہ اوس سے معاملہ کرے یا اوسکو نوکر رکھے اور لوگونکے پاس معاملات کیواسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہین سوا خبر کے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہین تو اوسمین عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اوسمین قول ممیز کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی کما اذا اخبر انہ وکیل فلانٍ فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان غلب علی الرأی صدقہ کما مر وسیجی اٰخر الحظر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے مین تو اوس سے اوسکا خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنیوالے کے گمان مین اوسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے اخیر مین بھی اسکا ذکر آویگا وشرط العدالۃ فی الدیانات ھی التی بین العبد والرب اور شرط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات مین دیانات وہ امور ہین جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہین ہم چونکہ دیانات معاملات کی مانند کثیر الوقوع نہین تو اوسمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہین اور قول فاسق اور کافر اور صغیر کے قبول کرنے کی اوسمین کچھہ ضرورت اور حاجت نہین کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبداً او امۃ جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اوس پانی سے وضو نکرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اوس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہین کہ پانی گرا کر تیمم کرے ویتحرّی فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر مین پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہین وہ کہین کہ یہہ پانی ناپاک ہے تو وہان اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ اونکے قول پر ولو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی رأیہ صدقہ وتوضأ وتیمم فیما اذا غلب علی رأیہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اوس صورت مین جبکہ اوسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر مین اور وضو اور تیمم کرے اوس صورت مین جبکہ اوسکو گمان غالب ہو اوسکے کذب کا تو یہہ احوط ہوگا یعنی اسمین زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوھرۃ وتیممہ بعد الوضوء احوط اور جوہرہ مین ہے اور اوسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ہم اسمین اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی وفی الکافر ان غلب صدقہ علی کذبہ فاراقتہ احب قہستانی وخلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہہ حکم ہے کہ جب اوسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القہستانی والخلاصۃ والخانیۃ ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہہ پانی نجس ہے اور اوسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اوس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ کافر متہم ہے اسکی خبر ملزم نہین لیکن پانی کو بہا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لو یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزماً فی الجملۃ بخلاف الکافر مین کہتا ہون حد صورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کی صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اوسکا تیمم جائز نہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہان تیمم بلا گرائے جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونیکے لائق نہین ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی یہہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اوسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اوسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر

حکم دیگا یعنی مسلم کی خصومت مین تو حکم اوسکا نافذ نہوگا ولو اخبر عدل بطہارتہ وعدل بنجاستہ حکم بطہارتہ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اوسکی نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہان در صورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا ھم پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونو خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا وتعتبر الغلبۃ فی اوانی طاھرۃ ونجسۃ وذکیۃ ومیتۃ فان الاغلب طاھر تحری وبالعکس والسواء لا الا العطش او غلبہ معتبر ہے ظروف پاک اور ناپاک مین جو باہم ملگئی اور مذبوح جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہوگئی تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑاوے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہوئیا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھہ اعتبار نہین مگر دفع عطش کیواسطے البتہ ظروف مین گمان غالب معتبر ہوگا وفی الثیاب یتحری مطلقا اور کپڑون مین ہر طرحکا گمان غالب معتبر ہے ھم خواہ اکثر کپڑے طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت مین کپڑیکا کچھہ بدلا نہین اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کیواسطے دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل لو المنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لا ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین کوئی شخص شادی کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو لعب یا راگ ہی تو بیٹھے اور کہائے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان مین ہوا اور دستار خوان پر نہوا اور اگر غیر مشروع دستار خوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وجوبا بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قرآن مجید مین حق تعالی فرماتا ہی کہ مت بیٹھہ نصیحت کے یاد ہونیکے بعد ظالم قوم کے ساتھہ ھم ولیمہ شادی کے کہانیکا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہوا اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت دعوت مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک اجابت واجب ہی اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہی اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہی لیکن اجابت افضل ہی اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہی مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نکرے تا معلوم ہو کہ تو اسکی فسق سے راضی نہین اور اسیطرح اوسکی دعوت قبول نکرے جسکا اکثر مال حرام ہی ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہی میراث ہی یا قرض لینی سی تو دعوت قبول کرے اور کہائے اور اگر اُسکا غالب مال حلال ہی تو اوسکا تحفہ قبول کرنا درست ہی جبکہ دعوت قبول کی اور اوسکے مکان پر گیا تو جو اوسکے ذمہ پر تہا ساقط ہوگیا اختیار ہی کہائے یا نہ کہائے نہ کہانے سے کچھہ حرج نہین اور کہانا افضل ہی اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکرگذاری چاہے تو خصوصا اہل علم کو اوسکی دعوت قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین آپکو ذلیل کرنا ہی اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا فان قدر علی المنع فعل پہر اگر دعوت مین گیا اور وہان ناچ رنگ ہی تو اگر یہہ شخص منع کرنے پر قادر ہی تو منع کرے ھم یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہی اگر نکریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اوسکو اپنی ہاتہہ سے مٹادے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اوسکی برائی ظاہر کردے اور یہہ بھی اگر نہوسکے تو دل سے اوسکو برا جانے اور یہہ ضعف الایمان ہے والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگون مین نہو جنکے قول اور فعل کی لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہون یعنی اگر مقتدای خلق نہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہوکر فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین سو اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہان سے نکل جاوے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اوسکے ٹھہرنے مین عیب لگتا ہی دین مین ھم اور اسمین معصیت کا دروازہ کہولنا ہی مسلمین کہ وہ اوس بزرگ کی پیروی کرینگے والمحکی عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ اور جو قول امام سے منقول ہی کہ مین ایکبار لہو دعوت مین مبتلا ہوا تہا سو مین نے صبر کیا تو یہہ اونکے مقتدا ہونیسے پہلے ہوا تہا کذا فی الایضاح وان علم اولا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی بہ او لا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کرجاوے تو اصلا وہان نجاوے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہی حاضر ہونیکے بعد نہ قبل اوسکے کذا ذکرہ ابن کمال ھم نجانے کی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اوسوقت ہی جبکہ وہان امر غیر مشروع نہو کذا فی الزیلعی وفی السراج ودلت المسئلۃ ان الملاھی کلہا حرام اور سراج مین ہی اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کہیل اور ناچ رنگ حرام مین ھم ملاہی سے مین مستثنی

مین بموجب حدیث کے گہر دکی ملاعبت اپنی عورت سے اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیر اندازی و یدخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گہر مین گہس جانا بدون اونکی اذن خلاف شرع کے مٹانیکے واسطے ہم یعنی ہر چند کسیکے گہر مین بلا اذن جانا درست نہین لیکن جب اُن لوگون نے خلاف شرع کا ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کر دی تو اونکی ہتک حرمت جائز ہو گئی کذا فی المنح قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ لہوا ور راگ کی آواز دلمین نفاق کو اوگاتی ہے جیسے پانی گہاس کو اوگاتا ہے ہم مراد اس سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جو کفر ہے قلت وفی البزازیۃ استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ واشعار العرب لو فیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ باجونکی آواز سُننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکی حرام ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اوسپر بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکلجاتا ہے اور اوس سے لذت لینا کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اُس چیز کیطرف جسکے واسطے وہ بنائے نہین گئے نعمت کا کفران ہے نہ شکر اوس نعمت کا تو واجب کمال واجب ہے کہ کنارہ گیر ہو جاے تا آواز کو نہ سُنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپنے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس مین داخل کر لیا تہا اوس کی سماعت کیوقت اور عرب کے اشعار اگر اونمین فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہین انتہے ما فی البزازیہ اور لتغلیظ الذنب کما فی الاختیار او للاستحلال کما فی النہایۃ یعنی سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بُرائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب سے کما فی النہایۃ **فائدۃ** ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکیر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء الی نفخۃ الموت وبعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی ومنجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کیواسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کیواسطے ہو تو اُسکا مضایقہ نہین چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پہونکے جانے کی یاد پڑنے کیواسطے اسلئے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز مین سنے الجملہ مناسبت ہے تو عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت کا اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدہی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی قبرون سے اوٹہنے کا اور پورا اسکا بیان اوس شرح مین ہے جو ہمنے ملتقی الابحر پر معلق کی ہے ہم شرح ملتقی مین شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح مین دف بجانا جائز ہے شہرت نکاح کیواسطے اور سراجیہ مین ہے دف اوسوقت درست ہے جبکہ اوسمین جلاجل یعنی جہانجہین نہون اور اوسکا بجانا بر ہیئت تطرّب نہو تتمہ پہلا گانیوالا ابلیس ہے کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگون نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اوسکے سامنے ناچے اور وجد کرنے لگے تو یہہ کفار گوسالہ پرستون کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ مین ہے کہ حرمت رقص پر نص قرانی موجود ہے قال تعالی ولا تمش فی الارض مرحا یعنے مت چل زمین مین اترانے اور تبختر کی راہ سے اور رقص مین نہایت تبختر اور سجاوٹ اور اتراہٹ ہوتا ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضے فقیہون نے کہا کہ غلبہ وجد مین رقص منع نہین جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع مین تاتارخانیہ مین وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اوس مغلوب الحال کیواسطے جسکی حرکات مرتعش کی مانند ہین اور یہہ اوس صورتمین ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام مین وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز کاہے حلال ہوتی ہے اور کبہی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی مین ہے کہ جو ہمارے زمانہ کی متصوفہ سماع کیوقت آواز بلند کر کے نعرہ مارتے ہین حرام ہے وہان بیٹہنا جائز نہین اور صوفیہ سابقین ایسا نہین کرتے تہے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہین کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تہے اور حدیث تواجد نبوی صحیح نہین سری سقطی نے فرمایا وجد کرنیوالیکی شرط یہہ ہے کہ اس حد کو اوسکا وجد پونہچ جاے کہ اگر اوسکی چہرہ پر تلوار پڑے تو اوسکو کچہہ خبر نہو درد اور الم کی انتہے ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنا مجرد کا کتاب الشہادت مین مفصل مذکور ہو چکا فلینظر ثمہ **فصل فی اللبس** یہہ فصل ہے لباس کے مسائل مین ہم فرض

لباس وہ ہی جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا اون کی ہو سنت کے موافق یعنی اوسکا دامن نصف ساق تک
ہو اور آستین اونگلیون تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ ملتقط مین مصرح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ
خیر الامور اوساطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرتین سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرایش اور نعمت الٰہی کے
اظہار کیواسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کیواسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق مین نہ جمیع اوقات مین اور مکروہ لباس وہ ہے جو تبختر اور تکبر کیواسطے ہو
اور سپید لباس مستحب ہی کذا فی الملتقط و لمضمرات یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم
اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وھی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو
درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہہ ہی کہ ریشمی تو اوسوقت حرام ہی جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ
مین کہا اور یہہ رخصت عظیمہ ہی وہان جہان ریشمی کا عموم ہو ہم جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح مین ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا
غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہین طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا کہ صحیح یہی ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کیطرف
نسبت کیا ہی نہ امام کیطرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونون ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب ابوداؤد اور
نسائی مین علی مرتضیٰ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ مین ریشمی کپڑا لیا اور بائین ہاتھ مین سونا اور فرمایا کہ یہہ دونون
حرام ہین میری امت کے مردون پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت یون ہی کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردون پر حرام ہے اور اونکی
عورتون پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی مین عمر فاروق سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین حریر وہی پہنتا ہی جسکا آخرت مین کچھ
حصہ نہین ہے کذا فی التیسیر او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ مین پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک
اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی مین ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ مین گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہی جو سلاح کی مضرت سے بچاوے نہ باریک
ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے
مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہین جیسے ریشمی بوٹیان کپڑے کی حرام نہین چار اونگلیان ملی ہوئین مراد ہین اور بعضون نے کہا کہ
کھلی ہوئین اور بعضون نے کہا نہ ملین نہ کھلین مراد ہین ہم نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر مین معتبر چار اونگلیان ہین نہ نہایت ملین نہ نہایت
کھلین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیون مین ظاہر مذہب عدم
جمع متفرق ہی اگرچہ متفرقات بوٹیان عمامہ مین ہون چنانچہ قنیہ مین شرح بیان ہے ہم اسکی توضیح قنیہ مین یون مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیون کے
جمع کرنے مین اختلاف ہی نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہی مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اسطرحپر کہ
سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہین ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہی کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر
کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیان متفرق کثرت سے ہون اگر ان سبکو جمع کیجئے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائین تو ظاہر مذہب مین یہہ جمع کرنا معتبر نہین
وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبرنا یرخص فیہ
اور قنیہ مین ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش و نگار ریشم کا ہی چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اونگلیون سے اور فاروق کی چار اونگلیان
ہماری بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہین تو اسقدر نقش و نگار مین رخصت ہی ہم عالمگیری مین قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور انچل پگڑی کا مذکور
ہو نہ طراز ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار اونگلیان ہین اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی اونگلیان معتبر نہین ہین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ
طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ و غیر معتبر ہین تو بہتر یہہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نکرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار
اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی اور اسیطرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہی جبکہ اس مقدار پر ہو یعنی چار اونگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو

حلال نہین ہے کذا فی الزیلعی و فی المجتبی العلم فی العمامۃ فی موضعین او اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی مین ہے کہ نقش و نگار اور بوٹی عمامہ مین دو جگہہ ہو
یا زیادہ تر تو جمع کرنا چاہیئے یعنی اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہین اور بعضون نے کہا کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہین ھم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب
عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تہا وفیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی عمامۃ علیہا علم من قصب فضۃ قدر ثلث اصابع لا باس
و من ذہب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبی مین امام ابو حنیفہ سے مروی ہی کہ عمامہ پر نقش و نگار ہے چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھہ مضائقہ نہین اور
سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہی کہ مکروہ نہین وفیہ تکرہ الجبۃ المکفوفۃ بحریر قلت وبہذا ثبت کراہۃ ما اعتادہ اہل زماننا
من القمص المبعرقۃ اور مجتبی مین ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوف بحریر یعنی جس پیراہن کی اطراف مین ریشمی کپڑا سیا ہو مین کہتا ہون اس روایت سے ثابت ہو گئی
کراہت اوسکی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہی بعری پیراہنون کے پہننے کی ھم طحاوی نے کہا یہہ روایت مخالف ہی جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری مین ذخیرہ سے
منقول ہے کہ مکفوف بالحریر تمام علمائے فقہا کے نزدیک درست ہی انتہے اور ہدایہ مین ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوف بالحریر پہنتے تھے عینی محشی ہدایہ نے
کہا یہہ حدیث صحیح مسلم مین اسطرح ہی کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہی سو اوسمین دیبا کا گریبان سیا تہا اور اوسکے دو نو
چاک دیبا سے سیئے تہے سو کہا کہ یہہ عائشہ صدیقہ کے پاس تہا جب وہ مر گئین تو مین نے اوسکو لیا سو آنحضرت صلعم اوسکو پہنتے تہے سو ہم اوسکو دہو لیتے ہین بیمارون
کیواسطے سو اوسکی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داود کی روایت مین یون ہی کہ اوس جبہ کی جیب اور دونو آستین اور دونو چاک دیبا سے سیئے تہے اور
بخاری نے ادب مفرد مین یون روایت کی ہے کہ اوس جبہ کا گریبان دیبا تہا بالشت بہر اور دونون چاک دیبا سے سیئے تہے حضرت اوسکو مہمانون کے آنیکے وقت
اور جمعہ کے دن پہنتے تہے انتہے ما فی العینی مختصرا وفیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف
وبہ جزم منلا خسرو وصدر الشریعۃ لکن اطلاق الہدایۃ وغیرہا یخالفہ اور مجتبی مین ہے کہ کپڑے کے عرض مین علم مرخص ہے مین کہتا ہون اور اس
سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول مین مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہی ملا خسرو صاحب
درر غرر نے اور صدر الشریعہ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم تقیید طول و عرض مجتبے کے مخالف ہی و فی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال
مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالی وہو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیہ رخصۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی زماننا انتہی
قلت قال شیخنا والظن ان الرایۃ وما یعقد علی الرمح فانہ حلال ولو کبیرا لانہ لیس یلبس وبہ یحصل التوفیق اور سراج مین ہی سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا
حلال ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف نے کہا اور یہہ قول مخالف ہے اوس قول کے جسمین چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت مین
رخصت عظیم ہے اوس شخص کیواسطے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھہ مبتلا ہی ہمارے زمانے مین انتہی ما فی شرح المصنف مین کہتا ہون ہمارے اوستاد نے کہا اور میرا
گمان غالب یہہ ہی کہ جھنڈا اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندہا جاتا ہی سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہین اور اس تقریر
سے دونو قولونکا اختلاف رفع ہو گیا یعنی اربع اصابع کی قید لباس مین ہی اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہی ھم روایت کی بشر نے عن ابی
یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہین علم کا حریر سے کپڑے مین جبکہ علم چار انگل ہو یا اوس سے کم اور اسمین کچھہ خلاف مذکور نہین کیا اور شمس الائمہ سرخسی
نے سیر مین کہا کہ علم کا کچھہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ تابع ہی اور اوسکی مقدار بیان نہین کی چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہے تو تابع کا لفظ دلالت
کرتا ہی کہ علم ثوب مراد ہی نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو جائز ہی جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہی تو ظاہرا یہہ اختلاف علم
ثوب مین ہے نہ علم رایت مین کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے اوستاد کی قول سے توفیق بین القولین حاصل نہوئی ولا باس بکلۃ الدیباج ہو
ما یسدل ویخمنہ ابو نسیو شرم وہبانیہ للرجال مردون کیواسطے کچھہ مضائقہ نہین دیبا کے چپر کہٹ اور مسہری مین دیبا وہ کپڑا ہی جسکا تانا
اور بانا دونون ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ الکلۃ بالکسر البشخانۃ والناموسیۃ لانہ لیس یلبس کلہ بکسر کاف و تشدید لام بشخانہ
اور ناموسیہ ہی اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہین بدن سے علحدہ رہتا ہی ھم قاموس مین ہی کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گہٹا ٹوپ ہی مچہردانی

سے بچنے کیواسطے یعنی چھپر کھٹ اور مسہری اور پشخانہ معرب ہی پشہ خانہ کا ونظمہ شارح الوھبانیۃ فقال ۔ وفی کِلّۃ الدیباج فالنفی عن ابی
وفی القنیۃ والمنتقی ذا مستطر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا ہی اور ریشمی چھپر کھٹ مین سو رہنا جائز ہے اور قنیہ اور منتقی
مین یہہ جواز مرقوم ہے وتکرہ التکۃ منہ ای من الدیباج وھو الصحیح وقیل لاباس بھا اور مکروہ ہی ریشمی ازاربند یہی قول صحیح ہی اور اوسکے
جواز کا قول ضعیف ہی ہم ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین ہی اسواسطے کہ وہ مستقل اور جداگانہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع
ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے
نیچے چھپی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر
سی ہوئی ہے مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر تو درست ہے
والکیس الذی یعلق فتبیا اور اسیطرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لٹکائی جائے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہی وتختلف
فی عصابۃ الجراحۃ بہ ای بالحریر کذا فی المجتبی اور اختلاف ہی زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے
کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کی مانند وفیہ ان لہ ان یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل باوانی ذھب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبی مین ہے کہ مسلمان کو اپنا
گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے درست ہی بشرط عدم تفاخر وتکبر یعنی مکانون مین اطلس وغیرہ کا چھت گیری
لگانا درست ہی بشرط عدم تجبر وفی القنیۃ یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ مین ہی کہ فقیہون کیواسطے عمامہ طویلہ باندھنا
اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لاباس بشد خمار اسود علی عینیہ من ارمد لعذر قلت ومنہ الرمد اور قنیہ مین ہی کچھ مضائقہ نہین
ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونو آنکھون پر عذر کے سبب مین کہتا ہون اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہی آنکھ کا وفی شرح الوھبانیۃ عن المنتقی
لاباس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ مین ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا
اسواسطے کہ وہ تابع ہی پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہین وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لاباس بازرار الدیباج والذھب اور تاتارخانیہ
مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی گھنڈی مین وفیہا عن مختصر الطحاوی لایکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذھب
قالوا وھذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذھب انتہی اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہی کہ مکروہ نہین
نقش ونگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علمانے کہا اور یہہ یعنے عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہی اور
کفاف کبھی سونیکا ہوتا ہی انتہی ما فی التتارخانیۃ ہم قنیہ مین ہی علم یعنی نقش ونگار سونے سے مذہب منسوج کی مانند چار انگل در کیواسطے جائز ہی اور اسیطرح
ٹوپی مین ظاہر مذہب مین جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت مین
بمعنی خیاطت مراد ہی اور حالانکہ قاموس مین کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کہتے ہین کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ
والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا ثابت ہی اوسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہیے تامل سے مجکو بغلبہ تشویشات سے فرصت نہین انتہی مختصرا
ہم واللہ التوفیق قاموس مین مذکور ہے کہ کفۃ قمیص وہ ہی جو دامن کے گرد ہوا اور جولانا ہے چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہی اوسکا
اور جو اوسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہوگیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر
مذہب مین جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہوگئی واللہ اعلم ویحل توسدہ وافتراشہ والنوم علیہ وقالا والشافعی ومالک حرام وھو الصحیح
کما فی المواھب قلت فلیحفظ ھذا لکنہ خلاف المشھور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اوسکا فرش بچھانا اور اوسپر سو رہنا حلال ہی اور صاحبین
اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہی کما فی المواہب مین کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے لیکن یہہ تصحیح مذہب مشہور کے
مخالف ہی ہم شرنبلالیہ مین ہے کہ یہہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہین حلت کے قول مین

کذا فی المحیط اور وَاَمّا جَعْلُہٗ دِثَارًا وَ اِزَارًا فَاِنَّہٗ یُکْرَہُ بِالْاِجْمَاعِ سراجیہ اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج ہم شعار وہ کپڑا ہی جو بدن سے لگا ہو اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہو وَاَمَّا الْجُلُوْسُ عَلَی الْفِضَّۃِ فَحَرَامٌ بِالْاِجْمَاعِ شرح مجمع اور چاندی کی چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہی کذا فی شرح المجمع وَیَحِلُّ لُبْسُ مَا سَدَاہُ اِبْرَیْسَمٌ وَلُحْمَتُہٗ غَیْرُہٗ کَکَتَّانٍ وَقُطْنٍ وَخَزٍّ لِاَنَّ الثَّوْبَ اِنَّمَا یَصِیْرُ ثَوْبًا بِالنَّسْجِ وَالنَّسْجُ بِاللُّحْمَۃِ فَکَانَتْ ہِیَ الْمُعْتَبَرَۃُ دُوْنَ السَّدَاءِ اور حلال ہے مشروع جسکا تانا ریشم ہو اور اوسکا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہی چنانچہ کتان یا السی کی چھال کا یا روئی کا یا خز یعنی دریائی جانور کے روئین کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہین ہوتا مگر بناوٹ سے اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت مین بانا ہی معتبر ٹھہرا نہ تانا قلت و فی الشرنبلالیۃ عن المواہب یکرہ ما سداہ ظاہر کالعتابی وقیل لا یکرہ دعوۃ فی الاختیار قلت ولا یخفی ان المرجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من العزمیۃ بل فی المجتبی ان اکثر المشائخ افتوا بخلافہ مین کہتا ہون اور شرنبلالیہ مین مواہب سے ہی کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عتابی کپڑے مین بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہی اور بعضون نے کہا کہ وہ مکروہ نہین اور اسیکی مانند اختیار مین ہے مین کہتا ہون بانے کے اعتبار کرنیکا قول مرجح ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہی بلکہ مجتبی مین صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ نے برخلاف اوسکے فتوی دیا ہی یعنے برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی دیا ہی ہم ملتقی اور اوسکی شرح مین ہی جسکا تانا ریشم ہو اور بانا روئی وغیرہ کا ہی تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضون نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہی چنانچہ محیط اور قہستانی مین ہے کذا فی الطحطاوی و فی شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتہی قلت وھذا کان فی زمانھم واما الآن فمن الحریر وحینئذ فیحرم برجندی وتتارخانیہ فلیحفظ اور شرح مجمع مین ہے کہ خز بفتح خاء معجمہ و زاء منقوطہ مشددہ دریائی بھیڑ کا صوف ہی انتہی مین کہتا ہون اور یہہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہاء سابقین کے زمانے مین تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہی اور اسوقت مین تو خز حرام ہی کذا فی البرجندی والتتارخانیہ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو باستدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے وَحَلَّ عَکْسُہٗ فِی الْحَرْبِ فَقَطْ لَوْ صَفِیْقًا یَحْصُلُ بِہٖ اِتِّقَاءُ الْعَدُوِّ فَلَوْ رَقِیْقًا حُرِّمَ بِالْاِجْمَاعِ لِعَدَمِ الْفَائِدَۃِ سراجیہ اور عکس سابق حلال ہی فقط لڑائی مین یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ مین درست ہی بشرطیکہ وہ گاڑہا ہو جسکے سبب سے صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی مین باتفاق حرام ہی بیفائدہ ہونیکے سبب سے کذا فی السراج ہم لفظ اجماع کا خلل عنقریب معلوم ہوگا وَاَمَّا خَالِصُہٗ فَیُکْرَہُ فِیْہَا عِنْدَہٗ خِلَافًا لَّہُمَا ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونون ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک لڑائی مین حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی ہم جوہرہ مین ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اوسکا پہننا جنگ مین باتفاق امام اور صاحبین کے حلال نہین اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمین حاصل نہین انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اسکے مخالف ہی اسواسطے کہ اوسمین کہا ہے کہ حریر اور دیبا جنگ مین صاحبین کے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ اسمین ضرورت ہے اور حریر خالص اذیت سلاح کا دافع ہی اور دشمن کی آنکھہ مین رعب ڈالتا ہی اپنی چمک دمک سے انتہی تو جب حریر خالص مطلقا صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ مین تو جسکا فقط بانا ریشم ہی کیونکر جائز نہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی قلت ولو ابعا لو خلطت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب مین کہتا ہون اور مین نے اوس کپڑے کا حکم نہین دیکھا جسکا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہرا غالب کا اعتبار ہی یعنی اگر ریشم غالب ہی تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہی تو حلال ہے و فی حاوی الزاہدی یکرہ ما کان ظاہرہ قزا وخط منہ خز وخط منہ قز وظاہر المذہب عدم جمع التفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث یری کلہ قزا فاما اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ للحمۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور حاوی زاہدی مین ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر مین تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اوسکی ایک دھاری اون کی ہو اور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہی مگر اوس صورت مین خطوط متفرقہ جمع کیے جاوینگے جبکہ اوسمین ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اسطرح کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہہ ہے کہ متفرقات کو جمع نکرینگے انتہی

فی الحاوی اور ہماری اوستاد نے اس قول کو مان لیا ہے مین کہتا ہون اور مقرر تو عنقریب معلوم کر چکا ہی کہ حلت اور حرمت مین بانے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نموداری کا بنا بر قول ظاہر المذہب کے تو اسکو سمجھ لے یعنی اگر اوس کپڑے کا بانا ریشم کا نہین تو وہ مکروہ نہین گو ریشم ہی نمودار ہو وکرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال اور مردونکو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ہم یعنی دونون قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور انگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہین مرد کو ہان مگر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان مین ہے ورس ایک گہاس ہے اوسکا رنگ زرد ہوتا ہی مفادہ انہ لایکرہ للنساء مرد کی قید اسکی مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا رنگ عورتون کیواسطے مکروہ نہین ہے ولا باس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہین کسم اور زعفران کے سوا باقی رنگون مین مرد کیواسطے وفی المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لاباس بلبس الثوب الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین سرخ کپڑے کے پہننے مین انتہی اور یہہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہی ہم اسواسطے کہ لاباس کا کلمہ اکثر ترک اولے مین مستعمل ہوتا ہی کذا فی المنح بحث گو ہی اُس سرخی مین جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لکھہ اور مجیٹھہ اور آل اور کردانہ کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ مین ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہے تو حرمت کے لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل ہے اطلاق کیوقت یعنی جب مطلق کراہت بولتے ہین بلا قید تنزیہ اور تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین شارح نے کہا مین کہتا ہون اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام مین ایک رسالہ ہے اوسمین آٹھہ قول مذکور ہین ازانجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے ہم امام اعظم سے روایت ہی کچھ مضائقہ نہین سرخ اور سیاہ رنگ مین کذا فی العالمگیریۃ عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال مین نہ جنگ مین نہ اوسکے سوا مین الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منہا اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہین مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہی بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد نکرے یعنی وہ آرائش جو منجر بہ تبختر اور تکبر ہو ہم قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین اُس کمر بند کا جسکے دونو کنارے نیر چاندی کی دو حلقے ہون انتہی ظہیریہ مین ہے کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اوس شرط سے حلال ہی کہ چاندی کی جگہہ پر تختہ لگا دے اور حمائل سیف منجملہ حلیہ سیف ہے ہرچند کہ بند اور حلیہ سیف سونے کا درست نہین لیکن چاندی پر سونیکا ملمع درست ہے اسواسطے کہ طلا استہلاک ہی کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لایحل استعمال منطقۃ وسطہا من دیباج وقیل یحل اذا لم یبلغ عرضہا اربع اصابع وفیہ بعد سبع ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیجئ حل لبس اللؤلؤ اور مجتبی مین ہے کہ استعمال اُسی پیٹی کا حلال نہین جسکا بیچ دیبا ہو اور بعضون نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا نہو اور اوسمین سات ورق کے بعد یون ہے کہ پیٹی مین حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہین اور موتیونکا پہننے کا حکم آگے آویگا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہوجانے بے پروائی کے چاندی سے یعنی چاندی سے حاجت رفع ہوگئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہا کی کچھ حاجت باقی نرہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم منلا خسرو وذہب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرہا لما مر تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہی جیسی پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ و شیشے وغیرہ بدلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسیکی حاجت باقی نرکہی اور سرخسی نے جواز یشب اور عقیق کی تصحیح کی ہی اور ملا خسرو نے درر غرر مین سب پتھرونکی انگوٹھی کو جائز کہا ہی ہم یہہ گفتگو حلقہ انگشتری مین ہی اور نگین تو بالاتفاق درست ہی چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتونکی بو آتی ہی اور لوہی کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہہ دوزخیونکا زیور ہی اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہہ زیور ہی بہشتیونکا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داؤد والترمذی والنسائی بعض اشخاص یشب مین کشف اور یشم بھی درست کہتے ہین فاذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصیغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لایجوز وکل ما ادی الی ما لایجوز لایجوز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پہر جب سونے وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہوئی تو اسکو بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہوگئی اسلئے کہ اسمین اعانت ناجائز ہے اور جو فعل کہ ناجائز کیطرف مؤدی ہو وہ بھی ناجائز ہی اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ

ین ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرہا اور چاندی کی انگوٹھی مین حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگین کا سو اگر
چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہا کا جائز ہے م یہہ جو ذکر ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہین تو مراد یہہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری
کا درست نہین پتھر کا نگینہ درست ہو ویحل مسمار الذہب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین مین م کیل ٹھونکی جاتی ہے استحکام کیواسطے
تا نگینہ تصویری سے جدا نہو وجہ جواز یہہ ہے کہ سونا یہان چاندی کا تابع ہو حریر کے نقش ونگار کی مانند ویجعلہ لبطن کفہ فی یدہ الیسری وقیل
الیمنی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہا قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھے کو کف دست کے اندر رکھے بائین
ہاتھ مین اور بعضون نے کہا داہنے ہاتھ مین مگر یہہ طریقہ ہے رافضیون کا تو اوس سے پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی القہستانی وغیرہ مین کہتا ہون اور شاید کہ یہہ کبھی
رافضیون کا طریقہ ہوگا سو منفصل اور منقرض ہوگیا سو دیکھ لے م عورتین انگوٹھی ظاہر کف دست کیطرف رکھین برخلاف مردون کے اسواسطے کہ عورت زینت
کیواسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کیواسطے کذا فی محیط السرخسی وینقش اسمہ او اسم اللہ تعالی لا تمثال طیر او انسان ولا محمد رسول اللہ ولا یزید
علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام نقش کرے چڑیا یا آدمی کی صورت نقش نکرے اور نہ محمد رسول اللہ کندہ کرے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے
زیادہ کرے م اگر اللہ تعالے کا نام ہو تو انگوٹھی استنجے مین یا داہنے ہاتھ مین کرے اگر بائین ہاتھ مین ہو محمد رسول اللہ کا کندہ اسواسطے درست نہوا کہ خاتم
الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام کا نقش خاتم تھا اسطرح کہ ایک سطر مین محمد منقوش تھا اور دوسری سطر مین رسول اور تیسری مین اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر نعم القادر
اللہ تھا اور عمر فاروق کا نقش نگین کفی بالموت واعظا اور ذی النورین کا نقش لتصبرن او لتندمن اور علی مرتضی کا نقش الملک للہ اور امام ابوحنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت
اور امام ابویوسف کا نقش من عمل برأیہ فقد ندم اور محمد بن حسن کا نقش من صبر ظفر تھا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی عن البستان مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے وترک التختم
لغیر السلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتولی افضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسا کہ متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے م
یعنے بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ خلائق ہین تو انکو مہر رکھنا ضرور ہوا انکے سوا اور شخصون کو حاجت نہین تو بہتر یہہ ہے کہ ترک تختم کرین
یہہ قول ہے تمرتاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بعضون نے غیر سلطان کیواسطے انگوٹھی رکھنا مکروہ کہا ہے لیکن جمہور علما نے اوسکی اجازت دی ہے جیسا کہ جواہر
اخلاطی مین ہے کذا فی العالمگیریۃ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضۃ وجوزہما محمد اور ہلتے دانت کو سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے
باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونون سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتن اور سونے سے ناک بنا دے یعنی در صورت قطع اسواسطے کہ چاندی
گندہ کر دیتی ہے اوسکو وکرہ الباس الصبی ذہبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ واشرابہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا
مکروہ ہے اسلئے کہ جسکا پہننا اور پینا حرام ہے اوسکا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے م یعنی سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر حرام ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ ولا یکرہ خرقۃ الوضوء بالفتح بقیۃ
بللہ او لمخاط او عرق لو لحاجۃ ولو للتکبر یکرہ مکروہ نہین رومال رکھنا وضو کا پانی پونچھنے کیواسطے یا رینٹ یا پسینا پونچھنے کے لئے بشرطیکہ رفع حاجت
کیواسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تبختر کیواسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو بفتح واو عبارت ہے اوس تری سے جو وضو کرنیکے بعد اعضا پر باقی ہو ولا الرتیمۃ
ہی خیط یربط باصبع او خاتم لتذکر الشیء والحاصل ان کل ما فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور رتیمہ مکروہ نہین رتیمہ وہ تاگا ہے
جو اونگلی یا انگوٹھی پر باندہا جاوے بات یاد رکھنے کیواسطے اور خلاصہ یہہ ہے کہ جو چیز تکبر کیواسطے کریگا وہ مکروہ ہے اور جو ضرورت اور حاجت کیواسطے کریگا وہ مکروہ نہین
کذا فی العنایۃ **فرع** مسئلۃ لخصہ شارح فی المجتبی التمیمۃ المکروہۃ ما کان بغیر العربیۃ مجتبی مین ہے کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبانون مین ہو م تعلیق
تعویذ مین مضائقہ نہین لیکن بیت الخلا جانے مین اور قربت کیوقت اوتار ڈالے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی النظر والمس

اس فصل مین دیکھنے اور چھونیکے احکام مذکور ہین وینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشہوۃ مختبئ ولو امرد صبیح الوجہ وقد ادرک
اور دیکھے مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اوس لڑکے کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ کو کذا فی المجتبی اگرچہ وہ بے ریش خوبصورت ہو
اور اسکا ذکر کتاب الصلوۃ مین گذر گیا م امرد صبیح کا دیکھنا اوسوقت حلال ہے جبکہ شہوت کی راہ سے اوسکو نہ دیکھے والا وہ بمنزلہ عورت کی ہے از سر تا قدم اوسکو

دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہین کذا فی العالمگیریۃ ولاولی تنکیر الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی قلت
وقرینۃ المقام تکفی فتدبر اور بہتر تہا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف ولام تا اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہی اسواسطے کہ
قاعدہ یہہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو ثانی عین ہوتا ہی اول کا اور اسیطرحکا کلام ہو اسکے مابعد مین یعنی تنظر المرأۃ من المرأۃ وکذا فی القہستانی مین کہتا ہون
اور قرینہ مقام مغائرت کیواسطے کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یأثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی
نظر لعورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یأثم انتہی فلیحفظ پہر قہستانی نے زاہدی سے نقل کیا کہ ایکمرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکہی اوسکے اذن سے تو گنہگار نہوگا مین کہتا
ہون اسمین تو صریحاً اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہے کہ ایکمرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کیطرف نظر کی اور حالانکہ اوسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنی کپڑے سے
ڈہکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہے کلام البزازی تو قہستانی کی غلط فہمی کو یاد رکہنا چاہیئے ھم زیلعی مین ہی عورت کے بدن مین تامل کرنیکا مضائقہ
نہین اگر اوسپر کپڑے ہون بشرطیکہ کپڑے سے اوسکا حجم معلوم نہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نکرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے
کہ جو خلق عورت کو تامل کرے اور اوسکے کپڑے دیکہے یہانتک کہ اوسکی ہڈیونکا حجم ظاہر ہو جاے تو وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگہیگا کذا فی الطحطاوی سوی
مابین سُرّتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایکمرد دوسرے مرد کے بدنکو دیکہے سوا اوس بدن کے جو بین اوسکی ناف کے ہی اوسکے گہٹنونکے نیچے تک یعنی زیر
ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہین تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت اور واجب الستر ہی اور ناف عورت نہین ھم عورت غلیظہ مباشرت اور زیر
ہے اوسکے بعد ران اوسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کہلا دیکہے تو اوسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نکرے اور اگر ران کہلی دیکہے تو اوسپر درشتی سے انکار
کرے اور اگر عورت غلیظہ کہلی دیکہے تو ڈہکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نمانے تو مارے کذا فی العالمگیریۃ ومن عرسہ وامتہ الحلال لہ وطیہا تحرج
المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبی ویشکل بالمعضاۃ فانہ لا یحل لہ
وطیہا وینظر الیہا قہستانی قلت وقد یجاب بانہ اغلبی الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی
اوس لونڈی کی جسکی قربت اوسکو حلال ہی فرج کیطرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا ندیکہنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہی حلال لونڈی
کی قید سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیر خوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہی نکلگئی
اسواسطے کہ ان لونڈیون کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہی کذا فی المجتبے اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اوسکی شرمگاہ کا دیکہنا درست ہی اعتراض
وارد ہوتا ہی اوس عورت کا جسکا پیش اور پس ایک ہوگیا ہی پردہ پہٹکر کہ اوسکی وطی تو حلال نہین اور نظر کرنا حلال ہی کذا فی القہستانی مین کہتا ہون اور کا
یون جواب دیا جاتا ہی اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثری ہی نہ کلی ھم لونڈی کی حرمت بالمصاہرۃ کیصورت یہہ ہی کہ مدخولہ کی وہ مان ہو یا بیٹی زیلعی مین ہے
کہ بہتر ہے کہ زوجین مین سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو ندیکہے اسلئے کہ حدیث مین آیا ہی کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہو جاوین
گدہون کی مانند کذا فی الطحطاوی ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنا الی الرأس والوجہ والصدر والساق
والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضاً ذکرہ فی الہدایہ فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکہے مرد اپنی محرم عورت کا
سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بیخوف ہو اور اوسکی شہوت سے بہی ایسا ذکر کیا ہی ہدایہ مین سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار
کیا سو اوسنے قصور کیا بیان مین کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتہہ نکاح کرنا مرد کو کبہی حلال نہین بسبب نسب کی یا سبب کے اگرچہ حرمت
سببی حرامکاری سے ہو ھم محرمات نسبی چنانچہ مان بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اوسکی اصول اور فروع اور خوشدامن
ولا لا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کیطرف نظر کرنا حلال نہین لا الی الظہر والبطن خلافاً للشافعی والفخذ
نہ دیکہے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹہہ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹہہ اور پیٹ مین امام شافعی کا خلاف ہی واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا
لبعولتہن الایہ وتلک المذکورات مواضع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہا اور نظر محارم مین اصل اللہ تعالی کا یہہ قول ہی کہ عورتین اپنی زینت کو

ظاہر کرین مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور اجداد کو یا اپنی ازواج کے آبا اور اجداد کو یا اپنے فرزندونکو یا اپنی ازواج کے فرزندونکو یا اپنے
بھائیونکو یا بھتیجونکو یا بھانجونکو یا اپنی عورتون کو یا مملوک کو اور یہ اعضاء مذکورہ مواضع ہین زینت کے برخلاف پیٹھہ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان
نہین ہم آیہ شریفہ مین نفس زینت اور زیور مراد نہین اسواسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہے ولیکن مواضع زینت کے مراد ہین تو سر تاج کا مکان ہے
اور چہرہ سرمہ کا مکان ہی اور گردن اور سینہ ہار اور جگنو وغیرہ کا موضع ہی اور کان بالیونکی جگہ ہے اور بازو موضع ہی بازوبند کا اور کلائی کنگن اور
چوڑیونکی جگہ ہے اور کفدست موضع انگشتری اور حنابندی ہی اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور قدم محل حنابندی ہی کذا فی الزیلعی اور بال موضع ہی موباف
کا کذا فی العینے وحکم امۃ غیرہ ولو مدبرۃ او ام ولد کذلك فینظر الیہا کمحرمہ اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو
اسیطرح ہے تو مرد اوسکو دیکھے اپنی محرم عورت کی مانند ہم لونڈیان گھربار کے کام کیواسطے ہوتی ہین تو اگر اونکے اعضاء مذکورہ کا کھلنا جائز نہوتا
غیرونسے تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور مس کی موجب ہوئی وما حل نظرہ مما مر من ذکر وانثی حل لمسہ اذا امن الشہوۃ علی
نفسہ وعلیہا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل رأس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتبۃ الجنۃ و
ان لم یامن ذلك او شك فلا یحل لہ النظر والمس کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی اورجسکا دیکھنا حلال ہی منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہوچکا
تو اوسکا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ان کا قدم چومے تو اوسنے گویا آستانہ بہشت کو چوما
اور اگر شہوت کا خوف ہو یقینیا یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت مین تو اوسکو حلال نہین نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبے
الا من اجنبیۃ فلا یحل مس وجہہا وکفہا وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا یثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ مگر اجنبیہ عورت سے کہ اوسکا دیکھنا حلال اوسکا چھونا حلال نہے
اجنبی عورت کی سواے اوسکا چہرہ اور کفدست دیکھنا حلال مگر اونکا چھونا حلال نہین اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہی نظر سے اور
اسیواسطے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجاتی ہے وھذا فی الشابۃ واما العجوز التی لا تشتہی فلا باس بمصافحتہا ومس یدہا اذا امن
اور یہہ یعنی چہرہ اور کفدست کا نچھونا اجنبی جوان عورت کے حق مین ہی اور ایسی ~~ربٹ~~ بڈہی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہین رہی تو اوسکی مصافحہ کرنے اور اوسکے
چھونے کا مضائقہ نہین جبکہ شہوت سے نڈر ہو ومتی جاز المس جاز سفرہ بہا ویخلو اذا امن علیہ وعلیہا والا لا اور جبکہ بڈہی کا ہاتھہ چھونا
درست ہوا تو مرد کو اوسکے ساتھہ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان مین اوسکے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونون طرف سے شہوت کا خوف نہو
اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اوسکے ساتھہ بھی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الا لملازمۃ
مدیونۃ ہربت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوہاء او بحائل اور اشباہ مین ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان مین مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے
ساتھہ حرام ہے مگر اوس عورت مدیونہ کی ملازمت کیواسطے خلوت درست ہی جو صاحب دین سے بھاگے اور ویرانے گھر مین گھس گئی یا خلوت درست ہی اوس بڈہی
عورت سے جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہی کسی چیز کے حائل ہونیکے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد و عورت اجنبی کے درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونون ایک مکان
مین ہون کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ اور خلوت محرم عورت کے ساتھہ مباح ہی مگر
رضاعی بہن اور خوشدامن جوان کے ساتھہ خلوت مباح نہین وفی الشرنبلالیۃ معزیا للجوہرۃ ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست او سلمت فیشمتہا
ویرد السلام علیہا والا لا اور شرنبلالیہ مین جوہرہ سے منقول ہی اور مرد نبولے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڈہی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اوسکو
یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب ندے یعنی بلند آواز سے ہم خانیہ مین ہی کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڈہی ہے
تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل مین کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو اسمین بالعکس حکم ہی خانیہ میں
ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈہی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہی تو اپنے دل مین جواب دے غرائب مین ہے کہ اگر جوان خوبصورت

[illegible]

عورت چھینکے تو غیر محرم مرد پکار کے یرحمک اللہ نکہے کذا فی الملتقط و بہ بان ان لفظۃ لا فی نقل قہستانی ویکلمہا بما لا یحتاج الیہ زائدۃ فتنبہ
اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوگیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل مین زیادہ ہے یعنے ویکلمہا بما لا یحتاج الیہ تو آگاہ رہنا م یعنی اگر لا کا لفظ زائد نہو
تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت ہوا درحالانکہ جوہرہ سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولہ مس ذلک ای ما حل نظرہ اذا اراد الشراء وان
خاف شہوتہ للضرورۃ وقیل لا فی زماننا وبہ جزم فی الاختیار اور اوسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہے اوسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ
لونڈی کی خرید کا ارادہ رکہے اگرچہ چھونے مین شہوت کا خوف ہو چھونا درست ہے ضرورت کی سبب سے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہمارے زمانہ مین چھونا درست
نہین اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار مین م یعنی اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ رکہے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤن ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے
یا سخت وامۃ بلغت حد الشہوۃ لا تعرض علی البیع فی ازار واحد یستر ما بین السرۃ والرکبۃ لان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد
شہوت کو پہونچ گئی ہو اوسکو بیع کیواسطے پیش کرنا نچاہیئے ایک تہبند مین جو ناف سے زانو تک چھپاوے اسواسطے کہ اوسکی پیٹھہ اور پیٹ کا چھپانا فرض
ہے وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ مجتبی الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا للخبز تتارخانیہ
اور اجنبی غیر محرم عورت کی بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبی دیکہے مرد فقط اوسکے چہرہ اور دونون کفدست کو ضرورت کے سبب سے بعضون نے کہا اور قدم
اور ہاتھہ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیہ م قدم اجنبیہ کی عورت ہونے مین امام اور مشائخ سے اختلاف ہے
ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہین اور محیط مین اسکو اختیار کیا ہے اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ مین
اوسکو عورت ہونیکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسکو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ نماز مین تو قدم عورت نہین
اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ مین مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدہا کالاجنبی معہا فینظر لوجہہا
وکفیہا فقط نعم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعا ولا یسافر بہا اجماعا خلاصہ وعند الشافعی ومالک ینظر کمحرمہ اور عورت کا غلام اوسکے
ساتھہ اجنبی مرد کی برابر ہے تو فقط اوسکا چہرہ اور کفدست پر نظر کرے ہان اوسکی پاس جایا کرے بدون اوسکے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اوسکو ساتھہ
سفر کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بیبی کو دیکہے اوسکی محرم کی مانند فان خاف الشہوۃ او شک
امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ والا فحرام وہذا فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ پہر اگر شہوت
کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت مین تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونیکے ساتھہ مقید ہے اور
نہین تو حرام ہے اور یہہ حلت نظر در صورت عدم شہوت اگلی لوگون کے زمانہ مین تہا اور ہمارے زمانہ مین تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے
یعنے فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کقاض وشاہد یحکم ویشہد علیہا لف ونشر مرتب لا لتحمل الشہادۃ
فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اوس قاضی کا عورتکو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اوس شاہد کا
دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہین شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کیواسطے صحیح تر قول مین شارح نے کہا یحکم اور یشہد مین لف نشر مرتب ہے
م یعنی اگر عورت اپنی دعوی کرنے کیواسطے کسیکو شاہد کرتی ہو تو اوسکو نظر کرنا درست نہین اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو اس صورت مین شاہد
کو نظر کرنا شناخت کیواسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادای شہادت کی نیت سے دیکھین نہ قضاء شہوت کیواسطے تا بقدر
امکان امر قبیح سے بچین وکذا مرید نکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنیوالیکو عورت کا
چہرہ دیکھنا درست ہے گو کہ شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کی قصد سے م ترمذی اور نسائی مین ہے کہ جب مغیرۃ بن شعبہ نے ایکعورت سے
نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکو دیکھہ تاکہ تم دونون مین موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ
اور کفدست چھونا درست نہین کذا فی الطحطاوی وشرائہا ومداواتہا اور اسیطرح عورت کے خرید کرنیوالیکو اور اوسکی علاج کرنیوالیکو نظر کرنا درست ہے

ينظر الطبيب الى موضع مرضها بالضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها علاج کرنیوالا طبیب عورتکی بیماری کی جگہہ کو بقدر ضرورت کے
نظر کرے اسواسطے کہ امر ضروری ... ضرورت ہی سے متعین ہوتے ہین ھم شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح مین کہا کہ حقنہ فقط ضرورت مین جائز
ہے اور اگر ضرورت نہو ولیکن اوسمین ظاہر منفعت ہو اسطرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب مین حقنہ حلال نہین اور اگر خشکی بدن
کی اور نحافت ایسی غالب ہو جس سے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو حلال ہے اور نہین تو حلال نہین کذا فی المحیط وہی وکذا نظر قابلة وختان اور اسیطرح دائی
جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنیوالیکا بقدر ضرورت حلال ہے ھم سراجیہ مین ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکہے یعنی اگر ہاتہہ سے کام نکلے تو نظر نکرے اور اگر
بدون نظر کے مطلب نہوسکے تو فقط ایکدوبار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام سمجہے وينبغي ان تعلم امرأة تداويها لان نظر الجنس الى
الجنس اخف اور لائق یون ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکہادے کہ وہ عورتونکا علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہم جنس کی نظر سبکتر ہے غیر جنس
سے ھم عورت کو علاج کرنا سکہانا مستحب نہین بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے فرج ہے وہان
جہان مرد کو دیکہنا حلال نہین تو اوسکا علاج عورتکو سکہاوے اور اگر عورت نملے یا عورت بی سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نکر سکے اور خوف ہو شدت درد یا ہلاکی
کا تو سارا بدن چہپاکر فقط فرج کی جگہہ مرد دیکہے پہر اوسکی دوا کرے اور اپنی آنکہہ بچائے رہے سوا اوس جگہہ کے اور اسمین محرم اور غیر محرم عورت کا کچہہ فرق
نہین ہے اسواسطے کہ اعضاء واجب الستر کا دیکہنا حلال نہین محرمیت کے سبب سے بہی وتنظر المرأة المسلمة من المرأة كالرجل من الرجل اور عورت
مسلمان دیکہے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو ھم یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکہنا عورت کو حلال نہین اوسکے سوا اور بدن کا نظر
کرنا درست ہے اسواسطے کہ ضرورت داعی انکشاف ہے آپسمین مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالبا سراجیہ مین ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکہنا
شہوت سے درست نہین وقيل كالرجل لمحرمه والاول اصح سراج اور بعضون نے کہا ایکعورت دوسری عورت کو دیکہے جسقدر مرد دیکہتا ہے اپنی محرم کو یعنی
پیٹہہ اور پیٹ کو ندیکہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی السراج وكذا تنظر المرأة من الرجل كنظر الرجل من الرجل ان امنت شهوتها اور اسیطرح
عورت مرد کو دیکہے جتنا مرد دیکہتا ہے مرد کو بشرطیکہ اوسکو شہوت ہونیکا خوف نہو فلو لم تأمن او خافت او شكت حرم استحسانا كالرجل هو الصحيح
في الفصلين تتارخانيه معزيا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت مین تو عورت کو مرد کیطرف نظر
کرنا حرام ہے بدلیل استحسان جیسے مرد کو عورت کیطرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونون صورتون مین یعنی عورت کی نظر
مین مرد کیطرف یا مرد کی نظر مین عورت کیطرف کذا فی تتارخانیہ منسوبا الى المضمرات والذمية كالرجل الاجنبي في الاصح فلا تنظر الى بدن المسلمة
مجتبى اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول مین تو ذمیہ عورت مسلمان عورت کیطرف نظر نکرے سواے چہرہ اور کف دست کے
کذا فی المجتبى ھم اور لائق نہین کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکہے اسواسطے کہ وہ اوسکی صورت کو مردون سے بیان کریگی تو اپنی چادر اور اوڑہنی
اوسکے سامنے نہ اوتارے اور حلال نہین عورت مومنہ کو کہ اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کہولے کذا فی السراج وكل عضو لا يجوز النظر اليه قبل
الانفصال لا يجوز بعده ولو بعد الموت كشعر عانة وشعر راسها وعظم ذراع حرة ميتة وساقها وقلامة ظفر رجلها دون يدها مجتبى
اور جس عضو کا دیکہنا جائز نہین قبل از انفصال بدن کے تو اوسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بہی جائز نہین اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موے زہار
عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پانون کا ناخن تراشا ہوا نہ اوسکے ہاتہہ کا کذا
فی المجتبى وفيه النظر الى ملاءة الاجنبية بشهوة حرام اور مجتبى مین ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کیطرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفي الاختيار و
وصل الشعر بشعر الآدمي حرام سواء كان شعرها او شعر غيرها لقوله صلى الله عليه وسلم لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة
والمستوشمة والواشرة والمستوشرة والنامصة والمتنمصة النامصة التي تنتف الشعر من الوجه والمتنمصة التي يفعل بها ذلك اور اختیار شرح مختار
مین ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اوسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلى الله عليه وسلم کے کہ خدا لعنت

کریں اور اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جوڑا وے اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گود دے اور جو گودوائے اور جو عورت دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک بنا دے اور جو دانت باریک کرا دے اور جو عورت دوسری عورت کی منہ کے بال موچنے سے چنے اور جو چنا دے

و الخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیة کالفحل اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کیطرف نظر کرنے مین مرد مجامع کی برابر مین خصی وہ جسکی فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا آلہ تناسل مع فوطے کاٹے گئے اور مخنث وہ ہے جو مرد کوا بنے او پر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورتکو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کرسکتا ہے بلکہ بعضون نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اوسکا نایزہ سست نہین ہوتا اور اسی طرح مقطوع الذکر والخصیتین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور سحاق کرتا ہے اور اوسکو انزال بھی ہوتا ہے اور لوطی تو مرد صریح ہے اور مخنث زنانے اور ہندنگو کو بھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کی مانند نرمی ہو اور عورتون کی اوسکو مطلق خواہش نہو تو بعضے فقہانے کہا کہ ایسے نامرد کا اختلاط عورتون کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا وقیل لا بأس بمجبوب جف ماءہ لکن فی الکبری ان من جوّزہ فمن قلة التجربة والدیانة اور بعضے نے کہا کہ اوس مقطوع الذکر والخصیتین کے نظر کرنیکا مضائقہ نہین جسکی منی خشک ہوگئی لیکن فتاوی کبرے مین ہے کہ جسنے اسکو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہے ھم اصح یہہ ہے کہ حلال نہین بدلیل عموم نص کذا فی الزیلعی نص یہہ ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ اے رسول کہہ دے ایماندار مردون سے کہ اپنی نظرون کو روکین اور اپنی شرمگاہونکو نگاہ رکھین خلاصہ یہہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مومنین مین داخل ہین تو اونکا نظر کرنا اجنبی عورتونکی طرف حلال نہین

وجاز عزلہ عن امتہ بغیر اذنہا وعن عرسہ بہ ای باذن حرة او مولی امة وقیل یجوز بدونہ لفساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کیوقت عورت سے جدا ہوکر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدون اوسکے اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ ازاد ہے تو اوسکے اذن سے اور غیر کی لونڈی ہے تو اوسکے مالک کے اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانے کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام مین ھم استبرا لغت مین عبارت ہے طلب برارت سے مطلقاً اور شرع مین رحم جاریہ کی طلب برارت حمل سے عبارت ہے یعنی ملک جاریہ کے بعد ایک حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہین اگر حاملہ نہین ہے تو اوسیوقت تصرف کرنا اور نہین تو وضع حمل تک

بعد من ملک استمتاع امة بنوع من انواع الملک کشراء وارث وسبی ورفع جنایة وفسخ بیع بعد القبض ونحوھا جو شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنی اوس سے انتفاع کا کسی وجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خرید سے یا میراث مین پانے سے یا جہاد مین پکڑ لانے سے یا بسبب رفع جنایت یا فسخ ہوجانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند انکی جیسا کہ ہبہ یا رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اسطرح کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراء الزوجة کما سیجیء اور ملک جاریہ مین استمتاع کی قید لگائی گئی تا خرید زوجہ کا مسئلہ نکلجاوے چنانچہ آگے آویگا

ولو بکرا او مشتراة من عبد او امراة ولو عبدة کمکاتبه ومأذونه ولو مستغرقا بالدین والا لا استبراء استبرا واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو چنانچہ اپنے مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہین تو استبرا کی کچھ حاجت نہین ھم باکرہ مین سبب معتبر ٹھہرا یعنی حدوث ملک تعذر نہ حکمت یعنی تعرف برات رحم اور چونکہ مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مولے کی ملک نہین امام کے نزدیک لہذا بیع صحیح ہوگی تو استبرا بھی واجب ہوگا بخلاف ماذون غیر مستغرق

او من محرمہا غیر نسبی کلا تعتق علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہوجاوے محرم پر ھم محرم غیر نسبی چنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اوسکی رضاعی بہن سے یا ابن واطی سے کذا فی الطحطاوی والحسن الچلپی علی شرح الوقایہ او من مال صبی ولو طفلہ یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو حرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر ملکہ بظہور حبلہا جو مالک ہوا جاریہ مذکور کا تو اوسپر جماع اونکا اور اسیطرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہین صحیح تر قول مین بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اوسکی

غیر ملک مین اوسکے حاملہ ہونیکے ظہور کے سبب سے ہم دواعی جماع چنانچہ مساس اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوئی اورا وسکا حمل ظاہر ہوگیا اور بائع نے اوسکے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اوسکی ام ولد ہوگئی اور بیع اوسکی باطل ہوگئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک مین واقع ہوا حتّٰی یستبرئہا بحیضۃ فیمن تحیض وبشہر فی ذوات اشہر وھی صغیرۃ او آئسۃ ومنقطعۃ حیض جو لونڈی کا مالک ہوا تو اوسپر اوسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہی یہانتک کہ اوسکے رحم کی صفائی معلوم ہوجائے ایکبار حیض ہونے سے حیض ہونیوالی عورت مین اور مہینہ گذرنے سے مہینون والی عورتین اور وہ صغیرہ ہی اور کبیرہ جسکا حیض بند ہوگیا پیری سے اور جسکا حیض منقطع ہی یعنی اوسکو کبھی حیض نہین آتا کذا فی الطحطاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برارت رحم کی معلوم ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڈھی ہے یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہین آتا تو ایک مہینا گذر جانے سے ہم وجوب استبرا مین وہ حدیث اصل ہی جو ابوداؤد مین ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ جنگ اوطاس کی گرفتار ہوئی لونڈیون کے حق مین فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نکیا جاوے وضع حمل تک اور نہ غیر حاملہ کا یہانتک کہ ایکبار حیض اوسکو آجاوے کذا فی العینی ولو حاضت فیہ بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینے کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبرا باطل ہوگیا یعنی استبرا مین اصل حیض ہی اور مہینا اوسکا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نرہی ولو ارتفع حیضہا بأن صارت ممتدۃ الطہر وھی ممن تحیض استبراؤہا بشہرین وخمسۃ ایام عند محمد وبہ یفتی اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہوگیا اسطرحپر کہ اوسکا طہر دراز ہوگیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونیوالی عورتون مین سے ہی تو اوسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن کا ہی محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی والمستحاضۃ تدع من اول الشہر عشرۃ ایام کذا فی الجواہر وغیرہ فی الحفظ اور مستحاضہ کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینے سے دس دن تک اوسکی قربت کو چھوڑ دے کذا فی البرجندی وغیرہ تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے وبوضع الحمل فی الحامل اور استبرا کرے حاملہ مین بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتد بحیضۃ ملکہا فیہا ولا التی بعد الملک قبل قبضہا ولا بالولادۃ حصلت کذلک ای بعد ملکہا قبل قبضہا اور استبرا مین شمار نکرے اوس حیض کو جسمین مشتری اوسکا مالک ہوا اور نہ اوس حیض کو جو حاصل ہو ملک کے بعد اوسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اوس ولادت کو جو اسطرح حاصل ہوئی یعنے بعد ملک قبل قبض کے کما لا یعتد بالحاصل من ذلک ای من حیضۃ وغیرہا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتری جیسے شمار نہین کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع قبل اجازت بیع فضولی کے اگرچہ جاریہ مشتری کے قبضہ مین ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی مین ملک پوری نہین ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد ایضا بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لانتفاء الملک اور شمار مین نہین آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض کے بعد شراء فاسد مین قبل اسبات کے کہ اوسکو بشراء صحیح خرید کرے بسبب نہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد مین نہین جو حیض استبرا مین شمار کیا جاوے ویجب بشراء نصیب شریکہ من امۃ مشترکۃ بینہما لتمام الملک اور واجب ہے استبرا بسبب خرید کرنے حصہ اپنے شریک کے اوس لونڈی سے جو مشترک ہی دونون میں بسبب پوری ہوجانے اوسکی ملکیت کے اب یعنی ایک لونڈی دو شخصون مین مشترک ہی سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اوسپر استبرا واجب ہی اسواسطے کہ شریک مشتری اب اوسکا پورا مالک ہوا ویجتزی بحیضۃ حاضتہا وھی مجوسیۃ او مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ وکاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فحاضت ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودہا بعد الملک اور استبرا کیواسطے کفایت کرتا ہی وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہی صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خرید کی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید قبل استبرا کے پھر اونکو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہوگئی یا مکاتب لونڈی ادای بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے حیض کے مالک ہونیکے بعد یعنی حیض مذکور اسواسطے استبرا مین کفایت کرگیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونیکے بعد ولا یجب عند عود الآبقۃ ای فی دار الاسلام اور استبرا واجب نہین جاریہ گریختہ کی پھر آنے کیوقت دار الاسلام مین کذا فی الخانیہ ہم اتقانی نے کہا اس مسئلہ مین تفصیل ہے شرح طحاوی مین ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب مین پھر پلٹ آئی اپنے مالک کے پاس کسیوجہ سے تو اوسپر استبرا نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اوسکے مالک نہین ہوگئے اور صاحبین کے نزدیک اوسپر استبرا ہی کیونکہ کفار اوسکے مالک ہوگئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام مین گرفتار کیا اور حالانکہ وہ

کرلیجاتی تھی اور اوسکو کپڑ کے دار الحرب مین لیگئے تو امام اور صاحبین سبکے نزدیک مالک ہوگئے سو اگر اب وہ اپنی مالک کے پاس پلٹ آوگی تو سبکے نزدیک اوسپر استبرا واجب ہوگا انتہے تو بموجب اس تفصیل کے کہ سغنی نے وہ جاریہ کہ دار الحرب مین بہاگ گئی اور کفار اوسکو نہین لیگئے پہر وہ اپنی مالک کی پاس آگئی انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ماتن اور شارح کی کلام مین کتنا خلل ہے کذا فی الطحطاوی وردّ المغصوبۃ ای اذا لم یبعہا الغاصب خلنیہ اور جاریہ مغصوبہ کے پہیر دینی سی استبرا واجب نہین بشرطیکہ اوسکو غاصب نے بیچ ڈالا ہو کذا فے الخانیہ ھم اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پہر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سی لونڈی پہیر لی تو اگر مشتری بھی غصب کرنا نجانتا ہوگا تو مالک پر استبرا واجب نہین اور اگر جانتا ہوگا تو در صورت عدم جماع کی استبرا نہین اور بعد جماع مشتری استبرا واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستأجرۃ وفکّ المرہونۃ لعدم استحداث الملک اور مستاجرہ اور فک مرہونہ سی استبرا واجب نہین ملکیت کی حادث نہونیکے سبب سے یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سی مالک کی ملک زائل نہوگئی تھی جو استبرا واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض لا استبراء علی البائع کما لو باعہا بخیار وقبضت ثم انطلہ بخیارہ لعدم خروجہا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبرا واجب نہین جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی جاکر اور مشتری نے اوسپر قبضہ کیا پہر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبرا واجب نہین اسلیے کہ جاریہ بائع کی ملک سی خارج نہین ہوئی دونون صورتون مین وکذا لو باع مدبّرۃ او امّ ولدہ وقبضت ان لم یطأہا المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اوسپر قبضہ ہوا پہر رد بیع ہوا تو استبرا واجب نہین اگر مشتری نے اوسکی قربت نکی ہو ھم اسمین اعتراض یہہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سی مملوک نہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹہرا اسمین استبرا کیونکر واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وکذا لو طلقہا الزوج قبل الدخول ان کان زوّجہا بعد الاستبراء فان قبلہ فالمختار وجوبہ زیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبرا نہین بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبرا کے اور اگر قبل استبرا کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبرا مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیۃ شری معتدۃ الغیر وقبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرئہا لعدم حل وطئہا للبائع وقت وجود السبب مین کہتا ہون اور جلالیہ مین ہے غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور اوسپر قبضہ کیا پہر اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو اوسکا استبرا نکرے اسواسطے کہ اوسکی وطی حلال نہین بائع کو وجود سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کیوقت ھم صواب یہ ہے کہ یون کہا جاے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اوسکی وطی حلال نہین اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خریدی اور وہ عدت مین تہی خواہ عدت وفات ہو یا طلاق اور اوسکی عدت سی ایکروز یا کم باقی رہا اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو اوسپر استبرا واجب نہین پہر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہوگئی تو مشتری کو حلال نہین بدون استبرا کے کذا فی الطحطاوی ولا باس بحیلۃ اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہرہا ذلک والا لا یفعلہا بہ یفتی اور کچھ مضائقہ نہین اسقاط استبرا کے حیلہ مین جبکہ یہہ معلوم ہوجاے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہین کی اوس طہر مین اور اگر یہہ معلوم نہو تو استبرا کے ساقط کرنیکا حیلہ نکرے اسی قول پر فتوی ہے ھم ابو یوسف کی نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقا جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقا مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کی قول پر فتوی ہے اور در صورت قربت محمد کے قول پر فتوی ہے بدلیل اس حدیث کی کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکہتے ہین اونکو حلال نہین کہ ایکعورت پر اجتماع کرین ایک طہر مین تو جب بائع نے اس طہر مین قربت نکی تو یہہ نہی متحقق نہوئی اور اگر قربت اور عدم قربت دونون معلوم نہون تو عدم جواز ظاہر ہے توہم شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وہی اذا لم تکن تحتہ حرۃ او اربع اماء ان ینکحہا ویقبضہا ثم یشتریہا فیحل لہ وطئہا لانہ بالنکاح لا یجب ثم اذا اشتری زوجتہ لا یجب ایضا اور وہ یعنی اسقاط استبرا کا حیلہ جسوقت کہ اوسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیان نہون یہہ ہے کہ جاریہ سی نکاح کرلے اور اوسپر قبضہ کرے پہر اوسکو خرید کرلے تو وہ جاریہ اوسیوقت اوسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سی استبرا واجب نہین ہوتا پہر جبکہ اوسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بہی استبرا واجب نہوگا ھم قبل خرید کے قبض اسواسطے شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبرا ساقط نہوگا اسواسطے کہ خرید سی نکاح فسخ ہوجاویگا تو استبرا واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ وغیرہ مین اطلاق مذکور ہے بالجملہ یہان تین قول ہین ایک قول یہہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونون شرط ہین چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور دوسرا قول

میلان کا یہ ہے کہ قبض شرط ہے نہ وطی اور تیسرا قول قہستانی کا یہ کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی
لخصا و نقل فی الدرر عن ظهير الدين اشتراط الوطء قبل الشراء وذكر وجهه اور درر مین ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی
وجہ بھی ذکر کی ہے هم وجہ مذکور یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرتا ہے اوسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اوسکی عدت مین ہوگی اور اگر وطی نہین کی تو بمجرد خرید کے نکاح باطل
ہو جاویگا پھر جب ملک کیوقت نکاح نرہا تو استبرا واجب ہوگیا اسکو سبب متحقق ہونیسے یعنی استحداث حلت وطی بملک یمین کذا فی الدر وان كانت تحته حرة
فالحيلة ان يزوجها البائع اي يزوجها من ثقة كما سيجيء قبل الشراء او المشتري قبل قبضها ثم يطلقها بعد ما يشتريها من يوثق به ليس تحته حرة اور اگر اوسکی
تحت حرہ ہے یعنی منکوحہ چار لونڈیان ہین کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خرید سے پہلے اوس شخص سے جسپر اوسکو اعتماد ہو طلاق
دینی کا چنانچہ اسکا ذکر قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کردے اوس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہین شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہے
تو اگر بعد قبضہ کرنیکے نکاح کردیگا تو استبرا ساقط نہوگا او يزوجها بشرط ان يكون امرها بيدها او بيده يطلقها متى شاء ان خاف ان لا يطلقها یا جاریہ
کا نکاح ایسے شخص سے باین شرط کہ جاریہ اپنی طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اوسکو طلاق دیدے اوسوقت ہے جبکہ بائع یا مشتری
اسی سے ڈرے کہ جاریہ کا زوج اوسکو طلاق نہ دیگا ثم يشتري الامة ويقبض او يقبض فيطلق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتري فيسقط الاستبراء
پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرے در صورت تزویج بائع کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے در صورت تزویج مشتری کے پھر زوج اوسکو طلاق
دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبرا ساقط ہوگا هم الحاصل اگر اوسکے تحت مین حرہ ہو تو حیلہ اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے قبل خرید کرنے مشتری
کے اوس مرد سے جسپر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اوسکو خرید کرے پھر زوج اوسکو طلاق دے تو استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسنے غیر کی منکوحہ خرید کی اور اوسکی
وطی مشتری کو حلال نہین تو اوسپر استبرا نہین پھر جب اوسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہوگئی اور اسوقت مین حدوث ملک پایا نہین گیا
جو وجوب استبرا کا سبب ہے تو استبرا واجب نہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کردیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اوسپر قبضہ کیا پھر زوج نے
قبل دخول اوسکو طلاق دی تو استبرا واجب ہوا بعد قبض کے اور اوسوقت مین وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہتی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو
اوسوقت استبرا کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہین گیا کذا فی شرح الوقایہ وقيل المسألة التي اخذ ابو يوسف عليها مائة الف درهم ان زبيدة
حلفت الرشيد ان لا يشتري عليها جارية ولا يستوهبها فقال يشتري نصفها ويوهب له نصفها ملتقط اور بعضون نے کہا جس مسئلہ پر قاضی
ابو یوسف نے لاکھ درہم لئے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اوسپر خرید نکرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ
خرید کرے اور نصف اوسکو ہبہ کیجاے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طریق سے یہ بات صادق آئی کہ تمام اور کامل نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا
تصرف بھی حلال ہوگیا او یکاتبها المشتري بعد الشراء والقبض كما يفيده اطلاقهم وعليه فيطلب الفرق بين الكتابة والنكاح بعد القبض وقد نقل
المصنف عن شيخه كما سنذكره لكن في الشرنبلالية عن المواهب التصريح بتقييد الكتابة بكونها قبل القبض فليحرر قلت ثم وقفت على البرهان
شرح مواهب الرحمن فلم ار القيد المذكور فتدبر یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنیکے چنانچہ اشتراط قبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہے
اور یہ موجب اسکو تو طلب فرق کرنا چاہئے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کردے بعد خرید اور قبض کے تو استبرا ساقط ہوا اور اگر
بعد قبض اوسکا نکاح کردے تو استبرا ساقط نہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح بین بعد القبض مصنف نے اپنی شرح مین فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے اوستاد سے
بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اوس فرق کو مذکور کرینگے یعنی اگلے قول مین لیکن شرنبلالیہ مین مواہب الرحمن سے تصریح ہے تقیید کتابت کی قبل
قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہئے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہئے مین کہتا ہون پھر مین واقف ہوا برہان شرح مواہب الرحمن پر
سو مین نے قید مذکور کو نہین دیکھا سو تامل کرے هم بعضون نے یون جواب دیا ہے شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہین کی تو عبارت اوسکی مجموعہ چند
کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہین کی تو ممکن ہے کہ اوسکے غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم يفسخها او يفسخها ليحل له الوطء

بلا استبراء لزوال ملكه بالكتابة عجزت بالتعجيز لكن لم يحدث ملك حقيقة فلم يوجد سبب الاستبراء وهذه اسهل الحيل تاتارخانية
پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کر دے یعنی جاریہ مکاتبہ کی رضامندی سے تا کہ مشتری کو وطی اوسکے بدون استبرا کے جائز ہو جاوے بسبب زائل ہو جانے
ملک مشتری کے کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے ادا بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبرا کا سبب
پایا نگیا اور یہ حیلہ سب حیلوں سے آسان تر ہے کذا فی التاتارخانیہ م یہ وجہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جسکے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف
نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہے کہ کتابت سے جاریہ مولے کے قبضے سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنی مکاسب کی مالک ٹھہری تو گویا مولے
کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اسکی ملک جدید حاصل ہوئی تعجیز بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک رقبہ حادث نہیں ہوئی تو جو سبب کہ موجب استبرا تھا یعنی حدوث
ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایہ میں ہے کہ جب جاریہ ملک سے نہ نکلی ولیکن اوسکی تصرف سے نکلی پھر اوسکی تصرف میں آئی تو استبرا واجب نہوگا اور اوسکی خارج ہونیکی
تصرف مولے سے یہ دلیل ہے کہ اگر مولے مکاتبہ کی وطی کرے تو اوسپر عقر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا صورت اس حیلہ کی یہ ہے کہ جاریہ کو بعد خرید اور قبض
کے مکاتب کر دے مثلا یوں کہے کہ میں نے تجھکو ہزار درم پر مکاتب کیا کہ سو درم کی قسط ہر مہینے میں ادا کر پھر جب وہ عاجز ہو ادا بدل کتابت سے تو اوسکی رضامندی سے
کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور مولے پر حلال ہو جاویگی استبرا واجب نہوگا بدلیل گذشتہ تو یہ حیلہ سب حیلوں سے سہلتر ہے خصوصا کہ کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد
جلد اوسکی قسط مقرر کرے تو وہ ادا بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاویگی له امتان لا يجتمعان نكاحا اختان او لا فقبلهما
قبل او وطئ احدهما يحل له وطيها وتقبيلها دون الاخرى بشهوة الشهوة في القبلة لا تعتبر بل في المس والنظر ابن كمال تحرمها عليه ایک
شخص کی ایسی دو لونڈیاں ہیں جو آپس میں نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بہنیں ہوں یا نہوں یعنی خالہ بھانجی ہوں یا عمہ بھتیجی ہوں سو مالک نے دونوں کا
بوسہ لیا شہوت سے تو دونوں اوسپر حرام ہو گئیں سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اوس سے قربت کی تو اوسی لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہو گا نہ
دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت معتبر نہیں بلکہ مساس اور نظر میں شہوت شرط ہے یعنی بوسے سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت ہو یا نہو
اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے م جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین بملک یمین جمہور صحابہ کرام کے
نزدیک جائز نہیں زیلعی نے کہا اور اسیطرح جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں ہے اسلئے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں وكذلك يحرم عليه الدواعي
كالنظر والتقبيل حتى يحرم فرج احداهما عليه ولو بغير فعله كاستيلاء الكفار عليها ابن كمال اور اسیطرح مولی پر حرام ہیں دواعی وطی کی جیسے
نظر کرنا اور بوسہ لینا جب تک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اوسپر حرام ہو جاوے اگرچہ حرمت بدون فعل مولی کے ہو جیسے کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال
م شارح ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ یحرم حرمت سے ہے نہ تحریم سے بملك ولو لبعضها باي سبب كان او نكاح صحيح لا فاسد الا بالدخول
او عتق ولو لبعضها او كتابة لانها تحرم فرجها على نفسها بخلاف تدبير ورهن واجارة حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب
یعنی بیع یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ شوہر پر حرام نہیں ہوتی بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کو آزاد کر دینے سے اگرچہ
بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اسواسطے کہ کتابت اوسکی شرمگاہ کو حرام کرتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے کہ ان سے حرمت ثابت نہیں
ہوتی قلت والمستحب ان لا يمسها حتى تمضي حيضة على المحرمة كما بسطه في شرح الملتقى میں کہتا ہوں اور مستحب یہ ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگاوے جب تک
جاریہ محرمہ پر ایکبار حیض نہ گذر جاوے چنانچہ میں نے اسکو شرح ملتقی میں شرح بیان کیا ہے وكره تحريما قهستاني تقبيل الرجل فم الرجل او يده او شيئا منه وكذا تقبيل المرأة المرأة عند لقاء او وداع قنية وهذا لو عن شهوة واما على وجه البر فجائز عند الكل خانية وفي الاختيار عن بعضهم لا بأس به اذا قصد البر وامن الشهوة كتقبيل وجه فقيه ونحوه اور قہستانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اوسکے ہاتھ کا یا کسی اوسکے عضو کا اور اسیطرح مکروہ ہے بوسہ
لینا عورت کا عورت کو ملاقات کیوقت یا رخصت کیوقت کذا فی القنیہ اور یہ یعنی کراہت بوسہ اوسوقت ہے جبکہ شہوت کی راہ سے ہو ولیکن بروجہ نیکوکاری ہو اور غرض احسان
کے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علما کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار میں ہے بعض فقہا سے منقول کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ نیکوکاری کا قصد کرے اور

شہوت سے بغرض ہو جیسے چومنا فقیہ او رپاند ایسکو اور بزرگ کے پھر کہا ہم نے فقیہ ابوجعفر نے کہا اگرچہ معانقہ نہیں جو شے اکمرد مین دوسری مرد کے پر
جبکہ وہ فقیہ یا عالم یا نارک دنیا ہو اعزازاً اور تکریم دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریۃ وکذا المعانقۃ فی ازار واحد یا اور اسیطرح مکروہ ہے مرد کا مرد سے
یعنی گلے سے گلا لگا کر ملنا ایک تہمد مین جبکہ کرتہ اور انگرکہ بدن پر نہو فقط لنگی یا پاجامے سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہو ایسی حالتمین معانقہ مکروہ
ہو جب شہوت ہو اور مراد یہ ہے کہ ہر شخص پر تہمد ہے اور یہہ مراد نہیں کہ دو نون شخص ایک تہمد مین ہون اسواسطی کہ یہہ تو صاف حرام ہی اور کراہت پر د
دلیل ہے کہ انس سے مروی ہی کہ ہمنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرضکیا کہ ہم مین سے ایک شخص دوسرے کیواسطے انحنا کرے یعنے جھکے فرمایا کہ نہین
عرضکیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہین ہمنے عرضکیا کہ ایکدوسرے کا معافحہ کرے فرمایا ہان اس حدیث سے سلام کیوقت جھکنے کی کراہت معلوم
کذا فی الطحطاوی یہہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار مین اسناد کیساتھ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اوس صورت پر محمول
ہے جبکہ فقط تہمد بدن پر ہو اسواسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہی کما سیجی قال ابو یوسف لا بأس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد
اور ابو یوسف نے کہا کچہ مضائقہ نہین چومنے اور معانقہ کرنے مین ایک تہمد مین ولو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلا کراھۃ بالاجماع وصححہ فی الھدایۃ
وعلیہ المتون اور اگر جسد کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدون کراہت کے باجماع شیخین اور ابو یوسف کے جائز ہی اور اسی قولکو صحیح کہا ہی ہدایہ مین اور اسی
قول پر متون فقہ شامل ہین ہم حدیث مین ثابت ہی کہ جب جعفر طیار فتح خیبر مین حبشہ سے آئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکا معانقہ کیا اور اونکی دونو
آنکھون کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے اور کافی مین ہی کہ اعراب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی دست مبارک کو چومتے تھے ابن عباس سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ شروع کیا وہ مکہ معظمہ مین تھے جب ذوالقرنین
وہان وارد ہوئے پھر جب ابطح مین پہونچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر مین ابراہیم علیہ السلام ہین تو ذوالقرنین نے کہا مجکو سوار ہونا لائق نہین اوس شہر مین جسمین خدا کا
دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اوترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کیطرف تو ابراہیم علیہ السلام نے اونکو سلام کیا اور اون سے معانقہ کیا کذا نسفی
الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دار قطنی اور طبرانی نے بھی اسکو روایت کیا ہی
اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ سے ترمذی مین ثابت ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق لو القبلۃ علی وجہ المبرۃ دون الشھوۃ
جاز بالاجماع اور حقایق مین ہی کہ اگر چومنا بروجہ نیکو کاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحۃ ای کما یجوز المصافحۃ
لانھا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنی معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اسواسطے
کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہی بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے کہ جو شخص اپنی بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلا دے تو اوسکے گناہ جھڑ جاتے
ہیں ہم یہہ حدیث معجم طبرانی مین حذیفہ بن یمان سے یون مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہی اور اسکا ہاتھ
پکڑتا ہی اور مصافحہ کرتا ہی تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کی پتیان جھڑ جاتی ہین احمد ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع ہی کہ جو دو
مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو انکی جدا ہونے سے پہلے دونونکے گناہ بخشے جاتے ہین اور ترمذی مین عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہی کہ ہاتھ
کا پکڑنا تمامی ہے تحیہ کی یعنی سلام پورا نہین ہوتا بدون مصافحہ کے واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرھا
یفید جوازھا مطلقا ولو بعد العصر وقولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع
من انھا بعد الفجر والعصر لیس بشیء توفیقا فتامل اور مصنف کا اطلاق یعنی بلا قید مصافحہ کا جواز کہنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ اور مجمع اور
ملتقی وغیرہا متون فقہ کا تابع ہوکر مفید ہی جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہی یعنی مباح اور
بدعت حسنہ ہی چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار مین بیان کیا ہی اور نووی کے سوا اور علمانے بھی اور کتابون مین مذکور کیا ہی اور اسی پر
محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہہ نقل کیا ہی کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچہ چیز نہین یہہ حمل کرنا توفیق کیواسطے ہی اسمین تامل کرا سکو یعنی کسی شی کو اباحت اور

بدعت حسنہ ہے اسواسطے کہ اذکار نووی کے مخالف نہی ہم اذکار نووی مین یون ہی کہ مصافحہ مستحب ہی ہر ملاقات کیوقت اور یہہ جو فجر اور عصر کو لوگونکی علت
ہے تو اسکی شرع مین اسوجہہ خاص سے کچہہ اصل نہین لیکن اسکا بہی کچہہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین
نکرنا بعضے وقت کی کرنے کو مصافحہ مشروعہ سے خارج نہین کر دیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہی کہ اصل مصافحہ سنت ہی اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے
وفی القنیہ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور قنیہ مین ہی کہ سنت مصافحہ مین یہہ ہے کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور
پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہی ہم سنت یہہ ہے کہ مصافحہ کرنے مین کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کیوقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرتے پر
ابہام یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہی کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام کو پکڑو اسواسطے کہ اوسمین ایک رگ ہی جس سے محبت پیدا ہوتی ہی یہہ مذکور ہے
شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین شرح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ الصاق صفحۃ کف بکف اور اقبال وجہ بوجہ سے عبارت ہے
تو انگلیون کا پکڑنا سنت نہین برخلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل واحد منہما فی جانب من الفراش
قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دوسرے
مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچہونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ بہڑے اور نہ لیپٹے ایکمرد دوسرے مرد کو ایک کپڑے مین اور نہ لیپٹے ایکعورت
دوسری عورت کو ایک کپڑے مین ہم یعنی ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اوتار کر جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ
عشر سنین یجب التفرق بینہما وبین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی
النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برسکو پہونچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اوسکی بہائی اور بہن اور اوسکی مان
اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہی بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کرو اونکی بستر مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور نتف مین ہی کہ جب چہہ برس کو
پونہچین یعنی جدا کرنا چاہیئے کذا فی المجتبی ہم شاید کہ مراد اس سے ہمبستری مع التجرد ہی ایک لحاف مین ورنہ جماعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڑہنا جدا
جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبی مین ہی کہ لڑکا جب حد شہوت کو پونہچا تو بالغ مرد کی مانند ہی نظر وغیرہ
کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کی مانند ہی یعنی جیسے مسلمہ کا بدن سوای چہرہ اور کف دست دیکہنا درست نہین ویسی ہی کافرہ کا
درست نہین عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ وکذا الختان امام اعظم سے روایت ہی کہ حمامی کو شرمگاہ کا دیکہنا درست ہی اور حجت اسکی
ختان ہی یعنی جیسے ختنہ کرنیوالیکو دیکہنا درست ہی ویسا حمامی کو ہم فقیہ ابو اللیث نے کہاکہ یہہ ضرورت کی حالتین سے نہ غیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریۃ وقیل
فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضون نے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اوسکو
بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ ختنہ نکر سکے تو نکرے مگر درصورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیئے ہم یعنی ختنہ کرنیوالی عورت سے
نکاح کرے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اوسکو خرید کرکے اوس سے اپنا ختنہ کر دالے اور اگر بڈہا مسلمان ہو اور اذیت ختنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اوسکو طاقت
نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولی جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحطاوی سے نہا حذف کرنا لفظ لا کا
لا یمکنہ سے صواب ہی اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہی والا لم یفعلہ الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ تختنہ والظاہر فی الکبیر انہ یختتن
ویکفی قطع الاکثر اور مذہب ظاہر کبیر السن کے حق مین یہہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہی حصول سنت مین ولا باس بتقبیل
ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر اور کچہہ مضائقہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتہہ چومنے مین بطریق تبرک کی کذا فی الدرر ہم بلکہ قبلہ تحیۃ کا
سنت ہونا یا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہی شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگوی تقبیل کے کہاکہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیہ مین اول
کراہت التقبیل مطلقا اور یہہ امام کا قول ہی ثانی قول صاحبین کہ لا باس بہ مطلقا اور قول ثالث تفصیل یعنی اگر بوسہ تبرک کیواسطے ہی [illegible] عالم اور متورع اور
سلطان عادل کا ہاتہہ چومنا تو اوسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہی اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہی بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل مع تبر[illegible]

سے غرض دنیا کیواسطے ہو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہہ ہے کہ اگر تقبیل کو تعظیم مسلم اور اوسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے
شرح ہدایہ میں کہا عالم اور متقی کی مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہی اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اوسکی تقبیل ید جائز ہے ونقل
المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبيل يد الحاكم المتدين اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا
طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہہ تو قول آئندہ میں داخل ہے ہو اسلیئے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں والسلطان العادل وقيل
سنة مجتبى اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں مضائقہ نہیں اور بعضون نے اسکو سنت کہا ہی کذا فی المجتبی ہم تقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں ازانجملہ
عبد اللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہی کہ ہم لڑائی سے پلٹکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہمنے آپ کا دست
مبارک چوما اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسیکو میں نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم
سے زیادہ تر مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تہیں تو حضرت اونکے واسطے اوٹھ کہڑے ہوتے تھے اور اونکو چومتے تھے اور اپنی مسند پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی
اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پانو چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مرگئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام اونپر جھکے اور اونکا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید اور رجل
ثابت ہوئی اور سر اور کوکہہ کی اور احادیث سے ثابت ہی اور تقبیل بین العینین وعلی الشفتین دونوں لبوں پر عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہی ثابت ہے بوسہ دست و پائے
لیکن یہہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہی اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں مگر زوجین کے حق میں کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا وتقبيل رأسه اي
العالم اجود كما في البزازية اور چومنا اوسکے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود بمعنی کثیر ثواب کے ہے ولا
رخصة فيه اي في تقبيل اليد لغيرهما اي لغير عالم وعادل هو المختار مجتبى وفي المحيط ان لتعظيم اسلامه واكرامه جاز وان لنيل الدنيا
كره اور رخصت نہیں ہی سوا عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی محیط میں ہی کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا فقط اوسکے
اسلام کی تعظیم اور اکرام کیواسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کیواسطے یہہ خوشامد ہی تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاهد ان يدفع اليه قدمه
ويمكنه من قدمه ليقبله اجابه وقيل لا يرخص فيه كما يكره تقبيل المرأة فم اخرى او خدها عند اللقاء او الوداع كما في القنية مقدما للقيل
ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اوسکی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اوسکو چومنے دے تو اوسکو عالم یا زاہد مان لے یعنی چومنے دے اور بعضون
نے کہا کہ ماننے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورتکو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کیوقت چنانچہ قنیہ میں ہے بتقدیم قول بعض یعنی
صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر کیا ہی اجابت پر قال وما يفعله الجهال من تقبيل يد نفسه اذا لقي غيره فهو مكروه فلا رخصة فيه صاحب قنیہ نے
کہا اور یہہ جو بعض جہال کی عادت ہی اپنی ہاتھ چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمین رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہی واما تقبيل يد
صاحبه عند اللقاء فمكروه اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کیوقت تو بالاجماع مکروہ ہے ہم طحطاوی نے کہا یہہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے
تو حکایت اجماع کی اسمین کیا وجہ ہو وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدي العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضي به اثمان لانه يشبه
عبادة الوثن اور یہہ جو جاہل لوگ زمین کو چومتے ہیں عالمون اور سلاطین اور امیرون کے سامنے سو حرام ہے اور کرنیوالا اور جو اس فعل سے راضی ہی عالم
ہو یا سلطان دونوں گنہگار ہیں اسواسطے کہ اسطرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہی یعنی اسواسطے کہ اسمین سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہی کذا فی
الطحطاوی وهل يكفر ان على وجه العبادة والتعظيم كفر وان على وجه التحية لا وصار آثما مرتكبا للكبيرة اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہی جواب
اوسکا یہہ ہے کہ اگر بوجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہی تو کافر ہوگیا اور اگر بوجہ تحیہ اور سلام کے کرتا ہی تو کافر نہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاویگا وفي
الملتقط التواضع لغير الله حرام اور ملتقط میں ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کیواسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہی ہم طحطاوی نے کہا مراد
یہہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کیواسطے اور شہوت پرستی کے لئے تواضع کرنا حرام ہی اور اگر فقیر اور کبیر السن کیواسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع

درحقیقت خدا کیطرف راجع ہو یعنی اوس سے غرض دنیا و دین ہے نہ غرض دنیا وفی الوھبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم وسیجئ نظما اور وہبانیہ مین ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہی کہڑا ہوجانا آنیوالے مسافر کے لئے جیسے جائز ہے کہڑا ہوجانا قران پڑہنے والیکو عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر مین یہ مسئلہ نظم مین آویگا ھ شرنبلالی نے کہا فقیہون کا کلام قیام مین مختلف ہی سو بعضون نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابوداود کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کہڑے ہوگئے تو فرمایا کہ نہ کہڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کیواسطے کہڑے ہوجاتے ہین اور بعضون نے قیام کو مباح کہا ہی باستدلال قیام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ کیواسطے چنانچہ ابوداود اور ترمذی اور نسائی مین مروی ہی اور بعضون نے اسمین تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خان نے کہا ہی چند لوگ قران پڑہتے ہین یا ایک شخص قران پڑہتا ہی پہر اوسکے پاس کوئی اشراف مین سے آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر مرد آنیوالا عالم ہو یا قاری کا باپ یا اوستاد ہو تو اوسکے واسطے اوٹہنا جائز ہے اور اسکے سوا قیام جائز نہین انتہے اور مجمع فتاوی الطائی مین ہے قیام قاری کا جائز ہے جب کوئی اوس سے زیادہ تر عالم یا اوسکا اوستاد جسنے اوسکو قران یا علم سکہایا آوے یا اوسکے والدین آوین اور انکے سوا اور کسیکے واسطے قیام جائز نہین اگرچہ آنیوالا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے مین قیام مستحب ہی اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا مورث ہوتا ہی خصوصا جس ملک مین قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہے وہ اونکے حق مین محمول ہے جو کہڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکہتے ہین چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہی اور اصحاب کبار کا نہ اوٹہنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے کراہت قیام پر دلالت نہین کرتا اسواسطے کہ تعظیم کیواسطے کہڑا ہوجانا عرب کی عادت نتہی اور جب سعدؓ آئے تو آنحضرت صلعم فرمایا قوموا لسیدکم یعنی اپنے سردار کیواسطے اوٹہو کذا فی الطحطاوی **فائدۃ** قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ لوالدیہ علی الرأس وقبلۃ الشفقۃ لاخیہ علی الجبھۃ وقبلۃ الشہوۃ لامرأتہ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمؤمنین علی الید وزاد بعضھم قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوھرۃ قلت وتقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ **فائدہ** اقسام تقبیل مین بعضون نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور پیار کا فرزند کے لئے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کیواسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بہائی کیواسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورتکو یا اپنی حلال لونڈی کو منہ پر اور چومنا تحیہ اور سلام کا مومنین کیواسطے ہاتہہ پر اور بعضون نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہی حجر اسود کیواسطے کذا فی الجوہرۃ مین کہتا ہون اور کتاب الحج مین آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہوچکا یعنی یہہ بہی بوسہ دیانت ہی د فی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عھد ربی ومنشور ربی عزوجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجھہ اور قنیہ مین جو متعلقات مقابر کے باب مین کہ مصحف شریف کا چومنا بعضون نے کہا بدعت ہی لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تہے اور چومتے تہے اور فرماتے تہے کہ یہہ میرے رب کا عہد ہی اور وصیت ہی اور کتاب اور فرمان ہی میرے رب عزوجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تہے اور اپنے چہرہ پر اوسکو ملتے تہے واما تقبیل الخبز فحرر الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ وقواعدنا لا تأباہ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیون نے کہا کہ بدعت مباح ہی اور بعضون نے بدعت حسنہ کہا ہے اور شافعیون نے کہا کہ روٹی کا پانون سے روندنا مکروہ ہے نہ اوسکا چومنا یہہ بیان کیا ہی ابن قاسم نے اپنے حاشیہ مین جو ابن حجر کی شرح منہاج پر ہی ولیمہ کی بحث مین اور ہماری قواعد بہی اوسکو منع نہین کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بہی مباح معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ تکریم اوسکی حدیث مین مروی ہی اور تقبیل منجملہ تکریم ہے واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور حدیث مین آیا ہی کہ روٹی کو چہری سے نہ کاٹو اور اوسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالیٰ نے اوسکو بزرگی دی ہی یعنی انسان اشرف المخلوقات کا قوت اوسکو مقرر کیا

فصل فی البیع

یہہ فصل ہی بیع وغیرہ کے بعضے احکام مین ہم مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیپار کرنا چاہیے جبتک کہ خرید اور فروخت کے مسئلے دریافت نکرلے کہ کس چیز کی خرید فروخت شرع مین جائز ہی اور کسکی نہین زمان سابق مین سوال ہوا کہ قوم ترک بازار مین خرید فروخت کرتے ہین اور اونکا اکثر مال حرام ہی اور اونمین بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہین تو جواب ہوا کہ اسکی تین صورتین ہین

اول یہہ کہ اگر بظن غالب معلوم ہوکہ یہہ چیز اوسنے غیر سے بظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہے اور بازار مین بیچی ہے تو اوسکا خریدنا نچاہیے اگرچہ بیت
کئی بار وہ بک گئی ہو ثانی یہہ ہے کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اسطرح مخلوط ہوگئی ہے کہ جدا نہین ہوسکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اوسکے ملک
مین داخل ہوگئی مگر اوس سے خرید کرنا نچاہیے جبتک کہ وہ مالک کو راضی نکرے بدلا دیکر تو اگر بلا ادائے ضمان خرید کریگا تو مشتری مالک ہوگا مع الکراہتہ ثالث یہہ ہے
کہ جب معلوم ہوکہ غصب و رباج وغیرہ کی چیز اوسکے پاس باقی نہین اوسنے بیچڈالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو اوس سے خرید کرنا درست ہے اور یہہ فتویٰ ہے اور بہتر یہہ ہے
کہ اوس سے خرید نکرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد مین دشوار ہے جواہر الفتاوی مین ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ مین حرام محض کا ترک اپنے اوپر لازم جان
اسواسطے کہ ایسی چیز نپاویگا جسمین شبہہ نہو قنیہ مین ہے اگر ظن غالب ہوکہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہین تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے کنارہ کرے
دلیکن باوجود اسکے اگر خرید کریگا تو اوسکے حق مین حلال ہوگی بشرطیکہ اخیر مشتری کی بیع صحیح ہوگی کذا فی العالمگیریۃ کرہ بیع العذرۃ ای رجیع الادمی خالصۃ
یعنے آدمی کی خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے ھ برجندی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اوس پر مٹی غالب ہے تو جائز ہے
کذا ... لا بیع السرقین ای الزبل خلافا للشافعی مکروہ نہین بلکہ صحیح ہے گوبرا اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت
... یعنی فضلہ حیوانات ھ سرقین معرب ہے سرگین کا وہ عبارت ہے روث اور بعرا ورخثی سے کذا فی الحموی وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب او
... علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جبکہ وہ مخلوط ہوگیا اوس قدر مٹی اور راکھ سے جو گوہ پر غالب ہے قول صحیح مین ھ قہستانی نے کہا
کہ خلط ... کہ مٹی اور راکھ اوٹھا کر گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اسواسطے کہ نجس کا اوٹھانا ممنوع ہے محیط اور اختیار مین صحت بیع مخلوط بلا قید غلبہ تراب مذکور ہے
تو یا مطلق کو مقید پر حمل کیجیے یا رخصت اور استحباب پر کذا فی الطحطاوی کما صح الانتفاع بمخلوطہا ای العذرۃ بل بہا خالصۃ علی ما صححہ الزیلعی وغیرہ خلافا
لتصحیح الہدایۃ فقد اختلف التصحیح بیع کی مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کھیت مین پانس ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہے
زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا و فی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم اور ملتقی مین ہے کہ انتفاع
عذرہ و بیع کی مانند ہے یعنی حکم مین برابر ہے تو اسکو سمجھ لے یعنی جیسی بیع مین خلط شرط ہے ویسی ہی انتفاع مین وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ
اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے بیچنے والے کافر کے حق مین مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اوس سے
دین لینا درست ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب وسکے حق مین مال متقوم نہین تو ثمن کا مالک مشتری ٹھہریگا نہ بائع بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل
ذمیا ببیعہ فیجوز عندہ خلافا لہما و علی ہذا لو مات مسلم و ترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی برخلاف اوس دین کے جو مسلمان پر
ہے تو ثمن شراب سے اوسکا لینا درست نہین بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے مین تو امام کے نزدیک یہہ بیع جائز ہے
برخلاف صاحبین کے اور بنا بر اسکے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان مرگیا اور اوسنے ثمن اوس شراب کا متروکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تہی تو وہ ثمن
اوسکے وارثونکو حلال نہین چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے ھ زیلعی نے کہا فقہا نے کہا اگر مرد مرگیا اور اوسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی
تہی تو اوسکے وارث اوسکو نہ لین اور اوس مال کے مالکونکو پہیر دین اگر اونکو جانتے ہون اور اگر نجانتے ہون تو مال کو خیرات کردین یعنی مالکون کے ثواب کی نیت
سے اسواسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر رد نہوسکے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربہ
اور اشباہ مین ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق مین منتقل نہین ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق مین بہی حرمت انتقال
کرتی ہے قلت ومر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال لا ناخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ
قنیہ مین کہتا ہون اور اشباہ کا قول بیع فاسد مین مذکور ہوچکا لیکن مجتبی مین ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اوسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پہر صاحب
مجتبی نے رمز لکہی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثونپر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہون یا نجانتے ہون تو خبردار
رہیو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہین ہے ھ منتقی مین امام محمد سے روایت ہے کہ نوحہ گر عورت یا طبل یا مزمار بجانیوالے نے مال کمایا اگر نوحہ

اور بجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکونکو وہ مال پھیر دی اگر جانتا ہو اسواسطے کہ یہہ مال بمقابلہ گناہ کے ہی تو اوسکا لینا گناہ ہی اوسکو پھیر دینا چاہئی اور اگر صاحب مال معلوم نہو تو خیرات کر دی مالکون کیطرف سی تا اگرچہ مال اونکو نہین ملا تو ثواب اونکو ملے اور اگر بلا شرط نوحہ گری اور سرود کیے مال ملا تو یہہ مال حلال ہی کذا فی الطحطاوی ہندوستان مین رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانیوالون سے اجرت نہین ٹھہراتے اور شرط نہین کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہین تو اگرچہ ظاہر مین یہہ شرط نہین لیکن درحقیقت یہہ بھی شرط ہی اسواسطے کہ فقہ کا قاعدہ ہی کہ المعروف کالمشروط یعنی معمولی اور مروج مشروط کی برابر ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہئیے وجاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد اور جائز ہے آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے اسواسطے کہ اسمین اسکی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقشکاری اور آرائش مین تعظیم اور جلالت قدر ہے ھ خانیہ مین ہی کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے انتہی اور مسئلہ مسجد مین اختلاف ہی سراجیہ مین ہی مسجد مین نقشکاری چونہ اور ساگون اور سونیکے پانی سے لا بأس بہ اور فقیرون کو دینا افضل ہی نقش کاری سے مضمرات مین ہی کہ اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہو جاتا ہی تماشہ مین نماز سے غافل ہو جاتا ہی اور چہت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اوسکا لگانا مسجد مین مکروہ ہے برخلاف لید اور گوبر کے جب مٹی مین ملائی گئی تو اوسکا مسجد مین لگانا درست ہی استحکام کی ضرورت کے سبب سے مسجد مین کہانا اور سونا مکروہ ہے مگر معتکف کو درست ہی اور جب کہانے اور سونیکا مسجد مین قصد کری تو اعتکاف کی نیت کرلے پہر مسجد مین جائے اور ذکر خدا کری جسقدر مدت کے اعتکاف کی نیت ہے یعنی گہڑی یا دو گہڑی کی یا نماز پڑھے پہر اسکے بعد کہانا یا پینا جو چاہے کری چنانچہ سراجیہ مین ہے مسجد مین درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہی بشرطیکہ مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور صف مین خلل نہ پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طرح پر ہے اول یہہ کہ دخول مسجد کیوقت سلام کری اگر لوگ بیٹھے ہون اور ذکر وغیرہ مین مشغول نہون اور اگر نماز پڑھتے ہون تو یون کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَبِّنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳ خرید فروخت نکری ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی چیز وہان تلاش نکری ۶ سوای ذکر خدا کے وہان آواز نہ بلند کرے ۷ دنیا کی باتین نکرے ۸ اندر جانے کیواسطے لوگون کی گردنون پر نہ پہاندی ۹ مکان کیواسطے نزاع نکری کہ مین یہان بیٹھونگا تو وہان بیٹھے ۱۰ کسی پر تنگی نکری صف مین ۱۱ نمازی کے آگے نکلے ۱۲ مسجد مین نہ تہوکے ۱۳ وہان انگلیان نہ چٹکاوے ۱۴ نجاسات اور لڑکون اور دیوانون اور اقامت حدود سے مسجد کو پاک رکہی ۱۵ اللہ تعالی کی یاد اوسمین بہت کری کذا فی العالمگیریہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جب مسجد مین جائے تو اول داہنا پانون رکہے اور درود پڑہے اور یہہ دعا کرے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیَّ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ اور جب باہر نکلے تو اول بایان پانون بڑہاوے اور درود پڑھے اور یون دعا کرے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیَّ اَبْوَابَ فَضْلِکَ وتعشیرہ اور قران مجید کی دس دس آیتون پر علامت بنانا جائز ہے ونقطہ ای اظہار اعرابہ وبہ یحصل الرفق جدا خصوصا للعجم فیستحسن اور قران مجید کا نقطہ یعنی اوسکی اعراب کو ظاہر کرنا لکھکر جائز ہی اور اعراب کی تحریر سے یقینا آسانی حاصل ہوتی ہی خصوصا عجمیون کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والونکو تو اعراب دینا مستحب ٹھہرا ھ برہان مین ہی کہ اصل روایت یہہ ہی کہ تعشیر اور نقط مصحف مین مکروہ ہے اسواسطے کہ اسمین ترک تجرید ہی اور عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ قران کو مجرد رکہو اور اوسمین اوس چیز کو نملاؤ جو اوسمین داخل نہین اور تجرید دو معنی کی محتمل ہی ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قران کی ساتھ غیر قران کو نہ پڑہنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قران کے لکہنے مین نقط اور تعشیر نکرنا کذا فی الطحطاوی لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کیواسطے درست ہی وعلی ہذا لا بأس بکتابۃ اسامی السور وعد الآی وعلامات الوقف ونحوہا فہی بدعۃ حسنۃ در وقنیہ اور بنابر اسکی نظر بہ تسہیل کچھہ مضائقہ نہین سورتون کے نام اور آیتون کی شمار اور وقف کی نشانیون کے اور اونکی مانند چنانچہ لفظ سجدہ علامت آیات سجود کی لکہنے مین تو وہ بدعت حسنہ ہی کذا فی الدرر والقنیۃ وفیہا لا بأس بکواغد اخبار ونحوہا فی مصحف تفسیر وفقہ وتکرہ فی کتب نحو وادب اور قنیہ مین ہی کہ مضائقہ نہین اخبار وغیرہا کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیون مین لگانا اور نحو اور ادب یعنی صرف ونحو بلاغت وغیرہا کی دفتیون مین لگانا مکروہ ہے ھ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ابو حامد سے سوال ہوا کواغد اخبار اور متعلقات کا جنکو وراق غلاف مین استعمال کرتے ہین یعنی صحاف دفتیون مین لگاتے ہین تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ مین درست ہی نہ کتب

اور نجوم مین انتہے لیکن یہہ بیان نہین کیا کہ اخبار سے احادیث مراد ہین یا تواریخ کذا فی الطحطاوی ویکرہ تصغیر مُصحَفٍ وکتابتہُ بقلمٍ دقیقٍ یعنی تنزیھًا ولا یجوز لفُّ شیٍٔ فی کاغذ فقہٍ ونحوہٖ وفی کتب الطب یجوز مصحف کی چہوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکہنا مکروہ بکراہت تنزیہی ہے اور فقہ وغیرہ دینی کتاب کے کاغذ مین کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہین اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہی ہم کتابت قران کا جو قصد کرے اوسکو لائق ہو کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکہے اور بین السطور کشادہ رکہے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا فی القنیہ وجاز دخول الذمی مسجدًا مطلقًا وکرہہ مالکٌ مطلقًا وکرہ محمدٌ والشافعیُّ واحمدُ فی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذمی کا ہر مسجد مین اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہے ہر مسجد مین اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانیکو مکروہ کہا ہے ذمی کے حق مین ہم امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرونکو مسجد مین اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی مین بہی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہہ آیت ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا یعنی مشرک ناپاک ہین تو مسجد الحرام کے قریب نجاوین اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ وہ غسل جنابت اسطرح نہین کرتی کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی مسجد مین اونکا جانا روا نہین شارح نے اسکا جواب آگے تو لین دیا قُلْنَا النَّھْیُ تَکْوِیْنِیٌّ لَا تَکْلِیْفِیٌّ ہم جواب کہتے ہین کہ قران کی نہی تکوینی ہے نہ نہی تکلیفی ہم تکوینی نسبت ہے تکوین کیطرف اور تکوین ماتریدیون کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جسکی طرف افعال کی صفات راجع ہوتی ہین تو آیت شریفہ کے معنی یہہ کہ حق تعالے مشرکین مین مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نکریگا امر تکوینی کی مثال اِئْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا اور امر تکلیفی کی مثال اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور تکوینی اور تکلیفی کا فرق یہہ ہے کہ امتثال متخلف نہین ہوتا امر تکوینی سے عقلا اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہے کذا فی الحلبی وقد جوّزوا عبور عابر سبیل جنبًا اور البتہ شافعیون نے جائز رکہا ہی جنابت مین مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کی مانند ہم یعنی یہہ جو شافعیون نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹہرایا ہی سو دلیل ناتمام ہی اسواسطے کہ اونکے نزدیک مسجد مین بلا توقف گذرنا درست ہی فمعنی لا یقربوا لا یحجوا ولا یعتمروا عراۃ بعد حج عامھم ھذا عام تسعۃ حین امّر الصدیق ونادی علیٌّ علی بعیرہٖ بسورۃ براءۃ وقال الا لا یحج بعد عامنا ھذا مشرک ولا یطوف عریان رواہ الشیخان وغیرھما فلیحفظ پہر جب نہی تکوینی ٹہری تو آیت شریفہ کا مطلب یہہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نکرینگے اس سال یعنی ہجری نوین سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تہے اور حضرت علی رض نے اپنے اونٹ پر سے سورہ برات آواز بلند سنادی اور کہا خبردار رہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نکرے اور کوئی برہنہ طواف نکرے اسکو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم اتقانی نے کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کے نزدیک اسپر محمول ہے کہ مشرک منع کئے جاوین مسجد الحرام کی تولیت اور کارپردازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت مین کرتے تہے تو حق تعالی نے تنزیہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہہ کہ نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو یہہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ اونکو روکین یا مومنین اور کفار دونکو بموجب اس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہین اور یہہ نہی تکوینی نہین ہے اسواسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلا متخلف نہین ہوتا ہے اور یہان ایسا نہین ہے انتہے طحطاوی نے کہا یعنی یہہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہین کیا تو بہتر یہہ تہا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اور اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصرا تبصر ولا تنس ما مرّ فی فصل الجزیۃ اور نہ بہولیو وہ مضمون جو جزیہ کی فصل مین گذر گیا ہم فصل جزیہ مین یہہ ہے کہ محمد نے سیر کبیر مین دخول کافر کو مسجد الحرام مین منع کیا ہی اور سیر کبیر مین عدم منع مذکور کیا ہی اور سیر کبیر پچہلی تصنیف ہے محمد کی تو ظاہر اوسمین وہ مسئلہ وارد کیا ہی جو آخرکار خوب ثابت ہو گیا ہی وجاز عیادتہ بالاجماع اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ مین مروی ہی کہ یہودی لڑکا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تہا جب بیمار ہوا تو حضرت اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پہر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کو جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قران مجید مین حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر مین یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان اما مجوسی

[illegible]

کی عبادت مین دو قول ہین جواز اور عدم جواز وجاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی بر قول اصح اسواسطی کہ فاسق مسلمان ہی گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانون کے حقوق مین ہی وجاز خصاء البہائم حتی الہرۃ اور جائز ہی خصی کرنا چارپائے جانور و نکا یہانتک کہ بلی کا بہی ہم خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاوی ہندی مین اوسکو بدہیا کہتے ہین واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ہم خوجون سے خدمت لینا اور اونکو عور تو نمین جانے دینا مکروہ ہے امام اعظمؒ نے کہا کہ اگر لوگ اونسے خدمت نہ لیتی تو خصی کرنیوالے اونکو کیون خصی کرتے بعضون نے کہا کہ خوجے مخصوص بچند امور ہین اول یہہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہین ہوتے اور نہ اونسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگونکی تادیب مین زبردست اور خود نے ادب اور عور تونکی مجلس مین آرزو کرتے ہین کہ کاش ہم بہی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے مین نہایت حریص ہوتے ہین اور شدت سی بخیل ہوتے ہین باوجودیکہ اولاد نہین رکہتے کذا فی العینی قیل والفرس بعضون نے کہا اور گہوڑے کا اختہ کرنا حرام ہے ہم شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اختہ کرنے مین کچہہ مضائقہ نہین وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے مین فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے ہم یعنی اگر گہوڑی کے سوا اور جانورون کے خصی کرنے مین فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہی اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری مین ہے ذخیرہ سی وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ قہستانی اور گدہا چڑہانا گہوڑی پر اور گہوڑا چڑہانا گدہی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کیواسطی کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی ولو للرجل بطاہر لا بنجس اور حقنہ اور عمل طاہر بیماری کے علاج کیواسطی پاک چیز سے نہ ناپاک سی درست ہی اگرچہ حقنہ مرد کیواسطے ہو ہم دفع مرض کیواسطی حقنہ درست ہے نہ فربہی کیواسطے تسمین ہین کیواسطی سنن ابوداؤد مین ابو درداء سی روایت ہے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اوتاری ہی اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نکیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداو لا یجوز الا بطاہر لا بنجس اور اسیطرح ہر علاج کرنا جائز نہین مگر پاک چیز سی نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ مین حرام چیز سے علاج کرنیکو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اوسکو خبر دی ہو کہ اوسی حرام چیز مین شفا ہی اور کوئی مباح چیز اوسکی قائم مقام نہین پائی ہم ذخیرہ مین ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینیکو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے کہا نظر کرنا چاہیئے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا ہو جائیگا تو حلال ہی اور فقیہ عبد الملک نے اپنی استاد سی نقل کیا کہ حلال نہین تمرتاشی مین ہی خون اور پیشاب پینا اور مردار کہانا بیمار کو علاج کیواسطی جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اوس سے کہا ہو کہ تیری اسمین شفا ہی اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین اور اگر طبیب نے کہا کہ اسمین جلد شفا ہوگی تو اوسمین اختلاف ہی کذا فی العالمگیریۃ قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم نفی الحرمۃ عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ العطش انتہی اور قد ذکرنا مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہی کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہین کی اوس چیز مین جسکو تم پر حرام کی مطلب نفی حرمت ہی شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقینا بلا تردد معلوم ہو جاوے کہ اسی حرام چیز مین شفا ہی تو اب اوسکی حرمت باقی نرہی دلالت کرتا ہی اس مطلب پر لقمہ اوتارنیکا جواز شراب سی اور شراب پینی کا جواز دفع تشنگی کیواسطی سنتے اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین یعنی اگر لقمہ حلق مین اٹک گیا کسیطرح نہین اوترتا اور پانی نہین ملتا تو اوسوقت شراب پینا بقدر لقمہ اوتارنے کے درست ہی اور اسیطرح عطش شدید مین شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہی اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اوسوقت اوسکی حرمت باقی نرہی والا جواز کی کون صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہی اگر یہہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالی ہے اور دوا کو اوسنے سبب ٹھیرایا ہی اور اگر یہہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہین معلوم کرنا چاہیئے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہین ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہی چنانچہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہی اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہی دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسیطرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سی اور یہی اسباب طب مین ظاہر ہین تیسرا سبب موہوم جیسی داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اوسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطی کہ حدیث مین متوکلین کا وصف یون ہی فرمایا ہی کہ وہ داغتی نہین اور افسون

نہین کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اوسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اوسکا نکرنا بہی نوع اور محظور نہین برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اوسکی فعل سی بعض احوال مین بعض اشخاص کیواسطے چنانچہ عمادیہ مین ہی ظہیریہ مین ہے ایک شخص کا پیٹ جاری ہوگیا یا آنکہین جوش مین آئین سواوسنے دوا نکی یہانتک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو اوسپر گناہ نہین اور اگر بہوکہا رہا اور اوسنے نہ کہایا باوجود قدرت کے یہانتک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونو صورتونمین فرق یہہ ہی کہ کہانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہی یقینیاً تو اوسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک کرنا ہی اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہی حجامت یعنی خون کا نکالنا پچہنون سی ہر شخص کو مستحب ہی اور حجامت بعد نصف اور بروز شنبہ بہتر اور نافع ہے اور پندرہوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہی ذخیرہ مین ہی کہ آدمی اور سؤر کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے علاج کرنا درست ہی لیکن اگر مردار جانور ہو تو اوسکی خشک ہڈی سی علاج درست ہی نہ تر سے قنیہ مین ہے کہ عورت کے دودہ کا ناس لینا درد کو اور دوا کے واسطے پینا درست ہی لیکن جواہر اخلاطی مین ہے کہ اجزار آدمی سی نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہے کہ تریاق کا کہانا مکروہ ہے جبکہ اوسمین سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اوسکی درست ہی اور اگر یقینیا معلوم ہو کہ اوسمین سانپ نہین پڑا ہی تو اوسکا پینا درست ہی محیط مین ہی کہ لڑکونکا داغنا مرض سی اور اسی طرح حیوانات کا داغنا نشانی کیواسطے درست ہی خزانۃ الفتاوی مین ہی کہ قران کے افسون کرنے مین اختلاف ہی یعنی مریض پر قران پڑہنا یا کاغذ مین لکہنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن مین لکہکے دہونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہی اور نخعی کے نزدیک مکروہ ہی خزانۃ المفتین مین ہے کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکہنا اور دروازہ پر چپکانا حرام ہے اسواسطے کہ اسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہی اور نجومیون سی مشابہت ہے الکل من العالم گیریۃ وَجَازَ رِزْقُ الْقَاضِي مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لَوْ بَيْتُ الْمَالِ حَلَالاً جُمِعَ بِحَقٍّ وَاِلَّا لَمْ يَحِلَّ اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اوسمین سی لینا حلال نہین یعنی اسواسطے کہ وہ غیر کا مال ہی اوسکے مالک کو پہیر دینا چاہیئے کذا فی الزیلعی وَعَبَّرَ بِالرِّزْقِ لِيُفِيدَ تَقْدِيرَهُ بِقَدْرِ مَا يَكْفِيهِ وَاَهْلَهُ فِي كُلِّ زَمَانٍ وَلَوْ غَنِيًّا فِي الْاَصَحِّ اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر برزق کیا تا معلوم ہو کہ مقدار اوسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اوسکی عیال کے چاہیئے ہر زمانہ کے موافق اگرچہ قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اوسکی بیت المال سے متعلق ہے قول اصح مین ہم اسواسطے کہ اوسنے اپنی ذات کو روک رکہا مصلحت مسلمین کیواسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہی وَهٰذَا لَوْ بِلَا شَرْطٍ وَلَوْ بِهِ كَالْاِجَارَةِ فَحَرَامٌ لِاَنَّ الْقَضَاءَ طَاعَةٌ فَلَمْ يَجُزْ كَسَائِرِ الطَّاعَاتِ قُلْتُ وَهَلْ يَجْرِي فِيهِ كَلَامُ الْمُتَاَخِّرِينَ يُحَرَّرُ اور یہہ یعنی بیت المال سی قاضی کی روزی کی حلت اوسوقت ہے جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط سی ہو اجرت کی مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہی اسواسطے کہ فیصل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہی تو اوسکا اجارہ جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین اسکی تحریر کرنا چاہیئے ہم متاخرین کا کلام یہہ ہے کہ طاعت پر استیجار درست ہی طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہہ ہے کہ جنکے نزدیک قرارت قران اور فقہ مخصوص بجواز اجارہ ہی تو قضا وغیرہ طاعات مین اجارہ جائز نہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکہتا ہی تو اوسکے نزدیک درست ہوگا وَجَازَ سَفَرُ الْاَمَةِ وَاُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُكَاتَبَةِ وَالْمُبَعَّضَةِ بِلَا مَحْرَمٍ هٰذَا فِي زَمَانِهِمْ اَمَّا فِي زَمَانِنَا فَلَا لِغَلَبَةِ اَهْلِ الْفَسَادِ وَبِهِ يُفْتٰى ابن كمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اوسکا سفر کرنا بدون محرم کے درست ہی یہہ حکم تہا زمانہ قدما کا ہماری زمانہ مین تو سفر غیر محرم کے ساتھ لونڈی کو کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا ذکرہ ابن کمال وَجَازَ شِرَاءُ مَا لَا بُدَّ لِلصَّغِيرِ مِنْهُ وَبَيْعُهُ اَيْ بَيْعُ مَا لَا بُدَّ لِلصَّغِيرِ مِنْهُ لِاَخٍ وَعَمٍّ وَاُمٍّ وَمُلْتَقِطٍ هُوَ فِي حِجْرِهِمْ اَيْ كَنَفِهِمْ لَا لا اور صغیر کیواسطے خرید کرنا اوس چیز کا جو اوسکے واسطے ضروری ہی چنانچہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکہنا اور بیچنا اوسکا جو صغیر کیواسطے ضروری ہی جائز ہے اوسکی بہائی اور چچا اور ماں کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ صغیر شخص مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر اونکی پرورش مین نہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہین وَجَازَ اِجَارَتُهُ لِاُمِّهِ فَقَطْ لَوْ فِي حِجْرِهَا وَكَذَا الْمُلْتَقِطُ عَلَى الْاَصَحِّ كَذَا عَزَاهُ الْمُصَنِّفُ بِشَرْحِ الْمَجْمَعِ وَلَمْ اَرَهُ فِيهِ وَيَاْتِي مَتْنًا خِلَافُهُ فَتَنَبَّهْ اور فقط اوسکی ماں کو صغیر کا اجارہ دینا

دینا جائز ہے اگر اوسکی پرورش مین ہو اور اسیطرح لاوارث لڑکا پانے والیکو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اس
قولکو شرح مجمع کیطرف نسبت کیا ہی اور مینے اوسمین نہین دیکھا اور آگے متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہی تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا
کہ مؤید قول مصنف زیلعی مین ہی قدوری کی روایت سی یعنی صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اسواسطے کہ اسمین ضرورت ہے اور صغیر کیواسطے محض نفع ہو وکذا
لِعَمِّهِ عند الثانی خلافًا للثالث اور اسیطرح صغیر کے چچا کو اوسکا اجارہ دینا درست ہی ابو یوسف کی نزدیک نہ محمد کے نزدیک ہم یہ شارح
کی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ اونسے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہی حالانکہ شرنبلالیہ مین یون ہے کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہو اور
اوسکی مان اوسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کی نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر نفسه لم یجز الا اذا فرغ
العمل لتمحضه نفعًا فیجب المسمّٰی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہین مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہوگئی ہو تو جائز ہی کیونکہ
اب اجارہ نفع محض ہوگیا تو اجر مسمی واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نرہا اجرت حاصل ہونیسے سراسر
نفع ہوگیا وصح اجارة اب وجد وقاض ولو بدون اجر المثل فی الصحیح کما یُعلم من الاشباه فتنبّه اور صحیح ہی اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا اور
قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ درر سی یہہ معلوم ہوتا ہی تو اسکو دیکہ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انه یتخذه
خمرا لان المعصیة لا تقوم بعینه بل بعد تغیره وقیل یکره لاعانته علی المعصیة اور بیچنا شیرہ انگور کا بیچنا اوس شخص سی جسکو بائع جانتا ہی کہ اوسکی شراب
بناویگا درست ہی اسواسطے کہ گناہ قائم نہین ہوتا شیرہ کی ذات سی بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونیکے بعد یعنی شیرہ مین نشہ نہین جو اوسکی
بیع ناجائز ہو بلکہ جب اوسکی حقیقت بدلکر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانیوالیکے ہاتھ مکروہ ہے گناہ
کی اعانت کے سبب سے ہم شیرہ انگور کی بیع درست ہی جیسی جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنیوالے مینڈھے اور اوڑنیوالے کبوتر اور لڑنیوالے مرغ کی بیع درست
ہے اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہین بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہے یعنی گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف
شرع ہی برہان مین ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہین بدلیل قوله تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ باہم مدد گاری نکرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہہ آیت ہی واحل الله البیع یعنی حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہی کذا فی الطحطاوی ونقل
المصنف عن السراج والمشکلات ان قوله ممن ای من کافر اما بیعه من المسلم فیکره ومثله فی الجوهرة والباقانی وغیرهما زاد القهستانی معزیا للخانیة
انه یکره بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور مشکلات سی نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سی مکروہ نہین اور مسلمان شراب ساز سی تو اوسکی
بیع مکروہ ہے اور اسیکی مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما مین ہے اور قہستانی نے خانیہ سی اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اوسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع
أمرد ممن یلوط وبیع سلاح من اهل الفتنة لان المعصیة تقوم بعینه برخلاف بیع امرد کے اوس شخص سی جو اغلام کرتا ہی اور ہتھیار کا بیچنا اہل
فتنہ سی کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ اوسی چیز سے قائم ہوتا ہی بلا تغیر ثم الکراهة فی مسئلة الامرد مصرح بها فی بیوع الخانیة
وغیرها واعتمده المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقره المصنف فی باب البغاة قلت وقدمنا ثمه معزیا للنهر ان ما قامت المعصیة بعینه
یکره بیعه تحریما والا فتنزیها فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہئے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع مین مذکور ہی اور مصنف نے اوسی پر
اعتماد کیا ہی یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکہا ہی اپنی شرح مین باب البغاۃ کے اندر مین کہتا ہون اور ہم یہان
باب البغاۃ مین ذکر کرچکے ہین نہر الفائق سی کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہی تو اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہی تو اوسکی
بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے تناقض دفع ہونیکے واسطے ہم یعنی تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہوگیا یعنی نفی کراہت زیلعی
تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے والله اعلم وجاز تعمیر کنیسة اور تعمیر کنیسہ جائز ہی ہم کنیسہ عبادت خانہ یہود یان فارسی مین
اوسکو کنشت کہتے ہین تعمیر سے مرمت مراد ہی نہ اعادہ بعد الہدم منح الغفار مین ہی کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت مین مزدوری کرے تو لا باس بہ اسواسطے کہ

دوبارہ بنانا ڈہ جانیکے بعد ہو

عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الملتقط و حمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ باجر اور کافر ذمی کی شراب اپنی پیٹھ پر یا اپنی جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک ھ اور صاحبین کے نزدیک یہہ مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہی منجملہ انکے حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل گاہ شراب گرا دینی یا سرکہ بنانیکے واسطے بھی ہوتا ہی اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصر ہا لقیام المعصیۃ بعینہ اور شراب ٹپکانے کی مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے و جاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراہا لا بغیرہا علی الاصح واما الامصار والقری غیر الکوفۃ فلا یمکنون لظہور شعار الاسلام فیہا و خص سواد الکوفۃ لان غالب اہلہا اہل الذمۃ لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر و قالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ و بہ قالت الثلثۃ زیلعی اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کیواسطے یا اوسمین شراب بیچنے کیواسطے جائز ہے نہ سوای قریات مذکورہ کے بنا بر قول اصح کے اور شہرون اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجاوی کا فرونکو علامات اسلام کی ظاہر ہو جانیکے سبب سے اور قریات کوفہ میں یہہ بات اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہانکے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کیواسطے لائق نہیں اسواسطے کہ یہہ گناہ کی اعانت ہی اور یہی قول ہی امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی ھ امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہی منفعت مکان پر اور لہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہی اور اسمین معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہی اور وہ اوسمین مختار ہی پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہو گئی واللہ اعلم و جاز بیع بناء بیوت مکۃ و ارضہا بلا کراہۃ و بہ قال الشافعی و بہ یفتی عینی و قدمنا فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھرونکی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی قول ہی شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہی عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہی کتاب الشفعۃ میں ھ وہانکی عمارت کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت میں درست ہی اور اسی پر فتوی ہی اور دوسری روایت امام سے یہہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں و فی البرھان فی باب العشر و لا یکرہ بیع ارضہا کبنائہا و بہ یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہانکی عمارت کی مانند مکروہ نہیں اور اسی پر عمل ہے و فی مختارات النوازل لصاحب الہدایۃ لا باس ببیع بنائہا و اجارتہا لکن فی الزیلعی و غیرہ یکرہ اجارتہا اور صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل میں ہی کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اوسکے کرایہ میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اوسکا کرایہ مکروہ ہی و فی آخر الفصل الخامس من التاتارخانیۃ و اجارۃ الوہبانیۃ قال ابو حنیفۃ اکرہ اجارۃ بیوت مکۃ فی ایام الموسم و کان یفتی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد و رخص فیہا فی غیر ایام الموسم اہ ملخصا قلت و بہذا یعلم الفرق والتوفیق و ہکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم و یقول یا اہل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلو الآیۃ فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کی کتاب الاجارہ میں دونون کتابونمیں ہے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہون میں مکہ معظمہ کے گھرونکا کرایہ موسم حج کے دنون میں اور امام اہل مکہ کو فتوی دیتے تھے کہ حاجیونکو اوتارین اپنے گھرونمین بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا ایام میں تو انکو گھرونکے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے میں کہتا ہون اور اس تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ ای اہل مکہ اپنی گھرونکے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نکرو تا مسافر وہان اوترے جہان اوسکا جی چاہی پھر آیت مذکورہ پڑہتے تھے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے و جاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق و ہو سنۃ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈالکر تمرد اور بھاگجانیکے سبب سے اور وہ مسلمانونکا طریق ہی بدکارونکے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہی اور اگر اسکا خوف نہو تو جاندار محترم کو تکلیف دینا ناحق مکروہ ہی اور یہی حکم ہی لونڈی کا کذا فی الملتقط و قبول ہدیۃ تاجر و اجابۃ دعوتہ و استعارۃ دابتہ استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولے سوداگری کرتا ہو اور اوسکی دعوت قبول کرنا اور اوسکا جانور عاریت لینا درست ہی اندروی استحسان کے

هم قیاس یہ ہے کہ اوسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہین ہی لیکن بطریق استحسان کے درست ہے تا اہل معاملہ اوسکی طرف رجوع کرین اور
سوداگری اوسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا اونکے آزاد ہونے سے پہلے اور
بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اوسکے حق مین صدقہ ہی اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای قبول هدیة العبد ثوبا واهداؤہ
النقدین لعدم الضرورة فیہا اور مکروہ ہے اوسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپے اشرفی کا ہدیہ دینا اوسکا مکروہ ہے بوجہ عدم ضرورت کی سبب سے
یعنے یہہ امور منجملہ سوداگری کے نہین واستخدام الخصی ظاهرہ الاطلاق وقیل بل دخوله علی الحرم لوبلغ خمس عشر اه خصی یعنی خوجہ سے خدمت
لینا مکروہ ہے ظاہر اسکلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہی خواہ باہر خواہ گہر مین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین بلکہ اوسکا جانا گہر کے اندر
عورتون مین مکروہ ہی اگر اوسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم او بر لخوف هلکہ لو بقی بیدہ یشترط
لیاخذ متفرقا منہ بذلک ماشاء ولو لم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وہو بقاء مالہ اور مکروہ ہے اقراض یعنے
روپیہ یا گیہون بقال جیسا نانبائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانیکے خوف سے اگر اوسکے پاس رہے یہہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اوسکے لیا کریگا متفرق جو چاہیگا
اور اگر یہہ شرط حال عقد یعنے دینے کیوقت نکی لیکن بقال جانتا ہی کہ وہ اسیواسطے دیتا ہی تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہہ ہے کہ اسطرح دینا وہ قرض
ہے جس سے مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہتا ہم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہی اس خیال سے کہ میرے
پاس باقی نرہیگا خرچ ہو جائیگا تو بقدر ضرورت اندک اندک اوس سے لیا کرتا ہی تو یہہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ
دینے کیوقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نکرے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرقوم ہے کہ جب قرض دے
تو مستقرض کا ہدیہ قبول نکرے اور اوسکی سواری پر سوار نہو مگر اوسوقت جبکہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونوں قرض سے پہلے بھی جاری ہو اور بیہقی کی
دوسری روایت یہہ ہی کل قرض جر منفعة فہو وجہ من وجوہ الربو یعنی جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہی ربا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الهدایہ
فلو اودعہ لا یکرہ لانہ لو هلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھدے اور اوس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہین اسلیئے
کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاے بقال کے پاس تو اوسپر تاوان نہین هم جب ودیعت مین ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا جر منفعت مکروہ نٹھہرا وکذا لو
شرط ذلک قبل الاقراض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پہر قرض دیا
تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ هم تجنیس اور مزید مین اسکی تین صورتین مذکور ہین ایک یہہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض مین شرط
کرلے دوسرے یہہ کہ شرط نکرے لیکن معلوم ہو کہ اسیکے واسطے دیتا ہے یہہ دونون صورتین مکروہ ہین تیسری وجہ یہہ ہی کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد
اوسکے قرض دے تو یہہ جائز ہے کیونکہ اسمین نفس عقد مین منفعت شرط نہین کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا
مکروہ تحریمی ہے هم یہہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اوسکو نردشیر کہتے ہین کذا فی القاموس قہستانی نے کہا کہ یہہ کھیل شاپور بن اردشیر
کی موضوعات سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہی ملوک ساسانیہ سے اور یہہ حرام ہی اور مسقط عدالت ہی بالاجماع اہاور حرمت نردشیر کی حدیث مرقوم مین ثابت
ہے چنانچہ جامع صغیر مین ہے اور عینی نے اسمین صحیح مسلم سے روایت کی ہے وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویہمل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح شطرنج
مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور سین مہملہ بھی جائز ہے اور اوسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر لقلت هم ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ مین مذکور
ہے لیکن عمدہ دلیل اوسکی تحریم پر یہ ہے کہ وہ لہو لعب ہی اور ان ملاعب ثلثہ سے جنکا استثنا حدیث معتمد مین ثابت ہی خارج ہی کذا فی العینی شرح
وقایہ مین ہی کہ شطرنج کھیلنے مین فوت نماز کا مظنہ ہے اور عمر ضائع کرنا ہی اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہی کہ کھیلنے والیکو بھوک پیاس کی خبر نہین رہتی
اور چیز کا کیا ذکر ہے واباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایة ونظمہا شارح الوهبانیة فقال ولا بأس بالشطرنج وهی روایة عن الحبر قاضی
الشرق والغرب تؤثر اور شطرنج کو مباح کہا ہی شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت مین اور اوسکو نظم کیا ہی شارح وہبانیہ نے سو یون کہا کہ کچہہ مضائقہ

نہین شعر نجم مین اور یہہ ایک روایت ہی منقول علامہ شرق غرب کے قاضی ہی یعنے ابو یوسف سے وهذا اذا لم يقامر ولم يداوم ولم يخل بواجب والا فحرام
بالاجماع اور یہہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اوسوقت ہی جبکہ قماربازی نکرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور ادای واجب مین مثلاً جمعہ اور جماعت
پنجگانہ مین خلل نڈالے اور نہین تو سبکے نزدیک حرام ہے وكره كل لهو لقوله صلى الله عليه وسلم كل لهو المسلم حرام الا ثلثة ملاعبته اهله وتاديبه
لفرسه ومناضلته بقوسه اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہی مگر تین کھیل حرام نہین اپنی زوجہ سے
ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیراندازی کرنا سبقت کیواسطے هم لہو اور لعب اور عبث بمعنی واحد مین کذا فی شرح
النقاوۃ والبنایۃ اور حرمت ملاہی قران مجید مین بھی مصرح ہی افحسبتم انما خلقناکم عبثا یعنی کیا یہہ تمنے گمان کیا ہے کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہی نسائی کی حدیث
مرفوع مین تعلیم سباحت یعنی پانی مین پیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنی ہے وكره جعل الغل طوق له راية في عنق العبد لعلم باباقه وفي زماننا لا بأس به
لغلبة الاباق خصوصا في السودان وهو المختار كما في شرح المجمع للعيني اور کھیل والا طوق غلام کے گلے مین ڈالنا جس سے اوسکا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہے
اور ہمارے زمانہ مین طوق ڈالنا مکروہ نہین بسبب کثرت بھاگنے کے خصوصاً حبشی غلامونمین اور یہی قول مختار ہی چنانچہ عینی کی شرح مجمع مین ہے هم رایت
وہ علامت ہی جو غلام کے گلے مین ڈالتے تا معلوم ہو کہ یہہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جسمین مسمار عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہی کذا فی الطحطاوی
وكره قوله في دعائه بمعقد العز من عرشك ولو بتقديم العين اور اپنی دعا مین یون کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر
هم یہان دو صورتین ہین مقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور معقد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سو دونون طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ مقعد مشتق ہی قعود سے
تو تمکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدیم عین بھی جائز نہین اسلئے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم حدوث ہے
اسواسطے کہ عرش قدیم نہین محدث ہی تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے كذا في العيني ملخصا وعن ابي يوسف
لا بأس به وبه اخذ ابو الليث للاثر اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ دعا مین بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہین اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث
نے پسند کیا ہی بدلیل اثر کے هم اثر مذکور بیہقی کی کتاب الدعوات مین عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت
نماز ادا کرات یا دن مین اور دو رکعت مین تشہد پڑھ اور آخر نماز مین ثنا خدائے عز وجل کر اور درود پڑھ اور سجدہ مین سات بار سورہ فاتحہ پڑھ اور آیت
الکرسی سات بار پڑھ اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شيء قدیر دس بار کہہ پھر یہہ دعا کر اللهم اني اسألك بمعاقد العز من عرشك
ومنتهى الرحمة من كتابك واسمك الاعظم وكلماتك التامة پھر اپنی حاجت مانگ پھر اپنا سر اوٹھا پھر داہنی بائین سلام کر اور احمقونکو یہہ دعا نہ سکھا اسواسطے
کہ وہ دعا کرینگے تو قبول ہوگی انتہے ابن جوزی نے کہا کہ یہہ حدیث موضوع ہی اور ابن معین اور ابن حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایہ
طحطاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجیے نہ صاحب عرش کی تو یہہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ توصیف عرش کی بلفظ کرم
اور مجد کے ثابت ہی اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار کیا ہی تو اوسکی یہی وجہ وجیہ ہی واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لكونه خبر واحد
فيما يخالف القطعي اذ المتشابه انما يثبت بالقطعي هدايه اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع مین ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہی اوس امر مین جو دلیل
قطعی کے مخالف ہی اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہی کذا فی الہدایہ هم یعنی تنزیہ رب العالمین شوائب حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت
ہی اور یہہ خبر موہم حدوث ہی تو اسکے ترک مین احتیاط ہے بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہی وفي التاتارخانية معزيا للمنتقى عن
ابي يوسف عن ابي حنيفة لا ينبغي لاحد ان يدعو الله الا به والدعاء المأذون فيه المأمور به ما استفيد من قوله تعالى ولله الاسماء الحسنى
فادعوه بها قال وكذا لا يصلى احد على احد الا على النبي صلى الله عليه وسلم اور تاتارخانیہ مین منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفہ منقول ہی کہ کسیکو دعا کرنا
لائق نہین مگر بذریعہ ذات اور صفات اور اسماء الہی کے اور دعاء ماذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالی کے اس قول سے مستفاد ہی کہ حق تعالی کے
اسماء حسنی مین سو اونہین اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسیطرح صلوۃ اور درود کوئی کسیکو نکہے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوۃ

درست نہین لیکن بالتبع درست ہی ھم خانیہ مین ہی کہ غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوۃ کہنا اسطرح کہ اللہم صل علے فلان مکروہ ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھہ ملاکر یون کہنا اللہم صل علی محمد وعلے آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوۃ درست ہی اور سلام بجا ہو صلوۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک وبحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق تعالی اور مکروہ ہے یون کہنا دعا مین بحق رسلک وبحق انبیائک وبحق اولیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچہہ حق ثابت نہین خالق تبارک وتعالی پر ھم انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالی پر وجوبا ثابت نہین لیکن تفضلا وکرما ثابت ہی یہانتک کہ ازراہ کرم حق سائلین بہی ثابت ہی چنانچہ حصن حصین مین حدیث ثابت ہی اللہم انی اسالک بحق السائلین علیک اور اگر حق سے حرمت وعظمت اور وجاہت مراد لیجئے تو بطریق وسیلہ درست ہی قال تعالی وابتغوا الیہ الوسیلۃ کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو قال لآخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ درر اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کر دو تو اوسپر یہہ کرنا لازم نہین اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنی واجب نہین مستحب ہی وفی المختارات قال ابن المبارک سائل یسئل بوجہ اللہ او بحق اللہ یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختارات مین ہی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سی صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجہکو یہہ پسند آتا ہی کہ اوسکو کچہہ نہ دے اسواسطے کہ اوسنے تعظیم کی اوس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی پروردگار جلشانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہہ اوس صورت پر محمول ہی جبکہ سوال سائل کا بیضرورت معلوم ہو وفیہا قراءۃ القرآن ولا یعمل بموجبہ یثاب علی قراءتہ کمن یصلی ویعصی اور مختارات مین ہے کہ قران مجید پڑہا اور اوسکے بموجب عمل نکیا تو پڑہنے کا ثواب پاویگا مانند اوس شخص کی کہ نماز پڑہتا ہے اور گناہ کرتا ہی یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سی اور گناہ ہوا دوسری جہت سی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ہل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعاء قیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیہ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا مین بعضون نے کہا ہان مکروہ ہے اور اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کی پہلی مذکور ہے ھم جہر ذکر اور دعا مین اختلاف ہی اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہی آہستہ فنائے قلب اور عدم اعتصار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتبن وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد یضر باھلہ اور احتکار یعنی بند کر رکہنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور اور بادام اور جانور کا قوت چنانچہ بہوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اوس شہر مین جہان کے لوگونکو بند رکہنے سے ضرر پہنچتا ہو ھم احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے تیس دن یا مہینہ بہر کے حبس سی اصل یہہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار وانتظار گرانی کے بہتر نہین لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ھم یہہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور ابو یعلی کی مسانید مین اور بیہقی کی شعب الایمان مین ثابت ہی جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر کے شہر مین بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنی اوسکی روزی مین برکت ہی اسلئے کہ لوگونکو فائدہ ہوتا ہے دعاء مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکہنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا اوسپر لعنت ہی اصطلاح شرع مین احتکار یہہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکہی اوسکو نہ بیچی گرانی کے انتظار سے مہینہ بہر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اوسی شہر مین خرید کیا ہوا ور لوگونکو ضرر ہوتا ہو حبس سے یعنی اگر اور مقام سی لاکر غلہ بند کر رکہا ہو شہر مین یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہین کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نکرتا ہو تو وہ مکروہ نہین ھم ضرر کی صورت یہہ ہی کہ شہر چہوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اسطرح کہ شہر بڑا ہو یعنی جہان ہر طرف سی غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہین اسلئے کہ اوسنے اپنا مال رکہہ چہوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کی تلقی جلب ہی ھم تلقی جلب یعنی شہر سی نکلکر کیسپ اور بہرتی لانیوالون سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والونکو تو درست نہین اور نہین تو درست ہی بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانیوالون سے نہ چہپا وہی والا تلقی جلب مطلقا مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الہدایہ وشروحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ

فإن لم يبع بل خالف أمر القاضي عزّره بما يراه رادعاً له وباع القاضي عليه طعامه وفاقاً على الصحيح اور يہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر
کا زیادہ ہو اوسکی اور اوسکے گھر والونکی قوت سے اوسکو بیچڈالنے کا قاضی حکم دیے پھر اگر وہ نہ بیچے بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اوسکو تعزیر دے جیسا مناسب سمجھے
اوسکی زجر اور تنبیہ کیواسطے اور قاضی اوسکا غلہ زبردستی بیچڈالے باتفاق امام اور صاحبین کے بقول اصح ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن
در صورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحطاوی وفي السراج لو خاف الإمام على أهل بلد الهلاك أخذ الطعام من المحتكرين وفرّق عليهم
فإذا وجدوا سعة ردّوا مثله وهذا ليس بحجر بل للضرورة ومن اضطر لمال غيره وخاف الهلاك تناوله بلا رضاه ونقله الزيلعي عن الاختيار
اور سراج الوہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنیوالوں سے اناج لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر جب اہل شہر کو کشایش
ہو تو اوسکی برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب سے ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کیطرف مضطر ہو اور اپنے
ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اوسکو لے بلا رضا مندی مالک کی اور زیلعی نے یہہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا ولا يكون محتكراً بحبس غلة أرضه

بلا خلاف وبحبس ما جلبه من بلد آخر خلافاً للثاني اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اوس غلہ کے حبس سے جسکو لا یا ہو دوسری
شہر سے برخلاف ابو یوسف کے ہم اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اوسکا خالص حق ہے حق عوام اوس سے متعلق نہیں تو مبطل حق خلق نہوا
اور مجلوب کے حبس سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا حق اوس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتین ہین ایک صورت
درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری مین اختلاف ہے مکروہ صورت یہہ ہے کہ شہر مین غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگونکو اوسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہوا اور جو صورت درست ہے وہ
یہہ ہے کہ اوسکی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اوسکو لے آیا ہو یا شہر ہی مین غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگونکو مضر نہوا اور مختلف صورت یہہ ہے کہ شہر کے متصل
سے غلہ خرید کرے اور شہر مین بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو یہہ جو صاحب ہدایہ نے مجلوب کو
مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک سو مسلم نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اوسکو قسم متفق علیہ مین داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب مین روایت کی کہ
ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسیطرح مختصر کرخی مین ہے تو مجلوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہوگا کذا فی
العینی شرح الہدایہ مختصراً وعند محمد إن كان يجلب منه عادةً كره وهو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اوس شہر سے عادت ہو تو وہان سے
غلہ لا کر بند کر رکھنا احتکار مکروہ ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اوس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا يسعّر الحاكم لقوله عليه الصلاة والسلام لا تسعّروا فإن
الله هو المسعّر القابض الباسط الرزاق اور حاکم نرخ مقرر نکرے بدلیل قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ نرخ مقرر نکرو اسواسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹھہرانے
والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشایش اناج کی اوسیکی طرف سے ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگون
نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إن الله هو المسعّر القابض الباسط
الرازق مین چاہتا ہون کہ خدا سے ملون اور تم مین سے کوئی شخص مجھسے مطالبہ نکرے ظلم کر نیکا نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے اور روایت کیا اسکو
اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند مین اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی إلا إذا تعدّى الأرباب عن القيمة تعدّياً فاحشاً فيسعّر بمشورة أهل

الرای مگر جبکہ غلہ فروش قیمت مین تعدی فاحش کرین تو حاکم اہل رای کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش کیصورت عینی اور زیلعی وغیرہما
نے یہہ بیان کی ہے کہ دو دنی قیمت پر بیع کرتے ہون وقال مالك على الوالي التسعير عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کی سال مین نرخ
کرنا واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب مین لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب مین نرخ حاکم پر واجب نہین در صورت تعدی جائز ہے اور
مالک کے نزدیک واجب ہے وفي الاختيار ثم إذا سعّر وخاف البائع ضرب الإمام لو نقص لا يحل للمشتري وحيلته أن يقول له بعني بما تحب اور اختیار
مین ہے پھر جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اوسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہین یعنی مالک کی نارضامندی کے
سبب سے تو حیلہ جواز کا یہہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ مجھسے بیچ جسقدر تو چاہے وہکذا فی العینی عن المحيط ولو اصطلحوا على سعر الخبز واللحم

وَزْنًا نَاقِصًا اَمْ جَمِ المُشْتَرِي بِالنُّقْصَانِ فِي الْخُبْزِ لَا اللَّحْمِ لِشُهْرَةِ سِعْرِهِ عَادَةً بِخِلَافِ اللَّحْمِ اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کرلیں
اور بائع کسی شخص کو کم تولدے تو مشتری نقصان پھیرلے روٹی میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہو بر خلاف گوشت کے کہ اسمیں
شہرت نہیں ہوتی مگر لقلت م یہہ تفصیل مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اوسی شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان پھیرلے
اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قلت وَاَفَادَ اَنَّ التَّسْعِيرَ فِي الْقُوْتَيْنِ لَا غَيْرُ وَبِهِ صَرَّحَ الْعَتَّابِي وَغَيْرُهُ لٰكِنَّهُ اِذَا تَعَدَّى اَرْبَابُ
غَيْرِ الْقُوْتَيْنِ وَظَلَمُوْا عَلَى الْعَامَّةِ فَيُسَعِّرُ عَلَيْهِمُ الْحَاكِمُ بِنَاءً عَلٰى مَا قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَجُوْزَ ذَكَرَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ فَاِنَّ اَبَا يُوْسُفَ يَعْتَبِرُ حَقِيْقَةَ الضَّرَرِ كَمَا تَقَدَّمَ
میں کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کردیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کردینا انسان اور حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کی سوا اور چیز میں اور اسکو صریح بیان کردیا
ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کی بائع زیادتی کریں گرانی میں اور لوگوں پر ظلم کریں سو حاکم اونپر زبردستی نرخ مقرر کردے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں
ہے کہ یہہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہہ ثابت ہو چکا
اسکو غور کرلے یُكْرَهُ اِمْسَاكُ الْحَمَامَاتِ وَلَوْ فِيْ بُرْجِهَا اِنْ كَانَ يَضُرُّ بِالنَّاسِ بِنَظَرٍ اَوْ جَلْبٍ اور مکروہ ہے کبوتروں کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربوں میں رہتے ہوں
بشرطیکہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے م نظر کا ضرر یہہ کہ لوگوں کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہہ کہ اوسکے کبوتر کے
ساتھ غیر شخص کا کبوتر اوڑاتا ہو اور یہہ شخص اوسکو پکڑ لیتا ہو وَالْاِحْتِيَاطُ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِهَا ثُمَّ يَشْتَرِيَهَا اَوْ تُوْهَبَ لَهُ مُجْتَبًى اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور
اوسکے مالک کو نجانتا ہو تو احتیاط یہہ ہے کہ کبوتر خیرات کردے محتاج کو پھر اوسکو محتاج سے خرید کرلے یا اوسکو ہبہ کردیا جاوے تصدق کے بعد کذا فی المجتبے
م تصدق کی وجہ یہہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اوسکا رکھنا حلال نہیں اوسکو تصدق کرنا چاہیئے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے فَاِنْ كَانَ
يُطَيِّرُهَا فَوْقَ السَّطْحِ مُطَّلِعًا عَلٰى عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَكْسِرُ زُجَاجَاتِ النَّاسِ بِرَمْيِهِ تِلْكَ الْحَمَامَاتِ عُزِّرَ وَمُنِعَ اَشَدَّ الْمَنْعِ فَاِنْ لَمْ يَمْتَنِعْ بِذٰلِكَ ذَبَحَهَا
اَيِ الْحَمَامَاتِ الْمُحْتَسِبُ پھر اگر کبوتر باز اونکو اوڑاتا ہو چھت کے اوپر جہانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے مارنے اور ہانکنے
سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باوجود اسکے باز نرہے تو کبوتروں کو محتسب ذبح کرڈالے وَصَرَّحَ فِي الْوَهْبَانِيَّةِ بِوُجُوْبِ التَّعْزِيْرِ
وَذَبْحِ الْحَمَامَاتِ وَلَمْ يُقَيِّدْهُ بِمَا مَرَّ وَلَعَلَّهُ اعْتَمَدَ عَلٰى عَادَتِهِمْ اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوتروں کی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع
عورات اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اسنے اونکی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے زمانے میں تاکنے جھانکنے اور پتھر وان پھینکنے کی عادت
ہوگی لہذا اوسنے اس قید لگانے کی حاجت نہ دیکھی وَاَمَّا الْاِسْتِيْنَاسُ فَمُبَاحٌ كَشِرَاءِ عَصَافِيْرَ لِيُعْتِقَهَا اِنْ قَالَ مَنْ اَخَذَهَا فَهِيَ لَهُ وَلَا تَخْرُجُ عَنْ مِلْكِهِ بِاِعْتَاقِهِ
وَقِيْلَ يُكْرَهُ لِاَنَّهُ تَضْيِيْعٌ لِلْمَالِ جَامِعُ الْفَتَاوٰى اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے گنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کیواسطے
مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کیوقت یوں کہا کہ جو انکو پکڑلے تو وہ اوسکے ہیں اور چھوڑ دینے سے اوسکی ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنے تاوقتیکہ دوسرا شخص
اونکو پکڑ نلے اور بعضوں نے کہا کہ گنجشک خرید کرکے چھوڑنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وَفِي الْمُخْتَارَاتِ سَيَّبَ دَابَّتَهُ
وَقَالَ هِيَ لِمَنْ اَخَذَهَا لَمْ يَاْخُذْهَا مِمَّنْ اَخَذَهَا وَمَرَّ فِي اللُّقَطَةِ اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑدیا مطلق العنان کردیا اور کہا یہہ اوسکا
مملوک ہے جو اوسکو پکڑلے تو اوسکو پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نلے اور کتاب اللقطہ میں یہہ مسئلہ گذر گیا وَجَازَ رُكُوْبُ الثَّوْرِ وَتَحْمِيْلُهُ وَالْكِرَابُ
عَلَى الْحَمِيْرِ بِلَا جَهْدٍ وَضَرْبٍ اِذْ ظُلْمُ الدَّابَّةِ اَشَدُّ مِنْ ظُلْمِ الذِّمِّيِّ وَظُلْمُ الذِّمِّيِّ اَشَدُّ مِنْ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ اور سوار ہونا بیل پر اور اوسپر لادنا اور گدہوں سے
کہیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے
ظلم سے م یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اوسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوا خدای
تعالی کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اوس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اوسپر جسکا کوئی مددگار نہیں سوای اللہ تعالی کے اور ظلم ذمی
ظلم مسلم سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اوسکے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحطاوی وَلَا بَاْسَ بِالْمُسَابَقَةِ

فی الرمی والفرس والبغل والحمار کذا فی الملتقی والمجمع واقرہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی قنیۃ ولا بالابل وعلی الاقدام
لانہ من اسباب الجہاد فکان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لیجانیکا تیر اندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے میں اور قدموں کے دوڑنے
میں اسواسطے کہ امور مذکورہ جہاد کے اسباب سے ہیں تو مسابقت مستحب ہوئی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں
یہاں تو اسکو ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اسکے مخالف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا ہم مسائل شتی میں علت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور
تیر اندازی میں مخصوص کی ہے وعند الثلثۃ لا تجوز فی الاقدام ای بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت
جائز نہیں یعنے مال شرط کرکے درست نہیں واما بدونہ فیباح فی کل الملاعب کما یأتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور
ملاہی میں چنانچہ آگے آویگا ہم ظاہرا یہہ کلام ائمہ ثلثہ کے کلام سے مرتبط ہے اور مضمون آیندہ اسکا مفید ہے کہ یہہ کلام ہمارے اہل مذہب کا کذا فی الطحطاوی
حل الجعل وطاب لانہ یصیر مستحقا ذکرہ البرجندی وغیرہ وعللہ البزازی بانہ لا یستحق بالشرط شیئ لعدم العقد والقبض انتہی ومفادہ
لزومہ بالعقد کما یقول الشافعیۃ فیتعین مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہہ نہیں کہ وہ مستحق ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلادے ایسا ذکر کیا ہے برجندی وغیرہ
نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی بسبب نہونے عقد اور قبض کے انتہی کلام البزازی اور یہہ کلام لزوم مال مشروط
کا مفید ہے عقد ہونیکے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اسکو دیکھہ سمجھ لے یعنی عقد یا قبض سے استحقاق مال ثابت ہوگا کہ حاکم زبردستی دلادیگا ان
شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت میں ایک جانب سے مال کی شرط کی ہو ہم مثلا حامد نے محمود سے کہا کہ اگر
میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھجاے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں دس یا سو درم تجھسے لونگا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی
تو میں کچھہ ندونگا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت میں دونو جانبوں سے مال مشروط
ہوا ہو اسواسطے کہ یہہ قمار اور جوا ہو گیا اسلیے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں کذا فی الزیلعی الا اذا ادخلا ثالثا محللا بینہما
بفرس کفؤ لفرسیہما یتوہم ان یسبقہما والا لم یجز ثم اذا سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ
جانبین کا مال مشروط حرام ہے مگر اسصورتمیں حرام نہیں جبکہ دونوں نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کرلیا بشرطیکہ اوسکا گھوڑا دونوں شخصوں کے
گھوڑے سے اسطرح برابر ہو کہ اوسکا آگے بڑھجانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اوسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا
تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا اونکو کچھہ ندیگا اور دونوں شخص آپسمیں جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا
ہم محمد نے کتاب میں کہا کہ ثالث کو شمول فقط جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اوسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اوسکی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اوسکا
مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھپر تو تیرے
واسطے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت کروں تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھہ نپاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے
سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت کرے تو دونوں کا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھپر سبقت کریں تو ہم کچھہ نلیں تو از راہ استحسان یہہ جائز ہے انتہی اس سے
معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتیں ہیں زیلعی نے کہا وجہ جواز یہہ ہے کہ ثالث پر کچھہ غرامت نہیں قطعا ویقینا ہر تقدیر پر اوسمیں تو فقط یہی احتمال ہے
کہ یا دیوے یا نپاوے تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوتی اسواسطے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین احتمال غرامت میں مساوی ہوں کذا
فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتفقہۃ فاذا شرط لمن معہ الصواب صح وان شرطاہ لکل علی صاحبہ لا درر مجتبی اور اسیطرح کا حکم ہے فرقہ فقہا
کی مسابقت میں سو جبکہ مال شرط ہوا اوسکے واسطے جسکے ساتھہ صواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر شخص کیواسطے دوسرے ساتھی پر تو
صحیح نہیں کذا فی الدر والمجتبے ہم جب صاحب حق کیواسطے مال مشروط ہوا تو یہہ قمار کیصورت ہے اسواسطے کہ احتمال زیادت ونقصان ہر شخص میں موجود ہے
بلکہ علت مال کی یہہ صورت ہے کہ مال مثلا زید کو دیا جاے اگر حق گوئی اوسکی جانب ظاہر ہو اور اگر دوسرے کیطرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھہ نپاوے یا تیسرے

نفسیہ کو داخل کرین اگر مسئلہ مین صورت کا محتمل ہو اور مال تیسرے کیواسطے مقرر کرین اگر اسکی حق گوئی ظاہر ہو اور اگر دو نومین سے ایک شخص کی حق گوئی ثابت ہو تو تیسرے پر کچھ نہین کذا فی الطحطاوی والمصارعة لیست ببدعة الا للتلہی فتکرہ برجندی اور کشتی کرنا بدعت نہین مگر بقصد بازی اور لہو لعب کے تو مکروہ ہے کذا فی البرجندی هم جواہر الفتاوی مین ہے کہ کشتی بدعت نہین مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہئیے اور اگر بقصد تحصیل قوت سکے ہو تاکہ کفار سے جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاویگا واما السباق بالاجل فیحل فی کل شیء کما یأتی اور باہم سبقت کرنا بدون شرط مال کے تو ہر چیز مین حلال ہے چنانچہ مسائل شتی مین آویگا وعند الشافعیة المسابقة بالاقدام والطیر والبقر والسباحة والصولجان والبندق والشفق ودحی الحجر واشالتہ بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفة ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالخاتم وکذا یحل کل لعب خطیر اذا فی تعلیمہ سلامة کرمی الکرام وصید الحیة ویحل التفرج علیہم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب الغرائب من کل ما لا یتیقن کذبہ بقصد الفرجة لا الحجة بل وما یتیقن کذبہ لکن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعة علی السنة الآدمیین والحیوانات ذکرہ ابن حجر اور شافعی مذہبون کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدمون سے اور پرندہ اور بیل اور پانی مین تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور گوشفن اور پتھر پھینکنے اور زمین سے ہاتھ اوٹھا دینے اور اوکھلیان قینچی کرکے پنجہ کرنے اور ایک پانو پر کھڑے ہونے اور بوجھنے مین کہ دوسرے شخص کے ہاتھ مین کتنا ہے جفت یا طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے مین اور اسیطرح حلال ہے ہر بازی خطرناک اہر تجربہ کار کو جسکا سلامت رہنا خطرہ سے اکثری امر ہے چنانچہ تیراندازی تیرانداز کو اور سانپ کا پکڑنا اور اوپر اوسوقت مین تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہہ حدیث کہ بات نقل کرو بنی اسرائیل سے اسکی مفید ہے کہ عجائب غرائب کی سماعت کرنا تمام اون حکایات سے جسکا کذب بالیقین ثابت نہین درست ہے انبساط خاطر کیواسطے بلکہ جسکا کذب یقینی ہے اوسکی بھی سماعت حلال ہے لیکن ضرب المثل اور نصائح کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کیواسطے آدمیون یا جانورون کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ دمنہ اور طوطی نامہ ہے ایسا ذکر کیا ہے ابن حجر شافعی نے هم طحطاوی نے کہا مین نہین جانتا فروع شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہہ یہان اسکا ذکر کرنا اس وہم مین البتہ ڈالتا ہے کہ قواعد حنفیہ بھی اسکو مقتضی ہین حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ قواعد مذہب اسکی مقتضی ہین کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام ہو مین واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہے ایک یہہ کہ اوسمین مذاکرہ علم کا ہو تو وہ بہتر ہے سورہنے سے دوسری یہہ کہ حکایات کاذبہ اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہے تیسری یہہ کہ دفع وحشت کیواسطے بات چیت ہو اور دروغگوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اوسکا مضائقہ نہین لیکن ترک اسکا افضل ہے اور جب ایسا کرین تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح اور استغفار کیطرف رجوع کرین تا امر خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیرہ ذلک کو پوچھنا قول مختار یہہ ہے کہ اسکے پوچھنے مین اور خبر دینے مین مضائقہ نہین چنانچہ خلاصہ مین ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہین اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصون کی کچھ اصل نہین وہ مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی ویستحب قلم اظفارہ الا لمجاہد فی دار الحرب فیستحب توفیر شاربہ واظفارہ یوم الجمعة وکونہ بعد الصلوة افضل الا اذا اخرہ الیہ تأخیرًا فاحشا فیکرہ لان من کان ظفرہ طویلا کان رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن ترشنا مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب مین سو اوسکو چاہئیے کہ ناخن اور مونچھ بڑہاتا رہے اور ناخن ترشنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جبکہ جمعہ کے دن تک تاخیر کی بہت سی تاخیر کرکے تو اسطرح جمعہ پر معین رکھنا مکروہ ہے اسواسطے کہ جسکا ناخن دراز ہوگا اوسکا رزق تنگ ہوگا هم لائق یون ہے کہ ناخن تراشے اور بال منڈوے زمین کے اندر دفن کر دے اور اگر اونکو پھینک دے تو مضائقہ نہین اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ مین پھینکے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الخانیہ عتابیہ مین ہے کہ چار چیزین دفن کرنا چاہئیے ناخن اور بال اور خون اور لتہ حیض کا وفی الحدیث من قلم اظفارہ یوم الجمعة اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعة الاخری وزیادة ثلثة ایام درحدیث مین ہے کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی اوسکو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفا لم تر فی عینہ رمدا ابدا یعنی کقول علی رضی اللہ عنہ ؎ قلموا اظفارکم بسنة وادب یمینہا خوابس یسارہا اوخسب دبیانہ وتمامہ فیفنا السعتا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اوسکی آنکھہ کبھی جوش

کریں یعنے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھہ خوابس اور بایان اوخسب ہے اور اسکا بیان اور پورا ذکر مفتاح السعادة مین ہے م اس بیت مین ہر حرف سے اونگلی کے نام کیطرف اشارہ ہی تو خا معجمہ سے مراد ہی خنصر اور دال سے وسطی اور الف ابہام اور با بنصر اور سین سے سبابہ اور بائین ہاتھہ مین علے ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہہ نسبت علی مرتضی کیطرف باطل اور موضوع ہے وفی شرح الغزنویة وروی انه صلی اللہ علیه وسلم بدأ بمسبحة الیمنی الی الخنصر ثم بخنصر الیسری الی الابھام وختمه بابھام الیمنی وذکر له الغزالی فی الاحیاء وجھا وجیھا اور شرح غزنویہ مین ہے اور مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ناخن ترشا داہنے ہاتھہ کے کلمہ شہادت کی اونگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائین ہاتھہ سی شروع کیا داہنے ہاتھہ کے انگوٹھی تک اور ختم کیا داہنے ہاتھہ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی وجہہ معقول بیان کی ہے م وجہ مذکور یہہ ہی کہ داہنا ہاتھہ بائین سے بلاشک افضل ہے اور داہنے ہاتھہ مین کلمہ شہادت کی اونگلی بلاریب افضل ہے تو اوسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اوسکی جانب یمین وسطی ہی اور اوسکی یمین بنصر اور اوسکے یمین خنصر ہے پھر جب داہنے ہاتھہ اور بائین ہاتھہ کی اونگلیونکو ملاؤ تو بائین ہاتھہ کی خنصر جانب یمین ہی علے ہذا القیاس تا ابہام یمنی اور یمین افضل ہے شمال سے لہذا اختتام ہوا ابہام یمنی پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع الرجل نقل والاولی تقلیمھا کتخلیلھا اور پانونکی انگلیون مین روایت ثابت نہین اور بہتر ہے پانون کے ناخن ترشنا اوسکے خلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنی سے اور اختتام خنصر یسری پر قلت وفی المواھب اللدنیة قال الحافظ ابن حجر انه یستحب کیف ما احتاج الیه ولم یثبت فی کیفیته شیء ولا فی تعیین یوم له عن النبی صلی اللہ علیه وسلم مین کہتا ہون اور مواہب لدنیہ مین ہی کہا حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن ترشنا مستحب ہی جسطرح کہ اوسکی حاجت ہو اور اوسکی کیفیت مین کچھہ روایت ثابت نہین اور نہ اوسکے واسطے روز مقرر کرنے مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت ہی م تقلیم اظفار وغیرہ مین جو احادیث مذکور ہوئین محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہین وما یعزی من النظم فی ذلك للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انه باطل اور کیفیت تقلیم اظفار مین جو نظم کہ امیر المومنین علی مرتضی کیطرف پھر ابن حجر کیطرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہی ویستحب حلق عانته وتنظیف بدنه باغتسال فی کل اسبوع مرة والافضل یوم الجمعة وجاز فی کل خمسة عشر وکرہ ترکه وراء الاربعین مجتبی اور موی زہار کا مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سی مستحب ہی ہر ہفتے مین ایکبار اور جمعہ کا دن اسکے واسطے افضل ہی اور جائز ہے ہر پندرہ دن مین اور ترک کرنا حلق اور اغتسال کا چالیس دن سی زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبی م یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبی کی اس عبارت سی نکلتا ہی کہ بعد اربعین کے اسمین کچھہ عذر نہین اور وہ وعید کا مستحق ہے غرائب مین ہے کہ حلق عانہ زیر ناف سی شروع کرے اور نورہ لگا کر موی زہار رفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال دور کرنا اوکھاڑنے اور مونڈنے سی درست ہی لیکن اوکھاڑنا افضل ہے قنیہ مین ہی کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے مین ترک ادب ہے کذا فی الطحاوی وفیه حلق الشارب بدعة وقیل سنة ولا بأس بنتف الشیب واخذ اطراف اللحیة والسنة فیھا القبضة اور مجتبی مین ہے کہ موچھہ کا مونڈنا بدعت ہی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ سنت ہے اور مضائقہ نہین ہے سپید بال کے اوکھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کتر ڈالنے مین اور داڑھی مین قبضہ بھر رکھنا سنت ہی م محیط سرخسی مین ہے کہ سنت یہہ ہے کہ مرد اپنی داڑھی قبضہ مین پکڑے جسقدر قبضہ سی باہر ہو اوسکو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہی محمد نے کتاب الآثار مین امام اعظم سے محمد نے کہا اسی کو لیکر ہم لیتے ہین انتہی مجتبی مین ہے کہ اتنا موچھو نکا کترنا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھہ برابر ہو جاوین یہہ سنت ہے بالاتفاق انتہی غرائب مین ہے کہ نتف نیفکین یعنی زیر لب کے دو نو طرف کے بال اوکھاڑنا بدعت ہی قنیہ مین ہی کہ ناک کے بال اوکھاڑنا مورث آکلہ ہی کذا فی الطحاوی وفیه قطعت شعر راسها اثمت ولعنت زاد فی البزازیة وان باذن الزوج لانه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق لذا یحرم علی الرجل قطع لحیته والمعنی المؤثر التشبیه بالرجال انتہی اور مجتبی مین ہی کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور اوسپر لعنت ہی بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہون اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ مین جائز نہین اور اسیواسطے حرام ہی مرد پر دوسرے مرد کی داڑھی کا قطع کرنا اور معنی موثر یعنی علت فقہی قطع موی زن کی حرمت مین مشابہت پیدا کرنا ہی مردون سے اور عورت کی تشبیہ برجال جائز نہین اھ

ما فی البزازیۃ قلت و اما حلق رأسه ففی الوهبانیۃ تعاس وقد قیل حلق الرأس فی کل جمعۃ یحب وبعض بالجواز یعبر۔ مین کہتا ہون اور سر مونڈنے کو تو
وہبانیہ مین کہا ہی کہ بعضون نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ مین مستحب ہی اور بعضی اسکو جائز کہتے ہین۔ مستحب بعجل تعلم علم الصلوۃ او نحوہ لیعلم الناس و لتعلم
لیعمل بہ فالاول افضل لان منفعتہ اکثر۔ مرد کہ نماز یا اوسکی مانند علم دین سیکہتا ہے تا لوگونکو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکہتا ہی تا اوسپر عمل کرے تو
پہلا شخص افضل ہے اسواسطے کہ اوسکے علم کا فائدہ غیرونکو بھی پہونچتا ہی اور دوسرے کا فائدہ اوسیکی ذات کو مخصوص ہے اول غیر کو نکالتا ہی اور ثانی اپنی خیر
منانا ہے و دوی مذاکرۃ العلم ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ۔ اور حدیث مین آیا ہی کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایکساعت بہتر ہی ایک رات کی عبادت سے یعنی
بشرط حسن نیت ھ عالمگیریہ مین ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہی اور جبکہ نیت صحیح ہو تو نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت
افضل ہے اسواسطے کہ اوسکا فائدہ عام تر ہی لیکن اس شرط سے کہ اداے فرائض مین نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہہ ہے کہ رضاء حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب
دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضون کے نزدیک یہہ بھی صحت نیت مین داخل ہی کذا فی ذخیرۃ الکردری
اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو بھی علم سیکہنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہی لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکہ چکے تو سزاوار
یہہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شمائل صالحین مین نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سواے اسکے فرض نہین ہی اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا
تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہین علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہی وہ معرفت معبود کا علم ہی بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی
کا علم اور جسکے واسطے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز
پنجگانہ اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہی اور ایک علم اور ہے جسکا نفع آخرت مین نہین وہ علم جدل اور مناظرات کا ہی تو اوسکی اشتغال مین
عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اوس سے الزام خصم ہے نہ اظہار حق کذا فی الطحاوی مختصرا ولہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا و
تمامہ فی الدرر اور نوجوان کو علم شرعی کی طلب کیواسطے سفر کرنا اپنے والدین کے بلا اذن درست ہی اگر وہ داڑہی والا ہو اور پورا بیان درر مین ہی ھ اور اگر
امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہی اور مراد علم شرعی سے نہ علم کلام اور مانند اسکی جو ہذیان فلاسفہ اور اونکے اباطیل سے مملو ہی انتہا تمامًا فی الدرر
واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبۃ حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ۔ اور جبکہ ایک شخص نماز
پڑہتا اور روزہ رکہتا ہو اور لوگونکو تکلیف دیتا ہو اپنی ہاتہہ اور زبان سے تو اوسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہین یہانتک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تاکہ وہ اوسکو
ڈانٹے تو مخبر پر کچہہ گناہ نہین ھ اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت مین نہین کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہی اور جس گناہ کو چہپاتا ہو تو اوسکا ذکر کرنا غیبت مین داخل ہے
وقالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اعلمہ ولو بکتابۃ والا کیلا تقع العداوۃ وتمامہ فی الدرر۔ اور فقہا نے کہا کہ اگر جانے کہ اوسکا باپ اوسکے منع کرنے پر
قادر ہے تو اوسکو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکہہ بہیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نکرے تاکہ باپ اور بیٹے مین عداوت نہ پڑ جاے اور پورا اسکا بیان
درر مین ہے وکذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ انما الغیبۃ ان یذکر علی وجہ الغضب یرید السب اور اسی
طرح اوسپر گناہ نہین اگر اپنے بہائی مسلمان کی برائیان ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنیکے اور اسطرحکا بیان عیوب غیبت نہین ہی غیبت تو یہی ہے کہ
عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے ولو اغتاب اہل قریۃ فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید بہ کلہم بل بعضہم وہو
مجہول خانیۃ فتباح غیبۃ مجہول ومتظاہر بقبیح ولمصاہرۃ ولسوء اعتقاد تحذیرا منہ ولشکوی ظلامۃ للحاکم شرح وہبانیۃ اور اگر ایک گانون والونکی غیبت کرے
تو وہ غیبت محرمہ نہین ہی اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والون کا ارادہ نہین کرتا ہی بلکہ بعض لوگونکا قصد کرتا ہی اور وہ بعض مجہول ہین یعنی
نہین کذا فی الخانیہ تو غیبت مباح ہی پانچ شخصونکی ایک تو شخص غیر معین کی دوسرے جو علانیہ گناہ کرتا ہی تیسرے مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنیکی وجہ سے
چوتہی بد اعتقادی کے سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہی پانچوین حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ھ مصاہرت کی صورت
یہہ ہی کہ ایک شخص نے کہین نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے سے مشورہ لیا تو اوسکی عیب کا بیان کر دینا درست ہی اور اسیطرح اگر معاملہ یا اوسکے ساتھہ سفر کا

ارادہ کیا یا کوئی چیز خریدکرنیکا قصد کیا اور وہ اسکا عیب نہین جانتا ہی تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہی اور اسیطرح رواۃ اور شہود مین مجروحین کی جرح جائز ہے تا مسلمین شر سی محفوظ رہین اور جیسے حاکم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہی ویسے مفتی سے اسطرح فتوی پوچہنا درست ہی کہ مجھپر فلانے شخص نے یہہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اسکا شرع مین کیا حکم ہے اور قسمین کیہ بلقب القاب مشہورہ کا ذکر کرنا چنانچہ فلانا چپڑا یا لنگڑا درست ہی یہہ غیبت مین داخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکما تکون الغیبة باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل وبالتعریض والکتابة وبالحرکة وبالرمز وبغمز العین والاشارة بالید وکل ما یفهم منه المقصود فهو داخل فی الغیبة وهو حرام اور جیسے صریحا زبان سی غیبت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سی اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت مین داخل ہے اور وہ حرام ہے ہم غیبت فعلی جیسے کسیکی قد اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یون کہنا کہ مین طفیلی نہین ہون ومن ذلك ما قالت عائشة رضی الله عنها دخلت علینا امرأة فلما ولت اومأت بیدی ای قصیرة فقال صلی الله علیه وسلم اغتبتها اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہماری پاس آئی پہر جب وہ پلٹ چلی تو مین نے اپنے ہاتھہ سی اشارہ کیا یعنی وہ ٹہگنی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے اوسکی غیبت کی ومن ذلك المحاکاة کأن یمشی متعارجا او کما یمشی فهو غیبة بل اقبح لانه اعظم فی التصویر والتفهیم اور اوسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہی چنانچہ لنگڑا کرچلنا یا جسطرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہی بلکہ غیبت فعلی بدتر ہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم مین زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ومن الغیبة ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من رأیناه اذا کان المخاطب یفهم شخصا معینا لان المحذور تفهیمه دون ما به التفهیم واما اذا لم یفهم عینه جاز وتمامه فی شرح الوهبانیة اور منجملہ غیبت یہہ ہے کہ یون کہے کہ جو شخص آجکے دن ہماری پاس ہو کر نکلا یا جسکو ہمنے دیکہا وہ ایسا ہے یہہ قول اوسوقت غیبت ہی جب کہ مخاطب معین شخص کو سمجہے ہو اسطرح کہ محذور اور ممنوع تفہیم شخص سے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہو اور جبکہ مخاطب اوسکی ذات کو نہ سمجہے تو جائز ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ہم اور بعضے نسخہ مین بجای شرح وہبانیہ کے شرح شرعہ ہی وفیها الغیبة ان تصف اخاك حال کونه غائبا بوصف یکرهه اذا سمعه عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتدرون ما الغیبة قالوا الله ورسوله اعلم قال ذکرك اخاك بما یکره قیل افرأیت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیه ما تقول فقد اغتبته وان لم یکن فیه فقد بهته اور شرح مذکور مین ہے کہ غیبت یہہ ہی کہ اپنے بہائی کے غائب ہونے کیوقت اوسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اوسکو برا لگے جبکہ وہ اوسکو سنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سی کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہی اصحاب نے کہا اللہ اور اوسکا رسول زیادہ تر دانا ہی فرمایا کہ اپنے بہائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اوسکو مکروہ معلوم ہوتا ہی کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بہائی مین وہ عیب واقعی ہو جو مین کہتا ہون تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اوسمین وہ عیب ہے جسکو تو کہتا ہی تو تو نے اوسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اوسمین نہین ہے تو البتہ تو نے اوسپر بہتان باندہا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا بھی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہین بلکہ بہتان اور افترا ہی غیبت سی قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہین تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہی اور جو حکم مردہ نہین ثابت ہی وہ عورت نہین بھی ثابت ہی الا بدلیل مخصص اور جسطرح غیبت حرام ہی ویسا ہی اوسکا استماع بھی حرام ہی حق تعالی اس بلای عام سی ہمکو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابو داؤد اور ترمذی مین ہی ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے واذا لم تبلغه یکفیه الندم والا شرط بیان کل ما اغتابه به اور جس شخص کی غیبت کی اور اوسکو اوسکی خبر نہین پہونچی تو غیبت کرنے سی ندامت اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہی اور اگر اوسکو غیبت کی خبر پہونچگئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اوسکا بیان کرنا مغتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط ہے رفع گناہ مین ہم یعنی درصورت عدم علم مغتاب توبہ کفایت کرتی ہے اور درصورت علم اوسکے سامنے یون بیان کرنا چاہیے کہ مین نے تیری یون غیبت کی ہے سو تو اوسکو معاف کردے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہرا برائت عامہ کفایت نکریگی والله اعلم وصلاة الراحم

واجبةٌ ولو كانتْ بسلامٍ وتحيةٍ وهديةٍ ومعاونةٍ ومجالسةٍ ومكالمةٍ وتلطفٍ واحسانٍ اور صلہ رحم یعنے عطا اور حسن سلوک
قرابت والون سے واجب ہے اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مددگاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے اور
احسان سے ہو ويزورهم غبًّا ليزيد حبًّا بل يزوروا اقرباءه كل جمعة او شهرٍ ولا يرد حاجتهم لانه من القطيعة في الحديث ان الله يصل من
وصل رحمه ويقطع من قطعها وفي الحديث صلة الرحم تزيد في العمر وتمامه في الدرر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والون سے ایک روز درمیان
تاکہ محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنے ہر سات دنین یا ہر مہینے مین اور اونکی حاجت کو نہ رد کرے اسواسطے کہ حاجت روائی نکرنا قطع
رحم مین داخل ہے حدیث مین ہے کہ مقرر حق تعالے احسان کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہے اور قطع کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے
قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ قرابت والونکے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اسکا پورا بیان درر مین ہے م درر مین ہے کہ ہر قبیلہ
اور عشیرہ کمک اور مددگار ہین غیرون پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق مین انتہے اور مددگاری قرابت والیکی اوس شرط پر ہے جبکہ وہ مخالف شرع
کے نہو اور نہین تو اوسکا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبيين المحارم مین اختلاف ہے اوس قرابت مین جسکی معاونت واجب ہے بعضون نے کہا کہ قریب محرم
مراد ہے اور بعضون نے کہا ہر قرابت دار مراد ہے محرم ہو یا نہو تو اگر قرابت والونکے پاس ہے تو اونکو ہدیہ دینا اور اونکی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی
کی قدرت نہین تو ملاقات کرنا اور اونکے کام مین اعانت کرنا لازم ہے اگر اونکو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اوسکی
دشمنی سے قطع احسان نکرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور اونکی ملاقات کیواسطے چلنا افضل ہے اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ
کی مانند ہے اور اسیطرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ مان کی مانند ہے مان کے بعد اور چچا باپ کی مانند ہے حسن سلوک مین بنا بر ایک قول کے اور صلہ رحمی
مین دس فضیلتین ہین ۱ خشنودی حق تعالی کی ۲ ادخال سرور ۳ فرشتونکا خوش کرنا ۴ نیک نامی ۵ شیطانکو غمگین کرنا ۶ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷ رزق مین
برکت ہونا ۸ سرور اموات ۹ محبت زیادہ ہونا ۱۰ ثواب زیادہ ہونا موت کے بعد اسواسطے کہ جب اوسکا احسان یاد کرینگے دعاء خیر کرینگے زیادت
عمر کی تاویل مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد موت کے اوسکا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور
بعضون نے کہا کہ لوح محفوظ مین طول عمر صلہ رحمی پر معلق ہے کذا فی الطحطاوی بخاری اور مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے معلق ہے کہتی ہے جو مجھسے جوڑیگا اللہ اوس سے جوڑیگا اور جو مجھسے توڑیگا اللہ اوس سے توڑیگا اور بخاری مین ابو ہریرہ
سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے
اور ترمذی مین روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تا اپنے صلہ رحمی کرو اسواسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والون مین محبت ہوتی ہے اور مال مین برکت اور موت
مین تاخیر ہوتی ہے اور نسائی سلیمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محتاج کی خیرات مین فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قرابت
والیکے دینے مین دو ثواب ہین ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول ويسلم المسلم على اهل الذمة لو له حاجة اليه والا كره
وهو الصحيح كما كره للمسلم مصافحة الذمي كذا في نسخ الشرح واكثر المتون بلفظه ويسلم فاولتها هكذا ولكن بعض نسخ المتن ولا يسلم وهو
الحسن الاشكل فافهم اور سلام کرے مسلمان ذمیونکو اگر مسلمان کو ذمی کیطرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان
کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسیطرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخون مین بلفظ ویسلم کے وارد ہے تو مین نے اوسکی یون تاویل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم
ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے ولیکن متن کے بعض نسخون مین ولا یسلم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر ہے اسلئے کہ
بے تاویل ہے تو اسکو سمجھ لے م فتاوی عالمگیریہ مین ہے مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت مین تو یون سلام لکھے السلام
على من اتبع الهدى اسی کراہت مصافحہ ذمی غیر ہمسایہ پر محمول ہے اور اگر ہمسایہ ہو تو قنیہ مین ہے کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جبکہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ
سے اوسکو رنج ہوتا ہو محیط مین عبدالرحمن کاتب سے منقول ہے کہ اگر مسلمان ایکدو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے مین مبتلا ہو تو مضائقہ نہین اور

اسپر ہمیشگی کرنا مکروہ ہے زیلعی مین ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست ہے اور وعلیکم سے زیادہ نکہے اور اُس سے ابتداء سلام نکرے اسواسطے کہ اوسمین اُسکی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اوسکی طرف حاجت ہو تو ابتداء سلام مین مضائقہ نہین اور اوسکے واسطے دعاے مغفرت نکرے لیکن دعاے ہدایت درست ہے اور طول عمر کی دعا مین اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام و تقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف قال وھذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء علی کافر بقوله علیه الصلوة والسلام لا تبدؤا الیھود والنصاری بالسلام فاذا لقیتم احدھم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ رواہ البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری مین اس حدیث مین کہ کون اسلام یعنی کون صفت اسلام کی بہتر ہے فرمایا کہ تو کہانا کہلاوے اور سلام کرے اوسکو جسکو تو پہچانتا ہے اور جسکو نہین پہچانتا عینی نے کہا اور یہہ تعمیم سلام مخصوص مسلمین ہے تو کافر کو ابتدا السلام نکرے بدلیل اس حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہود یون اور نصرانیون کو ابتدا السلام نکیا کرو پہر جب تم اونمین سے کسیکو راہ مین ملو تو اونکو تنگ راہ کیطرف مضطر کرو ھ تنگ راہ مین اونکو کر دینا اوسصورت مین ہے جبکہ اسکا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب سے وکذا یخص منہ الفاسق بدلیل آخر اور اسیطرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے ھ فاسق سے فاسق معلن مراد ہے بدستور فتاوی عالمگیری مین ہے کہ کافر اور مبتدع سے ترشروئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتبی مین ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اوسکا فسق اعلان کے ساتھ نہو تو مکروہ نہین اور یہہ اوسصورت مین ہے جبکہ خوف نہو اور ضرورت داعی نہو کذا فی الطحطاوی واما من شک فیہ فالاصل فیہ البقاء علی العموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر مین شک ہو تو اوسمین باقی رکہنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہانتک کہ خصوص ثابت ہو اور اگر فاسق اور صالح ہونے مین شک واقع ہو تو اوسکا اعتبار نہین بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے ویمکن ان یقال ان الحدیث کان فی ابتداء الاسلام لمصلحۃ التالیف ثم ورد النھی انتھی فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یون کہا جاے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداے اسلام مین تہی تالیف قلوب کی مصلحت سے پہر کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہوگئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ولو سلم یھودی او نصرانی او مجوسی علی مسلم فلا بأس بالرد ولکن لا یزید علی قوله وعلیک کما فی الخانیۃ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اوسکے جواب دینے کا مضائقہ نہین ولیکن وعلیک سے زیادہ نکہے چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہے ھ یعنی جواب مین فقط وعلیک کہے وعلیک السلام نکہے اسواسطے کہ کافر کبہی مسلمان کو السام علیک کہتا ہے یعنی تجہپر موت ہو اور گاہے کہتا ہے السلام علیک بکسر سین یعنی تجہپر پتہر ہے تو جب وعلیک کہا تو اوسکا قول اوسی پر پلٹا کا اوسی پر برسیگا وند ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو کافر ہو جاویگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال للمجوسی یا استاد تبجیلا کفر کما فی الاشباہ اور اگر مجوسی کو کہے یا استاد تعظیم کی راہ سے تو کافر ہو جاویگا چنانچہ اشباہ مین ہے وفیھا لو قال للذمی اطال اللہ بقاءک ان نوی بقلبہ لعلہ یسلم او یؤدی الجزیۃ ذلیلا فلا بأس اور اشباہ مین ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا کہ حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل مین یہہ نیت کرے کہ شاید درازی زندگی سے کبہی اور مسلمان ہو جاوے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اسکا کچہہ مضائقہ نہین ھ یہہ جو ہندوستانی نصاری کے نوکر عرایض مین اونکو دام اقبالہم لکہتے ہین سو حرام ہے اسلیے کہ کفار کی خیر خواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دلمین مراد رکہین تو شاید مضائقہ نہو مگر یہہ نیت کون کرتا ہے ولا یجب رد سلام السائل لانہ لیس للتحیۃ ولا من یسلم وقت الخطبۃ خانیۃ اور بہیکہ مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہین کذا فی الخانیۃ ھ قاضی پر محکمہ مین اور جو شخص مسجد مین بیٹہا ہے انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قران مین مشغول ہے اور مدرس اگر علم کیوقت اور اذان اور اقامت کے حالمین جواب سلام کا دینا واجب نہین عتابیہ مین ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان مواضع مین جواب ندے انتہے تنبیہ سوار پیدل کو اور کہڑا بیٹہے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچہے آتا ہو وہ آگے کو سلام کرے اسلیے کہ سلام موضوع ہے اسلیے کہ دو ملنے والونکا خوف زائل ہو جاوے یا ایک کا خوف وعدہ ہو یا تواضع کیواسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کیواسطے تو سلام سے مقصود دو امر ہین یا محبت حاصل کرنا یا استدفاع مکروہ برائی کا بالفاظ

تو سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالۂ خوف کیواسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کیواسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کیواسطے ہے ہر چند یہ
قول ہے نووی شافعی کا لیکن ہماری قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب کسکا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والیکا اور بعضوں نے
کہا سلام کرنیوالے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستأذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو
فی فضاء یسلم اولا ثم یتکلم اھ اور خانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جائے تو سلام سے پہلے یہہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے
پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی
اجازت مانگنے کی حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے
جواب دینے سے جواب دینا زید پر سے ساقط نہوگا ولو قال یا فلان او اشار لمعین سقط اور اگر یوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین
شخص کو سلام کیا بدون نام لئے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے ھ اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا
تو جواب ساقط نہوگا کذا فی معین المحارم وشرطہ فی الرد وجواب العطاس اسماعہ فلو اصم یریہ تحریک شفتیہ انتہی اور جواب سلام میں
اور چھینک کے جواب میں اوسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنیوالا یا چھینکنے والا بہرا ہو تو اوسکو اپنے لبوں کی حرکت دکھادے یعنی تا وہ جانے کہ جواب دیا انتہی
ما فی الخانیۃ قلت وفی المبتغی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اہل اقامۃ الفرض فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحتہ وقیل لا میں کہتا ہوں اور
مبتغی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے
اس دلیل سے کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد العجوز
وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان فی ظاہر التاجیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبی میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڈہی عورت کے جواب
دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاجیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم
علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسیطرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیئے ھ یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک
نکہے بلکہ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع
کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسیطرح
واو عطف زیادہ کرکے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو
مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم والسلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید علی وبرکاتہ اور زیادہ نکرے
وبرکاتہ پر ھ ابن عباسؓ نے کہا کہ ہر شئے کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکات ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور
اور سلام کا جواب اور چھینکنے والیکا جواب فی الفور واجب ہے ھ ظاہرا تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے
کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ
غائب کیطرف سے خط بمنزلہ خطاب کے ہے حاضر کیطرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھکے جواب سلام کا نہیں دیتے تاتارخانیہ میں ہے
کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لاخر اقرئ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اوسپر ابلاغ سلام واجب ہے یعنی اگر اوسکا سلام نہ پہنچاویگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر میں
وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کیطرف سے سلام پہنچاوے تو اوسپر لازم ہے کہ پہنچانے والیکو اول سلام کا جواب
دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یوں کہے وعلیک وعلیہ السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ
کآکل او شرعا کمصل وقارئ ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ

نہین جیسے کہ وہ ہے سلام کرنا اوسپر جو حقیقۃً جواب نہین دے سکتا چنانچہ کہا نیوالے یعنی جسکے مُنہ مین لقمہ ہے اور وہ چبا رہا ہے یا عاجز ہو جواب سے شرعًا چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قران خوان اور اگر ان تینونکو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہوگا انتہے ما فی المبتغی و قد ذکرنا فی باب ما یفسد الصلوٰۃ کراہتہ فی نیف و عشرین موضعًا وانہ لا یجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوٰۃ کے باب مین ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کراہت سلام کرنیکے بیس اور چند مقام ہین اور یہہ کہ واجب نہین جواب دینا سَلَامْ علیکمْ کا بجزم میم یعنے اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھہ کہے تنوین اور ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہین اسواسطے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہین کذا فے الطحطاوی لیکن ظاہرا عوام جو اعراب سے واقف نہین وہ اس سے مستثنے ہین ولو دخل ولم یر احدًا یقول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان مین داخل ہوا اور کسیکو نہ دیکھے تو یون کہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی ہمپر سلام ہو اور حق تعالے کے نیک بندون پر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہین جو سلام کرنیوالے کے ساتھہ ہین اور حاضرین جن تاتار خانیہ ہین کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل ہونے مین چاہیے فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا یکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار و متن مواہب الرحمن لان علیًا تصدق بخاتمہ فی الصلوٰۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون مسجد مین سوال کرنے والیکو دینا مکروہ ہے مگر جبکہ سائل لوگونکی گردنون پر قدم اوٹھا کر نہ پھاندتا ہو تو اوسکو دینا بقول مختار مکروہ نہین کذا فے الاختیار و متن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز مین خیرات دی سو حق تعالی نے قران مجید مین یون انکی مدح کی کہ زکوٰۃ دیتے ہین اور حالانکہ رکوع مین ہوتے ہین ہم یعنی وہ نماز مسجد مین تھے تو دلیل پوری ہوگئی یا جبکہ نماز مین جو افضل اعمال ہے تصدق درست ہوا تو مسجد مین بطریق اولے درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے کذا فی الطحطاوی و احب الاسماء الی اللہ تعالی عبد اللہ و عبد الرحمن دو بہترین اسماء حق تعالی کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے ہم مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن مناوی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقا حتے کہ عبد الرحمن سے بھی اور ان دونو نامون کے بعد محمد افضل ہے پہر احمد پہر ابراہیم انتہے قول المناوی طبرانی مین عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب مونہین پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہین جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر کذا فی الطحطاوی و جاز التسمیۃ بعلی و رشید و غیرہما من الاسماء المشترکۃ و یراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالی لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولی لان العوام یصغرونہا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمیکا نام علی اور رشید کہنا اور انکے سوا ان اسماء سے جو مشترک ہین خالق اور مخلوق مین اونکا تسمیہ بھی درست ہو اور ہمارے حق مین اسماء مذکورہ سے اوسکے غیر معانی مراد ہوتے ہین جو حق تعالی کے حق مین مراد ہوتے ہین لیکن انکے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ مین بہتر ہے اسلیے کہ عوام لوگ پکارنے کیوقت اسماء مذکورہ کو حقیر کرکے پکارتے ہین کذا فی السراجیۃ ہم مثلا علی حق تعالی کے حق مین بمعنی عالی رتبہ ہو ہر شی سے اور آدمیکے حق مین عالی رتبہ ہو اپنے ہمسرونسے اور رشید حق تعالی کے حق مین بمعنی موصل الی الہدایۃ و الی کل خیر اور آدمی کے حق مین تقرب الی اللہ حاصل کرنیوالا اور جو راشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمدًا لا باس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیًا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اوسکی کنیت ابو القاسم سے رکھنے مین کچھہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ یہہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی ہم سبب کراہت کا یہہ تہا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پہر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم انکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمنے اور شخص کو پکارا انکو دیکرا ان یدعو الرجل اباہ وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ الا بلفظہ اور یہہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی ما فی السراجیۃ بلفظہ ہم چونکہ والد کا حق ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھہ خطاب کرنا چاہیے نام لینے مین ظاہرا نے ادبی ہے حدیث مین وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسیکے واسطے امر ہوتا

تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وفیہا یکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث فی البستان وعند قراءۃ القرآن وزاد فی الملتقی تبعا للمختار وعند التذکیر فما ظنک بہ عند الغناء الذی یسمونہ وجدا اور سراجیہ میں ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلا میں اور جماع کیحالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کیوقت اور ملتقی میں باتباع مختار اتنا اور زیادہ کیا ہے اور وعظ اور تذکیر کیوقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کیوقت اوس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہیں ۱۲ ہم یعنی جب کلام مباح وعظ کیوقت مکروہ ہوا تو غناء محرم وعظ کیوقت ظلم عظیم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تہا فما ظنک بالنیام عند التذکیر تاتارخانیہ میں ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نکرے مگر امر خیر میں اور بعضون نے کہا اور نماز کے بعد بہی کلام نکرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن وہو لسان اہل الجنۃ من تعلمہا او علّم غیرہ فہو ماجور وفی الحدیث احبوا العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اہل الجنۃ فی الجنۃ عربی عربی زبان افضل ہے باقی زبانون سے اور بہشتیونکی زبان عربی ہے جو اوسکو سیکہے اور غیر کو سکہاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث میں وارد ہی کہ عرب کو دوست رکہہ تین وجہ سے اسواسطے کہ میں عربی ہون اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے ۱۲ م جامع صغیر میں اَحِبُّوا بصیغہ جمع امر حاضر ہے حاکم نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہہ حدیث صحیح ہے اور یہہ بہی روایت ہے کہ احفظونی فی العرب لثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے آور حب عرب میں احادیث کثیرہ وارد ہین چنانچہ عراقی نے علحدہ کتاب اسمین تالیف کی ہے ازانجملہ افراد دارقطنی میں ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان وبغضہم نفاق یعنی محبت عرب کی ایمان سے اور عداوت اونکی نفاق ہے آور ابو الشیخ نے ابوہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکہو عرب کو اور اونکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام میں اور اونکا فنا ہو جانا ظلمت ہی اسلام میں کذا فی الطحطاوی وفیہا تطیین القبور لا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج الکتابۃ کیلا یذہب الاثر ولا یمتہن لا باس بہ ذکرہ المصنف فی اخر باب الوصیۃ للاقارب وقد ذکرناہ فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبر و نپر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار میں مکروہ نہین اور بعضون نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہین اوسکا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اسکو باب الجنائز میں پہلے ذکر کر چکے ہین **فائدہ** زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہی اور کیفیت زیارت یہہ ہی کہ جسطرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے زیارت کرتا تہا اوسیطرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہہ ہے کہ اپنے گہر میں دو رکعت نماز پڑہے ہر رکعت میں فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورہ اخلاص تین بار پڑہے اور اوسکا ثواب میت کیواسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کر دیگا اور پڑہنے والے کو بہت ثواب ہوگا پہر قبرستان کیطرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نکرے جب قبرستان میں پہنچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کہڑا ہو اور یون کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر اور اگر شہید ہو تو یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار آور جب میت کیواسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پہر سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والہکم التکاثر پڑہے قرآن پڑہنا قبرستان میں بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑہنا مکروہ نہین اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہین لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب تک اور پنجشنبہ میں اول روز یا آخر روز اور اسیطرح متبرک راتون میں چنانچہ شب برات اور اسیطرح ازمنہ متبرکہ میں چنانچہ عشرہ ذیحجہ اور عیدین اور عاشورا ابوبکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کیوقت سورہ اخلاص سات بار پڑہنا مستحب ہے مجکو یہہ حدیث پہنچی ہے کہ جو سات بار پڑہے اگر میت غیر مغفور ہے تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہی تو پڑہنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے آور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑہے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے چالیس برس تک دور ہو جاتی ہے قبر پر پتہر رکہنا بعضون کے نزدیک درست ہے اور بعضون کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہین کہ نصاری کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے چومنے میں مضائقہ نہین پہولون کا ڈالنا قبرون پر درست ہے اور اگر پہولونکی قیمت کو خیرات کر دے تو بہتر ہے اور اجرام شمع وقمقمونکی طرف بدعت ہے الخ

فی العالمگیریۃ یکرہ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض خیر لکم من ظہرھا خلاصۃ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ مین پڑ جانیکے خوف سے تمناء موت کی مکروہ نہین یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہوا اوسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ مین مرنا جینے سے بہتر ہو لا باس بلبس الصبی اللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للمنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت وزمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج الی نقل صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما قال وقد رجحوا قولہما فی الکافی قولہما اقرب الی عرفنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال لانہ من حلی النساء مضائقہ نہین موتی کے پہننے مین صغیر کو اور اسیطرح بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ مین منیۃ المفتی کیطرف منسوب کر کے اور موتی پر طرسوسی نے باقی پتھر ونکو مثل یاقوت اور زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے طرسوسی سے یہہ نزاع کیا ہے کہ اسکی حلت مین نقل صریح چاہیئے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہین اور جوہرہ مین موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی مین مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ مین حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے مصنف نے کہا اور البتہ علماء نے صاحبین کے قولکو ترجیح دی ہے سو کافی مین یون مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیار کے رواج سے تو اوسیکا فتویٰ دینا چاہیئے پہر مصنف نے کہا اور بموجب اسکی تو مذہب مین موتی اور اسکی مانند اور پتھرون کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردون پر اسواسطے کہ وہ عورتونکا زیور ہے ویکرہ للولی الباس الخلخال والسوار للصبی اور ولی کو پہنانا گوجری اور کنگن کا صغیر کو مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ عورت کا زیور ہے کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح ہاتھ پاؤن کڑے اور جوشن اور گھونگرو لڑکون کو پہنانا درست نہین ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط بیٹی اور طفل کے کان چہیدنے مین مضائقہ نہین باعتبار استحسان کے کذا فی الملتقط ھ ظاہرا طفل سے مذکر مراد ہے عطف کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری مین کبریٰ سے منقول ہے لا باس ان یثقب اذان الطفل من البنات اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو اسمین چہیدن اذان کیواسطے مخصوص ہے کذا فی الطحطاوی وھل یجوز الخزام فی الانف لم ارہ اور کیا جائز ہے نتھنی پہننا ناک چہیدکر مین نے اسکا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا ھ طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون اگر نتھنی کو زینت کیواسطے عورتین پہنتی ہون چنانچہ بعضے بلاد مین رائج ہے تو انکو ناک چہیدنا نتھنی کیواسطے ایسا ہے جیسے کان کا چہیدنا درست ہے بالیون کیواسطے ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب او الفضۃ او من دواۃ کذلک سراجیۃ اور مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا چاندی کے قلم بنائے ہو سے یا سونے چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بذھب وفضۃ ولا باس بسرج ولجام وثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پہر سراجیہ مین یون کہا کچھ مضائقہ نہین سونے چاندی کے ملمع کا ہتیار پر اور مضائقہ نہین زین اور لگام اور دمچی کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے ھ ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول مین مذکور ہو چکی جاریۃ لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطیہا بقبول قول بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مر وان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ولو اشتراہ منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک الشیء لغیرہ فلا باس بشرائہ منہ زید کی لونڈی ہے سو بکر نے کہا کہ مجکو زید نے اسکے بیچنے کا وکیل کیا ہے تو عمر کو اوسکی خریدا اور قربت کرنا درست ہے بسبب قبول کر لینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمر کو اوسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب مین مذکور ہو چکا اور اگر اوسکی کذب کا گمان غالب ہو تو اوسکے قولکو قبول نکرے اور نہ اوس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نکرے کہ یہہ چیز غیر شخص کی ہے تو اوسکے خرید کرنے مین بائع سے کچھہ مضائقہ نہین یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ھی امرأتک جیسے حلال قربت اوس عورت کی جو زوج کے پاس پہونچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتون نے کہا کہ یہہ تیری زوجہ ہے یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے بصورت عدم معارض وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان اعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت وحاصلہ انہ متی اخبرت

جو ترتیب عورتین پہنتی ہین … ناک چہیدنا … بالیون … مکروہ ہے … بہتر ہے … فارسی … [illegible]

یا ممتحن فان ثقۃً او وقع فی قلبہ صدقھا لا باس بتزوجھا وان بامر مستنکر لا مالم یستفسرھا اور حلال ہے نکاح کرلینا اوس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میری زوج نے مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اوسنے مجکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دلمین اوسکی راستی واقع ہو جاوے اور اسکا پورا بیان خانیہ مین سے مین کہتاہون خلاصہ مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دلمین اوسکی راستی جمجاوے تو اوسکے ساتھ نکاح کرلینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اوسکے نکاح پر جرأت نکرے جبتک کہ اوسکا حال دریافت نکرلے لوگون سے ہم امر مستنکر جیسا کہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پہر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تہا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اوسکا قول مان لینا درست نہیں اور نہ اوسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اوسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور جیسا کہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال ہوگئی تو اوسکو اوسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعضے علما کے نزدیک مجرد نکاح کے بلا وطی زوج ثانی کی حلت ہوجاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحطاوی ؀

فروع مسائل متفرقہ شارح کی کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ان حنیفۃ مستفتی نے لکہا کہ اس مسئلہ مین مثلا شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکہو ہم یہہ مبنی ہے علماکے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکی اور اسکی بنا اسپر ہے کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور حق یہہ ہے کہ تقلید مفضول کی بہی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہے نہ تابع مقلد کے ضمیر اسواسطے کہ مقلد کو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے دروہ مین اور اوسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی یدین یکتب لا یصدق قضاء لیقتضی القاضی بحنثہ اور جب مفتی لکہے کہ یہہ امر دیانۃً درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہئے تو یہہ بہی مفتی کو لکہنا چاہئے اور اوسکی تصدیق قضاءً نکرنا چاہئے تاکہ قاضی حکم کرے اوسکی حانث ہونیکی مثلا ہم شاید کہ یہہ بر سبیل اولویت کے ہے ولا افتاء قاضی اس قول کی کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی الترجیع بالقران والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قران پڑہنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنی تردید صوت حلق مین خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہو جائین ہم منح الغفار مین اس قول کو امام نقل کیا ہے اور عالمگیری مین ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہین اسلئے کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیون کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بلا خلاف حرام ہے وان زاد کرہ لہ ولمستمعہ اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہوجاے مثلا فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واو پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اسکی ساعت کرنیوالے کو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسنت ان لسکوتہ فحسن وان لقراءۃ یخشی علیہ الکفر اور ستمع کا یون کہنا قاری مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تونے تو اگر اوسکی چپ رہنے کیواسطے یہہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت محرمہ کیواسطے کہا تو اوسپر کفر کا خوف ہے ہم وجہ خوف کفر یہہ ہے کہ تحسین حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثۃ حرام لقہر مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کیواسطے عبادت ہے اور تین امور مین سے کسی امر کیواسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے مغلوب کرنے کیواسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنیکے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کیواسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاریٰ وعظ اور درس کہنا منبر وغیرہ پر غیرون کو اور اپنی پند پذیری کیواسطے انبیا اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کیواسطے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ کی گمراہی سے ہے ہم اسیکی طرف اشارہ ہے قران مجید مین فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنیٰ الایہ قراءۃ القران بقراءۃ معروفۃ وشاذۃ فی دفعۃ واحدۃ مکروہ کما فی الحاوی القدسی قران پڑہنا مشہور اور غیر مشہور قرات سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی قدسی مین ہے ہم قرأت عشرہ سے زیادہ قرأت شاذہ غیر مشہورہ ہے اور جب مشہور اور غیر مشہور کا ساتھ پڑہنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرأت پڑہنا

بطریق اوسکے مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یستحب للرجال خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوۃ و
السلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوی والکل من منح المصنف ترجمہ ہر مرد کو خضاب کرنا اپنے بالون اور داڑہی مین اگرچہ خضاب کرے
سوا جہاد کے قول اصح مین اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہین کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضون نے کہا
مکروہ نہین کذا فی مجمع الفتاوی اور یہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین ھ ہاتھہ پانون مین مہندی کا خضاب مکروہ ہے عورتون کی مشابہت کے
سبب سے بالون کا خضاب درست ہو اگرچہ زینت اور جواری کے پسند آنیکے واسطے کرے ابو یوسف سے روایت ہے کہ جیسے مجکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میری
عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسے ہی عورتکو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے
کذا فی الطحطاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث مین وارد ہے لیکن کتم مین اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گہاس ہے جو
حنا کے ساتھہ بوئی جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سُنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستثنی ہے اسواسطے کہ صحیح بخاری مین وارد ہے کہ
جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہوکر شام کو گیا تہا تو ریش مبارک مین وسمہ کا خضاب تہا تو معلوم ہوا کہ اوراد ویہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ
وسمہ کی الکتب التی لا ینتفع بہا یمحی عنہا اسماء اللہ وملائکتہ ورسلہ ویحرق الباقی ولا بأس ان تلقی فی ماء جار کما ھی او تدفن وھو
احسن کما فی الانبیاء وہ کتابین جنسے فائدہ حاصل نہین ہوتا بوسیدگی کے سبب سے اونسے حق تعالی اور اوسکے فرشتون اور اوسکے رسولون کا نام
مٹا یا جاوے اور باقی جلادی جاوین اور بہتے پانی مین اوسیطرح بلا محو اسماء مقدسہ اونکا ڈالنا درست ہے یا زمین مین دفن کردی جائین اور دفن کرنا
جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیا علیہم السلام کو دفن کرتے ہین بعد موت کے القصص المکروہ ان یحدثہم بما لیس لہ اصل معروف
ویعظھم بما لا یتعظ بہ او یزید وینقص یعنی فی اصلہ اما الذین یا لعبارات اللطیفۃ المرققۃ والشرح لفوائدہ فذلک حسن
وعظ مین مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگون سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچہہ اصل مشہور اور معلوم نہین اہل سواد ایکے نزدیک یا اونکو اوس چیز کی
نصیحت کرے جسپر خود عمل نہین کرتا یا اصل قصہ اور مطلب مین کچہہ زیادہ کردے یا کم کرڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتون لطیف ملائم کرنیوالیون
سے اور شرح کردینا قران اور حدیث کے فوائد کا سو وہ تو بہتر ہے ھ اکثر جہال واعظین یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والونکی عادت ہے کہ حکایات
کاذبہ اور روایات موضوعہ جنکی اہل حدیث کے نزدیک کچہہ اصل نہین مزید رقت اور گرمی محفل کیواسطے بیان کرتے ہین یا کمی بیشی کردیتے ہین سو معلوم
ہوا کہ درست نہین مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی ہین یا مریض عالم کے بیانین اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہین والافضل مشارکۃ اھل محلتہ
فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا اکثرھا ظلم فمن تمکن من دفعہ عن نفسہ فحسن وان اعطی فلیعط بحصتہ اور شرکت اپنے اہل محلہ کی اوس مال کے دینے
مین جسکو حاکم مقرر کرلیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے مین اکثر نوائب ظلم ہین سو جو شخص کہ اوسکو دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور
اگر دینا ہو تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیئے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نہ ٹال سکے عاجز ہوتب دے ھ دفع کرنا اپنی ذات سے اوسوقت درست ہے جبکہ اوسکا
حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری مین قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق تصور باندہا گیا تو اوسکو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ
باقی لوگون پر اوسکا حصہ ڈالا جاوے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نکرے یعنی دینے مین اہل محلہ کے شریک رہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق
ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وھو الاوسع صاحب حق کو جائز نہین کہ اپنے حق کی غیر جنس لے اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے
جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق مین ھ یعنی اگر مثلا ایک شخص کے دوسرے پر گیہون قرض ہین اور اوس سے وصول نہین اور وہ
اوسکے جو یا چاول یا دوسری نوا اوسکو لینا درست نہین اسواسطے کہ اوسکی ہم جنس نہین غیر جنس مین مجتبی مین ہے کہ دراہم اور دینار ایک جنس مین تو
اگر درم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طلب من الصبیان اثمان الحصیر فجمعھا فشری ببعضھا و اخذ بعضھا لہ ذلک لانہ تملیک
منہ لا اباحۃ معلم نے لڑکون سے فرش مکتب کی چٹائیون کیواسطے پیسے طلب کئے سو جمع کرکے پہر کچہہ پیسون سے چٹائیان خرید کین اور

کچھ پیسے آپ لئے تو اوسکو یہہ درست ہے اسواسطے کہ اس طرح کا دینا اوسکو تنکے یا یون کہئے کہ تملیک ہے معلم کو ھ طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہے اسلئے کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہے خرید مین یعنی وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہے لَا بَأْسَ بِوَطْيِ الْمَنْكُوحَةِ بِمُعَايَنَةِ الْاَمَةِ دُوْنَ عَكْسِہٖ کچھ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اسکے یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ھ مجتبے مین یہہ مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر ہے کہ دو لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر ایہ ہے کہ قول معتمد ہے اسواسطے کہ مرد کا ستر دیکہنا منکوحہ ولونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکہنا کیونکر درست ہوگا وحدہ مَا لَا قِيمَةَ لَهٗ يَجُوْزُ اَخْذُهٗ لِلْاِنْتِفَاعِ بِہٖ ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین تو اوس سے فائدہ لینا درست ہے یعنی بلا اجازت مالک کے وَلَوْ لَهٗ قِيْمَةٌ وَهُوَ غَنِيٌّ تَصَدَّقَ بِہٖ اور اگر اوس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانیوالا غنی ہے اور مالک معلوم نہین تو اوسکو خیرات کردے وَلَا بَأْسَ بِالْجِمَاعِ فِيْ بَيْتٍ فِيْهِ مُصْحَفٌ لِلْبَلْوٰى کچھ مضائقہ نہین جماع کرنے مین اوس کوٹھری یا دالان مین جسمین مصحف رکہا ہے یہہ جائز ہو بسبب تکلیف اور مشقت کے ھ مجتبی مین اسطرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ مین بہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور اگر وہ بیت بہت چہوٹا ہے تو مکانات نزاہل ہو جاوے وَلَا تُرْكَبُ مُسْلِمَةٌ عَلٰى سَرْجٍ لِلْحَدِيْثِ هٰذَا لَوْ لِلتَّلَهِّيْ وَلَوْ لِحَاجَةٍ غَزْوٍ وَحَجٍّ وَمَقْصَدٍ دِيْنِيٍّ اَوْ دُنْيَوِيٍّ لَا بُدَّ لَهَا مِنْهُ فَلَا بَأْسَ بِہٖ سواری نکرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہہ عدم جواز اوسوقت ہے جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لئے جو اوسکو واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہین ھ حدیث مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہے کہ لَعَنَ اللّٰهُ الْفُرُوْجَ عَلَى السُّرُوْجِ تَغَنِّيْ بِالْقِرَاءَتِ وَلَمْ يُخْرِجْهُ بِالْحَانِہٖ عَنْ قَدْرِہٖ هُوَ صَحِيْحٌ فِي الْعَرَبِيَّةِ مُسْتَحْسَنٌ قرآن پڑہا خوش آواز سے اور بسبب الحان نہ خارج ہوگیا اوس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہے تو وہ خوب ہے ھ قرآن مین خوش آوازی وہان تک درست ہے جسمین قواعد موسیقی کی رعایت نہو یعنی راگ اور راگنی کو دخل ندے یعنی حسن صوت طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات بے تغیر ہو جاتا ہے ذِكْرُ اللّٰهِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَوْلٰى مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑہنے سے وَتُسْتَحَبُّ الْقِرَاءَةُ عِنْدَ الطُّلُوْعِ اَوِ الْغُرُوْبِ اور مستحب ہے قرأت قرآن کی طلوع یا غروب کیوقت ھ فتاوی عالمگیری مین غرائب سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات مین جنمین نماز درست نہین درود پڑہنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑہنا بہتر ہے قرآن کے پڑہنے سے سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑہتے تھے انتہی تو شاید یون کہنا حق تہا کہ طلوع یا غروب کیوقت قرأت مستحب نہین بلکہ ذکر مستحب ہے ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لَا بَأْسَ لِلْاِمَامِ عَقِيْبَ الصَّلٰوةِ بِقِرَاءَةِ اٰيَةِ الْكُرْسِيِّ وَخَوَاتِيْمِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَالْاِخْفَاءُ اَفْضَلُ مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا امن الرسول کے پڑہنے مین بلند آواز سے اور چپکے پڑہنا انکا افضل ہے قِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ جَهْرًا لِلْمُهِمَّاتِ بِدْعَةٌ قَالَ اُسْتَاذُنَا لٰكِنَّهَا مُسْتَحْسَنَةٌ لِلْعَادَةِ وَالْاٰثَارِ سورۂ فاتحہ کا پڑہنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کیواسطے بدعت ہے ہمارے استاد یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے ھ فتاوی عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل واقع ہے یعنی اگر اوس نماز کے بعد سنت ہو جیسا کہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۂ فاتحہ پڑہنا مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین انتہی یعنی اسواسطے کہ فرض اور سنت مین سوا اللہم انت السلام یا اور اذکار ماثورہ کے فصل کرنا نچاہئے اَلرِّشْوَةُ لَا تُمْلَكُ بِالْقَبْضِ رشوت مملوک نہین ہوجاتی قبضہ کرنے سے مرتشی کے یعنی راشی کو اوسکا پہیر لینا درست ہے ھ اگر عالم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کردے تو یہ رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اوسکا کام نکال دیا تو بعد کاربرآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کاربراری سے پہلے اوسکے طلب کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردون کے تحفہ قبول کرنے مین اختلاف ہے مشائخ کا کذا فی الطحطاوی عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ لَا بَأْسَ بِالرِّشْوَةِ اِذَا خَافَ عَلٰى دِيْنِہٖ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی

سطے اپنے دین پر خوف کرے ھ یا اپنا حق حاصل کرنے کو رشوت دے تو یہہ دینے والیکے حق مین رشوت نہین محیط برہانی مین ہے اگر ایک گانون
مین رہتا ہے اور اوسمین ظالم ہے اور یہہ مرد اوس ظالم کو میوجات یا مطعومات تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کیواسطے تو درست ہے والنبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسہم المؤلفۃ من الصدقات دلیلا علی ھذا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم شاعرونکو اور جسکی
زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اوسکو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوۃ سے ایسے مسائل کی دلیل
ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہے ھ مؤلفۃ القلوب روساء کفار تھے جنکو زکوۃ کا حصہ تالیف قلوب کیواسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام مین جمع
اھل المحلۃ للامام المحتسب اہل محلہ نے کچھ قوت یا دراہم امام کیواسطے جمع کردیا تو یہہ بہتر ہے ھ امام سے ظاہرا امام مسجد مراد ہے
ومن السحت ما یؤخذ علی کل مباح کملح وکلاء وماء معادن حرام مال ہے وہ مال مراد ہے جو مباح چیز پر لیا جاوے جیسا نمک اور گہاس اور
پانی اور کہانین ھ اشیاء مذکورہ اصلی مباح ہین سب آدمی اوسمین شریک ہین لیکن جب آدمی نمک کو مثلا اوسکی کہان سے اٹھا لاوے تو وہ اوسکا مالک
ہو جاتا ہے تواب اوسکو بیچنا درست ہے وما یاخذ غاز لغزو وشاعر لشعر ومسخرۃ وحکوانی قال تعالی ومن الناس من یشتری لھو الحدیث
اور منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جسکو غازی بواسطہ غزا اور شاعر بذریعہ شعرگوئی اور مسخرا اور حکوانی لیتا ہے فرمایا حق تعالی نے اور بعضا آدمی وہ ہے
جو لہو الحدیث یعنی کہیل کی بات خرید کرتا ہے ھ مراد وہ غازی ہین جو اہل شہر سے زبردستی مال لین لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو امور مزخرفہ سے غفلت
مین ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور مضاحک اور فضول کلام یہہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے حق مین اوتری وہ سوداگری کو طرف
عجم مین جاتا وہان سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تمسے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہین اور مین تمسے رستم واسفندیار
وغیرہما کا قصہ ذکر کرتا ہون تو کفار اوسکی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہہ آیت اوتری واصحاب معازف وقراد وکاھن
ومقامر وواشمۃ وفروعہ کثیرۃ اور حرام ہے وہ مال جسکو باجون کے بجانیوالے لیتے ہین اور قراد اور غیبی خبر جاننے والا اور قمار باز و
عورت نیل سے بدن کی گودنے والی لیتے ہین اور مال حرام کی فروع اور شاخین بہت ہین ھ ازانجملہ اجرت واشرہ یعنی اوس عورت کی اجرت جو
دوسری عورت کے دانت گہسکر باریک کردے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو شخصون مین صلح کرا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن
اور جو مال کہ جانورونکی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندونکے کہال کی قیمت قبل از دباغت اور خرچی اور شرط کرکے حجام یعنی پچھنے لگانیوالے
کی اجرت یہہ سب مال حرام ہین کذا فی الطحطاوی قیل لہ یا خبیث ونحوہ جاز لہ الرد فی کل شتیمۃ لا توجب الحد وترکہ افضل کسی نے کسیکو کہا یا
خبیث اور مانند اوسکے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو بہی ویسے کہنا اوس گالی مین جائز ہے جو گالی کہ حد کی موجب نہین ہے اور ترک اسکا افضل یعنی صبر
افضل ہے جواب دینے سے کرہ قول الصائم المتطوع اذا سئل اصائم حتی انظر فانھا نفاق او حمق نفل کے روزہ دار سے کسی نے
سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اوسکا یون کہنا کہ دیکھا چاہیئے مکروہ ہے اسواسطے کہ یہہ نفاق ہے یا حمق اور جہالت ہے ھ یعنی یہہ منافقین کا
طریقہ ہے تا معلوم ہو کہ یہہ اپنے عمل کو چہپاتا ہے بلکہ یون جواب دینا بہتر ہے کہ ہان مین روزہ دار ہون اسواسطے کہ صوم مین ریا کو دخل نہین کذا فی
الطحطاوی من لہ اطفال ومال قلیل لا یوصی بنفل جس شخص کے چہوٹے لڑکے ہون اور تہوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نکرے ھ لیکن اگر مریض
پر صلوات اور کفارات ہون تو حاضرین کو چاہیئے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت کراوین مگر یہہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہہ جو حدیث ہے کہ
اپنے بیمارون سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اوسکا یہہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال اور دوستونکو جمع کرے اور حمد الہی بجالاوے اور لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اسکی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہے پہر اولاد سے کہے کہ تم کسکی عبادت کروگے میرے
بعد پہر اونکو ایمان کی وصیت کرے اور اونسے کہے کہ نہ مرو مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹونکو وصیت کی تہی پہر اسکے بعد
جو چاہے وصیت کرے کذا فی المجتبی یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اوسپر ہون اونکی وصیت کرنا چاہیئے وصیت ایمانی کے بعد اسواسطے کہ حدیث

صحیح مین وارد ہے کہ مسلمانکو چاہئیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت مین تاخیر نکرے مَرَصَلّٰی اوتصدّق یُرائی النّاسَ لَایُعاقَبُ بِتِلْكَ الصَّلٰوۃِ
وَلَایُثَابُ بِهَا قِیْلَ هٰذَا فِی الْفَرَائِضِ وَعَمَّمَهُ الزَّاهِدِیُّ لِلنَّوَافِلِ لِعَوْدِهِمُ الرِّیَاءَ لَایَدْخُلُ الْفَرَائِضَ جو شخص نماز پڑھتا ہو یا زکوۃ اور خیرات دیتا ہو
لوگون کے دکھانے کیواسطے تو اس نماز ریائی کے سبب سے اوسپر عذاب نہوگا اور نہ اوسکو اوسکا ثواب ملیگا بعضون نے کہا کہ یہہ عدم عقاب اور ثواب فرائض
مین ہے نہ نوافل مین اور زاہدی نے اسکو نوافل کیواسطے بھی عام کہا ہے فقہا کے اس قولکی دلیل سے کہ ریا فرائض مین داخل نہین ہوتا ہم شارح کو یون
کہنا بہتر تھا وَخَصَّصَهُ الزَّاهِدِیُّ بِالنَّوَافِلِ اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی مین یون ہے وَالْمَرْجِعُ نَقَلَ فِی الْوَاقِعَاتِ اَنَّ الرِّیَاءَ لَا یَدْخُلُ الْفَرَائِضَ فَتَعَیَّنَ انتہی
انتہے تو اسصورت مین تعلیل نہ ہو سکے اور تعمیم مین ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی غَزْلُ الرَّجُلِ عَلٰی هَیْئَةِ غَزْلِ الْمَرْأَةِ یُکْرَهُ سوت کاتنا مرد کا عورت کی
ہئیت اور وضع پر مکروہ ہے یعنے اسواسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورتکو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہین اور حدیث مین اوسپر لعنت وارد ہے
یُکْرَهُ لِلْمَرْأَةِ سُؤْرُ الرَّجُلِ وَسُؤْرُهَا لَهٗ عورتکو مرد کا جھوٹھا اور مرد کو عورت کا جھوٹھا مکروہ ہے ہم مراد جھوٹھا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہہ کراہت
درصورت تلذذ کے ہے والا ظاہر ا مکروہ نہین اسکا تحریر کرنا چاہئیے کذا فی الطحطاوی وَلَهٗ ضَرْبُ زَوْجَتِهٖ عَلٰی تَرْكِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْاَظْهَرِ اور شوہر کو جائز ہے
مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنابر ظاہر مذہب کے ہم اور اسیطرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبی لَا یَجِبُ عَلَی الزَّوْجِ
تَطْلِیْقُ الْفَاجِرَۃِ زوج پر واجب نہین طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہے لَا یَجُوْزُ الْوُضُوْءُ مِنَ الْحِیَاضِ الْمُعَدَّۃِ لِلشُّرْبِ
فِی الصَّحِیْحِ جائز نہین وضو کرنا ان حوضون سے جو پینے کیواسطے بنائے گئے ہین قول صحیح مین ہم لیکن وضو کے حوضون سے پینا درست ہے وَیُمْنَعُ مِنَ
الْوُضُوْءِ مِنْهُ وَفِیْهِ اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض مین وضو کرنا منع کیا جاوے وَحَمْلُهٗ لِاَهْلِهٖ اِنْ مَاْذُوْنًا بِهٖ جَازَ وَاِلَّا لَا اور
حوض سے پانی لانا اپنے اہل و عیال کے پینے کیواسطے اگر مالک کی اجازت ہو لیجانے کی تو درست ہے اور نہین تو جائز نہین اَلْکَذِبُ مُبَاحٌ لِاِحْیَاءِ حَقِّهٖ
وَدَفْعِ الظُّلْمِ عَنْ نَفْسِهٖ وَالْمُرَادُ التَّعْرِیْضُ لِاَنَّ عَیْنَ الْکَذِبِ حَرَامٌ قَالَ وَهُوَ الْحَقُّ قَالَ تَعَالٰی قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ الکل من المجتبی جھوٹ بولنا اپنے حق کے
ظاہر کرنے کیواسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کیواسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی مخالف تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہے
صاحب مجتبی نے کہا او یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت کئے گئے یہہ سب مسائل یعنے
مسئلہ محو کتب غیر منتفعہ سے یہانتک مجتبی سے منقول ہین وفی الوہبانیۃ قال ۵ وَلِلصُّلْحِ جَازَ الْکِذْبُ اَوْدَفْعِ ظَالِمٍ + وَاَهْلٍ لِتَرْضٰی وَالْقِتَالِ
لِیَظْفَرَ اور وہبانیہ مین کہا جھوٹ بولنا درست ہے صلح بین المومنین کیواسطے یا دفع ظالم کیواسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہے تاکہ وہ راضی رہے
وحشت مین نہ آوے اور لڑائی مین کذب درست ہے تا فتح حاصل ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے معاریض مراد ہے نہ کذب خالص ۵ وَیُکْرَهُ فِی الْحَمَّامِ
تَغْمِیْزُ خَادِمٍ + وَمَنْ شَاءَ تَنْوِیْرًا فَقَالُوْا بِیَدِهٖ اور حمام مین خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نورہ لگانا تو علما نے کہا ہے کہ
اپنے ہاتھ سے نورہ لگاوے ہم کپڑے پر چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیلولت ثوب ران پر چپی کروانا حمام مین چنانچہ
جاہلون کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ۵ وَیَفْسُقُ مُعْتَادُ الْمُرُوْرِ بِجَامِعٍ + وَمَنْ عَلَّمَ الْاَطْفَالَ فِیْهِ وَیُوْزَرُ اور عادت کرنے والا
مرور جامع مسجد فاسق ہے اور اسیطرح جو معلم کہ اوسمین لڑکے پڑھاوے اور وہ گنہگار ہے ہم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق
نہین کہا ہان اوسکو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یون توجیہہ ہو سکتی ہے کہ جب اوسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہوگیا ۵ وَمَنْ قَامَ اِجْلَالًا
لِشَخْصٍ فَجَائِزٌ + وَفِیْ غَیْرِ اَهْلِ الْعِلْمِ بَعْضٌ یُعَزِّرُ اور جو کھڑا ہوگیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کیواسطے تو جائز ہے اور بعضے علما غیر اہل علم میں
اسکو ثابت رکھتے ہین ہم شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اسواسطے کہ اسباب مین مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہین اور بعضون کے نزدیک
قیام اہل علم کیواسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ مین ہے ۵ وَجَوَّزَ نَقْلَ الْمَیِّتِ الْبَعْضُ مُطْلَقًا + وَعَنْ بَعْضِهِمْ مَا فَوْقَ مِیْلَیْنِ یُحْظَرُ اور بعضون نے
میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہین ہم طرسوسی نے ذکر

کہا کہ میت کو اوٹھا لیجانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جو انہ نقل میت مین دو میل سے زیادہ اختلاف ہی بعضون کے نزدیک مطلقا جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اسکی وصیت کی ہو یا نکی ہو عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہین علما کے کلام سے اور ظاہر طرسوسی کا کلام حق ہے ۵ وللزوجۃ التسمین لا فوق شبعہا + ومن ذکرہا التعویذ للحب تحظر ۔ اور زوجہ کو اپنا بدن موٹا کرنا مقوی طعام کہا کر درست ہی بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نکہاوی اور زوجہ کا تعویذ لکھوانا زوج کی محبت کیواسطے ممنوع ہے ہم تسمین زوجہ بشرط رضای زوج جائز ہے خانیہ مین ہے کہ ایکعورت آیات تعویذ لکھواتی ہے تا اوسکا زوج اوسکو چاہے اور اوسکی طرف سی نفرت چہوڑ دی جامع صغیر مین ذکر کیا ہی کہ یہہ حرام ہے حلال نہین انتہی ابن وہبان نے توجیہ اوسکی یون بیان کی ہے نہ ایک طرحکا یہہ بھی سحر ہی اور سحر حرام ہے ۵ ویکرہ ان تسقی لاسقاط حملہا + وجاز لعذر حیث لا یتصور ۔ اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کیواسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہی جبکہ حمل کیصورت نہ بنگئی ہو ہم حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہین اور عذر سے درست ہی بشرطیکہ صورت نہ بنگئی ہو عذر اسقاط یہہ ہی کہ مثلا عورت لڑکے کو دودہ پلاتی ہے اور حمل رہنے سی دودہ جاتا رہا اور اوسکے زوج کو دایہ رکہنے کی قدرت نہین ہے اور ہلاکی طفل کا خوف ہی تو اسصورت مین حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سی درست ہی جبتک حمل نو ٹہرا ہو اعضا نہ بنگئی ہون ۵ وان اسقطت میتا ففی السقط غرۃ لوالدہ من عاقل الام تحضر ۔ اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سی مردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت کی باپ کے واسطے ماکی برادری سی غرہ حاضر کیا جاوی ہم غرہ بضم غین معجمہ عبارت پانچسو درم سی ہے جو ایکسال کے اندر لیا جاوی اور اگر عورت کی برادری نہو تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوی اور اگر عورت نے زندہ گرا دیا پہر وہ مرگیا تو عورت کی برادری سی خونبہا ہے تین سال کے اندر اور اگر برادری نہین تو عورت کے مال سی اسقدر لیا جاوی کذا فی الطحطاوی ۵ وفی یوم عاشوراء یکرہ کحلہم ولا باس بالمعتاد خلطا ویؤجر ۔ روز یوم عاشورا یعنی محرم کی دسوین تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور کچہہ مضائقہ نہین خلط اطعمہ کی عادت مین اور ثواب ہی ۵ وبعضہم المختار فی الکحل جائز + لفعل رسول اللہ فہو المقرر ۔ اور بعضون کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہے ہم وجہ کراہت سرمہ یہہ ہے کہ علامت ہی دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ کے خون سی سرمہ لگایا تہا اور دوسری روایت یہہ ہی کہ اثمد کا سرمہ لگایا تہا قتل امام کی فرحت سی قنیہ مین ہے کہ خلط اطعمہ بین یوم عاشورا کوئی اثر قوی وارد نہین لیکن اوسمین مضائقہ نہین بدلیل حدیث من وسع علی عیالہ وسع اللہ علیہ سائر سنتہ تو لوگون نے اسی سی وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ سفر السعادت فیروزآبادی مین ہے کہ استحباب صیام عاشورا ثابت ہی اور سائر احادیث فضل عاشورا در فضل صلوۃ و انفاق و خضاب و ادہان و اکتحال و طبخ حبوب و غیر ذلک مجموع موضوع و مفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ اسمین سرمہ لگانا بدعت ہی کہ قاتلین حسین کی ایجاد ہی شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم مین کہا کہ احادیث فضل عاشورا و وقوع وقائع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم و رفع ادریس آسمانپر اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سی اور اوترنا نوح کا کشتی سی اور اوترنا توریت کا موسی پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے اسیطرح اور وقائع انبیا علیہم السلام کے محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہین تکثیر طعام مین عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہین کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہو سکتا ہی حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی مین طرق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیالہ واہلہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا ہی کہ یہہ حدیث ضعیف ہی لیکن بعضون کے نزدیک حسن ہے اور دوسری طرق سی بعضون کے نزدیک صحیح ہے الحاصل موافق مذہب حق کہ اہل سنت کا طریقہ یہہ ہے کہ اوس روز مین بدعات روافض سے چنانچہ نوحہ گری وغیرہ سی اجتناب کرین اسیطرح بدعات نواصب در دشمنان اہلبیت سی پرہیز کرین چنانچہ اس دن مین عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرایش کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سی ثابت ہی نہ صحابہ کرام سی اور نہ جاری اماموں سے اور نہ کسی کتاب معتبر مین وارد ہے انتہے ما فی صراط المستقیم مختصرا ۵ وضرب عبید الغیر جاز بامرہ + وما جاز للاحرار والاب یامر ۔ اور غیر کے

ہلا ہو نکو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں احرار کا مارنا اگرچہ باپ ہر کرے اپنے طفل کے مارنیکا ھ لیکن معلم کا مارنا بتملیک پدر جائز ہی مصلحت کے سبب سے بشر بلالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اوس صورت مین ہے جبکہ قاضی عادل ہو اور حجت ملزمہ کا مشاہدہ ہوگیا ہو اور اس زمانے مین فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا نچاہیئے کذا فی الملتقط ۵ وَالثَّوَابُ مِن ذِكرِ القُرآنِ استماعه + وقالوا ثواب الطفل للطفل ھ اور قران کے پڑھنے سے قران کی سماعت مین زیادہ تر ثواب ہی اور علمانے کہا ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کیواسطے مخصوص ہے ھ استماع قران کا ثواب پڑہنے سے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑہنا مستحب ہی اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اوسکے باپکو تعلیم کا ثواب ہوے ۵ وَدِرَاسَةُ بَاقِي الذِّكرِ أَولَىٰ مِنَ الصَّلوٰةِ نَفلًا وَدِرَاسَةُ العِلمِ أَولَىٰ وَانظُر + اور سیکھنا باقی قران کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قران کے سیکھنے سے ھ اسواسطے کہ تعلم جمیع قران فرض کفایہ ہے اور تعلم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال بفرض عین اولی ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قران کا افضل ہے اوس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سی زیادہ ہے ۵ وَقَد كَرِهُوا وَاللهُ اَعلَمُ وَنَحوَهٗ + لِاِعلَامِ خَتمِ الدَّرسِ حِينَ يُقَرَّر اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اوسکے جیسا کہ درود پڑہنے کو اختتام درس کے اعلام کیواسطے وقت مقرر کرنے کو ھ وجہ کراہت یہہ ہے کہ اوسنی اس لفظ کو نے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسیطرح اگر ایک شخص محفل مین آیا اور اوسنی کہا یا اللہ مثلا تاکہ اہل مجلس اوسکے آنے سے خبردار ہون اور اوسکے لائق بیٹھنے کی جگہہ دین اور تعظیم کرین یا چوکیدار یون کہے کہ لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تالوگ اوسکے جاگنے اور چوکیدار آنے سے اگاہ ہون تو یہہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہین ہان اگر دو قصد مجتمع ہون یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی **فائدہ** طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور بطلیوسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی مین گفتگو کرنے لگے کہ اب اوسمین سے کچھہ باقی ہے تو بطلیوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہین حق تعالی اونہین سے وسعت کرتا ہی اپنے بندون مین اول تجارت بشرط صدق و راستگوئی ۲ اجارہ بشرط خیرخواہی لک ۳ ہدیہ اور تحفہ برادر دینی کا ۴ میراث اصل طیب سی یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ مین پیدا ہوا یعنی غلہ خودرو ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سی اوسکی قسمت ہوئی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کیوقت ۱۰ احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہی اور سب امور سی مقدم ہی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب احیاء الموات

یہہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل مین ھ موات بفتح و ضمیم میم بروزن حیات و فرات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہین اور احیاء یعنی زندہ کرنے سی مراد یہہ ہے کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوی یعنی ویران زمین آباد ہو جاے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اوس چیز کے لائق اور مناسب ہونی ہے لَعَلَّ مُنَاسَبَتَهٗ اَنَّ فِيهِ مَا يُكرَهُ وَمَا لَا يُكرَهُ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہتہ سے یہہ ہی کہ اس کتاب مین وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہین الحَيَاةُ نَوعَانِ حَاسَّةٌ وَنَامِيَةٌ وَالمُرَادُ هٰهُنَا النَّامِيَةُ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہان مراد حیات نامیہ ہی نہ حاسہ وَسُمِّيَ مَوَاتًا لِبُطلَانِ الاِنتِفَاعِ بِهَا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اوسکی انتفاع کی تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ھ عدم انتفاع کی وجہ یہہ ہی کہ پانی مین زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہان نہین یا جنگل ہوگیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع وَاِحيَاؤُهٗ بِبِنَاءٍ اَو غَرسٍ اَو كَربٍ اَو سَقيٍ اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اذا لم يكن ملكا لمسلم او ذمي ارضا غير منتفع بها وليست بمملوكة لمسلم ولا ذمي فلو مملوكة لم تكن مواتا فلو لم يعرف مالكها فهي لقطة يتصرف فيها الامام ولو ظهر مالكها ترد اليه ويضمن نقصها ان نقصت بالزرع وهي بعيدة من القرية اذا صاح من باقصى العامر وهو جهوري الصوت بزازية لا يسمع بها صوته ملكها عند ابي يوسف وهو المختار كما في المختار وغيره جبکہ مسلمان یا ذمی آباد کرے اوس زمین ویران کو جس سے کچھہ فائدہ حاصل نہین ہوتا اور

وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہین اور وہ دور واقع ہے گانون سے اسطرح کہ اگر بیچ سے وہ شخص جو منتہای آبادی پر ہے بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی
البزازیہ تو اوس زمین تک اوسکی آواز نہ سنائی دیوے تو وہ آباد کرنیوالا مسلمان یا ذمی اوس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے
چنانچہ مختار وغیرہ مین مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہین ہے پھر اگر اسکا مالک معلوم نہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اوسمین بادشاہ
اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اوسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اوسیکو سپرد دیجاے اور اوسکے نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین مین
کچھ نقصان ہو گیا ہو ھ زمین مذکور کا آباد کرنیوالا مالک ہو گا اگر مسلمان ہے تو اوسپر عشر واجب ہو گا اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہو گا اور اگر خراج
کے پانی سے اوسکو سینچے گا تو اوسکا اعتبار ہو گا کذا فی الاختیار واعتبر محمد عدم ارتفاق اهل القرية به وبه قالت الثلثة قلت وهذا ظاهر
الرواية وبه يفتي كما في زكوة الكبرى ذكره القهستاني وكذا في البرجندي عن المنصورية عن قاضيخان ان الفتوى على قول محمد فالعجب من
الشرنبلالي كيف لم يذكر ذلك فليحفظ اور محمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اوس زمین کیطرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے
اہل قریہ منتفع نہوتے ہون خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا مین کہتا ہون اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکا فتوی ہے چنانچہ فتاوی
کبری کی کتاب الزکوۃ مین ہے ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور اسیطرح برجندی مین ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی
سے تعجب ہے کہ اسنے اسکو کیون بیان نکیا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ فتاوی قاضیخان مین ہے کہ صحیح تر قول موات مین وہ ہے کہ اگر منتہای آبادی مین
آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہان آواز نہ پونہچے وہ موات ہے اور جہانتک آواز پونہچے وہ آبادی کی نواحی سے ہے کہ وہان تک مواشی چرانے وغیرہ
کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضی خان نے کسی اور کتاب مین محمد کے قول پر فتوی بیان کیا ہو گا واللہ اعلم ان اذن له الامام في
ذلك وقالا يملكها بلا اذنه احیاء موات سے مسلم مالک اوسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اوسکو آباد کرنے مین حکم دیا ہو اور صاحبین نے کہا کہ اوسکا
مالک ہو جاتا ہے بے اذن اوسکے حکم کے بھی وهذا لو مسلما فلو ذميا شرط الاذن اتفاقا اور یہہ یعنی اشتراط اذن امام او عدم اشتراط اوس
وقت ہے کہ وہ مسلم ہو اور اگر آباد کرنیوالا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام و صاحبین کے شرط ہے ولو مستامنا لم يملكها اصلا اتفاقا
قهستاني اور اگر آباد کرنے والا کافر مستامن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہو گا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو تركها بعد الاحياء وزرعها غيره فالاول
احق بها في الاصح اور اگر آباد کرنیوالے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنیکے بعد اور غیر شخص نے اوسکو بویا تو پہلا شخص اوسکا زیادہ تر حقدار ہے
صحیح تر قول مین ولو احيى ارضا ميتة ثم احاط الاحياء بجوانبها الاربعة من اربعة نفر على التعاقب تعين طريق الاول في الارض الرابعة
اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اوسکے چارون طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصون کے آباد کرنے سے علی التعاقب نہ یکبار گی تو پہلے آباد
کرنیوالے کی راہ چوتھی زمین مین متعین ہو گی ھ اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اوسکی راہ مقرر کرنے مین ہر طرف سے اوسکو اختیار ہے اور
اگر جوانب اربعہ مین چارون شخصون نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جسطرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریۃ ومن حجر ارضا اي منع
غيره منها بوضع علامة من حجر او غيره ثم اهملها ثلث سنين دفعت الى غيره وقبلها هو احق بها وان لم يملكها لانه انما يملكها بالاحياء والتعمير
لا بمجرد التحجير اور جسنے روکدا الا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہان سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھکے پھر اوسکو چھوڑ دیا تین سال تک تو وہ زمین غیر شخص
کو دیجاویگی آبادی کیواسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اوسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اوسکا مالک نہین ہو گیا اسواسطے کہ آدمی اوسکا
مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روکدا لنے سے ولو كربها او ضرب عليها المسناة او شق لها نهرا او بذرها فهو احياء مبسوط اور اگر ویران
زمین کو جوتا یا اوسپر بان باندہا سیلاب روکنے کو یا اوسکے واسطے نہر کہودی یا اوسمین بیج ڈالا تو وہ اوسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط ھ
مسناۃ بضم میم وتشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کیواسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب مین اور
مصباح العلوم مین ہے کہ مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو سد کہتے ہین کذا فی الطحطاوی اور قاموس مین مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے

سند وغیرہ مین ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یترک مرعی لھم ومطرحا لحصائدھم لتعلق حقھم بہ فلم یکن مواتا وکذا لو کان
اور جائز نہین آباد کرنا اوس زمین کا جو آبادی سے قریب ہو بلکہ اوسکو چھوڑنا چاہیئے لوگونکی چراگاہ کیواسطے اور انکے کھلیان ڈالنے کیواسطے اسلئے کہ
لوگون کے حق اوس زمین سے متعلق ہین تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسیطرح وہ زمین موات نہین جہان لوگ لکڑیان اور ایندہن کہتے ہون و
اعلم انہ لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاھرۃ وھی ما کان جوھرھا الذی اودعہ اللہ فی جواھر الارض بارزا کمعادن
الملح والکحل والقار والنفط اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہین ہے کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہین ظاہر کھانون سے اور ظاہر
کھان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالی نے زمین کے مواضع اور بقاع مین ودیعت رکھا ہے ظاہر اور آشکارا ہو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی
کھانین ہین قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشمون سے جوش کرکے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ مین ملا جاتا ہے اور نفط کھان وغیرہ
مین مستحکم کیواسطے ملی جاتی ہے ولا الآبار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور نہ وہ کنوئین جو کسیکی مملوک نہین کھود کر پانی نکالنے اور کوشش
کرنے سے وفی المستنبط بالسعی کماء القنی والماء المحرز فی الظرف فذلک للمحرز والمستنبط وتمامہ فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزون کا پانی اور وہ پانی جو جمع کر رکھا
گیا برتن مین سو وہ پانی بہرنیوالے اور زمین کھودنیوالے کی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح مین ہے حدیث کی شرح مین کہ سب مسلمان شریک ہین
تین چیز مین پانی اور گھاس اور آگ مین قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریز کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کھود دیجاے
التی یستقی منھا الناس زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئین جنسے لوگ پانی لیتے ہین اور سینچتے ہین کذا فی الزیلعی یعنے
وہ کنوئین کہ کسیکی مملوک نہین بواسطہ استنباط اور سعی کے ہم نے ماتن کا مضمون مکرر ہوگیا اوسلی مجھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع ھذہ
المعادن الظاھرۃ لم یکن لاقطاعھا حکم بل المقطع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانون کو عطا کرے کسی شخص کو تو اوسکے عطا کا حکم
جاری نہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہین انتفاع مین فلو منعھم المقطع کان بمنعہ متعدیا وکان لما اخذہ مالکا لانہ متعد بالمنع لا
بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومۃ العمل لئلا یشتبہ اقطاعہ بالصحۃ او یصیر معہ فی حکم الاملاک المستقرۃ ذکرہ العلامۃ قاسم فی رسالتہ فی احکام
اجارۃ اقطاع الجند سے پہر اگر لوگون کو نمک وغیرہ سے منع کیا اوسنے جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنیکے سبب سے متعدی ظالم
ٹھہریگا اور جو چیز کھان سے لیگا اوسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ لینے کے سبب اور باز رکھا جاتا ہے روکنے سے اور پہیرا جاتا ہے دوام
عمل سے یعنی ہمیشہ کھان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطا سلطانی کی صحت کا اشتباہ نہ ہو یا وہ چیز اوسکے ساتھ درحکم املاک مستقرہ کے نہو جائے
ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ مین جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام مین لکھا ہے املاک مستقرہ وہ جو اوسکی ملک مین سابق سے داخل ہون کذا
فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وھی التی ینزح الماء منھا بالبعیر کبئر العطن وھی التی ینزح الماء منھا بالید والعطن مناخ الابل حول البئر
اربعون ذراعا من کل جانب وقالا ان للناضح فستون اور گرد اگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند چالیس گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح
کا اگر حریم ہے تو ساٹھ گز ہے بیر ناضح وہ کنوان ہے جس سے پانی بہرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹون سے یعنی کہیت سینچنے کیواسطے کذا فی العینی شرح الہدایۃ
اور بیر عطن وہ کنوان ہے جس سے پانی بہرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنی اونٹون کے پلانیکے لئے اور عطن عبارت ہے اونٹون کی نشست گاہ سے کنوئین کے گرد و فی
الشرنبلالیۃ عن شرح المجمع لو عمق البئر فوق اربعین یزاد علیھا انتھی لکن نسبہ القھستانی لمحمد ثم قال وبہ یفتی بقول الامام وعزاہ للتتمۃ قال
قال وقیل التقدیر فی بئر وعین بما ذکر فی اراضیھم لصلابتھا وفی اراضینا رخاوۃ فیزاد لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاہ للھدایۃ وعزاہ البرجندی
للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین شرح مجمع سے یون ہے کہ اگر کنوئین کا عمق چالیس گز سے زیادہ ہو تو حریم چالیس گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن
قہستانی نے اس قول کو محمد کیطرف نسبت کیا ہے پہر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم چالیس گز سے زیادہ نہین اور اسکو قہستانی نے تتمہ کیطرف نسبت

نسبت کیا ہی ہر یون کہا ہے کہ بعضون نے کہا کہ کنوئین اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہار سابقین کی اراضی مین تھی بسبب سخت ہونے اونکی اراضی کے اور ہماری اراضی مین نرمی ہے تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکنوئین کا پانی دوسری کنوئین مین منتقل نہو جاوی اور اسکو ہدایہ کیطرف منسوب کیا ہے اور برجندی نے اِس قولکو کافی کیطرف نسبت کیا ہی تو اِسکو یاد رکہنا چاہیے م تاتارخانیہ اور کبری مین ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ امام اور صاحبین دونون کا قول مفتی بہ ہے حموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہوا نہ تقدیر کا تو مسئلہ مین خلاف معنوی باقی نرہا کذا فی الطحطاوی سے

اِذَا حفرھا فی مَوَاتٍ باذنِ الامام کنوئین کا حریم ۴۰ گز اوسوقت ہی جبکہ کنوان زمین موات مین سلطان کے حکم سے کہودا ہو فلو فی غیرِ مَوَاتٍ او فیه بلا اذنِ الامام لم یکن الحکم کذالک کذا ذکرہ المصنف تو اگر کنوان موات مین نہو یعنی غیر شخص کی زمین مین ہو یا موات مین ہو بدون اذن سلطان کے تو اوسکا حکم ایسا نہوگا یعنی ۴۰ گز اوسکا حریم نہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین وعبارۃ القہستانی و فیه رمز الی انه لو حفر فی ملکِ الغیر لا یستحق الحریم فلو حفر فی ملکه فله من الحریم ما شاء والی ان الماء لو غلب علی ارض ترکھا اللّالاک او ما توا او انقرضوا لم یجز احیاؤھا فلو ترکھا الماء بحیث لا یعود الیھا و لم یکن حریمًا لعامر جاز احیاؤھا و عن المضمرات اور عبارت قہستانی کی یون ہی اور اسمین یعنے اوسکے ماتن کے قول مین اشارہ ہی اسطرف کہ اگر کنوان کہودی غیر کی ملک مین یعنی اوسکے اذن سے تو وہ مستحق حریم کا نہین ہے الا باشتراط حریم کذا فی الطحطاوی تو اگر اپنے ملک مین کنوان کہودا تو اوسکو حریم رکہنے کا اختیار ہے جتنا چاہے اور اسکی طرف اشارہ ہی کہ اگر پانی غالب ہوگیا زمین پر اور مالکون نے اوسکو چہوڑ دیا یا وہ مرگئی یا منقرض ہوگئی تو اوس زمین کا آباد کرنا جائز نہین سو اگر پانی وہ زمین اسطرح چہوڑ دی کہ پہر اوسکا عود زمین کیطرف نہوگا اور وہ زمین آبادانی کی حریم نہین ہے تو اوسکا آباد کرنا درست ہی اور اِس قول کو قہستانی نے مضمرات کیطرف نسبت کیا ہی و حریمُ العین خمسمائة ذراع من کل جانبٍ کما فی الحدیث اور چشمۂ آب کا حریم ۵۰۰ گز سے ہر جانب سی چنانچہ حدیث مین ہے ھم ابو یوسف نے کتاب الخراج مین زہری سی روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہے اور بیر عطن کا حریم ۴۰ گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ۶۰ گز ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ والذراع ھو المکسرۃ و ھو ست قبضات و کان ذراع الملک ای ملک الاکاسرۃ سبع قبضات فکسر منه قبضة اور گز سے مکسور چہوٹا گز مراد ہے چہ مشتی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مشتی گز تہا سو اوسمین سی ایک قبضہ بہر کم کر ڈالا گیا و یمنع غیرہ من الحفر و غیرہ فیه لانه ملکه فلو حفر فللاول ردمه او تضمینه و تمامه فی الدرر اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جائی کنوان وغیرہ کہودنے سے حریم مین اسواسطے کہ حریم تو چشمہ اور کنوئین والیکی ملک ہی تو اگر غیر شخص حریم کے اندر کنوان کہودیگا تو پہلے شخص کو اوسکا پاٹ دینا یا بقدر نقصان تاوان لینا درست ہی اور اسکا پورا بیان درر مین ہے و لو حفر الثانی بئرًا فی منتہی حریم البئر الاول باذن الامام فذھب ماء البئر الاول و تحول الی الثانیة فلا شیء علیه لانه غیر متعد و الماء تحت الارض لا یملك فلا مخاصمة کمن بنی حانوتًا بجنب حانوت غیرہ فکسدت الحانوت الاول بسببه فانه لا شیء علیه درر و زیلعی اور اگر دوسرے شخص نے کنوان کہودا منتہای حریم مین یعنی ۴۰ گز کے بعد پہلے کنوئین سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئین کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئین کیطرف منتقل ہوگیا تو حافر ثانی پر کچہہ تاوان اور مواخذہ نہین اسواسطے کہ وہ متعدی نہین ہے اور جو پانی زمین کے نیچے ہی وہ مملوک نہین تو اوسکے ساتھ کچہہ مخاصمت نہین اُس شخص کی مانند جسنے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو مین سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب سی کاسد ہوگئی جاری نرہی تو اوسپر کچہہ مواخذہ نہین کذا فی الدرر والزیلعی و فیه لو ھدم جدار غیرہ فلصاحبه ان یؤاخذہ بقیمته لا ببناء الجدار ھو الصحیح اور زیلعی مین ہی کہ اگر ایک شخص نے غیر کی دیوار گرا دی تو دیوار کے مالک کو اوسکی قیمت کا مواخذہ پہنچتا ہی نہ دیوار بنا دینی کا یہی قول صحیح ہے و للحافر الثانی الحریم من الجوانب الثلثة دون الجانب الاول لسبق ملك الاول فیه اور منتہای حریم کے دوسرے کہودنیوالیکا تین طرف سے حریم ہی نہ پہلے کنوئین کیجانب سے اسواسطے کہ حافر اول کی ملک اوسمین سبقت کر گئی والقناۃ ھی مجری الماء تحت الارض حریمُھا بقدر ما یصلحه لالقاء الطین و نحوہ و عن محمد انه کالبئر و لو یظهر الماء فکالعین و فی الاختیار مفوض لرأی الامام ای لعیانه لانه لا شیء فیه ذکرہ البرجندی اور کاریز یعنے پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اوسکا حریم بقدر اوسکے

اصلاح کے ہو اسمیں کی مٹی ڈالنے کیواسطے اور مانند اوسکی اور محمد سے روایت ہو کہ کاریز کا حریم کنوئین کی مانند ہو گز ہو طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ شیخان کی
سبتھین کا ہی اور کاریز کا پانی اوپر کی زمین پھوٹ کر ظاہر ہو گیا تو اوسکا حکم چشمہ کی مانند ہی یعنی ۵۰۰ گز اوسکا حریم ہوگا اور اختیار مین کاریز کا حریم سلطان کی
رائے پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہیں تو اوسکا کچھ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہو برجندی نے وحریم شجرۃ یغرس فی
الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب فلیس لغیرہ ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات مین لگایا گیا اوسکا حریم پانچ گز ہو ہر طرف سے
تو اور شخص کو جائز نہیں کہ اوسمین درخت لگاوے ویلحق ما امتنع عودہ والفرات الکبیرہ بالموات اذا لم یکن فی الحریم لعامر اور جہاں دجلہ اور
فرات کا پانی پھرآنا ممتنع ہو گیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہو ھ دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہی یعنی اگر زمین پر دریا
کا پانی غالب ہو گیا اور پھر اسطرح ہٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ ہی تو وہ زمین موات مین داخل ہے اوسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان
حریمًا او جاز عودہ لم یجز احیاؤہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین مذکورہ حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اوسکا آباد
کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنھر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرھان اور جو نہر غیر کی ملک مین ہے اوسکا حریم نہیں امام کے نزدیک
اگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النھر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین نے کہا کہ صاحب نہر کیواسطے مینڈ کی ملکیت ہو اوسکی آنے جانے
کیواسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کیواسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹجاوے تو اوسکے اندر سے مٹی نکالکر مینڈ پر ڈالیجاوے وقدرہ محمد بقدر عرض النھر من کل جانب وھو
ارفق ملتقی وقدرہ ابو یوسف بنصف بطن النھر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے جانب کی ہے
ہر طرف سے اور یہ قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف نے اوسکی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی
القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ھذا الاختلاف اور قہستانی مین ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف
سے یعنی امام کے نزدیک حریم نہیں مگر باقامت شہود اور صاحبین کے نزدیک حریم ہی محمد کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف کے نزدیک بقدر نصف
بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النھر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریمہ بالاتفاق اور قہستانی مین کافی سے منقول ہی اور اگر ایسی نہر
صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اوسکا حریم باتفاق امام اور صاحبین کے ثابت ہی وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نھر الملک
لہ مسناۃ فارغۃ یلزقھا ارض لغیر صاحب النھر فالمسناۃ لہ عندہ ولصاحب النھر عندھما اور قہستانی مین کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور
صاحبین کا اوس نہر مملوک مین ہے جسکی مینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے اوسکی متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اسصورت مین صاحبین
کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی مملوک ہے اور امام کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہے ھم اگر مینڈ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختون وغیرہ
سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختون کا مالک مینڈ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر ـ یعنے مین قاضی خان سے منقول ہے کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہو بلکہ
اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اسواسطے کہ ظاہر ارتفاع اوسکا نہر کی مٹی سے ہے ح وفیہ معزیا للتتمۃ الصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج
الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتھی قلت وممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی مین ہی تتمہ سے منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ
صاحب نہر کیواسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اوسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی ما فی القہستانی مین کہتا ہون اور جن لوگون نے اتفاق نقل
کیا ہی اونمین سے شرنبلالی ہے ناقل من الاختیار وشرح المجمع **فصل** فی الشرب یہ فصل شرب کے مسائل مین ہو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ
الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت مین عبارت ہو پانی کے حصہ سے اور شرع مین عبارت ہی پانی سے فائدہ حاصل کرنے
کی باری سے زراعت سینچنے کیواسطے اور جانورون کے پلانیکے لئے والشفۃ شرب بنی آدم والبھائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہی اور لبون
سے جانورون کا پینا ہے ھم یہان شُرب بضم شین مقصد ہی یعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہو دفع تشنگی کیواسطے یا کہانا پکانے
یا وضو یا غسل یا کپڑا دہونے کیلئے اور مانند اسکی اور بہائم کے حق مین شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکی مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولکل حقھا فی کل ماء

لم یحرز بانائہ اور جب اور ہر جاندار کیواسطے لب سے پینے کا حق ثابت ہے مر پانی مین جو برتن یا مشک کے اندر بھر رکھا نہین گیا ھ پانی مین حق عام اوسوقت تک ہے جب تک وہ اپنے مقام مین ہے یعنی دریا مین یا کنوئین مین اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مشکے یا حوض مین بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا اور مصنف نے احراز کہا نہ اخذ اسمین اشارہ ہے کہ اگر کنوئین سے ڈول بھرا اور کنوئین کے منھ سے ہنوز جدا نہین ہوا تو شیخین کے نزدیک بھر نیوالا اوسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شے کے کر دینے سے موضع محفوظ مین کذا فی الطحطاوی ولکلٍ سقی ارضہ من بحر او نہر عظیم کدجلۃ والفرات ونحوھما لان الملک بالاحراز ولا احراز لان قھر الماء یمنع قھر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہے سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند انکی چنانچہ نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہند کے اسواسطے کہ آدمی کی ملک پانی مین احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر مین احراز نہین اسواسطے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے ولکلٍ شق نہر لسقی ارضہ منہا او لنصب الرحی ان لم یضرّ بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضرّ باحد کالانتفاع بالشمس والقمر والھواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لیجانا اپنی زمین سینچنے کیواسطے یا پنچکی قائم کرنے کیواسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پہونچتا ہو اسواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اوس صورت مین مخصوص ہے جبکہ کسیکو ضرر نہوتا ہو جیسے آفتاب اور ماہتاب سے اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرط عدم ضرر خلق ھ نہر سے ضرر خلق کی یہہ صورت ہے کہ پانی ریلا کرے اور کنارہ توڑکر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائین تو اسصورت مین نہر کھودنا درست نہوگا اسواسطے کہ دفع ضرر لوگون سے واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین لا سقی دوابہ ان خیف تخریب النہر لکثرتہا ولا سقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب ونحوہ من نہر غیرہ وقناتہ وبئرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ جائز نہین اپنے جانورونکو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونیکا خوف ہو دے جانورونکی کثرت کی سبب سے اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئین سے جائز ہے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ حق اوسیکا ہے تو انتفاع اوسکے اذن پر موقوف ہوگا ھ زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئین سے بلا اذن جائز نہین خواہ اضطرار ہو یا نہو لیکن اگر بلا اذن سینچیگا تو اوسپر تاوان نہین اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اوسکو تعزیر دے ضرب یا حبس سے اگر مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ ولہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ واوانیہ فی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سرسبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئین کا پانی اوٹھا کر گھڑون اور برتنون سے بلا اذن درست ہے اصح قول مین اور بعضون نے کہا کہ درست نہین مگر مالک کے اذن سے ھ خانیہ اور وجیز مین قول ثانی کو اصح کہا ہے تو دونون قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی والمحرز فی کوز او حب بمہملۃ مضمومۃ الخابیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ بالاحراز اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوزے اور مٹھور مین تو اوس سے فائدہ لینا نہین مگر اوسکے مالک کے اذن سے بسبب اوسکی مالک ہو جانیکے بھر رکھنے سے ولو کانت البئر والحوض او النہر فی ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور کنوان یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک مین ہو اور کوئی شخص اوسمین سے پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اوسکو اپنی مملوک مکانمین داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب سے دوسرا پانی پاسکتا ہو ھ بشرطیکہ متصل پانی کسیکا مملوک نہو پیاسے کو منع کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اوسکو کچھ ضرر نہین دوسری جگہ سے پانی پا دیگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال لہ ای لصاحب البئر ونحوہ اما ان تخرج الماء الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النہر ونحوہ لان لہ حینئذ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار سو اگر پانی کا طالب اوسکی متصل پانی نپاوے تو کنوئین کے مالک اور مانند اوسکی نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ یا تو اوسکو پانی نکال دے یا اوسکو چھوڑ مت روک تا کہ وہ پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اوسکی حوض کا کنارہ اور کگر نہ توڑ ڈالے اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی جب پانی کا طالب متصل اوسکی مباح پانی نپاوے تو اوسکو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیز مین شریک ہین پانی اور گھاس اور آگ مین ھ مراد حدیث شرکت اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل

کرے اور اوسپر اپنا قبضہ کرے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اوسکا مالک ہے دوسرا اوسکا مالک نہین اوسکو اوسکی تملیک بجمیع وجوہ تملیک کے درست ہے گہاس سے مراد وہ گہاس ہے جو خودرو ہو وے تو صاحب مین اوسکا مالک نہین تو جو اوسکو چہیل یا کاٹ لے وہ اوسکا مالک ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خودرو ہو کسی آدمی کی زمین مین تو صاحب مین اوسکا مالک ہے اوسکو کوئی نہین لے سکتا بلا اذن صاحب مین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے جو جنگل مین کسی آدمی نے جلائی ہو تو اوسمین سب شریک ہین اگر دوسرا آدمی آوے اور اوسکے گرد بیٹہکر تاپا چاہے یا اوسکی روشنی مین کچہہ سیا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے تو آگ جلانیوالا اوسکو روک نہین سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک مین آگ جلاوے تو اوسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کے لکڑیان لینا غیر کے ملک سے جائز نہین بدون اوسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی کانون یا جماعت کیطرف منسوب نہین تک یہہ معلوم نہو کہ یہہ اونکی مملوک ہے اور لکڑیان جمع کرنیوالا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اوسنے رسی سے نہ باندہی ہون کذا فی الظہیریہ اور سے وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع وتدفع الیہ واما ان تترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گہاس کا حکم پانی کے حکم کی مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاویگا اگر وہ اپنی زمین مین نہ آنے دے کہ یا تو گہاس کاٹ کر طالب کو دیوے اور نہین تو اوسکا روکنا چہوڑ تو وے جتنا اوسکا جی چاہے کذا فی الزیلعی ہم گہاس کاٹ کر دینا اوسوقت ہے جبکہ قریب اوسکے دوسری زمین مین مباح گہاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وھو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اوسکو اوس سے لڑنا درست ہے ہتہیار سے بدلیل اوس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کالطعام عند المخمصۃ درر اذا کان فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر ونحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی بہر رکہا ہو برتنون مین اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی ندیتا ہو تو پیاسا اوس سے بدون ہتہیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کیوقت کذا فی الدرر لڑنا اوس شرط سے ہے جبکہ پانی اوسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہو جانے اوس شخص کے بہر رکہنے سے تو پانی طعام کی مانند ہو گیا اور بعضون نے کہا کنوئین وغیرہ کے پانی روکنے مین بہتر یہ ہے کہ بدون ہتہیار کے اوس سے لڑے اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے تادیب اور زجر کیواسطے وکری نہر لہ حفرہ غیر مملوک من بیت المال فان لم یکن ثمہ ای فی بیت المال شیء اجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور غیر مملوک کا کہودنا بیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہان یعنی بیت المال مین کچہہ مال نہو تو لوگون سے زبردستی کرنا چاہئے اوسکے کہودنے پر اگر وہ انکار کرتے ہون اوس سے یہہ زبردستی ہے دفع ضرر کیواسطے ہم یہہ کہتے ہے کہ عوام مال صرف کرین مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو اون پر جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کیواسطے جبر درست ہے کذا فے الحموی وکری النہر المملوک علی اہلہ ویجبر من ابی منہم علی ذلک اور مملوک نہر کا کہودنا اور صاف کرنا مٹی سے اوسکے مالکون پر ہے اور جو اون مین سے انکار کرے اس پر اوسپر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص لا یجبر اور بعضون نے کہا کہ نہر خاص مین جبر نکیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمین شفعہ واجب ہوا اور نہر عام وہ ہے جسمین شفعہ واجب نہو اور اوسکی تحدید مین اختلاف ہے بہتر قول اوسمین یہہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہین تو شرکت خاص ہے اوسمین اتفاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہین یا زیادہ تو شرکت عام ہے اوسمین ہر شریک کیواسطے شفعہ واجب نہین بلکہ شفعہ ہمسایہ کیواسطے خاص ہے کذا فی العینی وھل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنیوالے نہ خرچ کرنیوالے سے لینگے یا نہین تو اگر یہہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہین تو درست نہین ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے کہودنیکا خرچ شریکون پر ہے نہر کی اوپر کیجانب سے ہم بیان اوسکا یون ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہون تو کہودنیکا خرچ ہر شخص پر دسوان حصہ ہے وہانتک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اوسوقت مین خرچ نہر کا باقی لوگون پر ہیگا ہر شخص پر نوان حصہ فاذا جاوز ارض رجل منہم برئ من مؤنۃ الکری وقالا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کالمستحق فی استحقاق الشفعۃ پہر اگر نہر بڑہجاوے ایک شریک کی زمین سے تو وہ بری

ہوگیا کہودنیکے خرچ سے اور صاحبین نے کہا کہ سب شریکون پر کہودنیکا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصون کے جیسے وہ سب برابر ہین شرب مین ھم
بہتر یون تہا کہ شارح کہتا نے استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہین شفعہ کے استحقاق مین چنانچہ زیلعی مین ہے اسواسطے کہ حق شرب شریکونکو مقصور
نہین کذا فی الطحطاوی ولا کری علیٰ اہل الشفعۃ اور کہودنا واجب نہین پانی پینے والون پر یعنی اسواسطے کہ وہ نہرکے مالک نہین اونکا حق تو فقط شرب
مین ہے جبکہ پانی موجود ہو وتصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہے ازروی استحسان کے
ھم وجہ استحسان یہہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہے اور یہہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اسلئے
کہ کاہی زمین بکجاتی ہے بدون پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون ارض کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیہا نہر و
اراد رب الارض ان لا یجری النہر فی ارضہ لم یکن لہ ذلک ویترک علی حالہ اور جبکہ ایکمرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اوس زمین مین
نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اوسکی زمین مین نہر جاری نرہے تو اوسکو اس روکنے کا اختیار نہین اور چہوڑی نہرکو اوسکی قدیمی حال پر وان
لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای فی الارض فعلیہ البیان ان ہذا النہر لہ وانہ قد کان لہ مجراہ فی ہذا النہر یسوقہ لیسقی اراضیہ
اور اگر نہر اوسکے تصرف مین ہو یعنی اوسکے درخت نہون نہرکے کنارہ پر کذا فی العینی اور اوس زمین مین جاری نہو یعنی اوسکا جاری ہونا زمان ماضی مین
معلوم نہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہون سے لازم ہے کہ یہہ نہر اوسکی مملوک ہے یا اوسکا پانی اس نہر مین جاری تہا اوسکی روانگی تہی مدعی کی زمین سینچنے
کیواسطے ھم قولہ وانہ قد کان کا واو بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر مین ہے یا حق اجرا مین چنانچہ زیلعی مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی
وعلی ہذا المصب فی نہر او علی سطح او المیزاب او الممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب فیلیہ اور اسی
قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر مین یا چہت پر وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہہ سب مذکور دوسرے شخص کے گہر مین واقع ہین تو اسمین اختلاف ہونیکا
حکم پانی کی باری کے حکم کی مانند ہے ھم مصب یعنی آب ریز سے مراد پانی کے وہ فضلات ہین جو وضو یا غسل یا مینہ کا پانی نہر مین یا چہت پر گرتا ہو یعنی
اگر قدیم سے دوسرے کی نہر مین فضلات مذکورہ گرا کرتے ہون یا کسیکے گہر مین دوسرے کا پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اوسکو منع نہین کرسکتا اور اگر دعوی کے
وقت اشیاء مذکورہ موجود نہون تو اوسپر گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نہر بین قوم اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر اراضیہم
لان المقصود نہر مشترک ہو ایک قوم مین اونہون نے جہگڑا کیا زیادتی اور کمی باری مین تو باری اونکے درمیان مین بقدر اونکی اراضی کے ہوگی اسواسطے
کہ باری سے توزمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہرشخص کا حق بقدر اوسکی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف
اختلافہم فی الطریق فانہم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقہا لان المقصود الاستطراق برخلاف راہ کے اختلاف کے
کہ رقبہ طریق کی ملکیت مین سب شریک برابر ہین بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گہر کے اسواسطے کہ مقصود راہ آمدرفت ہے اور وہ مختلف نہین گہر کی کشادگی اور تنگی سے
ولیس لاحد من الشرکاء فی النہر ان یشق منہ نہرا او ینصب علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکہ ولا یضر بنہر ولا بماء وقایہ اور نہر کے شریکون
مین کسیکو درست نہین یہہ کہ اوس سے دوسری نہر جاری کرے یا اوسپر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اوسکی زمین مین واقع ہو
اور نہر اور پانی کو ضرر نکرے کذا فی الوقایہ ھم پنچکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار بہ جاتا ہے
کسی کے کام مین نہین آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہہ ہے کہ اوسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہہ کہ اوسکی جاری ہونے مین
خلل واقع نہو او کذا لیس لہ ان یقیم دالیۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈھیکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور سنگی پل
تو شریک کو جائز نہین او لم یقسم بالکوی او یقسم بالایام والحال انہ کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ وبضمہا الثقب
العدلیۃ بان ذا علی القدم والمنہول فیہ یا ایک شریک نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنون کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تہی بلحاظ نقب کے
تو یہہ سب امور درست نہین اسواسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چہوڑی جائیگی بسبب ظاہر ہونے حقیت کے قدامت مین کوی بکسر کاف جمع ہے کوہ بفتح کاف کی

یعنے نقب ھم اصل اوسکی نقب بیت ہے لیکن یہان مستعار ہوکشت زار کے منافع آب کیواسطے کذا فے المغرب او یسوق نصیبه الی ارض له اخرى
لیس له منه ای من النهر شرب یا شریک لیجائے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کیطرف حالانکہ اوس نہر مشترک سے اوسکے واسطے
باری مقرر نہین ہے بلا رضاهم یتعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہین بدون رضامندی باقی شریکون کے شارح نے کہا عدم رضا سب اشیاء
مذکورہ سے متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پن چکی اور ڈھینکلی وغیرہ اوسپر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر
کرنا اور دوسری زمین مین پانی بدون رضامندی شریکون کے لیجانا درست نہین ولهم نقضه بعد الاجازة ولورثتهم من بعدهم اور شرکا
کو اجازت کے بعد اوسکا توڑدینا یعنی اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شریکون کے بعد اونکے وارثون کو بھی یہی اختیار حاصل ہے
ولیس للاعلى سکر النهر بلا رضاهم وان لم تشرب ارضه بدونه ملتقی اور نہر کی اوپر جانب والے کو جائز نہین نہر کا باندھنا بدون
رضامندی شریکون کے اگرچہ اوسکی زمین سیراب نہوتی ہو بدون بند باندھنے کے ھم اور اگر شریک راضی ہوجاوین اسطے کے باندھنے پر بقدر اوسکے
حصے کے یا ہر شریک اپنی باری مین نہر باندھنے پر راضی ہوجاوے تو جائز ہے ولیکن اگر تختون وغیرہ سے روکنے سے پانی رکجاوے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا
درست نہین بدون رضامندی شریکون کے اور اگر سب شریکون کی اراضی کو پانی نہ پونہچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیے
درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تا اعلی بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہین اہلی نہر کے لوگون پر تاکہ وہ سیراب ہوجاوین کذا فی العینی والطحطاوی
طریق مشترک اراد احدهم ان یفتح فیه بابا الی دار اخرى ساکنها غیر ساکن هذه الدار التی مفتحها فی هذا الطریق بخلاف ما اذا کان
ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان المادة لا تزداد چنانچہ ایک راہ مشترک ہو چند شخصون مین سو ایک شریک نے یہ چاہا کہ اوسمین اوس
دوسرے گھر کا دروازہ پھوڑے جسکا رہنے والا غیر ہے اس گھر کے رہنے والیکا جسکا دروازہ اس راہ مین ہے برخلاف اوس صورت کے کہ دونو گھرون کا
رہنے والا ایک ہی شخص ہو وہان دروازہ لگانا اس راہ مین ممنوع نہین ہے اسواسطے کہ اس صورت مین آمدورفت کرنیوالے زیادہ نہین ہوجاتے ہین اور پہلی
صورت مین زیادہ ہوجاتے ہین اسلیے پہلی ناجائز ہوئی اور پچھلی جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع به اما لا یباع ولا یوصی ببیعه
فباطل اور میراث جاری ہوتی ہے پانی کی باری مین اور وصیت کیجاتی ہے اوس سے نفع لینے کی لیکن اوسکی بیع کی وصیت باطل ہے ولا یباع
الشرب ولا یوهب ولا یؤجر ولا یتصدق به لانه لیس بمال متقوم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوى کما سیجیء اور پانی کی
باری بیچی نہین جاتی اور اوسکا ہبہ نہین ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ خیرات دیجاتی ہے اسواسطے کہ باری مال متقوم نہین ہے ظاہر الروایة
مین اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ آگے آویگا ولا یصح جعله بدلا ای جعل الشرب اور وصیت نہین کیجاتی اوسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی
ولا یصلح الماء بدل خلع وصلح عن دم عمد ومهر نکاح وان صحت هذه العقود لانها لا تبطل بالشروط الفاسدة لان الشرب
لا یملک بسبب ما حتی لو مات وعلیه دین لم یبع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہین رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونیکی عمدا
خون سے اور لیاقت نہین رکھتا نکاح کے مہر ہونیکی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہوجاوینگی باری کے عوض ڈالنے سے اسواسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے باطل
نہین ہوجاتی پانی بدل خلع اور مہر اسواسطے نہین کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہین کسی سبب تملیک سے یہان تک کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اوسپر
دین ہے تو اوسکے دین مین باری بدون زمین کے بیچی نجاویگی فلو لم یکن له ارض قیل یجمع الماء فی کل نوبة فی حوض فیباع الماء الی
ان یقضی دینه وقیل ینظر الامام الی ارض لا شرب لها فیضمه الیها فیبیعها برضاء ربها فینظر لقیمة الارض بلا شرب ولقیمتها معه
فیصرف تفاوت ما بینهما لدین المیت وتمامه فی الزیلعی تو اگر میت مدیون کی زمین نہو فقط باری ہو تو بعضون نے کہا کہ ہر باری کا پانی
جمع کیا جاوے ایک حوض مین پھر وہ پانی ہر باری مین بکا کرے یہان تک کہ دین آخر ہوجاوے اور بعضون نے کہا کہ حاکم اوس زمین کو دیکھے اور تلاش
کرے جسکی باری نہین ہے تو میت کی باری کو اوس زمین کے ساتھ ملادے پھر زمین کو باری کے ساتھ بیع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے

کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے ساتھ اوسکی قیمت کتنی ہے تو اہن کے تفاوت کو میت کے دین مین صرف کرے اور پورا بیان اسکا زیلعی مین ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت بدون باری کے سو درم ہوا اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین مین صرف ہون ولا یضمن من ملأ ارضه ماء فنزت ارض جاره او غرقت لانه متسبب غیر متعد وهذا اذا سقاها سقیا معتادا تحتمله عادة والا فیضمن وعلیه الفتوی اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین مین پانی بہر اسواوسکے پڑوسی کی زمین نے اوسکا پانی سوک لیا یا اوسکی زمین غرق ہوگئی اسلئے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہو اور تسبب مین تاوان اوسوقت ہوتا ہی جبکہ تعدی ثابت ہوا ور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہے جبکہ اوسنے عادت کے موافق سینچی ہوا ور باعتبار عادت کے اوسکی زمین اوسقدر پانی کی متحمل ہوا اور اگر عادت سے زیادہ اوسنے پانی بہر لیا ہو وہی اوس پڑوسی کی زمین ناقص ہوگئی ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرة هذا اذا سقی فی نوبته بمقدار حقه واما اذا سقی فی غیر نوبته او زاد علی حقه یضمن علی ما قال اسمعیل الزاهد مختار ذخیرہ مین ہے اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہی جبکہ اوسنے اپنی باری مین اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہوا ور اگر باری کے سوای مین سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا بموجب قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القہستانی ولا یضمن من سقی ارضه او زرعه من شرب غیره بغیر اذنه فی روایة الاصل وعلیه الفتوی شرح وهبانیة وابن الکمال عن الخلاصة لما مر انه غیر متقوم اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری سے بدون اوسکے اذن کے اصل کی روایت مین اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال مین ہی خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہین کہ مذکور ہوچکا کہ باری کا پانی مال متقوم نہین ہے ولو تصدق بنزله فحسن لبقاء الماء الحرام فیه بخلاف العلف المغصوب فان الدابة اذا سمنت به انعدم وصار شیئا آخر قهستانی اور اگر وہ اوسکے پیدا ہوئے غلہ یا پہل کو خیرات کردے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اوسین برخلاف منصوب چارے کے اسلئے کہ جب جانور موٹا ہوگیا چارا کہانے سے تو چارا معدوم ہوگیا اور دوسری چیز بنگیا یعنی خون اور گوشت ہوگیا کذا فی القہستانی فان تکرر ذلک منه لا ضمان وادبه الامام بالضرب والحبس ان رأی الامام ذلک خانیه وتمامه فی شرح الوهبانیة پہر اگر یہہ یعنی غیر کا پانی لینا چندبار واقع ہوا اوس شخص سے تو تاوان نہین اور تعزیر دے اوسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اوسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وقال وجوز بعض مشایخ بلخ بیع الشرب لتعامل اهل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانه تعامل اهل بلدة واحدة اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہوجاتا ہی رواج کے سبب سے اور یہہ تجویز توڑی گئی ہے اسطرح کہ یہہ ایک شہر والونکا رواج ہی یعنی اور ایک شہر والونکی رواج سے قیاس متروک نہین ہوتا وافتی الناصحی بضمانه ذکره فی جواهر الفتاوی قال وینعقد الحکم بصحة بیعه فلیحفظ اور ناصحی نے فتوی دیا ہی اوسکے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلااذن لے یہہ مذکور ہے جواہر الفتاوی مین اور یہہ کہا ہی کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہوجاتا ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے هم اس فتوی مین ناصحی منفرد ہی تو عدم ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول پر حکم نکرے کذا فی الطحطاوی قلت وفی الهدایة وشروحها من البیع الفاسد انه یضمن بالاتفاق فلو سقی ارضه بماء غیره ضمنه وبه جزم فی النقایة هنا فافهم مین کہتا ہون اور ہدایہ اور اوسکی شروح مین بیع فاسد سے یہہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہی تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ مین یہان سو اسکو سمجہ لے هم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے استہلاک کے سوا اور مقام مین جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت وقد مر ما علیه الفتوی فتنبه مین کہتا ہون اور البتہ مذکور ہوچکا وہ قول جسپر فتوی ہے تو خبردار رہنا هم مراد جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہوچکا نہ ناصحی کا فتوی ہی کذا فی الطحطاوی ہے وفی الوهبانیة سواء ساق بشرب الغیر لیس بضامن وضمنه بعض وما مر اظهر اور وہبانیہ مین ہی اور سینچنے والا غیر کی باری سے ضامن

نہین اور بعضون نے اوسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذرا گیا ظاہر تر ہے **ف** وما جوزوا اخذ التراب الذی علی جانب نهر دون اذن یقرر اور فقہانے اوس مٹی کا لینا جو نہر کی جوانب پر ہے تجویز نہین کیا ہے بدون اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو **ف** ولو حفروا نهرا والقوا ترابه + فلو فی حریمه لیس لنقله یؤمر اور اگر لوگون نے نہر کہودی اور اوسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے وہان سے اوٹھانیکا حکم نہو گا **ھ** صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین مین اور اون لوگون نے نہر کی مٹی اوسکی زمین مین ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب زمین مٹی اوٹھانیکا اون سے مواخذہ نہین کرسکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ اونسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہہ دونون مسئلے وہبانیہ کی دو بیتون مین مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت مین بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الاشربة

یہہ کتاب ہی اشربہ یعنی شرابون کے احکام مین **ھ** اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی خوبیان ظاہر ہین اسلئے کہ مزیل عقل ہین اور عقل اشرف الاشیاء ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اوسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن خمر اگلی امتون پر مباح تھی اونکی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب سے تو بسبب اپنی قوت کے آفت شراب کی متحمل تھے اور اونپر مستی غالب نہوتی تہی تو اوسکی اباحت مین اونکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب سے اور یہہ امت تو کم عمر ضعیف البدن ہے تو اونپر مستی غالب ہو جاتی ہے شرب قلیل سے بھی اسلئے انکے حق مین یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر انپر حرام ہو اور ابتدای اسلام مین اسواسطے مباح ہوتی تہی تا فساد خمر کو معاینہ کرلین پہر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہے یہہ چیز حرام ہی ہونیکے لائق تھی کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ مستی اور نشا سب دینون مین حرام تھا اور خمر کا تھوڑا بھی پینا امت محمدی پر حرام ہوا اونکی تعظیم اور تکریم کیواسطے تا امر قبیح مین واقع نہون کیونکہ یہہ امت مشہود بالخیر ہے **ھی جمع شراب والشراب لغة کل مائع یشرب واصطلاحا ما یسکر** اشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب مین عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پیجائے چنانچہ پانی اور دودھ اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع مین شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کردے **ھ** عرف ہندوستان مین شراب اوسکو کہتے ہین جو دیگ مین ڈالکر بطور عرق کے کشید ہوا اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پہل کا خواہ گڑ کا **والمحرم منها اربعة انواع** اور شرابون مین سے چار قسم کی شرابین حرام ہین یعنی خمر اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی **ھ** اصول اشربہ چار چیزین ہین ایک تو ثمار یعنے پہل مثل انگور اور کہجور اور مویز یعنی انگور خشک جسکو اہل ہند منقے کہتے ہین دوسری حبوب جیسے گیہون اور جو اور جوار تیسری شیرین چیزین جیسے شکر اور گڑ اور شہد چوتھی البان یعنی اونٹ کا دودھ اور گہوڑیکا دودھ سو انگور سے پانچ یا چھہ شرابین بنتی ہین یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور پختہ یعنی بختہ اور منقے سے دو شرابین بنتی ہین یعنی نقیع اور نبیذ اور کہجور سے تین شرابین بنتی ہین یعنی سکر بفتحتین اور فضیخ اور نبیذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہا سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اوسکے چند قسم کے ہین تو یہہ گیارہ یا زیادہ نام ہوئے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہہ ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اوسکو عصیر کہتے ہین جبتک شیرین ہی پہر جب وہ جوش کہاکر جہاگ لایا اور کڑوا ہو گیا اوسکا نام خمر ہے اور جب کہٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تہوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پہر وہ جوش کہاکر جہاگ لایا تو اوسکا نام بادہ ہے اور اگر یہان تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جلگیا تو اوسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پہر اوسکو پکایا تو اوسکا نام پختہ ہے اور اسکو یعقوبی اور ابو یوسفی بھی کہتے ہین اسلئے کہ ابو یوسف نے ہارون رشید کیواسطے اسکو مرتب کیا تہا اور جمہوری اور حمیدی بھی اسکو بولتے ہین اور منقی سے نقیع اور نبیذ بناتے ہین نقیع یہہ کہ منقی کو پانی مین چند روز تر رکہا یہانتک کہ پانی شیرین ہو گیا اور نبیذ یہہ کہ منقی کا پانی تہوڑا پکایا گیا اور کہجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہین سکر کچا پانی ہے تر نخستہ کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کہجور کا اور نبیذ پختہ یا گدر کہجور کا پانی ہے جو تہوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی وقاضی خان **الاول الخمر وهی النیئ بکسر النون من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف ای رمی بالزبد ای الرغوة**

چار حرام شرابون سی پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کہاوے اور اُبلے اور شتہ ہو اور کڑوے اور جھاگ ڈالے شارح نے کہا نِیّ
بکسر نون اور تشدید یاء تحتانیہ ہے اور زبد بفتح زاء معجمہ و باء موحدہ عبارت ہے رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی مین جھاگ اور پھینا کہتے ہین جوش سے
مراد جوش کامل ہے اسطرح کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کہانیکی جس سے
مست کرنیکی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضون نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہو جو شارب کے حواس کو فہم اور درک سے روکے اور بعضون نے کہا صلاحیت
اسکار یعنی مست کرنیکی لیاقت مراد ہے کذا فی بنایۃ العینی ولم یشترط القذف وبه قالت الثلثة وبه اخذ ابو حفص الکبیر وھو الاظھر کما فی الشرنبلالیۃ
عن المواھب بای مابعدہ اور صاحبین نے خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا شرط نہین کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدون جھاگ
ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینون اماموں کا اور اسی قولکو ابو حفص کبیر نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے منقول ہے اور
آگے آویگا جو اس مطلب کا مفید ہے یعنی قولہ والکل حرام اذا غلی واشتد ھ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ اشتداد سے
حاصل ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے مین اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اوسکو مستی پیدا کرنے مین تاثیر نہین اور
امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہے اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنی سے ہے اسواسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہے مکدر سے اور
احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہین وہ قطعی ہین چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکی لہذا اناطہ احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد یطلق
الخمر علی غیر ما ذکر مجازا اور گاہی خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ھ ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ
رکھی گئی یہانتک کہ متغیر ہو گئی اور اختمار عبارت ہے تغیر ریح سے اور بعضون نے کہا کہ خمر نام ہوا اوسکی مخامرت کے سبب سے عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہے قول اول
حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلثہ کے موافق ہے اسواسطے کہ اونکے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل اونکی وہ احادیث ہین جو اطلاق کی مفید ہین
چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر و کل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خمر کی ہم نے کی ہے اوسپر اہل لغت کا اتفاق ہے اوسکے سوا اور مسکرات
کو باذہ اور مثلث وغیر ذلک کہتے ہین تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہوگا نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہے یا بیان
حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ مین ہے ثم شرع فی احکامھا العشرۃ فقال وحرم قلیلھا وکثیرھا بالاجماع
لعینھا ای لذاتھا پھر مصنف نے خمر کے دس حکمونکا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خمر
کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نکرے ھ بعضون نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہین اسواسطے کہ قلیل مسکر نہین جو موجب فساد ہو اور یہہ قول کفر ہے اس مین
قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے اسلیے کہ قرآن مین خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہین چنانچہ لحم خنزیر کو رجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی مین برابر ہین اور
حرام ہونے مین یکسان و فی قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الآیۃ عشرۃ دلائل علی حرمتھا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر
والمیسر کی آیت مین دس دلیلین خمر کے حرام ہونے پر مجتبی وغیرہ مین مشرح مذکور ہین ھ دلائل مذکورہ یہہ ہین ۱ خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر
فرمایا ۲ اوسکو رجس یعنی نجس العین کہا ۳ اعمال شیطانی سے اوسکو شمار کیا ۴ اجتناب کا حکم کیا ۵ اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان
القاء عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ۷ ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہے اسکے سبب سے ۸ روکتا ہے یاد خدا سے ۹ روکتا ہے نماز سے ۱۰
نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی الحلبی وھی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس بنجاست مغلظہ ہے پیشاب کی مانند اسواسطے کہ
اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے ویکفر مستحلھا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہوا وسقط
تقومھا فی حق المسلم لا مالیتھا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہے نہ مالیت اوسکی صحیح تر قول مین ھ مال
متقوم مسلمان کے حق مین اسواسطے نہین کہ حق تعالی نے اوسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے
مین اختلاف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اوسکی طرف وحرم الانتفاع بھا ولو لسقی دواب او لطین او

نظر بشہوۃٍ اوفی دوآءٍ اودھن اوطعامٍ اوغیر ذٰلک اور حرام ہی فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانور کو بلانا ہو یا اوس سے مٹی کا تر کرنا دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے کیواسطے یا دوا مین اوسکا ڈالنا یا تیل مین یا کہانے مین یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہین حرام ہے

الا التخلیل اولخوف عطش بقدر الضرورۃ فلا تحرم اذٰلک کذا فی المجتبی مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہین اور اگر ضرورت سے زیادہ پیکر مست ہوگا تو اوسپر حد ماریجاویگی کذا فی المجتبی ولا یجوز بیعہا لحدیث مسلم ان اللہ حرم شربہا حرم بیعہا

اور جائز نہین خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے کہ مقرر جسنے اوسکا پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا بھی حرام کیا ہے ۔ م مسلم مین ابن عباس سے روایت ہے کہ ایکمرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپنے فرمایا کہ تجکو کیا معلوم نہین کہ اللہ تعالی نے اسکا پینا حرام کیا ہی پہر اوسنے دوسرے آدمی کے کان مین چپکے بات کی حضرت نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اوسنے کہا کہ مین نے اوسکے بیچڈالنے کا امر کیا ہی تب حضرت نے فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا حرام کیا پہر اوس مرد نے مشک کا دہانہ کہولدیا تو جو اوسمین خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینی ویحد شاربہا

وان لم یسکر منہا اور حد ماریجاوی خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاوے اوس سے ۔ م باوجود عدم سکر حد لازم ہے اسواسطے کہ اوسکی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہی مبسوط مین حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ اپنے ہاتہون پر رکہتا ہے تو اوسپر آسمانون اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہین پہر اگر اوسنے پی تو اوسکی نماز چالیس رات مقبول نہین ہوتی اور اگر ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کی مانند ہے کذا فی الکفایہ عن التمرتاشی ویحد شارب غیرہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینیوالے کو حد ماری جاتی ہے جبکہ اوسکو بیہوشی اور نشہ ہو ۔ م فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ ہمارے زمانہ مین محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہی تو حد ماریجاویگی اوسپر جو مست ہوجاوے اون شرابونکو پیکر جو حبوب اور شہد اور دودہ اور انجیر سے بنائی جاتی ہین اسواسطے کہ فاسق لوگ اون شرابونپر اجماع کرتے ہین ...

اور لہو لعب کا قصد کرتے ہین اور اوسکے پینے سے مست ہونیکا ارادہ رکہتے ہین انتہے ولا یؤثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اوسمین کچھ اثر نہین کرتا ۔ م یعنی پکانے سے اوسکی حرمت زائل نہین ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع مین ثبوت حرمت کے منع کرنیکے واسطے ہی نہ اسواسطے کہ اوسکی حرمت کو ظاہر کردے حرمت کے ثابت ہوجانیکے بعد یعنی خمر ہوجانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھ اثر نہین کرتا کذا فی التحفۃ وسے

الا انہ لا یحد فیہ ما لم یسکر منہ لاختصاص الحد بالنیئ کذا ذکرہ الزیلعی واستظہرہ المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبی ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد ما لم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ

مگر یہہ کہ خمر مطبوخ کے پینے مین حد ماری نجاویگی جبتک اوس سے مست نہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھ ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے اور قوی کہا ہی اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین اور ضعیف کہا ہی اوس قول کو جو قنیہ اور مجتبی مین ہے یعنی خمر جب پکائی گئی اور اوسکی تلخی دور ہوگئی تو حلال ہوجاتی ہے پہر مصنف نے ابن وہبان سے یہہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جائے اوسکے قول کیطرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہی جبتک کہ اوسکی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تصنیف مین ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے ۔ م خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہی اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی کا یہہ ہی کہ اوسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پئے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیریہ مین کافی سے منقول ہے اور اسیطرح قاضیخان اور بدائع مین ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہہ ہی کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہی جبکہ اوس سے اوصاف خمریت کی یعنی تلخی اور مست کردینا زائل ہوجاوے کیونکہ اوسکی حقیقت بدلگئی جیسے سرکہ ہوجانیسے اوسکی حقیقت بدلجاتی ہے اور یہہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہی کہ طبخ سے خمر حلال نہین ہوجاتی تو مراد اوسکی یہہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہون کیونکہ انقلاب درینحالہ نہین پایا گیا جو مقتضی ہی اباحت کا اور یہہ جو کہا کہ طبخ کو اسکی حلت کے اثبات مین اثر نہین مخالف اوسکے نہین اسلئے کہ مجرد طبخ کو اسمین کچھہ خصوصیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قالہ المصنف قلت ولو لاحتقان واقطار فی احلیل نہایہ

اور جائز نہین ہے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین مین کہتا ہون اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاوے اور پیشاب کے سوراخ مین ٹپکائی

جاوے کذا فی النہایۃ ہم ہر چند حقنہ وغیرہ مین استعمال سکر کا نہین لیکن نجس العین ہونے سے یہہ بھی درست نہین اسیطرح اوسکا مرہم مین اور ناس مین ڈالنا جائز نہین
ویجوز تخلیلھا ولو یطرح شیئ فیہا خلافًا للشافعی اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈالکر سرکہ بنے برخلاف شافعی رح
امام شافعی کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہو جاوے تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہین پھر جب خمر سرکہ ہو گئی تو جہانتک سرکہ ہے وہانتک برتن
پاک ہو گیا اور اوسکی اوپر کیجانب اوسکی تبعیت سے پاک ہو گئی ابو سعود نے اپنے اوستاد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی والثانی الطلاء بالکسر
وھو العصیر یُطبخ حتی یذھب اقل من ثلثیہ ویصیر مُسکرًا وصوّب المصنف ان ھذا یسمّی الباذق اور دوسری قسم اشربہ محرمہ سے
طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہانتک کہ دو تہائی سے کمتر جلگیا اور وہ مسکر ہو گیا اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ حق یہہ ہے
کہ اسکا نام بادہ ہے ف طلا ہم ہدایہ مین بھی اسیطرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جلگیا وہ بادہ ہے اور قاضیخان کے فتاوی مین دو تہائی کی قید
نہین بلکہ یون کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحطاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ اقل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جلجا دیگا تو جبتک
شیرین ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد غلیان اور اشتداد کے جبتک نشہ نکرے تبتک شیخین کے نزدیک حلال ہے خلافا لمحمد واما الطلاء فما
ذکرہ بقولہ وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ وصار مُسکرًا وھو الصواب کما جری علیہ صاحب المحیط
وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لا فی الحکم لان حل ھذا المثلث المسمّی بالطلاء حلا فی المحیط ثابت بشرب کبار الصحابۃ رضی اللہ عنھم
کما فی الشرنبلالیۃ اور دوسرا قول یہہ ہے کہ طلاء وہ شروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہانتک کہ اوسکی دو تہائیان جلجاوین اور ایک تہائی باقی رہے اور
وہ مسکر ہو جاوے اور اسی مشروب کو طلا کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہین یعنی فقط تسمیہ مین نہ حکم مین یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس
مثلث کو طلا کہا ... نہین کہا ہے اسواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جو مسمے بطلاء ہے بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے
... ہے خلاصہ یہہ کہ طلا بتفسیر اول یعنے بادہ حرام ہے اور طلا بتفسیر ثانی یعنی مثلث عنبی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہین
الا ... وسمّی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ھذا بطلاء البعیر وھو القطران الذی یطلی بہ البعیر
الجرب ... اور مثلث کا نام طلاء کہا گیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے سبب سے کہ یہہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کی طلا کے ساتھ اور وہ یعنی طلاء
قطران ... ہے جو خارشی اونٹ کو ملا جاتا ہے ہم طلاء بالکسر قطران سے اور قطران بفتح وکسرہ وہ چیز ہے جو خارشی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہہ کہ
... بینی غلظت تو ام مین اور بسکہ مشابہ تہا طلا کسی لہذا اوسکو فاروق اعظم نے طلا فرمایا ونجاستہ ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ
المصنف کالخمر بہ یفتی اور اوسکی نجاست یعنی طلا کی بنابر تفسیر اول چنانچہ مصنف نے کہا ہے خمر کی مانند نجس ہے اسی قول پر فتوی ہے ہم طلا بتفسیر
اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو ہے یہ بادہ ہے اوسکی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث عنبی چونکہ وہ حلال ہے تو ظاہر ہے والثالث
السّکر بفتحتین وھو النّیّ من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور اشربہ محرمہ سے تیسری شراب سَکَر ہے بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس ہے
پختہ تر کہجور کا جبکہ وہ خوب جوش مارے اور جہاگ ڈالے یعنی اور اسمین قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیرین ہوگا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحطاوی من
القہستانی والرابع نقیع الزبیب وھو النّیّ من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور اشربہ محرمہ سے چوتھی شراب
نقیع زبیب ہے یعنی خیساندہ مویز ہے اور وہ کچا پانی ہے مویز کا یعنی جس پانی مین انگور خشک کو چند مدت تر رکہا بشرطیکہ اوسکی جہاگ ڈالنے کے جوش کہانے
کے بعد والکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینون مذکور شرابین یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب حرام
ہین جبکہ جوش کہاوین اور شدید ہو کر گاڑہی ہوجاوین والا لم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہو تو بالاتفاق حرام نہین ہم امام کے نزدیک اسواسطے
حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جہاگ ڈالنا ہے اور صاحبین کے نزدیک اسوجہہ سے حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہی سو حاصل
نہین فان قذف حرم اتفاقا اور اگر جہاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے ہم امام کے مذہب پر تو ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک اسلئے حرام ہے کہ

جب فقط غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولیٰ حرمت ہوگی **وظاہر کلامہ کغیرہ من المتون انہ اختار قولہما**
قالہ البرجندی نعم قال القہستانی وترک القید ہنا لانہ اعتمد علی السابق قنیہ اور ماتن کا ظاہر کلام باقی اور متنوں کی مانند ہے کہ انہوں نے
اس مقام میں صاحبین کا قول پسند کیا کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہیں کیا ایسا کہا ہے برجندی نے ہاں قہستانی
نے کہا کہ ماتن نے یہاں جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہاں
اوسکے ذکر کو ضرور نسمجھا تو اس سے خبردار رہنا ھ طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اسواسطے کہ اونہوں نے سکر
کی حرمت میں جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیع زبیب میں بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونوں میں یکسان خلاف ہے **ولم یتعرض**
لحکم نجاسۃ السکر والنقیع ومفاد کلامہ انہا خفیفۃ وہو مختار السرخسی واختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف نے سکر
اور نقیع کی نجاست کا حکم بیان نہیں کیا اور اوسکے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی نجاست خفیفہ ہے اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی کا
مختار ہے اور ہدایہ میں غلیظہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے **وحرمتہا دون حرمۃ الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا اجتہادیۃ**
اشربہ ثلثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی حرمت خمر کی حرمت سے کمتر ہے تو انکا حلال جاننے والا کافر نہ کہا جاویگا اسواسطے کہ حرمت انکی اجتہاد کے سبب سے ہے
اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہے ھ کشف میں ہے کہ تکفیر کو اکفار سے کہنا بہتر ہے تکفیر سے اسواسطے کہ اول نسبت الی الکفر میں خاص اور ثانی مشترک
ہے اور خاص دلالت مراد میں اولیٰ ہے مشترک سے کذا فی الطحطاوی **والحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر والزبیب ان طبخ**
ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے چار مشروب حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبیب یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ
تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہانتک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اوسکا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کھاکر قوی ہو جاوے ھ اشتداد کے ساتھ قذف کو
ذکر نہیں کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ رمز میں ہے عینی نے کہا تحقیق کہ نبیذ التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اوسکی حلت میں بھی احادیث
وارد ہیں تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجئے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جاوے **وہذا اذا شرب منہ بلا لہو وطرب فلو**
شرب للہو فقلیلہ وکثیرہ حرام اور یہہ یعنی حلت نبیذ تمر اور زبیب کی اوسوقت ہے جبکہ وہ پیا جاوے بدون لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کیواسطے
شرب ہوگا تو اوسکا قلیل اور کثیر سب حرام ہے ھ مختار میں ہے کہ طرب خفت ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے در میں
کہا کہ یہہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہے
وما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم اور یہہ حلت اوسوقت تک ہے جبتک وہ نشا نکرے تو اگر اوسقدر پئے گا جسقدر کے پینے
سے اوسکے نشا کرنیکا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا ھ یعنی قدح اخیر جسنے نشا کیا وہ حرام ہے نہ شرب تمام بحر الرائق میں ہے کہ جسنے
نو پیالے پئے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اوسکو نشہ نہوا پھر اوسنے دسواں پیالہ پیا سو اوسنے نشا کیا تو حرام دسواں پیالہ ہے نہ اگلے پیالے
ابو یوسف نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہے اور انکا بیٹھنا حرام اور اوسکی طرف چلنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی
والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد یحل بلا لہو اور اشربہ حلال سے شرب ثانی خلیطین ہے یعنی خشک
انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھاکر اشتداد اوسمیں حاصل ہو حلال ہے بدون لہو کے ھ حلت کی دلیل
وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے برتن میں ڈالتے
اور پانی اوسپر ڈالتے تھے سو صبح کو تر کر رکھتے تھے حضرت اوسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو بھگو رکھتے اوسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث
میں خلیطین سے نہی وارد ہے وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتوں کا اجتماع نہووے اور حالانکہ دوسرا محتاج ہے بلکہ ایک چیز دوسرے کو دیوے
اسواسطے آپ استعمال کرے ایسا باحث فراخ سالی میں تھی یہہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی **والثالث نبیذ العسل**

والتین والبُرّ والشعیر والذُّرۃ یحل سواء طُبخ او لا بلا لہو وطرب اور اشربہ حلال ہے شہد اور انجیر اور گیہون اور جوار جوار کا نبیذ
ہے یعنی خیسانده ان چیزونکا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہین بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبی وان اشتد وھو ما طُبخ من
ماء العنب حتی یذھب ثلثاہ ویبقی ثلثہ اذا قصد بہ استمراء الطعام والتداوی والتقوی علی طاعۃ اللہ ولو للھو لا یحل
اجماعا اور اشربہ حلال ہے چوتھا مشروب مثلث انگوری ہے اگرچہ اوسمین شدت اور حاصل ہو اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہانتک
کہ اوسکی دو تہائیان جاتی رہین اور ایک تہائی باقی رہی یہہ اوسوقت حلال ہے جبکہ اوسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر
قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو لعب کیواسطے پیتا ہے تو شیخین اور محمد سبکے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق ھم شیخین کے نزدیک مثلث
عنبی بشرط مذکور حلال ہے اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرام ہے منجملہ دلائل حلت شیخین کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی مین سوید بن غفلہ سے مروی
ہے کہ ہمینے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم نے ابو موسی اشعری کو لکھا تھا پڑھا اوسمین یہہ تہا کہ شام کا قافلہ شروب غلیظ اسود لایا طلاء ابل کی مانند
یعنی گاڑہا سیاہ رنگ مین سینے اونسے سوال کیا کہ تم اسکو کتنا پکاتے ہو سو انہون نے مجکو خبر دی کہ دو تہائیان جلا ڈالتے ہین اوسکی دو ثلث اخبث
جاتے رہے ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث شدت اور نشہ کا سو اپنے لوگون سے حکم کرکہ اوسکو پیا کرین آور دوسری روایت نسائی کی یون ہے کہ اپنے مشروب
کو تم پکاؤ یہانتک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے سو شیطان کے دو حصے ہین اور تمہارا ایک حصہ ہی انتہے عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا
سوال ہوا تو جواب دیا کہ اوسکا پینا حلال نہین سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف کا خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کیواسطے حلال کہتے تھے
اور ہمارے زمانے مین لوگ لہو لعب اور فسق وفجور کیواسطے پیتے ہین ابو یوسف سے امالی مین روایت ہے کہ اگر مستی کیواسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام
ہے اور وہانکا بیٹھنا اور اوسطرفکا چلنا حرام ہے امام اعظم سے روایت ہے کہ مین نبیذ تمر کو حرام نہین کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اوسکو
استعمال کرتے تھے اور مین اوسکو نہین پیتا ہون باعتبار مروت کے انتہے ما فی العینی وصح بیع غیر الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو اشربہ مذکور ہوچکی
اونکی بیع صحیح ہے ھم یعنی اشربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے اسواسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے
کذا فی الطحاوی ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سُئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل
علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل قالہ المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ
دونون غیر خمر ہین مین کہتا ہون اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہین تو یہہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے
ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہی ایسا کہا ہی مصنف نے شرح مین وتضمن ھذہ الاشربۃ بالقیمۃ لا بالمثل لمنعنا عن تملیک عینہ وان جاز فعلہ
اور تاوان دیا جائیگا ان شرابونکا بسبب تلف کرڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہین اوسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ھم
جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت مراد ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمتہ صلیبا لانہ مال متقوم فی حقہ وقد امرنا
بترکھم وما یدینون زیلعی برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا صلیبا تلف کرڈالے تو اوسکی مانند صلیبا کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلئے
کہ صلیبا مال متقوم ہے ذمی کے حق مین اور ہم مامور ہین اونکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمھا محمد ای الاشربۃ المتخذۃ من العسل
والتین ونحوھما قالہ المصنف مطلقا قلیلھا وکثیرھا وبہ یفتی ذکرہ الزیلعی وغیرہ اور حرام کہا ہے اونکو محمد نے مصنف نے شرح مین کہا
یعنی جو شرابین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور اونکی مانند سے وہ محمد کے نزدیک مطلقا حرام ہین خواہ قلیل ہون خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہی ایسا ذکر کیا
ہے زیلعی وغیرہ نے ھم قہستانی نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ مشروب درحلاوات کا نبیذ یعنی انکا بوزہ بشرط مذکورہ شیخین کے نزدیک حلال ہے تو جو اوسکو
پیکر مست ہو اوسپر حد نہین اور اوسکی طلاق واقع نہین اور محمد کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی مین ہی اور محمد کے قول پر فتوی ہی چنانچہ
نہایہ وغیرہ مین ہے اور یہی کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ مین یہہ ہے کہ اشربہ مذکورہ سے جو نشہ کرے علی العموم اوسکا قلیل اور کثیر حرام ہی کسی قسم سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم

۲؎ یعنی جوش مارتا ہو

کہ کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنے جو نشہ کرنیوالی چیز ہے وہ خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد و ابن ماجہ و دارقطنی کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ
حرام یعنے جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور فتوی محمد کے قول پر ہے اور بزازیہ مین ہے کہ محمد کے نزدیک قلیل اوسکا اور کثیر سب حرام ہے
فقہانے کہا اور ہم محمد کے قول کو لیتے ہین اور محمد کا مذہب یہہ ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب شافعی اور مالک اور احمد اور داؤد ظاہری کا ہوا انتہے
اور یہہ اختلاف شیخین اور محمد کا چار اشربہ حلال مین ہے اور اشربہ محرمہ مین سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین اور محمد کے حرام ہے گوکہ اوس قدر سے نشہ نہو
اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصرا واختارہ شارح الوھبانیۃ وذکر انہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہے
محمد کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین اور محمد سب سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت
ہوگئی شرح وہبانیہ مین علاوہ اسکی یون مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ اونسے ہمارے سب اصحاب سے یہہ روایت پائی کہ حد
واجب ہو اسواسطے کہ جس سے نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشا فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوتی تاکہ اوس پینے سے لوگ باز رہین تاروی رہین سے
فساد دفع ہو اور یہہ امر تو موجود ہے خمر کے سوا باقی اشربہ مین بھی کذا فی الطحطاوی ملخصا ونظمہ فقال ؎ وفی عصرنا فاختیر حد واوقعوا
طلاقا لمن من سکر الحب یسکر وعن کلھم یروی وافتی محمد بتحریم ما قد قل وھو المحرر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا
ہے کہ ہمارے زمانے مین وجوب حد مختار ہے اور علمانے طلاق واقع کردی ہے اوس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزہ سے مست ہوا اور شیخین
اور محمد سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد نے قلیل کے بھی تحریم کا فتوی دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے وفی طلاق البزازیۃ و
قال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وھو نجس ایضا ولو سکر منھا المختار فی زماننا انہ یحد زاد فی الملتقی ووقوع طلاق من سکر
منہا تابع للحرمۃ والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ھو عند قصد التقوی اما عند قصد التلھی فحرام اجماعا انتہی وتمامہ فیما
علقتہ علیہ اور بزازیہ کی کتاب الطلاق مین ہے اور محمد نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر
اوس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ مین قول مختار یہہ ہے کہ اوس پر حد ماریجاے ملتقی مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہوا اوسکے پینے سے تو
اوسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونیکا تابع ہے اور سب مسکرات حرام ہین محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہہ خلاف شیخین اور محمد کا
تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر سب مسکرات کا باجماع شیخین اور محمد کے حرام ہے انتہے ما فی الملتقی اور پورا اسکا
بیان اوس شرح مین ہے جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہے زاد القہستانی ان لبن الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لھما والسکر منہ حرام
بلاخلاف والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودہ جب جوش کہاکر مستی لادے تو محمد کے نزدیک
حلال نہین برخلاف شیخین کے اور نشہ ہونا اوس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اوسکے مست پر حد واقع ہونا اور اوسکی طلاق واقع ہونی اسی خلاف
پر مبنی ہے یعنی شیخین کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الرماکۃ ای الفرس اذا اشتد لم یحل وصحح فی الھدایۃ
حلہ وفی الخزانۃ انہ یکرہ تحریما عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسیطرح گہوڑیکا دودہ جبکہ جوش کہاوے حلال نہین اور ہدایہ مین
اوسکو حلال ہونیکو صحیح کہا ہے یعنی امام کے نزدیک اور خزانہ مین یون ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے مشائخ کے نزدیک امام کے قول پر ہم حلت اوسوقت تک ہے جبتک نشا نکرے زیلعی مین ہے
قول اصح یہہ ہے کہ گہوڑیکا دودہ امام کے نزدیک حلال ہے بموجب کرنے صاحب ہدایہ کے اسلئے کہ اسکے گوشت کی کراہت احترام کے سبب سے ہے اور اسلئے کہ مادہ جہاد منقطع نہوجاوے
تو یہہ کراہت اوسکے دودہ کیطرف متعدی نہوگی انتہی کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ اتخاذ النبیذ فی الدباء جمع دباءۃ وھی القرع
حلال ہے نبیذ بنانا تو نبون مین دباء بتشدید وہ جمع ہے دباءۃ کی جو بمعنی کدو ہے والحنتم جرۃ خضراء والمزفت المطلی بالزفت ای
القیر والنقیر الخشبۃ المنقورۃ وما ورد من النھی منسوخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنے سبز گہڑے اور مرتبان مین اور مطلی اوس برتن مین
جسپر زفت یعنی [illegible] قیر لگا ہو اور لکڑی کے کہودے ہوے برتن مین اور جو حدیث مین ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے ہم محمد نے

کتاب الآثار میں عن ابی حنیفہ عن علقمہ بن مرثد عن ابن بریدہ عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت
کیا کرو اور بیہودہ گوئی نکرو اور محمدؐ کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جاوے سو اب رکھو جتنا
تم چاہو منع اسواسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر گنجایش کرے اور دُبّا اور حنتم اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن میں اسواسطے کہ
برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں کرتا اور نہ پیو نشا کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ آن برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی سو اگر انمیں شراب
ہو تو بعد پاک کرنے کے انکا استعمال درست ہے پاک کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دہو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمدؒ کے نزدیک
وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک تین بار دہونے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ بار بار اوسمیں پانی
بھرے اور گرا تا رہے یہانتک کہ صاف پانی نکلے جسمین نہ شراب کا مزا رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے دیکھو

شراب دُردی الخمر ای عکرہ والامتشاط بالدردی لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ ککثیرہ کما مر ولکن لا یحد شاربہ عندنا بلا سکر
ویہ پہلے ہو چکا اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اوسکو کنگہی میں ملکر بالوں میں لگانا مکروہ ہے اسواسطے کہ دُرد اور تلچھٹ میں خمر کے اجزا موجود ہیں اور خمر کا قلیل اوسکے کثیر کی
مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولیکن اوسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد نہ لگائیجاویگی بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتھ بالاجماع حد ماریجاویگی
ویحرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن
اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کہانا حرام ہے اسواسطے کہ ہر چہار اشیا ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا اور نماز سے باز رکہتا ہے اور وکتا ہی
ہم طحطاوی نے بنج اور حشیش میں عطف تفسیری سمجہا ہے حالانکہ یہہ خطا ہے اسلئے کہ بنج بفتح با و سکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش
ورق القنب یعنی بھنگ ہے جسکو جاہل فقیر پیتے ہیں چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتے ست شبیہ
بہ برگ بادرنجبویہ و بسیار غلیظ و در طول و عرض از آن بزرگتر و بسیار سبز مائل بسیاہی و برگ و ساق غلیظ آن مزغب و ثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار شاخہائی
آن یکے بر دیگری و مملو از تخمی شبیہ بحلبہ و بسیار ریزہ تر از آن و غیر مدور و سہ نوع است سیاہ و سرخ و سفید ہر دو نوع اول ردیست و غیر مستعمل و نوع سوم
کہ سفید ست مستعمل است و کمیاب بعضے ان سرخ آنرا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب میں کہا کہ بفارسی کنب و بنگ و بہندی بہانگ و باصطلاح
ورق الخیال و شیش و حشیشۃ الفقرا گویند درخت آن بلند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آنرا شہدانج و بفارسی شاہدانہ گویند انتہی
شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کی مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گہاس
ہے جسکو قلندریہ استعمال کرتے ہیں جو لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغایر ہے حشیش کی اسواسطے کہ حشیش قائل نہیں لیکن محمد
اونکستیل ہے اور اوسمیں اوصاف ذمیمہ ہیں لہذا متاخرین کا اوسکی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل سقمونیا
اور بنج مباح ہے دوا کیواسطے اور جو اسپر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کردے وہ حرام ہے انتہی ما فی العینی طحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے
نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کی مانند اسواسطے کہ اگرچہ اوس سے اختلال عقل ہوتا ہے
لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے انتہی لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من
ذلک لا حد علیہ وان سکر منہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوہرۃ خراسانی اجوائن اور بھنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی
حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمیں سے کہاوے تو اوسپر حد نہیں اگرچہ اوس سے مست ہو جاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ وکذا تحرم جوز
الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف اور اسیطرح جوز الطیب یعنی جایپل حرام ہے لیکن اسکی حرمت بھنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف
ہم نے شرح میں حرمت جایپل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکہا ہے اپنے قواعد کے موافق جانکر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ
جوز الطیب بکسر ہے ونقل عن الجامع وغیرہ من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین الزاہدی انہ یکفر ویباح قتلہ

اور مصنف نے شرح مین جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بنگ کے حلال ہونیکا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہد نے کہا کہ وہ منسوب بکفر ہے اور
اوسکا قتل مباح ہے ھ مصنف نے جامع الفتاوی سے بھی یہہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح تمرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا تو کہا کہ امام ابو حنیفہ سے کچھہ منقول نہین اسواسطے کہ اونکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور
سلف سے بھی کچھہ منقول نہین مزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہین امام شافعی کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم کے عراق عجم مین تھے وہ اسکی
اباحت کے قائل تھے پہر جب اسکی بلا عام ہوگئی اور فتنہ عالم مین پہیلا اور سفاہت عقلاء پر غالب ہوگئی اسکے استعمال سے تو تمام علماء ماوراء النہر نے فرغانی کے
مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اوسکے جلانے کا اور اوسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی اور حنفی دونو مذہبون کا اوسکے حرام ہونے پر فتوی ہے
یہانتک کہ اوسکی حلت کے قائل کو زندیق اور مبتدع کہا ہو اور حکم کیاہے کہ جو بہنگ سے مست ہو اور طلاق دے تو اوسکی طلاق واقع ہوگی زجراً اور توبیخ کی
وجہہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ البدر المتعلقۃ بالکبائر والصغائر عن ابن
حجر المکی انہ صرح بتحریم جوزۃ الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانہا مسکرۃ مین کہتا ہون اور ہماری استاد نجم غزی شافعی مذہب
نے اپنی شرح مین جو اونکے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان مین ہے ابن حجر مکی سے یون نقل کیا ہو کہ اونسے تصریح کی ہے جائفل
کے حرام ہونے پر باتفاق چارون امامون کے اور یہہ کہ وہ نشا کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق فی
سنۃ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لا یسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وھو حرام لحدیث احمد عن ام سلمۃ قالت نھی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نھی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان
استعمالہ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ کسائر الصغائر انتہی بحروفہ پہر کہا ہماری استاد نجم شافعی نے کہ تنباکو جو نو پیدا ہے اور
اوسکی پیدائش دمشق شام مین ایکہزار پندرہ سال ہجری مین ہوئی اوسکا پینے والا یہہ دعوی کرتا ہو کہ وہ نشا نہین کرتا اگر اوسکی عدم سکر کو مان لیجئے تو البتہ
وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہین کرتا مگر جو اس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہو اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہو بدلیل اوس حدیث کے جو مسند احمد مین حضرت
ام سلمہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر سکر اور مفتر یعنی نشہ کرنیوالی اور سست کرنیوالی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا
ایکدوبار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہین اور باوجود منع کرنے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے علاوہ یہہ کہ اوسکا استعمال اکثر بدنکو ضرر کرتا ہی ہان اوسکو
ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے انتہی کلام النجم الشافعی بلفظہ ھ ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علماء
شافعیہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہو کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اوسکا سامان کردینا واجب ہے انتہی اور بعضے ثقات شافعیہ سے مدینہ نقل
کیا سو اونہون نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہی سو قول ضعیف ہو اور مذہب صحیح یہہ ہے کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہو مگر لعارض اور حقہ اوسوقت زوج پر واجب
ہی جب زوجہ کو اوسکی عادت ہو اور ترک اوسکا ضرر نکرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر اوسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم ہوگا
انتہی کلام الشافعیہ اور یہہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہہ ہے کہ یہہ امر مختلف ہے باختلاف مستعملین کے یعنی کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا
فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف ویظہر اثرہ فیما اشکل حالہ کالحیوان المشکل امرہ والنبات
المجہول سمیتہ انتہی قلت فیفہم منہ حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبہ اور اشباہ مین اوس قاعدے کے اندر
کہ اصل اشیا مین اباحت ہی یا توقف اور ظاہر ہوتا ہی اثر اس قاعدے کا اوس چیز مین جسکا حال معلوم نہین چنانچہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہین اور وہ گہاس
جسکا زہر ہونا ثابت نہین انتہی کلام الاشباہ مین کہتا ہون تو اس قاعدہ سے بوجہا جاتا ہی حکم اوس گہاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ مین شائع اور پہیل گئی
ہے جسکا نام تتن یعنی تنباکو ہی تو خبردار رہو ھ یعنی بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تنباکو مباح ہی اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا
مین توقف ہی یعنی نہ اباحت ہو نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہو نہ حرام وقد کرھہ شیخنا العمادی فی ہدیتہ الحاقا لہ بالثوم والبصل

پا لاولی فتدبر ۔ اور البتہ مناکو کو ہمارے استاد مولوی نے اپنے رسالہ ہدیۃ المعادی مین مکروہ کہا ہے اوسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولے
لاحق کرکے سو اسکو غور کرلے ہم مفتی روم ابو سعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی سے لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے
انتہے اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد مین حقہ پینا مکروہ تحریمی ہے جیسے لہسن پیاز وہان مکروہ تحریمی ہے اور قران خوانی کیوقت اوسکا
استعمال صریح بےادبی ہے کذا فی الطحطاوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا مین بیان کیا ہے کہ جو لوگ کل دخان حرام سے قلیان کشی کو حرام کہتے
ہین سو یہہ حدیث نہین لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہین ایک تو بدبو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھوان نکلنا منہ سے کہ
مشابہ اہل دوزخ ہے ہرچند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے انتہے ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم
وممن جزم بحرمۃ الحشیشۃ شارح الوھبانیۃ فی الحظر ونظمہ فقال ٭ وافتوا بتحریم الحشیش وحرقہ ٭ وتطلیق محتش لزجر وقرروا ٭ لبائعہ
التادیب والفسق اثبتوا ٭ وزندقۃ للمستحل وحرروا ٭ اور ان علما مین سے جو بھنگ کی حرمت پر یقین کرچکے ہین شارح وہبانیہ ہی بیان کیا ہے اسکو
کتاب الحظر مین اور اوسکو نظم کیا ہے اور یون کہا ہے اور علما نے فتوی دیا ہے بھنگ کے حرام ہونے اور اوسکے جلا دینے اور بھنگ نوش کی طلاق واقع ہونے
پر زجرا اور توبیخ کیوجہ سے اور ثابت کی ہے علما نے بھنگفروش کی تعزیر اور فسق اور اوسکے حلال کہنے والیکا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اوسکو منقح اور محقق
بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام مین ہم
قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہے جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بط نکلگئی اسلیے کہ ممتنع سے وہ
مراد ہے کہ اوسکے پانو یا پر ہون جنسے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہہ ہے کہ آدمیون سے مالوف نہو نہ رات نہ دن
اور وحشت طبیعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہوگیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہین بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اوسی قید سے متوحش
مالوف داخل ہوا صید مین چنانچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلا منھما یورث السرور شاید کہ مناسبت صید
کی کتاب الاشربہ سے یہہ ہے کہ دونون چیز مورث سرور ہوتی ہین ھو مباح بخمسۃ عشر شرطا مبسوطۃ فی العنایۃ وسنقررھا فی اثناء المسائل
شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطون سے جو مفصل مذکور ہین عنایہ مین اور ہم اونکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثناء مسائل مین ہم منجملہ شروط مذکورہ پانچ
شرطین ہین شکار کرنیوالے مین ۱ ہونا اوسکا مسلم یا کتابی ۲ چھوڑنا اوسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اوسکے چھوڑنے مین غیر مسلم یا کتابی کا ۴
ترک بسم اللہ عمداً نکرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام مین مشغول نہونا اور یہہ پانچ شرطین کلب وغیرہ مین ہین ۱ معلم ہونا
اوسکا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اوسکا بطریق چھوڑنیکے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ
شرطین شکار مین ہین ۱ یہہ کہ اوسکی خورش نیشدار دانت اور چنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ سوای مچھلی کے آبی جانور نہونا ۴
قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پانون سے یا پرون سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اوسکے ذبح کرنیکے کذا فی العالمگیریۃ عن النہایۃ
پہلی تینون شرطین حلت اکل کیواسطے ہین نہ مطلق شکار کیواسطے منح الغفار مین ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہے شکاری کے اختلاف حال سے اسلیے کہ شکار
کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اظہار بہادری کیواسطے اور کبھی دل بہلانیکے واسطے اور غایۃ البیان مین ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانور
مین اور حرام مین حلال تو کھانے کیواسطے اور حرام جانور کا شکار اوسکے غرض کیواسطے یا اوسکی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کیواسطے منح الغفار مین
ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قران سے قال اللہ تعالی واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما یعنی جب تم حلال ہو
یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کردیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی مین جبتک تم محرم ہو اور مشروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عدی
بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو اوسپر بسم اللہ کہہ پھر اگر اوسنے شکار پکڑ رکھا اور تونے اوسکو زندہ پایا تو اوسکو ذبح کر اور اگر تونے اوسکو مردہ
پایا اور حالانکہ کتے نے اوسکو نہین کھایا تو اوسکو کھا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہے یہہ حدیث بخاری اور مسلم اور مسند احمد مین ہے اور اجماع ہے

اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہو اسواسطے کہ یہہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے انتہی ملخصاً ثم الا للتحریم فی غیر المحرم
شکار کرنا مباح ہو مگر محرم کو غیر حرم مین مباح نہین ہم حلبی نے لہا یون کہنا بہتر تھا الا للتحریم اوسنے التحریم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم مین مباح
نہین اسواسطے کہ یہہ عبارت تینون شکارونکو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم مین اور شکار حلال کو حرم مین او للتلہی کما ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح
ہے مگر لہو لعب کیواسطے چنانچہ یہہ ظاہر ہے او حرفۃ علی ما فی الاشباہ قال المصنف وانما زدتہ تبعاً لہ والا فالتحقیق عندی اباحۃ
اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرہا یا شکار کرنا
مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہین یہہ عدم اباحت بموجب اشباہ کے ہے مصنف نے شرح مین کہا کہ مین نے عدم اباحت حرفہ متن مین زیادہ کی
اشباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کی
برابر ہین بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ مین ہے ہم مصنف شاگرد ہین صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اونکے قول ضعیف کو بھی علانیہ رد نکیا فنصب
شبکۃ لصید ملک ما تعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للجفاف فانہ لا یملک ما تعلق بہا ایک شخص نے شکار کیواسطے جال لگایا تو وہ مالک
ہوگا اوس جانور کا جو اوسمین پھنس گیا برخلاف اوس صورت کے جبکہ جال لگایا اوسکے خشک کرنیکے لئے تو وہ مالک نہوگا اوسکا جو پھنس گیا اوسمین ہم تو اول
صورتمین دوسرا شخص شکار کو نہین لے سکتا اور دوسری صورتمین جو شخص اوسکو پکڑ لیگا مالک ہوگا جال والا اوس سے نہین لے سکتا وان وجد المفلس
او غیرہ خاتما او دینارا مضروبا بضرب الاسلام لا یملکہ ویجب تعریفہ اور اگر مفلس یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہو پاوے
تو اوسکا مالک نہوگا اور اوسکی تعریف یعنی پہچنوانا واجب ہے کہ جسکا ہو سو اوسکو لے ہم مفلس بضم میم وسکون قاف وکسر لام وشین معجمہ عرف مین اوسکو
کہتے ہین جو زمین مین مالیت کی چیز تلاش کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز مین داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ
ناقل کبیع وہبۃ وخلافۃ کارث واصالۃ وہو الاستیلاء حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتہیئۃ کنصب شبکۃ لصید لا لجفاف علی
المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للمفلس اخذ بلا تعریف معلوم کرکہ ملک کے سبب تین ہین ایک سبب
ناقل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کیطرف ملکیت منتقل ہو جاتی جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے
یعنے ایک کے مرنیکے بعد دوسریکا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اوس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے
خواہ حقیقۃً استیلا اور قدرت ہو تصرف مین کر لینے سے یا حکماً قدرت ہو اوسکی تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کیواسطے نہ جال خشک کرنیکے لئے
تو اگر ایک شخص مستولی ہوا جنگل مین غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنی اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہین اور زمین کی تلاش کرنیوالیکو حلال نہین وہ چیز
جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعریف فی الملتقطات اور شکار کی تمام تعریف بڑی بڑی کتابون مین ہے ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے ترجمہ
مین مذکور ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدم ما فی الذبائح من کلب وباز ونحوہما بشرط قابلیۃ التعلیم والشرط کونہ لیس بنجس
العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند اونکی چنانچہ چیتا اور شکرا بشرط قابل ہونے تعلیم کے اور بشرطا اوسکے
نجس العین نہونیکے کتاب الذبائح مین نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیش دار اور ہر چنگل والا مراد نہین اسلئے کہ اونٹ بھی نیشدار ہوتا ہے اور کبوتر
چنگل والا لیکن یہہ شکار نہین کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرّع علی ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما
التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بہما الحداۃ لخساستہا پہر مصنف نے تفریع کی اوس قاعدے پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہین شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ اونمین تعلیم کی قابلیت نہین کیونکہ وہ دونو غیر کے لئے عمل نہین کرتے شیر
اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہین کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسریکا کام نہین کرتا اور بعضون نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے
اوسکی خساست کیوجہ سے ہم اور بعضون نے بھیڑیئے کو بھی اونکے ساتھ ملحق کیا والخنزیر لنجاسۃ عینہ وعلیہ فلا یجوز بالکلب علی القول

بنجاستہ عینہ لا ان یقال ان النص ورد فیہ فقط اور نہ سؤر سے شکار کرنا درست ہے اوسکے نجس العین ہونیکے سبب سے اور بموجب اس قاعدے کے تو کتے سے بھی شکار جائز نہوا اُن لوگون کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہین مگر یون جواب دیجئے کہ کتے کے جواز شکار مین نص وارد ہوئی تو کتا مستثنی ہے اس قاعدہ سے ہوگا ۔ **ویہ یندفع قول القہستانی ان الکلب نجس العین عند بعضہم والخنزیر لیس بنجس العین عند ابی حنیفۃ علی ما فی التجرید وغیرہ فتامل** اور اس جواب سے قہستانی کا یہہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضون کے نزدیک اور سؤر نجس العین نہین ابو حنیفہ کے نزدیک چنانچہ تجرید وغیرہ مین ہے سو تامل کرے **وبشرط علمہما ای ذی ناب ومخلب** نیش دار اور چنگل گیر کا شکار حلال ہے اونکی تعلیم یافتگی کی شرط سے **و ذا بترک الاکل اما الشرب من الصید فلا یضر قہستانی ویاتی ثلثا فی الکلب ونحوہ وبالرجوع اذا دعوتہ فی البازی ونحوہ** اور یہہ یعنے اونکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ مین تین بار نہ کہانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ مین پلٹ آنے سے جبکہ تو اوسکو بلاوے اور شکار کا خون پینا تو مضر تعلیم کا نہین چنانچہ قہستانی مین ہے اور آگے مذکور ہوگا م یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اوسکی کہال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچہہ نہ کہاوے تو اوسکا معلم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لیکے بہاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پہر جب دونون نے اپنی عادت چہوڑی تو تعلیم یافتگی ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکہکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچہہ کہا دیگا تو یہہ اوسکی تعلیم یافتگی کو ضرر نہین کرتا ہے کذا فی العطایہ

وبشرط جرحہما فی ای موضع منہ علی الظاہر وبہ یفتی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کسی مقام مین بموجب ظاہر الروایہ کے اور اسی پر فتوی ہے یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہین بلکہ ذکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہوجاتی ہے کہ نجس خون نکلتا ہے **وعن الثانی یحل بلا جرح وبہ قال الشافعی** اور ابو یوسف سے ایک روایت یہہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بہی اور یہی قول ہے امام شافعی کا **وبشرط ارسال مسلم او کتابی** اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چہوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچہا کرے بدون ارسال کے اور اوسکو پکڑکے قتل کرے تو حلال نہوگا **وبشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکہا عمدا علی حیوان ممتنع ای قادر عن الامتناع بقوائمہ او بجناحیہ متوحش فالذی وقع فی الشبکۃ او سقط فی البئر او استأنس لا یحقق فیہ الحکم المذکور ولذا قال یؤکل لان الکلام فی صید الماکول وان حل صید غیرہ کما سیجئ او اعم محل للانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتامل** اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہی کتے یا باز کے چہوڑنے کیوقت اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو تو حلت کی شرط عدم ترک تسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر نہین ممتنع سے مراد یہہ ہے کہ جانور اپنی بچانے پر قادر ہو اپنی پانوؤن سے یا دونو پرون سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال مین پہنسا یا کنوئین مین گر پڑا یا وحشی مانوس ہوگیا تو اوسمین حکم مذکور یعنے ارسال اور زخم سے اوسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسیواسطے مصنف نے شکار مین ماکول ہونیکی قید لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار مین ہے اگرچہ غیر ماکول کا بہی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا تعمیم ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلا کہال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرے

وبشرط ان لا یشرکہ الکلب المعلم کلب لا یحل صیدہ ککلب غیر معلم وکلب مجوسی او لم یرسل او لم یسم علیہ اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنے تعلیم یافتہ کتے کے ساتھہ وہ کتا شریک نہوگیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہین چنانچہ بدون سیکہا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چہوڑا نگیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کیوقت عمدا بسم اللہ کہنا اوسپر ترک ہوا تو ان صورتون مین شکار حلال نہوگا **وبشرط ان لا یطول وقفتہ بعد ارسالہ لیکون الاصطیاد مضافا الی الارسال** اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چہوڑنیکے بعد شکار پکڑنے مین زیادہ وقفہ اور توقف نکیا ہو یہہ اسواسطے شرط ٹہرا تاکہ شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب ہو

الا اذا کمن واستخفی کالفہد کما یکمن الفہد علی وجہ الحیلۃ لا للاستراحۃ برخلاف اوس صورت کے جبکہ کتا یا باز ... رہا اور چپ گیا چیتے کی مانند یعنی جیسے چیتا دبک بیٹہتا ہے بطریق حیلہ اور گہات کے نہ بطریق استراحت اور آرام کے ہم یہہ بمنزلہ استثنا کے ہے یعنی اگر توقف کرتا شکار کی گہات مین ضرر نہین کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گہات مین دبک رہے نہ بطریق استراحت کے پہر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچہہ نقصان نہین

نہین شکار حلال ہے اور اگر ارسال کے بعد کچھ کہانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی عن المحیط مختصرا و للفقہاء خصال حسنۃ ینبغی
لکل عاقل العمل بہا کما بسط المصنف یعنی فقہا نے چیتے کی چند عادات بہتر ہیں ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ مصنف نے شرح مین اونکو مفصل بیان کیا ہے
ھم ازانجملہ یہ ہے کہ چیتا دبک رہتا ہے یہانتک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسیطرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نکرے فرصت تاکتا رہے تا بلا مشقت
مطلب حاصل ہو ازانجملہ یہ ہے کہ اوسکا سیکھنا مار سے نہین ہوتا بلکہ کتا اوسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اوسکو دیکھکر سیکھہ جاتا ہے اسیطرح عاقل کو
لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ ازانجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہین کہاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہے اسیطرح
عاقل کو لازم ہے کہ نکہاوے مگر حلال طیب ازانجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کیواسطے حملہ کرتا ہے اگر نپایا تو غصہ رہتا ہے کہتا ہے مین اپنی جان کیون ہلاک
کرون غیر کیواسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنح عن السرخسی عن الحلوانی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک اکلہ یعنی اگر
شکار مین سے باز نے کچھ کہایا تو باقی حلال ہے کہایا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی تعلیم کہانا ترک کرنے سے نہین بلکہ اوسکی تعلیم آجانے بلانے کے بعد وان اکل الکلب
ونحوہ لا یوکل مطلقا عندنا اور اگر کتے اور مانند اوسکے نے شکار سے کچھ کہایا تو باقی نہ کہایا جائیگا ہمارے مذہب مین ہرطرح خواہ اوسکو کہانے کی عادت
ہو یا نہو کاکلہ منہ ای کما لا یوکل الصید الذی اکل الکلب منہ بعد ترکہ للاکل ثلث مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اوسکا کہایا اوس سے
یعنے جیسے وہ شکار کہایا نہین جاتا جسمین سے کتے نے کہایا تین بار کہانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اوسنے شکار پکڑا اور نکہایا پہر چوتھی بار کہایا تو شکار اوسکا
حلال نہین اسواسطے کہ وہ علامت ہے اوسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یوکل ما صاد بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل ثلثا اور اسیطرح وہ
شکار بہی نکہایا جائیگا جو اوسنے شکار کیا بعد کہا جانیکے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہوجاوے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کہانیکے بعد جب تین بار شکار
کرے اور نکہاوے تب چوتھی بار کا شکار حلال ہوگا او ما صاد قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما اتلفہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا لفوات المحل و
فیما اشکال ذکرہ القہستانی یا وہ بہی شکار حلال نہین جو کتے نے کہانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک مین باقی رہا ہو اسلئے کہ جس شکار کو تلف
کر چکا یعنے مثلا کہا چکا تو اوسمین باتفاق امام اور صاحبین کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہوجانے محل حرمت کے اور اسمین اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے ھم حاصلہ
مقام یہ ہے کہ شکار غیر موجود ہے یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اوسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اوسمین حرمت ظاہر نہین بسبب عدم بقای محل کے اور اگر موجود ہے
تو جنگل مین موجود ہے یا صیاد کے ملک مین موجود ہے اگر جنگل مین ہے تو اوسمین بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اوسکی ملک مین ہے تو اوسمین اختلاف ہے سو امام
کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہین خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہین کیا تو نہین دیکہتا
کہ ہم مردہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہین دعوی دار کے نزدیک انتہی محصل اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہین ہے اور لائق یہ ہے
کہ حکم بامرہ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بک گیا ہو تو مشتری بائع سے ثمن پہیر لیگا کیونکہ مبیع مردار تہا اور ثمرہ ظاہر ہوتا ہے توبہ مین اوسکے کہانے کے بعد اور اگرچہ
کہتے کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کہا جاوے تو چاہیے حرمت ساقط ہوجاوے بعلت فوت ہوجانے کے کذا فی الطحطاوی کما صقر فر من
صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یوکل لانہ ترک ما صار بہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرغ جو بہاگ گیا یعنی اوڑگیا
اپنے مالک کے پاس سے سو چند مدت چھوٹا رہا پہر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اوسنے شکار پر چھوڑا اسو اوسنے شکار پکڑا تو وہ کہایا نجاویگا اسلئے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ
دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہوگیا تہا یعنی اوسنے ترک اجابت کی تو وہ اوس کتے کی مانند جاہل ہوگیا جو شکار سے کہا لیتا ہے ولو اخذ الصیاد الصید من الکلب
وقطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب منہ واکلہا اکل ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ اور اگر
صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اوسمین سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کیطرف ڈالدیا سو اوسنے اوسکو کہا لیا یا کتا شکار مین سے صیاد کے ہاتھ سے جہپٹ مار کر لیگیا اور کہا گیا تو باقی شکار
حلال کہایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسواسطے کہ یہ حرکت اوسکی نہایت علم اور دانشمندی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اوسنے وہ چیز لی کہ جو
مالک کے لائق نہ تھی یعنی خون اور باقی رکہی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنح ولو نہش الصید فقطع منہ بضعۃ فاکلہا ثم ادرکہ صاحبہ

ولم یاکل منه لا یوکل لانکه حالة الاصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتون سے نوچا سو اوسمین سے نصف کاٹا اور کہایا پھر شکار کو پکڑا اور
قتل کیا اور نکہایا تو وہ حلال نہین کہایا اسیواسطے کہ شکار کرنے کی تعلیم کہا جانے کے سبب سے ہم تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی ما نھشه وتبع
الصید فقتله ولم یاکل منه حتی اخذه صاحبه ثم اکل ما القی حل لانه حینئذ لو اکل من نفس الصید لم یضر کما مر اور اگر کتے نے وہ
ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا اور پیچھا کئے گیا شکار کا سو اوسکو قتل کیا اور اوسمین سے نکہایا یہانتک کہ اوس سے مالک نے شکار لیا پھر کتے نے کہایا جو ڈالا تھا
تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اسوقت مین یعنے شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کہاتا تو حلت مین ضرر نکرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا و
اذا ادرک المرسل او الرامی الصید حیا بحیوة فوق ما فی المذبوح ذکاه وجوبا اور جبکہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیرانداز شکار
کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہو تو اوسکو ذبح کرے بنابر وجوب کے ہم یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا تو
وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہین بدون ذبح کرنیکے اسواسطے کہ اوسنے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود
قدرت کے طحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہین باینطور کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیان نکل پڑین پھر وہ
مرگیا تو وہ حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ یہہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہین ہے اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کی حلال
نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی مین ہے وشرط لحله بالرمی التسمیة ولو حکما کما مر اور شکار کے حلال ہونے مین تیر مارنے سے بسم اللہ
کہنا تیر لگانیکے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ مضر حلت نہین وشرط الجرح لتحقیق معنی الذکوة
اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تا کہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکلجانے سے ثابت ہو وشرط ان لا یقعد عن طلبه لو غاب الصید متحاملا لسهمه
ما دام فی طلبه یحل وان قعد عن طلبه ثم اصابه میتا لا یوکل لاحتمال موته بسبب آخر اور یہ بھی شرط ہے کہ تیرانداز بیٹھہ نرہے شکار کی تلاش سے اگر
شکار غائب ہو گیا ہو اوسکے تیر کو اوٹھاتے ہوتے تو جبتک تیرانداز اوسکی طلب مین ہے وہ حلال ہے اور اگر اوسکی تلاش اور طلب سے بیٹھہ رہا پھر اوسنے شکار
کو مردہ پایا تو اوسکا کہانا حلال نہین اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کی سوا اسلئے کہ محرمات مین موہوم متحقق
کی مانند ہوتا ہی کذا فی الزیلعی وشرط فی الخانیة لحله ان لا یتواری عن بصره وفیه کلام مبسوط فی الزیلعی وغیره اور فتاوی قاضیخان مین حلت
شکار کی یہہ شرط مذکور ہے کہ شکار چھپ نگیا ہو تیرانداز کی نظر سے اور اس شرط مین اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ مین مذکور ہے ہم وجہ شرط یہہ ہے
کہ جب شکار نظر سے غائب ہوا تو شاید اور کسی سبب سے مرگیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام مین اس شرط کیطرف اشارہ کیا ہے
اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر اکثر کتب ہمارے مذہب کے ہین مسلم اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی مین روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجہسے تین دن تو نے اوسکو پایا سو کہا جبتک وہ گندہ نہین ہو گیا یہہ حدیث
اباحت غائب پر دلالت کرتی تو حجت ہے اوس شخص پر جو اسکا مانع ہو انتہی ملخص کلام یہہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی
فان ادرکه الرامی او المرسل حیا ذکاه وجوبا فلو ترکها حرم وسیجئ پھر اگر تیرانداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے
کہ اوسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کریگا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آویگا ہم یہہ مسئلہ مکرر ہو گیا والحیوة المعتبرة هنا ما یکون فوق ما فی
المذبوح بان یعیش یوما وقیل اکثره مجمع اور جو حیات کہ یہان یعنی ذبح شکار مین معتبر ہے وہ ذکاۃ مذبوح سے زائد ہو اسطرح کہ شکار ایکدن زندہ
رہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی المجمع اما مقدارها وهو ما لا یتوهم بقاءه کما فی الملتقی فلا یعتبرها هنا حتی لو وقع
فی ماء لو تحرم اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جس قدر زندگی سے اوسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی مین ہے سو وہ زندگی یہان معتبر نہین یہانتک
کہ اگر اوس قدر حیات شکار مین ہو اور صیاد اوسکو ذبح نکرے اور وہ پانی مین گر پڑے تو وہ حرام نہوگا ہم صدر شہید نے ذکر کیا کہ یہہ قول باجماع امام
اور صاحبین کے ہے اور بعضون نے کہا کہ یہہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام کے نزدیک حیات مخفیہ مین بھی ذبح کرنا ضروری ہے مترویہ وغیرہا کی مانند کذا

والمتردّي والنطيحة وما اكل السبع والمريضة مطلق الحيوة وان قلّت كما اشرنا اليه وعليه الفتوى
وقد نبّهنا على ذلك اور متردیہ اور اوسکی مانند جانور مثلاً نطیحہ اور موقوذہ اور جسکو درندے نے کہایا ہو اعتبار ہی مطلق حیات کا اگرچہ زندگی تہوڑی ہو
چنانچہ ہمنے اوسکی طرف اشارہ ذکر دیا اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ مسئلہ ہم ذکر کر چکے کتاب الذبائح مین ہم متردیہ وہ جانور ہی جو اونچی جگہ سے گر پڑا ہو اور نطیحہ
وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا ہو اور موقوذہ وہ ہے جو لاٹہی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی یہ جانور مذکورہ بدون ذبح کے
حلال نہین اور اسیطرح شکار مین بہی حیات قلیلہ حقیقیہ کے معتبر ہونیکا فتوی ہے سید حموی نے کہا تو کہا یا شکار مذکور کا حلال نہین بدون ذبح کے خواہ
اوسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہے بدلیل اس آیہ کے وما اكل السبع الا ما ذكيتم
بدلیل حدیث عدی مذکور یعنی اگر کتا شکار کو پکڑ رکہے اور تو اوسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اوسکو کذا فی الطحاوی فان تركها اي الذكوة حال كونه
القادر عليها فمات حرم ہم پہر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنیکو ترک کیا عمدًا باوجود قادر ہونیکے اوسپر پہر وہ مرگیا تو حرام ہوگیا وكذا لو
لو عجز عن التذكية في ظاهر الرواية وعن ابي حنيفة وابي يوسف يحلّ وهو قول الشافعي قال المصنف في متني ومتن الوقاية اشارة
الى حله والظاهر ما سمعته انتهى قلت ووجه الظاهر ان العجز عن التذكية في مثل هذا لا يحل الحرام اور اسیطرح شکار حرام ہوگا ظاہر الروایۃ
مین جو صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اسطرح کہ اوسکی پاس ذبح کا ہتہیار نہین یا وقت تنگ ہو اور امام اور ابو یوسف سے غیر ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ در صورت عجز حلال ہے
اور یہی قول ہے شافعی کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور میرے متن مین اور وقایہ کے متن مین اشارہ اسکی حلت کا ہو جاتے کیطرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور
ظاہر الروایۃ کو تو سن چکا انتہی ما فی شرح المصنف مین کہتا ہون اور ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورتین حرام کو حلال نہین کر دیتا
ہم برخلاف اوس صورت کے کہ پانی اور کہانا حاصل کرنے سے عاجز ہوگا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہوگا او ارسل مجوسيّ كلبه فزجره مسلم
فانزجر یا مجوسی نے اپنا کتا چہوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور بہڑکایا شور کر کے سو وہ تیز ہو گیا اور اوسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے ہم
ہرچند زجر لغت مین بمعنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہان مراد ترغیب اور چوپ دلانا ہے شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے
چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحاوی مین ہے معلوم کرنا چاہیئے کہ جبکہ ارسال اور زجر مجتمع ہون تو ارسال معتبر ہوگا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک
تسمیہ سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس اسکے حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چہوڑا اور مجوسی نے اوسکو تیز کیا تو اعتبار چہوڑنیکا کیا جائیگا اور شکار حلال ہوگا اور اگر
ارسال موجود نہوا اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہوگا پہر اگر زجر مسلم سے ہی تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہو تو حرام ہے او قتله معراض بعرضه هي
سهم لا ريش له يمضي بدلا صابته بعرضه یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمین پر نہین
معراض اوسکو اسلئے کہتے ہین کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کیطرف سے نہ طول کیطرف سے ہم معراض بدون پر تیر ہے بدون پر کا دونون کنارے اوس کے
باریک اور درمیان مین موٹا وہ نشانہ پر عرض کیجانب سے لگتا ہے نہ تیزی کیطرف سے کذا فی القاموس ولو خزقه حلّ فاصابه بحده حلّ اور اگر معراض کا کنارہ
پر حدت اور تیزی ہو پہر وہ شکار کو تیزی کیطرف سے لگی تو وہ حلال ہے او بندقة ثقيلة ذات حدة حرم لقتلها بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو
بہاری غلیلہ باڑہ والے نے تو شکار حرام ہے بسبب اوسکی قتل کرنیکے بوجہ سے اور گرانی سے نہ باڑہ اور تیزی سے ہم بندقہ بضم با و دال وسکون نون
شی ہے اوس سے مارتے ہین اور اوسکو جلاہق بہی کہتے ہین کذا فی المغرب ہندی مین اوسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہین جسکو غلیل سے چلاتے ہین ولو كانت
خفيفة لها حدة حلّ لقتلها بالجرح حينئذ ولو لم يجرحه لا يؤكل مطلقا وشرط في الجرح الادماء وقيل لا ...
اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہوگا اسلئے کہ اسوقت مین نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرنیوالا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اوسکا کہانا مطلقا درست
نہین خواہ غلیلہ بہاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم مین خون بہنا شرط ہے اور بعضونکے نزدیک شرط نہین کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان ملتقی کی بحار
شرح مین ہے ہم فتاوی قاضی خان مین ہے کہ غلیلہ اور پتہر اور معراض اور لاٹہی اور انکی مانند کا شکار حلال نہین اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلئے کہ ...

وہی حلال نہیں ہین اس اگر اوسکو درندہ نے کہا اور ہر کی اسکے [illegible] ہو گیا [illegible]

[illegible] اور اگر مانند نرم ہو گیا بسبب کوفت کے اور مگر اہرمین نہ پہنچا تو حلال نہین [illegible] اس سے ہو کا بہنا حاصل نہین ہو [illegible] [illegible] اور کہانا

سے حاصل ہے تو حلال نہین اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر مین اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکہا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب اون سی یہ استفتا ہوا کہ

ایک شخص چڑیون کا شکار کرتا ہو سیسے اور مٹی کی گولی سے اوسکا کہانا درست ہی یا نہین تو جواب لکہا کہ اوسکا کہانا حلال نہین زیلعی مین ہے کہ اس قسم کے مسائل مین

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہی اور اگر شک ہو

یعنی کہ زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہین انتہے مین کہتا ہون کہ سیسے کی گولی کی شکار مین احتیاط یہہ ہی کہ اوسکا کہانا حلال نہین اسواسطے کہ

گولی تو اندفاع عنیف کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور بار ذم کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی اور رمی صیدًا فوقع فی ماءٍ لاحتمال

قتلہ بالماء فیحرم ہ یعنی جب شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی مین اور مرگیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اوسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سی ولو الطیر مائیًا فوقع فیہ

فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقے یعنی اگر شکار آبی پرندہ ہو پہر تیر لگنے کے بعد پانی مین گر پڑی سو اگر اوسکا زخم پانی مین ڈوب گیا تو وہ

حرام ہو گئی اور اگر پانی مین زخم نہین ڈوبا تو حلال ہی کذا فی الملتقے اسواسطے کہ پہلی صورت مین احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری مین احتمال نہین یہہ سب

اوسوقت ہی جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمین زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہے کہ وہان احتمال مذکور منعدم ہو کذا فی العالمگیریۃ

او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلہا لان الاحتراز عن مثل ہذا ممکن ہ یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چہت پر یا

پہاڑ پر گری پہر وہان سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل مین اسواسطے کہ ایسی صورتون سے بچنا ممکن ہے ہ یعنی یہہ ضرور نہین کہ جب زخمی چڑیا گرے

تو پانی یا چہت یا پہاڑ ہی پر گرے اور اسیطرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا کہڑی برچہی یا پتہر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چہت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر پہر

زخمی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتہر کی مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداءً اذ الاحتراز

عنہ غیر ممکن فیحل ہ یعنی اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سی زمین پر گری اور مرگئی تو حلال ہے اسواسطے کہ اس سی بچاؤ ممکن نہین ہ یعنی زمین پر

گرنے سی احتراز غیر ممکن ہے تو یہہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سی چڑیا مرگئی ہو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا او ارسل

مسلم کلبہ فزجرہ ای اغراہ بصیاحہ مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما ہو فوقہ او مثلہ کنسخ الحدیث

یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چہوڑا اسکو مجوسی نے اوسکو زجر کیا یعنی شور کرکے اوسکو بہڑکایا اور تیز کردیا سو وہ تیز ہوگیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال

ہے اسواسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل دفع ہو جاتا ہے اوس فعل سے جو اوس سی فوق ہو یا برابر اوسکے ہو نہ کمتر اور ضعیف سی جیسے حدیث

منسوخ ہوتی ہے اصح یا صحیح سے نہ ضعیف سی ہ زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اوسکی تاکید ہی تو حلت اور حرمت مین

ارسال معتبر ہے نہ زجر اولم یرسلہ احد فزجرہ مسلم فانزجر اذ الزجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہین چہوڑا پہر مسلمان نے اوسکو شکار پر

بہڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہوگیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے در صورت عدم ارسال

او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید یتمکن حتی لو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ واحدۃ فقتل الکل اکل الکل

یا کتے نے اور شکار مارا سوائے اوسکے جسپر چہوڑا گیا تہا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اوس شکار کا پکڑنا ہی جسپر کتا قادر ہو سکے

یہان تک کہ اگر صیاد نے کتا چہوڑا بہت سی شکار پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اوسنے سب شکار کو قتل کیا تو سبکا کہانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہہ ہے کہ تعیین

شکار کا اعتبار نہین ہ وحل فی الوجوہ المذکورۃ لما قلنا ہ یعنی مذکورہ وجوہ مین ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے جنکو ہمنے ذکر کیا ہ قولہ اکل

جزء سے [illegible] اور اوسکے مسلمات کی [illegible] العضو [illegible] لا کل العضو خلافا للشافعی ولنا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام

ما ابین من الحی فہو میتۃ [illegible] [illegible] [illegible] شکار کا کہانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی یعنی

اونکے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کہانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے
ہم ابو داؤد اور ترمذی مین ابو واقد لیثی سے یون روایت ہی قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما قُطِعَ مِنَ البَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهُوَ مَيْتَةٌ یعنی جو چیز چوپائے
جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید مین بھی یہہ
مضمون مروی ہی کذا فے العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث مین زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اوسکا عضو قطع ہوا
تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات اوسمین قائم ہے اور اسیطرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اوسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے حموی نے کہا قطع سے
عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ پانون یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل التیامہ اکل العضو
ایضاً والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہین کردیا اور اوسکا بدن سے التیام یعنی ملنا اور جُڑ جانا محتمل ہے تو اوس عضو کا کہانا بھی حلال ہے
اور اگر التیام اور اندمال اوسکا نہین ہوسکتا تو عضو مقطوع کا کہانا حلال نہین کذا فے الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثاً والاکثر مع عجزہ او قطع
نصف راسہ او اکثرہ او قدّہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح فلم یتناولہ الحدیث المذکور اور
اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اوسکا اکثر بدن اوسکی ڈنڈی اور دُم کے ساتھ رہا یعنی ایک تہائی سر کیطرف رہی اور دو تہائیان دُم کیطرف
باقی رہین یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دُم تک تو تمام شکار کا کہانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صور تو نمین اوسکی زندگی مذبوح
کی زندگی سے زیادہ ممکن نہین تو حدیث مذکور اوسکو شامل نہی ہم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صور تو نمین حیات حکمی بھی
صادق نہین اسواسطے کہ اوسکی سلامتی اور بقا ایسے زخمون کے بعد متوہم نہین تو فی الحال اوسکی ذکوٰۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد
قدسے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان اکثرہ مع راسہ للامکان المذکور برخلاف اوس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اوسکے سر کے ساتھ رہا تو اوسکا
اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنی اگر ایک تہائی دُم کیطرف کٹ رہی اور دو تہائیان سر کے ساتھ باقی رہین تو سر کی جانب حلال ہی نہ دم کی
طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من
اہل الذکوٰۃ بخلاف کتابی لان ذکوٰۃ الاضطرار کذکوٰۃ الاختیار اور حرام ہی شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندہنے والے کا اسلئے کہ
اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکہتے برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کی مانند ہی وان رمی صیداً فلم یثخنہ
فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اوسکو زخم کاری نہین لگا پہر دوسرے شخص نے اوسکو تیر مارا تو اوسکو قتل
کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہوا اور حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دوسرے نے اوسکو حیز امتناع سے خارج کردیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ
عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکوٰۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فیحرم اور اگر اول شخص نے
شکار کے زخم کاری لگایا اسطرحپر کہ حیز امتناع سے اوسکو خارج کردیا یعنی اب بھاگ نہین سکتا اور اوسمین اتنی حیات ہی جس سے جیتا رہی بعد اوس کے
دوسرے نے اوسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہی اور اوسکا کہانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکوٰۃ اختیاری پر تو دوسرا
شخص اوسکا قاتل ہوگیا تو وہ حرام ٹھہرا ہم زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے اوسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہوگیا اور وہ اوسکی ذبح پر قادر
ہوگیا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اوسنے اوسکو ذبح نکیا اور دوسرا شخص اوسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہوگیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ
سے حرمت ثابت ہوتی ہی تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہوگی وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص
پہلے شخص کو تاوان دیوے اوسکی پوری قیمت کا جو اوسکی قیمت ہو اوسکی تلف کرڈالنے کے وقت سوا اوس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ہم
وجہہ تاوان یہہ ہی کہ ثانی نے غیر کی مملوک شکار کو تلف کردیا اسواسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگانے سے اوسکا مالک ہوگیا تھا تو وقت اتلاف کی اوسکی قیمت
لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کرکے توضیح اوسکی یون ہی کہ وہ شکار دس درم کا تھا مثلاً سو شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہوگیا پھر

دوسری نے تیر مارا تو ورثم کا اور نقصان ہوا پہر شکار مرگیا تو دوسرا شخص آٹھہ درہم کا تاوان دے کذا فی الفتح وحل اصطیاد ما یوکل لحمه وما لا یوکل

لحمه لمنفعة جلده او شعره او ریشه او لدفع شره وكله مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اوس جانور کا

جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہین ہے اوسکی کہال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اوسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کیواسطے اور سب ماکول

اور غیر ماکول شرع مین درست ہے نص قرانی کی مطلق کی دلیل سے یعنے حق تعالی نے فرمایا واذا حللتم فاصطادوا یعنے جسوقت حج کا احرام باندہی نہو

تو شکار کرو اس آیت مین ماکول اور غیر ماکول کی قید نہین اور لغت عرب مین ماکول اور غیر ماکول دونو کو شکار کہتے ہین وفی القنية یجوز ذبح الہرة

والكلب لنفع ما والاولى ذبح الكلب اذا اخذته حرارة الموت اور قنیہ مین ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کیواسطے جائز ہے اور بہتر

یہہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اوسکو ذبح کر ڈالے ہم جبکہ بلی موذی ہو تو اوسکو نہ مارے نہ اوسکو کان ملے بلکہ اوسکو ذبح کر ڈالے چنانچہ جز

مین ہے اور اگر کلب عقور ہو یعنی کاٹتا ہو تو اوسکا قتل جائز ہے اور اوسکا مالک تاوان نہین لے سکتا کذا فی الطحاوی وبه یطهر لحم غیر نجس العین لحم خنزیر

فلا یطهر اصلا وجلده وقيل يطهر جلده لا لحمه وهذا اصح ما یفتی به كما فی الشرنبلالیة عن المواهب ومر فی الطهارة اور ذبح کرنے سے پاک ہوجاتا ہے

گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا چنانچہ سوئر کہ وہ پاک نہین ہوتا اور بعضون نے کہا کہ غیر ماکول کی کہال پاک ہوجاتی ہے نہ گوشت اوسکا اور یہہ قول اقوال مفتی بہا مین صحیح تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ

مواہب سے کتاب الصید مین منقول ہے اور یہہ گذر گیا کتاب الطہارة مین اخذ الطير ليلا مباح والاولى عدم فعله خانیہ پرند کا پکڑنا رات کو مباح ہے اور بہتر یہہ ہے کہ ایسا نکرے

کذا فی الخانیة یکره تعلیم البازی بالطیر الحی لتعذیبه کروہ ہے باز کو شکار سکہانا زندہ پرند پر اسلیے کہ پرند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد حس انسان او غیره من

الاهلیات کفرس وشاة فرمی الیه فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اوسکے سوا پالو جانور چنانچہ گہوڑے اور بکری کی آہٹ سنی سو اوسکی طرف تیر

پہینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہین ہم یہہ مسئلہ کتب فقہ مین مختلف مذکور ہے ہدایہ مین شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات مین اسکو قول

مختار قرار دیا ہے منتقی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اوسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہین کیا زیلعی نے اسکو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ کیطرف

تیر مارنا اصطیاد نہین ہے اگرچہ تیر شکار کو لگجاے کذا فی الطحاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیه او ارسل کلبه فاذا هو صید

حلال الاكل حل برخلاف اوس صورت کے کہ جب شیر یا سوئر کی آہٹ سنی سو اوسکی طرف تیر مارا یا کتا چہوڑا پہر ناگہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ

حلال ہے ولو لم یعلم ان الحس حس صید او غیره لم یحل جوهرة لانه اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی

یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہین کذا فی الجوہرة اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہین تو محرم غالب ہوجاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا

فاصاب قرنه او ظلفه فمات ان ادماه اكل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اوسکے سینگ یا کہر کو سو وہ مرگیا اگر اوسکو خون آلود کردیا

تو وہ ماکول ہے زخم کے موجود ہوجانے سے اور اگر خون نہین نکلا تو وہ ماکول نہین والعبرة بحالة الرمی فحل الصید بردته اذا رمی مسلما لا

باسلامه اور اہلیت اصطیاد مین تیراندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیرانداز کے مرتد ہوجانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا ہو اسلام کیحالت مین اور

شکار حلال نہین تیرانداز کی اسلام لانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت مین ہم عنایہ مین ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلم کے چہوڑنے کیوقت

اسلام شرط ہے تو اگر اوسنے تیر مارا یا کتا چہوڑا حالت اسلام مین پہر وہ مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہے اور اسکا بالعکس حلال نہین کذا فی العالمگیریة ووجب

الجزاء بحله اذا رمی محرما لا باحرامه وسیجیء قبیل كتاب الاباحات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہوجانے سے جبکہ اوسنے تیر مارا

حالت احرام مین نہ اوسکے محرم ہوجانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پہر اوسنے احرام باندہا تو جزا واجب نہین اور وہ شکار حلال ہے اور یہہ مسئلہ آویگا

کتاب الدیات سے پہلے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو ان بازیا معلما اخذ صیدا فقتله ولا یدری ارسله انسان او لا لا یوکل لوقوع

الشك فی الارسال ولا اباحة بدونه وان كان مرسلا فهو مال الغير فلا یجوز تناوله الا باذن صاحبه زیلعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا

پہر اوسکو قتل کیا اور معلوم نہین کہ اوسکو کسی انسان نے چہوڑا ہے شکار پر یا نہین تو اوسکا کہانا درست نہین شک پڑنے کے سبب سے ارسال مین اور حالانکہ

شکار کی اباحت نہین بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اوسکا کھانا درست نہین۔ ون مالک کے اذن کے
کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وھی ان رجلا وجد شاتہ مذبوحۃ ببستان ھل یحل لہ اکلہا ام لا ومقتضی ما ذکرنا
انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وھل سمی اللہ تعالی علیہا ام لا مین کہتا ہون البتہ ہمارے زمانہ مین ایک
حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہہ ہے کہ ایکمرد نے اپنی بکری کو باغ مین مذبوح پایا تو اوسکا کھانا حلال ہے یا نہین او جو مسئلہ کہ ہمنے زیلعی سے
ابھی ذکر کیا اوسکا مقتضا یہہ ہے کہ اوس بکری کا کھانا حلال نہین شک واقع ہونے سے اسمین کہ اوسکا ذبح کرنیوالا ان لوگون مین سے جنکا ذبح حلال ہے
یا اونمین سے نہین ہے اور اگر ہے تو اوسنے ذبح کیوقت اللہ تعالے کا نام پاک لیا یا نہین لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا
فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحۃ للناس لا باس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ
کالثابت بالصریح انتھی فقد اباح اکلہا بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اھلا للذکوۃ لیس بشرط قال المصنف لیکن ملا
مین سے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ مین اگر وہ پانی کے قریب نہو اور اوسکے دلمین یہہ بات جم جاے کہ اوسکے مالک نے یہہ کیا ہے
لوگون پر مباح کرنیکے واسطے تو اوسکے لینے اور کھانے مین مضائقہ نہین اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اوسکی مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہوا
ما فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اوسکا کھانا بشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہین ہے
الخ کہا ہے مصنف نے شرح مین ہم یہہ قول استدراک ہے عدم حلت کے قول پر پانی کی قربت کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہہ محتمل ہے کہ پانی
مین گر کے مرگیا اور دریائی جانور نے اوسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اوسکو باہر ڈالدیا اور بعضون نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو یا نہو
قلت قد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعا وفی الثانی محتمل مین کہتا ہون استفتاء مذکورا ور مسئلہ
لقطہ مین یون فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنیوالا اوس مین غیر مالک ہے یقینا اور ثانی مین احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے
کچھہ حاصل نہین کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہہ تو معلوم نہین کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہین کذا فی الحلبی والطحطاوی وذکر محشی نقلا سرقت
شاۃ فذبحھا بتسمیۃ فوجد صاحبہا ھل تو کل الاصح لا لکفرہ بتسمیتہ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتھی فلیحرر و دیکھا
دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے یہہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پھر اوسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اوسکو پایا تو اوسکا کھانا
حلال ہے یا نہین جواب اسکا یہہ ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ اوسکا کھانا درست نہین بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت
اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم یہہ صورت حادثہ فتوی طلب کی مغائر ہے کیونکہ یہان ذابح اور تسمیہ معلوم ہے
اور حرمت اوسوجہ سے لازم آئی اور وہان ذابح اور تسمیہ معلوم نہین اور یہہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہوگیا سو معتمد قول یہہ ہے کہ اعتقاد سے
کافر نہین ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانیگا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہین اور اسکا مؤید فقہا کا یہہ قول کہ شاۃ غصب کی
قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبے مین ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اوسکی قیمت کا تاوان اوسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہوگئی کیونکہ غصب سابق سے
وہ مالک ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ قال ﴿ وما مات لا تطعمہ کلبا فانہ خبیث حرام نفعہ متعذر ﴾ اور وہبانیہ مین کہا اور جو جانور
مرگیا وہ کتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہے ہم یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہین لیکن کتے کو اوسکی طرف لیجانا جائز ہے چنانچہ شرنبلالی
مین ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہے تنبیہ کی مانند قنیہ مین یون ہے کہ ہمارے علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسیوجہ پر جائز نہین اور
کتے کو بھی نہ کھلاوے اور شاید کہ یہان دو قول ہون کذا فی الطحطاوی وتملیک الصغیر لواحد اجزاء اجازت دیگئی تملیک کتے کی بلکہ کتے کی اوسکو باعتبار
مالیکو ہم یعنی ارسال کیوقت اوسکی تملیک بوجہ اباحت مراد ہے تجنیس اور مزید مین ہے کہ ایکمرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا مالک ہو دوسرے نے اوسکو لیا اور اوسکی
درستی اور خبرگیری کی پھر اوسکا مالک آیا سو اسکی دو صورتین ہین اگر اوسنے چھوڑتے کیوقت یہہ کہا کہ جو اسکو پکڑے ہمنے اسکو اوسکا کر دیا یا یہہ نکہا تو پہلی

صورتمین مالک اوسکو نہین لے سکتا اسواسطے کہ اوسنے تملیک کو مباح کردیا اور دوسری صورتمین اوسکو لینا جائز ہے عدم اباحت کی سبب یہی قول ہمارا
مشائخ کے چھوڑ دینے مین کذا فی الطحطاوی مختصراً کرا ارسال لانّہ بعض الائمة ینکرہ اور اوسکے اعتاق کو یعنی کنجشک کے چھوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے
ہین یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہین کہتے ہین شارح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکے مجوز ہین حالانکہ ایسا منقول نہین بلکہ
ظاہر یہہ ہے کہ مذہب یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الطحطاوی وان یلتقطہ غیرہ جاز اخذہ اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واجد کے ساتھہ پایا تو مالک کو اوسکا
لینا جائز ہے ھم یہہ اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مالک نے ارسال کیوقت لینے والے پر مباح نکردیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید مین مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی
کقشر رمان ونواة التمر جیسے لینا جائز ہے چھلکا اوس انار کا جسکو چھلنے والے نے پھینکدیا ہو ھم بزازیہ مین ہے شئ حقیر نے قیمت کا زمین سے اوٹھا لینا
شیخین کے نزدیک درست ہے لیکن بعد التقاط مالک اوسکا اوسکو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر و فی معایاتہا قلت وای حلال لا یحل اصطیاده
صیود وما صیدت ذکاة ہی متعہ اور وہبانیہ کی پہلیون مین یہہ ہے وہ کون غیر محرم غیر ارض حرم مین ہے جسکا شکار کرنا حلال نہین اور شکار ونکا جنکو غیر نے
شکار نہین کیا اور نہ وہ اوس سے متنفر ہوئی نہ بھاگی ھم اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا ھو صید دخل دار رجل فغلق علیہ بابہ ملکہ فلا
تملکہ غیرہ ولو بعد خروجہ یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایکمرد کے گھر مین گھس گیا سو اوسنے اوسپر اپنا دروازہ بند کرلیا یعنی قصداً اسطرح سے بند کرلیا کہ
اوسکو پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اوسکا کوئی مالک نہوگا سوای صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اوسکے خروج کے ھم یعنی شکار گھر مین گھسا پھر جب صاحب خانہ
نے دیکھا تو دروازہ بند کرلیا اسطرح کہ وہ نکل نہین سکتا اور صاحب خانہ اوسکے پکڑ لینے پر قادر ہے بدون شکار کرنیکے تو صاحب خانہ اوسکا آخذ اور مالک ہوگیا
اور اگر اوسنے دروازہ بند کرلیا اور حالانکہ شکار اوسکو معلوم نہین تو اوسکا آخذ اور مالک نہوگا تو اگر پہلی صورتمین شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اوسکو
پکڑ لیا تو وہ شخص مالک نہوگا اور دوسری صورتمین مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے قولہ اصیدت مین نفی سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم
سے غیر صاحب خانہ مراد ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

یہہ کتاب ہے
مسائل رہن یعنی گرو کرنیکے احکام مین مناسبتہ انّ کلاً من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کتاب الصید سے یہہ ہے کہ
رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہین ھو لغةً حبس الشئ وہ یعنی رہن لغت مین عبارت ہے حبس شئے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے
خواہ وہ چیز مالی ہو یا غیر مال وشرعاً حبس شئ مالی ای جعل الشئ محبوساً لانّ الحابس ھو المرتہن اور اصطلاح شرع مین رہن عبارت ہے
مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی چیز کو محبوس کردینا اسواسطے کہ حبس کرنیوالا مرتہن ہے نہ راہن ھم شارح نے حبس شئے کی تفسیر جعل الشئ محبوساً اسواسطے کی تا کہ راہن
حابس نہ ٹھہرے اسواسطے کہ حابس تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شئ کا محبوس کردینے والا ہے اور تعریف مین حبس مرتہن اسواسطے معتبر ہوا کہ کلام سے اوس رہن
مین جو راہن کا فعل ہے نہ ارتہان مین جو مرتہن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے سو درم لئے اور اپنا باغ اوسکے پاس گرو رکھدیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور
شئ مرہون بحق یمکن استیفاؤہ ای اخذہ منہ کلاً او بعضاً کان کان قیمة المرہون اقل من الدین رہن عبارت ہے حبس شئ سے بعوض اوس
حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شئ مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اوس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق
کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا ھم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہین ٹھہرتی چنانچہ برف کذا فی الطحطاوی کالدین کاف الاستقصاء لانّ
العین لا یمکن استیفاؤہ من الرہن الّا اذا صار دیناً حکماً کما سیجئ چنانچہ دین کا حاصل کر لینا مرہون سے حق مذکور سے دین اسواسطے مراد ہوا کہ
عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہین مگر جسوقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ دین حکمی کا بیان تھوڑا ایک سطر کے آگے آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا
کا ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین مین تو دین کل حق ہے نہ بعض ھم استیفاء عین مرہون سے اسواسطے ممکن نہین کہ عین مین تو صورت مطلوب ہے سو
اسکا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شئ سے ممکن نہین بر خلاف دین کے کہ اوسکا استیفاء مرہون سے ممکن ہے اوسکو بیچکر کذا فی شرح الوقایہ حقیقة وھو
ما وجب فی ذمة الراہن ظاہراً وباطناً او ظاہراً فقط کثمن عبد او خل وجد حراً او خمراً خواہ دین حقیقة ہو اور دین حقیقی وہی ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن

مین واجب ہو یا فقط ظاہر مین واجب ہو جیسے اُس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ سرکہ جو خمر ثابت ہوا ھم تو بظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا بائع
پر اوسکے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درہم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درہم دینا لازم ہوگا محمد نے مبسوط اور جامع
مین تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن فاسد لازم الضمان ہے یہی قول ہمارا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او حکماً کالاعیان المضمونۃ بالمثل او
القیمۃ کالمبیع خواہ دین حکماً ہو چنانچہ وہ اعیان جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھم مضمون بالمثل او القیمۃ
کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہین تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف ہو جانے کیوقت مثل واجب ہو اگر اوسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اوسکا
مثل نہو چنانچہ مغصوب اسواسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہین ہے اور چنانچہ مقبوض
علے سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اوسکا
تاوان یعنی در صورت تلف ہو جانیکے ثمن مسمی ہے نہ قیمت ہے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ مین کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رہن
رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اوسکا مآل کار دین ہے انتہی خانیہ مین ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن بعوض
اعیان کے اسطرح ہے کہ رہن بعوض اُن اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت ہین سو جائز نہین ہے اور اسیطرح رہن رکھنا
بعوض مستاجرہ باطل ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہین چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کی پاس
قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہان اگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کی بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہی
خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی ما فی الخانیہ مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی تعریف صادق آئی کہ رہن نہین ہوتا مگر دین مین
خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حال کونہ غیر لازم وحینئذ فللراھن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الھبۃ اور
منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت مین تو راہن کو تسلیم مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ
ہبہ مین جائز ہے ھم رہن غیر لازم ہی کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہین رہن کرنے مین فاذا سلمہ وقبضہ المرتہن
حال کونہ محوزاً لا متفرقاً کثمر علی شجر مفرغاً لا مشغولاً بحق الراھن کشجر بدون الثمر ممیزاً لا مشاعاً ولو حکماً بان اتصل الرھن
بغیر المرھون خلقۃ کالشجر و مشاعاً لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اوسپر قبضہ کر لیا اس حالتین کہ مرہون مجتمع اور
مقسوم ہو نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی ہے نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پہل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ
شیوع حکمی ہو اسطرح کہ مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور عنقریب آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد
تسلیم اور قبض کے بشروط مذکورہ ھم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پہل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز
نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پہل کے اور زمین کا بدون درخت کی اور گہر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا
افاد انّ القبض شرط اللزوم کما فی الھبۃ وصحح فی المجتبی انہ شرط الجواز مصنف کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم
ہونیکی شرط ہے جیسے ہبہ مین قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبی مین اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ھم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگی تو مطلب یہ ہے
کہ بغیر قبض کے بھی رہن صحیح ہے مگر بدون قبض کے لازم نہین اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہین بدون قبض کے والتخلیۃ بین
الراھن والمرتھن قبض حکماً علی الظاھر اور تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ مین یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ مین
تو اگر بعد تخلیہ کے مرتہن اوسکو لے اور وہ ضائع ہو تو تاوان اوسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ھم تخلیہ یہ کہ راہن
مرہون کو ایسے موضع مین رکھدے کہ مرتہن اوسکے لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الروایۃ ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا بدون نقل
کے کذا فی شرح الوقایۃ کالبیع فانھا فیہ ایضاً قبض تخلیہ رہن مین قبض ہے مانند بیع کی اسواسطے کہ تخلیہ بیع مین بھی قبض ہے وھو مضمون

يضمن مالكًا بالأقل من قيمته ومن الدين اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر اوسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا
ہم یہہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہے اوسکا ضمان ہی تو اگر دین اقل ہے قیمت مرہون
سے تو اوسقدر تاوان ہے مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہو جانے کی قید اسواسطی لگائی کہ اگر مرتہن مرہون کو تعدی
سے تلف کر ڈالیگا تو تمام مرہون کا تاوان اوسپر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو مفت بلا ضمان
ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تاوان لازم ہوگا کیونکہ یہہ شرط خلاف مشروع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاویگا ہالک اور موجود پر
مثلاً اگر گہر ہزار پر رہن رکہا اور اوسکی قیمت ہزار ہے پہر گہر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط
ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہیگا کذا فی الطحطاوی **وعند الشافعی امانة** اور شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہی تو تاوان لازم نہ آویگا **والمعتبر قيمته**
يوم القبض لا يوم الهلاك كما توهمه في الأشباه لمخالفته للمنقول كما حرره المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اوسکی قیمت یوم القبض
ہو نہ یوم الهلاک کی قیمت جیسا وہم ہوا کہا یا ہی صاحب اشباہ نی کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہی چنانچہ مصنف نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہی **المقبوض على**
سوم الرهن إذا لم يبين المقدار أي مقدار ما يريد من الدين ليس بمضمون في الأصح كذا في القنية والأشباه جس مرہون پر قبضہ ہوا بطریق گفتگو
رہن کے جبکہ مقدار اوس دین کی مذکور نہوئی جسکو راہن طلب کرتا ہی تو اوسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے ہم یعنی
راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہہ چیز میں نے تیری پاس گرو رکہی کچہہ قرض میں تجہسی لونگا اور مقدار قرض بیان نکی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اوسپر تاوان نہیں
اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا **فإن هلك في يد المرتهن وقيمته مساوية للدين صار مستوفيًا دينه حكمًا** سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا اور
اوسکی قیمت دین کی برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تہا اوتنا تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہو گیا گویا دین بہر پایا **وإن زادت**
كان الفضل امانة فيضمن بالتعدي یا قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہی تو جسقدر زائد ہی وہ امانت ہی تو اوسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب امانت
ٹہہری تو اوسکو ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اوسکو ہلاک کریگا **او نقصت سقط بقدره ورجع المرتهن بالفضل لأن الاستيفاء**
بقدر المالية یا قیمت مرہون کی کم ہی دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے بہر لے اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے
ہوتا ہے ہم خلاصہ یہہ ہی کہ اگر دس درم دین ہو اور دس درم مرہون کی قیمت ہی تو ہلاک ہو جانے سے اسصورت میں گویا مرتہن نے اپنا دین بہر پایا اور
اگر پندرہ درم قیمت ہی تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہی اور اگر پانچ درم قیمت ہی تو پانچ درم مرتہن راہن سے بہر لیگا **وضمن المرتهن بدعوى**
الهلاك بلا برهان مطلقًا سواء كان من أموال ظاهرة أو باطنة وخصه مالك بالباطنة اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے
بدون شہادت کے ہرطرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک
نے تاوان مخصوص باموال باطنہ کیا ہے **وله طلب دينه من راهنه وله حبسه وإن كان الرهن في يده لأن الحبس جزاء مطله** اور مرتہن
کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اوسکے راہن سے اور اوسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنیکا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس ادا دین کی تاخیر کا بدلا ہی یعنی
باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو سرعت ادای دین کیواسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہی **وله حبسه رهنه بعد الفسخ للعقد**
حتى يقبض دينه أو يبرئه لأن الرهن لا يبطل بمجرد الفسخ بل يبقى رهنًا ما بقي القبض والدين معًا فإذا فات أحدهما لم يبق رهنًا
زيلعي ودرر وغيرهما اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکہنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانیکے بعد یہانتک کہ وہ اپنا دین پاوے یا دین کو معاف
کر دے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا بمجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہی جبتک کہ قبضہ اور دین ساتہی باقی رہیں پہر جب دونوں میں سے ایک فوت ہوا
یعنی قبضہ نرہا یا دین کو معاف کر دیا تو اب باقی نرہیگا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہما **لا الانتفاع به مطلقًا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس**
ولا إجارة أو إعارة سواء كان من مرتهن أو راهن إلا بإذن كل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے ہرطرح نہ غلام لونڈی کی خدمت

لینے سے نہ مکان کی سکونت سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہہ انتفاع مرتہن لے یا راہن کسیکو درست نہین مگر باذن ہر ایک
کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے ؁ غرر میہ مین ہے کہ عدم انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ مین مذکور
ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان مین اقطع سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو استیفاء منافع رہن جائز نہین مگر مرتہن
کے اذن سے اور اسیطرح اوسمین تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ؎ وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا اور بعضون نے کہا کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز
نہین اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہہ تو بیاج ہے ؁ جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو بیاج ہے اسی لئے
بعض علماء اسبات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہین مصنف نے شرح مین اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور جو کتب معتبرہ
مین حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اوسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی ؎ وقیل ان شرطہ کان ربوا والا لا ؎ اور بعضون نے کہا کہ
اگر عقد رہن مین استیفاء منافع شرط کرلیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہین تو بیاج نہین ؎ وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او
سکنی الدار او لبن الشاۃ المرهونۃ فاکلہا لم یضمن ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجیء اخر الرہن ؎ اور اشباہ
اور جواہر مین ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختون کا پہل کہانا اور گہر کا رہنا اور رہن کی بکری کا دودہ مباح کردیا سو مرتہن نے وہ کہایا تو اوسپر ان منافع کا تاوان
نہین اور راہن کو اباحت کے بعد منع کردینا بھی جائز ہے پہر اشباہ مین یہہ فائدہ بیان کیا کہ مرتہن کو یہہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر
مین آویگا ؁ غالب حال لوگون کا یہی ہے کہ رہن رکہنے سے انتفاع کا قصد رکہتے ہین اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہ دین تو یہہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف
کالمشروط ہے یہہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ؎ ماتت الشاۃ فی ید المرتہن قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شربہ فحظ الشاۃ
یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن ؎ بکری مرگئی مرتہن کے پاس یعنی وہ بکری جسکے دودہ پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا
بکری اور اوس دودہ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودہ کا حصہ مرتہن لیگا ؁ ایکمرد نے بکری گرو رکہی اور مرتہن کو اوسکا
دودہ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اوسپر ضمان نہین پہر اگر بکری اسکے بعد مرگئی تو دین کی قسمت ہوگی بکری اور دودہ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ
ساقط ہوگا دین سے اور دودہ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پہر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے
یہہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اور اوسکی عبارت مین کیا ساقط ہوگیا ہے ؎ فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذنہ صار متعدیا ولم یبطل الرہن بہ
پہر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل اذن راہن کے تو وہ متعدی ہوگیا اور رہن باطل نہوگا اوسکی اس تعدی سے ؎ واذا طلب المرتہن دینہ
امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین ؎ اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اوسکو مرہون کے حاضر کردینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبار مستوفی
نہ ٹہرجاوے ؁ اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام رہن استیفا جائز نہین اسواسطے کہ اسمین تکرار استیفا لازم آتا ہے اوس
صورتمین جبکہ مرہون ہلاک ہوجاوے مرتہن کے پاس اور یہہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی ؎ الا اذا کان لہ حمل او وضع عند العدل لانہ لم یاتمنہ شمنی ؁
مگر اوس صورتمین احضار رہن ضرور نہین جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کیواسطے بار برداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکہا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن
کو معتمد نہ سمجہا تب دوسرے کے پاس رکہا کذا فی شرح المجمع ؎ فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ ؎ پہر اگر مرتہن نے
مرہون کو حاضر کردیا تو اوسکا پورا دین اوسکو دیا جاویگا پہلے پہر مرتہن اوسکی مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعیین حق مین برابری ثابت ہوجاوے ؁ یعنی حق
مرتہن دین مین متعین ہوجاوے جیسے راہن کا حق مرہون مین متعین ہے یہہ علت ہے احضار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء
دین کیواسطے تو جبتک دین حاصل نہوگا مرتہن دفع مرہون کا مامور نہوگا ؎ وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد الرہن فکذلک الحکم ان لم یکن للرہن حمل
وان کان لحملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان ؎ اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا
عقد رہن کے غیر شہر مین تو اسیطرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے مین بار برداری کی مشقت نہو اور اگر اوسکے لانے مین مشقت ہو تو دین اوسکو دیا جائیگا

اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کیطرف
ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا مع قیامہ لم یؤمر بہ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہہ نقل کیا
کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے یعنی اگرچہ
مرتہن عقد رہن کے شہر مین ہو ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک ولیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے
تلف نہین ہوا ہے یعنے در صورت عدم احضار وھذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل
نجم حل اور یہہ سب مذکور اوسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانیکا دعوی کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے مین
کچھہ فائدہ نہین ہے اور ایسا ہی حکم ہے ہر ایک اوس قسط کے نزدیک جسکی مدت پہنچ گئی ہم یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت
آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما حررہ ابن الشحنۃ وقال ولا دفع ما لم یحضر الرہن
او یکن بغیر مکان العقد وللحمل مؤنۃ چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور یون کہا ہے اور تمام دین کا دینا
راہن کو لازم نہین جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر مین اور حالانکہ اوسکی باربرداری مین دشواری ہے یعنی
در صورت عدم دشواری غیر شہر مین بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو ہ کذا الفجر ولا دون دعوی مدعیہ ہلاکا
وھذا فی النہایۃ یذکر اسیطرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہین یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہین بدون
دعوی ہلاک راہن کے اور یہہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ مین مذکور ہے ہم یہہ تنویہ قول شارح ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ مین یون ہے
کہ جیسے استیفاء کل دین کیواسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفاء ہر قسط کیواسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات
مین ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہے تو احضار ضروری ہے تا اوسکی خاطر جمع ہو جاے ورنہ احضار مین کچھہ فائدہ نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یکلف مرتہن
طلب دینہ احضار رہن قد وضعہ عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اوس مرہون کے حاضر کرنیکا
جو اوسنے رکہا ہے مستند شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہین کیا تب اوسنے دوسرے کے پاس رکہا ولا احضار ثمن
رہن باعہ المرتہن بامرہ ای بامر الراہن حتی یقبضہ [illegible] اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اوس مرہون کے ثمن حاضر کرنیکا جسکو مرتہن نے بیچڈالا
ہے راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ کرے بعدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہے راہن کا بیع کیواسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف
احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت مین جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کی مقام
مبدل کے ہم بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا در صورت طلب دین لازم ہے اوسیطرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم
ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ بثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم
حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھہ مرہون ہے وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اوسکی ثمن سے ادا کرے
اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے یا قبض دین ولا یکلف من قبض بعض دینہ او ابرأ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ من
الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھہ دین ادا کیا گیا یا اوسنے کچھہ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا
جبتک وہ قبضہ نکرلیگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ہم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہین تسلیم
مبیع کا اسیطرح بعض دین کے قبض یا ابراسے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہین ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کالودیعۃ
اور مرتہن پر یہہ واجب ہے کہ مرہون کی حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل و عیال سے جسطرح ودیعت کی حفاظت واجب ہے ہم عیال مین سکونت
معتبر ہے نہ نفقہ اور اگر زوجہ مرہون اپنے زوج کے حفظ مین دے تو اوسپر ضمان نہین اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہین کذا فی الحموی وضمن ان حفظ

یعنی جیسے کہ امر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اوسکی حفاظت کراویگا چنانچہ کتاب الودیعۃ میں گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان
مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ واعارتہ واجارتہ واستخدامہ وتعدیہ کل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور
مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اوسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط
ہوجاویگا بقدر اوسکے یعنے اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر وکذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سواء جعل فصہ الی باطن کفہ او لا بہ یفتی
برجندی الیسری او الیمنی علی ما اختارہ الرضی اور اسیطرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائیں یا داہنی چھنگلی میں
بنابر اوس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف میں کرے یا نکرے اسیکا فتوی ہے کذا فی البرجندی ہم ضمان اسواسطے
لازم آیا کہ یہہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قدمنا فی الحظر عن البرجندی فیہما انہ شعار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فتنبہ قلت ولکن جرت
العادۃ فی زماننا بلبسہ کذلک فینبغی لزوم الضمان قیاسا علی مسئلۃ السیف الآتیۃ فلیحرر لیکن ہمنے کتاب الحظر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے
کہ داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننا رافضیونکی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا میں کہتا ہوں ولیکن ہمارے زمانے میں تو داہنی چھنگلی میں انگوٹھی
پہننے کی عادت جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا بجعلہ فی
اصبع اخری الا اذا کان المرتہن امرأۃ فتضمن لان النساء یلبسن کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن کمال معزیا للزیلعی
ضمان لازم نہوگا سوای چھنگلی کے دوسری اونگلی میں پہننے سے مگر جس صورتمیں مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ
عورتیں اسیطرح چھنگلی کے سوا اور اونگلیونمیں بھی پہنتی ہیں تو اونکے حق میں یہہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہہ ذکر کیا ہے زیلعی کیطرف نسبت کرکے
ہم یہہ جو کہا کہ اور اونگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اسصورتمیں تلف ہوجانے
سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اوسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی ومثلہ تقلد سیفی الرہن لا الثلثۃ فان الشجعان یتقلدون فی
العادۃ بسیفین لا الثلثۃ اور انگوٹھی کی مانند دو تلوارونکا باندھنا ہے نہ تین تلوارونکا اسواسطے کہ بہادر عادت میں دو تلوارین باندھتے ہین نہ تین تلوارین
یعنے اگر رہن کی دو تلوارین باندہین تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہہ استعمال ہے اور اگر تین تلوارین باندہین تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہہ حفاظت ہے نہ استعمال
وفی لبس خاتمیہ ای خاتمی الرہن فوق آخر یرجع الی العادۃ فان کان ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن
اور رہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کیطرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن ان لوگونمیں سے ہے جو تجمل اور آرایش کرتے ہین دو انگوٹھیان
پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر اون لوگونمیں نہیں ہے تو محافظ ٹھہریگا تو ضمان ندیگا ثم ان قضاہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین
یلتقیان قصاصا بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب المرتہن الراہن بالفضل ان کان ثمۃ فضل پہر اگر مرتہن نے
قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادای ضمان اور دین دونوں ملکر برابر ہوجاوینگے بمجرد ادا کرنے قیمت کے جسوقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن
سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہان دین زیادہ ہوگا قیمت سے ہم دراہم اور دنانیر دو جنسین مختلف ہین چنانچہ معدن میں مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے
کذا فی الطحطاوی وان کان الدین موجلا تضمن المرتہن قیمتہ وتکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اوسکی
قیمت کا تاوان دیوے اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس رہن رہیگی پہر جبکہ دین کی ادیگی تو مرتہن اوسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضاہا بالقیمۃ من خلاف
جنسہ کان الضمان رہنا عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن
رہیگا مرتہن کے پاس اوسکی دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے میں واجرۃ بیت حفظہ
واجرۃ حافظہ ومأوی الغنم علی المرتہن اور مرہون کی حفاظت کی گہر کا کرایہ اور اوسکی نگہبانی کی اجرت اور بہیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرۃ
راعیہ لو حیوانا ونفقۃ الرہن والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والیکی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور خراج

زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے **وَالْاَصْلُ فِیْہِ اَنَّ کُلَّ مَا یُحْتَاجُ اِلَیْہِ لِمَصْلَحَۃِ الرَّھْنِ بِنَفْسِہٖ وَتَبْقِیَتِہٖ فَعَلَی الرَّاھِنِ لِاَنَّہٗ مِلْکُہٗ وَکُلُّ مَا کَانَ لِحِفْظِہٖ فَعَلَی الْمُرْتَھِنِ لِاَنَّ حَبْسَہٗ لَہٗ** اور قاعدہ کلیہ اسمین یہہ ہو کہ جو چیز ذات مرہون اور اوسکی باقی رکہنے کی مصلحت کیواسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہو اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہی اور جو چیز مرہون کی محافظت کیواسطے ہو سو وہ مرتہن پر لازم ہی اسواسطے کہ اوسکا محبوس رہنا اوسیکے حق کیواسطے ہی ھ نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والیکی اور چارا اور باغ کی سینچائی وغیر ذلک من المصلحات دا عکس **اَنَّہٗ لَا یَلْزَمُ شَیْءٌ مِّنْہُ لَوِ اشْتَرَطَ عَلَی الرَّاھِنِ** قہستانی عن الذخیرۃ اور یہہ جان رکہہ کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہی اوسمین سے کچہہ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرلے کذا فی القہستانی عن الذخیرہ ھ چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہے بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم لگا ہو تو شرط کرنے سے یہہ امور راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی **وَاَمَّا مَؤُنَۃُ رَدِّہٖ کَجُعْلِ اٰبِقٍ** اور **دَوَاءِ جُرْحٍ مِّنْہُ کَمُدَاوَاۃِ جُرْحٍ** اسکے بدلہ ای الی المرتھن **فَتَنْقَسِمُ عَلَی الْمَضْمُوْنِ وَالْاَمَانَۃِ فَالْمَضْمُوْنُ عَلَی الْمُرْتَھِنِ وَالْاَمَانَۃُ مَضْمُوْنَۃٌ عَلَی الرَّاھِنِ لَوْ قِیْمَتُہٗ اَکْثَرَ مِنَ الدَّیْنِ** اور مرتہن کی طرف مرہون کے پہیرلانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانیوالیکا اجر یا اوسکی کسی مجروح کے پہیرلانے کی اجرت چنانچہ عضو زخمی کا معالجہ سو منقسم ہو مضمون اور امانت پر سو جسقدر مضمون ہی اوسقدر کا خرچ مرتہن پر ہی اور امانت کا خرچ راہن پر ہی بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو ھ مثلا دین سو درم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہی تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہی سو اگر غلام گریختہ کے پہیرلانے مین دس درم صرف ہوئے تو نصف مرتہن پر لازم ہونگی اور نصف راہن پر **وَاِلَّا فَعَلَی الْمُرْتَھِنِ** اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہین یعنی قیمت دین کی برابر ہی یا کم ہی تو اوسکا خرچ پہیرلانیکا مرتہن پر ہی نہ راہن پر **وَکَذَا مُعَالَجَۃُ اَمْرَاضٍ وَقُرُوْحٍ وَفِدَاءُ جِنَایَۃٍ** اور اسیطرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا **وَکُلُّ مَا وَجَبَ عَلٰی اَحَدِھِمَا فَاَدَّاہُ الْاٰخَرُ کَانَ مُتَبَرِّعًا اِلَّا اَنْ یَّاْمُرَہُ الْقَاضِیْ بِہٖ وَیَجْعَلَہٗ دَیْنًا عَلَی الْاٰخَرِ فَحِیْنَئِذٍ یَرْجِعُ وَبِمُجَرَّدِ اَمْرِ الْقَاضِیْ بِلَا تَصْرِیْحٍ بِجَعْلِہٖ دَیْنًا عَلَیْہِ لَا یَرْجِعُ کَمَا فِی الْمُلْتَقَطِ** اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پہر دوسرا اوسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اوسکا دعوی نہین کرسکتا مگر یہہ کہ قاضی اوسکو اسکا حکم کرے اور اوسکو دین ٹہرادے دوسرے پر تو اسوقت مین وہ دوسرے سے اپنا خرچ پہیرلیگا اور بمجرد امر قاضی کے بدون اس تصریح کے کہ اوسکو دوسرے پر دین ٹہرادے رجوع نہین کرسکتا چنانچہ یہہ ملتقط مین مصرح ہی **وَعَنِ الْاِمَامِ لَا یَرْجِعُ لَوْ صَاحِبُہٗ حَاضِرًا مُطْلَقًا خِلَافًا لِلثَّانِیْ وَھِیَ مَسْئَلَۃُ الْحَجْرِ** زیلعی اور امام سے ایک روایت یون ہی کہ خرچ کرنیوالا رجوع نکریگا اگر اوسکا ساتہی موجود ہی مطلقا رجوع نہین خواہ قاضی امر کرے یا نکرے برخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہی اور یہہ حجر کا مسئلہ ہی کذا فی الزیلعی ھ یعنی امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی حجر نہین کرسکتا اور ابو یوسف کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہی فتاوی عالمگیری مین جواہر اخلاطی سے منقول ہی کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی با امر قاضی ایک دوسرے سے اپنا خرچ پہیرلیگا کذا فی الطحطاوی **وَقَالَ الرَّاھِنُ الرَّھْنُ غَیْرُ ھٰذَا وَقَالَ الْمُرْتَھِنُ بَلْ ھٰذَا ھُوَ الَّذِیْ رَھَنْتَہٗ عِنْدِیْ فَالْقَوْلُ لِلْمُرْتَھِنِ لِاَنَّہُ الْقَابِضُ** راہن نے کہا کہ یہہ میرا مرہون نہین اور مرتہن نے کہا کہ یہہ وہی مرہون ہے جسکو تونے میرے پاس رہن رکہا تہا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر نہین مگر قابض کا **بِخِلَافِ مَا لَوِ ادَّعَی الْمُرْتَھِنُ رَدَّہٗ عَلَی الرَّاھِنِ بَعْدَ قَبْضِہٖ فَاِنَّ الْقَوْلَ لِلرَّاھِنِ لِاَنَّہُ الْمُنْکِرُ** برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اوسکی پہیردینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنیکے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی یعنی ردّ عارض مرہون کا وہ منکر ہے **فَاِنْ بَرْھَنَا فَلِلرَّاھِنِ اَیْضًا وَیَسْقُطُ الدَّیْنُ لِاِثْبَاتِہِ الزِّیَادَۃَ** پہر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانین تو بہی راہن ہی کی مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا **وَلَوْ قَبْلَ قَبْضِہٖ فَالْقَوْلُ لِلْمُرْتَھِنِ لِاِنْکَارِہٖ دُخُوْلَہٗ فِیْ ضَمَانِہٖ** اور اگر اختلاف ہوا اوسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہوگیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنیکے بعد تلف ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکے دخول فی الضمان کا منکر ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ **وَاِنْ بَرْھَنَا فَلِلرَّاھِنِ لِاِثْبَاتِہِ الضَّمَانَ** بزازیہ اور اگر دونون اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اسکے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ **یَجُوْزُ لِلْاَبِ السَّفَرُ بِالرَّھْنِ**

اذا كان الطريق آمنا كما فى الولو يعتبر وان كان له حمل ومؤنة ۔ مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر مین لیجانا جبکہ راہ بخوف ہو جیسے ولیت نہ سفر مین لیجانا بشرط امن طریق جائز ہے اگرچہ مرہون کے لیجانیکے واسطے بار برداری اور خرچہ کی حاجت ہو وكذا الانتقال عن البلد وكذا العدل الذى الرهن فى يده كما فى العمادية معزيا للعدة ثم على خلاف ما فى فتاوى القاضيين ولعل ما فى العدة قول الامام وما فى الفتاوى قولهما كما يفيده كلام القنية ۔ اور اسیطرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر مین لیجانا درست ہے اگرچہ مدت سفر نہو اور اسیطرح اوس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جسکے قبضہ مین مرہون ہے چنانچہ عمادیہ مین ہے عمدہ سے منقول برخلاف دو قاضیون کے فتاوی یعنی قاضیخان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کی ۔ ورشاید کہ جو روایت عمدہ مین ہے وہ امام کا قول ہے اور جو دونون فتاوی مین ہے وہ صاحبین کا قول ہو چنانچہ یہہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے ہم شاید کہنے کی کچہہ حاجت نہین اسواسطے کہ فتاوی قاضی خان مین قول صاحبین کا سرتحانہ کو یہہ ہے کذا فی الطحطاوی **فائدة** فى الحديث اذا عمى الرهن فهو بما فيه قالوا معناه اذا اشتبهت قيمته بعد هلاكه بان قال كل لا ادرى كم كانت قيمته فهو بما فيه من الدين كما ذكره المصنف اول الباب **فائدہ** حدیث مین آیا کہ جب رہن دکہائی نہ پڑے تو وہ بعوض اوس دین کے ہی جسمین وہ مرہون ہی شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہہ ہی کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اوسکے ہلاک ہو جانیکے بعد اسطرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ اوسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان دیگا اوسقدر دین کا جسقدر مین وہ رہن تہا یعنی دین راہن سے ساقط ہو جاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہو جاوے ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے شرح مین کتاب الرہن کے شروع مین ہم یہہ حدیث مسند اور مرسل دونون طرح مروی ہی مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہی اور مرسل کی ابو داؤد نے اپنی مراسیل مین روایت کی ہے مین کہتا ہون مرسل ابو داؤد صحیح ہے بقول سعید ابن بطال کذا فی العینی شرح الهدایہ

باب ما يجوز ارتهانه وما لا يجوز

یہہ باب ان مسائل مین ہی کہ کونسی چیز کا رہن رکھنا جائز ہے اور کسکا جائز نہین لا يصح رهن مشاع لعدم كونه مميزا كما مر صحیح نہین رہن رکھنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اوسکے ممتاز اور جدا نہونیکے سبب سے چنانچہ شروع مین گذر گیا مطلقا مقارنا او طاريا من شريكه او غيره يقسم او لا مشاع کا رہن مطلقا صحیح نہین خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک سے اوسکو رہن رکھے یا علاوہ اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہو ثم الصحيح انه فاسد يضمن بالقبض وجوزه الشافعى پھر یہہ دریافت کرنا چاہیئے کہ مذہب صحیح یہہ ہی کہ رہن مشاع کا باطل نہین فاسد ہی مرتہن پر اوسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی نے جائز کہا ہی ہم انعقاد رہن کی شرط یہہ ہے مال ہو اور اوسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوتی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اوسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا منعقد نہوگا اوسیکا رہن باطل نام ہے وفى الاشباه ما قبل البيع قبل الرهن الا فى اربعة المشاع والمشغول والمتصل بغيره والمعلق عتقه بشرط قبل وجوده غير المدبر فيجوز بيعها لا رهنها اور اشباہ مین ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہی یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہو اوسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہے سوای چار چیزون کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہو کسی شرط سے قبل از وجود کے سوای غلام مدبر کے تو ان چارون کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا انکا جائز نہین ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہین ہی کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہی اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کیصورت یہہ ہی کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے تو اسکی بیع تو درست ہی مگر رہن درست نہین ہان مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہین لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفيها الحيلة فى جواز رهن المشاع ان يبيعه النصف بالخيار ثم يرهنه النصف ثم يفسخ البيع قال المصنف وفيه نظر ولعله مفرع على الضعيف فى الشيوع الطارى اور اشباہ مین جواز رہن مشاع کا یہہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیار کے کرے پہر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پہر بالعم شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف نے شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہی اور شاید کہ یہہ حیلہ متفرع ہی شیوع طاری مین ضعیف قول پر ہم برہان مین ابو یوسف کا ضعیف قول یون مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا مانع نہین کذا فی الطحطاوی

قلتُ بل ولا علی الصحیح لانه بالخیار لا یخلوا اما ان یبقی فی ملکه او یعود لملکه وعلی کل یکون رھن المشاع ابتداءً کما بسطه
فی تنویر البصائر قنیہ مین کہتا ہون بلکہ وہ بنا برقول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ شرط خیار دو حال سے خالی نہین
کہ باقی رہیگا اوسکی ملک مین یا اوسکی ملک کیطرف رجوع کریگا اور ہرحالمین مشاع کا رہن ابتداءً ہوگا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر مین تو خبردار
رہنا ہم شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر مین مذکور ہے کہ یہہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مضر نہین بلکہ ظاہر اسپر
بھی متفرع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اس شرط پر کہ مجکو اختیار ہے تو مبیع بائع کی ملک سے باہر نگیا پھر جب وسکی ملک سے باہر نگیا تو
وسنے اپنے بعض ملک کو رہن رکہا تو رہن مشاع ابتداءً سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکے
نزدیک ملک مشتری مین داخل ہوگیا تو رہن رکہنا مشاع کا اپنی شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہین اور امام کے قول پر اگرچہ مدت خیار مین ملک
مشتری مین داخل نہین ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک مین داخل ہوگا یا بائع کے ملک مین عود کریگا اور ہرحال مین رہن مشاع کا ابتداءً سے
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا قلتُ والحیلة الصحیحة ما فی حیل منیة المفتی اراد رھن نصف داره مشاعا فیبیع نصفها من طالب الرھن
ویقبض منه الثمن علی ان المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یده بمنزلة الرھن بالثمن واعتمده
ابن المصنف فی زواهر الجواهر مین کہتا ہون اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع مین وہی ہے جو منیۃ المفتی کے حیلون مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر مین سے
نصف غیر مقسوم کے رہن رکہنے کا ارادہ کیا تو اوسکی نصف کو طالب رہن کے ہاتھہ بیع کرے اور اوس سے ثمن اوسکا اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے
لے اور مشتری گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ مین باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح
ابن مصنف نے زواہر الجواہر مین اعتماد کیا ہے م اور اسیطرح حموی نے حاشیہ اشباہ مین اس حیلہ کو ثابت رکہا منح الغفار مین ہے کہ اگر مشتری کے
پاس تلف ہوگا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیبدار ہوجاویگا تو اوسکے حساب کے موافق ثمن گہٹ جاویگا وفیہا الشیوع الثابت ضرورة
لا یضر لما فی الولوالجیة ولو جاء بثوبین وقال خذ احدهما رھنا والاخر بضاعة عندك فان نصف کل منهما یصیر رھنا بالدین لان
احدهما لیس باولی من الاخر فیشیع الرھن فیهما بالضرورة فلا یضر اور زواہر الجواہر مین ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ
رہن کیواسطے مضر نہین اسواسطے کہ ولوالجیہ مین ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمین سے ایک کپڑا رہن رکہہ اور دوسرا کپڑا بضاعت رکھہ
اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کیواسطے اولے اور مقدم نہین تو رہن شایع
ہوگا دونون کپڑون مین عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہین کرتا ولا رھن ثمرة علی نخل دونه ولا زرع
ارض او نخل او بناء بدونها اور جائز نہین رہن رکہنا اوس پہل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت
کا بدون زمین کے وکذا عکسه بان رھن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسیطرح کا حکم ہے اوسکی عکس مین چنانچہ رہن رکہنا درخت
کا بدون پہل اور زمین کا رہن رکہنا بدون درخت کے م اور اگر اخراج شجر کی تصریح نکی تو درخت بہی رہن مین بالتبع داخل ہوگا والاصل
ان المرھون متی اتصل بغیر المرھون خلقة لا یجوز لامتناع قبض المرھون وحده درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہہ ہے کہ جب
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدایش کے تو رہن جائز نہین بسبب ممتنع ہونے قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز
رھن الارض بلا الشجر اور امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے ولو رھن الشجر بمواضعها او الدار بما
فیها جاز ملتقی لانه متصل اتصال مجاورة اور اگر رہن کیا درختونکو اونکے مواضع کے ساتھہ یا گہر رہن کیا اوسکے ساتھہ جو اوسکے اندر ہے تو
جائز ہے کذا فی الملتقی اسواسطیکہ وہ متصل ہے باتصال مجاورت اور مقاربت کے وفی القنیة رھن دارا والحیطان مشترکة بینه وبین الجیران
صح فی الصحیح ولا یضر اتصال السقف بالحیطان المشترکة لکونه تبعا اور قنیہ مین ہے کہ ایک گہر رہن رکہا اور حالانکہ اسکی دیوارین

مشترک ہین فیما بین راہن اور پڑوسیون کے تو رہن صحیح ہے صحن اور انگنائی مین اور چہت کا متصل ہونا مشترک دیوارون سے مضر رہن کا نہین اسلیے
کہ وہ تابع ہے نہ اصل م قنیہ مین پوری روایت یون ہے کہ رہن صحیح ہے صحن اور چہت اور راہن کی خاص دیوار ونمین کذا فی المحیط ولا رہن
الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہین رہن رکہنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف
کا فرلما ذکر ما لا یجوز رہنہ ذکر ما لا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ پہر جبکہ مصنف نے وہ چیزین ذکر کین جنکا رہن رکہنا
درست نہین اب اوسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکہنا درست نہین تو مصنف نے یون کہا اور رہن جائز نہین بدلے امانتون کے چنانچہ ودیعت
اور امانت م اور اسیطرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکہنا جائز نہین اسواسطے کہ رہن کا موجب ید استیفا ہے مرتہن کیواسطے تو
رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہے تاکہ قبض مضمون واقع ہو اور استیفا دین اوس سے ہو سکے اور امانت مین قبض مین ضمان
نہین کہ رہن اوسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک وہو خوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن
بالدرک جائز نہین استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہے چنانچہ گذر گیا م رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہین کہ
رہن تو استیفا ہے اور استیفا نہین ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن پہیر دینے کا حکم ہو اور
رہن بالدرک کی تفسیر یہہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اوسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن
کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکہہ لے قبل از استحقاق کے تو یہہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اوسکا
لازم نہ آویگا خواہ درک حاصل ہو یا نہو برخلاف کفالت کی اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفا کیواسطے اور استیفا
نہین وجوب سے پہلے اور ضمانت وجوب کی زمان مستقبل کیطرف جائز نہین اور کفالت تو عبارت ہے التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح
ہے ولا بعین مضمونۃ بغیرہا ای بغیر مثل او قیمۃ مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہین
عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اوسکا ضمان ثمن سے ہے پہر اگر مبیع بائع کے
پاس تلف ہوگیا تو ثمن جاتا رہا م بائع نے مشتری کے ہاتہہ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے
رہن رکہی تو یہہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہوتا ہے دین کے مقابلہ مین اور مبیع بائع کے پاس دین نہین بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے
ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اوسمین ضمان نہین کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن جائز نہین حاضر ضامنی
بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہین جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مالضامن ہوا اور اصیل اوسکے پاس مال کے بدلے کچہہ رہن رکہی تو یہہ رہن
درست ہے کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقا فی نفس وما دونہا اور رہن جائز نہین بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا
کا اسواسطے کہ استیفا قصاص رہن سے متعذر ہے اور یہہ رہن باطل ہے اسواسطے مرہون بہ یعنی قصاص مال نہین تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال
ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطأ لامکان استیفاء الارش من الرہن برخلاف جنایت خطا کے کہ اوسکے بدلے رہن جائز ہے بسبب
ممکن ہونے دیت کی مرہون سے یعنی یہان تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہین بدلے شفعہ کے یعنی رہن
لینا جائز نہین اوس مشتری سے جسپر تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان نہین وبأجرۃ النائحۃ والمغنیۃ
اور رہن جائز نہین نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اوسکے مقابلہ مین کوئی چیز لازم الضمان نہین کذا فی الدرر وبالعبد
الجانی او المدیون اور رہن جائز نہین غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اوسکا ضمان نہین واذا لم یصح
الرہن فی ہذہ الصور فللراہن اخذہ فلو ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض
باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جبکہ رہن صحیح نہوا ان سب صورتونمین تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پہر اگر

مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنیسی پہلی تو منفعت تلف ہوگیا اسواسطے کہ رہن باطل کیواسطے کچہہ حکم ضمان کا نہین تو باقی رہا قبضہ
مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال وَلَا رَهْنُ خَمْرٍ وَارْتِهَانُهَا مِنْ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّيٍّ لِلْمُسْلِمِ اے لَا يَجُوزُ لِلْمُسْلِمِ
اَنْ يَرْهَنَ خَمْرًا اَوْ يَرْتَهِنَهَا مِنْ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّيٍّ اور جائز نہین مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنے
مسلمانکو یہ جائز نہین کہ خمر کو رہن دیوی یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ہم اسواسطیکہ ایفا اور استیفا حق مسلم مین متعذر ہی اسواسطے کہ مسلم
منوع ہے تملک اور تملیک خمر سے وَلَا يَضْمَنُ لَهُ اے لِلْمُسْلِمِ مُرْتَهِنُهَا حَالَ كَوْنِهِ ذِمِّيًّا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہوکر تاوان
دیگا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رہن رکہی اور وہ تلف ہو جائے تو ذمی پر تاوان اوسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق مین مال ہی نہین
ہوا اوسکا تاوان واجب ہو وَفِي عَكْسِهِ الضَّمَانُ لِتَقَوُّمِهَا عِنْدَهُمْ لَا عِنْدَنَا اور اسکے بالعکس مین ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان
کے پاس رہن رکہے اور وہ تلف ہو جاوی تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ خمر ذمیون کے نزدیک مال متقوم ہی نہ ہماری نزدیک
وَصَحَّ الرَّهْنُ بِعَيْنٍ مَضْمُونَةٍ بِنَفْسِهَا اے بِالْمِثْلِ اَوْ بِالْقِيمَةِ كَالْمَغْصُوبِ وَبَدَلِ الْخُلْعِ وَالْمَهْرِ وَبَدَلِ الصُّلْحِ عَنْ دَمِ عَمْدٍ اور صحیح
ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اوسکی مثل سی یا اوسکی قیمت سی لازم ہوتا ہو چنانچہ غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور
بدل صلح کا عمدا خون سے ہم اسکی تفصیل کتاب الرہن کی شروع مین مذکور ہوچکی اِعْلَمْ اَنَّ الْاَعْيَانَ ثَلٰثَةٌ عَيْنٌ غَيْرُ مَضْمُونَةٍ اَصْلًا
كَالْاَمَانَاتِ وَعَيْنٌ غَيْرُ مَضْمُونَةٍ وَلٰكِنَّهَا تُشْبِهُ الْمَضْمُونَةَ كَمَبِيعٍ فِي يَدِ الْبَائِعِ وَعَيْنٌ مَضْمُونَةٌ بِنَفْسِهَا كَالْمَغْصُوبِ وَشِبْهِهِ وَتَمَامُهُ فِي الدُّرَرِ
دریافت کر کہ اعیان یعنی اشیاء غیر دین تین قسم ہین ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلا اوسکا ضمان نہین چنانچہ امانتین دوسری وہ عین جو
غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہی چنانچہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہی چنانچہ مغصوب اور
مانند اوسکی اور اسکا پورا بیان درر مین ہی ہم تفصیل اسکی درر مین یون ہی کہ اعیان تین قسم ہین ایک عین تو اصلا مضمون نہین یعنی اوسکا
تاوان نہین چنانچہ امانات اسواسطیکہ ضمان عبارت ہی رد مثل ہالک سی یعنی جو چیز تلف ہوگئی اوسکی مانند چیز کو پہیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اوسکی
قیمت پہیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہو جا بدون تعدی کے تو اوسکی مقابلہ مین کچہہ ضمان نہین یا امانت تعدی سے تلف ہو تو
امانت نرہی بلکہ غصب ہوگئی دوسری عین مضمون بنفسہا چنانچہ مغصوب اور مانند اوسکی اور اوسکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتی ہین اور مراد
کہتی ہین کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہی اور وجہ اوسکی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہی رد مثل ہالک سی یا اوسکی رد قیمت سی چنانچہ معلوم ہوچکا
اور شی مثلی یا قیمی کی ہلاکت مین اوسکا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹہہری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہی جسکا
ضمان نہین لیکن وہ مشابہ بمضمون ہی جیسی مبیع بائع کے قبض مین اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اوسکی مثل یا قیمت کا ضمان
نہین لیکن ثمن ساقط ہو جاویگا ذمہ سے مشتری کی اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہی تو بمجرد اس اعتبار کے اوسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر
وَصَحَّ بِالدَّيْنِ الْمَوْعُودِ بِاَنْ رَهَنَ لِيُقْرِضَهُ كَذَا كَالْفٍ مَثَلًا فَلَوْ دَفَعَ اِلَيْهِ الْبَعْضَ وَامْتَنَعَ لَا جَبْرَ اَشْبَاهٌ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ
دین موعود کی اسطرح کہ راہن نے کوئی چیز گرو رکہی تا مرتہن اوسکو قرض دی اسقدر چنانچہ مثلا ہزار درم پہر اگر مرتہن اوسکو بعض دیوی یعنی مثلا نصف دے
اور باقی ندیوی تو اوسپر جبر نہین کذا فی الاشباہ ہم دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اوسقدر
پر مرہون محبوس رہیگا اور رہن موعود کا ایفا لازم نہین اسلیئے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہین حالانکہ عقد رہن کے بعد تسلیم مرہون پر
جبر نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا فَاِذَا هَلَكَ هٰذَا الرَّهْنُ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ كَانَ مَضْمُونًا عَلَيْهِ بِمَا وَعَدَ مِنَ الدَّيْنِ فَيُسَلِّمُ الْاَلْفَ لِلرَّاهِنِ
جبرا اِذَا كَانَ الدَّيْنُ مُسَاوِيًا لِلْقِيمَةِ اَوْ اَقَلَّ اَمَّا اِذَا كَانَ اَكْثَرَ فَهُوَ مَضْمُونٌ بِالْقِيمَةِ پہر جبکہ یہہ رہن مذکور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو اوسپر
تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ مین مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا زبردستی اوسوقت مین جبکہ دین قیمت مرہون کی برابر

ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بقیمت ہے یعنی مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان لازم ہوگا نہ دین کا وهذا اذا سمى قدر الدين
فان لم يسمه لم يكن مضمونا في الاصح كما مر في المقبوض على سوم الرهن بان رهنه على ان يعطيه شيئا فهلك في يده هل
يضمن خلاف بين الامامين مذكور في البزازية وغيرها والاصح انه غير مضمون وقد تقدم ان المقبوض على سوم الرهن اذا لم يبين
المقدار غير مضمون في الاصح یعنی دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اوسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو
پھر اگر اوسنے معین نکیا ہو تو اوسکا ضمان لازم نہوگا قول اصح میں چنانچہ یہہ گذر گیا اوس مرہون کے بیان میں جسپر قبضہ ہوا طلب رہن میں یعنی اسطرح کہ
رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچھ دین دیگا سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ضمان اسمین لازم ہوگا یا نہیں اسمین خلاف ہے دو اماموں میں
جو بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے اور قول صحیح تر یہہ ہے کہ اوسمین تاوان نہیں ہے اور متفرقات میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی
مقدار بیان نہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں وصح برأس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فيه اور صحیح ہے رہن سلم کے رأس المال
کے بدلے اور صرف کے ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے ھ ہر چند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تھی لیکن اسکو علحدہ اسواسطے مصنف
نے ذکر کیا تا مسائل آیندہ اسپر مترتب ہوں فان هلك الرهن في المجلس تم الصرف والسلم وصار المرتهن مستوفيا حكما خلافا
للثلثة پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس میں تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانیوالا ٹھہر گیا حکما برخلاف ائمہ
ثلثہ کے ھ یعنی مرتہن نے گویا رأس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون رأس المال کی برابر تھا اگر زیادہ تھا تو فاضل اوسکے پاس امانت ہے
اور اگر کم تھا تو بقدر اوسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقده وهلاكه بطلا اى السلم والصرف اور اگر
عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے رأس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہوگئے ھ
وجہ بطلان یہہ ہے کہ رأس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونو فوت ہوگئے واما المسلم فيه فصحيح مطلقا
اور مسلم فیہ تو مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان هلك الرهن
تم العقد وصار عوضا للمسلم فيه پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور وہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو لم يهلك ولكن تفاسخا السلم وبالمسلم
فيه رهن فهو رهن برأس المال استحسانا لانه بدله فقام مقامه اور اگر مرہون ہلاک نہوا ولیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم
فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ ازروے استحسان کے رأس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ رأس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو رأس المال بجاے مسلم فیہ کے قائم
ہوگیا وان هلك الرهن بعد الفسخ المذكور هلك بما ى بالمسلم فيه فيلزم رب السلم دفع المسلم فيه لبقاء الرهن حكما الى
ان يهلك اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما
اوسکے ہلاک ہونے تک ھ یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور رأس المال کا لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اوسکے بدلے اور البتہ
رہن کا حکم اوسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح وللاب ان يرهن بدين عليه عبدا
لطفله لان له ايداعه فهذا اولى لهلاكه مضمونا والوديعة امانة اور باپکو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا بدلے اوس دین کے
جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اوسکے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر تاوان
واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصي كذلك اور وصی کو بھی اسیطرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے رہن رکھنا جائز
ہے وقال ابو يوسف لا يملكان ذلك اور ابو یوسف نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہیں یعنی اوسکے غلام کے رہن رکھنے کے فاذا هلك
ضمنا قدر الدين للصغير لا الفضل لانه امانة پھر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہو جاے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دینگے نہ زیادہ کا تاوان
اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وقال التمرتاشي يضمن الوصي القيمة لان للاب ان ينتفع بمال الصبي بخلاف

الوصيّ لكن جزم في الذخيرة وغيرها بالتسوية بينهما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دیوے اسواسطے کہ باپکو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اوسکو درست نہین لیکن ذخیرہ وغیرہ مین باپ اور وصی کے برابر ہونیکا یقین کیا ہو ولہ اے للاب

رهن ماله عنده في دين له اي للصغير عليه اي على الاب اور باپکو جائز ہے اپنا مال رہن رکہنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اوس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے ہم فرزند صغیر کا دین جیسے اوسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہو ويحبسه لاجله اي لاجل الصغير بخلاف الوصي فانه لا يملك ذلك سراجيه اور باپ اوس مرہون کو فرزند صغیر کیواسطے محبوس رکہے برخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہین ہو کذا فی السراجیة

وكذا عكسه فللاب رهن متاع طفله من نفسه لانه لوفور شفقته جعل كشخصين وعبارتين كشراء مال الطفل اور اسیطرحکا حکم ہو اسکی العکس مین تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکہنا اپنی ذات سے درست ہو اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کی مانند قرار دیا گیا اور اوسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دیگئی چنانچہ باپکو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصيّ لانه وكيل محض فلا يتولى طرفي العقد في رهن ولا بيع وتمامه في الزيلعي برخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن مین نہ بیع مین اور اسکا پورا بیان زیلعی مین ہو ہم اصل یہہ ہو کہ ایک شخص رہن اور بیع کے عقد مین ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا لیکن یہہ قاعدہ باپ مین اوسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کی مانند نہین کیونکہ اوسکی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا

وصح بثمن عبدٍ او خلٍّ او ذكية ان ظهر العبد حرا والخل خمرا والذكية ميتة اور غلام اور سرکہ اور مذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہو اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع مین آزاد ہو اور سرکہ شراب اور مذبوحہ مردار ہے ہم فائدہ صحت رہن کا یہہ ہو کہ در صورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضایع ہوتا امانت ہو کر کذا فی الطحطاوی

وصح ببدل صلحٍ عن انكار ان اقر بعد ذلك ان لا دين عليه والاصل ان وجوب الدين ظاهرا يكفي لصحة الرهن والكفيل اور رہن صحیح ہو اوس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اوسپر دین نہ تہا واقع مین اور قاعدہ کلیہ ہے جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر مین صحت رہن اور کفیل ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہو ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز رہن رکہدی پہر دونون نے باہم ایکدوسرے کی تصدیق کی کہ واقع مین دین نہ تہا تو رہن کا ضمان لازم ہو اور اصل ان مسائل مین یہہ ہو کہ ظاہر مین وجوب دین صحت رہن کیواسطے کافی ہو حقیقة واجب ہونا شرط نہین کذا فی الدرر

وصح رهن الحجرين والمكيل والمعدود اور صحیح ہو رہن رکہنا چاندی اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہین کذا فی الدرر فان رهن المذكور بخلاف جنسه هلك بقيمته وهو ظاهر ہم پہر اگر چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکہا اوسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے وان بجنسه وهلك هلك بمثله وزنا او كيلا لا قيمة خلافا لهما من الدرر اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئی اپنی جنس کے ساتھہ اور ہلاک ہوگئی تو ہلاک ہوئی بمقابلہ مثل دین کے وزن مین یا کیل مین نہ قیمت مین برخلاف صاحبین کے ہم در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل مین اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہو نہ وزن یا کیل مثلا بقدر دس درم کے وزن چاندی رہن رکہی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تہی تو دین ساقط ہوگیا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہے تو امام کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین کے نزدیک مرتہن پر اوسکی قیمت کا ضمان واجب ہے اسکے خلاف جنس سے کذا في شرح ملا مسكين

ولا عبرة بالجودة عند المقابلة بالجنس فان تساويا فظاهر وان الدين ازيد فالزائد في ذمة الراهن وان الرهن ازيد فالزائد امانة درر وصدر الشريعة اور اعتبار نہین مرہون کے جید اور کہرے ہونیکا مقابلہ جنس کے نزدیک پہر اگر دین اور مرہون برابر ہین تو ظاہر ہے یعنی دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ ہے ادا اگر مرہون زائد ہو تو وہ امانت ہو یعنی وہ راہن کا ہو اور اگر تلف ہوگیا یعنی مرتہن پر اوسکا

ضمان نہین کذا فی الدرر و صدر الشریعة باع عبدا علی ان یرهن المشتری بالثمن شیئا بعینه او یعطی کفیلا کذلک بعینه صح غلام بیچا
اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکہدی بدلے ثمن کے یا اسیطرح معین ضامن دی تو بیع صحیح ہے ھ اگر متعین رہن نہین تو اگر مجلس بیع مین تعیین باہم
اور مشتری متفق ہوگئی تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نکیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہین تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و لا یجبر المشتری
علی الوفاء لما مر انه غیر لازم اور مشتری پر جبر نہین وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا
نہین اور وعدہ رہن کا رہن سی فوق نہین حالانکہ رہن خود لازم نہین تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا و للبائع فسخه لفوات الوصف
المرغوب اور درصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہی بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تہا شرط مذکور سے تو بدون اوسکے راضی نہوگا
پہر جب اوسکی رضا تمام نہوئی تو اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہی یا ترک رہن پر راضی ہوجائے الا ان یدفع المشتری الثمن حالا او یدفع قیمة الرهن المشروط
رهنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن رکہدے تو فسخ بیع کا اختیار نہ ہوگا
بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے ھ یہہ جواب ہی سوال مقدر کا سوال یہہ ہے کہ شرط مین تو رہن معین مذکور ہی اور قیمت اوسکے خلاف ہی حاصل جواب یہہ ہی کہ
استیفا تو معنی پر ثابت ہی یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہی تو مقصود رہن سے اوسکی قیمت ہی نہ بعینہ صورت و ان قال المشتری لبائعه وقد اعطاه
شیئا غیر مبیعه امسك هذا حتی اعطیك الثمن فهو رهن لتلفظه بما یفید الرهن والعبرة للمعانی خلافا للثانی والثلاثة اور اگر مشتری نے
سوائے مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اوس سے کہا کہ اسکو رکہہ یہانتک کہ مین تجکو ثمن دون تو وہ رہن ہوگا بسبب بولنے مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ
دیتا ہی اور اعتبار معانی کا ہی نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے ھ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ رہن کا لفظ اور اوسکا مادہ شرط نہین ولو
کان ذلك الشیء الذی قال له المشتری امسکه هو المبیع الذی اشتراه بعینه لو بعد قبضه لانه حینئذ یصلح ان یکون رهنا بثمنه
اگرچہ وہ چیز جسکو مشتری نے کہا کہ رکہہ وہی مبیع ہو جسکو اوسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہہ کہا ہو اسواسطے کہ
اسوقت مین یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکہتا ہی کہ مرہون ہو بدلے اپنی ثمن کے ھ یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اوسکی ملکیت اوسمین
متعین ہوگئی یہانتک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا ولو قبله لا یکون رهنا لانه محبوس
بالثمن کما مر اور اگر مبیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکہہ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا
ھ تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثه کلحم وخبز فابطأ المشتری
وخاف البائع تلفه جاز بیعه وشراؤه ولو باعه بازید تصدق به لان فیه شبهة باقی رہی یہہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے
بائع کے پاس رہن رکہا اوس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن مین دیر لگائی اور بائع ڈرا اوسکے
تلف ہوجانے سے تو اوسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اوسکا خرید کرنا جائز ہی اور اگر اوسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمین شبہہ
ہے غیر کے مال ہونیکا یعنی مشتری کا ھ طحطاوی نے کہا یہہ بھی احتمال ہے کہ یہہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رهن رجل عینا عند رجلین
بدین لکل منهما صح وکله رهن من کل منهما ولو غیر شریکین اور اگر ایکمرد نے کوئی چیز دو مردون کے پاس رہن رکہی بدلے اوس دین کے جو
دونوکا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز بالکل دونو شخصون کے پاس مرہون ہی اگرچہ دونو شریک نہون ھ یہہ نہین ہی کہ اوسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن
ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہی جمیع عین کیطرف بصفقہ واحدہ اور اسمین شیوع نہین اور موجب اوسکا حبس بالدین ہی اور وہ
متجزی نہین تو وہ محبوس ٹہرا ہر شخص کا اور اسمین کچہہ منافات نہین برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصون کو تو امام کے نزدیک درست نہین اسواسطے کہ ہبہ
سے مقصود ایجاب ملک ہی اور عین واحد مین ہر شخص کی ملک کامل متصور نہین ہوسکتی کذا فی الدرر فان تهایئا فکل واحد منهما فی نوبته کالعدل فی حق
الآخر هذا لو مما لا یتجزأ وان مما یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع له کله ضمن عنده خلافا لهما واصله مسئلة الودیعة

پہر اگر دونو مرتہنون نے مرہون مذکور مین باری باندہ لی تو ہر مرتہن اپنی باری مین شخص عادل کی مانند ہی دوسرے مرتہن کے حق مین یہہ اوسصورت مین ہی جبکہ مرہون اوس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہین کرتا چنانچہ گہوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ نمک یا گیہون تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایکدوسرے کو بالکل مرہون دیگا تو امام کے نزدیک اوسپر تاوان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ھ دافع پر ضمان غصب لازم آویگا زیلعی مین ہے کہ جب شی قابل قسمت دو شخصون کے پاس ودیعت رکہی سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولو ھلک ضمن کل حصتہ لتجزی الاستیفاء اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہوگیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی دین احدھما فکلہ رھن للاخر لما مر ان کل العین رھن فی ید کل منہما بلا تفرق پہر اگر راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھہ مین رہن ہو بلا تفرق یعنی بلا تجزی وان رھنا رجلا رھنا واحدا بدین علیہما صح بکل الدین ویمسکہ الی استیفاء کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصون نے ایکمرد کے پاس ایک چیز رہن رکہی عوض اوس دین کے جو دونو پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکہیگا تمام دین کے حاصل ہونے تک اسواسطے کہ اسصورت مین شیوع نہین ہے ھ اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون مین بلا شیوع حاصل ہی کذا فی الدرر ولو رھن عبدین بالف لا یاخذ احدھما بقضاء حصتہ لحبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکہے تو راہن ایک غلام کو اوسکا حصہ ادا کر کے نہین لیگا بسبب محبوس ہونے دونو غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالا جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ ان یقبض احدھما اذا ادی ما سمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرھن لا البیع ھو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کیواسطے کچہہ دین مقرر کر دیا یعنی مثلا یون کہا کہ یہہ غلام بعوض ۴۰۰ درم کے رہن رکہتا ہون اور وہ غلام بعوض ۶۰۰ کے رکہتا ہون تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جبکہ ادا کرے اوسقدر دین جو اوسکیواسطے معین کر دیا تہا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن مین نہ بیع مین یہی قول صحیح تر ہی ھ وجہ اسکی یہہ ہی کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام مین دوسرے عقد کے صحیح ہونے کیواسطے شرط نہین برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع مین امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد عقد کا نہین ہوتا و لہذا اگر ایک مین بیع قبول کرے نہ دوسرے مین تو بیع باطل ہو جاویگی کل مین اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہی تفریق صفقہ سے کیونکہ عادت یہہ جاری ہی کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھہ ملا کر بیچتے ہین اور رہن مین ایسا نہین ہی اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہین ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت مین اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کچہہ فرق نہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع مین ہوتا ہی نہ رہن مین وبطل بینۃ کل منہما ای من رجلین علی رجل انہ ای ان کل واحد رھنہ ھذا الشیء کعبد مثلا عندہ وقبضہ لاستحالۃ کون کلہ رھنا لھذا وکلہ رھنا لذلک فی آن واحد ولا یمکن بتنصیفہ للزوم الشیوع فتہاترتا حینئذ فیھلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مرد وان کے گواہ ایکمرد پر باطل ہین اسمقدمہ مین کہ اس مرد نے اوسکے پاس یہہ چیز چنانچہ مثلا غلام کو رہن رکہا اور اوسنے اوسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اوسکے پاس رہن ہونا ایک آن مین محال ہی اور اوسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہین بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونو گواہیان ساقط ہوگئین اور اسوقت مین اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لئے کچہہ حکم نہین ہوتا ھ ح یولہ ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہی نہ کل واحد اور رھنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راھن ہی اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہی اسلئے کہ مرتہن دو مرد ہین اور راہن ایکمرد ہی کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا نہ شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع ھذا اذا لم

یُؤَرِّخَا فَاِنْ اَرَّخَا کَانَ صَاحِبُ التَّارِیخِ الْاَقْدَمِ اَوْلٰی وَکَذَا اِذَا کَانَ الرَّهْنُ فِی یَدِ اَحَدِهِمَا کَانَ ذُوالْیَدِ اَحَقَّ لِقُوَّتِهِ
سبقیقہ یہہ یعنی بطلان شہادتین کا اوسوقت ہی جبکہ دونون نے تاریخ بیان نکی ہو سو دونون نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا لائق تر ہی
اور اسیطرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ ترحقدار ہے اوسکی سبقت کی قرینہ سی یعنی اوسکا قادر ہونا قبض پر دلیل ہے اوسکے
سبقت کی وَلَوْ مَاتَ رَاهِنُهُ اسے راهِنُ الْعَبْدِ مَثَلًا وَالْحَالُ اَنَّ الرَّهْنَ مَعَهُمَا اَیْ فِی اَیْدِیْهِمَا اَوْ لَا اَوْ لَیْسَ الْعَبْدُ مَعَهُمَا فَاِنَّ
الْحُکْمَ وَاحِدٌ زَیْلَعِیٌّ فَبَرْهَنَ کُلٌّ کَذٰلِکَ کَمَا وَصَفْنَاهُ کَانَ فِیْ یَدِ کُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُهُ اَیْ الْعَبْدِ رَهْنًا بِحَقِّهِ اِسْتِحْسَانًا
لا نقلابه بالموت استیفاء والشائع تقبله اور اگر مثلاً غلام کا راہن مرگیا اور حالانکہ مرہون اوندونکے ساتھہ ہی یعنی اونکے قبضے مین ہے یا
قبضے مین دونونکے نہین دونو صورتونمین ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پہر ہر مرتہن اوسیطرح گواہ لایا چنانچہ ہمنے اوسکو بیان کیا ہی یعنی ہر مرتہن
کے گواہ نے یہہ گواہی دی کہ میت نے اِس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکہا اور اوسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن کے قبض مین نصف نصف غلام رہن رہیگا
اوسکے حق اپنی اوسکے دین کے بدلے از روے استحسان کے اسلئے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا ہوگیا اور شائع استیفا کو قبول کرتا ہے
ہم قیاس یہہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہوا اسواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہے استیفا اور دین کیواسطے اور حبس بیان نہین ہو سکتا شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہہ
ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہین ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہی اور حکم رہن کا زندگی راہن مین حبس تہا اور شائع اوسکو قبول نہین کرتا اور راہن کی
موت کے بعد دین حاصل کرنا ہی مرہون کو بیچکر اوسکی ثمن سے اور شائع اسکو قبول کرتا ہی کذا فی المنح اَخَذَ عِمَامَةَ الْمَدْیُوْنِ لِتَکُوْنَ رَهْنًا عِنْدَهُ
لَمْ تَکُنْ رَهْنًا وَاِذَا هَلَکَتْ تَهْلِکُ هَلَاکَ الْمَغْصُوْبِ قَالَ وَهٰذَا ظَاهِرٌ اِذَا رَضِیَ الْمَطْلُوْبُ بِتَرْکِهِ رَهْنًا عِمَادِیَّةٌ وَمُفَادُهُ اَنَّهُ اِنْ رَضِیَ
بِتَرْکِهِ کَانَ رَهْنًا وَاِلَّا لَا وَعَلَیْهِ یُحْمَلُ اِطْلَاقُ السِّرَاجِیَّةِ وَغَیْرِهَا کَمَا اَفَادَهُ الْمُصَنِّفُ دائن نے مدیون کی پگڑی لی تا اوسکے پاس رہن رہے
تو وہ پگڑی رہن نہ ٹہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنی ضمان رہن لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہہ حکم یعنی
اوسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اوسکو رہن رہنے پر راضی ہوگیا ہو کذا فی العمادیہ اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر مالک
اوسکو رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہین غصب ہی اور شق ثانی کے مستفاد پر سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہی
چنانچہ مصنف نے اسکو شرح مین بیان کیا ہی ہم سراجیہ مین یون ہے کہ جب دائن کی پگڑی لی بدون اوسکی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکہنے کیواسطے تو وہ رہن نہین ہی بلکہ
غصب ہے انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہہ ہے کہ اگر بدون رضا مدیون پگڑی لی پہر وہ راضی ہوگیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور
غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکی عالمگیری مین جواہر الفتاوی سے منقول ہی کذا فی الطحطاوی وَفِی الْمُجْتَبٰی لِرَبِّ الْمَالِ مَسْکُ مَالِ الْمَدْیُوْنِ رَهْنًا بِلَا اِذْنِهِ
وَقِیْلَ اِذَا اَیِسَ فَلَهُ اَخْذُهُ مَکَانَ حَقِّهِ قَضَاءً عَنْ دَیْنِهِ وَاَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ اور مجتبی مین ہے کہ مالک مال کو جائز ہی کہ مدیون کے مال کو بدون اوسکی اجازت کے
رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہی کہ جب مالک کے پاس ہو تو اسکو اپنی دین کی جگہہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنی دین کے وصول کرنیکو درست ہے اور اسکو مصنف نے
ثابت رکہا ہی دَفَعَ ثَوْبَیْنِ فَقَالَ خُذْ اَیَّهُمَا شِئْتَ رَهْنًا بِکَذَا فَاَخَذَهُمَا لَمْ یَکُنْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا رَهْنًا قَبْلَ اَنْ یَخْتَارَ اَحَدَهُمَا سِرَاجِیَّةٌ مدیون
نے دائن کو دو کپڑے دئے پہر کہا کہ ان دو مین سے ایک کپڑا جسکو تو چاہی رہن رکہہ عوض اسقدر دین کے سو اوسنے دونو کپڑے لئے تو انمین سے ایک کپڑا بہی رہن نہوگا ایک کے اختیار
کرنیسے پہلے کذا فی السراجیہ یعنی جبتک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہوگا **فروع** مسائل تتمہ شارح کے غَصْبُ الرَّهْنِ کَهَلَاکِهِ اِلَّا اِذَا غَصَبَ فِیْ
حَالِ اسْتِعْمَالِ مُرْتَهِنٍ بِاِذْنِ رَاهِنٍ رہن کا غصب کرنا اوسکی تلف ہو جانیکی مانند ہی تاوان لازم ہوتا ہی مگر جبکہ غاصب نے غصب کیا اوس حالتمین جبکہ مرتہن اوسکو اپنی استعمال مین لاتا
ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا ہم اگر مصحف رہن رکہا اور راہن نے مرتہن کو اوسمین پڑہنے کی اجازت دی تو اگر پڑہنے کی حالتمین تلف ہوگیا تو دین ساقط نہوگا یعنی اسلئے کہ ضمان مرتہن
پر لازم نہوگا اسلئے کہ رہن کا حکم حبس ہے پہر جب اسکو استعمال مین لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہوگیا اور اگر تلف ہوا پڑہنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الوجیز اَمَرَ بِدَفْعِهِ
لِلدَّلَّالِ فَدَفَعَهُ فَهَلَکَ لَمْ یَضْمَنْ راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اوسنے اوسکو دیا پہر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا حَمَّامِیٌّ وَضَعَ الْمُصْحَفَ

الرہن فی صندوق ووضع علیہ قمقمۃ ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن ضمان الرہن لا
الزیادۃ ایک حامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اوسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بہیگ کر تلف
ہوگیا تو حامی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ وہ کا یعنی دین اوسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اوسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ
دین سے زیادہ امانت ہی اور امانت پر تاوان نہیں والمودع لا تضمن شیئا قنیہ اور امانت دار کچھہ تاوان نہیں یعنے بدون تعدی
کے کذا فی القنیہ لا اجل فی الرہن فلو اجلہ مدت مقرر رہن کی مقصد سے اسواسطیکہ رہن کا حکم حبس دائمی ہی تا حصول دین تو بعد صورت
ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اسواسطیکہ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہی لزوم ضمان میں بر خلاف رہن باطل کے کذا فی الطحاوی سلطہ
ببیعہ ومات للمرتہن بیعہ بلا محضر وارثہ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کر دیا اور راہن مرگیا تو مرتہن کو اوسکی بیع کا
اختیار ہی بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے ہم تو وارث نقض بیع نہیں کرسکتا اسلئے کہ حق مرتہن کا اوس سے متعلق ہوگیا ہی اور وہ باطل
نہیں ہوسکتا راہن کے مرجانیسے کذا فی الطحاوی غاب الراہن غیبۃ منقطعۃ فرفع المرتہن امرہ للقاضی لیبیعہ بدینہ ینبغی
ان یجوز ولو مات ولا یعلم لہ وارث فباع القاضی دارہ جاز کذا فی متفرقات بیوع النہر راہن غائب ہوگیا بطور غیبت منقطعہ
کے سو مرتہن نے اوسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کو بیچدے اوسکو دین کے سبب سے تو لائق تقواعد فقہ یہہ ہی کہ یہہ جائز ہو اور اگر راہن مرگیا اور اوسکا کوئی
وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اوسکا گھر بیچڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہی نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں وفی الذخیرۃ لیس للمرتہن
بیع ثمرۃ الرہن وان خاف تلفہا لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع
للقاضی او کان بحال یفسد قبل ان یتقدم جاز لہ ان یبیعہ اور ذخیرہ میں ہی کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پہل بیچنا اگرچہ اوسکے
تلف ہو جانیکا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہی نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کیطرف تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اسکو
قاضی کیطرف مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پہل ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنیسے پہلے تو مرتہن کو اوسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم +

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یہہ باب ہے اوس رہن کے احکام میں جو رکھا جاوی عدل یعنی معتمد کے ہاتہہ
میں ہم جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہو چکے تو اب اونکی نائب کے احکام شروع ہوئے یعنی عدل کے اور عدل سے یہان وہ شخص مراد ہی جسکے پاس
مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونون راضی ہوگئے اور اوسکی بیع پر راضی ہوئے مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن
وہ توکیل مفرد کے مخالف ہی چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکورہ عنقریب مذکور ہونگے سمیتی بہ لعدالتہ فی زعم الراہن والمرتہن نائب کا
نام عدل اسواسطے رکھا گیا کہ اوسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہی اذا وضعا الرہن علی ید عدل صح وتم بقبضہ جبکہ
راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتہہ میں رکھدیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اوس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یاخذہ
احدہما منہ اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونون کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہے حفظ اور
امانت میں اور مرتہن کا حق ہے استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا وضمن لو دفع الی احدہما لتعلق حقہما بہ
اور معتمد تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلئے کہ دونوکا حق اوس سے متعلق ہی یعنی اسواسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہی عین کے
حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہی مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہی اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہی اجنبی کے دینے سے کذا فی الدر
فلو دفع فہلک ضمن لتعدیہ واخذ امنہ قیمتہ وجعلاہا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل ان یجعلہا رہنا فی یدہ لانہ لا
یصیر قاضیا مقتضیا پہر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اوسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دیگا اپنی تعدی کے
سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون کی قیمت لیں اور اوس قیمت کو رہن رکھدیں اوس معتمد کے پاس یا اوسکے سوا اور شخص کے پاس اور

مستعمد کو اوس قیمت کا رہن رکھہ لینا اپنے پاس جائز نہین تاکہ مستعمد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنیوالا نہو جاوے ھم اسواسطے کہ قیمت مرہون کی مستعمد پر واجب ہی تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنیوالا اور تقاضا کرنیوالا ٹھہر گیا اور حالانکہ دونون مخالفت ہی کذا فی المنح وھل للعادل الرجوع مبسوط فی المطولات اور مستعمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اسکا مفصل مذکور ہی بڑی کتابون مین ھم زیلعی مین ہی کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی مستعمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پہر راہن نے دین ادا کیا سو اگر مستعمد نے قیمت کا تاوان دیا ہوا سوجہ سے کہ اوسنے مرہون راہن کو دیا تو قیمت مستعمد کیواسطے سالم رہی اوسکو دے جسکے پاس ہو اور اگر مستعمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اسوجہ سے کہ اوسنے مرہون مرتہن کو دیا تہا تو ادا قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پہر مستعمد کو مرتہن سے قیمت پہر لینا جائز ہی یا نہین جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر مستعمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا اور وہ تلف ہو گیا ہو اوسکے پاس تو مرتہن سے اوسکا رجوع درست نہین اور اگر مرتہن نے اوسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو مستعمد مرتہن سے پہر لیگا اور اسیطرح رجوع درست ہی اگر مستعمد نے مرہون دینے کیوقت مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصرا

وإذا هلك يهلك من ضمان المرتهن اور جبکہ مرہون تلف ہوگا مستعمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنی مرتہن پر تاوان اوسکا لازم ہوگا

فإن وكل الراهن المرتهن أو وكل العدل أو غيرهما ببيعه عند حلول الأجل صح توكيله لو الوكيل أهلا لذلك أي البيع عند التو پہر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا اونکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکہتا ہو وکیل کرنیکے وقت یعنی عاقل بالغ ہو وإلا يكن أهلا لذلك عند التوكيل لا تصح الوكالة وحينئذ فلو وكل ببيعه صغيرا لا يعقل فباعه بعد بلوغه لم يصح خلافا لهما اور اگر وکیل اوسکی لیاقت نہ رکہتا ہو توکیل کیوقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت مین تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر نے تمیز کو وکیل کیا اور اوسنے اپنے بالغ ہونیکے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک بیع صحیح ہے فإن شرطت الوكالة في عقد الرهن لم ينعزل بعزله ولا بموت الراهن ولا المرتهن للزومها بلزوم العقد فهي تخالف الوكالة المفردة من وجوه أحدها هذا پہر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن مین تو وکیل معزول نہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہو جانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو رہن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے چند وجہ اونمین سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہین ہوتا اور وکالت مفردہ مین معزول ہو جاتا ہی ھم شرط وکالت کی یہہ صورت ہی کہ راہن کہے کہ مین نے اسکو رہن رکہا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اسکی بیع کرنیکا کذا فی الحموی والثاني أن الوكيل هنا يجبر على البيع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل پر یہان یعنی بیع رہن کی وکالت مین جبر کیا جائیگا بیع پر امام کے نزدیک ھم وجہ جبر یہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکہے اگر اسپر بہی وہ اصرار کرے تو حاکم اسکو بیچ ڈالے کذا في الدرر وكذا لو شرطت بعد الرهن في الأصح زيلعي على خلاف ظاهر الرواية وإن صححها قاضي خان وغيره على ما نقله القهستاني وغيره فقد تبه بخلاف المفردة اور اسیطرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اگر وکالت مشروط ہو گئی ہو بعد رہن کے صحیح تر قول مین کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہی چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہی تو خبردار ہو برخلاف وکالت مفردہ کے ھم عالمگیریہ مین ہے کہ اگر مستعمد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف سے روایت ہی اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہی کہ اوسپر جبر کیا جائیگا چنانچہ وجیز مین ہی اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی مین ہی والثالث أنه يملك بيع الولد والأرش اور تیسری وجہ یہ ہی کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہی ھم بیع دیت کی یہہ صورت ہی کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پہر اوسکی دیت مین اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہی والرابع إذا باع بخلاف جنس الدين كان له أن يصرفه إلى جنسه أي الدين بخلاف الوكالة المفردة اور چوتھی وجہ یہہ ہی کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اوسکو

جنس مین کیطرف پہیرنا درست ہی برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ مفسر کا مالک نہین والخامس اذا کان عبداً وقتله عبد خطأ فدفع بالجناية
کان له بیعه بخلاف المفردة متعلق بالجمیع اور پانچوین وجه یہہ ہی کہ جب مرہون غلام ہوا اور اوسکو دوسرا غلام انداءً خطا قتل کرڈالے سو
غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اوسکی بیع کا اختیار ہی برخلاف وکالت مفردہ کے یہہ مخالفت کا قول پانچون صورتون سے متعلق ہی وله بیعه
فی غیبة ورثته ای ورثة الراهن کما کان له حال حیاته البیع بغیر حضرته ای حضرة الراهن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا
راہن کے وارثون کے پیچہے درست ہی جیسے اوسکو اوسکی بیع کا اختیار تہا راہن کی زندگی مین بغیر موجود ہونے راہن کے وتبطل الوکالة بموت الوکیل
مطلقاً اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہرطرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا معتمد یا غیر انکا اسواسطے کہ وکالت مین میراث جاری نہین اور موکل
وکیل کی رای پر راضی ہوا تہا نہ اوسکی غیر کی رای پر وعن الثانی ان وصیه یخلفه لکنه خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف سے ایک روایت یہہ ہی
کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہی امور مذکورہ مین لیکن یہہ روایت اصل یعنے امام محمد کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولو اوصی الی اخر ببیعه
لم یصح الا اذا کان مشروطاً له ذلك فی الوکالة اور وکیل مذکور نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہین مگر جبکہ وکیل کا
وصیت کرنا وکالت مین شروط ہوگیا ہو تو درست ہی اور صورت اوسکی یہہ ہی کہ راہن نے اصل وکالت مین یون کہا ہو کہ مین نے تجکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور
جو تو اوسمین کرے مین نے تجکو اوسکی اجازت دی کذا فی الطحطاوی ولا یملك راهن ولا مرتهن بیعه بغیر رضی الاخر اور مالک نہین راہن اور مرتہن
مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضا مرتہن یا مرتہن بدون رضای راہن بیع نہین کرسکتا اسواسطے کہ مرہون سے دونون کا
حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اوسکے اذن کے باطل نہین کرسکتا فان حل الاجل وغاب الراهن اجبر الوکیل علی بیعه کما هو الحکم
فی الوکیل بالخصومة اذا غاب موکله او اباها فانه یجبر علیها بالحبس ای اما البیع فان لم یبعه بعد ذلك باع القاضی دفعاً للضرر پہر اگر دین
کی مدت آپہونچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا اوسکی بیع کا چنانچہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل مین جبکہ اوسکا موکل غائب ہووے یا وکیل خصومت
سے انکار کرتا ہو تو اوسپر خصومت یا بیع مرہون کیواسطے جبر کیا جائیگا اسطرح کہ قاضی اوسکو قید رکہے چند روز پہر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اوسکو
بیچڈالے دفع ضرر کیواسطے ہم طحطاوی نے کہا کہ کیفیت اجبار کی در المختار کے اکثر نسخون مین مذکور نہین وان باعه العدل فالثمن رهن کالثمن
فیهلك کهلکه اور اگر معتمد نے مرہون بیچڈالا تو اوسکا ثمن رہن رہیگا مبیع کی مانند تو ثمن تلف ہوگا مبیع کے تلف ہونیکی مانند ہم یعنی مرتہن
کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ہے مبیع مرہون کے فان اوفی ثمنه بعد بیعه المرتهن فاستحق الرهن
وضمن فان کان المبیع هالکاً فی ید المشتری ضمن المستحق الراهن ان شاء لانه غاصب پہر اگر معتمد نے مرہون بیچا اور اوسکا ثمن بیع کر بعد مرتہن
کو دیا پہر مرہون غیر راہن کی ملک ٹہرا اور اوسکا تاوان دیا گیا سو اگر مبیع تلف ہوگیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ
وہ غاصب ہے جسنے پرایا مال رہن رکہا بلا اذن مالک کے وحینئذ صح البیع والقبض لتملکه بضمانه اور اسوقت مین بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن
معتمد کے ہاتہ سے صحیح ہوگیا بسبب مالک ہوجانے راہن کے اوسکے تاوان دینے سے او ضمن المستحق العدل لتعدیه بالبیع ثم هو ای العدل یضمن الراهن
وصحا ایضاً یا چاہے مالک شخص معتمد سے تاوان لے بسبب اوسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پہر معتمد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور
اسوقت مین بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بہی صحیح ٹہریگا او ضمن المرتهن ثمنه الذی اداه الیه ای معتمد چاہے مرتہن سے تاوان
لے اوس ثمن کا جو معتمد نے اوسکو ادا کیا یعنی اسواسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہوگیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وهو ای الثمن له ای
للعدل لانه بدل ملکه اور وہ یعنی ثمن مذکور معتمد کا مملوک ہے اسواسطے کہ اوسکی ملک کا بدلا ہی ہم جب معتمد نے مرہون مبیع کا تاوان دیا تو مرہون اوسکی
ملک ہوگیا اور ثمن اوسکا بدلا ہی تو ثمن بہی معتمد کا مملوک ہوگیا کذا فی الدرر ویرجع المرتهن علی راهنه بدینه ضرورة بطلان قبضه اور مرتہن راہن
سے اپنا دین پہر لیگا بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا

دین بھر لیگا وان کان الرهن قائما فی ید مشتریه اخذه المستحق من مشتریه اور اگر مرہون بعینہ موجود ہو مشتری کے پاس ہو تو مستحق
اوسکو مشتری سے لیگا اسواسطے کہ اوسنے اپنی بعینہ مال پایا ورجع هو ای المشتری علی العدل بثمنه لانه العاقد اور مشتری معتمد سے اوسکا ثمن
پھیر لے اسواسطے کہ عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عقد کے حقوق اوسی سے متعلق ہونگے ثم یرجع هو ای العدل علی الراهن بثمنه پھر معتمد
راہن سے اوسکا ثمن پھیر لے یعنی اسواسطے کہ راہن نے معتمد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اوسکو وکیل کرکے تو راہن پر اوسکی تخلیص واجب ہوگی کذا فی الدرر وان
رجع علیه صح القبض وسلم الثمن للمرتهن اور جب معتمد نے راہن سے تاوان ثمن کا پھیر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اوسکا مسلم رہا
او رجع العدل علی المرتهن بثمنه یا پھیرے معتمد مرتہن سے اوسکا ثمن پھیر لے یعنی اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور مرتہن نے
اوسکو ثمن جانکر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اوسکا نقض قبض بالضرورة واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم رجع هو ای المرتهن علی الراهن
ای بدینه پھر مرتہن ثمن پھیرکر راہن سے اپنا دین پھیر لے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اوسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا هنا فی الذخیرة
والوقایة وان شرطت الوکالة بعد الرهن رجع العدل علی الراهن فقط سواء قبض ثمنه او لا درر اور وقایہ میں بیان ...
بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتمد فقط راہن پر رجوع کریگا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ھ
اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اوس سے متعلق نہوا تو اوسپر رجوع بھی نہوگا اور عدم قبض ثمن کی صورت یہ ہے کہ معتمد نے مرہون
بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا معتمد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتمد کو لاحق ہوگا وہ اوسکو راہن سے پھیر لیگا کذا
فی الدرر فان هلك الرهن عند المرتهن فاستحق الرهن وضمن الراهن قیمته هلك الرهن بدینه یہ اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن
کے پاس سو مرہون غیر راہن کا ملک نکلا اور مالک نے راہن سے اوسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے دین کے بدلے یعنی راہن اوس
سے اسکا مالک ہوگیا اور ایفاء دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتهن لقیمته یرجع علی الراهن بقیمته التی ضمنها للضرر کاو بدینه
لانتقاض قبضه اور اگر مالک نے مرتہن سے اوسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین پھیر لے یعنی وہ قیمت جو مرتہن نے
تاوان دیکر پھری اپنی ضرر کے سبب سے اور دین پھیر لے انتقاض قبض کے سبب سے ھ رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع
دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اوسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر وصدر الشریعة **ف ع** مسئلہ ملحقہ شارح کا فی
الولوالجیة ذهبت عین دابة الرهن یسقط ربع الدین وسیجیء ولوالجیہ میں ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرتہن کے پاس تو
چوتھائی دین ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آویگا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرهن والجنایة علیه و

جنایته ای الرهن علی غیره یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنیکا اور مرہون پر جنایت کرنیکا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراهن
رهنه علی اجازة مرتهنه او قضاء دینه راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اوسکے مرتہن کی اجازت پر یا اوسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہے یعنی جب
راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اوسکا
دین ادا کر دیا تو بیع نافذ ہوجاویگی فان وجد احدهما نفذ وصار ثمنه رهنا فی صورة الاجازة پھر اگر اجازت یا ادای دین پایا گیا تو بیع
نافذ اور کامل ہوگئی اور اوسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت میں یعنی در صورت ادائے دین رہن کی حاجت نرہی وان لم یجز المرتهن البیع وفسخ فبیعه
لا ینفسخ بفسخه فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت ندی اور راہن کی بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہوگی اوسکے فسخ کرنیسے صحیح تر قول میں واذا
بقی موقوفا فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاك الرهن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وهذا اذا اشتراه ولم یعلم
رهنه ابن کمال اور جبکہ بیع راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ
کرے قاضی کیطرف تاوہ بیع کو فسخ کر دے اور یہ اختیار مشتری کا اوسوقت ہے جبکہ اوسنے خرید کیا اور اوسکو اوسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال

باب التصرف فی الرہن

ولو باعه الراهن من رجل ثم باعه الراهن ایضا من رجل آخر قبل ان یجیز المرتهن البیع فالثانی موقوف ایضا علی اجازته اذ الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون راہن نے ایکشخص کے ہاتھ بیچا پھر اوسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کی مانند اسلئے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہین ہوتی فایہما اجاز لزم ذلک وبطل الآخر پھر دونون مین سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم ہو جاویگی اور دوسری بیع باطل ہو گی ولو باعه الراهن ثم آجره او رهنه او وهبه من غیره فاجاز المرتهن الاجارة او الرهن او الهبة جاز البیع الاول لحصول النفع بتحول حقه الی الثمن علی ما تقرر وفی محل آخر دون غیرها من هذه العقود المذکورة اذ لا منفعة للمرتهن فیها فکانت اجازته اسقاطا لحقه فزال المانع فینفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اوسکو اجارہ مین دیا یا کسی کے پاس رہن رکھا یا ہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہو گی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع مین بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کیطرف بنا براوس وجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام مین مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے نہ اوسکے سوا یہ عقود مذکورہ اسواسطے کہ مرتہن کیواسطے اجارہ ہبہ وغیرہ مین فائدہ نہین تو اوسکی اجازت اسقاط ہے مرتہن کے حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی ہم مسئلہ اولی مین بیع ثانی اجازت کی سببسے جائز ہوتی اور اس مسئلہ مین بعد بیع کے اجارہ وغیرہ تصرف جائز نہوا سوا بیع اول کے باوجود اجازت کی تو دونون مین فرق یہ ہی کہ مرتہن کو بیع مین تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اوسکا حق بدل مبیع یعنی ثمن سے متعلق ہو گیا برخلاف عقود مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن مین بدل نہین اور اجارہ مین منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت مین ہے نہ منفعت مین تو اوسکی اجازت مین حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جبکہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی کذا فی السراج وفی الاشباه باع الراهن الرهن من زید ثم باعه من المرتهن انفسخ الاول اور اشباہ مین ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اوسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہو گئی ہم کہتے ہیں گویا استدراک ہے مصنف کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی موقوف ہوتی ہے بیع اول کی مانند یعنی محل توقف ثانی اول کی مانند وہ ہے جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہوگی بلکہ نافذ ہو جاویگی اور بیع اول باطل ہو گی کذا فی العطائے وصح اعتاقه وتدبیره واستیلاده ای نفذ اعتاق الراهن عبده اور صحیح ہے یعنی نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کر دے یا اوسکو مدبر کرے تو یہ تصرف نافذ ہو گا فان کان غنیا وکان دینه المرتهن حالا اخذ المرتهن دینه من الراهن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا مدت ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے وان مؤجلا اخذ قیمته للراهن بدله الی زمان حلوله فاذا حل استوفی حقه لو من جنسه ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن کے کینے کیواسطے عوض غلام کے دین کے مدت پونہچنے تک پھر جب مدت آپہنچے تو مرتہن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب کرے وان کان الراهن معسرا ففی العتق سعی العبد فی الاقل من قیمته ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے مین غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے مین یعنی اگر اوسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرکے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے ورجع علی سیده اذا غنیا اور جسقدر غلام ادا کرے اوتنا اپنے مالک سے پھر لے جبکہ اوسکو مقدور ہو وفی التدبیر والاستیلاد سعی ای کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر وام الولد ملک المولی اور مدبر اور استیلاد مین سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے مین بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف الراهن الرهن فحکمه حکم ما اذا اعتقه غنیا کما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو تلف کر دیا تو اوسکا حکم مانند ہے اوس حکم کے جبکہ مالدار مالک غلام مرہون کو آزاد کر دے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی اتلاف راہن اعتاق کی مانند ہے تو اگر دین حال ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین موجل ہو تو اوسکی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی السراج والرهن ان اتلفه اجنبی ای غیر الراهن فالمرتهن یضمنه ای

المتلف قيمته يوم هلك فتكون القيمة رهنا عنده كاصله اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن تلف کرنیوالے
سے اوسکی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونیکے دن اوسکی تہی سو قیمت اوسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا وأما ضمانه على المرتهن
فتعتبر قيمته يوم القبض لانه مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اوسکی تاوان یوم القبض کی قیمت
معتبر ہوگی اسلیئے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آیا ہے کذا فی الزیلعی وباعارته اي المرتهن الرهن من راهنه يخرج من ضمانه
تسميتها عارية مجاز اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اوسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو
مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے ہم یعنی لفظ اعارہ یہان مجاز استعارہ ہے اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع
ہے اور تملیک نہین ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہین تو تملیک اوسی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو هلك الرهن في يد الراهن هلك
مجانا حتى لو كان أعطاه به كفيلا لم يلزم الكفيل شئ لخروجه من الرهن نعم لو كان الراهن أخذه بغير رضى المرتهن جاز ضمان
الكفيل تاتارخانيه سو اگر مرہون راہن کے ہاتہ مین تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہیگا کچہ ساقط نہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان
مرتفع ہوگیا یہانتک کہ اگر راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سببسے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے
ہان اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون
مرتہن کو دلادے کذا فی الطحطاوی فإن عاد قبضه عاد ضمانه سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اوسکا ضمان بہی مرتہن پر ثابت ہوگا ق
للمرتهن استرداده الى يده اور مرتہن کو جائز ہے پہیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کیطرف فلو مات الراهن
قبل ذلك اي قبل الاسترداد فالمرتهن احق به من سائر الغرماء لبقاء حكم الرهن پہر اگر راہن مرگیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ تر
حقدار ہے مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہون سے بسبب باقی رہنے حکم رہن کے ہم رہن کا حکم اسواسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہین ولو أعاره
او اودعه احدهما اجنبيا باذن الآخر سقط ضمانه اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان
اوسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ ضمان تہا قبض کے سببسے سو باقی نرہا ولكل منهما ان يعيده رهنا كما كان اور راہن اور مرتہن مین سے ہر ایک کو
یہہ اختیار ہے کہ پہر رہن کو قائم کردے جیسا کہ سابق رہن تہا اسواسطے کہ بقاء عقد کے سبب دونونکا حق اوسمین ثابت ہے بخلاف الإجارة والبيع
والهبة والرهن من المرتهن او من اجنبي اذا باشرها احدهما باذن الآخر حيث يخرج عن الرهن ثم لا يعود الا بعقد مبتدأ
لانها عقود لازمة برخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہوئے راہن سے مرتہن کیواسطے یا اجنبی کیواسطے بشرطیکہ
راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہے رہن سے بسبب عقود مذکورہ کے پہر مرہون عود نہین کرتا رہن کیطرف مگر بعقد جدید
اسواسطے کہ عقود مذکور لازم ہین ہم یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل ہوگیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہین ہوتا مگر بعد
انفساخ رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکہا یا مرتہن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اوسکو جائز رکہا تو رہن
باطل ہوجاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن مین نظر ہے زیلعی نے اوسکو ذکر نہین کیا بخلاف العارية وبخلاف
بيع المرهون من الراهن لعدم لزومها برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے اوسکی عدم لزوم کے سببسے یعنی عاریت اور بیع
مرتہن سے حق لازم متعلق نہین ہوا جو رہن باطل ہوجاوے ويبقى لو مات الراهن قبل رهنه ثانيا فالمرتهن اسوة للغرماء باقی رہی یہہ بات کہ اگر راہن مرگیا
دوسری بار رہن رکہنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہے باقی قرضخواہون کے یعنی مرہون اجارہ دیا راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور نقض اجارہ کر کے دوسری بار اوسکو
مرتہن کے پاس رہن نہین رکہا اور راہن مرگیا تو مرتہن احق بالمرہون نہین بلکہ اور قرضخواہونکی برابر ہے اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نرہا یا مسئلہ
ولو اذن الراهن للمرتهن في استعماله او اعارته للعمل فهلك الرهن قبل ان يشرع في العمل او بعد الفراغ منه هلك بالدين

لبقاءِ عقدِ الرهنِ اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اوسکو عاریت دینے کا کسیکام کیواسطے پہر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد فارغ ہونیکے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی دین مرتہن کا ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے ہم مراد یہہ ہے کہ راہن مرتہن کو استعمال کا اذن دے بدون طلب کرنے مرتہن کے یا کام کیواسطے مرتہن راہن سے عاریت مانگے اور وہ اوسکو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان رہن لازم ہوگا کذا فی الدرر ولو هلكَ في حالةِ العملِ والاستعمالِ هلكَ امانةً لثبوتِ يدِ العاريةِ حينئذٍ اور اگر مرہون تلف ہوا عمل اور استعمال کیحالتمین تو امانت ہوکر تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم نہوگا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اسوقت مین یعنی اور قبض عاریت مخالف ہی قبض رہن کے تو ضمان ثابت نہوگا ولو اختلفا في وقتِه اي وقتِ هلاكِه فقالَ المرتهنُ هلكَ في وقتِ العملِ وقالَ الراهنُ في غيرِه فالقولُ للمرتهنِ لانه منكِرٌ والبيّنةُ للراهنِ لانهما اتفقا على زوالِ يدِ الرهنِ فلا يُصدَّقُ الراهنُ في عودِه الا بحجّةٍ بزازيه اور اگر راہن اور مرتہن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کیوقت مین سو مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کیوقت مین اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی اسواسطے کہ راہن اور مرتہن قبض رہن کے زوال پر متفق ہین تو راہن کی تصدیق قبض رہن کے عود کرنے مین نہوگی بدون گواہی کے کذا فی البزازیہ وفيها اذِنَ للمرتهنِ في لُبسِ ثوبِ الرهنِ يوماً فجاء به المرتهنُ متخرّقاً وقال تخرّقَ في لُبسِ ذلكَ اليومِ وقالَ الراهنُ ما لبستَه فيه ولا تخرّقَ فيه فالقولُ للراهنِ وان اقرَّ الراهنُ بالّلبسِ فيه ولكن قال تخرّقَ قبلَ لُبسِه او بعدَه فالقولُ للمرتهنِ في قدرِ ما عادَ مِنَ الضمانِ اور بزازیہ مین ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایکدن سو مرتہن وہ کپڑا لایا پہٹا ہوا کہ وہ پہٹ گیا تہا اوسیدن کے پہننے مین اور راہن نے کہا کہ تو نے اوسدن نہین پہنا اور نہ اوس دنمین پہٹا تو راہن کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے اوس دن کے پہننے کا اقرار کیا ولیکن یہہ کہا کہ کپڑا پہٹ گیا تہا اوسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے عود ضمان کی مقدار مین ہم جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونونکا اتفاق ہوا تو در صورت تلف ہونے ثوب متخرق کے قیمت لزوم ضمان مین معتبر ہوگی کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل متفرقہ شارح کی رهنَ الابُ من مالِ طفلِه شيئاً بدينٍ على نفسِه جازَ فلو الرهنُ قيمتُه اكثرُ من الدينِ فهلكَ ضمِنَ الابُ قدرَ الدينِ دونَ الزيادةِ بخلافِ الوصيِّ فانه يضمنُ قيمتَه والفرقُ انّ للابِ ان ينتفعَ بمالِ الصغيرِ عندَ الحاجةِ ولا كذلكَ الوصيُّ باپنے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بدلے اوس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن رکہی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہو دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان ندیگا بر خلاف وصی کے کہ وہ اوسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونون فرق یہہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کیوقت اور وصی ایسا نہین کہ اوسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادركَ الابنُ وماتَ الابُ ليسَ للابنِ اخذُه قبلَ قضاءِ الدينِ ويرجعُ الابنُ في مالِ الابِ ان كانَ رهنَه لنفسِه لانه مضطرٌّ كمعيرِ الرهنِ اور اگر صغیر بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدون ادا کرنے دین کے جائز نہین اور فرزند باپ کے مال سے اوتنا بہرلے اگر اوسکے باپنے فرزند کا مال اپنی ذات کیواسطے رہن رکہا ہو رجوع اسواسطے درست ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی عاریت دینے والیکی مانند ہم یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے مین مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹہریگا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن سے رجوع کرنا درست ہے جبکہ وہ اپنے مال کی تخلیص کیواسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ولو رهنَ شيئاً ثم اقرَّ بالرهنِ لغيرِه لا يُصدَّقُ في حقِّ المرتهنِ ويؤمرُ بقضاءِ الدينِ وردِّه الى المقَرِّ له اور اگر راہن نے کوئی چیز رہن رکہی پہر اقرار کیا کہ یہہ چیز تو غیر مرتہن کے پاس رہن تہی تو مرتہن کے حق مین اوسکی تصدیق نہوگی اور راہن کو ادا ہے دین کا حکم کیا جاویگا اور اوس چیز کے پہیر دینے کا مقر لہ کیطرف امر ہوگا ولو رهنَ داراً غيرِه فاجازَ صاحبُها جازَ اور اگر ایکنے دوسریکا گہر رہن رکہہ لیا پہر اوسکے مالک نے رہن رکہنا جائز رکہا تو یہہ درست ہے وبيّنةُ الراهنِ على قيمةِ الرهنِ اولى اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہین مرتہن کے گواہ سے یعنی مرہون کے تلف ہونیکے بعد اختلاف پڑا اوسکی قیمت مین راہن کہتا ہے کہ اوسکی قیمت سو درم تہی مثلاً اور مرتہن کہتا ہے کہ پچاس درم قیمت تہی اور دونون نے گواہ گذرانے تو راہن کی گواہ مقدم ٹہرینگے اسواسطے کہ وہ زیادت ضمان کی مثبت ہین۔

وزوائد الرھن کولد وثمر دھن کالاصل داد وادضٍ وعبدٍ فلا یصید رھنًا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑہوتیان چنانچہ مرہون کا بچہ اور پہل رہن مین داخل ہے نہ کرایہ گہر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن مین داخل نہوگا ھ عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہین ایک قسم تو رہن مین داخل نہین یعنی جو زیادت کہ متولد نہوا ورنہ بدلا ہو کسی جز کا اجزاے رہن سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکی اور ایک قسم رہن مین داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پہل اور اون اور روئین یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن مین داخل ہونیکے یہہ معنی ہین کہ پہل کے ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن اونکے تلف ہو جانے مین تاوان نہین تو اونکے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچہہ دین ساقط نہوگا کذا فی الطحطاوی ومتعرا الرھن الفاسد کالصحیح فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہے اوسکی ضمان مین ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گہر نصف شائع رہن رکہا یا نصف غلام رہن رکہا ہزار درم قرض لیکر اور درمونکو خرچ کر ڈالا پہر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کیوجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون تا استیفاء دین درست ہے اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کی مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصًا وصح استعارۃ شیءٍ لیرھنہ فیرھن بما شاء اذا اطلق ولو قیّد بشیءٍ اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا مستعیر اوسکو رہن رکہدے تو مستعیر رہن رکہے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیدہ بقدرٍ او جنسٍ او مرتھنٍ او بلدٍ تقید بہ وحینئذٍ فان خالف ما قیدہ بہ المعیر ضمن المعیر المستعیر او المرتھن لتعدّی کلٍ منھما اور اگر معیر نے رہن مین مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکہنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر مین رہن رکہنا تو رہن اوسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور اسوقت مین تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانیسے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اوسکے مرتہن سے دونونکی تعدی اور زیادتی کے سبب سے ھ مستعیر کی تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنیسے اور مرتہن کی تعدی یہہ ہے کہ اوسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اوسکے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب سے غاصب ٹہہرا الا اذا خالف الی خیرٍ بان عین لہ اکثر من قیمتہ فرھنہ باقل من ذلک لانہ مخالفۃ الی خیرٍ مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر مین اسطرح پر کہ معیر نے مستعیر کے لئے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کردیا سو مستعیر نے اوسکو اس سے کمتر پر رہن رکہا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اوسنے بہتری مین مخالفت کی یعنی اس مخالفت مین مالک کا فائدہ ہے نہ نقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر فقد تم عقد الرھن لتملکہ بالضمان پہر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہوگیا بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر وان ضمن المرتھن یرجع بما ضمن وبالدین علی الراھن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان لیا مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھرلے جسقدر کہ اوسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق مین یعنے جب مستحق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہونیکے بعد تاوان دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بہرلیگا چنانچہ مذکور ہوچکا فان وافق وھلک عند المرتھن صار المرتھن مستوفیا لدینہ پہر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکہا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانیوالا ٹہہرگیا بشرطیکہ قیمت اوسکی دین کی برابر ہو یا زیادہ اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی ووجب مثلہ ای مثل الدین للمعیر علی المستعیر وھو الراھن لقضاء دینہ بہ اور دین کی برابر معیر کیواسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونًا والا یکن کلہ مضمونًا ضمن قدر المضمون والباقی امانۃ وجوب بقدر دین اوس صورت مین ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہو اور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وکذا لو تعیب فیذھب من الدین بحسابہ ویجب مثلہ للمعیر اور اسیطرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیبدار ہوگیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہیگا اور اوسکی مانند معیر کیواسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکہ ای الرھن المعیر اجبر المرتھن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراھن لانہ غیر متبرعٍ لتخلیص ملکہ بخلاف الاجنبی بما ادّی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین اقلّ فبالزائد متبرع

وان اقل فلا جبر در لکن استشکله الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف فلذا لم یصرح علیہ فی متنہ مع کمال متابعتہ للدرد
فتدبر اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اوسکے قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا پہر معیر نے جو دین ادا کیا وہ راہن سے پہر لیگا اسواسطے کہ معیر
متبرع نہین ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین مین متبرع ہے رجوع معیر اوس شرط پر ہی کہ دین
برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اوسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اسقدر کا رجوع نہوگا اور اگر دین کم ہے قیمت سے تو
مرتہن پر جبر نہین تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادائے زائد کے تبرع ہونے مین زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہی اور مصنف نے اوس اشکال کو ثابت رکہا ہی اپنی شرح
مین تو اسیواسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہین کی یعنی اپنی متن مین اوسکو ذکر نہین کیا باوجود کمال متابعت درر کے سو اسکو تامل کر یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن مین
درر کی کمال متابعت کرتا ہی لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب سے اونکو متن کے اندر داخل نہین کیا ہم تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یون بیان کیا ہی کہ یہہ مشکل
ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہین ہو سکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر ٹہہرا اور یہہ اسواسطے ہی کہ غرض معیر تخلیص سے یہہ ہی کہ اوس سے منتفع ہو
اور یہہ حاصل نہین ہو سکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادای کل دین کذا فی الحلبی طحطاوی نے حموی
اور شرح قدوری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہاہے کہ مصنف پر اوسکی تصریح واجب تہی من شاء فلیرجع الیہ ولو هلك الرهن المستعار
مع الراهن قبل رهنه او بعد فكه لم يضمن وان استخدمه او ركبه ونحو ذلك من قبل لانه امين خالف ثم
عاد الى الوفاق فلا يضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا راہن کے پاس رہن رکہنے سی پہلے یا بعد فک رہن کے تو
راہن پر اوسکا تاوان نہین اگرچہ قبل اسکے مستعار سے اوسنے خدمت لی ہو یا اوسپر سواری کی ہو اور مانند اوسکی اور استعمال کیا ہو اسلئے کہ راہن امین ہی جسنے
مالک کی مخالفت کے بعد اوسکی پہر موافقت کی تو اس موافقت بعد المخالفہ سے اوسپر ضمان لازم نہوگا برخلاف امام شافعی کے لکن فی الشرنبلالیۃ
عن العمادیۃ المستاجر او المستعیر اذا خالف ثم عاد الى الوفاق لا یبرأ عن الضمان على ما عليه الفتوى انتهى لیکن
شرنبلالیہ مین عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونون مالک کی مخالفت کرین بعد اسکے پہر موافقت کرین تو پہر وا حد تاوان سے بری الذمہ نہوگا
بموجب اوس قول کے جسپر فتوی ہی انتہی مافی الشرنبلالیۃ بقی لو اختلفا فالقول للراهن لانه ینكر الايفاء بماله باقی رہا یہہ مسئلہ کہ اگر معیر اور
مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کیوقت مین تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطےکہ وہ اپنے ایفاء مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان
کا منکر ہی ہم صورت اختلاف یہہ ہی کہ معیر کہتا ہی کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہی بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فک رہن تلف
ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہہ ہے کہ مجہپر ضمان واجب نہو ولو اختلفا فی قدر ما امر
بالرهن به فالقول للمعير هدايه اور اگر دونون نے اختلاف کیا اوس مقدار مین جسقدر پر رہن رکہنے کا معیر نے امر کیا تہا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا
فی الہدایہ ہم یعنی مقدار دین مین اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہی تا مستعیر پر تلف ہو جانے کیوقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر اقل دین کا دعوی
کرتا ہو اختلفا فی الدين والقيمة بعد الهلاك فالقول للمرتهن فی قدر الدين وقيمة الرهن شرح تکمله اور اگر راہن اور مرتہن نے
مقدار دین اور قیمت مرہون مین اختلاف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون مین معتبر ہے کذا فی شرح التکملہ
ولو مات مستعيره مفلسا مديونا فالرهن باق على حاله فلا يباع الا برضى المعير لانه ملكه اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا
تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو مرہون بیچا نجاویگا مگر معیر کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہی ولو اراد المعير
بيعه وابى المرتهن البيع بيع بغير رضاه ان كان به اى بالرهن وفاء والا لا يباع الا برضاه اور اگر معیر بیع مرہون کا ارادہ کرے اور
مرتہن بیع نمانے تو وہ بیچا جاویگا بدون اوسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا ہو جاوے اور اگر دین ادا نہو تو اوسکی بیع نہو گی
بلا رضامندی مرتہن کے ولو مات المعير مفلسا وعليه دين امر الراهن بقضاء دينه لنفسه ويرد الرهن ليصل كل ذی حق حقه

ہو اگر معیر مر جاے مفلس ہوکر اور اوسپر دین ہو تو راہن پر امر کیا جاے اپنے ذاتی دین کے ادا کرنیکا اور مرہون مستعار پھیر دیا جاے تاکہ ہر حقدار اپنے حق کو پہنچے وَاِنْ عَجَزَ لِفَقْرِہٖ فَالرَّهْنُ عَلٰى حَالِهٖ كَمَا لَوْ كَانَ الْمُعِيْرُ حَيًّا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہوا اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب سے تو رہن باقی ہے اپنی حالت پر چنانچہ اگر معیر زندہ ہوا اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہیگا وَلِوَرَثَتِهٖ اى وَرَثَةِ الْمُعِيْرِ اَخْذُهٗ اى الرَّهْنِ بَعْدَ قَضَاءِ دَيْنِهٖ كَمُوَرِّثِهِمْ اور معیر کے وارثونکو مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے مورث کی مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کرین تو مرہون پر قبضہ کرین فَاِنْ طَلَبَ غُرَمَاءُ الْمُعِيْرِ مِنْ وَرَثَتِهٖ بَيْعَهٗ فَاِنْ بِهٖ وَفَاءٌ بِيْعَ وَاِلَّا فَلَا يُبَاعُ اِلَّا بِرِضَى الْمُرْتَهِنِ كَمَا مَرَّ لَمَامَرَّ پھر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثون سے مرہون مستعار کی بیع طلب کرین تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جاے تو وہ بیچا جاویگا اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جاے مگر مرتہن کی رضامندی سے چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ ہم منح الغفار مین ہے اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہونکو کفایت نکرے تو بدون اونکی رضامندی کے بیع درست نہین اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدون اونکی رضامندی کے بسبب پہنچ جانے اونکے حق کے اور اسیطرحکا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مر جاے کذا فی الطحطاوی وَاعْلَمْ اَنَّ جِنَايَةَ الرَّاهِنِ عَلَى الرَّهْنِ كُلًّا اَوْ بَعْضًا مَضْمُوْنَةٌ اور یہ معلوم کر کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی تاوان اوسکا راہن پر واجب ہے ھم یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کرڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا اسلئے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اوسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق مین كَجِنَايَةِ الْمُرْتَهِنِ عَلَيْهِ جیسی جنایت مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا وَيَسْقُطُ مِنْ دَيْنِهٖ اى دَيْنِ الْمُرْتَهِنِ بِقَدْرِهَا اى الْجِنَايَةِ لِاَنَّهٗ اَتْلَفَ مِلْكَ غَيْرِهٖ فَلَزِمَهٗ ضَمَانُهٗ وَاِذَا لَزِمَهٗ وَقَدْ حَلَّ الدَّيْنُ سَقَطَ بِقَدْرِهٖ وَلَزِمَهُ الْبَاقِىْ بِالْاِتْلَافِ لَا بِالرَّهْنِ اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاویگا اسواسطےکہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگیا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور دین موجل نہین ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اوسکی اور باقی مرتہن پر لازم ہوگا مرہون کے تلف کرڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے ھم مرتہن کو باقی لازم ہوا اسواسطےکہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے اور مرتہن پر اوسکا ضمان تلف کرڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اوسکو تلف کرے اور اوسپر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر وَهٰذَا لَوِ الدَّيْنُ مِنْ جِنْسِ الضَّمَانِ وَاِلَّا لَمْ يَسْقُطْ مِنْهُ شَىْءٌ وَالْجِنَايَةُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ اور یہہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اوسوقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے ہو یعنے دراہم اور دنانیر ہوا ور اگر اوسکی جنس سے نہو چنانچہ مکیل ہو تو دین سے کچھہ ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قایم رہیگی وَلِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَسْتَوْفِىَ دَيْنَهٗ اور مرتہن کو درست ہے کہ اپنا دین پورا بھرلے لٰكِنْ لَوْ اَعْوَرَ عَيْنَهٗ يَسْقُطُ نِصْفُ دَيْنِهٖ قہستانی وبرجندی لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھہ پھوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین ساقط ہوگا کذا فی القہستانی والبرجندی ھم یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کی برابر ہو اسواسطےکہ آنکھہ مقدر بنصف دیت ہے اور غلام کی دیت اوسکی قیمت ہے اور اگر مرہون جانور ہو تو اوسکی آنکھہ پھوڑنے سے ربع دین ساقط ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط نصف دین کی وجہ ظاہر نہین ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وَجِنَايَةُ الرَّهْنِ عَلَيْهِمَا اى الرَّاهِنِ وَالْمُرْتَهِنِ وَعَلٰى مَالِهِمَا هَدَرٌ بَاطِلٌ اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر اور اُن دونون کے مال پر ہدر یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہین اِذَا كَانَتِ الْجِنَايَةُ غَيْرَ مُوْجِبَةٍ لِلْقِصَاصِ فِى النَّفْسِ دُوْنَ الْاَطْرَافِ اِذْ لَا قَوَدَ بَيْنَ طَرَفَىْ عَبْدٍ وَحُرٍّ جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ جنایت قصاص نفس کی موجب نہو سواے اطراف کے اسواسطےکہ غلام اور آزاد کے ہاتھہ پانون وغیرہ اطراف مین قصاص نہین ھم یعنی غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف مین تو قصاص ہی نہین ہے وَاِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً لِلْقِصَاصِ فَمُعْتَبَرَةٌ فَيُقْتَصُّ مِنْهُ وَيَبْطُلُ الدَّيْنُ خانیہ وعبارۃ القہستانی وشرح المجمع يَبْطُلُ الرَّهْنُ اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد مین غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیہ اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہہ ہے کہ رہن باطل ہوجاویگا ھم بطلان دین کی وجہ یہہ ہے کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفا دین باقی نرہا اور ظاہرا

بطلان دین اور بطلان رہن مین کچھ خلاف نہین کذا فی الطحطاوی وجنایته ای الرهن علی ابن الراهن او علی ابن المرتهن فانها معتبرة فی الصحیح حتی یدفع بها او یفدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ هو اجنبی لتباین الاملاک وذلیعنی مسی
جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح مین تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اوسکا فدیہ دیا جاوی
اور اگر جنایت مرہون کی مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اوسکی جنایت معتبر ہے فرزند راہن اور مرتہن پر جنایت
اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے تباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رهن عبدا یساوی الفا بالف موجل فرجعت قیمته
الی مائة فقتله رجل وغرم مائة وحل الاجل فالمرتهن یقبضها ای المائة قضاء لحقه ولا یرجع علی الراهن بشیء لکونه بلا قتل
ولا اصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا وید المرتهن ید الاستیفاء فیصیر
مستوفیا للکل من الابتداء اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کی برابر ہے ہزار درم موجل پر رہن رکھا پھر اوسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہو گئی پھر اوسکو
ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آپہنچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنا ادا حق کے سبب سے یعنی ادای بعض حق
سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل مین راہن پر کوئی چیز لازم نہین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب
نہین برخلاف نقصان عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہی تو وہ تمام دین کا پانیوالا ٹھہر گیا ابتدا ہی رہن سے دلوما.
اسے العبد المذکور بمائة بامر الراهن قبض المائة قضاء لحقه ورجع بتسعمائة لانه لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعه
بمائة کان الباقی فی ذمته کانه استرده وباعه بنفسه اور اگر مرتہن نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن
قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ جب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اوسکو سو درم کے ساتھ
بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم پر راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون پھیر لیا مرتہن سے اور اوسکو بذات خود
بیچا الاول ولو قتله عبد قیمته مائة فدفع به افتکه الراهن وجوبا بکل الدین وهو الاول لانه قیام الثانی مقام الاول لحما ودما وقال
محمد ان شاء افتکه بکل دینه او ترکه علی المرتهن بدینه وهو المختار کما فی الشرنبلالیة عن المواهب لکن عامة المتون
والشروح علی الاول اور اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اوس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے
دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو تمام دین یعنی ہزار درم دیکر رہن سے چھڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون مین
یعنے آدمی ہونے مین دو نو برابر ہین اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اوسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اوسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اوسکی دین کے
بدلے اور یہی قول محمد کا مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کی متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہین فان جنی
ترک التفریع اولی الرهن خطأ فداه المرتهن لانه ملکه ولم یرجع علی الراهن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اسکا
فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اوسکی ملک ہے اور مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فا تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ سابقہ
سے متفرع نہین ہم تسلیل ملک مرتہن غیر ظاہر ہے تو اگر شارح یون کہتا لان الجنایة حصلت فی ضمانه تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے
ضمان مین اسواسطے کہ ضمان جنایت کا مرتہن پر ہے اور غلام مرہون بالکل اوسکی ضمان مین ہے اور اوسکا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدر
ولا یملك ان یدفعه الی ولی الجنایة لانه لا یملك التملیك اور مرتہن مالک نہین غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک
وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہین فان ابی المرتهن من الفداء دفعه الراهن ان شاء او فداه وسقط الدین بکل
منهما لو اقل من قیمة الدین او مساویا ولو اکثر یسقط قدر قیمة العبد فقط ولا یسقط الباقی پھر اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار
کیا تو راہن وہی غلام قاتل کو اگر چاہے یا اوسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونو صورتون یعنی دفع اور فدیہ مین ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو مرہون کی

قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استھلک مالا یستغرق رقبتہ فدی المرتھن فان ابی باعہ الراھن او فداہ اور اگر مملوک مرہون تلف کرے اوس قدر کو جو اوسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دیگا اگر وہ فدیہ دے تو راہن اوسکو بیچڈالے یا اوسکا فدیہ دے ھ اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اوسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور در صورت انکار مرتہن اگر راہن اسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہو اوسکا دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل موہی اور عالمگیریہ میں ہے ولو قتل ولد الرھن انسانا او استھلک مالا دفعہ الراھن وخرج عن الرھن او فداہ ویبقی رھنا مع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اوسکو دیڈالے اور وہ رہن سے خارج ہوگیا یا راہن اوسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے ساتھ واما جنایۃ الدابۃ فھدر ویصیر کانہ ھلک بآفۃ سماویۃ وتمامہ فی الخانیۃ اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر جانور جانور کو مارڈالے یا مال تلف کرے تو اوسکا ضمان نہین اور اوسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان فتاوی قاضیخان مین ہے مات الراھن باع وصیہ رھنہ باذن مرتھنہ وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مرگیا تو اوسکا وصی اوسکے مرہون کو بیع کرے اوسکو مرتہن کے اذن سے اور اوسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی نصب القاضی لہ وصیا وامرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اوسکو بیع مرہون اور ادائی دین راہن کا امر کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رکھے جبکہ وہ عاجز ہون اپنی کام مین وھذا لو ورثتہ صغارا فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیھم تخلیصہ جوھرۃ اور یہ یعنی بیع وصی کی اوسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر یا نابالغ ہون سو اگر وہ بالغ جوان ہون تو وہ میت کے خلیفہ ہین مال مین تو اونپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے رھن الوصی بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غریم من غرمائہ توقف علی رضی البقیۃ ولھم ردہ فان قضی دینھم قبل الرد نفذ ولو اتحد الغریم جاز وبیع فی دینہ وصی نے بعض ترکہ رہن رکھا اوس دین کے لئے جو میت پر ہے ایک دائن کے پاس منجملہ اور دین والون کے تو رہن موقوف رہیگا باقیونکی رضامندی پر اور اونکو رہن کا پھیر ڈالنا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی لوگونکا دین ادا کر دیا رد کرنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاویگا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیچا جاویگا ادائی دین کیواسطے وفی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرھن بموت الراھن ولا بموت المرتھن ولا بموتھما ویبقی الرھن رھنا عند الورثۃ اور مصنف کی کتاب معین المفتی مین ہے کہ رہن باطل نہین ہو جاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مرجانے سے اور مرہون رہن رہتا ہے وارثون کے پاس ھ اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم مقام ہین اور اگر وارث نہین تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل متفرقۃ

یعنی یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ مین رھن عصیرا قیمتہ عشرۃ بعشرۃ فتخمر ثم تخلل وھو یساوی العشرۃ فھو رھن بعشرۃ کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کی برابر ہے تو وہ دس درم پر مرہون ہے جیساکہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا ھ لائق یون تھا کہ رہن باطل ہو جاتا اسواسطے کہ خمر ہوجانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ ہو جانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہوجاے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہین سرکہ ہوجانیکے احتمال سے پھر جب سرکہ بنگیا تو عارض زائل ہوگیا ثابت ہوئیسے پہلی تو گویا اوسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدر والحموی ثم المعتبر فیہ فی الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ علی ما افادہ ابن الکمال پھر اوسمین یعنی اوس شیرہ مین جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اوسکی زیادت اور نقصان مین مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اوسکو بیان کیا ہے ھ کمی بیشی مین مقدار کا اعتبار ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہین کیونکہ دونون کیلی ہین یا وزنی اور کیلی وزنی مین نسبت کا نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وعلیہ فان انتقص شیء من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار

کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اوسکے ساقط ہوگا اور اگر کم نہوگا تو دین بہی ساقط نہوگا ولو رَهَن شاةً قيمتُها عشرةٌ

بعشرةٍ هذا قيدٌ لابُدّ منه لانّه لو كانت قيمتُها اكثرَ من الدين يكون الجلدُ ايضًا بعضُه امانةً بحسابه فتنبّه فماتت بلا ذبحٍ فدُبِغَ

جلدُها بما لا قيمةَ له فلولَه قيمةٌ ثبت للمرتهن حقُّ حبسِه بما زاد دباغةً وهل يَبطُل قولانِ وهو اى الجلدُ يُساوى درهمًا

فهو رَهْنٌ به اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درم ہے دس درم پر رہن رکھی پہر وہ بدون ذبح کرنیکے مرگئی سو اوسکے کہال کی بے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا

آفتاب کی دہوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کہال ایک درم کی ہے تو وہ ایکدرم پر رہن ٹہہریگی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا ضروری ہے

اسواسطے کہ اگر اوسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچہ کہال بہی مرتہن کے پاس امانت ٹہہریگی اوسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس

درہم ہے اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہے اور کہال ایکدرم کی ہے تو کہال نصف درم پر رہن ہوگی انتہے پہر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت

سے اوسکی قیمت زیادہ ہوجاویگی اوسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں اسمیں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رہن

باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک صحیح ہم بلا ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہوکر مریگی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلافِ ما اذا

ماتتِ الشاةُ المبيعةُ قبلَ القبضِ فدُبِغَ جلدُها حيثُ لا يعودُ البيعُ بقدرِه على المشهورِ والفرقُ انّ الرهنَ يتقرّرُ بالهلاكِ

والبيعَ قبلَ القبضِ ينفسخُ به برخلاف اوس صورت کے کہ بکی بکری قبض مشتری سے پہلے مرگئی پہر اوسکی کہال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہوگا بقدر

کہال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہوجاتا ہی ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہوجاتی ہی مبیع کے تلف ہوجانے

سے ولو ابقَ عبدُ الرهنِ وجُعِلَ العبدُ بالدينِ ثم عاد يعودُ الدينُ والرهنُ خلافًا لزفر اور اگر مرہونہ غلام بہاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام

مذکور دین کے بدلے ٹہہرایا گیا بعد اسکے غلام پہر آیا تو دین اور رہن پہر ثابت ہوگیا برخلاف زفر کے ونماءُ الرهنِ كالولدِ والثمرِ واللبنِ والصوفِ

والوبرِ والارباحِ ونحوِ ذلك للراهنِ لتولّدِه من ملكِه اور مرہون کی بڑہوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسے بچہ اور پہل اور دودہ

اور اون اور روئیں اور نفع اور مانند اوسکی وہ راہن کی ملک ہی بسبب اوسکے پیدا ہونیکے راہن کی مملوک چیز سے وهو رهنٌ مع الاصلِ تبعًا له اور وہ اصل

مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلافِ ما هو بدلٌ عن المنفعةِ كالكسبِ والاجرةِ وكذا الهبةُ والصدقةُ فانّها غيرُ

داخلةٍ فى الرهنِ وتكونُ للراهنِ الاصلُ انّ كلّ ما يتولّدُ من عينِ الرهنِ يسرى اليه حكمُ الرهنِ وما لا فلا مجمع الفتاوى برخلاف

اوس بڑہوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلا ہی جیسا کہ کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہی

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہی اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت

نہیں کرتا فاذا هلكَ النماءُ المذكورُ هلكَ مجانًا لانّه لم يدخلْ تحتَ العقدِ مقصودًا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہوجاے مرتہن کے پاس تو

اوکا تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اوسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے واذا بقى النماءُ اى ولو

حكمًا بان اكلَ بالاذنِ فانّه لا يسقطُ حصّةُ ما اكلَ منه فيرجعُ به على الراهنِ كما اذا هلكَ الاصلُ بعدَ الاكلِ فانّه يُقسَّمُ

الدينُ على قيمتِهما قهستانى ذكره بقوله اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃً باقی نہو بلکہ حکمًا باقی رہی اسطرحپر کہ کہایا جاے راہن کے

اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اوسکو پہر لیگا راہن سے جیسا کہ جب اصل مرہون تلف ہوجاے کہانیکے بعد تو

دین قسمت کیا جائیگا دونوں یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اوسکو اپنے قول آیندہ میں ذکر کیا ہے ہم زیلعی میں ہے کہ

اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کہانیکا اذن دیا سو اوسنے کہایا تو اوسپر ضمان نہیں اور اوسکا دین کچہ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین

مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر سو جسقدر اصل کو پہونچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر زیادت ماکولہ کو پہونچیگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف

زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اوسکو لیا اور تلف کیا کذا فی الطحطاوی ملخصًا بعدَ هلاكِ الاصلِ

فَکَّ بِحِصَّتِهٖ مِنَ الدَّیْنِ لِاَنَّهٗ صَارَ مَقْصُوْدًا بِالْفِکَاکِ وَالتَّبَعُ یُقَابِلُهٗ شَیْءٌ اِذَا کَانَ مَقْصُوْدًا یعنی جبکہ زیادت متولدہ باقی رہے
بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کرنیکے سبب سے اور
تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے وَحِیْنَئِذٍ یُقْسَمُ الدَّیْنُ عَلٰی قِیْمَتِهٖ یَوْمَ الْفِکَاکِ وَقِیْمَةِ الْاَصْلِ یَوْمَ الْقَبْضِ وَ
یَسْقُطُ مِنَ الدَّیْنِ حِصَّةُ الْاَصْلِ وَفَکَّ النَّمَاءُ بِحِصَّتِهٖ کَمَا لَوْکَانَ الدَّیْنُ عَشَرَةً وَقِیْمَةُ الْاَصْلِ یَوْمَ الْقَبْضِ عَشَرَةً وَقِیْمَةُ النَّمَاءِ
یَوْمَ الْفِکَاکِ خَمْسَةً فَثُلُثَا الْعَشَرَةِ حِصَّةُ الْاَصْلِ فَیَسْقُطُ وَتَثْبُتُ الْعَشَرَةِ حِصَّةُ النَّمَاءِ فَیُفَکُّ بِهٖ اور اسوقت مین دین قسمت کیا جائیگا
زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاصی رہن کے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے
حصہ کے چنانچہ اگر دین دس درم ہوا اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درم تہی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تہی تو دس کے
دو تہائیان یعنی چہہ کسر زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادت مذکورہ کا
فک رہن کیا جائیگا وَلَوْ اَذِنَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ فِیْ اَکْلِ الزَّوَائِدِ اَیْ اَکْلِ زَوَائِدِ الرَّهْنِ بِاَنْ قَالَ لَهٗ مَهْمَا زَادَ فَکُلْهُ فَاَکَلَهَا ظَاهِرُهٗ یَعُمُّ
اَکْلَ ثَمَنِهَا وَبِهٖ اَفْتَی الْمُصَنِّفُ قَالَ اِلَّا اَنْ یُوْجَدَ نَقْلٌ مُخَصِّصٌ یُخَصِّصُ حَقِیْقَةَ الْاَکْلِ فَیُتَّبَعُ فَلَا ضَمَانَ عَلَیْهِ اَیْ عَلَی الْمُرْتَهِنِ لِاَنَّهٗ اَتْلَفَهٗ بِاِذْنِ الْمَالِکِ
اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کہانے مین اسطرح کہ راہن نے مرتہن سے کہاکہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پہل یا حیوان کا دودہ تو اوسکو کہا
سو مرتہن نے اوسکو کہایا تو مرتہن پر اوسکا تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے مالک کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بہی شامل
ہے یعنی خواہ پہل یا دودہ کہاوے یا اوسکو بیچکر اوسکا ثمن کہاوے اور اسیکا فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مصنف نے کہا مگر یہہ کہ کتب فقہ مین کوئی نقل
مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اوسکا اتباع کیا جاوے یعنی تو درصورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا وَالْاِطْلَاقُ یَجُوْزُ
تَعْلِیْقُهٗ بِالشَّرْطِ وَالْخَطَرِ بِخِلَافِ التَّمْلِیْکِ اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے هم یعنی جب راہن نے مرتہن
کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہہ اباحت ہے تملیک نہین ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے
زیادہ پیدا ہو یعنی پہل یا دودہ اوسکو تو کہا درست اور جائز ہے وَلَا یَسْقُطُ شَیْءٌ مِنَ الدَّیْنِ اور ساقط نہوگا مرتہن کے دین سے کچہہ باباحت اکل کے
قَالَ فِی الْجَوَاهِرِ رَجُلٌ رَهَنَ دَارًا وَاَبَاحَ السُّکْنٰی لِلْمُرْتَهِنِ فَوَقَعَ بِسُکْنَاهُ خَلَلٌ وَخَرِبَ الْبَعْضُ لَا یَسْقُطُ شَیْءٌ مِنَ الدَّیْنِ لِاَنَّهٗ لَمَّا اَبَاحَ
لَهُ السُّکْنٰی اَخَذَ حُکْمَ الْعَارِیَةِ حَتّٰی لَوْ اَرَادَ مَنْعَهٗ کَانَ لَهٗ ذٰلِکَ جواہر اخلاطی مین کہاکہ ایکمرد نے گہر رہن رکہا اور مرتہن کو اوسکا اندر رہنا مباح کردیا سو
اوسکو رہنے سے خلل پڑگیا اور کچہہ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچہہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو مرہون نے
عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اوسکا اختیار ہے هم اسمین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع
لینا باذن راہن درست ہے یا نہین سو بعضے فقہا اسکو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود اور بیاج ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ زیلعی اور جواہر
اور قنیہ اور خانیہ مین اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہاکہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وَفِی الْمُضْمَرَاتِ وَلَوْ رَهَنَ
شَاةً فَقَالَ لَهُ الرَّاهِنُ کُلْ وَلَدَهَا وَاشْرَبْ لَبَنَهَا فَلَا ضَمَانَ عَلَیْهِ وَکَذَا لَوْ اَذِنَ لَهٗ فِیْ ثَمَرَةِ الْبُسْتَانِ فَصَارَ اَکْلُهٗ کَاَکْلِ الرَّاهِنِ ثُمَّ
نَقَلَ عَنِ التَّهْذِیْبِ اَنَّهٗ یُکْرَهُ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ یَنْتَفِعَ بِالرَّهْنِ وَاِنْ اَذِنَ لَهُ الرَّاهِنُ قَالَ الْمُصَنِّفُ وَعَلَیْهِ یُحْمَلُ مَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْلَمَ مِنْ اَنَّهٗ
لَا یَحِلُّ لِلْمُرْتَهِنِ ذٰلِکَ وَلَوْ بِالْاِذْنِ لِاَنَّهٗ رِبًوا قُلْتُ وَتَعْلِیْلُهٗ یُفِیْدُ اَنَّهَا تَحْرِیْمِیَّةٌ فَتَأَمَّلْهُ اور مضمرات مین ہے اور اگر بکری گرو رکہی سو مرتہن سے راہن
نے کہاکہ اس بکری کا بچہ کہا اور اسکا دودہ پی تو مرتہن پر تاوان نہین اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پہلو نمین اذن دیا تو مرتہن کا کہانا راہن کے کہانے
کی برابر ہوا پہر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اوسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہو مصنف نے شرح مین
کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے یہہ منقول ہے کہ مرتہن کو یہہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہہ بیاج ہے مین کہتا ہون اور تعلیل اسکی

اسکے نصیب ہو کہ مقرر کراہت تحریمی سے سوا اسمین تامل کرو وان لم یفتک الراہن الرہن بل بقی عند المرتہن علی حالہ حتی ہلک الرہن فی ید المرتہن قسم الدین علی قیمۃ النماء ای الزیادۃ التی اکلہا المرتہن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادۃ اخذہ المرتہن من الراہن کما فی الہدایۃ والکافی والخانیہ وغیرہا اور اگر راہن نے مرہون چھوڑا یا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہانتک کہ مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ مین تو دین بانٹا جاویگا اور زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کہا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پونہچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر دین زیادت کو پونہچیگا اوسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہے ہم اخذ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب مثلاً راہن کے اذن سے راہن کے شرب کی برابر ہے توجیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہین ہوتا ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہوا کذا فی الخانیہ وفی الجواہر الاصل ان الاتلاف باذن الراہن کاتلاف الراہن بنفسہ للتسلیط اور جواہر مین ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنیکی برابر ہے بسبب تسلیط کرنیکے راہن کے وفیہا اباح للمرتہن نفعہ ہل للمرتہن ان یوجرہ قال لا قیل فلو اجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لمن قال للراہن قال لہ ان اجرہ بلا اذن وان باذنہ فللمالک وبطل الرہن اور اوسی کتاب مین ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہے پہر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اوسکی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہے اگر اوسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اوسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہے اور اسصورت مین رہن باطل ہوگا وفیہا رہن کرما وسلمہ المرتہن ثم دفعہ للراہن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لایبطل الرہن اور اوسی کتاب مین ہے کہ باغ رہن رکہا اور مرتہن کو تسلیم کیا پہر مرتہن نے راہن کو باغ دیا تا اوسکو سینچے اور اوسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم فقبض المرتہن الثمن ان ثمرۃ حصل بعد البیع فللمشتری وان قبلہ فللراہن ان قضی دین المرتہن ولا یکون رہنا ویجعل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانہا تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکہا اور اوسکا پہل مباح کر دیا مرتہن کو پہر راہن نے باغ بیچڈالا سو مرتہن نے اوسکی ثمن پر قبضہ کیا اگر اوسکا پہل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پہل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پہل رہن رہیگا یعنے ثمن مقبوض کے ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے برخلاف اوس صورت کے کہ مرتہن پہل کہا گیا اسواسطے کہ اوسنے مباح کو کہایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کہا جانیکے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیہا زرع المرتہن ارض الرہن ان ابیح لہ الانتفاع لایجب شیء وان لم یبح لزمہ نقصان الارض وضمان الماء لو من قناۃ مملوکۃ فلیحفظ اور اوسی کتاب مین ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اوسکو واسطے انتفاع مباح ہی تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو تو اسکو یاد رکہنا چاہیے زرعہا الراہن او غرسہا باذن المرتہن ینبغی ان تبقی رہنا ولا یبطل الرہن فتنبہ زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہے کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہین مگر در حکم ضمان باطل ہے یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ استحق الرہن لیس للمرتہن طلب غیرہ مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجای اوسکی اور چیز طلب کرے رہن رکہنے کیواسطے استحق بعضہ ان شائعا یبطل الرہن فیما بقی وان مفرزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ہلکہ بحصتہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہے تو باقی مین بہی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی مین رہن باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اوسکا تلف ہوجانا بقدر اوسکے حصہ کے ہوگا اجر دارہ لغیرہ ثم رہنہا منہ صح وبطلت الاجارۃ اپنا گہر غیر شخص کو اجارہ دیا پہر اوسکو اوسی مستاجر کے پاس رہن رکہا تو رہن صحیح ہے اور اجارہ باطل ہوگا ولو ارتہن ثم اجرہا من راہنہ

فالاجارة باطلة اور اگر راہن نے کہا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے ابق الرهن سقط الدين كهلاكه فان عاد سقط بحساب نقصان الاباق عيب حدث فيه مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہو گیا اور وہ ہلاک ہو جائیگی مانند بعد اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہو گیا بقدر اوسکے نقصان کے اسلئے کہ بھاگنا عیب ہی ہوا جسمین اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزيادة الضمنية ذكر الزيادة القصدية فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اوسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزيادة في الرهن تصح اور زیادہ کر دینا مرہون مین صحیح ہے ش مثلا دس درہم کا کپڑا دس درہم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونون کپڑے دس درہم پر رہن ہو گئے وتعتبر قيمتها يوم القبض ايضا اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفي الدين لا تصح خلافا للثاني اور دین مین زیادہ کرنا صحیح نہیں بخلاف ابو یوسف کے ش زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلا دس درہم پر گرو رکھا پھر پانچ درہم مرتہن سے لیکر وہی کپڑا پندرہ درہم پر رہن کہدیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے كذا في المحيط والاصل ان الالحاق باصل العقد انما يتصور اذا كانت الزيادة في معقود به او عليه والزيادة في الدين ليست منهما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اسیوقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ مین مثلا ثمن بیع یا معقود علیہ مثلا مبیع مین ہو اور دین مین زیادہ کر دینا دونو قسم سے نہین ہے ش دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اوسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے کہ دین واجب تھا عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی كذا في المحيط فان رهن نسخ المتن والشرح بالفاء مع انه نبه في شرحه على انه انما عطفها بالواو لا بالفاء ليفيد انها مسئلة مستقلة لا فرع للاولى فتنبه عبدا بالف فدفع عبدا اخر رهنا مكان الاول وقيمة كل من العبدين الف فالاول رهن حتى يرده الى الراهن والمرتهن في الاخر امين حتى يجعله مكان الاول بان يرد الاول الى الراهن فحينئذ يصير الثاني مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار درہم پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا تا کہ پہلے کی جگہ ہو اور حالانکہ دونو غلام ہزار کی قیمت کا ہے تو پہلا غلام رہن ہی جبتک مرتہن راہن کو واپس نہ کر دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبضہ مین امین ہے یہانتک کہ دوسرے کو پہلے کی جگہ کرے اسطرح کہ اول غلام راہن کو پھیر دے تو اسوقت مین دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن و شرح کے نسخے متعدد بفاء ہین باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح مین آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسواسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفاء تا ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقلہ ہے مسئلہ اولے پر متفرع نہین ہے او ابرأ المرتهن الراهن عن الدين او وهبه منه ثم هلك الرهن في يد المرتهن هلك بغير شيء استحسانا لسقوط الدين الا اذا منعه من صاحبه فيصير غاصبا بمنعه مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اوسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا اور یہ استحسان ہے اسواسطے کہ دین ساقط ہو گیا مگر جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائیگا اپنے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہو گیا تو مرتہن پر تمام قیمت لازم آویگی ش صورت ابراء اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہی دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نرہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا ولو قبض المرتهن دينه كله او بعضه من راهنه او غيره متطوع او شرى المرتهن بالدين عينا او صالح عنه اي عن دينه على شيء لانه استيفاء او احال الراهن مرتهنه بدينه على اخر ثم هلك رهنه معه اي في يد المرتهن هلك بالدين اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اوسکے غیر سے جیسا کہ کسی احسان کرنیوالے سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خریدی یا راہن کے ساتھ کسی شی پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے نہ اسقاط یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہو گیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ش وجہ فرق ابراء اور استیفا مین یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین ساقط ہو جاتا ہے اور استیفا سے تلف دین ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قضاء دیون امثالها لا بانفسها پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو استیفاء اول یعنی استیفا بالقبض مرہون ثابت ہو گیا اور استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منتقض ہو گیا كذا في الكفاية والزيلعي والدرر ملخصا ويرد ما قبض الى من ادى في صورة الايفاء بالراهن او

مُتَفَرِّعٌ عَنْ بَيْعٍ أَوْ شِرَاءٍ أَوْ صُلْحٍ اور مرتہن پہیر دیوے وہ مال جو اوسنے لیا اوسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کیصورت مین یا خرید یا صلح کیصورت مین یعنی اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اوسکو پہیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اوسکو پہیر دے اسیطرح خرید اور صلح مین پہیر دینا واجب ہے تاکہ استیفا مکرر نہو جاے وَبَطَلَتِ الْحَوَالَةُ وَهَلَكَ الرَّهْنُ بِالدَّيْنِ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْإِبْرَاءِ بِطَرِيقِ الْأَدَاءِ هدايه اور حواله باطل ہوگیا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہین کرسکتا اور باوجود بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ درمعنی ابرا بطریق ادا کے ہے کذا فی الہدایہ هم یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ مین دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف منتقل ہوگیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ بمعنی ابرا کے ہے تو لائق یون تہا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے گویا مرتہن کا دین خود ادا کردیا کذا فی الطحطاوی والعینی ملتقطا وَمُفَادُهُ عَدَمُ بُطْلَانِ الصُّلْحِ وَأَنَّ الدَّيْنَ لَيْسَ بِأَكْثَرَ مِنْ قِيمَةِ الرَّهْنِ وَإِلَّا فَيَنْبَغِي أَنْ لَا تَبْطُلَ الْحَوَالَةُ فِي قَدْرِ الزِّيَادَةِ قهستاني اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہین ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یون ہے کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار مین کذا فی القہستانی وَكَذَا أَيْ كَمَا يَهْلِكُ الرَّهْنُ بِالدَّيْنِ فِي الصُّوَرِ الْمَذْكُورَةِ يَهْلِكُ بِهِ أَيْضًا لَوْ تَصَادَقَا عَلَى أَنْ لَا دَيْنَ عَلَيْهِ ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ بِالدَّيْنِ لِتَوَهُّمِ وُجُوبِ الدَّيْنِ لِتَصَادُقِهِمَا عَلَى قِيَامِهِ فَتَكُونُ الْمُطَالَبَةُ بِهِ بَاقِيَةً بِخِلَافِ الْإِبْرَاءِ فَإِنَّهُ يُسْقِطُ الدَّيْنَ أَصْلًا اور اسیطرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفا کیصورت مذکورہ مین اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اسصورت مین بہی کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہین ہے پہر مرہون تلف ہوگیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونون یاد کرین اور قیام دین پر اتفاق کرین تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا برخلاف ابرا کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کردیتا ہے یعنی اوسمین وجوب دین کا توہم بہی باقی نہین رہتا هم تصادق نفی دین کیصورت مین توہم وجوب دین متصور ہے اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے برخلاف ابرا کہ اوسمین توہم وجوب بہی متصور نہین کذا فی الہدایہ وشروحہا كُلُّ حُكْمٍ عُرِفَ فِي الرَّهْنِ الصَّحِيحِ فَهُوَ الْحُكْمُ فِي الرَّهْنِ الْفَاسِدِ كَمَا فِي الْعِمَادِيَّةِ جو حکم کہ رہن صحیح مین معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد مین ثابت ہے کذا فی العمادیہ قَالَ وَذَكَرَ الْكَرْخِيُّ أَنَّ الْمَقْبُوضَ بِحُكْمِ الرَّهْنِ الْفَاسِدِ يَتَعَلَّقُ بِهِ الضَّمَانُ عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اوس سے تاوان متعلق ہے هم طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہہ ہے کہ تاوان اوس سے اصلا متعلق نہین والله اعلم وَفِيهَا أَيْضًا وَفِي كُلِّ مَوْضِعٍ كَانَ الرَّهْنُ مَالًا وَالْمُقَابَلُ بِهِ مَضْمُونًا إِلَّا أَنَّهُ فُقِدَ بَعْضُ شَرَائِطِ الْجَوَازِ كَرَهْنِ الْمُشَاعِ يَنْعَقِدُ الرَّهْنُ لِوُجُودِ شَرْطِ الِانْعِقَادِ لَكِنْ بِصِفَةِ الْفَسَادِ كَالْفَاسِدِ مِنَ الْبُيُوعِ اور یہہ بہی عمادیہ مین ہے اور جس مکان مین مرہون مال ہو اور اوسکا مقابل بہی مال مضمون ہو مگر یہہ کہ شرائط جواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کی مانند وَفِي كُلِّ مَوْضِعٍ لَمْ يَكُنِ الرَّهْنُ كَذَلِكَ أَيْ لَمْ يَكُنْ مَالًا وَلَمْ يَكُنِ الْمُقَابَلُ بِهِ مَضْمُونًا لَا يَنْعَقِدُ الرَّهْنُ أَصْلًا اور جس مقام مین مرہون ایسا نہو یعنی مال نہو جیسا کہ خون یا مردار یا آزاد ہو اور اسکا مقابل بہی مال مضمون نہو جیسا کہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا هم اسکو رہن باطل کہتے ہین وَحِينَئِذٍ فَإِذَا هَلَكَ هَلَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ بِخِلَافِ الْفَاسِدِ فَإِنَّهُ يَهْلِكُ بِالْأَقَلِّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنَ الدَّيْنِ اور اسوقت مین یعنی جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹہرا تو جب کہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگا تو رایگان تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد مین جبکہ مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی قیمت مرہون کی اگر کمتر ہے دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو دین لازم ہوگا وَمَنْ مَاتَ وَلَهُ غُرَمَاءُ فَالْمُرْتَهِنُ أَحَقُّ بِهِ كَمَا فِي الرَّهْنِ الصَّحِيحِ اور رہن فاسد کا جو راہن مریگا اور اوسکی چند قرضخواہ دینے والے ہین تو مرتہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح مین ہر مرتہن احق ہے ق س ۶ مسئلہ لمتہ شارح کا یہ قول المرتهن

بالملك كما حررناه في العارية معزيًا للوهبانية ایک مرہون کا بلا فک رہن دوسری بار رہن کہنا باطل ہے چنانچہ ہمنے اسکی کتاب العاریہ مین تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول کرکے ۵ رہن کا رہن باطل ہے خواہ راہن رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھیگا تو باطل نہوگا کذا في الطحطاوي وفي معاياتها قال ۵ واي رهين لا يرام انفكاكه + وتجنيه لوماتَ بالموت يُنشطر اور وہبانیہ کی پہیلیون مین کہا ہی اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب نہین یعنی اوسکا خلاص ہونا ممکن نہین اور کون قاتل ہے جسکا مقتول اگر مرجاے تو موت سے اوسکی دیت نصف ہوجاتی ہے ۵ سوال اول کا جواب یہہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالی نے فرمایا ۰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ مراد ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کا حشفہ قطع کرڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اوسپر نصف دیت واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہی کذا في الطحطاوي واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب +

كتابُ الجنايات

یہہ کتاب ہے جنایات کے مسائل مین مُناسبتہ ان الرهن لصيانة المال وحكم الجناية لصيانة الانفس والمال وسيلة للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہہ ہے کہ رہن مشروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانون کے محفوظ رہنے کے لئے اور مال وسیلہ ہی جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہی ذی الوسیلہ پر ۵ مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہین اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اوسکی خوبیان وہ ہین جو حدود کی خوبیان ہین اور سبب بھی اوسکا وہی ہی جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا في الطحطاوي ثم الجناية لغةً اسم لما يكتسب من الشر پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ جنایت لغت عرب مین بُری کام کرنیکا نام ہو ۵ جنایت مصدر ہی جمع اوسکی جنایات ہی حسب قاعدہ مصدر کی جمع نہین آتی لیکن یہان مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لانا اوسکا درست ہوا و شرعًا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقهاء الغصب والسرقة بما حل بمال والجناية بما حل بنفس واطراف اور شرع مین جنایت اوس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان مین واقع ہو تو اس تعریف مین چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہین لیکن فقیہون نے اپنی اصطلاح مین غصب اور سرقہ خاص کرلیا ہی اوس فعل حرام کے ساتھہ جو مال مین واقع ہو اور جنایت خاص کرلی ہی اوس فعل ممنوع کے ساتھہ جو جان اور اطراف یعنے ہاتھہ پانون ناک کان آنکھہ مین واقع ہو ۵ جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہین اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہین قتل عبارت ہے اوس فعل سے جو عبد کیطرف مضاف ہو اور زندگی اوسکے سبب سے زائل ہوجا اور زوال حیات بلا فعل عبد مسمی بموت ہے کذا في الزيلعي والشمني القتل الذي يتعلق به الاحكام الاٰتية من قود ودية وكفارة واثم وحرمان ارث خمسة والا فانواعه كثيرة كرجم وصلب وقتل حربي وہ قتل جسسے احکام آیندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہی پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہین چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا ۵ یعنی حصر قتل کا اقسام خمسہ مین باعتبار تعلق احکام آیندہ کی ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہان مقصود نہین اقسام خمسہ یہہ ہین قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجرای خطا قتل بالسبب الاول عمد وهو ان يتعمد ضربه اي ضرب الادمي في اي موضع من جسده بالة تفرق الاجزاء مثل سلاح ومثقل من حديد جوهرة ومحدد من خشب وزجاجة وحجر وابرة في مقتل برهان وليطة وقوله ونار عطف على محدد لانها تشق الجلد وتعمل عمل الذكوة حتى لو وضعت في المذبح فاحرقت العروق اكل يعني ان سال بها الدم والا لا كما في الكفاية قسم اول قتل عمد ــ وہ یہہ ہی کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاے کسی مقام مین اوسکے بدن سے بواسطہ اوس ہتہیار کے جو اوسکے اجزا بدنکو پہاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بھاری وزنی چیز لوہے کی کذا في جوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب نوکدار باڑ ہوالی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل مین کذا في البرہان اور چنانچہ بانس یا نرکل کا تیز چہلکا یا قصد قتل ہو آگ سے اسواسطے کہ آگ بھی کہال کو چہیلڈالتی ہی اور ذبح کا عمل کرتی ہی تو اگر آگ کو محل ذبح مین رکھے سو وہ رگونکو جلا دے

تو ذبیحہ ناکول ہوگا یعنی اگر آگ کی جلانیسے خون نکلے اور اگر خون نہ بہیگا تو کہانا اوسکا درست نہین کذا فی الکفایہ هم خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جسمین بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرای سلاح سے تفریق اجزا مین کذا فی اکثر المتون شرح طحطاوی مین کہا قتل عمد وہ ہے جسمین قصدا قتل ہو لوہے سے چنانچہ چہری اور تلوارسے یا جو چیز لوہے کی مانند ہو خواہ اوسمین حدت ہو کہ پہاڑ دے یا حدت نہو ولیکن کچلڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی باٹ یا قتل نیزے یا سوئی سے کو چکر ہو بشرطیکہ لوہے کا نام اوسپر واقع ہو خواہ غالبا اوس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ لوہا آثار مین منصوص ہے چنانچہ لاقود الا بالسیف وفی روایۃ لاقود الا بالسلاح وفی روایۃ لاقود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبر ہے اور اسیطرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیر پہاڑ سے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہین تو اگر وہ لوہیکا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہین تو عمد نہین چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور اسیطرح جس چیز مین حدت تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چہلکا اور حدت والا پتہر جو چیر پہاڑ دے یا مثل نیزہ کے ہو جیسا کہ چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزین تلوار کی سی عمل کرتی ہین تو یہ قتل عمد ہے انتہی فتاوی قاضی خان مین ہے کہ لوہے مین اور جو لوہے کے مشابہ ہے ظاہر روایۃ مین یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے مین زخم ہونا شرط نہین اور طحطاوی کی روایۃ امام سے یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہین انتہی تو بموجب ظاہر الروایۃ کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے مین بلاشک قصاص واجب ہی اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت پر بہی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل مین دو قول مین ایک وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلا قصاص نہین اسلیے کہ عادت مین اوس سے قتل کرنا مقصود نہین ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی مختصرا هم فتاوی قاضی خان مین اسمین عدم قصاص مذکور ہے واللہ اعلم قلت وفی شرح الوہبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا انتہی مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہی اوس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہی اور نہین تو قصاص نہین انتہی وفی البرہان وفی حبل بلا غیر محدد کالصنجۃ روایتان اظہرہما انہ عمد انتہی اور برہان مین ہی اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا باٹ اوسمین دو روایتین ہین دونون مین ظاہر تر روایت یہ ہی کہ وہ قتل عمد ہے وفی المجتبی وإحماء التنور یکفی للقود وإن لم یکن فیہا نار اور مجتبی مین ہی کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کیواسطے کفایت کرتا ہی اگرچہ اوسمین آگ موجود نہو ۔ هم منح الغفار مین ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اوسمین گرا دیا یا ایسی جلتی آگ مین ڈالدیا کہ اوسمین سے نکل نہین سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خانیہ مین ہے خواہ وہ شخص اوسیدن مرجاے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اور اگر چلتا پہرتا رہیگا اور پہر مرگیا تو قاتل پر قصاص نہین وفی معین المفتی للمصنف الإبرۃ إذا أصابت المقتل ففیہ القود وإلا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب مین ہے کہ سوئی جب محل قتل مین لگجاے تو اوسمین قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین ہے سوئی کے قتل سے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے وقالا والثلاثۃ ضربہ قصدا بما لا تطیقہ البنیۃ کخشب عظیم عمد اور صاحبین اور تینون اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصدا مارنا اوس چیز سے جسکے ضرب اوٹہانے کی بدن انسانی کو طاقت نہین چنانچہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے هم امام کے نزدیک یہ قتل عمد نہین بلکہ شبہ عمد ہی چنانچہ آگے معلوم ہوگا وموجبہ الإثم فإن حرمتہ أشد من حرمۃ إجراء کلمۃ الکفر لجوازہ للمکرہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہی اسواسطے کہ اوسکا حرام ہونا سخت تر ہی کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہی اور قتل کرنا مکرہ کو بہی درست نہین هم حرمت قتل عمد مؤمن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہی قال اللہ تعالی ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الآیہ یعنی فرمایا حق تعالی نے کہ جو شخص مسلمان کو قصدا قتل کرے تو اوسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق مین نصیحت کیواسطے کافی ہے اور احادیث تو اسمین بہت ثابت ہین ازانجملہ ترمذی اور نسائی مین عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہی مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی مین ابو سعید خدری اور ابوہریرہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون مین شریک ہون تو اللہ تعالی انکو منہ کے بل آگ مین ڈالدے اور نسائی کی حدیث مرفوع ہے کہ ہر گناہ مین مغفرت کی امید ہی مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ مین ابوہریرہ سے روایت ہی کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر ادہی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور اوسکی دونون آنکھون کے بیچ مین لکہا ہوگا کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بہی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغیر حق آمین وَمُوجِبُہٗ القَوَدُ عَیناً اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بلا لزوم مال ھ امام شافعی کے نزدیک قتل عمد مین قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خونبہا لینے مین مختار ہے اور ہماری دلیل یہہ آیت ہے (کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِصَاصُ فِی الۡقَتۡلٰی) یعنے تمپر قصاص لکہا گیا مقتولین مین اور جو خدا نے اپنے بندون پر لکہا وہ فرض ہے اور اس آیت مین قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا مین دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَاءً الآیۃ) و بدلیل حدیث عبداللہ بن عباس کے جو مسند ابن ابی شیبہ مین مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اَلۡعَمۡدُ الۡقَوَدُ اِلَّا اَنۡ یَّعۡفُوَ وَلِیُّ المَقتُولِ کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہہ کہ ولی مقتول کا معاف کردے علما نے تصریح کی ہے کہ یہہ حدیث مشہور ہے پہر جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی مبین ہوسکتی ہے چنانچہ معتد اسکے سر مین مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولی مجمل قران کا بیان ہو سکیگی خلاصہ یہہ ہے کہ ہرچند ظاہر آیت قصاص مین قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہین لیکن حدیث مشہور اوسکی مخصص واقع ہوگئی تو اطلاق آیت کا باقی نرہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہوگئی واللہ اعلم فَلَا یَصِیۡرُ مَالًا اِلَّا بِالتَّرَاضِیۡ فَیَصِحُّ صُلۡحًا وَلَوۡ بِمِثۡلِ الدِّیَۃِ اَوۡ اَکۡثَرَ ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد مین قصاص متعین ٹہہرا تو وہ مال نہو جاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے ھ اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تہوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ لَا الۡکَفَّارَۃُ لِاَنَّہٗ کَبِیۡرَۃٌ مَحۡضَۃٌ وَفِی الۡکَفَّارَۃِ مَعۡنَی الۡعِبَادَۃِ فَلَا یُنَاطُ بِہَا موجب اوسکا قصاص ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ مین عبادت کی معنی ہین تو عمد مربوط بکفارہ نہوگا قُلۡتُ لٰکِنۡ فِی الۡخَانِیَۃِ لَوۡ قَتَلَ مَمۡلُوۡکَہٗ اَوۡ وَلَدَ الۡمَمۡلُوۡکِ لِغَیۡرِہٖ عَمۡدًا کَانَ عَلَیۡہِ الۡکَفَّارَۃُ مین کہتا ہون لیکن خانیہ مین ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اوس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمدا قتل کرے تو اوسپر کفارہ واجب وَالثَّانِیۡ شِبۡہُہٗ وَہُوَ اَنۡ یَّقۡصِدَ ضَرۡبَہٗ بِغَیۡرِ مَا ذُکِرَ اَیۡ بِمَا لَا یُفَرِّقُ الۡاَجۡزَاءَ وَلَوۡ بِحَجَرٍ وَخَشَبٍ کَبِیۡرَیۡنِ عِنۡدَہٗ خِلَافًا لِغَیۡرِہٖ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی مشابہ عمد کے وہ یہہ ہے کہ مقتول کے مارنیکا قصد کیا جاے سوا اوس چیز سے جو قتل عمد مین مذکور ہوچکا یعنی اوس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نکرے اگرچہ بڑا پتہر اور بڑا لکڑا ہو یہہ امام کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہہ عمد مین داخل ہے ھ شبہ عمد وہ ہے جسمین تعمد ضرب ہو اوس چیز سے جو سلاح نہین اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اوس سے غالبا ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصای کبیر اور مونگرا ہو یا اوس سے ہلاکت غالبا نہو چنانچہ عصای صغیر اسکو شبہ عمد اسلئے کہا کہ یہہ خطا مشابہ عمد کی ہے کیونکہ اسمین معنی عمد کی ہین اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنیکا قصد کیا اور اسمین خطا کی بہی معنی ہین اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہین ہوتا اسنظر سے کہ اوسنے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اوسکے آلہ خاص سے تو یہہ خطا مشابہ عمد ہوگئی کذا فی العینی وَمُوۡجِبُہٗ الۡاِثۡمُ وَالۡکَفَّارَۃُ وَدِیَۃٌ مُغَلَّظَۃٌ عَلَی الۡعَاقِلَۃِ سَیَجِیۡءُ تَفۡسِیۡرُ ذٰلِکَ اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات مین آویگی ھ شبہ عمد مین قتل کا گناہ بسبب تعمد ضرب کے سبب ہے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جنمین ۲۵ یکسالہ ہون اور ۲۵ دو سالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چہار سالہ لَا الۡقَوَدُ لِلشُّبۡہَۃِ بِالۡخَطَاءِ نَظۡرًا اِلَی الۡاٰلَۃِ اِلَّا اَنۡ یَّتَکَرَّرَ مِنۡہُ فَلِلۡاِمَامِ قَتۡلُہٗ سِیَاسَۃً اِخۡتِیَار نہ قصاص یعنے شبہ عمد مین قصاص واجب نہین بسبب اوسکو مشابہ ہونیکے قتل خطا سے بنظر آلہ قتل کے مگر یہہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہوچکا ہو تو سلطین کو اوسکا قتل سیاست کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار وَہُوَ اَیۡ شِبۡہُ الۡعَمۡدِ فِیۡمَا دُوۡنَ النَّفۡسِ مِنَ الۡاَطۡرَافِ عَمۡدٌ مُوۡجِبٌ لِلۡقِصَاصِ فَلَیۡسَ فِیۡمَا دُوۡنَ النَّفۡسِ شِبۡہُ عَمۡدٍ اور شبہ عمد جان کے سوا آدمی کی اطراف مین عمد ہے قصاص کا موجب تو جان کے سوا مین شبہ عمد نہین بلکہ عمد ہے ھ یعنی اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہے اور ماورای نفس مختلف نہین ہوتا مثلا عصای کبیر قتل نفس کا آلہ نہین اور ہاتہہ یا پانون کے

توڑنے کا البتہ آلہ سے تو عصا وغیرہ سے اگر ہاتھہ یا نون تلف ہوگا تو اوسمین کفارہ اور دیت نہین بلکہ قصاص واجب ہی یعنی فاعل کا بھی ہاتھہ یا نون توڑا جاویگا و الثالث خطأ و ھو نوعان لانہ اما خطأ فی ظن الفاعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او حربیا او مرتدا فاذا ھو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اوسکی دو قسمین ہین اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑگئی فاعل کے گمان مین چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو شکار یا کافر حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو ناگہان مسلمان نکلا او خطأ فی نفس الفعل کان یرمی غرضا او صیدا فاصاب آدمیا او رمی غرضا فاصابہ ثم رجع عنہ او تجاوز عنہ ما وراءہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد یدہ رجل فاصاب عنق غیرہ و لو عنقہ فعمد قطعا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع السھم فاصاب الرجل فھو خطأ لانہ اخطأ فی اصابۃ الحائط و رجوعہ سبب آخر و الحکم یضاف لآخر سببیہ ابن کمال عن المحیط یا خطا واقع ہو نفس فعل مین چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اوسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایکمرد کے مارنیکا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایکمرد کے ہاتھہ پر مارنے کا سوا اوسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ قتل عمد ہے یقینا یا ارادہ کیا ایکمرد کا سو تیر دیوار مین لگا پھر تیر وہان سے پلٹا سو دوسرے مرد کے لگ گیا تو یہہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے کہ تیر انداز دیوار کے لگانے مین چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف اور منسوب ہوتا ہی پچھلے سبب کیطرف چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قال و کذا لو سقط من یدہ خشبۃ او لبنۃ فقتل رجلا یتحقق الخطأ فی الفعل و لا قصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھہ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اوسکے صدمہ سے کوئی مرد قتل ہو جاوے تو اسصورت مین خطا فی الفعل ثابت ہی اور حالانکہ فاعل کا اسمین مطلقا قصد نہین ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام مین وہ خلل ہے جو اوسمین ہے ھ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا کہ خطا فی الفعل یہہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اوس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے چنانچہ نشانہ کو مارا سو خطا کر کے اور شخص کے لگجاوے انتھی حاصل کلامہ اس کلام مین قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل مین لازم نہین چنانچہ لکڑی اور اینٹ کی چھوٹ پڑنے کیصورت مذکورہ مین خطا فی الفعل ثابت ہی اور اوسمین مطلقا قصد نہین لیکن عنقریب آویگا کہ یہہ جاری مجرای خطا کیصورت ہی نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی و مختصرا و فی الوھبانیۃ ؎ و قاصد شخص ان اصاب خلافہ فذا الخطأ و القتل فیہ معذر اور وھبانیہ مین ہے اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا اگر اوسکا تیر خلاف اوسکے دوسرے شخص کو لگجاوے تو یہہ قتل خطا ہی اور اسمین قاتل کا قتل اندروی قصاص کے متعذر ہی ؎ و قاصد شخص حالۃ النوم ان یمت فیقتص ان انقی دما منہ ینھر اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم مین اگر وہ مرجاوے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے اگر اوسکا خون سائل باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ و الرابع ما جری مجراہ مجری الخطأ کنائم انقلب علی رجل فقتلہ لانہ معذور کالمخطی اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرای خطا کے ہے یعنی خطا نہین بمنزلہ خطا کے ہی جیسے سونیوالا انقلبت ہو جاوے کسی مرد پر سو اوسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونیوالا معذور ہی خطا کرنیوالے کی برابر ھ صورت اوسکی یہہ ہی کہ کوئی شخص بلند چبوترے یا بلند تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہی سو کروٹ بدلنی مین اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مرگیا کچلکر تو نائم معذور ہے خاطی کی مانند تو یہہ قتل خطا نہین بلکہ بمنزلہ خطا کے ہی طحطاوی مین عالمگیری عن المحیط سے منقول ہی جاری مجرای خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مرگیا یا اوسکے ہاتھہ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اوسکے صدمہ سے مرگیا یا ایک شخص جانور پر سوار تہا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا اور زیلعی مین ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اسواسطے کہ یہہ حقیقت مین خطا نہین اسواسطے کہ نائم کا کچھہ قصد ہی نہین کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی ٹھہرے تو یہہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتھی ما فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کیطرف مریح خطا ہے و موجبہ ای موجب ھذا النوع من الفعل و ھو الخطأ و ما جری مجراہ الکفارۃ و الدیۃ علی العاقلۃ و الاثم دون اثم القتل اذ

شَرْعُ الكَفَّارَةِ يُؤْذِنُ بِالإِثْمِ لِتَرْكِهِ العَزِيمَةَ اور اِس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور قتل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کی مددگار پر اور گناہ کمتر گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اسمین قتل کا گناہ نہین بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ اسی نے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہوگیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہین مگر بشرط عدم ایذا پس جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اوسنے احتیاط ترک کی لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ بمعنی پوشندہ ہے اور پوشش نہین بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی وَالخَامِسُ قَتْلٌ بِسَبَبٍ كَحَافِرِ بِئْرٍ وَوَاضِعِ حَجَرٍ فِي غَيْرِ مِلْكِهِ بِغَيْرِ إِذْنٍ مِنَ السُّلْطَانِ ابن كمال اور پانچوین قسم قتل بسبب ہے جیسے کنوان کہودنیوالا اور پتہر رکہنے والا غیر کے ملک مین بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفر اور وضع دونون کی قید چنانچہ درر مین ہے تو اگر اپنے ملک مین کنوان کہودے یا پتہر رکہے گا تو اوسکی طرف سے تعدی ثابت نہوگی تو دیت اور کفارہ بہی نہوگا کذا فی الطحطاوی وَكَذَا إِذَا وَضَعَ خَشَبَةً عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَنَحْوِ ذَلِكَ إِلَّا إِذَا مَشَى عَلَى البِئْرِ وَنَحْوِهِ بَعْدَ عِلْمِهِ بِالحَفْرِ وَنَحْوِهِ درر اور اسیطرح قاتل بسبب ہے رکہنے والا لکڑی کا شارع عام مین اور مانند اسکی جو تلف ہوجانیکا سبب ہو چنانچہ اینٹو نکا ڈہیر کر دینا راہ مین مگر جبکہ کوئی شخص کوئین وغیرہ پر چلا کہودنا وغیرہ جان بوجہکر کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ جان بوجہ کر تا خود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے کذا فی الجوہرۃ وَمُوجِبُهُ الدِّيَةُ عَلَى العَاقِلَةِ اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے فاعل کے مددگار پر درر ہم کنوان کہودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کہودنیوالا متعدی ہے اسمین تو بمنزلہ دافع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کیواسطے لَا الكَفَّارَةُ وَلَا إِثْمُ القَتْلِ بَلْ إِثْمُ الحَفْرِ وَالوَضْعِ فِي غَيْرِ مِلْكِهِ درر اس قتل کا موجب کفارہ نہین اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک مین کنوان کہودنے اور پتہر وغیرہ رکہنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وَكُلُّ ذَلِكَ يُوجِبُ حِرْمَانَ الإِرْثِ لَوِ الجَانِي مُكَلَّفًا ابن كمال اور قتل کی جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کی موجب ہین یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اوسکی میراث قاتل نپاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ مین مصرح ہے إِلَّا هَذَا أَيِ القَتْلَ بِسَبَبٍ لِعَدَمِ قَتْلِهِ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کی موجب ہین سوا اِس قسم کے یعنی قتل بسبب مین قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اوسکی عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب مین بوجہ مباشرت قتل نہین جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتہہ سو یہان موجود نہین بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشر کے ساتہہ خلاف اصل اوسکو اسواسطے ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نجاوے کذا فی الحموی وَأَلْحَقَهُ الشَّافِعِيُّ بِالخَطَأِ فِي أَحْكَامِهِ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتہہ لحق کیا ہے اوسکے جمیع احکام مین واللہ اعلم

فَصْلٌ فِيمَا يُوجِبُ القَوَدَ وَمَا لَا يُوجِبُهُ

یہ فصل ہے اوس قتل کے بیان مین جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہین يَجِبُ القَوَدُ أَيِ القِصَاصُ بِقَتْلِ كُلِّ مَحْقُونِ الدَّمِ بِالنَّظَرِ لِقَاتِلِهِ درر وسيتضح عند قوله ولو قتل القاتل أجنبي على التأبيد عمدًا واجب ہے قود یعنے قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمدًا قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اوسکے قاتل کے خون اوسکا محفوظ ہے کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل مین ماتن کے اِس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہوگا ہم یعنی جو مقتول کہ بنظر قاتل دائمًا محفوظ الدم ہے یعنی اوسکی خونریزی قاتل کو کبہی مباح نہین تو اوسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اوسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اوسکا خون تا قیام دارالاسلام محفوظ ہے نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس مین قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتہہ وہ فعل کیا جاوے جو اوسنے مفعول کے ساتہہ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اسصورت مین تفسیر قود کی قصاص کے ساتہہ تفسیر بالاعم ہے وَهُمَا المُسْلِمُ وَالذِّمِّيُّ اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہین سو جو اونکو عمدًا قتل کریگا وہ اونکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمدًا قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہین حالانکہ تعریف مذکور مین وہ داخل ہے جواب اوسکا یہہ ہے کہ یہہ عرض سے ہے

تو قواعد کے تحت مین داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تہا اصل مین پہر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ ابوہ شبہہ ہی قصاص کے ٹلجانیکا
اور اسیطرح عبد وقف کے قتل عمد مین قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الطحطاوی سے
لا المستأمن والحربی نہ مستامن اور حربی یعنی انکے قتل عمد سے قصاص واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اوسکا دم دائما محفوظ نہین اور
حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرط ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انہ لیس لصبی ومجنون عمد مقتول مذکور کے قتل عمد مین قصاص واجب ہی
بشرطیکہ قاتل اوسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطےکہ ثابت ہوچکا ہی کہ صغیر اور مجنون کیواسطے عمد نہین فی البزازیۃ حکم علیہ بقود فجن قبل دفعہ
الی الولی انقلب دیۃ بزازیہ مین ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پہر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت
ہوجاویگا یعنی پہلے قاتل عاقل تہا پہر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قتل من
یجن ویفیق قتل فی افاقتہ قتل کیا اوس قاتل نے جو کبہی دیوانہ ہوجاتا ہی اور کبہی اوسکو افاقہ ہوتا ہی تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا
فان جن بعدہ ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پہر اگر مجنون ہوگیا بعد اوسکے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا
لیکن بطریق استحسان دیت اوسکے مال مین واجب ہوگی کذا فی العالمگیریۃ اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا قتل عبد مولاہ لا روایۃ فیہ
وقال ابو جعفر یقتل غلام نے اپنے میان کو قتل کیا تو اسمین کچہہ روایت نہین امام اور صاحبین سے اور ابو جعفر حنفی فقیہہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا
قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیہ کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اوسکی قیمت لیجاوے
اور دوسرا غلام وقف کیواسطے خرید کیا جاوے قتل ختنہ عمدا وبنتہ فی نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمدا قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی
بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا ھ اسواسطے کہ بیٹی اپنی زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر خانیہ مین ہی کہ اگر مقتول کے وارثون مین
قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی وبشرط انتفاء الشبہۃ کولاد او ملک او اعم کقولہ قتلنی
فقتلہ بینہما کما سیجیء اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول مین قصاص ٹلجانیکا شبہہ نہو چنانچہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی امر
ولادت اور ملک سے عام تر چنانچہ مقتول کا یون کہنا قاتل سے کہ تو مجہکو قتل کر سو قاتل نے اوسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آویگی
فیقتل الحر بالحر وبالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہی آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوای غلام وقف کے
چنانچہ مذکور ہوچکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعی کے اسواسطےکہ اونکے اور
امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھ امام شافعی کی دلیل یہہ ہے کہ قرآن مجید
مین الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فرمایا ہی یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہہ مقابلہ اسکا مقتضی
ہی کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بناء قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد مین برابری نہین اسکا جواب شارح نے ایندہ قولین دیا ولنا
اطلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ ناسخ لقولہ تعالی الحر بالحر الایۃ کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن النحاس عن ابن
عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور غلام کی قید نہین تو یہہ آیت الحر بالحر کی آیت
کی ناسخ ہی چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین نسخ کو نحاس سے ابن عباس سے نقل کیا ہی ھ منجملہ دلائل حنفیہ کے عموم ہی اس آیت کا
کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی مقتولین مین تم پر قصاص کرنا مفروض ہی مقتول عام ہی آزاد ہو یا غلام از انجملہ قولہ تعالی ومن قتل مظلوما
فقد جعلنا لولیہ سلطانا لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کریگا تو قصاص ساقط ہی اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر
فلا ینفی ما عداہ کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل بہ علاوہ نسخ کے یہہ ہی کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کرنا
ہے اور تخصیص بالذکر ماسوای مذکور کے نفی نہین کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی ہیہ کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص

[illegible]

ما عدا کی نفی پر دلالت کرتی تو یہہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے مارا نجاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ اسمین اوسکا رد قول منظور ہی جو مقتول کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ابن عباس سے مروی ہی کہ عرب کے دو گروہ مین اگر قتل ہو جاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعوی فضیلت رکہتا تو مدعی فضیلت یون کہتا کہ ہم راضی نہو نگے جبتک کہ عورت کے بدلے اونکا مرد نہ مارین اور اپنے غلام کے بدلے اونکا آزاد نہ مارین حق تعالی نے اونکے رد مین یہہ آیت اوتاری کہ آزاد کے بدلے آزاد مارا جاے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساواۃ بین القاتل والمقتول کا جواب یہہ ہے کہ قصاص مین عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہی دین کے ہونے یا دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام مین آزاد اور غلام دونو برابر مین قیل ولا الحر بالعبد در مختار یعنی بالا ولی کہا گیا ہی مذہب شافعی کی استشکال مین کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاتا اور یہہ اشکال ہو گیا ہی اوسکو داخل ہو نیسے بطریق اولی کے ہم شارح کی اس عبارت مین کچھہ تحریر اور تحقیق نہین شارح نے عبارت منح الغفار کے نقل کرنیکا ارادہ کیا سو اوسکا قلم ہو قلم چل گیا یون کہنا حق تہا قیل ولا العبد بالحر اور یہہ عطف ہی ان لا یقتل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحطاوی مختصر ابعینی یہہ جو بعض شارحین نے امام شافعی کے مذہب پر اشکال کیا ہی کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہہ واجب تہا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا بدلیل قولہ تعالی والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہی اسوجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولی مقتول ہوگا اور مزید تفصیل اسکی منح الغفار کی عبارت مین ہے جو اس ترجمہ کی حاشیہ پر منقول ہے ولابی الفتح البستی نظما ؎ خذوا بدمی هذا الغزال فانه ٭ رمانی بسهمی مقلتيه على عمد ٭ ولا تقتلوه انني انا عبده ٭ ولم ار حرا قط يقتل بالعبد اور ساتہہ امام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہی کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اس غزال کو کہ اوسنے اپنی دونون گوشہ چشم کے دو تیرون سے مجھکو قتل کیا ہے ولیکن اوسکو قتل نکیجیو اسواسطے کہ مین اوسکا غلام ہون اور مین نے کبھی نہین دیکہا کہ آزاد مارا جاے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا قولہ خذوا بدمی اور لا تقتلوہ مین منافات ہی اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور دیت پر حمل کرنا صحیح نہین ہو سکتا کہ غلام کی دیت اوسکے مالک پر واجب نہین فاجابه بعض الحنفية ردا عليه ؎ خذوا بدمي من رام قتلي بلحظه ٭ ولم يخش بطش الله في قاتل العمد ٭ وقودوا به جبرا وان كنت عبده ٭ ليعلم ان الحر يقتل بالعبد ٭ اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہی بطریق رد کے کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اوسکو جسنے میرے قتل کا اپنی گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور مار بھی ڈالا اور وہ شخص نہ ڈرا خدا کے پکڑنے سے جو ثابت ہے قاتل عمد مین اور قصاص لو اوس سے بزور گرچہ مین اوسکا غلام ہون تا معلوم ہوجاے کہ آزاد مارا جاتا ہی بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا اس نظم مین خلل یہہ ہے کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہین جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو وان کنت عبدہ کے مناسب نہین والمسلم بالذمی خلافا له اور قتل کیا جاتا ہی مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض برخلاف شافعی کے ہم امام شافعی کی دلیل یہہ حدیث ہی کہ لا یقتل مومن بکافر رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ مین ہے اور ہماری دلیل وہ ہی جو سنن دارقطنی مین عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی بذمته یعنی مین ذمہ کے پورا کرنے والون مین زیادہ تر کریم ہون ہم مترجم دارقطنی نے ابن بیلمانی کو ضعیف کہا ہی لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین مین ذکر کیا ہی اور مضمون اسی حدیث کا مسند شافعی مین بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر مین کافر حربی مراد ہے تو تناقض نہین ہم ایسے ہی کنافی العینی زیلعی نے علی مرتضی سے نقل کیا کہ ذمیون نے جزیہ اسی واسطے دیا تاکہ اونکے خون ہمارے خون کی مانند ہون اور اونکے مال ہمارے مال کی برابر ہون لا بمستامن بل هو عليه قیاسا للمسلم والذمی لا یقتل المستامن هدایه ومجتبی وشرح وغیرها نہ قتل کیا جاتا ہی مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا خون علی التابید معصوم نہین بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اوسکی برابر ہے قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے اور استحسان کی راہ سے بسبب قائم ہونے مبیح کے کذا فی الهدایه والمجتبی والبحر وغیرها ہم اباحت خون کی وجہ کفر ہی جو باعث ہی حرب کا اسواسطے کہ مستامن رجوع دار الحرب کا قصد رکہتا ہی قال المصنف

ينبغي ان يعول على الاستحسان لتصريحهم بالعمل به الا في مسائل مضبوطة ليست هذه منها وقد اقتصر منلا خسرو في متنه على
القياس انتهى يعني فتبعه المصنف رحمه الله على عادته قلت ويعضده عامة المتون حتى الملتقى مصنف نے شرح مین کہا اور
سزاوار یون ہی کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوی بسبب تصریح کرنے علما کے استحسان پر عمل کرنیکا مگر چند مسائل مضبوطہ مین کہ یہ مسئلہ اونمین سی نہین ہے اور البتہ ملا خسرو نے
بہی متن یعنی درر مین قیاس پر اقتصار کیا ہے انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہوگیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہین اکثر
متون فقہ کی ملتقی الابحر تک ہم ويقتل العاقل بالمجنون والبالغ بالصبي والصحيح بالاعمى والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأة بالاجماع
اور قتل کیا جاویگا ہوشیار بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد
بدلے عورت کے بالاتفاق ہم تو اگر تندرست مرد اوس مرد کو قتل کرے جسکے دونون ہاتھ پانو اور دونون کان اور ذکر یعنی نارہ اور نوطے مقطوع ہین اور آنکھین اوسکی
پھوٹی ہین تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم مین مساوی ہین اور معتبر عصمت ہی کی مساوات ہے اور اگر امور
کی نہین تو قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی والفرع باصله وان علا لا عکسه خلافا لمالک فيما اذا ذبح ابنه ذبحا اور شاخ بدلی اپنی
جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہوگی برخلاف امام مالک کے اوس خاص صورتمین جبکہ باپ اپنی فرزند کو ذبح کرے
ذبحا کما ذکرہم یعنی اگر والد اپنی ولد کو قصدا قتل کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھوری پھینک ماری اور ارادہ قتل کا نکرے تو قصاص
نہین اور جواہر مالکیہ مین ہے کہ اشہب نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالمین مقتول نہین ہوتا اس شبہہ سے کہ حدیث مین ثابت ہے انت ومالک لابیک یعنی تو اور
تیرا مال تیرے باپ کا ہی کذا فی العینی تو ظاہرا قصاص والد کی روایت امام مالک کے مذہب مین معتمد نہین والا کتب مالکیہ مین نفی قصاص علی العموم مذکور
ہوتی واللہ اعلم ای لا يقتص للاصول وان علوا مطلقا ولو اناثا من قبل الام في نفس او اطراف بفروعهم وان سفلوا لقوله عليه
الصلوة والسلام لا يقاد الوالد بولده یعنی اصول کا قصاص نلیا جاویگا بدلے اونکے فروع کے نہ جان مین نہ اطراف مین اگرچہ اصول دور کی ہون
مطلقا اور اگرچہ اصول عورتین ہون ماکی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہون بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ قصاص نہین لیا جاتا باپ کا اوسکے بیٹے کے
بدلے ہم بمعنی دادہالی نانہالی اصول کا قصاص نہین تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پرپوتے کو یا ماں اپنی بیٹی کو یا نانی اپنے
ناتی کو یا پرنانی پرناتی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہوگا اور اگر بیٹا اپنی باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل
عمدا کریگا تو اوسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا يقاد الوالد بولده کو ترمذی اور ابن ماجہ مین عمر فاروق رضہ سی مروی ہی وهو وصف معلل
بالجزئية فيتعدى لمن علا لانهم سببا في احيائه فلا يكون سببا لافنائهم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہی جسکے جزئیت کی علت ثابت
ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہی تو یہہ وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہو اسواسطے کہ اصول اسباب ہین فرع کے زندہ کرنے مین تو فرع اونکے
فنا ہونیکا سبب نہوگا ہم ولہذا ولد کو جائز نہین اپنے باپ کو قتل کرنا اگرچہ اوسکو صف کفار مین پاوے یا اوسکو زانی محصن دیکھے یا مرتد پاوے کذا فی الهداية وغیرها
فتجب الدية في مال الاب في ثلث سنين لان هذا عمد والعاقلة لا تعقل العمد وقال الشافعي تجب حالة كبدل الصلح زيلعي وجوهرة
وسيجيء في المعاقل اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ وغیرہ اصول کے مال مین دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اسواسطے کہ یہہ قتل عمدی
اور مددگار تو نپر دیت عمدکی واجب نہین ہوتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہی بدل صلح کی مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ مین ہی اور اسکی تفصیل آگے
باب المعاقل مین آویگی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کرین تو دیت مددگارونپر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ وفي
الملتقى ولا قصاص على شريك الاب او المولى او المخطئ او الصبي او المجنون وكل من لا يجب القصاص بقتله لما عرف من عدم
تجزي القصاص فلا يقتل العامد عندنا خلافا للشافعي برهان اور ملتقی مین ہو اور قصاص نہین باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل
پر اور جسکے قتل کرنے سی قصاص واجب نہین اوسکی شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اوسکے فرزند کے قتل مین یا مالک کا شریک ہوا اوسکے غلام کے قتل

مین یا عامد شریک ہوا قاتل مخطی کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد اور مخطی کی مانند ہوا اسلیے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلائل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عامد بھی مقتول ہوگا ہم حنفیون کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا سیدٍ بعبدہٖ ای بعبدٍ نفسہ ومدبرہٖ ومکاتبہٖ وعبدِ ولدہٖ اذا دخل تحت قولہٖ ومن ملک قصاص علی ابیہ سقط کما سیجئ اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کیصورت داخل ہو فقیہ کے اس قول کی تحت مین اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہو چنانچہ یہ مسئلہ چند سطر کے بعد آویگا ھ مالک پر قصاص اسواسطے واجب نہوا کہ غلام اوسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے مین کچھ واجب نہین ولیکن خانیہ مین ہو کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ مین ہے کہ مولی پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل مین کذا فی الطحطاوی ولا بعبدٍ یملک بعضہ لان القصاص لا یتجزی اور نہ قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہین ھ جب بعض قصاص ساقط ہوا ملک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا شرح ہدایہ مین تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اوسکے حصے کے قیمت ادا کرے ولا بعبد الرھن حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہین ھ یعنی جبتک راہن اور مرتہن دونو موجود نہون گے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نلیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا مالک ہوا اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہے تا حق مرتہن اوسکی رضامندی سے ساقط ہو جاوے وقال محمد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوھرۃ وعلیہ یحمل ما فی الدرر معزیا للکافی کما فی المنح اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہین اگرچہ راہن مرتہن دونو موجود ہون کذا فی الجوہرۃ اور محمد کے قول پر محمول ہے وہ روایت جو درر مین کافی سے منقول ہے کذا فی المنح ھ یعنی جو کافی سے درر مین مذکور ہے کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہین سو محمد کا مذہب ہے نہ شیخین کا تو بموجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیۃ عن الظہیریۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ مین ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے بقی لو اختلفا فلھما القیمۃ تکون رھنا مکانہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر راہن اور مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے مین اختلاف کیا تو دونون کیواسطے قیمت دلائی جائیگی اور وہ قیمت بجای عبد مرہون مقتول کے رہن رہیگی ولو قتل عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید بائعہ قبل القبض فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردہ فللبائع القود وقیل القیمۃ جوھرۃ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاوے قبض مشتری سے پہلے تو اگر مشتری بیع کو جائز کردے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کردے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نلے اوسکی قیمت لے کذا فی الجوہرۃ ولا بمکاتب وکذا ابنہ وعبدہ شرنبلالیہ قتل عمدا الا حاجۃ لقید العمد لانہ شرط فی کل قود عن وفاء ووارث وسید وان اجتمعا للاختلاف الصحابۃ فی موتہ حرا او رقیقا فاشتبہ الولی فانتفع القود اور قصاص واجب نہین بدلے اوس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہوا وفا ربدل کتابت اور وارث اور مولے کو چھوڑ کر اگرچہ وارث اور مولے ساتھہ ہی موجود ہون بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اوسکی موت مین آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اوسکے ولی مین اس اختلاف کے سبب سے شبہہ پڑا تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور اسیطرح قصاص نہین مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ شارح نے کہا قتل عمد کے قید لگانے کی کچھہ حاجت نہین اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص مین شرط ہے ھ علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولے ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا ولی مین تو قصاص مرتفع ہو گیا فان لم یدع وارثا غیر سیدہ سواء ترک وفاء اولا او ترکہ وارثا ولا وفاء اقادہ سیدہ لتعین سیدہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نچھوڑا سوا اپنے مولے کے خواہ وفار بدل کتابت کو اوسنے چھوڑا یا نچھوڑا یا وارث کو چھوڑا اگر وفار بدل کتابت موجود نہین تو اوسکا مولی قصاص لیگا بسبب متعین ہونے مولے کے ولی ہونے مین و فی اولی الصورتین الاولیین

بخلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتین سے پہلی صورت مین خلاف ہی محمد کا ہم پہلی صورت یہہ ہو کہ مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولے کو چھوڑ جاے دوسری صورت یہہ ہو کہ مکاتب کا کوئی وارث مولے کے سوا نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت یہہ ہو کہ سوای مولے کے کوئی وارث نہین اور بدل کتابت موجود نہین چوتھی صورت یہہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہی مگر بدل کتابت موجود نہین چلپی محشی نے کہا شاید کہ یون کہنا صواب تہا وفی ثانیة الصور الاربع خلاف محمد یعنے صور اربع مین سے دوسری صورتین خلاف ہی محمد کا چنانچہ ہدایہ مین ہے انتہی یعنی جب مولے کے سوا کوئی وارث نہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمد کے نزدیک اسمین قصاص نہین ہے **ویسقط قود قن ورثه علی ابیه ای اصله لان الفرع لا یستوجب العقوبة علی اصله** اور ساقط ہو جاتا ہی وہ قصاص جسکا بیٹا وارث ہوا اپنے باپ پر باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول کا وارث فرع ہو تو قصاص ساقط ہی اسواسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہین ہوتی ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپکا ہے تو ظاہر حدیث یہہ دلالت کرتی ہے کہ بیٹا مملوک ہی باپ کا تو جیسی حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولے جبکہ اپنے غلام کو قتل کرے اوسیطرح شبہہ ملک باعتبار ظاہر کے مانع ہے قصاص کا کذا فی العینی وصورته المسئلة فیما اذا قتل الاب ابا امرأته مثلا ولا وارث له غیرها ثم ماتت المرأة فان ابنها منه یرث القود الواجب علی ابیه فیسقط لما ذکرنا واما تصویر صدر الشریعة فثبوته فیه للابن ابتداء لا ارثا عند ابی حنیفة وان اتحد الحکم کما لا یخفی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہہ ہو کہ جب باپنے اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہین سوای اوسکی بیٹی کے جو زوجہ ہی قاتل کی پہر وہ عورت وارث مرگئی تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اوس قصاص کا جو واجب ہی اوسکے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا اوس دلیل سے جسکو ہمنے بیان کیا اور وہ جو صدر الشریعة نے شرح وقایہ مین مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اوسمین قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے واسطے ابتدا ہی ہوتا ہی نہ باعتبار میراث کے امام اعظم کے نزدیک اگرچہ دونو صورتین سقوط قصاص کا حکم یکسان ہے چنانچہ یہہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہین ہے صدر الشریعة نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہی اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے **وفی الجوهرة لو عفا المجروح او وارثه قبل موته صح استحسانا لانعقاد السبب لهما** اور جوہرہ مین ہے کہ اگر شخص زخمی یا اوسکا وارث معاف کردے مورث زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اوسکے وارث دونون کیواسطے ہے قیاس یہہ تہا کہ عفو مجروح صحیح نہوتا اسواسطے کہ قصاص یعنی بدلا لینا ابتدا ہی وارثون کیواسطے ثابت ہی اسواسطے کہ اگر ابتدا اسکو ثابت نہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت نہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان مین عفو مجروح صحیح ہے اسلیے کہ حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اوسکا ہوتا ہے استیفاء قصاص مین کذا فی الطحطاوی عن المنح مختصرا **لا قود بقتل مسلم مسلما ظنه مشرکا بین الصفین لما مر انه من الخطاء وانما اعاده لیبین موجبه بقوله بل القاتل علیه کفارة ودیة** قصاص نہین مسلمان کے قتل کرنے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جانکر مسلمین اور کافرین کی دو صفون کے اندر اسواسطے قصاص نہین کہ فصل اول مین مذکور ہو چکا کہ یہہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا تاکہ اوسکا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہی یعنی قاتل کے مددگار و شریر دیت ہی قالوا هذا اذا اختلطوا فان کان فی صف المشرکین لا یجب شیء لسقوط عصمته قال علیه الصلوة والسلام من کثر سواد قوم فهو منهم قلت فاذا کان مکثر سوادهم منهم وان لم یکن من دینهم فکیف بمن تزیی بزیهم ثم قال للمصنف حتی لو تشکل جنی بما یباح قتله فینبغی الاقدام علی قتله حرا اذا تعین انه جنی فلا شیء علی القاتل والله اعلم علما نے کہا کہ یہہ حکم مسئلہ مذکورہ مین کفارہ اور دیت واجب ہونا اوسوقت ہی جبکہ مسلمان اور کفار ملکے لڑتے ہون لیکن اگر کوئی مسلمان مشرکون کی صف مین موجود ہو اور مقتول ہو جاے تو قاتل پر کچہہ واجب نہین یعنی نہ کفارہ نہ دیت ہے تو بیان کے معصوم نہونے کے سبب یعنی اوسکا خون معصوم نہ رہا مباح ہو گیا رسول علیه الصلوة والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑہاوے وہ شخص اوس قوم مین داخل ہے مین کہتا ہون جبکہ جماعت کفار کا بڑہانیوالا کافر مین داخل ہوا اگرچہ اونکا ہم شکل اور ہم لباس نہو تو کون حال ہوگا اوس مسلمان کا جو کافرون کا سا لباس اختیار کرے جاننا چاہیے کہ یہی [illegible] کہا ہی مصنف نے شرح مین کہا تو اگر ایک جن اوس جانور کی شکل بنجاوے جسکا قتل کرنا مباح ہے چنانچہ سانپ تو اوسکے قتل کرنے پر پیش قدمی لائق ہی پہر جبکہ

ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جب تہا تو شرعًا قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا يقاد الا بالسيف وان قتله بغيره خلافًا للشافعی

اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتہیار سے قتل کیا ہو بخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک

اوسیطرح قتل کا قصاص ہے جسطرح اوسنے مقتول کو مارا ہم بیہ حدیث صدیق اکبر رض سے سنن ابن ماجہ میں اس لفظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لا قود الا بالسيف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضی رض سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدید یعنی قتل نفس

وغیرہا میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایہ وفی الدر عن الکافی المراد بالسيف السلاح قلت وبه صرح فی تحفۃ المضمرات

حیث قال والتخصيص بالسيف لا يمنع الحاق غيره به الا ترى انا الحقنا الرمح والخنجر بالسيف فی قوله عليه الصلوة و

السلام لا قود الا بالسيف فما فی السراجية من له قود قاد بالسيف فلو القاه فی بئر او قتله بحجر او بنوع اخر عزر وكان

مستوفيا يحمل على ان مراده بالسيف السلاح والله اعلم اور درر میں کافی سے ہی کہ تلوار سے لوہے کا ہتہیار مراد ہے میں کہتا ہوں اسکی

تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب التحفہ میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسيف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہو

وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالیگا یا اوسکو پتہر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا اور وہ

شخص اس قتل نامشروع سے قصاص کا پانیوالا ہوگیا انتہی کلام السراجیۃ تو یہہ محمول ہے اسپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتہیار ہے واللہ اعلم

وللاب المعتوه القود تشفيا للصدر واذا ملكه ملك الصلح بالاولى لا العفو مجانا بقطع يده اى يد المعتوه وقتل قريبه لانه ابطال حقه

ولا يملكه اور فرزند ناقص العقل مدہوش کی قطع ید اور اوسکی قرابتدار کے قتل کے بدلے اوسکے باپکو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر

اور تسکین دل کیواسطے اور جبکہ اوسکا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کر دینے کا یعنے اوسکو قطع اور قتل میں مفت

معاف کر دینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ مفت معاف کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں هم معتوہ وہ ہے جو

بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جسکو اہل ہند بہولا اور بہوندو بولتے ہیں اور اوسکے قرابتدار سے مراد اوسکا خیافی بہائی اور اوسکی ماں

اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا اوسکا باپ اوسکی قائم مقام ہوا اسلئے کہ مزید شفقت کے سبب سے اوسکی تشفی

خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وتقييد صلحه بقدر الدية او اكثر منه وان وقع باقل منه لم يصح الصلح وتجب الدية كاملة

لانه انظر للمعتوه اور مشروط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اوس سے زیادہ اور اگر دیت سے کم پر واقع ہوگی تو صحیح نہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی

اسلئے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی كالاب فى جميع ما ذكرنا فى الاصح كتبين قتل وكا ولى له والحاكم قتله والصلح

لا العفو لانه ضرر للعامة اور قاضی باپ کی مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اوس شخص کی کہ مارا گیا اور اوسکا کوئی وارث نہیں تو

حاکم کو اوسکے قاتل کے قتل کرنیکا اور مال پر صلح کرنیکا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کر دینے میں عوام خلق کا ضرر ہے

والوصی كالاب لكنه يصالح عن القتل فقط بقدر الدية وله القود فى الاطراف استحسانا لانها يسلك بها مسلك الاموال اور وصی

مدہوش کے حق میں اوسکے بہائی کی برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اوسکے قرابتدار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کی اطراف میں قصاص کا

[illegible] اسلئے کہ اطراف مثل اموال کا طریقہ مسلوک ہے والصبی كالمعتوه فيما ذكر [illegible] جمیع

احکام مذکورہ میں یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اوسکو قرابتدار کو قتل کریں تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے مفت معاف

کر دینے کا اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بہائی قصاص نہیں کر سکتا اور نہ عفو کا انکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہے وللكبار القود

قبل كبر الصغار خلافا لهما والاصل ان كل لا يتجزى اذا وجد سببه كاملا ثبت لكل على الكمال كولاية الانكاح اور مقتول

کے بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک قصاص موقوف رہیگا جب تک صغیر جوان

جواز ہونا اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جو چیز قسمت پذیر نہین جبکہ اوسکا کامل سبب پایا جاے تو وہ چیز ہر ایک کیواسطے علے وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کردینے اور کافر کی پناہ دینے کی ولایت هم شی عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جبکہ کامل سبب پایا جاے جیسے قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے مین تو ہر وارث کو استیفاء قصاص مین اختیار ہوگا ولہذا ابن ملجم بعوض علی مرتضی رضی اللہ عنہ مارا گیا اور حضرت کی اولاد صغار تھی اونکے بالغ ہونیکا انتظار نہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم اسیر دار الحرب نکل گیا اسواسطے کہ اوسکا امان دینا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی **الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک العود حتی یبلغ الصغیر اجماعا** زیلعی فلیحفظ مگر جبکہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہین تا بلوغ صغیر باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الزیلعی تو اسصورت خاص کو یاد رکہنا چاہیئے هم ابو السعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن اسمین خلل ہے کہ وہ کبیر مراد ہی بیان جو وارث ہو مقتول کا تو تمثیل اوسکی یون بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہون وجہ اولی سے زوجہ ثانیہ کے ساتھ **ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ محقون الدم بالنظر لقاتلہ کما مر** اور اگر قاتل کو اوس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہو مقتول سے یعنی اوسکا وارث نہین ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد مین قصاص واجب ہی اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہی بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اول مین گذر گیا یعنے ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہو مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اوسکا خون مباح نہین لہذا اجنبی قاتل اوسکے بدلے مارا جائیگا **والدیۃ علی عاقلتہ ای القاتل فی الخطاء** اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے مددگار دینے واجب ہی قتل خطا مین **ولو قال ولی القتیل بعد القتل ای بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق ویقتل الاجنبی** اور اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا مین نے اوس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنیکا امر کیا تہا اور اوسکے اس قول پر گواہ نہین تو وارث کے کلام کی تصدیق نہوگی اور قاتل اجنبی قتل کیا جاویگا هم بزازیہ مین ہو کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کرکے قتل کروانا جائز ہے استیفاء قصاص بہر صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہوگا اسصورتمین جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنیکا دعوی کیا اور وارث نے اوسکی تصدیق کی تو امر ثابت نہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت قاتل سے قصاص لیا جاویگا **بخلاف من حفر بئرا فی دار رجل فعطب فیہا شخص فقال رب الدار کنت امرتہ بالحفر صدق مجتبی یعنی لانہ یملک استینافہ للحال فیصدق بخلاف الاول لفوات المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ** برخلاف اوس شخص کے جسنے کنوان کہودا دوسرے مرد کے گہر مین سو آدمی اوسمین گرکے مرگیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ مین نے کہودنیا اسکو کہودنیکا امر کیا تہا تو صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ استیناف اور ابتداء حفر کا سر دست فی الحال مالک ہی یعنی بالفعل اپنے گہر مین کنوان کہدوا سکتا ہی وجود محل سبب ہے لہذا اوسکے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام مین کہ مین نے قتل کا حکم دیا تہا اسواسطے کہ وہان ابتداء امر بالقتل فی الحال متصور نہین بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہی تصدیق اور عدم تصدیق کا هم قاعدہ مذکور یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت کرے مثلا یون اظہار کرے کہ مین نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کرلی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداء رجعت کا مالک ہی اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہے تو اوسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہین اسوجہ سے کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اب اوسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی **وظاہرہ ان حق الولی یسقط راسا کما لو مات القاتل حتف انفہ** اور ظاہر متن با ظاہر تعلیل محل اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہوگیا جیسے اس صورتمین ساقط ہو جاتا ہی جبکہ قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مرجاے بدون قتل کرنیکے **ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا** اور اگر ورثہ مقتول مین سے کسی وارث نے قصاص لیا تو اوسپر کچہہ ضمان لازم نہوگا یعنی نہ قاتل کیواسطے اور نہ باقی وارثون کیواسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی ہو **فی الدرر والمجتبی دم بین اثنین فعفا احدہما وقتلہ الاخر ان علم ان عفو بعضہم یسقط حق غیرہ یقاد والا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک بحل لیقتل عمدا فقتل ولی القتیل الممسک فعلیہ القود لانہ ما لا یشکل**

علی الناس اور درر اور مجتبیٰ میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہہ
جانتا ہو کہ بعض ورثہ کا معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اوسکو یہہ معلوم نہیں تو اوسپر قصاص
نہیں اور اوسکے مال میں دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاوے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والیکو
قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ اوس قسم کی نہیں ہے جسکا بوجھنا لوگوں پر مشکل ہو ھ برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ
سے باقی وارثونکا حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اوسمیں بصورت علم سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہے اور اسا کی صورتمیں فقط قصاص ہے نہ دیت

جَرَحَ انسانًا ومات المجروحُ فاقامَ اولیاءُ المقتولِ بینةً انه مات بسببِ الجرحِ واقامَ الضاربُ بینةً انه برئ من الجراحةِ و
مات بعدَ مدةٍ فبینةُ ولیِّ المقتولِ اولٰی کذا فی معینِ الحکامِ معزیًا للحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثوں نے
گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چنگا ہوگیا تہا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولے بالقبول ہیں
کذا فی معین الحکام عن الحاوی اقامَ اولیاءُ المقتولِ البینةَ علی انه جرحه زیدٌ وقتله واقامَ زیدٌ البینةَ علی ان المقتولَ قال ان زیدًا لم یجرحنی
ولم یقتلنی فبینةُ زیدٍ اولٰی کذا فی المشتملِ معزیًا للمجمعِ الفتاوی ورثہ مقتول نے اسپر گواہ قائم کئے کہ مقتول کو زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ
قائم کئے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تہا کہ زید نے مجکو زخمی نہیں کیا اور نہ مجکو مارا تو زید کے گواہ اولے بالقبول ہیں کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی ھ اسواسطے کہ زید کے
گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نہ نفی پر قال المجروحُ لم یجرحنی فلانٌ ثم مات المجروحُ لیس لورثته الدعوی علی الجارحِ بهذا السبب
مطلقًا وقیل ان الجرحُ معروفًا عند القاضی او الناسِ قُبلت قنیه مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی مرگیا تو اوسکے وارثونکو
زخم لگانیوالے پر اس سبب سے دعوی نہیں پہنچتا مطلقاً خواہ اوسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثوں کا
مقبول ہے کذا فی القنیه وفی الدرر عن المبسوط لو عفا المجروحُ او الاولیاءُ بعد الجرحِ قبل الموت جاز العفو استحسانًا اور درر میں مبسوط سے
منقول ہے کہ اگر مجروح یا اوسکے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ھ یہہ مسئلہ اس فصل میں مکرر ہو گیا
وفی الوهبانیه جریحٌ قال قتلنی فلانٌ ومات فبرهن وارثه علی آخر انه قتله لم تسمع لانه حق المورث وقد اکذبهم اور وہبانیہ میں ہے
کہ زخمی نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اوسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کئے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہہ
حق ہے مورث کا اور مورث تو گواہونکو یا وارثونکو یا دونونکو جہوٹا کر گیا ولو قال جرحنی فلانٌ ومات فبرهن ابنه علی ابنٍ آخر انه جرحه خطأً
قُبلت لقیامها علی حرمانه للارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اوسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کئے کہ اوسنے اوسکو
خطاء اوسکو زخمی کیا تہا تو یہہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اوسکی میراث کے محروم ہونے پر سقاه سمًّا حتی مات ان دفعه الیه حتی اکل
ولو لم یعلم به فمات لا قصاص ولا دیة لکنه یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اوسنے اوسکے ہاتھ میں دیا یہانتک کہ اوسنے
خود کہا لیا اور وہ زہر کو نجانتا تہا سو مرگیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اوسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجره السم اکراهًا
یجب الدیة علی عاقلته اور اگر زہر اوسکے حلق میں زبردستی ڈالدیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے مددگاروں پر وان دفعه فی شراب
فشربه ومات منه فکالاول لانه شرب باختیاره الا ان الدفع خدعه فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار خانیه اور اگر اوسکو زہر شربت
کے اندر ملاکر دیا سو اوسنے پیا اور مرگیا اوسکے پینے سے سو اوسکا حکم اول صورت کی مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونو صورتونمیں مقتول
نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچہہ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیه وان قتله بمرٍّ بفتح المیم
ما یعمل به فی الطین یقتص ان اصابه حد الحدید او ظهره وجرحه اجماعًا کما نقله المصنف عن المجتبی اور اگر مقتول کو قتل کیا پہاوڑی
اور مسحی سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اوسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اوسکی پیٹہہ لگی اور اوسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاویگا

جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہو شارح نے کہا کہ مرتفع میم دہ ہتھیار ہے جس سے مثی کا کام کیا جاتا ہو یعنی پھاوڑہ وغیرہ ہم اور اگر پھاوڑی کے پسے جو بانسے
قتل کرے تو قاتل پر دیت ہو نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بہ نیزہ ٹھہرے تو تلوار کی مانند ہو صاحبین کے نزدیک اور کوڑے کی مانند ہے امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی عن
الاتقانی ولا یصیبہ حدّہ بل قتلہ بظہرہ ولو یجرحہ لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بالاجرح فی حدید وعامہ
وذہب ونحوہا وعزاہ فی الدرر لقاضیخان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لو بکا لقوم وعلیہ
جرا ابن الکمال اور اگر پھاوڑہ بارہ کیطرف سے اوسکو نہین لگا بلکہ اوسکو اوسکی پشت کیطرف سے قتل کیا اور اوسکے زخم نہین لگا تو قصاص نہین لیا جاوے گا
طحاوی کی روایت مین امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہو بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند اونکی جو ہے کا ہم جنس ہی
اور اس قول کو درر مین قاضی خان کیطرف نسبت کیا ہو لیکن مصنف نے شرح مین خلاصہ سے یہہ نقل کیا ہو کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہو امام کے نزدیک وجوب
قصاص کیواسطے اور اسی قول پر ابن کمال بھی چلا ہے وفی المجتبی ضرب بسیف فی غمدہ فخرق السیف الغمد وقتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ
اور مجتبی مین ہے اوس تلوار سے مارا جو اپنی میان کے اندر ہی سو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اوسکو قتل کیا تو اوسمین قصاص نہین قاتل پر امام کے نزدیک ہم لیکن
قاتل پر دیت ہو حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ قصاص اسواسطے نہین کہ قاتل نے زخم کرنیوالے ہتھیار سے اوسکو نہین مارا کالخنق والتغریق خلافا لہما والشافعی
جیسے گلا دابکر مارنے اور ڈبو دینے مین قصاص نہین برخلاف صاحبین اور شافعی کے ہم قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی مین ڈبو دے تو اگر پانی کم ہو جس سے
غالباً نہین مرتا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکلجانے سے غالباً اور وہ مرگیا تو یہہ خطاء عمد ہے سبکے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اسطرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اسوجہ سے کہ
اوسکے ہاتھ پانو بستہ نہین ہین اور وہ خوب تیراک ہو تو یہہ بھی خطاء عمد ہے اور اگر اسطرح پانی بکثرت کہو نجات ممکن نہو تو امام کے قول پر یہہ قتل خطاء عمد ہے اور قصاص
نہین اور صاحبین کے قول پر یہہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہو کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ولو ادخلہ بیتا فمات فیہ جوعا لم یضمن شیئا وقالا یجب
الدیۃ اور ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری مین سو وہ اوسمین گرسنگی سے مرگیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہین اور صاحبین نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان مین محمد سے
منقول ہو کہ اوسپر عقاب بھی کرنا چاہیئے ولو دفنہ حیا فمات عن محمد یقاد بہ مجتبی بخلاف قتلہ بمولاۃ ضرب السوط کما یجی اور اگر ایک شخص کو
زندہ دفن کر دیا سو وہ مرگیا محمد سے روایت ہے کہ اوس سے قصاص لینا چاہیئے برخلاف قتل کرنے مقتول کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ یہہ مسئلہ عنقریب آویگا اشباہ
مین ہے کہ فتوی اسپر ہو کہ قاتل کے برادرون پر دیت ہو کذا فی العالمگیریۃ وفیہ لو اعتاد الخنق قتل سیاسۃ ولا تقبل توبتہ لو بعد مسکہ کالساحر مجتبی مین
ہے کہ اگر گلا دابکر مارنے کی کسیکو عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیئے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اوسکی توبہ مقبول نہین اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے
جادوگر کی توبہ گرفتار ہونیکے بعد مقبول نہین ہم معلوم ہوا کہ ٹھگون کا قتل کرنا حاکم کو انداد سیاست کے درست ہو کیونکہ اونکو پھانسی سے مارنے کی عادت ہو یہی اونکا
پیشہ ہو وفیہ قمط رجلا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ ولا دیۃ ویعزر ویحبس الی ان یموت زاد فی البزازیۃ و
عن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبی مین ہے کہ ایکمرد کے ہاتھ پانون باندھے اور اوسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈالدیا سو اوسنے اوسکو قتل کیا تو اوسمین قصاص اور دیت
نہین اور باندھنے والیکو تعزیر دیجاوے اور وہ یہانتک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اوسکو دایم الحبس کرنا چاہیئے اور بزازیہ مین اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام سے ایک روایت
یہہ ہو کہ باندھنے والے پر دیت ہو ہم اسیطرح حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری مین داخل کرکے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اونہوں نے قتل کیا
خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری مین سانپ آگے سے موجود تہا اور اگر صغیر کے ساتھ یہہ ستم ہوگا تو جاکر دیت ہو کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط
صبیا والقاہ فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پانون بند کرکے دھوپ یا سردی مین ڈالدیا یہانتک کہ وہ مرگیا
تو قاتل کے برادران پر دیت ہو ہم اور جوان مرد صغیر کی مانند ہو اس حکم مین کذا فی العالمگیریۃ وفی الثانیۃ قمط رجلا والقاہ فی البحر فرسب وغرق
کما القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ وفی الاول غرق بطرحہ الخ اور خانیہ
مین ہے کہ ایکمرد کے ہاتھ پانون باندھے اور اسکو دریا مین ڈالدیا سو وہ تہ نشین ہوگیا اور ڈوب گیا پھر ڈالنے کے تو باندھنے والی اور گرانے والے کے برادرون پر

دیت ہو امام کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہین اسواسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اون صورتین اوسکو پانی مین گرا دینے سے ڈوبا
قطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر فلا قود فيه عليه لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے
مین سے کچھ باقی رہگیا اور اوسمین روح ہے سو دوسرے آدمی نے اوسکو قتل کیا تو اس صورتین قاتل ثانی پر قصاص نہین ہے اسواسطے کہ وہ مقتول بحکم میت کے ہے ھ تو اگر
مقتول مذکور کا بیٹا باپ کی اس حالت نیم جانی مین مرگیا تو مقتول کا پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرة
ولو قتله وهو في حالة النزع قتل به الا اذا كان يعلم انه لا يعيش منه كذا في الخانية اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع
مین تھا تو قاتل اوسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہہ معلوم ہو جاوے کہ وہ شخص زندہ نرہیگا اس حالت نزع سے تو قصاص نہین قاتل پر کذا فی الخانیہ ھ خلاصہ مین ہے کہ اگر
نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع مین ہے تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نرہیگا کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ یہان دو قول مختلف ہین طحطاوی
نے کہا کہ مین نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی درصورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ مین دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا
واللہ اعلم اغلب کہ اختلاف نسخ باعث ہے اس اختلاف کا وفي البزازية شق بطنه بحديدة وقطع آخر عنقه ان توهم بقاءه حيا بعد الشق قتل
قاطع العنق ولا يقتل الشاق ويعزر القاطع اور بزازیہ مین ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اوسکی گردن کاٹی اگر اوسکا زندہ
باقی رہنا توہم سے پھاڑنیکے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اوسکی زندگی خیال مین نہ آوے تو پیٹ پھاڑنیوالا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے
ھ قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنیوالے پر ثلث دیت ہے اور اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی
تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنیوالیکا قصاص بہی درصورت عمد کے ہے اور خطا مین دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار
ذا فراش ومات يقتص الا اذا وجد ما يقطعه كحز الرقبة والبرء منه اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر
سے چنگا ہو کر نہ اوٹھا اور مرگیا تو زخم لگانیوالے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاوے جو زخم کو قطع کردے جیسے زخمی کی گردن کاٹنا اور زخم سے چنگا ہو جانا
یعنے اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پہرنے لگا اور مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا وقدمنا انه لو
عفا المجروح او الاولياء قبل موته صح استحسانا اور اس سے پہلے ہمنے یہہ ذکر کیا ہے کہ مجروح نے یا اوسکے وارثون نے مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا
تو یہہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه وزيد واسد وحية ضمن زيد ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمدا
والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال مین اگر
زید کا قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً نہو تو اوسکے برادری پر دیت ہے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر مین زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بہی اوسکے سر مین زخم لگایا اور
شیر اور سانپ نے بہی اوسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریہ عن الکافی لان فعل الاسد والحية جنس واحد لانه هدر في الدارين وفعل
زيد معتبر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حتى يأثم بالاجماع فصار ثلثة اجناس زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ
کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اوسپر کوئی چیز واجب نہین دنیا اور آخرت مین اور زید کا فعل دونون جہانمین معتبر ہے اور اوسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا مین
نہ آخرت مین یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل ہے دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب
ہوئی ومفاده ان يعتبر في المقتول التكليف ليصير فعله جنسا آخر غير فعل الاسد والحية وان لا يزيد على الثلث لو تعدد قاتلا لان فعل
الكل جنس واحد ابن كمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ مقتول مین تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے
شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اوسکا بہی فعل باطل ٹھہریگا دارین مین شیر اور سانپ کی مانند تو اسصورت مین زید پر نصف دیت
لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول مذکور کے قاتل چند آدمی ہون اسلئے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی
باطل نہین دارین مین معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ويجب قتل من شهر سيفا على المسلمين يعني في الحال كما نص عليه ابن الكمال حيث عبر بعلة

الوقایۃ وقال ویجب دفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو بقتلہ ان لم یمکن دفع ضررہ الا بہ صرح بہ فی الکفایۃ ای لانہ من باب دفع الصائل صرح بہ الشمنی وغیرہ ویاتی ما یؤیدہ اور جسنے تلوار میان سے نکالی مسلمانوں پر اوسکا قتل واجب ہے یعنے فی الحال بلا توقف اوسکا قتل واجب ہے یہ ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ اوسنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدلڈالی ہے سو یوں کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا اوس شخص کا جسنے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ وہ دفع اوسکا اوسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اوسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اِس قید کی کفایہ شرح ہدایہ میں یعنے اسواسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنیوالیکی دفع کی مانند ہی تصریح کی ہے اِسکی شمنی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا ھ ابن کمال کے کلام سے نقل نے الکمال الطحطاوی فی اشتہار کے نکلنا ہی تصریح اسکی نہیں اسواسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تہا کما اشار الیہ ابن الکمال کذا فی الطحطاوی ولا شیٔ بقتلہ بجلاف الجمل الصائل اور تلوار نکالنے کے قتل میں کچھہ نہیں اوسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ تعزیر برخلاف جمل صائل کے قتل کے یعنی اگر اونٹ آدمی پر حملہ کرے اور وہ اوسکو مار ڈالے تو ہرچند اوسکے قتل میں گناہ نہیں لیکن اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا یقتل من شہر سلاحا علی رجل لیلا او نہارا او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی غیرہ فقتلہ المشھور علیہ اور کچھہ نہیں اوسکے مار ڈالنے سے جسنے اوسپر ہتیار نکالا اور اوٹہایا ایکمرد پر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اوسکے جنگل میں یا اوسپر لاٹھی اوٹہائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اوٹہائی دنکو شہر کے سوا جنگل وغیرہ میں سو اوسکو مار ڈالا اوسنے جسپر ہتیار یا لاٹھی اوٹہائی ھ یہ مسئلہ عین مسئلہ سابقہ کے ہے اسواسطے کہ وہاں جماعت مسلمین پر تلوار کہینچی اور یہاں ایکمرد پر ہتیار کہینچے والیکے قتل میں کچھہ نہیں مطلقا خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اسواسطے کہ ہتیار دیر نہیں ٹہرتا اندر گہس جاتا ہے اور لاٹھی اوٹہانے والیکے قتل میں راتکو شہر میں یا دنکو جنگل میں کچھہ نہیں اسواسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن میں گہس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو مظلوم کی فریادرسی اور مدد نہیں ہوسکتی ہاں اگر دنکو شہر میں لاٹھی اوٹہانیوالیکو قتل کریگا تو اوسکے بدلے قاتل مارا جاویگا اسواسطے کہ لاٹھی بدن میں نہیں گہستی اور شہر میں دنکو فریادرسی اور مددگاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی ملتقطا وان شہر المجنون علی غیرہ سلاحا فقتلہ المشھور علیہ عمدا یجب الدیۃ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتیار کہینچا سو اوس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی اوسپر قصاص نہیں ومثلہ الصبی والدابۃ الصائلۃ وقال الشافعی لا ضمان فی الکل لانہ لدفع الشر اور مجنون کی مانند صغیر اور جانور حملہ کرے اور شافعی نے کہا کہ ضمان نہیں سب صورتوں میں یعنی مجنون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل میں اسواسطے کہ یہہ قتل دفع شر کیواسطے ہے ھ اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف بحرمت نہیں تو بغاوت نہ ثابت ہوئی تو اونکے خون کی عصمت ساقط نہوگی اختیار صحیح کے نہونیکے سبب سے لہذا اگر مجنون یا صغیر کسیکو قتل کریں تو قصاص نہیں یا جانور کسیکا کچھہ نقصان کرے تو اوسپر تاوان نہیں پہر جب اونکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہوا وجہ مبیح کے سبب سے یعنی دفع شر نے اونکا خون مباح کردیا پہر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو دیت واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف وکف عنہ علی وجہ لا یرید ضربہ ثانیا فقتلہ الاخر ای المشھور علیہ او غیرہ کذا عممہ ابن الکمال تبعا للکافی والکفایۃ قتل القاتل لان بالانصراف عادت عصمتہ قلت فتحرر انہ ما دام شاہرا السیف لیضربہ فلا عصمۃ فلیحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کہینچنے والے نے مارا پہر پہر گیا اور پہر نہ ہوا اس طرح پر کہ دوسری بار مارنیکا ارادہ نہیں رکہتا سو دوسرے نے اوسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کہینچی تہی اوسنے مارا یا اوسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو اوسکا قاتل قتل کیا جاویگا اسواسطے کہ تلوار کہینچنے والیکے خون کی عصمت پہر ثابت ہوگئی پلٹجانیکے سبب سے میں کہتا ہوں تو یہہ امر منقح ہوگیا کہ جب تک وہ برہنہ تلوار کہینچے رہیگا تو اوسکو اوسکا مارنا درست ہے اور نہیں تو مارنا درست نہیں تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھ طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہیں اسواسطے کہ گاہے انسان برہنہ شمشیر بیٹہہ پہیر کر بہاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکہتا یعنی تو مطلقا بہاگنی شمشیر کی باقی عصمت ضرب کی دلیل نہیں ہوسکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلا فاخرج السرقۃ من بیتہ فاتبعہ رب البیت فقتلہ فلا شیٔ علیہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام قاتل دون مالک اور جب ایک شخص کے گہر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اوسکے گہر سے نکالے اور صاحب خانہ اوسکا پیچہا کر کے مار ڈالے اوسکو

مارڈالے تو اوسپر کچھہ نہین نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کر اپنے مال کے آس پاس ھ نسائی مین مخارق سے روایت ہو کہ ایک مرد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اوسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لیجاوے فرمایا کہ بنام خدا اوسکی تذکیر کر یعنی خدا کے غضب سے اوسکو ڈرا سو اوسنے کہا اگر وہ خوف نکرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانون سے مدد مانگ اوسنے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے مانگ وہ بولا کہ حاکم مجھسے دور ہو فرمایا قاتل دون مالک یعنی اپنے مال کے آس پاس مقاتلہ کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے ہو یا تو اپنا مال بچا رکھے کذا فی التیسیر وکذا لو قتلہ قبل الاخذ اذا قصد اخذ مالہ ولم یتمکن من دفعہ الا بالقتل صدا الشریعۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اوسکو قتل کرے مال لینے سے پہلے جبکہ وہ اوسکے مال کے لینے کا ارادہ رکہتا ہو اور اوسکے ہٹانے پر سوای مارڈالنے کے قدرت نہو کذا فی صدا الشریعۃ وفی الصغرٰی قصد مالہ ان عشرۃ او اکثر قتلہ وان اقل قاتلہ ولا یقتلہ اور فتاوی صغرے مین ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اوس سے مقاتلہ کرے لیکن اوسکو قتل نکر ڈالے ھ لیکن نہر الفائق مین آخر باب قطع طریق مین یون ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہو اور اوسکو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے من قتل دون مالہ فہو شہید یعنی جو اپنے مال کے درپے مارا جائے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی علی السعود وہل یقبل قولہ انہ کان کذلک بینۃ تعتبر ولا فان المقتول معروفا بالسرقۃ والشر لم یقتص استحسانا والدیۃ فی مالہ لورثۃ المقتول بزازیہ اور قاتل کا یہہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اوسنے اوس سے مکابرہ کیا تہا یعنی پہر بہی چوری سے وہ باز نرہا اگر یہہ قول گواہی سے ثابت ہے تو ہان مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہین تو اگر مقتول چوری اور بدکاری مین مشہور ہے تو قاتل سے ازراہ استحسان قصاص نہ لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال مین مقتول کے وارثون کیواسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیہ ھذا اذا لم یعلم انہ لو صاح علیہ طرحہ مالہ وان علم ذلک فقتلہ مع ذلک وجب علیہ القصاص لقتلہ بغیر حق یہہ یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہونا اوسوقت ہے جبکہ صاحب مال کو یہہ معلوم نہو کہ اگر وہ اوسپر شور کریگا اور للکاریگا تو سارق اوسکے مال کو ڈال دیگا اور اگر یہہ جانا کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ بہاگیگا پہر باوجود اوسکے اوسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اوسکے ناحق قتل کرنیکے سبب سے کالمغصوب منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود لقدرتہ علی دفعہ بالاستغاثۃ بالمسلمین والقاضی مغصوب منہ کی مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ غاصب کو قتل کریگا تو اوسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکی دفع پر قادر ہے مسلمانون اور حاکم سے فریاد کرکے ھ اور اگر مسلمین اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہون چنانچہ اس زمانے مین ہے تو ظاہرا قتل غاصب جائز ہے عموم حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی ومباح الدم التجأ الی الحرم لم یقتل فیہ خلافا للشافعی ولم یخرج عنہ للقتل لکن یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یضطر فیخرج من الحرم فحینئذ یقتل خارجہ مباح الدم یعنی جسکا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جائیگا اور نہ وہان سے گرفتار کرکے نکالا جاوے قتل کیواسطے لیکن اوسکا کہانا پینا روکا جاوے یہانتک کہ وہ گھبرا جاوے بہوک پیاس کے مارے سو آپ نکلجاوے حرم سے تو اوسوقت حرم سے باہر قتل کیا جاوے برخلاف امام شافعی کے یعنی اونکے نزدیک حرم کے اندر قتل اوسکا جائز ہے واما فیما دون النفس فیقتص منہ فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف مین تو قصاص لیا جائیگا اوس سے حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف مین تو اموال کا طریقہ مسلوک ہے ولو انشأ القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعا سراجیہ اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیۃ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اوسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے یہہ کتاب الحج کی شرح مین ذکر کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتلہ بسیف فلا قصاص وتجب الدیۃ فی الصحیح لان الاباحۃ لا تجری فی النفس وسقط القود لشبہۃ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ مجکو قتل کر سو اوسنے اوسکو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہین اور دیت واجب ہے قاتل کے مال مین بقول صحیح اسواسطے کہ اباحت جان مین جاری نہین ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ سے ھ ہرچند حقیقت مین اذن مقتول کا صحیح نہین لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا اور قصاص مین شبہہ حکم حقیقت کے ہے وکذا لو قال اقتل اخی او ابنی او ابی فقتلہ الدیۃ استحسانا کما فی البزازیۃ عن الکفایہ اور اسیطرح قصاص نہین اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بہائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ مین ہے کفایہ سے ھ طحطاوی نے کہا

بشرطیکہ قاتل مقتول کے خون کا وارث ہو وفیہا عن الواقعات لو ابنه صغیر اقتص اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا
جاویگا هم یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے حموی نے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر کا منح الغفار میں ہے کہ
یہہ محمول ہے قیاس کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخانیة بعتک دمی بفلس او بألف فقتله یقتص اور خانیہ
میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھہ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سو اوسنے اوسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہہ باطل ہے
اور قتل کا اذن نہیں ہے تو یہہ قول اقتلنی کے قول کی مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیک دیة لابنه اور اس قول میں کہ قتل کر میرے
باپکو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے وفی اقطع یدہ فقطع یداه لا یقتص اور اس قول میں کہ میری باپ کا ہاتھہ کاٹ سو اوسنے اوسکا ہاتھہ کاٹا تو قصاص
لیا جاویگا قاطع سے وفی شج ابنی فشجه لا شیء علیه فان مات فعلیه الدیة اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اوسنے اوسکا سر
پھوڑا تو اوسپر کچھہ نہیں پھر اگر وہ مرگیا اس سبب سے تو اوسپر خونبہا ہے وقیل لا تجب الدیة ایضا وصححه رکن الاسلام کما فی العمادیة واستظهره
الطرسوسی لکن رده ابن وهبان اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اپنی ذات کے اذن قتل میں دیت بھی قصاص کی مانند واجب نہیں اور اس قولکو رکن الاسلام نے
صحیح کہا ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسکی تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہے هم شرح وهبانیہ میں ہے کہ لائق یہہ ہے کہ قول اول لیجے
سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہو اسواسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص تو ساقط ہو گیا ہے شبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں

کما لو قال اقتل عبدی او اقطع یده ففعل فلا ضمان علیه اجماعا چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اوسکا ہاتھہ کاٹ سو اوسنے اوسکو قتل کیا اور اوسکا
ہاتھہ کاٹا تو اوسپر تاوان نہیں بالاتفاق هم اسواسطے کہ غلام مال میں داخل ہے اور مال میں ابتذال جاری ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار
ہیں کذا فی الحموی کقوله اقطع یدی او رجلی وان سری لنفسه ومات لان الاطراف کالاموال فصح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا
ہاتھہ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اوسکی جان تک پونہچ جاے اور وہ مرجاے اسواسطے کہ اطراف اموال کی مانند ہیں تو امر کرنا درست صحیح ہوگا هم سرایت الی النفس اور
موت نہ بزازیہ میں ہے نہ منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجے تو بمنزلہ اقتلنی کے ہو اوسمین بھی خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال قطعه
علی ان تعطینی هذا الثوب او هذه الدراهم فقطعه یجب الارش فی الید لا العقود وبطل الصلح بن انیه اور اگر بولا کہ ہاتھہ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجکو یہہ
کپڑا یا یہہ درہم دے سو اوسنے قطع کیا تو ہاتھہ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا فی البزازیة فروع مسائل
متفرقہ شارح کے هبة القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانه لا یجری فیه التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سواے قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ اوسمین
تملیک جاری نہیں هم اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیة الاشباه عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح
افضل من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے هم عفو وارث سے قاتل کی برات ہو جاتی
ہے دنیا میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برات نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباه وحاشیة ابی السعود وکذا عفو المجروح
اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر ہے صلح سے اور صلح بہتر ہے بدلا لینے سے لا تصح توبة القاتل حتی یسلم نفسه للقود وهبانیه هم نہیں توبہ
قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نکردے کذا فی الوهبانیة هم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی
جان حاضر نکرے اور یہہ بھی شرط صحت توبہ سے کہ مقتول کے وارثوں سے خبر کردے کہ یہہ قصور مجھی سے ہوا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوهبانیه وغیره الامام
شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین وفرق الفقهاء بینهما امام یعنی حاکم سلطنت شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے
بدلا لینے میں حدود کی مانند امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک اور فقہا نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباه هم یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کیلئے امام شرط ہے
قصاص کیواسطے شرط نہیں کہ اگر کوئی مقتول ہوا عمدا اور اوسکا ایک وارث ہو تو اوسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور
اوسکی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاے اور اگر قتل ممنوع کریگا تو تعزیر دیجائیگی مگر اوسپر تاوان نہیں اور اسیطرح قتل کرنے سے مستوفی قصاص ہوگا کذا

ے العالمگیریہ فیہا فی قاعدۃ الحدود تندرئ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص دون الحدود ۱ اور اشباہ مین الحدود تندرئ بالشبہات کے قاعدے مین ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتون مین پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص مین درست ہی نہ حدود مین ھ یہہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوای حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہین کذا فی الحموی شرح الاشباہ ۔ القصاص یورث والحد لا ۲ قصاص مین میراث جاری ہی اور حد مین نہین ھ دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص بہی موروث نہین کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ھ یہ بعد مرافعہ کے محمول ہی اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل مین شہادت کا مانع نہین برخلاف حد کے مگر حد قذف کے سوا القصاص یثبت باشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہی گونگے کے اشارہ سے اور اوسکے لکہدینے سے برخلاف حد کے ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اوسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کیطرف اشارہ کیا یعنی مینے اوسکو تلوار سے مارا ہی تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی یجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص مین جائز ہے نہ حد مین السابعۃ لا بد فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ۷ ساتوین صورت یہہ ہی کہ قصاص مین دعوی ضرور ہے نہ حد مین مگر حد قذف مین البتہ دعوی ضرور ہے انتہی فی الاشباہ و فی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ مین ہی کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گہر مین جہانکا دروازے کے اندر سے سو اوس مرد نے اوسکی آنکہہ پہوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہین اگر جہانکنے والیکا ہٹانا بدون آنکہہ پہوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکہہ پہوڑنے والے پر دونو صورتون مین تاوان نہین ھ ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جہانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اوسکی آنکہہ پہوڑ دی کنکری مارکر تو کچہہ گناہ نہین اور ہماری دلیل یہ حدیث ہی کہ آنکہہ مین نصف دیت ہی اور یہہ عام ہی ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اوسلیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گہر مین گہس کے کچہہ لے تو بہی اسکو جب تک قصد نہین اور حدیث ابوہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہی اور اگر حدیث مذکور کو اوس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکہہ پہوڑنے کے تو منافات بالکل نہ رہیگی لیکن یہ مسئلہ آیندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اوسمین کچہہ تفصیل نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی تمت مار لو ادخل راسہ فرماہ بحجر ففقأہا لا یضمن اجماعاً انما الخلاف فیمن نظر من خارجہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کردیا سو صاحب خانہ نے اوسکو پتہر سے مارا سو اوسکی آنکہہ کو پہوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن البغیۃ من کنز الروس باتفاق حنفی اور شافعی اختلاف حنفی اور شافعی تو فقط اوسصورت مین ہی جبکہ گہر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہی ماسوای جان کے قصاص مین یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے مین ھ قصاص ماورای النفس ثابت ہی کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی (والجروح قصاص) حدیث مین ثابت ہی کہ ایکعورت نے جاریہ انصار کا دانت توڑا تہا سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینے وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص ماورای النفس ہر ایک اوس عضو مین جاری ہے جہان حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہی یعنی جہان برابری اعضای ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہوسکے وہان بدلا لینا جاری ہی اور جہان حفظ مماثلت متصور نہین وہان قصاص نہین وہان دیت ہی یا کچہہ اور چنانچہ معلوم ہوگا ھ پہر جب رعایت مماثلت کی لازم ہوئی تو داہنا ہاتہہ بائین ہاتہہ کے بدلے نہ کاٹا جاویگا اور نہ بایان بدلے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتہہ لنجے ہاتہہ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتہہ مرد کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتہہ عورت کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتہہ غلام کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتہہ آزاد کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتہہ دوسرے غلام کے ہاتہہ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتہہ مین نصف قیمت واجب ہی اور قیمت غلامونکی مختلف ہوتی ہی اور قصاص نہین بلکہ مین اور ہر کی کہال مین اور چہاتی اور پشت اور شکم اور گردن کے گوشت مین قصاص نہین اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے مین اور قاطع کے اعضا کا قصاص نہوگا الا بالمثل تو انگوٹہا بدلے انگوٹہے کے قطع ہوگا

باب القود فیما دون النفس

اور سیاہ کے بدلے سیاہ اور شل کے بدلے شل کے اور خنصر کے بدلے خنصر کے اور بنصر کے بدلے بنصر کے اور اسیطرح دانتون مین برابری واجب ہے تو نیش کے بدلے نیش کے
اور ڈاڑھ کے بدلے ڈاڑھ کے وعلی ہذا القیاس مساوات اعضاء واجب ہے اونکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی لنقصاد حینئذ وبقاء

قَطَعَ الْيَدَ عَمْدًا مِنَ الْمَفْصِلِ اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والیکا عمداً جوڑ سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ
عمداً کاٹا کہنی کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہین سے کاٹا جاویگا فَلَوْ الْقَطْعُ مِنْ نِصْفِ سَاعِدٍ اَوْ سَاقٍ اَوْ مِنْ قَصَبَةِ اَنْفٍ لَمْ يُقَدْ لِامْتِنَاعِ
حِفْظِ الْمُمَاثَلَةِ وَهِيَ الْاَصْلُ فِيْ جَرَيَانِ الْقِصَاصِ سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کی آدہے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا
بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے مین ہم مبسوط مین ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اوسمین قصاص ہے اوسی
موضع مین اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اوسمین ہمارے نزدیک قصاص نہین انتہے یعنی اسواسطے کہ کاہی قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجاوے یا اوسمین زیادہ
خلل ہوجاوے تو برابری نرہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وَاِنْ كَانَتْ يَدُهُ اَكْبَرَ مِنْهَا لِاتِّحَادِ الْمَنْفَعَةِ قصاص مین جوڑ سے
ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص مین چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہین جراحت راس کے
سوا کیونکہ دونون عضو منفعت مین یکسان ہین کذا فی الزیلعی وَكَذَا الْحُكْمُ فِي الرِّجْلِ وَالْمَارِنِ وَالْاُذُنِ اور اسیطرح کا حکم ہے پانو مین اور ناک
کے نتہنون مین اور کان مین ہم مارن جسم نرم غضروفی ہے ناکمین بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع مین قصاص ہے اور بعض کے قطع مین قصاص نہین
اسیطرح اگر پانون اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین عالمگیری مین خزانة المفتیین سے منقول ہے کہ نوک بینی کے قطع مین حکومت
عدل ہے قول صحیح مین وَكَذَا عَيْنٌ ضُرِبَتْ فَزَالَ ضَوْءُهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ غَيْرُ مُنْخَسِفَةٍ فَيُجْعَلُ عَلٰى وَجْهِهِ قُطْنٌ رَطْبٌ وَتُقَابَلُ عَيْنُهُ بِمِرْاٰةٍ مُحْمَاةٍ
اور اسیطرح قصاص لیا جاوے اوس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اوسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھہ نہین گئی تو قصاص لینے کی صورت یہہ ہو کہ ضارب
کے منہ پر بھیگی روئی ڈالیجاوے اور اوسکی آنکھ کے مقابل مین گرم کیا آئینہ رکھا جاوے ہم یہہ حکم خلافت عثمانی مین علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبدالرزاق
کی مصنف مین حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ ایکمرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تہی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت
اوسکی معلوم نتہی تو علی رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پہر آفتاب کے سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اوسکی بینائی
منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی وَلَوْ قُلِعَتْ لَا قِصَاصَ لِتَعَذُّرِ الْمُمَاثَلَةِ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالیجاوے تو اوسکا قصاص نہین بسبب
متعذر ہونے مساوات کے وَفِي الْمُجْتَبٰى فَقَاَ الْيُمْنٰى وَيُسْرَى الْفَاقِئِ ذَاهِبَةٌ اَقُصُّ وَتُرِكَ اَعْمٰى اور مجتبی مین ہے کہ داہنی آنکھ پھوڑی
اور پھوڑنے والیکی بائین آنکھ پھوٹی ہے موجود نہین تو اوس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندہا چھوڑا جاویگا وَعَنِ الثَّانِيْ لَا قَوَدَ فِيْ فَقْءِ عَيْنِ الْحَوْلَاءِ
اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بھینگی کے پھوڑنے مین قصاص نہین ہم مجتبی مین ہے کہ اگر احول کی آنکھ مین حول مضر بصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر
ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً قصاص نہین انتہی تو ظاہرا قول اول معتمد ہے اور قول ثانی ضعیف تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب
نتہا کذا فی الطحطاوی وَكَذَا هُوَ اَيْضًا فِيْ كُلِّ شَجَّةٍ تُرَاعٰى وَيَتَحَقَّقُ فِيْهَا الْمُمَاثَلَةُ كَمُوْضِحَةٍ اور اسیطرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اوس زخم سر مین
ہے جسمین مماثلت اور مساوات کی مراعات ہوسکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ مین ہم موضحہ وہ جراحت ہے جسمین سر یا چہرے کی کہال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی
کہلجاوے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی وَلَا قَوَدَ فِيْ عَظْمٍ اِلَّا السِّنَّ وَاِنْ تَفَاوَتَا طُوْلًا وَكَذَا الْمَاشِمَةُ اور قصاص نہین ہڈی توڑنے
مین سوائے دانت کے یعنی دانت مین قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور کے دونون دانت طول اور ضخامت مین متفاوت ہون بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم
اور حدیث جو ہدایہ مین مذکور ہے کہ لَا قِصَاصَ فِي الْعَظْمِ ثابت نہین غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ مین عبداللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی
ہے کہ لَيْسَ فِي الْعِظَامِ قِصَاصٌ یعنے ہڈیون مین قصاص نہین ہے اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور مین مروی ہے کذا فی العینی
فَتُقْلَعُ اِنْ قُلِعَتْ وَقِيْلَ تُبَرَّدُ اِلَى اللَّحْمِ مَوْضِعَ اَصْلِ السِّنِّ وَيَسْقُطُ مَا سِوَاهُ لِتَعَذُّرِ الْمُمَاثَلَةِ اِذْ رُبَّمَا تَفْسُدُ لَثَّاتُهُ وَبِهِ اَخَذَ

صاحب الکافی قال المصنف وبه یفتی فی المجتبیٰ تو ظالم کا دانت اوکہاڑا جاوی اگر مظلوم کا دانت اوکہاڑ گیا ہو اور بعضون نے کہا کہ دانت ریتا
جاوی سونا اسی گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کے مقام تک اور ماوراء گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اوسکا قصاص ساقط ہے تعذر مماثلت کے سبب سے اسلیے کہ
دانت کے اکہاڑنے مین کبہی یا اکثر گوشت فاسد ہوجاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہی مصنف نے شرح مین اسکو کہا ہے اور مجتبی مین ہے کہ اسی قول اخیر پر فتوی ہے
ھم طحطاوی نے کہا کہ تعذر یعنی سطح تقند لہاتہ ہو اور مصنف اور شارح اوسکا تابع ہوگیا ہی اور حق یہ ہے کہ تقند لثاتہ ہی یعنی بجای ہا رموز تا مثلثہ ہو لثات
جمع لثہ بکسر لام بمعنی مسوڑہ و یعنی دانت اوکہاڑ ڈالنے کے قصاص مین اکہاڑ نا نچاہیئے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیئے اسواسطے کہ اوکہاڑنے سے مسوڑہون
مین اکثر خلل واقع ہوجاتا ہے کما تبرد الی ان یتساویا ای کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہی یہانتک کہ کاسر اور مکسور دونون کے دانت برابر ہوجاوین اگر
مکسور کا دانت توڑا گیا ہو ھم ریتنا اوسوقت ہی جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو والا قصاص نہین خونبہا ہی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ د فی المجتبیٰ ویؤجل
حولاً فان لم ینبت یقتص وقیل یؤجل الصبی لا البالغ اور مجتبی مین ہی کہ قصاص کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوی پہر اگر دانت نہ جمآوی تو قصاص
لیا جاوی اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ھم منتقی مین ہی جب دانت سی کچہہ توڑا گیا تو ایک سال تک انتظار
کرنا چاہیئے پہر جب سال پورا ہوجاوی اور دانت نہ پہر جاوی تو اوسپر قصاص ہے سوہان سی ریت کر اور ظہیریہ مین ہی کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے چیتنی ہونے
تک انتظار چاہیئے اور ایک سال کا انتظار ضرور نہین مگر مجرد کی تردات مین اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہی کذا فی الطحطاوی فلو مات
الصبی فی الحول یجیٔ پہر اگر صغیر سال کی مدت مین مرگیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہوگیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف
نے کہا کہ اوسمین حکومت عدل ہی وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند ابی یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ
العلاج والطبیب وتحقیقہ اور اسیطرح دانت اوکہاڑنے کی مانند خلاف ہی جبکہ مدت مقرر کیجاوی دانت کی تحریک مین پہر مدت کے اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو
ابو یوسف کے نزدیک درد کا خونبہا یعنے دانت اوکہاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ھم محیط مین ہی کہ
جب ضرب سے دانت متحرک ہوگیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہیئے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پہر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچہہ نہین اور اگر سال کے اندر اوسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمداً تہی تو قصاص واجب ہی اور اگر خطا کی راہ سی تہی تو دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی اور اس مسئلہ مین ابو یوسف کا وہ قول ہے
جو شارح نے ذکر کیا وتؤخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب ولا یؤخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل
انہ لا یؤخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص لیا جاتا ہی سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلا اور بدلا نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت کا
اور نہ نیچے کا اوپر کے سے کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اوسکی مثل اور مانند سے ولا قود عندنا فی طرف رجل و
امرأۃ وطرف حر وعبد وطرف عبدین لتعذر المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہم
حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین اور دو غلامونکی اطراف مین بسبب متعذر ہونے مساوات کے اونکی دیت
اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوئی تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت
کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامونکی قیمت مین تفاوت ہی لہذا قصاص متعذر ٹہرا قلت ھذا ھو المشہور لکن فی الواقعات
لو قطعت امرأۃ ید رجل کان القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین
واقرہ القہستانی والبرجندی میں کہتا ہون یہ یعنے مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا یہی مذہب
مشہور ہے لیکن واقعات مین ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتہہ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہی اسواسطے کہ استیفاء ناقص کامل کی عوض ہوسکتا ہی جبکہ صاحب حق
ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہوجاوی تو اسطرح کچہہ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنی جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد
سافلے کا مالک عبد اونے سے بدلا لینے پر راضی ہوجاوی اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکہا ہی ھم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کردیا کہ قول اول

مشہور معتمد ہے نہ یہ قول وَطَرَفُ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ سِيَّانِ لِلتَّسَاوِي فِي الْأَرْشِ اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہین خونبہا کی مساوات کے سبب سے ہم کافر سے ذمی مراد ہونہ کافر حربی اور مستامن کذا فی الطحطاوی وقال الشافعی کل من یقتل به یقطع به ومن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہی جسکے بدلے اوسکا عضو بھی قطع کیا جاتا ہی اوسکے بدلے اور جو قتل نہین ہوتا اوسکا عضو بھی قطع نہین ہوتا یعنی اونکے نزدیک مسلم کا قتل نہین ذمی کے بدلے تو اوسکے عضو کا بھی قطع نہین اوسکے عضو کے بدلے وَلَا فِي قَطْعِ يَدٍ مِنْ نِصْفِ سَاعِدٍ لِمَا مَرَّ اور قصاص نہین ہاتھ کے کاٹنے مین نصف ساعد سی بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہین ہوسکتی کمی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہی مماثلت اور مساوات سی وَلَا فِي جَائِفَةٍ بَرِئَتْ اور قصاص نہین اوس جائفہ مین جو چنگا ہوگیا ہم جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک پہونچگیا سینہ کیطرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کیطرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پانوین جائفہ نہین ہوتا لیکن فوطون اور مقعد مین جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الغرر فَإِنْ لَمْ تَبْرَأْ فَإِنْ سَارِيَةً يُقْتَصُّ وَإِلَّا يُنْتَظَرُ الْبُرْءُ أَوِ السِّرَايَةُ ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ چنگا نہوا سو اگر ساری ہوگیا یعنی زخم کے صدمہ سی زخمی مرگیا تو جارح سی قصاص لیا جاویگا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیئے کذا صرح ابن کمال وَلِسَانٍ وَذَكَرٍ وَلَوْ مِنْ أَصْلِهِمَا بِهِ يُفْتَى شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ لِأَنَّهُ يَنْقَبِضُ وَيَنْبَسِطُ قُلْتُ لَكِنْ جَزَمَ قَاضِيخَان بِلُزُومِ الْقِصَاصِ وَجَعَلَهُ فِي الْمُحِيطِ قَوْلَ الْإِمَامِ وَنَصُّهُ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ إِنْ قَطَعَ ذَكَرَهُ مِنْ أَصْلِهِ أَوْ مِنَ الْحَشَفَةِ اقْتُصَّ مِنْهُ إِذْ لَهُ حَدٌّ مَعْلُومٌ وَأَقَرَّهُ فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ فَلْيُحْفَظْ اور قصاص نہین زبان اور ذکر کے قطع مین اگرچہ دونو جڑ سے قطع ہوگئے ہون اسی قول پر فتوی ہی کذا فی شرح الوہبانیہ اور اسیکو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہو اسلئے کہ ذکر سمٹتا اور پھیلتا ہی یعنی تو قطع مین کمی بیشی محتمل ہے مین کہتا ہون لیکن قاضیخان نے لزوم قصاص پر قطعی حکم کیا ہے اور محیط مین اسکو امام کا قول قرار دیا ہی اور محیط کی عبارت یہہ ہی کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر ذکر جڑ سے قطع ہوا یا شپاری سی تو قاطع سی قصاص لیا جاوی اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہی تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیئے ہم فتاوی قاضیخان مین ہی کہ ذکر کے قطع مین عمداً جڑ سے قصاص ہی اور اگر اوسکو وسط سی قطع کیا تو قصاص نہین اور قطع زبان مین قصاص نہین انتہی اور ہدایہ وغیرہ مین مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضیخان مین ابو یوسف کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور عالمگیریہ مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع مین قصاص نہین اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنے امام محمد کی مبسوط مین ذکر یون ہے کہ اسمین قصاص نہین اور ابو یوسف سی روایت یون ہی کہ اسمین قصاص ہے متفرقات مین ہی کہ ظاہر الروایہ صحیح ہے انتہی واللہ اعلم إِلَّا أَنْ يُقْطَعَ كُلُّ الْحَشَفَةِ فَيُقْتَصُّ وَلَوْ بَعْضُهَا لَا مگر یہہ کہ بالکل سپاری قطع ہوجاے تو اوسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہین بعض قطع ہوئی تو قصاص نہین ہم اسواسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع معلوم ہی نہ بعض کی وہیچی مالو قُطِعَ بَعْضُ اللِّسَانِ اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا وَيَجِبُ الْقِصَاصُ فِي الشَّفَةِ إِنِ اسْتَقْصَاهَا بِالْقَطْعِ لِإِمْكَانِ الْمُمَاثَلَةِ وَإِلَّا يَسْتَقْصِهَا لَا يُقْتَصُّ مُجْتَبَى وَجَوْهَرَةٌ اور قصاص واجب ہے ہونٹھ مین اگر قاطع نے قطع کے سبب سے لب کو نہایت تک پونہچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹا کچھہ باقی نرکہا وجوب قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہہ سے اور اگر لب کو جڑ کے نہین کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا کذا فی المجتبی والجوہرہ یعنی قصاص نہوگا عدم مماثلت کے احتمال سی وَفِي لِسَانِ أَخْرَسَ وَصَبِيٍّ لَا يَتَكَلَّمُ حُكُومَةُ عَدْلٍ اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کی قطع زبان مین حکومت عدل ہی ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات مین معلوم ہوگی کہ عیبدار اور بے عیب کی قیمت ٹھہرائی جاوی تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہ دیت مسمی بحکومت عدل ہے

وَإِنْ كَانَ الْقَاطِعُ أَشَلَّ أَوْ نَاقِصَ الْأَطْرَافِ أَوْ كَانَ رَأْسُ الشَّاجِّ أَكْبَرَ مِنَ الْمَشْجُوجِ خُيِّرَ الْمَجْنِيُّ عَلَيْهِ بَيْنَ الْقَوَدِ وَأَخْذِ الْأَرْشِ وَعَلَى هَذَا فِي السِّنِّ وَسَائِرِ الْأَطْرَافِ الَّتِي تُقَادُ إِذَا كَانَ طَرَفُ الضَّارِبِ وَالْقَاطِعِ مَعِيبًا يُخَيَّرُ الْمَجْنِيُّ عَلَيْهِ بَيْنَ أَخْذِ الْمَعِيبِ وَالدِّيَةِ كَامِلًا اور اگر قاطع لنجا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنیوالے کا سر بڑا ہو اوسکے سر سے جسکے سر کو اوسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص اور دیت کے لینے مین وعلے ہذا القیاس [illegible] اور باقی اُن اطراف مین جنکا قصاص لینا واجب ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع کا عیبدار ہو تو مضروب اور مقطوع عیبدار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے مین مختار ہی چاہے عیبدار کو لیوے چاہے پوری دیت خونبہا لیوے ہم اختیار اسواسطے دیگیا کہ اس صورت مین ایفا ہی کمال حق [illegible]

ممہوی نے و لوالجی سے نقل کیا کہ یہہ اوس وقت ہی جبکہ قاطع قطع کیوقت لنجا ہو اور اگر قطع کیوقت اسکا ہاتھہ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے لنجا ہو جاے تو مقطوع
قصاص ہے دیت نیا دیگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھہ مین ثابت تہا سو ساقط ہو گیا بقدر ہلاک ہو جانے محل کے کذا فی الطحطاوی **قال برهان الدين هذا لو**
الشلاء ينتفع بها فلو لم ينتفع بها لم تكن محلا للقود فله دية كاملة بلا اختيار وعليه الفتوى مجتبى برہان الدین نے کہا ہے یہہ اختیار
اوس شرط سے ہے کہ لنجے ہاتھہ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اوس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہین تو مقطوع کیو ہطے پوری دیت متعین ہی بلا اختیار
قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی **وفيه لا تقطع الصحيحة بالشلاء** اور مجتبی مین ہے کہ صحیح ہاتھہ لنجے ہاتھہ کے بدلے قطع نہوگا **ويسقط**
القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نرہا **وبعفو الاولياء** اور
قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کر دینے سے **وبصلحهم على مال ولو قليلا** اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثون کے صلح کرنے سے
مال پر اگرچہ مال کم ہو **هـ** اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اوسمین عوض کی کچہہ تعیین نہین کذا
فی الحموی یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر ہو یا کم و بیش **ويجب حالا عند الاطلاق** اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعیین
مدت کیصورت مین **وبصلح احدهم وعفوه ولمن بقي من الورثة حصته من الدية في ثلث سنين على القاتل هو الصحيح وقيل على**
العاقلة ملتقى اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کر دینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے صلح اور عفو کچہہ نہین کیا وہ اپنا حصہ
پا ئیگا دیت سے تین سال کی مدت مین اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضون نے کہا کہ قاتل کے برادرون پر دیت ہے کذا فی الملتقی **امر الحر القاتل و**
سيد العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمهما الذي اشتركا فيه على الف ففعل المامور الصلح عن دمهما فالالف على الحر
والسيد الامرين نصفان لانه مقابل بالقود وهو عليهما سوية فيقسم كذلك آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایکمرد کو ہزار
درم پر صلح کرنیکا اوس خون کے بدلے جسمین آزاد اور غلام دونو شریک تہے امر کیا سو مرد مامور نے دونون کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونون
امر کرنیوالون یعنی آزاد اور مولے پر آدہون آدہ ہین یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولی پر ہونگے اسلیئے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہین اور قصاص
دونون پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بہی اسطرح دونون پر برابر ہوگا **ويقتل جمع بمفرد ان جرح كل واحد جرحا مهلكا لان زهوق الروح يتحقق**
بالمشاركة لانه غير متجز بخلاف الاطراف كما سيجيء اور قتل کیجائیگی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت مین سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسواسطے
کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہونا مشارکت سے ہی اسواسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہین یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک مین ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹہریگا کذا فی
الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہین چنانچہ عنقریب آتا ہی **هـ** دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضہ
نے پانچ یا سات مردون کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اوسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد دیتے تو مین انکو قتل کرتا صنعا شہر ہے
یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہی جبکہ سب لوک ساتہہ ہی مارین اور اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مرجاے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم
کاری تہا اور کسکا کاری نہ تہا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاے اور
یہہ متصور نہین مگر موت سے پہلے تو اوسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا کذا فی الطحطاوی **والا لا كما في تصحيح العلامة قاسم**
اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہین چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح مین ہی **هـ** خواہ کسیکا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہونا باقی
کا تو جسکا مہلک ہوگا اوسپر قصاص ہے اور باقی لوگون پر تعزیر کذا فی الطحطاوی **وفي المجتبى انما يقتلون اذا وجد من كل جرح يصلح لما هوق**
الروح فاما اذا كانوا نظارة او مغريين او معينين بامساك واحد فلا قود عليهم اور مجتبی مین ہے کہ جماعت کے لوگ تو اوسیصورت سے
قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاے جو روح نکلنے کی لیاقت اور صلاحیت رکہتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشا بین ہون یا قاتل کو ورغلانے
ہون یا قاتل کے مددگار ہون ایک شخص کو گرفتار کرکے تو اون لوگون پر قصاص نہین اور نہ اونپر خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی **والاولى ان يعرف**

الجمع بلام العهد فانه لو قتل فرد جمعًا احدهم ابوه او مجنون سقط القود قهستانی اور بہتر یہ تہا کہ مصنف لفظ جمع کو معرف بلام تعریف
کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ اونمین سے ایک باپ ہے مقتول کا یا کوئی اونمین دیوانہ ہے تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی م یعنی
اگر لام عہد خارجی ہوتا تو غیر مراد خارج ہوجاتا بلا تکلف ویقتل فرد بجمع اکتفاءً للباقین خلافًا للشافعی ان حضر ولیهم اور قتل کیا جاتا
ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرتے قصاص فرد کے باقیون کیواسطے برخلاف شافعی کے م امام
شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کیواسطے قتل ہوگا اور باقیون کیواسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات
اونکے فیما بین قسمت ہونگی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سبکی طرف سے کافی ہے اسواسطےکہ ہر وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال ازروے قصاص کے اور اسلیے
کہ قتل اخراج روح کیواسطے صالح ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہین تو ہر وارث کیطرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر ولی واحد
قتل له وسقط عندنا حق البقية كموت القاتل حتف انفه لفوات المحل كما مرّ پہر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اوسکے واسطے قتل ہوگا
اور ہم حنفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہوجاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے مین اپنی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے
چنانچہ گذر گیا قطع رجلان فاكثر يد رجل او رجله او قلعا سنه ونحو ذلك مما دون النفس جو ہر اور دو شخصون یا زیادہ نے ایکمرد کا
ہاتہ یا پانو کاٹا یا دونون نے اوسکا دانت اوکہاڑا اور مانند اسکی اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بان اخذا سكينا فامراها على يده
حتى انفصلت فلا قصاص عندنا على واحد منهما او منهم لانعدام المماثلة ہاتہ یا پانو اسطرح کاٹا کہ دونو شخصون نے چہری کو پکڑا
سو اوسکو چلایا اوس مرد کے ہاتہ یا پانو پر یہانتک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہین کسی پر اون دو مین سے یا جماعت مین سے بسبب نہونے
مماثلت اور مساوات کے م اسلیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتہ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد
کیطرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتہ کے قطع مین اور ایک ہاتہ کے قطع مین بخلاف قتل النفس بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد
کیطرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب سے کذا فی الہدایہ و شروحہا لان الشرط في الاطراف المساواة
في المنفعة والقيمة بخلاف النفس فان الشرط فيها المساواة في العصمة فقط درر کسی پر قصاص نہین انعدام مماثلت کے سبب سے
اسواسطے کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت مین یعنی وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطےکہ نفس کے قصاص
مین فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحد اور انفس عصمت دم مین برابر ہین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانونکا قصاص
ہوتا ہے وضمنا او ضمنوا ديتها على عددهم بالسوية اور دونون قاطع یا سب قاطعین ہاتہ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنی شمار کی برابر
وان قطع واحد يميني رجلين فلهما قطع يمينه ودية يد بينهما ان حضرا معًا اور اگر ایکمرد دو مردون کے ہاتہ کاٹے تو دونون کو
اوسکا داہنا ہاتہ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتہ کا خونبہا لینا آپسمین آدہو آدہ بانٹ کر بشرطیکہ دونون شخص ساتہہی حاضر ہون وان حضر احدهما
وقطع له فللآخر عليه اي على القاطع نصف الدية لما مر ان الاطراف ليست كالنفوس اور اگر دونمین سے ایکمرد حاضر ہوا اور
اوسکے بدلے اوسکا ہاتہ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کیواسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اطراف کا حکم نفوس کی مانند نہین ہے م
دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانسو دینار ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضى بالقصاص بينهما ثم عفا احدهما قبل
استيفاء الدية فللآخر القود وعند محمد للآخر الارش اور اگر دونون شخصونکے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے قصاص
معاف کیا دیت حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک فیصلہ ہوچکنے پر خونبہا لینے کا اختیار ہے ويقاد عبد اقر بقتل عمد خلافًا لزفر اور قصاص
لیا جاویگا اوس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ اونکے نزدیک اقرار عمد غلام سے قصاص نہین م وجوب قصاص کی وجہ یہ ہے
کہ ایسی صورت مین غلام غیر متہم ہے اسواسطے کہ اسمین اوسیکا ضرر ہے ولو اقر بخطأ او بمال لم ينفذ اقراره على مولاه بل يكون في

رقبته الی ان یعتق کما نقل المصنف عن الجوهرة اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار اوسکے مالک پر نافذ نہوگا
بلکہ اوسکی گردن پر رہیگا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونیکے بعد اوسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاهر کلام
الزیلعی بطلان اقرارہ بالخطاء اصلاً یعنی لا فی حقہ ولا فی حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبید من الاشباہ معللاً بان
موجبہ الدفع او الفداء انتھی فتامّلہ مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی
نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اوسکے مالک کے حق میں اور اسیکی مانند اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہے یوں تعلیل
بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف سو اسمیں تامل کر ہم شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہہ تعلیل زیلعی
کیجانب سے نہ اشباہ کیطرف سے اسواسطے کہ اشباہ میں تعلیل ہی مذکور نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب
اوسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھہ واجب نہیں تو اقرار مذکور صحیح نہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہہ اقرار باب تجارت
سے نہیں تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن علله القهستانی بانه اقرار بالدیة علی العاقلة انتھی فتدبّرہ اذ قد اجمع العلماء علی العمل
بمقتضی قوله علیه الصلوة والسلام لا تعقل العواقل عبدًا ولا عمدًا ولا صلحًا ولا اعترافًا حتی لو اقرّ الحرّ بالقتل خطأ لم یکن اقرارہ
اقرارًا علی العاقلة ای الا ان یصدّق قوہ وکذا قرّرہ القهستانی فی المعاقل فتنبّه لیکن قہستانی شارح نقایہ نے اوسکی تعلیل یوں بیان
کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہے سو اس کلام میں تدبیر اور غور کرکہ منظور فیہ ہے اسلئے کہ علمانے اجماع کیا ہے اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنیکا کہ عواقل دیت
غلام کے متحمل نہیں ہوتے اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہانتک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہہ اقرار عاقلہ یعنی مددگاروں پر نہوگا یعنی اوسصورتمیں مددگاروں
پر دیت ہے جبکہ وہ اقرار کو تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی مذکور نے کتاب المعاقل میں تو خبردار رہیو ہم طحطاوی نے شارح کی اس اعتراض
کا جواب دیا ہے جسکو اوسکی دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے رمی رجلاً عمدًا فنفذ السهم
الی آخر فماتا یقتصّ للاول لانه عمد وللثانی الدیة علی عاقلته لانه خطأ ایکمرد کے عمدا تیر مارا سو اوسکے بدن سے پار ہوکر دوسرے شخص کے
جالگا سو دونوں مرگئے تو پہلے مرد کیواسطے قصاص لیا جاویگا اسلئے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مرد کیواسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادروں پر اسلئے
کہ وہ قتل خطا ہے ہم ہرچند یہہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہوگیا کذا فی الزیلعی وقعت حیّة علیه فدفعها عن نفسه فسقطت علی آخر
فدفعها عن نفسه فوقعت علی ثالث فلسعته ای الثالث فهلك فعلی من الدیة هكذا سئل ابو حنیفة رحمة الله علیه بحضرة
جماعة فقال لا یضمن الاول لان الحیة لم تضرّ الثانی وكذلك لا یضمن الثانی والثالث لو كانوا وامّا الاخیر فان لسعته مع
سقوطها فورًا من غیر مهلة فعلی الدافع الدیة لورثة الهالك والّا تلسعه فورًا لا یضمن دافعها علیه ایضًا فاستصوبوہ
جمیعًا وهذا من مناقبه رضی الله عنه صیرفیة ومجمع الفتاوی سانپ گرپڑا ایک شخص پر سو اوسنے اپنے اوپر سے ہٹا کر پہینکا سو دوسرے
شخص پر جاپڑا پہر دوسرے شخص نے اوسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جاپڑا سو تیسرے کو اوسنے کاٹا تو وہ مرگیا تو کون شخص پر خونبہا واجب ہوگا اس
طرح سوال ہوا تہا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعہ علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے
شخص کو ضرر نہیں پونہچایا اور اسیطرح دوسرا اور تیسرا شخص ضمان نہ دیگا اگر تین آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوں رہا اخیر شخص سو اوسکا یہہ حال ہے کہ اگر اوسکو
سانپ نے گرنے کے ساتھہ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خونبہا مرجانیوالے کے وارثوں کیواسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے فورًا نہیں کاٹا
یعنے کچھہ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بہی ضمان دیت کا لازم نہیں آویگا پہر سب عالموں نے ٹہیک جواب دینے کا اقرار کیا اور یہہ مسئلہ بہی منجملہ مناقب امام
کے ہے رضی اللہ عنہ کذا فی الصیرفیہ ومجمع الفتاوی ہم فورًا کاٹنے سے دافع سبب ٹہرا موت کا لہذا اوسپر خونبہا واجب ہوا اور اگر مہلت سے کاٹا تو دافع
سبب نرہا قال المصنف وبهذا التفصیل اجبت فی حادثة الفتوی وهی ان كلبًا عقورًا وقع علی آخر فالقاہ علی الثانی والثانی

علی الثالث واللہ اعلم۔ مصنف نے شرح مین کہا کہ بموجب اسی تفصیل کے مین نے جوابدیا تہا اوسصورتمین جو فتوی طلب ہوا تہا وہ یہہ ہی کہ سگ گزندہ ایک شخص پر گر پڑا سو اوسنے دوسری شخص پر ڈالا اور دوسری نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی دافع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اوسکو فوراً کاٹنے سے مرگیا اور اگر ٹھہر کے اوسنے کاٹا تو اوسپر بہی دیت نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی اَلْقٰی حَیَّۃً اَوْ عَقْرَبًا فِی الطَّرِیْقِ فَلَدَغَتْ رَجُلًا ضَمِنَ اِلَّا اِذَا تَحَوَّلَتْ ثُمَّ لَدَغَتْہُ ایک شخص نے سانپ یا بچہو راہ مین ڈالا سو اوسنے ایکمرد کو کاٹا یعنی وہ مرگیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنے کی جگہہ سے ہٹگیا پہر اوسنے کاٹا تو اوسپر کچھہ ضمان لازم نہوگا مطحاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضاے جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایکساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہین وَضَعَ سَیْفًا فِی الطَّرِیْقِ فَعَثَرَ بِہٖ اِنْسَانٌ وَمَاتَ وَکَسَرَ السَّیْفَ فَدِیَتُہٗ عَلٰی رَبِّ السَّیْفِ وَقِیْمَتُہٗ عَلَی الْعَاثِرِ ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ مین سو ایک آدمی تلوار سے ٹہوکر کہا کے گر پڑا اور مرگیا اور تلوار ٹوٹ گئی اوسکے گرنے سے تو اوسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہی اور تلوار کی قیمت گرنیوالے پر ہی ثَوْرٌ نَطُوْحٌ سَیَّرَہٗ لِلْمَرْعٰی فَنَطَحَ ثَوْرَ غَیْرِہٖ فَمَاتَ اِنْ اُشْہِدَ عَلَیْہِ ضَمِنَ وَاِلَّا لَا وَقَالَ فِی الْبَدَائِعِ لَا ضَمَانَ لِاَنَّ الْاِشْہَادَ اِنَّمَا یَکُوْنُ فِی الْحَائِطِ لَا فِی الْحَیَوَانِ تَاجِیَّۃٌ مارو بیل چہوڑا چراگاہ مین سو اوسنے دوسرے کے بیل کے سینگ مارا سو وہ مرگیا اگر گاو مقتول کے مالک نے اوسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگون کو اوسکی شاخ زنی پر گواہ کردیا ہو تو گاو قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہین اور بدائع مین کہا کہ مطلقاً تاوان نہین اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہی دیوار مائل مین نہ جانور مین کذا فی التاجیۃ وَاعْلَمْ اَنَّہٗ اِذَا اشْتَرَکَ قَاتِلُ الْعَمْدِ مَعَ مَنْ لَا یَجِبُ عَلَیْہِ الْقَوَدُ کَاَجْنَبِیٍّ شَارَکَ الْاَبَ فِی قَتْلِ ابْنِہٖ وَکَاَجْنَبِیٍّ شَارَکَ الزَّوْجَ فِی قَتْلِ زَوْجَتِہٖ وَلَہٗ مِنْہَا وَلَدٌ وَکَعَامِدٍ مَعَ مُخْطِیٍٔ وَعَاقِلٍ مَعَ مَجْنُوْنٍ وَبَالِغٍ مَعَ صَغِیْرٍ وَشَرِیْکِ حَیَّۃٍ وَسَبُعٍ کَمَا فِی الْخَانِیَۃِ فَلَا قَوَدَ عَلٰی اَحَدِہِمَا اَیْ لَا قِصَاصَ عَلٰی وَاحِدٍ مِّنْہُمَا کَمَا مَرَّ اور یہہ معلوم کر کہ جب شریک ہو قاتل عمداً اوس شخص کے ساتہہ جسپر قصاص واجب نہین چنانچہ اجنبی شریک ہوگیا باپ کا اوسکو فرزند کے قتل کرنے مین اور جیسے بیگانہ شریک ہوگیا زوج کا اوسکی اوس زوجہ کے قتل مین جسکی پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہی اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتہہ اور عاقل مجنون کے ساتہہ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتہہ اور سانپ اور درندے کا ساتہی تو دونون مین سے ایک پر قصاص نہین یعنی سب صورتون مذکورہ مین کسی پر قصاص نہین **م** پہلی صورتمین جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اوسکے ساتہی سے بہی ساقط ہوگیا اور دوسری صورت مین زوج سے اسواسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہین لے سکتا پہر جب دوسرے پر واجب نہوا تو اسیطرح اوسکے شریک پر بہی واجب نہوا مطحاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت مین باپ یا زوج کے ساتہہ دیت واجب ہوگی دونون کے خاص مالمین سے لیکن دونون قاتل عامد ہین اور عامد اور مخطی کی شرکت مین نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادرون پر اسیطرح عاقل پر نصف دیت ہی اور باقی مجنون کے برادرون پر اور بالغ پر نصف دیت ہی اور باقی صغیر کے برادرون پر اور سانپ اور درندے کے ساتہی پر نصف دیت ہی اور باقی دیت ساقط ہی دَخَلَ بَیْتَہٗ فَرَاٰی رَجُلًا مَعَ امْرَاَتِہٖ اَوْ جَارِیَتِہٖ فَقَتَلَہٗ حَلَّ لَہٗ ذٰلِکَ وَلَا قِصَاصَ عَلَیْہِ ہٰذَا سَاقِطٌ مِنْ نُسَخِ الْمَتْنِ ثَابِتٌ فِیْ نُسَخِ الشَّرْحِ مَعْزِیًّا لِشَرْحِ الْوَہْبَانِیَّۃِ وَقَدْ حَقَّقْنَاہُ فِیْ بَابِ التَّعْزِیْرِ داخل ہوا اپنے گہر مین سو ایکمرد کو دیکہا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتہہ سو اوسکو اوسنے [illegible] اوسکو قتل کیا تو حلال ہے اور اوسپر قصاص نہین شارح نے کہا یہہ مسئلہ متن کے نسخون سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہی منسوب بشرح وہبانیہ اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہی تعزیر کے باب مین **م** حلت قتل مین ظاہراً احصان شرط نہین اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہہ بنا کی ہی کہ قتل بیان باب حدود سے نہین بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہی اور اسیطرح بزازی نے مطلق رکہا ہی اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خان نے اسکو مصرح بیان کیا ہی تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہین ہوا اسلیے کہ زنا موجب قتل نہین بدون احصان کے انتہی اور حموی مین زاہدی سے منقول ہی کہ اصل یہہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکہے تو اوسکو قتل کرنا حلال ہی اور قتل سے باز رہتا ہی آدمی اس خوف سے کہ اوسکو حاکم وغیرہ سچا نسمجہینگا اسمین کہ اوسنے زنا کرتے دیکہکر قتل کیا ہی انتہی اور منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اوسوقت ہی جبکہ شور کرنے سے زانی نہ بہاگے

اور زخم سے باز رہے کذا فی المحیط **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے صَبِیٌّ مَحْجُورٌ قَالَ لَہٗ رَجُلٌ شُدَّ فَرَسِیْ فَاَرَادَ شَدَّھَا فَرَفَسَہٗ فَمَاتَ فَدِیَتُہٗ عَلٰی عَاقِلَۃِ الْاٰمِرِ صغیر غیر ماذون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اوس نے اوسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اوسکو لات سے کچلا سو وہ مرگیا تو اوسکا خونبہا امر کرنیوالے کے عاقلہ پر ہے وَکَذَا لَوْ اَعْطٰی صَبِیًّا عَصًا اَوْ سِلَاحًا اَوْ اَمَرَہٗ بِحَمْلِ شَیْءٍ اَوْ کَسْرِ حَطَبٍ دُوْنَ ذٰلِکَ بِلَا اِذْنِ وَلِیِّہٖ فَمَاتَ اور اسیطرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اوسکو کسی چیز کے اوٹھانیکا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اوسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت واجب ہوگی **ھ** یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھا سو گیا اسیطرح اور اوسسے کچھ نہ کہا سو اوسکے سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اوسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چوٹ پڑا اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی المحیط ویعن التاتارخانیہ والخلاصہ وَلَوْ اَعْطَاہُ السِّلَاحَ وَلَمْ یَقُلْ اَمْسِکْہُ فَعَطِبَ اور اگر اوسکو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہین یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب **ھ** قول مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریہ عن الخلاصہ صَبِیٌّ عَلٰی حَائِطٍ صَاحَ بِہٖ رَجُلٌ فَوَقَعَ فَمَاتَ اِنْ صَاحَ بِہٖ فَقَالَ لَا تَقَعْ فَوَقَعَ لَا یَضْمَنُ وَلَوْ قَالَ قَعْ فَوَقَعَ فَضَمِنَ یَعْنِیْ وَقِیْلَ لَا یَضْمَنُ مُطْلَقًا ایک طفل صغیر ہے دیوار پر ایک مرد نے اوس پر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کرکے کہا اوس سے کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اوسپر خونبہا نہین اور اگر یون چلاکر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے اور بعضون نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہین کذا فی الاختیار

فصل فی الفعلین

یہ فصل ہے دو فعل کے مسائل مین مثلاً قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونون فعل ہون یا دو شخصون سے قَطَعَ یَدَ رَجُلٍ ثُمَّ قَتَلَہٗ اُخِذَ بِالْاَمْرَیْنِ بِالْقَطْعِ وَالْقَتْلِ وَلَوْ کَانَا عَمْدَیْنِ اَوْ کَانَا خَطَائَیْنِ اَوْ کَانَا مُخْتَلِفَیْنِ اَیْ اَحَدُھُمَا عَمْدًا وَالْاٰخَرُ خَطَأً تَخَلَّلَ بَیْنَھُمَا بُرْءٌ اَوْ لَا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اوسکو مار ڈالا تو دونون امر یعنی قطع اور قتل جو دو فعل ہین پکڑا جاویگا یعنی دونو فعل کا بدلا اوس سے لیا جاویگا اگرچہ دونو فعل عمد ہون یا دونو خطا ہون یا دونو نوع مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونو فعل مین صحت واقع ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی ہو فَیُؤْخَذُ بِالْاَمْرَیْنِ فِی الْکُلِّ بِلَا تَدَاخُلٍ اِلَّا فِیْ خَطَائَیْنِ لَمْ یَتَخَلَّلْ بَیْنَھُمَا بُرْءٌ کَمَا بَیَّنَّا اِخْتِلَافٌ تَجِبُ فِیْھِمَا دِیَۃٌ وَاحِدَۃٌ وَاِنْ تَخَلَّلَ بُرْءٌ لَمْ یَتَدَاخَلَا کَمَا تَخَلَّلَ تو فاعل ماخوذ ہوگا بسبب عمد تون مذکورہ مین بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤن مین جنکے درمیان صحت واقع نہین ہوئی اسواسطے کہ وہ دونو فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل دوسرے فعل مین داخل ہو جاویگا باعتبار اتحاد جزا کے تو دونون مین ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان مین صحت واقع ہوگئی تو دونون متداخل نہونگے چنانچہ تو معلوم کرچکا ہے متن کے عموم سے فَالْحَاصِلُ اَنَّ الْقَطْعَ اِمَّا عَمْدٌ اَوْ خَطَأٌ وَالْقَتْلُ کَذٰلِکَ صَارَ اَرْبَعَۃً ثُمَّ اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَھُمَا بُرْءٌ اَوْ لَا صَارَ ثَمَانِیَۃً وَقَدْ عُلِمَ حُکْمُ کُلٍّ مِّنْھَا تو خلاصہ یہ ہے کہ قطع یا عمد سے یا خطا ہے اور قتل بھی اسیطرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمین ہوگئین پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ قسمین ہوگئین اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا **ھ** تو اگر قطع اور قتل دونو عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین مین حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو بنزار قطع قتل کی جزا مین داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونو خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونوکی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد سے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایہ کَمَنْ ضَرَبَ بِہٖ مِائَۃَ سَوْطٍ فَبَرَأَ مِنْ تِسْعِیْنَ وَلَمْ یَبْقَ اَثَرُھَا اَیْ اَثَرُ الْجِرَاحَۃِ وَمَاتَ مِنْ عَشْرَۃٍ فَفِیْہِ دِیَۃٌ وَاحِدَۃٌ لِاَنَّ مَا بَرَأَ مِنْ تِسْعِیْنَ لَمْ یَبْقَ مُعْتَبَرًا اِلَّا فِیْ حَقِّ التَّعْزِیْرِ مانند اوس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑون سے اور اونکی جراحت کا اثر کچھ باقی نرہا اور وہ مرگیا دس کوڑون سے سو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑون سے تو انکا اثر نامعتبر باقی نرہا مگر تعزیر کے حق مین البتہ

متغیر ہے وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف فی مثلہ حکومۃ عدل وعن محمد یجب
اجرۃ الطبیب وثمن الادویۃ درر وصدر الشریعۃ وھدایہ وغیرھا اور اسیطرح غیر معتبر ہے ہرایک وہ زخم جو بہر گیا ہو اور اوسکا نشان باقی نرہا
ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اسکی مانند مین حکومت عدل ہے اور محمد سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دوائیونکا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر
اور صدر الشریعۃ اور ہدایہ وغیرہا مین ہے وتجب حکومۃ عدل مع دیۃ النفس فی مائۃ سوط جرحتہ وبقی اثرھا بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب
الارش باعتبار الاثر ھدایہ وغیرھا اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑونمین جنہون نے زخمی کر دیا اور اونکا نشان باقی
رہگیا یہہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہے اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے عتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہے ھ یعنی ۹۰ کوڑے کا
زخم چنگا ہوگیا لیکن اوسکا نشان باقی رہا پہر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطیکہ
دیت ما دون نفس کی واجب ہوتی ہے عیبناکی اور بدنمائی سے اور عیبناکی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہجانے سے وفی جواھر الفتاوی رجل جرح رجلا
فعجز المجروح عن الکسب یجب علی الجارح النفقۃ والمداواۃ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ ایکمرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے
عاجز ہوگیا تو زخم لگانیوالے پر اوسکا نان ونفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تابقائے زخم کذا فی الطحطاوی وفیہا رجل جاء بعوان الی رجل فضربہ العوان
فعجز عن الکسب فمداواۃ المضروب ونفقتہ علی الذی جاء بالعوان انتھی قال المصنف والظاھر انہ مفرع علی قول محمد
رحمہ اللہ قلت وقدمنا معزیا للمجتبی عن ابی یوسف نحوہ وسنحققہ فی الشجاج اور اوسی جواہر الفتاوی مین ہے کہ ایکمرد حاکم کے
ظالم سپاہی کو لایا ایکمرد کے پاس سو اوس ظالم نے اوسکو مارا سو وہ عاجز ہوگیا اپنی کسب کار سے تو مضروب کی دوا علاج اور اوسکا کہانا پینا اوسپر واجب ہے
جو ظالم کو لایا انتہی مافی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر ایسہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے مین کہتا ہون اور مانند اسکی ہم مقدم ذکر کرچکے ابو یوسف
سے نسبت بہ مجتبی اور آگے شجاج کی فصل مین اسکو ہم محقق بیان کرینگے ھ باب القود فیما دون النفس کے شروع مین شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ
ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ای عمدا او خطأ بدلیل ما یأتی وبہ صرح فی البرھان
کما فی الشرنبلالیۃ لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطأ ومن ظن انہا علی القاطع
فی الخطأ فقد اخطأ وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعہ او شجتہ او جراحتہ فمات منہ ضمن قاطعہ الدیۃ فی ما
اور جسکا ہاتھہ یا پانون کاٹا گیا سو اوسنے اوس قطع یا سر کہلنے یا جراحت کو معاف کردیا پہر معاف کرنیوالا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اوسکا قطع کرنیوالا
اپنے مال مین سے اوسکی دیت کا ضمان دے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اوس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کی تصریح
کی ہے برہان مین چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے لیکن قہستانی مین شرح طحاوی سے یون منقول ہے کہ قطع خطا مین قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور جسنے یہہ گمان کیا
کہ قاطع پر دیت ہے خطا مین سو اوسنے متعدد خطا کی اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اوسکا سر کہلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لہما قلنا انہ عفا عن القطع وھو
غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بہی ثابت ہوتا ہے ہم امام کیطرف سے جواب مین کہتے ہین کہ مقتول نے قطع کو معاف کیا ہے
اور قطع قتل کا مغائر ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہین ہوسکتا ولو عفا عن الجنایۃ او عن القطع وما یحدث منہ فہو عفو عن النفس
فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کردیا جنایت سے یا قطع سے اور اوس موت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو قاتل کچہہ ضمان نہ دیگا ھ اسواسطیکہ
جنایت اسم جنس ہے شامل ہے قتل کو اور اوس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسیطرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو سبہم ہے عفو نفس مین
تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی وحینئذ فالخطأ یعتبر من ثلث مالہ فان خرج من الثلث فیہا والا
فعلی العاقلۃ ثلثا الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت مین یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے ضمان لازم نہوا تو اگر جنایت ابتداءً خطا ہے تو مقتول
کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اوسکے تہائی مال سے نکلا فہو المقصود اور اگر اوسکے ثلث مال مین دیت کی گنجایش نہوئی تو عاقلہ یعنی قاتل

سکے برادرونپر دیت کی تو وہ تنہا بابون واجب ہوگی کذا فی شرح الطحاوی ھ یعنی اگر جنایت خطا ہوا ور اوسنے جنایت عفو کر دینی ہو تو یہہ دیت کی معافی ہے تو متوفی کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہی اور مقتول کے وارثونکا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لہذا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ جو موجب اسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہین ہے تو اوس سے وارثونکا حق متعلق نہین ہے تو عفو عن القصاص بہی کل مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انہا علی القاطع فقد اخطأ قطعا سوجسنے یہہ گمان کیا ہی کہ دیت اوس مقتول کی قاطع پر ہی سووہ بالیقین چوک گیا ومفادہ ان عفو الصحیح لا یعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہہ مستفاد ہوتا ہی کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہوگا ایسا ذکر کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے ھ اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض مین ہوتا ہی سو اگر وہ صحیح ہو اسطرح کہ ہاتھ اوسکا اچہا ہوگیا اور وہ بستر پر بیمار نہ پڑا صحیح سالم کی مانند چلتا پہرتا رہا اور اوسنے قطع کو عفو کر دیا پہر وہ مرگیا اوسکے صدمہ سے دفعتا تو یہہ عفو کل مال مین نافذ ہوگا نہ ثلث مین کذا فی الطحطاوی تصرف والعمد من کلہ لتعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقود لانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثونکا حق دیت سے متعلق ہی نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہین ہے والشجۃ مثلہ ای مثل القطع حکما خلافا اور سر کا زخم قطع کی مانند ہی حکم مین اور امام اور صاحبین کے خلاف مین قطعت امرأۃ ید رجل عمدا ای او خطأ لما یأتی فلو اطلق کما سبق وکالملتقی وغیرہ کان اولی فتامل ایکعورت نے ایکمرد کا ہاتھ کاٹا عمدا یعنی یا از راہ خطا ہاتھ کاٹا بوجہ اطلاق اوس تفصیل کی دلیل سے جو بعد اسکے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکہتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ مین قطع کو مطلق رکہا تہا اور جسطرح ملتقی وغیرہ مین مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اسکو تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آیندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات فلو لم یمت من السرایۃ فمہرہا الارش ولو عمدا اجماعا سوجس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اوسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے دیت کے بدلے نکاح کیا پہر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچہزار درم اگرچہ قطع عمدا ہو باتفاق امام اور صاحبین کے یجب عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اوس عورت کا مہر مثل واجب ہی اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال مین واجب ہی اگر اوسنے عمدا ہاتہہ کاٹا ھ چونکہ قصاص نفس اطراف پر نکاح ہوا تہا اور وہ مال نہ تہا تو مہر ہونے کی صلاحیت نرکہتا تہا تو ہاتہہ کی دیت مہر ٹھہری تہی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف مین قصاص نہین ہوتا پہر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نتہی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت لازم آئی نہ اوسکے مددگارونپر اسواسطے کہ عمد مین فاعل پر ضمان ہوتا ہی نہ اوسکے مددگارونپر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا ولا ترادا الفضل اور مہر اور دیت برابر سرابر ہوجاوینگے اگر دونون متساوی ہون اور اگر کم وبیش ہون تو عورت اور مرد زیادہ کو پہیر دین ھ یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اوسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار مین برابر ہین تو باہم مجرا ہوگئی جتنا دینا تہا اوتنا لینا معاملہ برابر سرابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہی تو عورت مرد کے وارثون سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہو تو مرد کے وارث عورت سے اوتنا مطالبہ کرین وعلی عاقلتہا ان اخطأت فی قطع یدہ اور عورت کے مددگارونپر دیت واجب ہے اگر عورت نے از راہ خطا اوسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا یتقاصان لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطأ بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا مین مہر اور دیت باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ دیت تو مددگارونپر واجب ہوتی ہی خطا مین برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد مین عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونون باہم مجرا ہوکر برابر سرابر ہوجاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطأ ایضا لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ تتحمل العاقلۃ علی الملاقاۃ بل فی العجز ولعلہ اطلقہ لاحالتہ لمحلہ فلیحفظ مین کہتا ہون اور صاحب درر نے کہا لائق یون ہی کہ خطا مین بہی مہر اور دیت برابر سرابر ہوجاوین اسواسطے کہ دیت خطا مین عورت پر ہے نہ مددگارونپر بموجب اوس قول کے جو باب دیت مین مختار اور پسندیدہ ہی لیکن وہ قول مختار مطلق نہین ہے بلکہ مجم کے گروہ مین منحصر ہے یعنی اسواسطے کہ عجم مین تناصر کا مضمون نہین جو دیت مددگارونپر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہی تو اوسکے محل پر حوالہ کیا ہی اگر ایکدوسرے کی مدد کرنا ۱۲

یعنے اطلاق باعتبار مجموعہ کے ہوگا عرض کیے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وان نکحها علی الید وما یحدث منها او علی الجناية ثم مات منه وجب لها

فی العقد مهر المثل ولا شیء علیها لرضاها بالسقوط اور اگر دست برید ہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر یا اوس قتل پر جو پیدا ہو قطع

سے یا نکاح کیا جنایت کے بدلے پھر وہ مرگیا اوسکے سبب سے تو عمد مین عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہین مرد کیواسطے بسبب راضی ہوجانے

مرد کے سقوط قصاص سے یعنی جب اوسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونیکی لیاقت نہین رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہوگیا ولو خطاء رفع عن العاقلة

مهر مثلها والباقی وصية فهو ای فلعاقلة اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مددگار رونسے اوسکا مہر مثل مرتفع ہوگیا اور باقی دیت وصیت سے

مددگارون کیواسطے ہم جنایت خطا مین دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت مین مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کی برابر ہے اور مقتول کا کچھ مال نہین سوا دیت

کے تو مددگار ونپر کچھ واجب نہین اسواسطے کہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہین

اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہوگئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہے مددگارون کیواسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ لوگ

قاتل نہین کذا فی شرح الوقاية فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگار ونپر ساقط ہوگیا

ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہے تو اسکو نظر کرنا چاہیئے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہین اگر نکل سکتا ہے تو بھی مددگار ونپر سے ساقط ہوگیا

کیونکہ وہ وصیت ہے اونکے حق مین تو وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہین مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہین سکتا تو بقدر تہائی کے مددگارون پر

ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثون کیواسطے مددگار ونپر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سواے تہائی مال کے جاری نہین ہوتی کذا فی المنح

ولو قطعت یده فاقتص له فمات المقطوع الاول قبل الثانی قتل الثانی به لسرایته وعن ابی یوسف لا قود لانه لما اقدم

علی القطع فقد ابرأه عما وراءه وظاهر اشکال ابن الکمال یفید تقوية قول ابی یوسف قاله المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا

سو اوسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مرگیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اوسکے بدلے بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت

یون ہے کہ قتل کا قصاص نہین اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اوسکو بری الذمہ کردیا ماسواے قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال

تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کردے پھر مرجاوے تو قاطع پر دیت ہے

اسوجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص مین کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہہ ہے تو وہان اوسکی سرایت معتبر کی اور یہان معتبر نکی فقط وہی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور

شروح کے معارض نہین ہوسکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت مذہب نہین ولو مات المقتص منه فدیته علی عاقلة المقتص له خلافا لهما

قلت هذا اذا استوفى بنفسه بلا حكم حاكم واما الحاكم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا يتقيد فعلهم بشرط السلامة

كما لا يجب تمامه في الدرر اور اگر وہ شخص مرگیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اوسکی دیت اوسکے مددگار ونپر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین

کے کہ اونکے نزدیک دیت نہین مین کہتا ہون یہہ یعنی دیت کا واجب ہونا اوسوقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم

کے اور حاکم اور پچھنے لگانیوالا اور ختنہ کرنیوالا اور فصد کھولنیوالا اور نشتر زن ہے اونکا فعل تو مقید بشرط سلامت نہین ہے مزدور کی مانند اور اسکا پورا بیان درر

مین ہے ولا صل ان الوجوب لا يتقيد بوصف السلامة والمباح يتقيد به اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہہ ہے کہ فعل واجب مقید

بوصف سلامت نہین ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھہ مقید ہوتا ہے ہم یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے

سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے اونپر کچھہ تاوان نہین بخلاف فعل مباح کہ اوسمین عدم ضرر شرط ہے ومنه ضرب الاب ابنه تادیبا

او الام او الوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو اوسکے سکھانے کیواسطے یا مان کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن لا قود ضرب الاب

او الوصی او المعلم باذن الاب تعليما فهلك لا ضمان فضرب التاديب مقيد لانه مباح وضرب التعليم لا لانه واجب ونسبه الله

سے یعنی منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کیواسطے پھر صغیر مرگیا تو ضمان نہین تو تادیب کیواسطے مارنا سلامت کے ساتھہ مقید ہے

اسواسطے شرط ہی اسواسطے کہ تادیب مباح ہی اور تعلیم کیواسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامت نہین اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہی وصحّح فی
الضرب المعتاد واما غیرہ فموجب للضمان فی الکل وتمامہ فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب ہے عادت کے موافق اور عادت کے
سیوای مارنا تو ضمان کا موجب ہی سب صورتونمین اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی م یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے باعتبار کمیت اور کیفیت
اور محل کے سو اوسمین ضمان نہین تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہو اور صغیر تلف ہو جاوے تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی
ماری کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن تلخیص الکبری وان قطع ولی القتیل ید القاتل وبعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیة الید لانہ
استوفی غیر حقہ لکن لا یقتص للشبھۃ وقالا لا شیء علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع
کرنیوالا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دے اسواسطے کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اوسکا حق قاتل کا قتل تہا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلا نہ لیا جاویگا
شبہہ کے سبب سے اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہین نہ قصاص نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ او وصیہ تادیبا ای
للتادیب علیھما ای علی الاب والوصی لان التادیب یحصل بالزجر والتعریک وقالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیہ
الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جاوے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کیواسطے اونہین دونو پر ہے یعنی باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکہانا تو
جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہی اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہین ہی اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد مین تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی کضرب
معلم صبیا وعبدا بغیر اذن ابیہ ومولاہ لف ونشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے مین صغیر اور غلام کو بدون اذن اوسکے
باپ اور مالک کے ضمان ہی تو معلم پر درصورت عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ مین لف ونشر مرتب ہی وان
الضرب باذنھما لا ضمان علی المعلم اجماعا قیل ھذا رجوع من ابی حنیفۃ الی قولھما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہی تو معلم پر باتفاق
امام اور صاحبین کے ضمان نہین بعضون نے کہا کہ یہہ یعنی امام کا یہہ قول کہ معلم پر ضمان نہین باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہی امام ابوحنیفہ کا صاحبین کے قول
کیطرف م تمّہ اور کفایہ البجیب مین مذکور ہی کہ اصح یہہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہی لیکن اسمین خلل یہہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب
تادیب مین ہی اور یہان ذکر ہی ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہی مقید بسلامت نہین اوراسمین کچھ خلاف نہین کذا فی الطحطاوی وکذا یضمن زوج امرأتہ ضربھا
تادیبا لان تادیبھا اولی کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع للعینی قلت وھو فی الاشباہ وغیرھا کما قدمنا اوراسیطرح ضمان دیگا وہ شوہر جسنے
اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطے سو وہ مرگئی اسواسطے کہ اوسکی تادیب اولی کا حق ہی مصنف نے یہہ قول منسوب کیا ہی عینی کی شرح مجمع کیطرف مین کہتا ہون اور یہی قول اشباہ
وغیرہ مین بہی مذکور ہی چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین وفی دیات المجتبی الزوج والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فعلیھم الدیۃ والکفارۃ
وقیل رجع الامام الی قولھما وتمامہ ثمہ اور مجتبی کی باب الدیات مین ہی کہ شوہر اور وصی باپ کی مانند ہی تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین مین تو امام کے
نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ امام نے رجوع کیا ہی صاحبین کے قول کی طرف اور اسکا پورا بیان مجتبی مین ہے

فروع مسائل ملحقہ شارح کے ضرب امرأۃ فافضاھا ان کانت تستمسک بولھا ففیہ ثلث الدیۃ والا فکل الدیۃ جسنے ایک عورت کو مارا سو
اوسکے صدمہ سے مسلک بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائط کا پہٹکر ایک ہو گیا تو اگر اوسکا پیشاب تہم سکتا ہو تو اوسمین تہائی دیت ہی اور اگر تہم نہ سکتا ہو تو
اوسمین پوری دیت ہی وان افتض بکرا اجنبیۃ فافضاھا فان مطاوعۃ حد ولا غرم وان مکرھۃ فعلیہ الحد والارش الافضاء
لا العقر حاوی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اوسکا مسلک بول اور غائط کا پہٹکر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضامندی
سے حرامکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونو پر حد ماری جاوے اور مرد پر مہر نہین ہی اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خونبہا
چیرنے کا نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک
شخص کی آنکہ سے گوشت کی کچہ بوٹی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تہا سو آنکہ اوسکی اندہی ہو گئی تو حجام پر آنکہ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ

وفی القنیۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فانتفخ راسھا فقال کثیر من الجراحین ان شققتم راسھا تموت وقال واحد منھم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرئھا فشقہ فماتت بعد یوم او یومین ھل یضمن فتامل ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا ضامن ھل یضمن قال لا انتھی قلت انما لم یلزمہ الضمان لما تقرر ان شرطہ علی الامین باطل علی ما علیہ الفتوی انتھی اور قنیہ مین ہی کہ نجم الدین سی سوال ہوا اوس صغیرہ کے مسئلہ کا جو چہت پرسی گر پڑی سو اوسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحون نے کہا کہ اگر اوسکے سر کو چیروگے تو وہ مرجاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اوسکو نہ چیروگے آج تو وہ مرجاویگی اور مین سر کو چیرونگا اور اوسکو اچہا کر دونگا سو اوسنے اوسکو چیرا تو وہ مرگئی ایکدن یا دو دن کے بعد کیا اوسپر ضمان لازم ہوگا یا نہین سو نجم الدین نے دیر تک تامل کیا پہر کہا کہ اوسپر ضمان نہین جبکہ چیرنا اذن سے ہوا اور چیرنا عادت کے موافق ہوا اور فاحش یعنی رسم اور عادت سے خارج نہو پہر نجم الدین سے کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیرہ مرجاے تو مین ضامن ہون یعنی میرے اوپر اوسکا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اوسپر لازم ہوگا یا نہین جواب دیا کہ ضمان لازم نہوگا انتہی السوال والجواب من القنیۃ مین کہتا ہون شرط ضمان کی معتبر نہوئی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے بموجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام المصنف فی شرحہ کذا فی الطحطاوی

باب الشہادۃ فی القتل واعتبار حالتہ

یہ باب ہی قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے مین

القود یثبت للورثۃ ابتداء بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک المورث لان شرعیۃ القود لتشفی الصدور ودرک الثار والمیت لیس باھل لہ

قصاص وارثون کیواسطے ثابت ہوتا ہے ابتدا سے بطریق خلافت کے بدون سبقت ملک مورث کے اسواسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونیکے واسطے ہے اور میت اسکا اہل نہین یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا ہم امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثون کیواسطے ابتداءً ہوتا ہے بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونو مین یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستدعی ہے پہر مورث سے وارث کیطرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافت اسکی مستدعی نہین تو خلافت سے مراد یہان یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اوسکے فعل کے قائم کرنے مین تو قتل مین جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہہ تہا کہ مقتول اوسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سے عاجز ہے تو اوسکے وارث اوسکے قائم مقام ہوگئے بدون اسکے کہ مقتول قصاص کا مالک ہوا پہر ملک نے اوس سے وارثون کیطرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہان مراد نہین اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کیواسطے عقلا غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت کے و قولہ تعالی **فقد جعلنا لولیہ سلطانا** نص فیہ اور حق تعالے کا یہہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطانا صریح ہے اسمین یعنی ورثہ کیواسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہمنے اوسکے وارث کیواسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹہرا دیا **وقالا بطریق الارث کالدین انقلب مالا** اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثونکو بطریق ارث کے ہے جیسے اوس صورتمین جبکہ قصاص منقلب بمال ہوجاے یعنی قتل خطامین **وثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ فلا یصیر احدھم ای احد الورثۃ خصما عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافا لھما** اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا اپنے آیندہ قول سے یعنی جب وارثونکو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹہریگا باقی وارثون کیطرف سے استیفاء قصاص مین برخلاف صاحبین کے **والاصل ان کل ما یملکہ الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدھم خصم عن الباقین وقائم مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکہ الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدھم خصما عن الباقین** اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہین بطریق وراثت کے تو وہان ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثون کیطرف سے اور تمام وارثون کے قائم مقام ہے خصومت مین اور جس چیز کے وارث مالک ہوتے ہین نہ بطریق وراثت کے تو وہان ایک وارث مخاصم نہین ہوتا باقی وارثونکی جانب سے خصومت مین سبکی قائم مقام نہین ہوتا ہم جب یہہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو سب وارثونکا حق ثابت ہوگیا تو باقی وارثونکو تجدید دعوی کے اور گواہ لانے کی حاجت نہین اور اسیطرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میت سے دعوی کیا اور گواہ لایا تو وہ دعوی سب وارثون پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعوی کرنے کی اوسکو حاجت نہین **حتی قرع علیہ بقولہ فلو اقام**

باب الشهادة [illegible] [illegible]

حجة بقتل ابيه عمدًا مع غيبة اخيه يريد العود لا يعيد ثانيًا حتى يحضر الغائب لكنه يحبس لانه صار متهمًا پہر مصنف نے قاعدہ
مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بہائی نے گواہ قائم کئے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بہائی کی غیبت مین قصاص لینے کیواسطے تو حاکم قصاص نہلے بالاتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکہا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہوگیا ھ امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہوگا کہ ایک وارث باقی وارثون کا قائم مقام
نہین ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہین فان حضر الغائب یعیدها ثانیًا لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پہر اگر
غائب بہائی حاضر ہو تو اعادہ حجت کرین دوسری بار تا دونون بہائی قاتل کو قتل کرین اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک ورثہ بطریق
میراث کے ہے نہ بطریق خلافت کے وفی القتل الخطأ والدین لا یحتاج الی اعادة البینة بالاجماع لما مر اور دعوی قتل خطا اور دین مین
اعادہ شہادت کی حاجت نہین ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال مین ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث
باقی وارثون کے قائم مقام ہوگا فلو برهن القاتل علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابه مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب
کے عفو کردینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب بمال ہوگیا اور قصاص ساقط ہوگیا ھ حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اوسپر حق کا دعوے
کیا یعنے درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص مین سے ساقط ہوگیا اور قصاص منقلب بمال ہوگیا اور یہہ ممکن نہین مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کیطرف
سے مخاصم ٹہرا پہر جب اوسپر حکم ہوگیا تو غائب پر تبعًا حکم ہوگیا پہر اگر غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہون یا مرگئے ہون تو نصف دیت اوسکا
حق ہوگا کذا فی العطایا وکذا لو قتل عبدهما عمدًا او خطأ والحال ان السیدین احدهما غائب فهو علی التفصیل السابق اور
اسیطرح اگر دو مالکون کے ایک غلام کو عمدًا یا خطا قتل کیا اور حالانکہ دونون مالکون مین سے ایک غائب ہے تو اسکا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے ھ یعنی اگر مالک
حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے عفو کردیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹہریگا اور قصاص ساقط
ہوجاویگا ولو اخبر ولیا قود بعفو اخیهما ای الثالث فهو ای اخبارهما عفو للقصاص منهما عملا بزعمهما اور اگر قصاص کے دو وارثون نے
اپنے تیسرے بہائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو اونکا خبر دینا عفو قصاص ہے انہین دونون کیطرف سے اونکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ھ اسواسطے کہ ایک وارث کے
بہی عفو کرنیسے قصاص قائم نہین رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہین وهی رباعیة فالاول ان صدقهما ای المخبرین القاتل والاخ الشریک
فلا شیء له ای الشریک عملا بتصدیقه ولهما ثلثا الدیة اور اس مسئلہ کی چار صورتین ہین سو ایک صورت یہہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بہائی نے
دونو مخبر وارثون کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت مین سے کچھ حصہ نہین اوسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونو مخبر بہائیون کیواسطے دیت کی دو
تہائیان ہین ھ اسواسطے کہ دونونکا حصہ مال ہوگیا اخبار عفو سے والثانی ان کذبهما فلا شیء للمخبرین وللآخر ثلث الدیة اور دوسری صورت یہہ
کہ اگر قاتل اور تیسرے بہائی نے دونونکی تکذیب کی تو دونو مخبر بہائیونکا کچھ حصہ نہین اور تیسرے بہائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقهما القاتل
وحده فلکل منهم ثلثها اور تیسری صورت یہہ ہے کہ اگر مخبر دونون بہائیونکی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بہائی نے تکذیب کی تو تینون بہائیون
کیواسطے تہائی دیت ہے والرابع ان صدقهما الاخ فقط فله ثلثها لان اقراره ارتد بتکذیب القاتل ایاه فوجب له ثلث الدیة اور چوتھی
صورت یہہ ہے کہ اگر مخبر دونو بہائیونکی فقط تیسرے بہائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے اونکی تکذیب کی تو تیسرے بہائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اوسکا مردود ہوا
قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے تیسرے مصدق بہائی کی تکذیب کی تو اوسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اوس کیواسطے واجب ہوئی ھ شارح نے یہہ جواب دیا سوال
مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ جب تیسرے بہائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اوسکا اقرار کیا کہ اوسکا حق قاتل پر نرہا معاف کردینے کے سبب سے پہر ثلث دیت کیون
اسکی واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اوسکا اقرار قاتل کی تکذیب سے ثابت نرہا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنه یصرف ذلك الی المخبرین
استحسانًا وهو الاصح زیلعی لانه صار مقرا لهما بما اقر به القاتل ولیکن ثلث مذکور مخبرونکی طرف پہیرا جاویگا استحسان کیوجہ سے اور یہی قول اصح ہے
کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرا بہائی دونون مخبر بہائیون کیواسطے اوس مال کا مقر ہوگیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ھ یہہ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے

مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کیواسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان مین جب قصاص ساقط ہو گیا مخبرین کے دعوی عفو سے تو تیسرے بھائی
کا حصہ منقلب بمال ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہو گیا تو اوسکا مقر ٹھہرا جس کا
قاتل مقر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا نظیر اسکی وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے اور خالد کے سو درم میرے اوپر ہین پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہین
ہین بلکہ محمود کے ہین تو یہہ مال محمود کے واسطے ثابت ہو گا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کیواسطے اقرار کیا وہ دونون مخبر بھائیونکا ٹھہریگا وان شهدا انه
ضربه بشيء جارح فلم يزل صاحب فراش حتى مات يقتص لان الثابت بالبينة كالثابت معاينة ولا يحتاج الشاهدان ان
يقولا انه مات من جراحته بزازيه اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو زخمی کرنیوالی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک
کہ مرگیا تو زخم لگانیوالے سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہے وہ ایسی کی مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہو اور اسکی حاجت نہین شاہد کو کہ یون کہین
کہ مقتول مرگیا اوسکے زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کیطرف نہ سبب متوہم کیطرف وان اختلف شاهدا قتل في
الزمان او في المكان او في الآلة او قال احدهما قتله بعصا وقال الآخر لا ادري بماذا قتله او شهد احدهما على معاينة القتل
والآخر على اقرار القاتل به بطلت لان القتل لا يتكرر اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کرین زمان قتل یا مکان قتل مین یا قتل کے ہتھیار مین
مختلف ہون یا ایک شاہد کہے کہ اوسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ مین نہین جانتا ہون کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے اور دوسرا
قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دوبار نہین ہو سکتا ہے تو ان صورتون مین قاتل پر دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی
دیت مددگارونپر نہین ہوتی وكذا تبطل الشهادة لو كمل النصاب في كل واحد منهما لتيقن القاضي بكذب احد الفريقين ولا اولوية
اور اسیطرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شخصین کی ہر واحد مین پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق
کیواسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہین کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو كمل احد الفريقين دون الآخر قبل الكامل لعدم المعارض اور اگر
ایک فریق مین نصاب شہادت کی پوری ہو گئی نہ دوسری فریق مین تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل مین اختلاف ہوا اور ایکطرف
دو شاہد ہین اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدونکی گواہی مقبول ہوگی ولو شهدا انه قتله وقالا لا ندري بماذا قتله تجب الدية في ماله في ثلث سنين
شرنبلالیہ استحسانا حملا على الادنى وهو الدية وكانت في ماله لان الاصل في الفعل العمد اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اوسنے قتل کیا اور انہون
نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار معلوم نہین تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنیکے سبب سے اور موجبات قتل
مین کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال مین واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل مین فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے نہ خطا مترجم قیاس یہان یہہ تھا کہ شہادت معتبر نہوتی
بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونے سے لیکن بدلیل استحسان اونکا موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہوا بلکہ اسپر محمول کیا جاتا
حسن ظن سے کہ اونہون نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً مستحب ہے کوشش کی وان اقر كل واحد منهما اي من الرجلين انه قتله وقال الولي قتلتماه جميعا
له قتلهما عملا باقرارهما اور اگر دو مردون مین سے ہر مرد نے یہہ اقرار کیا کہ مین نے اوسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونون
نے اوسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونونکا قتل کرنا جائز ہے اونکے اقرار پر عمل کرنیکے سبب سے ولو كان مكان الاقرار في المسئلة بحالها شهادة
لغت الشهادتان لان التكذيب تفسيق وفسق الشاهد يبطل شهادته اما فسق المقر لا يبطل الاقرار اور اگر مسئلہ سابقہ مین بجا
اقرار کے شہادت ہو تو دونو گواہیان لغو ہو جاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہون کی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہونکا اور گواہ کا فاسق ہونا اوسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن
مقر کا فسق اوسکے اقرار کو باطل نہین کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ مین اقرار لغو نہ ٹھہرا ولو قال الولي في صورة الاقرار السابقة صدقتما ليس له
ان يقتل واحدا منهما لان تصديقه بانفراد كل بقتله وحده اقرار بان الآخر لم يقتله بخلاف قوله قتلتماه لانه دعوى القتل بالاشتراك
فيقتلهما باقرارهما زيلعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کیصورت سابقہ مین کہا کہ تم دونون صادق ہو اقرار قتل مین تو وارث کو دونو مقرونمین سے ایک مقر کو

بھی قتل کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنیکی اقرار سے اسکا کہ دوسرے نے اوسکو قتل نہیں کیا یعنی تو درحقیقت دونوں کا تکذیب
ٹھہرا برخلاف اوس قول کے جو وارث نے کہا تہا کہ تم دونون نے اوسکو قتل کیا ہے اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعویٰ ہے بدون تصدیق کے تو اوس صورت مین
وارث دونوںکو قتل کریگا اونکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقرّ رجل بانّہ قتلہ وقامت البینۃ علی اٰخر انّہ قتلہ وقال الولی
قتلہ کلاھما کان لہ للولی قتل المقر دون المشہود علیہ لانّ فیہ تکذیبًا لبعض موجبہ کامرّ اگر ایکمرد نے اقرار کیا کہ مین نے مقتول
کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اوسکو قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقر او مشہود علیہ دونون نے اوسکو قتل کیا ہی تو وارث کو مقر کا
قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمین بعض موجب مشہود بہ کی تکذیب ہی چنانچہ عنقریب گذر گیا ہے موجب مشہود بہ انفراد ہے یعنی شہادت
اسپر قائم ہوئی ہے کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اوسکو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشتراک کا قائل ہے تو تکذیب شاہدونکی ہوئی انفراد مین اور
تکذیب تفسیق ہے شاہدونکی اور تفسیق مبطل شہادت ہے ولو قال الولی لاحد المقرّین صدقت انت قتلتہ وحدک کان لہ قتلہ
لتصادقہما علی وجوب القتل علیہ فحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنیوالونمین سے ایک قرار کرنیوالے سے کہا کہ تو سچا ہی تو ہی نے اوسکو تنہا قتل
کیا ہے تو وارث کو اوس مقر کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونون نے اتفاق کیا ہی باہم کے تصادق سے
کما لو قال ذلک لاحد المشہود علیہما ما کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ شہود ہٖ علیہ وانما کذّب الاٰخرین چنانچہ اگر ولی نے اسیطرح
دومین سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اوس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اوس مشہود علیہ کی گواہونکی تکذیب نہین کی اوسنے تو اور گواہون
کی تکذیب کی وکذا الحکم الخطاء فی کلّ ما ذکرہ الزیلعی اور اسیطرح یعنی قتل عمد کی مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور مین ایسا ذکر کیا ہے
زیلعی نے لیکن عمد مین قتل واجب ہوا تہا اور خطا مین دیت واجب ہوگی شہدا علی رجل بقتلہ خطأً وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود
بقتلہ حیًّا ضمن العاقلۃ الولی لقبضہ الدیۃ بلاحق او الشہود ورجعوا اے الشہود علیہ علی الولی لتملکہم المضمون الذی
فی ید الولی دو گواہون نے ایکمرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگارونپر حکم ہوگیا پہر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دیگئی تہی
زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لین اسواسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہون سے تاوان لین اور گواہ وارث سے
پہر لین اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت دیکر اوس مال مضمون کی جو وارث کے ہاتھ مین ہے والشہادۃ علی القتل العمد فی ہذا الحکم کالخطاء
فاذا جاء حیًّا یخیّر الورثۃ بین تضمین الولی الدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی الولی لانہم اوجبوا لہ القود
وہو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطاء اور اس حکم مین قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کی مانند ہے پہر جبکہ مقتول مفروض زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود
علیہ کے وارث مختار ہین اسمین کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لین یا گواہون سے تاوان لین مگر رجوع مین عمد اور خطا برابر نہین تو مقتول مفروض
کے وارث سے گواہونکو دیت کا پہیر لینا جائز نہین اسلئے کہ گواہون نے وارث مذکور کیلئے قصاص لینا واجب کر دیا تہا اور حالانکہ قصاص مال نہین اور صاحبین نے
کہا کہ گواہ وارث سے دیت پہیر لین گے قتل خطا کی مانند ہے مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اسواسطے کہ حاکم کے حکم سے شبہہ داتم
ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہے کذا فی الطحاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطاء او العمد ثم جاء حیًّا او شہدا علی شہادۃ
غیرہما فی الخطاء وقضی بالدیۃ علی العاقلۃ ثم جاء حیًّا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما ضمن الولی الدیۃ فی
الصورتین للعاقلۃ اذ ظہر انّہ اخذہا منہم بغیر حق اور اگر دو گواہون نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پہر مقتول مفروض زندہ آیا
یا گواہون نے اور شاہدونکی شہادت پر گواہی دی قتل خطا مین اور قاتل کے مددگارونپر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا مین اور قصاص کا حکم دیا قتل
عمد مین کذا فی الطحاوی پہر وہ شخص زندہ آیا تو گواہون پر تاوان نہین اسواسطے کہ گواہی مین انکا جھوٹ ظاہر نہین ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونون
صورتونمین قاتل کے مددگارونکو دیت کا ضمان دے اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اوسکے زندہ ہونے سے کہ اوسکے وارث نے مددگارون سے ناحق خونبہا لیا والمعتبر

حَالَةُ الرَّمْيِ فِي حَقِّ الْحِلِّ وَالضَّمَانِ لَا الْوُصُولُ ہم اور حلال ہونے اور ضمان کے لازم ہونے مین تیراندازی کیحالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت ہم
اسواسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا ہی توانسان کے تحت قدرت مین ہے نہ تیر کا لگجانا کیونکہ تیر چھوڑنیکے بعد آدمی کا
ہملا اختیار باقی نہین رہتا تو تیرانداز قاتل ٹھہریگا تیراندازی کیحالت سے فقط کذا فی المحیط وَحِينَئِذٍ فَتَجِبُ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ وَيَسْقُطُ الْقَوَدُ لِلشُّبْهَةِ
بِرِدَّةِ الْمَرْمِيِّ إِلَيْهِ قَبْلَ الْوُصُولِ وَقَالَا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ اور جبکہ تیراندازی کیحالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی تیرانداز کے مال مین اور قصاص
ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اوس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ تیرانداز پر دیت اور قصاص کچھہ لازم نہین ہم
صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کیطرف تیر پھینکا اور تیراندازی کیوقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا تو امام کے نزدیک زید پر
دیت اوسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیراندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیراندازی کے حال مین وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے
کہ تلف واقع ہوا اوس محل مین جہان عصمت نہین اور اتلاف غیر معصوم سے کچھہ لازم نہین آتا وَلَا تَجِبُ دِيَةُ الْمَرْمِيِّ إِلَيْهِ بِإِسْلَامِهِ بِالْإِجْمَاعِ اور دیت
مرمی الیہ کی اوسکے مسلمان ہو جانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہین ہم یعنی کافر کیطرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اوسکی دیت
واجب نہین اسواسطے کہ تیراندازی کیحالت کا اعتبار ہے اور اوسحالت مین اوسکا خون مباح تھا نہ معصوم وَتَجِبُ الْقِيمَةُ بِعِتْقِهِ بَعْدَ الرَّمْيِ قَبْلَ الْإِصَابَةِ
اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر مارنے قبل از وصول کے ہم یعنی تیر مارنے کیوقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہو گیا تیر کے لگنے سے پہلے
تو تیرانداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگا نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت تیراندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانیکا وَيَجِبُ الْجَزَاءُ عَلَى مُحْرِمٍ رَمَى صَيْدًا
فَحَلَّ فَوَصَلَ لَا عَلَى حَلَالٍ رَمَاهُ فَأَحْرَمَ فَوَصَلَ اور بدلا واجب ہے اوس محرم پر جسنے حالت احرام مین شکار کیطرف تیر چھوڑا پھر اوسنے احرام ترک کیا
پھر اوسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اوس غیر محرم پر بدلا واجب نہین جسنے شکار کو تیر مارا پھر اوسنے احرام باندھا پھر شکار کو تیر لگا وَلَا يَضْمَنُ مَنْ رَمَى
مَقْضِيًّا عَلَيْهِ بِرَجْمٍ فَرَجَعَ شَاهِدُهُ فَوَصَلَ اور اوس شخص پر ضمان لازم نہین جسنے اوس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہو گیا پھر
اوسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اسکے بعد اوسکو تیر لگا ہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہون مین سے ایک کا بھی
رجوع کرنا حد کو ٹالدیتا ہے کذا فی الطحطاوی وَحَلَّ صَيْدٌ رَمَاهُ مُسْلِمٌ فَتَمَجَّسَ فَوَصَلَ اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہو گیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا لَا يَحِلُّ مَا رَمَاهُ مَجُوسِيٌّ فَأَسْلَمَ فَوَصَلَ لِمَا عَرَفْتَ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ حَالَةُ الرَّمْيِ حلال نہین وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر پھینکا
پھر مجوسی مسلمان ہو گیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیراندازی کیحالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی لُغْزٌ
یہہ مسائل حیرت انگیز ہین بطور پہیلی کے أَيُّ جَانٍ لَوْ مَاتَ مَجْنِيُّهُ فَعَلَيْهِ نِصْفُ الدِّيَةِ وَلَوْ عَاشَ فَالدِّيَةُ فَقُلْ خَتَّانٌ قَطَعَ الْحَشَفَةَ بِإِذْنِ
أَبِيهِ کون جنایت گر ہے کہ اگر جنایت کردہ مر جائے تو اوسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کی
سپاری قطع کرڈالی اوسکے باپکی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اوسنے خطا سے سپاری قطع کرڈالی یہہ مسئلہ چند بار مذکور ہو چکا أَيُّ
إِنْسَانٍ بِقَطْعِ أُذُنِهِ تَجِبُ نِصْفُ الدِّيَةِ وَبِقَطْعِ رَأْسِهِ نِصْفُ عُشْرِهَا فَقُلْ جَنِينٌ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَطَعَهُ فَفِيهِ الْغُرَّةُ کون آدمی ہے جسکے
کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اوسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسوان حصہ واجب ہے تو جواب یہ ہے کہ پیٹ کا بچہ جسکا فقط سر نکلا سو اوسکو قطع کیا تو اوسمین
غرہ ہے یعنی پانسو دینار ہم دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اوسکا بیسوان حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش مین نصف دیت اوسوقت
ہے جبکہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی أَيُّ شَيْءٍ يَجِبُ بِإِتْلَافِهِ دِيَةٌ وَثَلَاثَةُ أَخْمَاسِهَا فَقُلْ دِيَةُ الْأَسْنَانِ اشباہ
کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچوین حصے واجب ہین تو جواب یہ ہے کہ یہہ دانتون کی دیت ہے کذا فی الاشباہ ہم اسکا
بیان کتاب الدیات مین مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحلیم +

کتاب الدیات

یہہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل مین الدِّيَةُ فِي الشَّرْعِ اسْمٌ لِلْمَالِ الَّذِي هُوَ بَدَلُ النَّفْسِ

لا التسمیۃ للمفعول بالمصدر لانہ من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خونبہا اصطلاح شرع مین اوس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہے اور یہہ
نہین ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہا کے نزدیک ھم لغت مین دیت مصدر
ہے مانند عدت کی وزن اور تعلیل مین عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے والارش اسم للواجب
فیما دون النفس اور ارش اوس مال کا نام ہے جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو ھم اور گاہے دیت نفس کو بھی ارش بولتے ہین لیکن استعمال اکثر
یہی ہے جو شارح نے بیان کی دیۃ شبہ العمد مائۃ من الابل ارباعا من بنت مخاض وبنت لبون وحقۃ وجذعۃ یا دخال الغایۃ
اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیان ہین چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیان اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وھی
الدیۃ المغلظۃ لا غیر اور یہی دیت مغلظہ ہے نہ سوا اسکے ھم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہین شرنبلالیہ مین ہے کہ اگر اونٹون
کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نرہتا والدیۃ فی الخطا اخماسا منہا ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ
مین پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہے یعنی ۲۰ اونٹنیان یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پوری یکسالہ
کے او الف دینار من الذھب او عشرۃ الاف درھم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینارین ہین سونے کی یا دسہزار دراہم ہین چاندی
ھم قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درم لیکن شبہ عمد مین اختیار نہین وقال الشافعی اثنا عشر الفا اور امام شافعی نے کہا کہ بارہہزار
درہم دیت ہے وقالا منہا ومن البقر مائتا بقرۃ ومن الغنم الفا شاۃ ومن الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ ثوبان ازار ورداء ھو المختار اور
صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گای بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ بکری سے دو ہزار بکریان اور لونگ و پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر
جوڑے مین دو کپڑے تہبند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے مین اور بعضون نے کہا کہ ہمارے زمانے مین جوڑا قمیص اور سراویل ہے یعنی کرتا اور
پاجامہ ھم برہان مین ہے کہ قیمت ہر گای بیل کی ۵۰ دراہم ہین اور اسیقدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درم ہے وکفارتھما اے
الخطا وشبہ العمد عتق رقبۃ مؤمن فان عجز عنہ صام شہرین ولاء ولا اطعام فیہما اذ لم یرد بہ النص والمقادیر توقیفیۃ
اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا ازاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے درپے روزہ رکھے اور ان دونون کے کفارہ مین
مساکین کا کہانا دینا جائز نہین اسواسطے کہ نص قرانی اسمین وارد نہین ہے اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہین یعنی نص شارع سے اندازہ ثابت ہوتا ہے اسمین قیاس مجتہد کو
دخل نہین وصح اعتاق رضیع احد ابویہ مسلم لانہ مسلم تبعا لا الجنین اور صحیح ہے آزاد کرنا اوس غلام شیرخوار کا جسکا باپ یا مان مسلمان ہے
اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا مان کا ساتھہ دیکر نہ بچہ شکمی یعنے بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ مین صحیح نہین ودیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل
فی النفس وما دونہا روی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفا ومرفوعا اور عورت کی دیت نصفا نصف پر ہے مرد کی دیت سے جان
کی دیت مین بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت مین بھی یہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ھم روایت موقوف سنن بیہقی
مین ہے عن ابراہیم النخعی عن علی ابن ابیطالب رضی اللہ تعالی عنہ قال عقل المرأۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس وفیما دونہا اور روایت مرفوع
بھی بیہقی مین ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الہدایۃ للعینی والذمی
والمستامن والمسلم فی الدیۃ سواء خلافا للشافعی وصحح فی الجوھرۃ انہ لا دیۃ فی المستامن واقرہ فی الشرنبلالیۃ لکن
بالتسویۃ جزم فی الاختیار وصححہ الزیلعی اور کافر مطیع الاسلام اور مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام مین آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت مین
برابر ہین برخلاف شافعی کے اور جوہرہ مین اسکی تصحیح کی ہے کہ مستامن مین دیت نہین ہے اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار مین ذمی اور مستامن اور مسلم
کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے وفی النفس خبر المبتدا وھو قولہ الاتی الدیۃ اور جان مین یعنی جان
کے قتل خطا مین دیت ہے شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسیطرح اوسکے جمیع معطوفات خبر ہین اگلی مبتدا کی یعنی دیت کی والانف والمارن والاذن

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد کی

وقیل فی ارنبتہ حکومۃ عدل علی الصحیح اور ناک مین اور ناک کے نرم نتھنون مین اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے مین پوری دیت ہی اور بعضون نے کہا کہ
سرِ بینی کے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہی بنابر قول صحیح کے والذکر والحشفۃ اور آلہ تناسل اور سرِ ذکر کے قطع کر ڈالنے مین پوری دیت واجب ہے ھ
قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت مین حدیث ثابت ہی اور باقی اعضا کا اونپر قیاس ہے بسوط مین ہو کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا مین سے اگر عضو
منفرد ہی تو اوسمین کامل دیت ہی اور اگر دو عضو ہین تو دونون کے قطع مین پوری دیت ہے اور ایک کے قطع مین نصف دیت ہی اور اگر چار عضو ہین تو چارونکے قطع
مین پوری دیت ہی اور ایک کے قطع مین چوتہائی دیت ہی اور اگر آدمی مین دس عضو ہین چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیان تو سبکے قطع مین پوری دیت ہی اور ایک
کے قطع سے دسوان حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل والشعر والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق افاد ان فی
لسان الاخرس حکومۃ عدل جوھرۃ وھذا ساقط من نسخ الشرح فتنبہ اور ازالہ عقل اور سونگہنے اور چکھنے اور سننے اور دیکھنے مین اور قطع
زبان مین دیت ہی بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے مین دیت نہین حکومت
عدل ہو کذا فی الجوہرۃ اور یہہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہی تو آگاہ رہیو ھ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب عضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جائے
یا آدمی کا حسن جمال علی وجہ الکمال زائل ہو جاوے تو پوری دیت واجب ہوتی ہی منفعت اور جمال مین کمال کی قید اسواسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے مین چنانچہ گونگے
کی قطع زبان مین پوری دیت واجب نہین اسلئے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہین ہوا اور اسیطرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل مین اور شل ہاتھ اور لنگڑے
پانون کے قطع مین اور چشم کور اور دندان سیاہ مین قصاص واجب ہے عمد مین خونبہا خطا مین بلکہ اوسمین حکومت عدل ہی ابن ابی شیبہ کے مصنف مین روایت ہی کہ ایکمرد
نے دوسرے مرد کے سر مین پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مین تو اوسکا سمع اور عقل اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہین کر سکتا
تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چار دیتون کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف والا قسمت الدیۃ علی عدد حروف الہجاء الثمانیۃ
والعشرین او حروف اللسان الستۃ عشر تصحیحان فما اصاب الفائت یلزمہ وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ وغیرھا یا پوری دیت
قطع زبان مین اوسوقت ہی جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنیکا مانع ہو اور اگر حروف ادا ہوتے ہون اور بعض نہ ادا ہوتے ہون تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حروف
کی شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہوگی اسمین دونون قولونکی تصحیح ثابت ہی سو جسقدر کہ دیت فوت ہو جانیوالی حرف کو پونہچے گی اوسقدر جانی کو لازم
ہوگی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ مین مذکور ہے ھ منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہی قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو
تو نصف دیت واجب ہی اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت واجب ہی اور اصل اسمین یہہ ہو کہ علی مرتضی کے زمانہ مین ایک شخص نے دوسرے کی قدری
زبان کاٹ ڈالی تھی سو اوس سے حروف پڑہائے گئے جو حرف اوس سے نہ نکلا بقدر اوسکی دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حرف یہہ ہین ت
ث ج د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحطاوی ولحیۃ حلقت فلم تنبت اور اوس داڑہی مین جو مونڈی گئی پہر اوسکے بال
نہ جمے پوری دیت ہے ھ اسواسطے کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہی اور عورت کی داڑہی مونڈنے مین کچھ دیت نہین اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد
ہے ویؤجل سنۃ فان مات فیھا بری اور وجوب دیت مین سال بہر کی مدت مقرر ہوتی ہے پہر اگر وہ شخص سال بہر مین مرگیا تو مونڈنیوالا داڑہی کا بری
الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے وفی نصفھا نصف الدیۃ وفیما دونہ حکومۃ عدل کشارب ولحیۃ عبد فی الصحیح اور آدھی داڑھی مونڈنے مین
آدھی دیت ہی اور آدھی سے کم مونڈنے مین حکومت عدل ہے جیسے مونچھ مین اور غلام کی داڑھی مونڈنے مین حکومت عدل واجب ہے قول صحیح مین ولا شیٔ فی
لحیۃ کوسج علی ذقنہ شعرات معدودۃ ولو علی خدہ ایضا ولکنہ غیر متصل فحکومۃ عدل ولو متصلا فکل الدیۃ اور کچھ لازم نہین اوس
کہوسے کی داڑہی مونڈنے مین جسکی ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہین اور اگر اوسکے رخسارونپر بہی بال ہون ولیکن متصل نہون تو اوسمین حکومت عدل ہی اور اگر رخسار
اور ذقن کے بال متصل ہون تو پوری دیت واجب ہو وشعر الرأس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ
وعند الشافعی فیھا حکومۃ عدل اور سر کے بالون کا یہی حکم ہے یعنی جبکہ سر کے بال پر وہ نہ پہوستے سو کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر جمین تو پوری

دیت واجب ہو جیسکہ مروی ہو علی مرتضے رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اوسمین حکومت عدل ہو وَ اعلم اَنّہ لا قصاص فی الشعر مطلقاً ولو مات قبل تمام السنۃ ولو لم ینبت فلا شیء علیہ کشعر صدر وساعد وساق اور معلوم کرکہ بالون مین مطلقاً قصاص نہین اگرچہ جنایت عمداً ہوا اور اگر وہ شخص مرگیا سال پوری ہونے سے پہلے اور بال نہ جمین تو جانی پر کچھ لازم نہین ہے سواے تعزیر کے کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے مین قصاص نہین والعینین والشفتین والحاجبین والرجلین والاذنین والانثیین الخصیتین وثدیی المرأۃ وحلمتیہما ولا لحیتین اذا استأصلہما والا فحکومۃ عدل اور دونو آنکھون اور دونو اونٹھون اور دونو بھوون اور دونو پاؤن اور دونو کانون اور دونو فوطون اور عورتکی دونو چھاتیون کی دو نو گھنڈیون مین اور دونو جبڑون مین پوری دیت واجب ہو بشرطیکہ جبڑونکو بالکل قطع کرڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اوسمین حکومت عدل واجب ہو وکذا فرج المرأۃ من الجانبین الدیۃ وفی ثدیی الرجل حکومۃ عدل اور اسیطرح عورتکی شرمگاہ دونون جانب سے قطع کرنے مین پوری دیت ہو اور مرد کی پستان کاٹنے مین دیت نہین حکومت عدل ہو ھم قطع شرمگاہ عورت مین استعمال شرط ہو کہ ہڈی تک پونہچی اور نہین تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی کل واحد من ھذہ الاشیاء المزدوجۃ نصف الدیۃ اور ان دوہری چیزون مین سے ایک چیز کے قطع مین نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک اونٹھ یا ایک بھون یا ایک پاؤن یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک جبڑے کے کاٹنے مین نصف دیت ہو وفی اشفار العین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم الشین وتفتح لجفن او الھدب الدیۃ اذا قلعھا ولم تنبت اور آنکھ کے چارون پلکون مین یا پلکون کے بالون مین پوری دیت بشرطیکہ پلکون کے بال جڑ سے اکھڑین اور پھر نہ جمین شارح نے کہا اشفار جمع ہو شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اوسکا جائز ہو شفرہ عبارت ہو پلک سے یا پلک کے بالون سے ھم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہو اور پلک کے بالون پر مجاز ہو اور دونون سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اسواسطے کہ پلکون اور اونکے بالون مین پوری دیت ہو کیونکہ دونون مین آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے وفی احدھا ربعھا اور ایک پلک مین چوتہائی دیت واجب ہو ھم ہر آنکھ مین دو پلک ہین ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونو آنکھون مین چار پلک ہین ولو قطع جفون باشفارھا فدیۃ واحدۃ لانھما کشیء واحد اور اگر قطع ہون پلک اونکے بالون کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہو اسواسطے کہ پلک اور اونکے بال ایک چیز کی مانند ہین ھم شارح کو یون کہنا اصح تر تھا الجفون باشفارھا کذا فی الطحطاوی وفی جفن لا شعر علیہ حکومۃ عدل لکن المعتمد ان فی کل دیۃ کاملۃ جفناً او شعرۃ اور اوس پلک مین جسپر بال نہین حکومت عدل ہو لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک مین پوری دیت ہو خواہ پلک ہو یا اوسکے بال ھم طحطاوی نے کہا غایۃ البیان مین یون ہو کہ جس پلک مین بال نہین اوسمین حکومت عدل مجکو معلوم نہین کہ سواے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسی نے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ مین بجاے شعرۃ کے شفرۃ بالفاء ہے وفی کل اصبع من اصابع الیدین او الرجلین عشرھا اور دونون ہاتھون اور دونو پاؤنونکی اونگلیون مین سے ہر اونگلی مین دیت کا دسوان حصہ واجب ہو یعنی سو دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ ھم ابو داؤد اور نسائی مین ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونگلیان برابر ہین ہر اونگلی مین دس اونٹ ہین کذا فی العینی وما فیہا مفاصل ففی احدھا ثلث دیۃ الاصبع ونصفھا لو فیہا مفصلان کالابہام اور جس اونگلی مین مفاصل اور جوڑ ہین تو ایک مفصل کے قطع مین اونگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور اونگلی کی نصف دیت ہو اگر اونگلی مین دو جوڑ ہین جیسے انگوٹھے مین وفی کل سن یعنی من الرجل اذ دیۃ سن المرأۃ نصف دیۃ الرجل جی ھر خمس من الابل او خمسون دینارا او خمسمائۃ درہم اور ہر دانت مین پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہو شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہو اسواسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہو لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیۃ الحر او نصف عشر قیمتہ لو عبدا وہی دیت مذکور ثابت ہو اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت مین پانچ اونٹ ہین یعنی اگر آزاد ہو تو اوسکی دیت کے بیسوین حصہ

کا نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہی تو اوسکی قیمت کا بیسواں حصہ ھم دیت اوسوقت ہی جبکہ جنایت خطا سی ہو اور اگر عمد ہی تو اوسمین قصاص ہے
اور دیت مین سب انت برابر ہین بدلیل اوس حدیث مرفوع کے جو بزازیہ مین ابن عباس سی روایت ہے کہ سب دانت برابر ہین کذا فی العینی فان قلت
تزید حینئذ دیة الاسنان کلها علی دیة النفس بثلثة اخماسها قلت نعم ولا بأس فیه لانه ثابت بالنص علی خلاف
القیاس کما فی الغایة وغیرها وفی العنایة ولیس فی البدن ما یجب بتفویته اکثر من قدر الدیة سوی الاسنان پہر اگر تو کہی
کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب انتونکی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سی تین پنجم حصے ذیت کی مین کہتا ہون کہ ہان زیادہ ہوتی
ہے اور اسمین کچہہ مضائقہ نہین اسواسطی کہ وہ ثابت ہی نص حدیث سی برخلاف قیاس کے چنانچہ غایة البیان وغیرہا مین مذکور ہی اور عنایہ مین ہی اور بدن مین
وہ عضو نہین ہی جسکے فوت کرڈالنی سی دیت نفس سی زیادہ ہو سوا ان دانتون کے ھم آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہین ۲۰ اضراس یعنی داڑہین اور چار
انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنی جو دانت کہ ہنسنے کیوقت ظاہر ہوجاتے ہین پہر جب ہر ایک انت مین دیت کا
نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہوا تو سب دانتونمین پوری دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درم کذا فی الطحطاوی یا ایک سو
ساٹھہ اونٹ وقد توجد نواجذ اربعة فتکون اسنانه ستا وثلثین ذکرہ القہستانی قلت وحینئذ فللکوسج دیة وخمسا
دیة ولغیرہ اما دیة ونصف او ثلثة اخماس او اربعة اخماس اور کاہی ہوتے ہین چار نواجذ یعنی دندان خرد جنکو بعض اہل ہند عقل داڑہ کہتے
ہین تو اس حساب سی ۳۶ دانت ہوتے ہین یہہ ذکر کیا ہی قہستانی نے مین کہتا ہون اور اسوقت میں کہوسے کے دانتونمین ایک دیت واجب ہی اور دو خمس دیت
کے اور کہوسے کے سوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہی یا تین خمس یا چار خمس دیت کی واجب ہین ھم مغرب مین ہی کو سج یعنی کہوسا معرب ہی جسکی ذقن پر بال
ہون نہ رخسارہ پر اور اصمعی نے کہا کوسج وہ ہی جسکے دانت کم ہون اور یہی منقول ہی امام ابو حنیفہ سی قہستانی مین ہی کہ کوسج کے دانت ۲۸ ہوتے ہین
اور یہی شناخت ہی اوسکی تو کہوسے کی دانتون کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قہستانی مین ہی کہ اگر ۳۲ دانت اوکہاڑ پہینکے دین خطا سی
تو دیت اور تین خمس واجب ہین یعنی سولہہ ہزار درم اور اگر ۳۰ دانت اوکہاڑ پہینکے دین تو دیت اور نصف دیت ہی یعنی پندرہ ہزار درم اور اگر ۳۶ دانت اوکہاڑ ے
جاوین تو دیت اور چار خمس واجب ہین یعنی اٹھارہ ہزار درم کذا فی الطحطاوی وعلمت ان المرأة علی النصف فتبصر اور چند بار تو معلوم کر چکا
ہے کہ عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبردار رہیو ویجب دیة کاملة فی کل عضو ذهب نفعه بضرب ضارب کید شلت وعین
ذهب ضوءها وصلب انقطع ماؤه اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اوس عضو مین جسکی منفعت جاتی رہی کسی مارنیوالیکے مارنے سی جیسے ہاتہہ ضرب سے
ہاتہہ شل ہوگیا یعنی خشک اور بیکار ہوگیا اور آنکہہ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدمہ سی پیٹہہ کی منی منقطع ہوگئی وکذا لو سلس بوله او حدث
ولو زالت الحدوبة فلا شیء علیه ولو بقی اثر الضربة فحکومة عدل اور اسیطرح پوری دیت واجب ہے اگر ضرب سے پیشاب اوسکا جاری ہوگیا
بند نہین ہوتا یا اوسکو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ زائل ہوگیا تو جانی پر کچہہ نہین اور کوبڑ جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اوسمین حکومت
عدل ہی ویجب حکومة عدل باتلاف عضو ذهب نفعه ان لم یکن فیه جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہی اوس عضو کے
تلف کرڈالنی مین جسکی منفعت فوت ہوچکی تہی ضرب مارنے سے پہلے بشرطیکہ اوس عضو مین جمال اور خوشنمائی نہو جیسے لنجا ہاتہہ یعنی نہ اوسمین منفعت ہے نہ
خوشنمائی تو اوسکے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہی اور اسی طرح الا ان کان فیه جمال کالاذن الشاخصة هو الطرموش یا عضو
مذکور کی پوری دیت واجب ہی اگر عضو مفقود النفع کے ہونے مین جمال اور خوشنمائی ہو جیسے گوش مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے مین ھم طحطاوی نے
کہا کہ مرجع ضمیر کا شخوص ہے شاخصہ سی ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخوص بمعنی طرش مذکور نہین کیا انتہی مین کہتا ہون وباللہ التوفیق کہ شاید شارح نے
یون کہا ہوگا وہو الا طرش یعنی در حالیکہ اونچے کان والا بہرا ہو سماعت نہین رکہتا اطرش بہرہ ہونا ہی اسکا بمعنی گران گوش لغت مین ثابت ہی عجب نہین
کہ سہو کاتب سی اطرش کا الف اور واو حالیہ کتابت مین رہگیا ہو والا ہو الطرش کا اصل مفہوم نہین ہوتا کیونکہ طرش یعنی گرانی گوش مخصوص نہین ارتفاع

کی تفسیر نہین ہوسکتی واللہ اعلم ومسیحی مالوالصفقہ فالتحرف اواخرھذا الفصل۔ اس فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر مین یہ مسئلہ آ دیگا کہ اگر عضو کو چھیلا یا پھر گوشت جم گیا

فصل فی الشجاج

یہ فصل شجاج کے بیان مین ہے۔ شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجۃ بما یکون بالوجہ والرأس لغۃ۔ اور لغت مین شجہ مخصوص ہے اوس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو ہم شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے و تحت ذقن موضع شجہ نہین اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ مین داخل ہے کذا فی العالمگیریۃ حموی نے کہا حکم خاص شجہ پر مرتب ہے اور جراحت یعنی مطلق جراحت کو شجہ نہین اسواسطے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتی ہین تو انکے زخم مین نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیرھما فجراحۃ ای تسمی جراحۃ وفیہا الحکومۃ عدل مجتبی ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن مین ہوتا ہے وہ مسمی بجراحت ہے اور اوسمین دیت نہین حکومت عدل ہے کذا فی المجتبی والمسکین وھی ای الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہین یعنی چہرہ اور سر کے زخمون کے دس نام ہین الحارصۃ بمھملات وھی التی تحرص الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحاء مہملہ ورا مہملہ وصاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جسمین کھال مخدوش ہو جاے یعنی چھلجاے ہندی مین اوسکو کھرونچا کہتے ہین والدامعۃ بمھملات التی تظھر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ زخم ہے جسمین آنسو کی مانند خون دار ہو جاے اور خون کو نہ بہا دے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہا دے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کرے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الرأس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہنچ جاے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان ہے والموضحۃ التی توضح العظم ای تظھرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دے یعنی جسمین کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلجاے والھاشمۃ التی تھشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کر دے اوسکے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کیطرف کر دے کذا فی العینی والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وھی الجلدۃ التی فیہا الدماغ اور دسوان شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہنچ جاے ام الدماغ اوس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بھیجا وبعدھا الدامغۃ بغین معجمۃ وھی التی تخرج الدماغ ولم یذکرھا محمد لموت بعدھا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فیلزم الاستقراء بحسب الآثار انھا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارہوین جراحت دامغہ ہے بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکال دے اور دامغہ کو محمد نے مذکور نہین کیا اسواسطے کہ اوسکے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تتبع آثار سے یہہ معلوم ہوگیا کہ شجاج دس زخمون سے زیادہ نہین ہوتے ویجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو غیر اصلع ولا ففیھا حکومۃ لان جلدہ انقص زینۃ من غیرہ قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ مین دیت کا بیسوان حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اوسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہون اور نہین تو اوسمین دیت نہین بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہے آرائش مین کذا فی القہستانی عن الذخیرہ وفی الھاشمۃ عشر وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر

اور جراحت ہاشمہ مین دیت کا دسوان حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ مین دیت کا دسوان حصہ اور بیسوان حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہین وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثھا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ مین تہائی دیت کی واجب ہے ہم جائفہ کی تفسیر مین اختلاف ہے زیلعی مین ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ مین ہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ جائفہ نہین ہوتا حلق کے اوپر انتہی سراج وہاج مین ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہنچے پیٹ کیطرف سے یا پیٹھ یا سینہ کیطرف سے یا گردن کیجانب سے اوس موضع تک پہنچے جہانتک پانی جانے سے روزہ ٹوٹجاتا ہے تو یہہ سب جراحتین جائفہ ہین اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہین ہے اور جائفہ نہین ہوتا دونون ہاتھون اور دونون پانوون اور ران اور منہ اور سر مین اور اگر زخم فوطون اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جاے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فثلثاھا لانھا اذا

ذہبت مسارت جائفتین فیجب فی کل منہما ثلثہا پہر اگر جائفہ نافذ ہوگیا یعنے پیٹ کا زخم پیٹہ کیطرف پہوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیان واجب ہیں بوسطے کہ جب جائفہ وارپار ہوگیا تو دو جائفہ ہوگئے ایک پیٹ کیجانب سے دوسرا پیٹہ کیطرف سے تو ہر جائفہ مین تہائی دیت کی واجب ہوگی **وفی الحارصۃ والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل اذ لیس فیہا ارش مقدر من جہۃ السمع ولا یمکن اہدارہا فوجب فیہا حکومۃ عدل** اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین دیت نہین حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخمون مین کچہہ دیت مقرر نہین ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کیجانب سے اور اہدار اور بیکار ایکا چہوڑنا بہی ممکن نہین ہے تو انمین حکومت عدل واجب ہوئی ہے مصنف عبد الرزاق مین ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ما دون موضحہ مین حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی **وہی ای حکومۃ العدل ان ینظر کم مقدار ہذہ الشجۃ من الموضحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام** اور وہ یعنی حکومت عدل یہہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جاے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اوسکی دیت کے بیسوین حصہ سے واجب ہوگا یہہ قول ہے کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ہم چونکہ موضحہ کی دیت شرعا اقل ثابت ہے اور شجاج سے ہے لہذا اوسیکو مقیس علیہ ٹہرایا جسکی مقدار کی تو ضیح یہہ ہے کہ مثلا باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اوسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع ہے تو ربع دیت واجب ہوگی وعلے ہذا القیاس وجہہ تصحیح قول کرخی کی یہہ ہے کہ اسمین رجوع ہے منصوص علیہ کیطرف کذا فی العینی **وقیل قالہ الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ہذا الاثر ثم معہ فقدر التفاوت بین القیمتین فی الحر من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص العشر عشر قیمتہ اخذ عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث** اور حکومت عدل کی تفسیر مین دوسرا قول طحاوی کا یہہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم کے اوسکی قیمت مقرر کیجائے پہر اس زخم کے ساتہہ اوسکی قیمت معین کیجائے پہر جسقدر تفاوت ہو دونو قیمتون مین اوسیقدر آزاد مین اوسکی دیت سے لیا جاے اور غلام مین قیمت سے تو اگر قیمت سے دسوان حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسوان حصہ لیا جاے اور اسیطرح نصف اور ثلث مین یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہوگئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہو **ہو ای ہذا التفاوت ہی ای حکومۃ العدل بہ یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیۃ وغیرہا وجزم بہ فی المجمع** وہ یعنی تفاوت بین القیمتین ہی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا مین ہے اور مجمع مین اسی قول پر یقین کیا ہے ہم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی **وفی الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہہ وراسہ فحینئذ یفتی بہ ولو فی غیرہما وتعسر علی المفتی یفتی بقول الطحاوی مطلقا لانہ ایسر انتہی ونحوہ فی الجوہرۃ بزیادۃ** اور خلاصہ مین ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اوسیصورت مین مستقیم ہے جبکہ جنایت چہرہ اور سر مین ہو تو اوسوقت مین کرخی کے قول پر فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل ہو موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتوی دے مطلقا اگرچہ جراحت چہرہ اور سر مین ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی ما فی الخلاصۃ اور اسی کی مانند جوہرہ مین ہے زیادت بیان کے ساتہہ **وقیل تفسیر الحکومۃ ہو ما یحتاج الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی ان یبرء** اور بعضون نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کی زخمی کے صحیح ہو جانے تک ہم طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہین ہے **ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ عمدا** اور قصاص نہین ہے سب شجاج مین مگر موضحہ عمدا مین ہم شجاج مافوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ مین بالاتفاق قصاص نہین ہے اور ما دون موضحہ سے حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص مین اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہوگا **وما لا قود فیہ یستوی العمد والخطاء فیہ** اور جن شجاج مین قصاص نہین اوسمین عمد اور خطاء دونو برابر ہین یعنی تو عمد مین وہ واجب ہے جو خطا مین واجب ہے کذا

جنف مضبوطه وفي من المحيط لكن ظاهر المذهب وجوب القصاص فيما قبل الموضحة ايضا ذكره محمد في الاصل وهو الاصح درر
ومجتبى وابن الكمال وغيرها لامكان المساواة بان يسبر غورها بمسبار ثم تتخذ حديدة بقدر فيقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب
قصاص ہے اُن شجاج مین بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہین یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین یہہ ذکر کیا ہے محمد
بن حسن نے اصل یعنی مبسوط مین اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ماقبل موضحہ کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر والمجتبی وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ
مین برابری کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ زخمونکا عمق اور گہراؤ امتحان کیا جاے آلہ امتحان سے مثلا سلائی وغیرہ سے پہر آہنی چیز لیجاے بقدر اوسکے پہر اوتنا
قطع کیا جاے ہم کافی مین ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجروح قصاص یعنی زخمون مین قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی العینی
واستثنى في الشرنبلالية السمحاق فلا يقاد اجماعا كما لا قود فيما بعدها كالهاشمة والمنقلة بالاجماع وعزاه للجوهرة فليحفظ
اور شرح نبلالیہ مین سمحاق کو مستثنے کیا ہے تو ہمین بالاتفاق قصاص نہین جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ مین بالاجماع قصاص نہین اور شرنبلالی نے یہہ قول
جوہرہ کیطرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ثم قال في المجتبى ولا قود في جلد رأس وبدن ولحم خد وبطن وظهر یا پہر زاہدی نے
مجتبی مین کہا اور قصاص نہین ہے سر اور بدن کی کہال مین اور رخسار اور پیٹ اور پیٹہہ کے گوشت مین ہم شاید کہ یہہ قول غیر ظاہر الروایۃ ہے یا جلد راس سے فقط
سمحاق مراد ہے عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن مین واقع ہین اونمین حکومت عدل ہے جبکہ بُری کہلیا ہے یا
ثو بجاے بشرط بقاء اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہین رہا تو شیخین کے نزدیک اوسین کچہہ نہین اور محمد کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مصارف کی لازم
ہے کذا فی الطحطاوی ولا في لطمة ووكزة وضربة سوط اور نہ قصاص ہے طمانچہ مارنے اور مکّی مارنے اور ضرب دُرّہ مین ہم عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم
نہین وفي سلخ جلد الوجه كمال الدية اور چہرہ کی کہال اوکہاڑنے مین پوری دیت ہے وفي كل اصابع اليد الواحدة نصف دية ولو
مع الكف لانه تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب اونگلیون کے قطع مین نصف دیت ہے اگرچہ پانچون انگلیان ہتہیلی کے ساتہہ کٹ گئی ہون اسواسطے کہ
ہتہیلی انگلیون کے تابع ہے ہم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہے ومع نصف ساعد نصف دية للكف وحكومة عدل في
لنصف الساعد وكذا الساق اور ایک ہاتہ کے قطع اصابع مین نصف ساعد کے ساتہہ نصف دیت واجب ہے ہتہیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب
ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر پاؤن کی انگلیان آدہی پنڈلی کے ساتہہ قطع ہون تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی
کے سبب سے حکومت عدل ہے وفي قطع كف وفيها اصبع او اصبعان عشرها او خمسها لف ونشر مرتب اور اوس ہتہیلی کی قطع
مین جسمین ایک اونگلی یا دو انگلیان ہین دسوان حصہ دیت کا یا پانچوان دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک اونگلی مین دسوان
حصہ ہے اور دو اونگلیون مین پانچوان حصہ ولا شيء في الكف عند ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه كما لو كان في الكف ثلث اصابع
فانه لا شيء في الكف بالاجماع اذ للاكثر حكم الكل اور کچہہ واجب نہین قطع کف مین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف مین
تین اونگلیان ہون تو قطع کف مین کچہہ واجب نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے ہم یعنی جسطرح کف مین کچہہ واجب نہین
جبکہ پانچون اونگلیان قطع ہون تو اسیطرح تین اونگلیون کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچہہ نہین ہے اور یہہ مراد نہین کہ قطع اکثر اصابع سے تہہ کی پوری دیت
واجب ہے اسواسطے کہ متن مین مذکور ہو چکا کہ ہر اونگلی مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفي جواهر الفتاوى ضرب يد رجل وبرئ
الا انه لا تصل يده الى قفاه فبقدر النقصان يؤخذ من جملة الدية ان نقص الثلثان فثلثا الدية وهكذا واقره المصنف
اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتہہ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہہ کہ اوسکا ہاتہہ گردن کے پیچہے نہین پونہچتا تو بقدر نقصان مجموعہ پوری
دیت سے لیا جائیگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسیطرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیئے اور مصنف نے شرح
مین اس قولکو ثابت رکہا ہے رد نہین کیا ہے ولو قطع مفصلا من الاصبع فشل الباقي او قطع الاصابع فشل الكف لزم دية

المقطوع فقط وسقط القصاص فافہمہ وان خالف الدرر کذا ذکرہ الشرنبلالیۃ وسیجی متنا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہو گئی یا انگلیاں قطع کین سو ہتھیلی خشک ہو گئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہو گا سو اسکو سمجہہ لے اگرچہ یہہ قول مخالف ہی الیسا بیان کیا ہی شرنبلالی نے اور آگے متن مین اویگا ھ نہایہ مین شرح طحاوی سے اجماعی مسئلہ یون مذکور ہی کہ جو عضو شل ہو گیا اوسکی دیت واجب ہے اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہی اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہی اور زیلعی مین ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہو گئی تو تمام کی دیت واجب ہی اور اگر لائق انتفاع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی مین حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدۃ وعین الصبی وذکرہ ولسانہ ان لم یعلم صحتہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی مین اور صغیر کی آنکہہ اور آلہ تناسل اور اوسکی زبان مین حکومت عدل ہی اگر صحت وسلامتی اوسکی معلوم نہو آنکہہ مین تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل مین جنبش کرنے سے اور زبان مین بولنے سے ھ زائد انگلی مین خوشنمائی نہین جو دیت واجب ہو اور آنکہہ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہین پہر جب وجود منافع معلوم نہین تو شک سے پوری دیت واجب نہو گی حکومت عدل واجب ہو گی فان علمت الصحۃ فکبالغ فی خطأ وعمدا اذا ثبت ببینۃ او باقرار الجانی وان انکر او قال لا اعرف صحتہ فحکومۃ العدل جوہرۃ پہر اگر صغیر کی آنکہہ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اسکا حکم جوان کی مانند ہی خطا یا عمد مین جبکہ گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہے مین اوسکی صحت کو نہین جانتا ہون تو حکومت عدل واجب ہی کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحۃ اذھبت عقلہ او شعر راسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی الکل کمن قطع اصبعا فشلت الید اور اوس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے عقل اوسکی یا اوسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت مین داخل ہو جاویگی بسبب داخل ہونے جزء کے کل مین مانند اوس شخص کی جسنے انگلی دوسری کی قطع کی سو اوسکا ہاتہہ خشک ہو گیا تو انگلی کی دیت ہاتہہ کی دیت مین داخل ہو جاویگی ھ عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہی اسواسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہین تو گویا وہ مردہ ہو گیا کذا فی المنح وان ذھب سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانھا کاعضاء مختلفۃ بخلاف العقل لعود نفعہ للکل اور اگر جراحت موضحہ سے اوسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت مین داخل نہو گی اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کی مانند ہین برخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کیطرف رجوع کرتا ہی ھ جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کی مانند ہو گئی تو ایک دوسرے مین داخل نہو گا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہو گی ولا قود ان ذھبت عیناہ بل الدیۃ فیہما خلافا لہما اور قصاص نہین اگر موضحہ سے دونون آنکہین جاتی رہین بلکہ دونون یعنی موضحہ اور آنکہون مین دیت واجب ہو گی برخلاف صاحبین کے ھ صاحبین کے نزدیک موضحہ مین قصاص اور آنکہون مین دیت ہی ولا بقطع اصبع شل جارہ خلافا لہما اور قصاص نہین اوس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہو گئی بلکہ دونون عضو کی دیت واجب ہو گی برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک اول مین قصاص ہی اور دوسری مین دیت ہی کذا فی الطحطاوی ولا اصبع قطع مفصلہ الاعلی فشل ما بقی من الاصابع بل دیۃ المفصل والحکومۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہین اوس انگلی مین جسکا مفصل اعلے کاٹا گیا ہو باقی انگلیان خشک ہو گئین بلکہ مفصل کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہے ھ یہ وہ مسئلہ ہی جسکو شارح کہا تہا کہ متن مین آویگا ولا قود بکسر نصف سن اسود او اصفر او احمر باقیہا بعد کسرہا بل کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ المضغ والا یحل عن جمالہا حالۃ التکلم فالدیۃ ایضا والا فحکومۃ عدل زیلعی فقول الدرر والا فلا شئ فیہ فیہ ما فیہ اور قصاص نہین نصف دانت توڑنے مین جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہو گیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہو گی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاوے اور اگر چبانا فوت نہو گا تو اس صورت مین اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بہی دیت ہی اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہی کذا فی الزیلعی تو درر کے یون کہنے مین کہ اگر چبانا فوت نہین ہی تو اوسمین کچہہ واجب نہین اعتراض اور خلل ہی ھ خلل یہہ ہی کہ اوسمین نفی مطلق مذکور ہی حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ باوجود عدم فوت مضغ اگر نظر آتا ہو تو دیت ہی

بدنمائی کے سبب سے اور نہین تو حکومت عدل ہو گی کما صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلین متباینین حقیقۃ فارش احدهما
لا یمنع قود الاٰخر ومتی وقعت علی محلّ واتلف شیئین فارش احدهما یمنع القود سے دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب
جنایت واقع ہو دو مکان مین جو فی الحقیقۃ جداگانہ ہین جیسے ہاتھ اور پانون تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہین ہے اور جبکہ جنایت
ایک مکان مین واقع ہوا اور دو چیزونکو تلف کر دے جیسے جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جاے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے ھ زیلعی مین ہے کہ امام
کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض مین تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہون اور صاحبین کے نزدیک دو عضو مین
باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہو تو قصاص واجب نہین کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من اقاد سنّہ بعد مضی حولٍ ثم
نبتت بعد ذٰلک لتبیّن الخطاء حینئذٍ وسقط القود للشبهۃ اور دیت واجب ہے اوس شخص پر جسنے اپنی دانت کا قصاص لیا سال گذرنے
کے بعد پھر بعد اوسکے اوسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص مین اسوقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے
شبہہ کے سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی ویستأنی فی اقتصاص العین والموضحۃ حولًا وکذا لو ضُرب سنّہ
فتحرکت لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لا یؤجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح
تأجیل البالغ لیبرأ لا السنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی مین ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے مین سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا
چاہیے قصاص لینے مین اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سے وہ ہل گیا لیکن خلاصہ مین ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہین اوسمین تاجیل اور انتظار
نہین اسی قول پر فتوی ہے اور کا ہے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اوس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ
کی اوسکے چنگے ہو جانیکے واسطے ہے نہ تاجیل ایک سال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ مین نادر الوقوع ہے ھ وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل سال بڑے آدمی
کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اوسکی تاجیل الی الصحۃ ہے لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکو مفید ہے کہ سال کی تاجیل مین خلاف ہے عالمگیریہ مین ہے
کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایکسال انتظار نکرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت مین اور صحیح پہلا قول ہے انتہی اور
ندرت نبات کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ مین اور متحرک دانت مین ایکسال کی مدت مسلّم ہے کذا فی الطحطاوی او قلعها فردّها ای ردّها صاحبها
الی مکانها ونبت علیها اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک دوسرے کا دانت اوکھاڑا اسوقت والے نے دانت کی مکان پر پھر اوسکو رکھدیا
اور اوسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ رگین عود نہین کرتین جسطرح پہلے تہین وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت
الی حالتها الاولی فی المنفعۃ والجمال لا شیء علیہ کما لو نبتت اور نہایہ مین ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے
منفعت اور جمال مین تو جانی پر کچھ واجب نہین جیسے اوسصورت مین کہ اگر دانت جڑ سے جم اوٹھے وکذا الاذن اذا الصقها فالتحمت یجب الارش
لانها لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسیطرح کان جبکہ اوسکو قطع کے بعد چپکا یا یعنی ٹانکے دیکر سو گوشت سے جم گیا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پہر
ویسا نہین ہو سکتا جیسا کہ پہلے تہا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافًا لهما
مگر یہ کہ دانت اوکھاڑا گیا پہر وہان دوسرا دانت جم اوٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت مین بالاتفاق دیت ساقط ہے
برخلاف صاحبین ھ صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اوکھاڑنے اور پھر جمنے مین پوری دیت ہے اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جمنا
اوسنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالی کیطرف سے ہے ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اوسمین حکومت عدل ہے ولو نبتت الی
النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اوسپر نصف دیت واجب ہے ولا شیء فی ظفر نبت کما کان اور اوس ناخن
مین کچھ دیت نہین جو جم اوٹھا جسطرح کہ پہلے تہا ھ اور اگر قطع کے بعد ناخن نجما تو اوسمین حکومت عدل ہے اسواسطے کہ شرع مین اسکی دیت معین ثابت نہین
کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او الحم شجۃ او جرح حاصل ذٰلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لا شیء فیہ یا سر کا زخم بھر گیا چنگا

ہو گیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہو گیا اور اوسکا نشان باقی نرہا تو اوسمین کچھ دیت نہین ہم اسواسطے کہ موجب دیت کا بدحالی
اور زوال نفع ہے سو چنگے ہونے اور نشان مٹجانے سے زائل ہو گیا اور فقط درد کسی شے کا موجب نہین جیسے ضرب دردناک غیر فاحش مین اور دشنام مولم مین
کچھ دیت نہین ہان تعزیر مین حاکم کو اختیار ہے وقال ابو یوسف علیه ارش الالم وهی حکومة عدل وقال محمد قدر ما لحقه من النفقة
الى ان یبرأ من اجرة الطبیب وثمن الدواء اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہے یعنی حکومت عدل ہے اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو
خرچ لاحق ہوا ہے صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف ارش الالم
باجرة الطبیب والمداواة فعلیه لا خلاف بینهما قاله المصنف وغیره قلت وقد قدمنا نحوه عن المجتبى فكن هنا عنه روایتین
فتنبه اور طحاوی کی شرح مین ہے ابو یوسف کے قول یعنی خونبہای درد کی تفسیر اجرت طبیب اور مداوات واقع ہوئی ہے بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے
قول مین مخالفت باقی نرہی ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ مانند اسکی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین مجتبی سے صاحب مجتبی نے اس مسئلہ کی شرح مین
ابو یوسف سے دو روایتین مذکور کی ہین سو خبردار رہو ہم دو روایتون سے ایک روایت محمد کے موافق ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجائے
پہر اوسکی قیمت اس درد کے ساتھہ کیجاے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہے کذا فی الطحطاوی

ولا یقاد جرح الا بعد برئه خلافا للشافعی اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا مگر اوسکے چنگے ہو جانیکے بعد بر خلاف شافعی کے ہم مستدل ہے
اور دارقطنی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہو جاے اور دلیل عقلی یہہ ہے کہ جراحات مین انجام
اونکا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہو گئی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہو سکتا کذا فی المنح وعمد الصبی
والمجنون والمعتوه خطأ بخلاف السکران والمغمی علیه اور صغیر اور مجنون اور مدہوش کا عمد خطا ہے بر خلاف مست اور غش والے
کہ اونکا عمد خطا نہین وعلى عاقلته الدیة ان بلغت نصف العشر فاکثر وان کان من العجم والا ففی ماله درر اور صغیر یا مجنون کے عمد
مین اوسکے مددگارون پر دیت ہے اگر دیت کے بیسوین حصہ تک پہونچے یا زیادہ ہو اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسوین حصے سے دیت کم ہو یا صغیر عجم
کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارة ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ
کفارہ ہے نہ میراث مقتول سے محروم ہونا بر خلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور
مجنون لائق عقوبت کے نہین ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامه فیما علقته على الملتقى اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص
مین قتل کیا جاویگا اور بعضون نے کہا کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین ہے صبی ضرب سن صبی فانتزعها ینتظر بلوغ الصبی
المضروب ان بلغ ولم ینبت فعلى عاقلته الدیة ولو من العجم ففی ماله درر وتحقیقه فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر
مارا سو اوسکا اوکہاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پہر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اوسکے مددگارون پر دیت ہے اور اگر صغیر ضارب
عجم کا رہنے والا ہے تو خود اوسکے مال مین دیت ہے اور ہم عنقریب اسکی دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین مهمة فائدہ ضروریہ حکومة العدل لا تتحملها
العاقلة مطلقا على الصحیح کما فی تنویر البصائر معزیا للتتارخانیة حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانی کے مددگار متحمل نہین ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح
یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر مین ہے منسوب بفتاوی تاتارخانیہ

فصل فی الجنین

یہہ فصل ہے بچہ شکم کے مسائل مین جنین اوس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ مین ہے ضرب بطن امرأة حرة حامل خرج الامة والبهیمة
وسیجیء حکمها قلت بل الشرط حریة الجنین دون امه کامة علقت من سیدها او من المغرور ففیه الغرة على العاقلة درر عن الزیلعی
فالعجب من المصنف کیف لم یذکره ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہو گیا
اور ان دونکا حکم آگے آویگا مین کہتا ہون بلکہ بچہ شکم کا آزاد ہونا شرط ہے نہ اوسکی ماں کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اوسکے بچہ مرجانے

مین غرہ یعنی دیت ہی قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہے کہ اوسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا ہی یہان اوسکے مخالف بیان کیون کیا ہم ضرب شکم مثال ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر مین ہے کہ ضرب جنین کی شرط ہے کذا فی البحر۔ **ولو كانت المرأة كتابية او مجوسية او زوجة فالقت جنينا ميتا حرا وجب على العاقلة غرة الشهر** **اولها هذه اول مقادير الديات** اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہی شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہی اول شہر سے اور یہہ دیت جسکا غرہ نام ہے اول مقادیر دیات سے ہی ھم شارح نے یہہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بضم غین معجمہ و تشدید را عبارت ہی عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط مین ہے کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اسمین غلام کا دینا واجب ہے اور غلام کو غرہ کہتے ہین اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق مذکور ہے کذا فی العینی **نصف عشر الدية اى دية الرجل لو الجنين ذكرا وعشر دية المرأة لو انثى وكل منهما خمسمائة درهم** غرہ عبارت ہی دیت کی بیسوین حصے سے یعنی مرد کی دیت کا بیسوان حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسوان حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونون پانسو درم ہین ھم مرد کی دیت دسہزار درم ہے تو اوسکا بیسوان حصہ پانسو درم ہے اور عورت کی دیت پانچہزار درم ہی تو اوسکا بھی دسوان حصہ پانسو درم ہوا **في سنة وقال الشافعي في ثلث سنين كالدية وقال مالك في ماله ولنا فعله صلى الله عليه وسلم** جنین مردہ مین غرہ یعنی پانسو درم واجب ہین قاتل کے عاقلہ پر ایکسال کے اندر اور امام شافعی نے کہا تین سال کے دیت کی مانند واجب ہین اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال مین واجب ہے اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھم بیہقی طبرانی مین حمل بن مالک سے مروی ہے غرۃ عبد او امۃ او خمسمائۃ اور صحیحین مین ابی بکرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کے جنین مین غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اسمین سنہ کا ذکر نہین اور محمد بن حسن کے موطا مین سعید بن مسیب سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس جنین مین جو اپنی مان کے پیٹ مین مقتول ہوا عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ مین جابر سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین مین عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی

فان القته حيا فمات فدية كاملة پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہی ضارب پر **وان القته ميتا فماتت الام فدية في الام وغرة في الجنين لما تقرر ان الفعل يتعدد بتعدد اثره** اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر مان اوسکی مرگئی تو مان مین دیت واجب ہے اور بچہ مین غرہ اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ فعل متعدد ہو جاتا ہی اپنے اثر کے تعدد سے ھم چنانچہ ایک شخص کے تیر مارا اسواوس سے پار ہو کر دوسرے کو قتل کیا تو دیتین اور دو دیت واجب ہین اگر دونون فعل ازراہ خطا ہین اور اگر اول عمد سے تو قصاص اور دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی **وصحح في الذخيرة تعدد الغرة لو ميتين انتهى قلت وظاهره تعدد الدية لو ارادة فليراجع** اور ذخیرہ مین تعدد غرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچے مردہ ہو کر ساقط ہون یا زیادہ انتہی الذخیرہ مین کہتا ہون اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہی اور مین نے اوسکو صریح نہین دیکھا تو کتب مذہب کیطرف رجوع کرنا چاہیے ھم جوہرہ مین ہے اگر حاملہ دو جنین گرادے تو دو غرہ واجب ہین اور اگر ایک منہ نکلکے مر جاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہی ضارب پر اور اگر مان مرگئی پھر وہ بچہ مرگیا تو فقط مان کی دیت واجب ہی اور اگر مان کے مرنیکے بعد وہ جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتین واجب ہین کذا فی الطحطاوی **وان ماتت فالقته ميتا فدية فقط وقال الشافعي غرة ودية** اور اگر مان مرگئی اور اوسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط مان کی دیت ہی اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین کا اور دیت مان کی واجب ہی ہماری دلیل یہہ ہے کہ ظاہر ان کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیونکہ اوسکا جینا اوسکے جینے سے ہی اور اوسکا دم لینا اوسکے دم لینے سے تو جنین کی موت اوسکی مان کی موت سے ہوتی ہی اور یہہ احتمال بھی ہو کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہین ہوتا **وان القته حيا بعد ما ماتت يجب عليه ديتان وان القته حيا ومات** اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانیکے بعد تو ضارب پر دو دیتین واجب ہین چنانچہ اوس صورت مین دو دیتین واجب ہین کہ زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونون مرگئے **وما يجب فيه من غرة او دية يورث عنه وترث منه** اور جنین مین جو چیز غرہ یا دیت واجب ہے وہ موروث ہی یعنی جنین کے وارث اوسکو بطریق میراث کے پاوینگے اور اوسکی مان اوسکی میراث پاویگی **ولا يرث ضاربه منها**

فلو ضرب بطن امرأته فألقت ابنه ميتا فعلى عاقلة الاب غرة ولا يرث منها لانه قاتل اور جنین کا مارنیوالا غرہ جنین کی میراث نپاویگا
تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اوسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہی اور باپ اوسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ
قاتل ہے یعنی قاتل ہے ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کیواسطے میراث مقتول کی نہین نص سے وفی جنین الامة الرقیق الذکر نصف عشر قیمته لو حیا و
عشر قیمته لو انثی لما تقرر ان دیة الرقیق قیمته اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر مین اوسکی قیمت کا بیسوان حصہ واجب ہو اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسوان حصہ
واجب ہی اگر جنین مونث ہی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ مملوک کی دیت اوسکی قیمت ہی ھم تعیین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اوسکی رنگ و صورت
کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اوسکی اس مکان مین اتنی قیمت ہوتی اوسی حساب سے بیسوان یا دسوان حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہان سوال ہوتا ہی کہ لازم
آتا ہی کہ جو واجب ہی مونث مین وہ زیادہ تر ہو مذکر کے واجب سے اسواسطے کہ وہ اکثر ہے لیکن سو اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قولین دیا ولا یلزم زیادة الانثی
لزیادة قیمة الذکر غالبا اور لازم نہین آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زیادہ ہونے قیمت مذکر کے غالبا ھم یعنی اسواسطے کہ عادت مین غلام کی قیمت زیادہ
ہوتی ہے لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اوسکی ہمصورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو اب بیسوان حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسوین حصہ
سے کم نہوگا کذا فی صدر الشریعة وفیه اشارة الی انه اذا لم یمکن الوقوف علی کونه ذکرا او انثی فلا شیء علیه اور مذکر اور مونث کی دیت
کے تفاوت مین اشارہ ہی اسطرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہین ھم طحطاوی نے کہا کہ اسمین شارح تابع
ہوگیا ہی قہستانی کا اور مشتملی مین یون مذکور ہی کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے خنثی مشکل کی مانند انتہی عینی مین ذخیرہ سے
منقول ہے کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن ماخوذ ہی خنثی مشکل کی مانند چنانچہ کسی نے خنثی مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے
اسیطرح یہان یقینی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہی کما لو القی بلا رأس لانه انما یجب القیمة اذا نفخ فیه الروح ولا تنفخ من غیر رأس ذخیرة
چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اوسمین کچھ واجب نہین اسواسطے کہ قیمت تو اوسصورتمین واجب ہوتی ہے جبکہ جنین مین روح پھونکی
گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہین کذا فی الذخیرة فی مال الضارب للامة حالا جنین مملوک مین اوسکی قیمت کا بیسوان حصہ یا دسوان حصہ اوس
شخص کے مالمین واجب ہے فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ھم ضارب کے مال مین اسواسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت مملوک کی واجب نہین اور اوس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہی
نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القته حیا وقد نقصتها الولادة فعلیه قیمة الجنین لا نقصانها لو بقیمته وفاء به والا فعلیه اتمام
ذلک مجتبی اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہی نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ
جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہوسکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہوگا تو ضارب پر اوسکا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبی ھم مثلا لونڈی کی قیمت سو
درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہوگئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہی یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہین اور اگر جنین کی قیمت ۲۵
درم ہی تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو یوسف فیه نقصانها کالبهیمة اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کی جنین مین
لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان مین جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیه عشر قیمة الام صدر الشریعة
ولا یخفی انها للمولی اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین مین اوسکے ماں کی قیمت کا دسوان حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعة اور یہہ تو مخفی نہین
ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے فان حرره ای الجنین سیده بعد ضربه ضرب بطن الامة فالقته حیا فمات ففیه قیمته حیا للمولی
لا دیته وان مات بعد العتق لان المعتبر حالة الضرب پھر اگر جنین کو اوسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا
پھر وہ مرگیا تو اوسمین بچہ زندہ کی قیمت مالک کیواسطے ہو نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنیکے مرگیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہی یعنی قتل اوسکا ضرب
سابق سے ہوا اور وقت ضرب حالت رق مین ہوا تھا کذا فی صدر الشریعة وعند الثلاثة یجب دیة وهو روایة عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین
کی واجب ہے نہ قیمت اور یہہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہی چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر مین بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہی کذا

نے الطحاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا زیلعی ان وقع میتا اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو
بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی م نفی وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کاملہ میں تو اوسکو غیر میں متعدی نہوگا و بیان استحباب یہہ ہے کہ ضارب
مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایہ وشروحہا وان خرج حیا فمات ففیہ الکفارۃ کذا
صرح بہ فی الحاوی القدسی وہو مفہوم من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیۃ حینئذ فتجب الکفارۃ فیہ کما لا یخفی محیط اور اگر بچہ زندہ
پیٹ سے نکلا پھر وہ مرگیا تو اوسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسیطرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ گرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہا کے کلام سے اسلئے کہ
فقہانے درصورت زندگی جنین اور پھر اوسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اوسمیں چنانچہ یہہ امر مخفی نہیں
تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیئے یعنی اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہہ مسئلہ مصرح نہیں وما استبان بعض خلقہ کظفر وشعر کتام فیما ذکر من الاحکام وعدۃ
ونفاس کما مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھہ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پوری بدن والی جنین کی مانند ہے اُن احکام میں جو مذکور ہوئے
اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرۃ عاقلۃ امرأۃ حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم یکن لہا عاقلۃ
ففی مالہا فی سنۃ ایضا صدر الشریعۃ ولو تأثم ما لم یستبن بعض خلقہ ومر فی الحظر نظما اسقطتہ میتا عمدا بدواء او فعل
کضربہا بطنہا بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کردیا عمدا بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مار کے
تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایکسال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کذا فی صدر الشریعۃ اور
عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جبتک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا اور یہہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم مذکور ہوچکا م شارح کو یون کہنا مناسب تہا کہ اسقاط سے
عورت گنہگار ہوگی اسواسطے کہ یہان کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہون پھر شارح یون کہتا اور اگر بعض اعضاء
بدن ظاہر نہوئے ہون تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن او لم تتعمد لا غرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اوسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا
یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہوگیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم تعدی کے سبب سے یعنی دونون صورتون میں عورت کا کچھہ قصور نہیں م زیلعی اور
صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے کہا کہ یہہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری
نہیں وتمامہ فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرت امرأۃ ففعلت لا تضمن المامورۃ اور اگر زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اوسنے
گرایا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں واما ام الولد اذا فعلتہ بنفسہا حتی اسقطتہ فلا شیء علیہا لاستحالۃ الدین علی مملوکہ ما
لم یستحق فحینئذ یجب للمولی الغرۃ لانہ مغرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اوسپر کچھہ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین مملوک پر یعنی غرہ جنین کا
دین ام ولد پر نہیں ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولیٰ کی ملک ثابت ہوگی تو مولیٰ کیواسطے غرہ ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنی فریب دیا گیا
ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف کیا اپنی ملک جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے م ولد مغرور کی صورت یہہ ہے کہ لونڈی خریدی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہوگئی پھر لونڈی
نے پیٹ گرایا دوا سے یا ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کیواسطے جاریہ اور اوسکی عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مشتری سے
کہا جائے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تہا کیونکہ وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو یا لونڈی اوسکو دے یا غرہ جنین کا
کذا فی العالمگیریۃ مختصرا وفی الواقعات شربت دواء لتسقطہ عمدا فان القتہ حیا فمات فعلیہا الدیۃ والکفارۃ وان میتا فالغرۃ
ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمدا گرا دے پھر اگر بچہ گرا یا زندہ بعدا وسکے وہ مرگیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور
اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونو حالمین وارث جنین کی نہوگی ویجب فی جنین البہیمۃ ما نقصت الام ان نقصت وان لم تنقص
الام لا یجب فیہ شیء شرح ہاوی اور جانور کے بچہ گرانے میں ماں کا نقصان واجب ہے اگر ولادت سے اوسکی قیمت ناقص ہوگئی ہو اور اگر ماں میں نقصان نہیں ہوا تو
اوسمیں کچھہ بچہ کی عوض واجب نہیں کذا فی السراجیہ فس ۶ مسئلہ ملحقہ شارح کا فی البزازیۃ ضرب بطن امرأۃ بالسیف فقطع البطن ووقع

اَحَدُ الْوَلَدَيْنِ حَيًّا مَجْرُوحًا بِالسَّيْفِ وَالْآخَرُ مَيِّتًا وَبِهِ جِرَاحَةُ السَّيْفِ وَمَاتَتْ اَيْضًا فَيُقْتَصُّ لِاَجْلِ الْوَجِيْرِ لِاَنَّهُ مُتَعَمِّدٌ وَعَلٰى عَاقِلَتِهِ دِيَةُ الْوَلَدِ الْحَيِّ اِذَا مَاتَ وَيَجِبُ غُرَّةُ الْوَلَدِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهُ لَمَّا ضَرَبَ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْوَلَدِ فِيْ بَطْنِهَا كَانَ الضَّرْبُ خَطَاءً بنازیہ مین ہے ایکمرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اوسکے پیٹ کو کاٹا اور اوسکے پیٹ سی دو بچے نکلے ایکبچہ زندہ تلوار سی زخمی ہوکر پڑا اور دوسرا مردہ گرپڑا اوسپر تلوار کا زخم نمود ہے اور عورت بہی مرگئی تو مرد سی قصاص لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطی کہ یہہ قتل عمد ہوا اور مرد کی عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہی جبکہ وہ مرگیا ہوا اور ولد میت کا بہی غرّہ عاقلۂ قاتل پر واجب ہے اسواسطیکہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اوسکے پیٹ کر دو بچونکو نجانتا تہا تو یہہ ضرب اوسکے حق مین خطا ٹہری اور خطا مین دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر

بَابُ مَا يُحْدِثُهُ الرَّجُلُ فِي الطَّرِيْقِ وَغَيْرِهِ

یہہ باب ہی اُن مسائل مین کہ مرد راہ وغیرہ مین کچہہ احداث کریں اور بناویں لَمَّا ذَكَرَ الْقَتْلَ مُبَاشَرَةً شَرَعَ فِيْهِ تَسْبِيْبًا فَقَالَ جبکہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کرچکا تو اب شروع کیا اوس قتل مین جو بطریق تسبب کے ہو سو اوسنے کہا قول کہا ہم قتل بطریق مباشرت کی یہہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلاواسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہہ ہی کہ مثلاً دیوار بنائی اور اوسکے نیچے دبکر کوئی مرگیا اَخْرَجَ اِلَى الطَّرِيْقِ الْعَامِّ كَنِيْفًا هُوَ بَيْتُ الْخَلَاءِ اَوْ مِيْزَابًا اَوْ جُرْصُنًا كَبُرْجٍ وَجِذْعٍ وَمَمَرِّ عُلْوٍ وَحَوْضِ طَاقَةٍ وَنَحْوِهَا عَيْنِيٌّ اَوْ دُكَّانًا جَازَ اِحْدَاثُهُ اِنْ لَمْ يَضُرَّ بِالْعَامَّةِ وَلَمْ يُمْنَعْ مِنْهُ فَاِنْ ضَرَّ لَمْ يَحِلَّ كَمَا سَيَجِيْءُ شارع عام مین پاخانہ اور سنڈاس یا پرنالہ نکالا یا جرصن بنایا چنانچہ برج اور چہجا اور چہتا اور پیش طاق کا حوض اور مانند اسکی اور چیز کذا فی العینی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سی ہر چیز کا بنانا درست ہی اگر لوگونکو اس احداث سی ضرر نہو اور کوئی منع بہی نکرے پہر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہین چنانچہ آگے آویگا ہم جرصن بضم جیم و صاد و سکون راء مہملہ و تخفیف نون عربی لفظ نہین لیکن مستعمل ہے اور اوسکی تفسیر مین اختلاف ہی بعضون نے کہا جرصن برج ہی اور بعضون نے کہا چہجا وغیر ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہین مگر تفسیر مین کذا فی الطحطاوی وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْخُصُوْمَةِ وَلَوْ ذِمِّيًّا مَنْعُهُ اِبْتِدَاءً وَمُطَالَبَتُهُ بِنَقْضِهِ وَرَفْعِهِ بَعْدَهُ اَيْ بَعْدَ الْبِنَاءِ سَوَاءٌ كَانَ فِيْهِ ضَرَرٌ اَوْ لَا وَقِيْلَ اِنَّمَا يُنْقَضُ بِخُصُوْمَتِهِ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مِثْلُ ذٰلِكَ وَاِلَّا كَانَ مُتَعَنِّتًا زَيْلَعِيٌّ اور اہل خصومت سی اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اوسکا روکدینا ابتداءً اسی اور اوسکو توڑ ڈالنی کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہی خواہ اوسمین ضرر ہو یا نہو اور صفار کا قول ضعیف یہہ ہی کہ خصومت سی توڑنا بن چکنے کے بعد اوسوقت ہی جبکہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہین تو روکنا ناحق ضد ہی کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ مین تین مواضع مین کلام ہے اول راہ کے احداث مین ثانی خصومت منع احداث مین اور رفع بعد الاحداث مین اور ثالث ضمان مین اما احداث کا حال تو یہہ ہی کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والونکو ضرر نہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی منع نکرے اور خصومت کا حال یہہ ہی کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہی قبل از احداث روکنی کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنی کا اگرچہ کسیکو ضرر نہو بشرطیکہ اوسنی بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتدا مین روکنی کا ہر شخص کو اختیار اور بن چکنے کے بعد توڑنیکا اختیار نہین اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہوتا ہو تو نہ منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہی اسواسطی کہ شارع عام مین اونکو چلنے کا اور اپنے جانورون کے چلانے کا اختیار ہی تو خصومت نقض کا بہی اختیار ہوگا برخلاف غلامون اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہین کذا فی الطحطاوی هٰذَا كُلُّهُ اِذَا بَنٰى لِنَفْسِهِ بِغَيْرِ اِذْنِ الْاِمَامِ یہہ تمام مذکور اوسوقت ہی جبکہ شارع عام مین اپنی ذات کیواسطی بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ہم سو اگر حکم سلطانی ہوگیا ہو تو اب کسیکو منازعت کرنا جائز نہین لیکن سلطان کو مناسب نہین حکم دینا اگر لوگونکو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سی اور اگر باوجود اسکی سلطان کو مصلحت معلوم ہوا اور حکم دی تو جائز ہے چنانچہ حموی مین ہی مسکین کے محشی مین یون ہی کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہین بلاخلاف خواہ سلطان حکم کری یا نکری کذا فی الطحطاوی لٰكِنْ اِذَا الصَّغَارُ وَلَوْ كَانَ لِلْمُطَالِبِ مِثْلُهُ صفار نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ مطالبہ کرنیوالیکا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہی ہم یہہ وہی قول ضعیف ہی جو مذکور ہو چکا تو اعادہ کی کچہہ حاجت نہ تہی کذا فی الطحطاوی وَاِنْ بَنٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ كَمَسْجِدٍ وَنَحْوِهِ اَوْ بَنٰى بِاِذْنِ الْاِمَامِ لَا يُنْقَضُ اور جبکہ شارع عام مین نفع مسلمین کیواسطی مکان بنایا گیا چنانچہ مسجد اور مانند اوسکی یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نجائیگا ہم فقہا کے کلام سی صریحًا معلوم

باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغيره

ہوتا ہی کہ مسجد کا بنانا راہ مین درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقص کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا ہو تو منع اور رفع اوسپر بھی واجب
ہوگا کما لا یخفی اور اسپر دلیل اگلا قول ہے کہ جو سبکو ضرر کرے اوسکا احداث جائز نہین اور جو جائز نہین وہ قائم نرکہا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو یا نفع مسلمین
کیواسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی **وَاِنْ كَانَ يَضُرُّ بِالْعَامَّةِ لَا يَجُوْزُ اِحْدَاثُهٗ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْاِسْلَامِ** اور
اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اوسکا بنانا جائز نہین بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی ضرر پونہچانا اور ضرر کا بدلا
دینا اسلام کا طریقہ نہین ہم یہہ حدیث جابر سے طبرانی مین اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ مین اور ابن عباس سے ابن ماجہ مین اور ابو سعید خدری سے مستدرک
حاکم مین اور ابوہریرہ سے دارقطنی مین اور عائشہ صدیقہ سے دارقطنی مین مروی ہی باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہہ
کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پونہچائی یعنی اوسکی حق تلفی نکرے اور نہ ضرر کی جزا دے اوسکو ضرر پونہچاکر اور بعضون نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہوا ور تجکو اوسمین
نفع ہو اور ضرار وہ ہی کہ دوسرے کو تو منفعت پونہچا دے اور تجکو اوسمین کچھہ نفع نہین اور بعضون نے کہا کہ ضرر ایکطرف سے ہی اور ضرار دونون طرف سے اور بعضون نے کہا ضرر
اور ضرار متحد المعنی ہین غرض تکرار سے تاکید ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ عنایہ مین اکمل نے کہا لا ضرر ابتداءً ولا ضرار جزاءً یعنی بدلا لینے مین اپنے مقدار حق سے تعدی نکرنا
چاہیئے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہی یعنی تو اوسکو ضرر پونہچاوے جسنے تجکو ضرر پونہچایا واللہ اعلم **وَالْقُعُوْدُ فِي الطَّرِيْقِ لِبَيْعٍ وَشِرَاءٍ يَجُوْزُ اِنْ لَمْ يَضُرَّ بِاَحَدٍ**
وَاِلَّا لَا عَلٰى هٰذَا التَّفْصِيْلِ السَّابِقِ اور راہ مین بیٹھنا بیچنے اور خرید کرنے کیواسطے جائز ہی اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہین تو جائز نہین بموجب اسی تفصیل
سابق کے ہم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ مین درخت لگانے کا **وَهٰذَا فِي النَّافِذِ وَفِي غَيْرِ النَّافِذِ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَتَصَرَّفَ بِاِحْدَاثٍ مُطْلَقًا**
اَضَرَّ بِهِمْ اَوْ لَا اِلَّا بِاِذْنِهِمْ لِاَنَّهٗ كَالْمِلْكِ الْخَاصِّ بِهِمْ اور یہہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تہا جو دوسری طرف سے بند نہین ہی اور کوچہ غیر نافذہ مین تو
کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقاً جائز نہین خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ
اونکی ملک خاص کی مانند ہی ہم شارح اس تعبیر مین صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ مین مصرح ہی کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہی **ثُمَّ الْاَصْلُ فِيْمَا جُهِلَ حَالُهٗ**
اَنْ يُجْعَلَ حَدِيْثًا لَوْ فِي طَرِيْقِ الْعَامَّةِ وَقَدِيْمًا لَوْ فِي طَرِيْقِ الْخَاصَّةِ پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ قاعدہ کلیہ اوس احداث مین جسکا قدیم اور
جدید ہونا معلوم نہین یہہ ہی کہ اگر شارع عام مین ہے تو جدید ہی اور اگر محلہ کی خاص راہ مین ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ہم تو کہ احداث جدید ہی تو امام
کو اوسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا درست نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی **فَاِنْ مَاتَ اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بِسُقُوْطِهَا عَلَيْهِ**
فَدِيَتُهٗ عَلٰى عَاقِلَتِهٖ اَيْ عَاقِلَةِ الْمُخْرِجِ لِلتَّسَبُّبِ پہر اگر کوئی آدمی اشیاء مذکورہ کے اوسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اوسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے
عاقلہ پر واجب ہی بسبب اوسکی سببیت کے یعنی سبب ہلاکت بانی مکان ہی لہذا اوسکی مددگارونپر دیت لازم ہوئی **كَمَا تَدِيِ الْعَاقِلَةُ لَوْ حَفَرَ بِئْرًا فِيْ طَرِيْقٍ**
اَوْ وَضَعَ حَجَرًا اَوْ تُرَابًا اَوْ طِيْنًا مُلْتَقٰى فَتَلِفَ بِهٖ اِنْسَانٌ لِاَنَّهٗ مُسَبِّبٌ جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہی اگر کنوان کہودا راہ مین یا پتہر رکہا یا
خاک یا مٹی راہ مین ڈہیر کی کذا فی الملتقی سو اوسکی سبب سے کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہلاکت کا **فَاِنْ تَلِفَ بِهٖ اَيْ بِوَاحِدٍ مِنَ**
الْمَذْكُوْرَاتِ بَهِيْمَةٌ ضَمِنَ فِيْ مَالِهٖ اِنْ لَمْ يَاْذَنْ بِهِ الْاِمَامُ پہر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ مین سے یعنی بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے
کنوئین یا پتہر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال مین لوسکا تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اوسکا اذن ندیا ہو ہم وجہ تاوان تعدی ہی محدث کی اور عاقلہ
پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہی نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم
تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ مین کیونکہ وہ نائب ہی خلق اللہ کا تو اوسکا فعل ایسا ہی جیسے مالک کا فعل اپنی ملک مین چنانچہ قہستانی
مین ہی اور اذن سلطان کی مانند ارباب محلہ کا اذن ہی غیر نافذہ کوچہ مین تو عدم اذن امام راجع ہی اول کلام تک یعنی فان مات احد تک کذا فی الطحطاوی
فَاِنْ اَذِنَ الْاِمَامُ فِيْ ذٰلِكَ اَوْ مَاتَ وَاقِعٌ فِيْ بِئْرِ طَرِيْقٍ جُوْعًا اَوْ عَطَشًا اَوْ غَمًّا لَا ضَمَانَ بِهٖ يَعْنِيْ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ پہر اگر سلطان نے
اوسمین یعنی کنیف وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص مرگیا یا راہ کے کنوئین کا گر پڑنے والا بہوک یا پیاس یا غم سے مرگیا تو تاوان نہین

اسی قول پر فتویٰ ہے۔ بخلاف امام محمدؒ کے کہ اونکے نزدیک سب صورتون مین ضمان ہے مترجم کہتا ہو کہ یہان مراد و مرکا ہے کہ کنوئین کی ہوا ہی آن اشیا مین ضمان اسواسطے نہوا کہ کنوئین کا گرنیوالا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اوسوقت واجب ہوتا ہی جبکہ وقوع کے سبب سے مرجا ہو کذا فی الزیلعی —

ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتله فلا ضمان اصلا لکونه فی ملکه فلم یکن متعدیا اور اگر پرنالہ ساقط ہوا سو پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار مین داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اوسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہین اسواسطے کہ پرنالہ کیطرف داخلی تو صاحب خانہ کی ملک مین تھی تو مالک خانہ کی تعدی نہوئی جو اوسپر تاوان آتا وان اصابه الخارج او وسطہ بزازیہ فالضمان علی واضعه لتعدیه اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اوسکا درمیان کسیکے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے والے پر ضمان واجب ہے اوسکی تعدی کے سبب سے مترجم تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا مین اوسنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لسنا پرنالہ لگانے مین ضرورت بھی نہین اسواسطے کہ دیوار مین حصی پرنالہ ہوسکتا ہی کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اوسیصورت مین ہی جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانیکا اذن ندیا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور تعدی کی تعلیل بھی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسیطرح مسائل آیندہ مین انتہے ولو مستاجرا او مستعیرا او غاصبا ضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما بسطه الزیلعی اور ضمان باطل نہین ہوجاتا اوس مکانکی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہے بخلاف دیوار مایل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہی مترجم خلاصہ زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اسواسطے ہے کہ فعل اوسکا منسوخ نہین ہوگیا اوسکی ملک زائل ہوئیسے بخلاف دیوار مائل جبکہ اوسکو بیچا اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری مین دیوار گر پڑی اور کوئی مرگیا تو نہ بائع پر ضمان ہی نہ مشتری پر اسلئے کہ مشتری پر اشہاد نہین ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق مین اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی

ولو اصابه الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعه النصف وهدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منهما اصابه ضمن النصف استحسانا زیلعی اور اگر کسی مرد پر پرنالہ کی دونو طرفین داخلی اور خارجی پڑین اور وہ ہلاک ہوگیا اور دونو یعنی دونو طرفونکا اسپر پڑنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہی اور نصف دیت باطل و رائگان ہے اور اگر معلوم نہین کہ دونو طرفون سے کون طرف اوسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی مترجم قیاس یہ ہے کہ درصورت عدم علم کچھہ واجب نہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہی اور اگر داخلی سے ہی تو ضمان نہین شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال مین پورا ضمان ہوسکتا ہی اور دوسرے حال مین کچھہ بھی نہین ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعه آخر فعطب به رجل ضمن لان فعل الاول منتسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کر دیا اوس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ مین رکھا تھا پھر اوس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مرگیا تو کنارے پر کرنیوالا ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ مین رکھنے والیکا منسوخ ہوگیا دوسرے شخص کے فعل سے یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول کمن حمل علی راسه او ظهره شیئا فی الطریق فسقط منه علی آخر او دخل بحصیر او قندیل او حصاة فی مسجد غیره ای جعل فیه حصا او بواری ابن کمال او جلس فیه لا للصلوة ولو لقراءة او تعلیم فعطب به احد کا عمی ضمن خلافا لهما اوس شخص کی مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھہ پر کوئی چیز لادی راہ مین سو اوسمین سے کچھہ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا پتھری غیر کی مسجد مین لیگیا یعنی مسجد مین پتھریون یا چٹائیونکا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوای نماز اور فعل کیواسطے مسجد مین بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کیواسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اوسکے سبب سے تلف ہوگیا چنانچہ اندھا چٹائی مین اولجھکر یا پتھریون مین ٹھوکر کھاکر مرگیا تو حامل یا مدخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا یضمن من سقط منه رداء لبسه علیه ضمان لازم نہوگا اوس شخص پر جسپر سے وہ چادر گر پڑی جسکو وہ اوڑھے تھا اور اوسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا مترجم حامل اور لابس مین فرق یہ ہی کہ حامل شی اوسکی محافظت کا قصد کرتا ہی تو تقیید بالسلامة مین اوسپر کچھہ حرج نہین اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہین رکھتا تو تقیید بالسلامة مین اوسپر حرج ہی کذا فی الطحطاوی او ادخل هذه الاشیاء المذکورات فی مسجد حیه ای محلته لان تدبیر المسجد لاهله دون غیرهم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامة یا اشیاء مذکورہ

بیٹھنے چٹائی یا قندیل یا پتھریان اپنے محلہ کی مسجد مین لیگیا اور کوئی شخص اوسکے سبب سے ہلاک ہوگیا تو اوسپر ضمان نہین اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ اونکے سوا اور لوگون پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مقید بسلامت ہوگا **هم** ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہو حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونونکا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی او جلس فیہ للصلوۃ الحاصل ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن و لغیر الصلوۃ یضمن مطلقا خلافا لهما واستظهره فی الشرنبلالیۃ معزیا للزیلعی وغیرہ قولهما وقد حققتہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد مین نماز کے انتظار کیواسطے اور کوئی شخص اوسپر گرکے تلف ہوگیا تو جالس پر ضمان نہین خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کیواسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد مین بیٹھا تو اوسپر ضمان نہین اور نماز کے سوا اور فعل کیواسطے بیٹھا تو اوسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد مین ہو یا غیر محلہ کی مسجد مین برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہین خواہ نماز کیواسطے جلوس ہو یا نہو اور شرنبلالیہ مین صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کیطرف نسبت کرکے اور ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی مین **هم** زیلعی مین حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اوسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلئے کہ جلوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی مین ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ و لو استأجرہ لیبنی او لیحفر لہ فی فناء حانوتہ او دارہ فتلف بہ شیء ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علم فعلیہ کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر در ملتقی مین ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بناوے یا اوسکے واسطے کنوان کہودے اوسکی دوکان یا گھر کے پیش دروازے مین سو اوسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اوسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنیوالے پر چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در ہوا اور مزدور اوسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہو پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اوسنے تعمیر کیواسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مملوک مستاجر کی نہتھی تو اوسکا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اسکے مزدور نے تعمیر پر جرأت کی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر د لو قال الآمر هو فنائی ولیس لی حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا لعلمہ بفساد الامر فیما اخرہ وعلی المستاجر استحسانا انتهی قلت وقد قدم هو وغیرہ القیاس هنا وظاهرہ ترجیحہ سیما علی دأب صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی تامل اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہہ میرا پیش دروازہ ہے اور آمین مجکو کنوان کہودنے کا حق نہین ہے یعنی پھر باوجود اسکے مزدور نے وہان کہودا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فاسد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اوسکو فریب نہین دیا اپنی حقیقت ظاہر کرکے اور مستاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی مین کہتا ہون البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہان قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور ظاہر تقدیم اوسکی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کر **هم** وجہ استحسان یہہ ہے کہ مستاجر نے کہودنیکا امر ظاہرا اپنی ملک مین کیا اسواسطے کہ پیش در مین آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیان رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیر ذالک من التصرفات درست ہین تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیها ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیها لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کہودا راہ مین سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک مین کہودا یا لکڑی رکہا راہ مین یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسیطرح کا حکم ہے ہر ایک اوس چیز مین جو شارع عام مین بنائی گئی پھر کسی مرد نے اوسپر عمدا گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہین اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کیطرف اولی ہے متسبب کیطرف نسبت **هم** یہہ دلیل ہے پچھلے دو مسئلونکی زیلعی نے کہا کہ چاہ آبریز باذن امام کہودنا یا اپنی ملک مین کہودنا تعدی نہین ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اوسپر عمدا چلنا نسبت الی الواضع کا قاطع ہے اسواسطے کہ واضع متسبب ہے اور چلنیوالا مباشر ہے کذا فی الطحطاوی و بهذا تبین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البئر و وضع الحجر اذا لم یتعمد الواقع المرور

کذا فی المجتبیٰ اور اس کلام یعنی عدم ضمان قید سے ظاہر یہہ ہوگیا کہ متسبب پر اوسی صورت مین ضمان لازم ہوتا ہے کنوان کہودنے اور پتھر راہ مین رکھنے مین جبکہ اوسکا گذرنا
بالقصد اوسپر مرور کرے کذا فی المجتبیٰ وفیہ حفر فی طریق مکۃ او غیرہا من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبہذا عرف ان المراد بالطریق
فی الکتب الطریق فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لا یمکن العدول عنہ فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبیٰ مین ہے کہ مکہ
معظمہ یا اوسکے سوا میدانونکی راہ مین کنوان کہودا اور اوسمین گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کہودنیوالے پر ضمان نہین برخلاف شہرون کے مین کہتا ہون اور اس مسئلہ سے
معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ مین شہرونکی راہین ہین نہ بیابان اور جنگلونکی اسواسطے کہ شہر مین راہ مین سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہین ہوتا نہ میدانونکی راہ مین

ولو استأجر رجل اربعۃ لحفر بئر لہ فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرہم فمات احدہم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع
الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر وقعت علیہم بفعلہم فقد مات من جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعلہ خانیۃ وغیرہا زاد
فی الجوہرۃ وہذا اذا البئر فی الطریق فلو فی ملک المستأجر فینبغی ان لا یجب شیء لان الفعل مباح فلم یحدث غیر مضمون انتہی اور اگر ایک مرد
نے چار شخصونکو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کہودنے کو سو کنوان ان سب پر پہٹ کر گر پڑا انکے کہودنیکے سبب سے سو اونمین سے ایک شخص مرگیا تو باقی تین شخصون سے ہر شخص پر
چوتہائی دیت واجب ہے اور چوتہائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے کہ کنوان اونپر گرا اونکے فعل کے سبب سے تو مرنیوالا مرگیا اپنی جنایت اور اپنے ساتہیونکی جنایت سے تو اوسقدر
دیت ساقط ہوگی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہوگی کذا فی الخانیہ وغیرہا جوہرہ مین اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور یہہ حکم اوس شرط پر ہے جبکہ کنوان راہ مین ہو سو اگر
مستاجر کی ملک مین ہوگا تو لائق یون ہے کہ کچھہ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہے سو جو حادث ہوگا اوسکا ضمان نہین انتہی ما فی الجوہرہ قلت وتوضح منہ
جواب حادثۃ ہی ان رجلا لہ کرم وارض تارۃ تکون مملوکۃ وعلیہا الخراج کاراضی بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ فی
یدہ مدۃ طویلۃ یؤدی خراجہا ویملک الانتفاع بہا بغرس وغیرہ فیستأجر ہذا الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئرا لیغرس فیہا اشجار
العنب وغیرہ فسقط علی احدہم ہل لورثتہ مطالبتہ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وشبہہا عدم وجوب شیء علی المستأجر
وکذا علی الاجراء کما یفیدہ کلام الجوہرۃ ویحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم مین کہتا ہون
اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ یہہ ہے کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین گاہے مملوک ہوتی ہے اور اوسپر خراج ہے
جیسے بیت المال کی اراضی اور کبہی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہے صاحب انگور کے قبضے مین مدت دراز رہتی ہے کہ وہ اوسکا خراج دیا کرتا ہے اور اوس زمین کے
نفع لینے کا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگاکر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کہودنے کیواسطے تاکہ اوس مین انگور وغیرہ کے
درخت جماوے سو کنوان پہٹ پڑا ایک مزدور پر تو اوسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہین مصنف نے شرح مین کہا اس حادثہ اور اسکی مانند مین
عدم وجوب ضمان کا حکم ہے مستاجر پر اور اسیطرح اور مزدورون پر کچہہ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہے یعنی کہ
جو کتب فتاوی مین مذکور ہے بلا قید کہ جو کہودنے مین تلف ہوا اوسکا ضمان ہے سو مراد حفر فی الطریق ہے نہ حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم
ھ یہہ جو کہا کہ زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر مین ہے مدت طویل سو مراد اوس سے یہہ ہے کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہہ مراد نہین
کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور جواب استفتا مین یہہ خلل ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہاء دین سے منصوص
نہین تو حکم متحد نہین ہوسکتا اور حادثہ بہی مختلف ہے کیونکہ حفر فی الملک حفر فی الطریق کی مغایر ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح
کے لو استأجر رب الدار الفعلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا قبل فراغہم من عملہ فالضمان علیہم لانہ حینئذ لم یکن
مسلما لرب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چہجا یا چہتا نکالنے کیواسطے سو چہجا یا چہتا گر پڑا اسنے کسی آدمی کو قتل کیا اونکی فراغت عمل سے پہلے
تو ضمان کاریگرون پر ہے نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی قبل از فراغ صاحب خانہ کیواسطے وہ مسلم نہین ہوا ویضمن لو رش الماء بحیث یزلق
ویستوعب الطریق اور ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے چہڑکا اسطرح کہ اوس سے آدمی رپٹ جاتا ہے اور چہڑکاؤ تمام راہ مین ہے ھ اور اگر چہڑکاؤ تہوڑا ہو یا

تمام راہ مین چہڑکاؤ نہین ہے تو ضمان نہین ولو رش فناء حانوت باذن صاحبه فالضمان على الآمر استحسانا وتمامه في الملتقى اور اگر
پانی چہڑکا دوکان کے سامنے صاحب دوکان کے اذن سے تو امر کرنیوالے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی مین ہے **فصل**

في الحائط المائل یہ فصل ہے دیوار مائل یعنی جہکی دیوار کے مسائل مین مال حائط الى طريق العامة ضمن ربه اي صاحبه ما تلف به
من نفس انسان او حيوان او مال جہک گئی دیوار شارع عام کیطرف تو دیوار کا مالک یعنی اوسکا صاحب ضمان دیگا اوس چیز کا جو تلف
ہوگئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ہم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کرکے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک
مراد نہین بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اوسکا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح
بیان کریگا ان طالب ربه حقيقة او حكما كالواقف والقيم ولو حائط المسجد فتضمن عاقلة الواقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ
دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃً مالک ہو یا حکماً مالک ہو چنانچہ وقف کرنیوالا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مایل مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر
ضمان لازم آویگا وكالقيم الولي والراهن والمكاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کی مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے
ہم ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اوسکا باپ اور دادا راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک مرہون کا نہین کہ اوس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے
اور وہ قادر ہی ہدم دیوار پر فک رہن کے بعد پہر دیوار بناکر مرتہن کے قبض مین کردی اور مکاتب کی دیوار ساقط ہوکر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت مین
تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اوسکی قیمت اور دیت مقتول مین اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اوسکی ادای قیمت مین سعی مکاتب پر
واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اوسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہی تو اوسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہی کذا فی الطحطاوی
وكذا احد الشركاء ولو الورثة استحسانا اور بطور ناظر وقف کی مانند شریکون مین سے ایک شریک ہی اگرچہ اشخاص مذکورین نہون اونکی وارث ہون
باعتبار استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکون سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہوکر دیوار کو ڈہا دین تو ایک شریک
بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ ہے کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہوتا کیونکہ وہ ہدم دیوار کا مالک نہین نحوه في الظهيرية لو مات ربه
عن ابن فقط ودين مستغرق صح الاشهاد على الابن وان لم يملك الدار برجندي وغيره ان ظہیریہ مین ہے کہ اگر دیوار کا مالک مرگیا
فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق ترکہ چہوڑکر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گہر کا مالک نہین کذا فی البرجندی وغیرہ ہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا
تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضه مكلف مسلم او ذمي يعني من اهل الطلب فيشترط في الصبي والعبد
اذن وليه ومولاه بالخصومة زيلعي حر او مكاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اوسکی توڑنے اور ڈہا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان
ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اوسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اوسکے مالک کا اذن خصومت
کیواسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی وان لم يشهد لان وجوب ضمان مین طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ہم تو وجوب ضمان مین طلب شرط ہے
نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ مین مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اوسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اوسکی اثبات پر قدرت حاصل
رہے تو اشہاد باب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہی نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اوس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم
ہو چنانچہ یون کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہی سو اوسکو گرا دے تا ساقط ہوکر کسی چیز کو تلف نکرے یا یون کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جہک رہی
ہے اور اشہاد کیصورت یہ ہے کہ طلب مذکور شاہدون کے سامنے ہو یا یون کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈہانے کو کہہ چکے ہین اور اگر مالک دیوار سے یون کہے کہ تجہکو دیوار کا ڈہانا
مناسب ہے تو یہ طلب نہین ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا يصح الطلب قبل الميل لعدم التعدي اور طلب نقض صحیح نہین دیوار کے
جہکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے والحال انه لو ينقضه وهو يملك نقضه في مدة يقدر على نقضها فيها صاحب دیوار مایل پر ضمان واجب
ہے طلب کے بعد اسحالت مین کہ اوسنے دیوار کو نگرایا اور حالانکہ وہ اوسکے گرانے کا مالک ہے اسقدر مدت مین جسمین اوسکے ڈہانے پر قادر ہے ہم یعنی طلب کے

بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت نپائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اوسپر لازم نہوگا بعلت عدم قدرت علے النقض لان دفع الضرر العام وجب صاحب دیوار پر اسواسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے ہم اگر ضمان واجب نہو تو تفریع ممتنع ہو تو راہ بند ہو جاگر نیکے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اور یہہ امر اکثر ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کیواسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک جان کے خوف سے اوس ہاتھہ کا کاٹنا جو سڑتا جاتا ہو کذا فی الطحاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فعلے العاقلۃ ومن الاموال فعلیہ لان العاقلۃ لا تعقل المال پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اوسکی دیت صاحب دیوار کے مددگار پر ہے اور جو مال تلف ہوا ہو تو اوسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے ولا ضمان الا بالاشہاد علی ثلثۃ اشیاء علے التقدم الیہ وعلی الہلاک بالسقوط علیہ وعلی کون الجدار ملکا لہ ای من وقت الاشہاد الی وقت السقوط ولہذا قال اور ضمان نہیں مگر تین چیز پر گواہ لانے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کیطرف طلب ہدم مقدم ہوچکی دوسرے اسپر کہ ہلاکت ہوئی اوسپر گر پڑنیکے سبب سے تیسرے اسپر کہ دیوار اوسکی ملک ہے یعنی اشہاد کیوقت سے سقوط کیوقت تک اوسکی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف نے قول آیندہ کو ذکر کیا ولو تقدم الی من لا یملک نقضہ ممن یسکنہا باجارۃ او اعارۃ او الی المرتہن او الی المودع لا یعتبر لعدم قدرتہم علی التصرف اور اگر طلب ہدم اوس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں اون لوگوں میں سے جو گہر میں رہتا ہو اجارہ یا عاریت کی سبب سے یا مرتہن یا امانت دار کیطرف طلب ہوئی تو اوس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں اونکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنی وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں وحینئذ فلو سقط بعد التقدم لمن ذکر و اتلف شیئا فلا ضمان اصلا لا علی ساکن ولا مالک اور اسصورت میں اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہوکر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گہر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اسواسطے نہیں کہ اوسپر اشہاد ہوا نہ طلب کالو خرج الحائط عن ملکہ بہبۃ او بیع او غیرہما کہبۃ حاوی القدسی وکذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحکم بلحاقہ ثم عاد او افاق خانیہ چنانچہ اوسصورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج ہوگئی اوسکی ملک سے بیع یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنیکے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسیطرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا بجنون مطبق یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اوسکی لحاق کا حکم ہوگیا پہر وہ دار الاسلام میں آگیا یا مجنون ہوشیار ہوگیا کذا فی الخانیہ ہم ظاہراً ہبہ میں تسلیم مرد ہے بطلان اشہاد کیواسطے اسواسطے کہ ہبہ کا کچھہ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہہ جو شارح اگلے قولین کہیگا لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ غیر ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی بعد الاشہاد ولو قبل القبض لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وان عاد ملکہ بعدہ حاوی وخانیہ خروج ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اوسکی ولایت کی بیع اور اوسکی مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پہر عود کری بعد اوسکی کذا فی الحاوی والخانیۃ ہم ضمان واجب ہوتا ہی ترک ہدم سے پہر جب بیع کی تو قادر نہ ہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پہر مالک ہوگا تو بہی ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کی سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعلہ کما مر برخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنی فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق میں زیلعی سے مذکور ہوچکا ہم اشراع جناح عبارت ہی اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے دہنیان راہ کیطرف باہر نکالنا اور اوسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اوسکو چہجا اور برآمدہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہی خلاصہ یہہ ہے کہ اگر بائع نے اخراج جناح کیا یا مانند اوسکی کچھہ بنایا پہر اوسکو بیچا پہر وہ ساقط ہوکر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت ہی تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہی سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہیں وان مال الی دار انسان من مالکہا وساکن باجارۃ او غیرہا فالاضافۃ لادنی ملابسۃ قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور

اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اوسی آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہی اسواسطے کہ خاص حق اوسیکا ہی قہستانی نے کہا دار انسان کی اضافت کثرت تعلق اور ارتباط کیوجہ سے ہی یعنی تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا فیصح تاجیل وابرائہ منہا اسے من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہو یعنے اگر ایک شخص کے گھر کیطرف دیوار مائل ہے اور اوسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت مین گرا کر بنا لینا یا کہا تجہپر ضمان تلف نہین تو یہہ جائز ہے پہر اگر کچہہ مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لایبرأ لانہ حق العامۃ وتصرف القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ذخیرۃ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کیطرف سو اوسکو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اوسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تہی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام مین سبکا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام مین نافذ ہی اوسمین جو اونکو نفع کرے نہ اوسمین جو اونکو ضرر کرے کذا فی الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہان اوسیکا خاص حق ہی ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ للدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کیطرف مائل ہوئی اور بعض کسیکے گھر کیطرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض مین اشہاد صحیح ہوا تو کل مین صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اوسقدر دیوار مین جو اونکی ملک کیطرف مائل ہی اور اوسقدر مین بھی جو راہ کیطرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہین اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہی تو اوسقدر دیوار مین اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کیطرف مائل ہے اور جب بعض دیوار مین صحیح ہوا تو کل مین بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام مین ہی یعنی اجمال مخل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح وغیرہ کمیزاب لتعدیہ بہ پہر اگر دیوار مائل بنائی سرے ہی سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین چنانچہ میزاب مین ضمان لازم ہی بیان اوسکی تعدی کے مائل بنانے سے حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم ایک دیوار مائل پانچ شریکون مین مشترک ہی ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پہر وہ دیوار گر پڑی ایکمرد پر تو صاحب دیوار کے مددگار ونپر پانچوان حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اوسکی پانچوین حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہی اوسکی حاکم سے نالش کرکے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہین تو اوسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہین لیکن اوسکی اصلاح پر قادر ہی حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہی جس طرح کہ ہو ہدم پر منحصر نہین دار بین ثلثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ ایک گہر تین شخصون مین مشترک ہی ایکنے اوسمین کوآن کہودا یا دیوار بنائی سو اوسکی صدمہ سے ایکمرد مرگیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیونکا ضمان دیگا بسبب اوسکی تعدی کے دو تہائیون مین یعنی دو شریکون کے حصون مین اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحد و ثقل مہلک ہی تو اوسکی قیمت ہوگی مالکون پر بقدر ملک کے کذا فی الہدایہ وشرحہا للعینی وقالا انصافا لان التلف قسمان معتبر وھدر وصاحبین نے کہا کہ پانچ شریکونکی اور تین شریکونکی مسئلہ مین دیت نصفا نصف ہے اسلئے کہ تلف دو قسم ہی ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگان ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اوسکی حصہ مین تلف معتبر ہی اور جس شریک پر اشہاد نہین ہوا تو اوسکی حصہ مین تلف باطل اور رائگان ہے اور کوآن کہودنے مین باعتبار اپنی ملک کے حافر متعدی نہین ہی اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہی تو دو قسمین ہوگئین تو نصفا نصف انقسام ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنی عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان لا اشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ما ینقض من الجدار دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہی یعنی ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہی دونون کے ضمان تلف مین شارح نے کہا کہ

نقض کبسرنون وسکون قاف عبارت ہی اوس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو وحینئذٍ فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشہاد فعثر انسانٌ بنقضہٖ فمات ضمن لان النقض ملکہ فتفریغہ علیہ اور اسوقت مین اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اوسپر ٹھوکر کہا کے گرا سو مرگیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اوس سے فارغ کرنا اوسی پر واجب ہے وان عثر رجل بقتیل مات بسقوطہا ای الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایکمرد نے ٹھوکر کہائی اوس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مرگیا تہا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کہانے والیکا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش سے مقتول کے وارثون پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن دیۃ القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہٖ فیلزمہ تفریغ الطریق عن القتیل ایضا یؤیدہ انہ لو باع الحائط او النقض بریٔ و لو باع الجناح لا نیلعی برخلاف برامدہ کے کہ وہان مالک اوسکا قتیل ثانی کا بہی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اوسکی جنایت اور تعدی کے تو اوسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بہی لازم ہوگا موید اسکا وہ مسئلہ ہے کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیع کرڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر برامدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشہاد قبل ان یہی الحائط لانعدام التعدی ابتداءً وانتہاءً اور صحیح نہین گواہ کرنا دیوار کے جہکنے اور پہٹنے سے پہلے بسبب نہونے تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے وتقبل فیہ شہادۃ رجلٍ وامرأتین لانہ شہادۃ علی التقدم لا علی القتل اور اشہاد مین ایکمرد اور دو عورتونکی گواہی مقبول ہے کیونکہ یہہ تقدم پر گواہی ہے نہ قتل پر **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے حائطٌ بعضہ صحیحٌ وبعضہ واہٍ فاشہد علیہ فسقط کلہ وقتل انساناً ضمنہ الا اذا یکون الحائط طویلاً فیضمن ما اصاب الواہی فقط لانہ حینئذٍ کحائطین فالاشہاد یصح فی الواہی لا فی الصحیح ایک دیوار ہے کہ کچہہ درست ہے اور کچہہ مائل ہے اور سست سو اوسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اوسنے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اوسکا دیگا مگر یہہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت مین طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیوار کے ہے تو اشہاد ضعیف دیوار مین صحیح ہوگا نہ درست دیوار مین حائطان احدہما مائلٌ والاٰخر صحیحٌ فاشہد علی المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئاً لا کذا فی الخانیۃ دو دیوارین ہین ایک مائل ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اوسنے کچہہ تلف کردیا تو وہ باطل اور رایگان ہے اوسکا ضمان نہین کذا فی الخانیۃ مسجدٌ مال حائطہ فالاشہاد علی من بناہ والدیۃ علی عاقلۃ من بناہ ایک مسجد ہے جسکی دیوار مائل ہے تو گواہ کرنا اوسکو بنانیوالے پر چاہیے اور اوسکے سقوط کا خونبہا اوسکے بنانیوالیکے مددگار ذمہ پر ہے وحائط الوقف علی المساکین علی عاقلۃ الواقف اور جو دیوار کہ مساکین پر وقف ہے تو اوسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگار وذمہ ہے یہ اسوقت ہے جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہین کذا فی العالمگیریۃ وحائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقاً استحساناً اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اوسکے مالک کے مددگار وذمہ ہے اگرچہ رقبہ غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القتیل اذا جاء غدٌ عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تملیکٌ دل علیہ مسئلۃ الاصل جاریۃٌ قتلت رجلاً عمداً فزنا بہا ولی القتیل قبل ان یقتص لا یحد لانہا صارت مملوکۃً ولوالجیۃ مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آویگی تو مین قصاص کو معاف کردونگا تو یہہ عفو صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ تملیک ہی یعنی گویا اوسنے یون کہا کہ جب کل آویگی تو مین اوس خون کو جسکے بہانیکا شارع نے مجکو اختیار دیا تیری ملک مین کردونگا اور حالانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہین تملیک قصاص پر مسئلہ اصل کا یعنی مبسوط کا دلالت کرتا ہے اور وہ یہہ مسئلہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایکمرد کو عمداً قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اوس سے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہوگئی کذا فی ولوالجیۃ ہم اس قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا جاریہ کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اوسپر حد نہین +

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنیکے احکام مین الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباحٌ بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز عنہ قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ مسلمانونکی راہ مین چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے

اوس امر مین جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہو ھ امر ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سلامتی مطلقاً شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاے اور احتراز جانور کے
روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضروریات سے نہین ہے لہذا اوسمین سلامتی مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور اوسکی لگجانیکے کہ اوس سے احتراز ممکن
نہین جانور کے سوار کو تو وہ شرط بھی نہین ضمن الراکب فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدھا او رجلھا او راسھا او
کدمت بفمھا او خبطت بیدھا او صدمت ضامن ہوگا راہ عام مین سوار اوس چیز کا جسکو اوسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور
نے اپنے ہاتھ یا پانون یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن
الا فی الوطی وھو راکبھا لانہ مباشر بثقلہ فیحرم المیراث تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے مین حادث اور پیدا ہون
تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر کچلنے مین ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اوسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچلنا قتل مقتول کی مباشرت اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول
کی میراث سے محروم ہوگا ھ ہرچند مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اوسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اوسکا چلنا سوار کیطرف منسوب و مضاف
ہے چنانچہ کہتے ہین کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زین پر جالس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اسواسطے کہ مباشرت
ملک اور غیر ملک مین برابر ہے کذا فی العینی ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فھو کملکہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبھا معھا قھستانی
اور اگر غیر کے ملک مین اوسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہون تو غیر کی ملک بمنزلہ اوسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنی مگر کچلنے مین البتہ ضمان لازم
ہوگا چنانچہ جبکہ جانور کا مالک اوسکے ساتھ نہو یعنی راہ مین اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی ولا یکون باذنہ ضمن ما اتلف مطلقا للتعدی اور اگر غیر کی ملک
مین جانور کا داخل ہونا مالک زمین کے اذن سے نہو تو مالک جانور پر ضمان لازم آویگا اوسکی تلف کردہ چیز کا اوسکی تعدی کے سبب سے مطلقاً خواہ جانور سا مالک ساتھ ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زیلعی مین ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک مین
داخل ہوا اور جانور کا مالک اوسکے ساتھ نہین ہے تو کچھ ضمان نہین اور اگر جانور کے مالک نے اوسکو داخل کیا تو سبب ہے تو نین ضمان اوسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی
لا یضمن الراکب ما نفحت برجلھا او ذنبھا سائرۃ خلافا للشافعی ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے جانور کے پانون یا دم کے مارنیکا برخلاف شافعی کے ھ
اسواسطے کہ چلنے کیحالت مین اس سے احتراز ممکن نہین تو اگر سوار جانور کو کھڑا کریگا راہ مین اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے
اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر او عطب انسان بما راثت او بالت فی الطریق سائرۃ او واقفۃ لاجل ذلک لان بعض الدواب
لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کی لید کرنے یا پیشاب کرنیسے راہ مین تو ضمان نہین خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کیواسطے
اسلیے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہین کرتے ہین بدون کھڑے ہوئے فلو اوقفھا لغیرہ فبالت ضمن لتعدیہ بایقافہ پھر اگر اوسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا
اور کام کیواسطے ٹھہرایا اور اوسنے پیشاب کیا یعنی اور اوس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اوسکے ٹھہرانیکے تعدی کے سبب سے یعنی راہ اسواسطے موضوع نہین کہ جانور
اوسمین امر آخر کیواسطے ٹھہرایا جاے تو ٹھہرانا تعدی ہے الا فی موضع اذن الامام بایقافھا فلا یضمن ومنہ سوق الدواب وامام باب المسجد
کالطریق الا اذا اتخذ الامام لھا موضعا مگر راہ کے اوس مکان مین کھڑے کرنے مین ضمان نہین جہان سلطان نے جانور کھڑے کرنیکا حکم دیا ہو اور ازانجملہ
سوق الدواب ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان مین مگر جبکہ سلطان نے جانور کے کھڑے کرنے کیواسطے کوئی مکان وہان مقرر کر دیا ہو فان
اصابت بیدھا او رجلھا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا ففقا عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز
عنہ ولو بحجر کبیر ضمن لامکانہ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پانون مار کے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اوچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اڑایا سو اوسنے آنکھ پھوڑ دی
یا کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہین اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہین اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب
وصحح فی الھدایۃ انہ مطرد ومنعکس اور ضمان دیتا ہے جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اوس چیز کا جسکا سوار ضمان دیتا ہے اور درر مین
تسلیم کی ہے کہ یہہ قول مطرد اور منعکس ہے ھ اطراد عبارت ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہہ ہے کہ جہان راکب پر ضمان
آتا ہے وہان کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر بھی ضمان آتا ہے اور جس موضع مین راکب پر ضمان نہین وہان انپر بھی ضمان نہین اور اس قول صحیح کے مقابل

مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق ضامن ہے جانور کے ہاتھ اور پاؤں سے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پاؤں سے روندنے کا
والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہے کچلنے میں چنانچہ گذر گیا ہم طحاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب پر کفارہ ذکر
نہیں ہو چکا لا علیہما ای لا علی سائق و قائد ان دونوں پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر نہیں ہے ہم سائق اور قائد مسبب ہیں اور راکب مباشر ہے اور
کفارہ مباشرت کا حکم ہے نہ تسبب کا اور اسیطرح کچلنے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی النہر ولو کان
سائق و راکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب کما مر
ای اذا کان سببا لا یعمل بانفرادہ اما اذا کان کما ہنا اما فی سبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ نخس الدابۃ باذن
راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہوا اور دوسرا اسپر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آویگا بلکہ سوار
پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول صحیح کے برخلاف اوس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اوسپر تعین کیا ہے اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کیطرف مقدم ہے متسبب کی اضافت
سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اولویت مباشر کی متسبب سے اوسوقت ہے جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا عمل نکرتا ہو چنانچہ یہاں ہے یعنی کھینچنے میں لیکن اوس
سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ بیان اسکا جانور کے کوچنے کے مسئلہ میں آویگا اوسکے
راکب کے اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب نے کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے اس جانور کو کوچ اور وہ کوچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں ضمان
لازم آویگا اسلیے کہ فقط کوچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہے وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الآخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا
حرین لیسا من العجم ولا عامدین ولا وقعا علی وجہہما اور ضمان دے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں نے باہم ٹکر کھائی ہو
اور مر گئے ہوں اوس صدمہ سے سو دونوں چت گر پڑے ہوں بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں عجمی نہوں اور ٹکر لگانیکے قاصد نہوں اور نہ دونوں منہ کے بل پٹ
گر پڑے ہوں ہم وجہ ضمان یہ ہے کہ ہر واحد کی موت دوسرے کیطرف مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اسواسطے کہ اختیار میں ہے کہ
ایک دونے سفر کیا جانور پر پیچھے دوسرا سوار پیچھے سے آیا اور اوسنے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی
حکم ہے دو کشتیوں کے ٹکر کھانیکا کذا فی الطحطاوی ولو کانا عبدین او وقعا علی الوجہ ابن کمال ہدر دمہما فی العمد والخطاء
شرنبلالیہ وغیرہا اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا ٹکر کھا کر پٹ گریں منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو اونکا خون رائیگان ہے عمدا اور خطا میں کذا
فی الشرنبلالیۃ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہما لما مر اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہوں تو دیت اونکے مال میں ہے نہ عاقلہ پر چنانچہ
چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عمدا ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں تو ہر شخص پر نصف
دیت ہے ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ میں ہے کہ نصف دیت عمد میں ہر واحد کی
عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اور اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا تو فقط اوسکا
خون رائیگان ہے یعنی اوسکا خون رائیگان نہیں جو چت گرا ولو احدہما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی
العمد اور اگر دونوں میں سے ایک آزاد ہوا اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عمد میں ہم یہ مسئلہ مذہب
مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع
الحبل فسقطا وماتا علی القفا ہدر دمہما لموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مردونے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونوں
گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو اونکا خون باطل اور رائیگان ہے اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ
کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ پھر اگر دونوں گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کی عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے
ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدہما علی القفا والآخر علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ

صاحبه وهدر دم من وقع على القفا لموته بقوة نفسه پہر اگر دونون ہتہا کس گر پڑے یعنی ایک شخص چت گرا اور دوسرا اونٹہ کے بل ترنبہ کے
بل گرنیوالے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اوسکے مرنیکے اپنے ساتہی کی قوت سے اور رائیگان ہوا اوسکا خون جو چت گرا بسبب اوسکے مرنیکے اپنی ہی قوت
کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینهما فوقع کل منهما على القفا فماتا فدیتهما على عاقلة القاطع للتسبب بالقطع اور اگر ایک انسان نے
وہ رسی کاٹ دی جسکو دو شخص تانے تہے سو دونون شخص چت گر پڑے اور دونون مرگئے تو دونونکی دیت کاٹنے والیکی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنے سے دونونکی موت
کا سبب ٹہرا وعلى سائق دابة وقع اداتها ای آلتها کالسرج ونحوه على رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وطئ بعیر منه
رجلا الدیة اور اوس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان جیسے زین اور مانند اوسکی کوئی اور چیز گر پڑی ایکمرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی
قطار کے ہانکنے والے پر جسمین سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان
معه سائق ضمنا لاستوائهما فی التسبب لکن ضمان النفس على العاقلة وضمان المال فی ماله هذا لو السائق من جانب من الابل
فلو توسطها واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفه وضمنا ما قدامه وراکب وسطها یضمنه فقط لو یاخذ بزمام ما خلفه اور اگر اونٹ کی قطار
ہانکنے والیکے ساتہہ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مرجائیگا تو دونون پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کی سبب انگیزی مین قائد اور سائق
دونو برابر ہین لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان تو اوسکے مال مین ہے یہ اوس صورت مین ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹونکی ایکجانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے
والا قطار کے بیچ مین ہوا اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑی ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے کہ جب قطار سے زمام منقطع ہو چکی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد تہا
اور سائق لیستعلقہ ضمان دینگے یعنی آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اوسی اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل
نہ پکڑی ہو م زیلعی مین ہے کہ اگر ایکمرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹونکی جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ
اونکا ہانکنے والا نہین ہے اور اسیطرح پچھلے اونٹون کا ضمان اوسپر نہین کیونکہ وہ اونکا کھینچنے والا نہین لیکن اگر پچھلے اونٹون کی نکیل پکڑی ہوگا تو ضمان اوسپر
لازم ہوگا ہان جس اونٹ پر وہ سوار ہے اوسکی جنایت کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بہی ہے لیکن کچلنے کا ضمان خاص
سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعیر ربط على قطار سائر بلا علم قائده رجلا
مفعول قتل ضمن عاقلة القائد الدیة ورجعوا بها على عاقلة الرابط لانه دیة لا خسران کما توهمه صدر الشریعة پہر اگر اوس اونٹ نے مرد کو قتل
کیا جو باندہا گیا تہا چلتی قطار پر اوسکو کھینچنے والیکے بدون علم کے تو کھینچنے والیکی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندہنے والیکی عاقلہ
سے دیت کو پہیر لیگی اسلئے کہ اس دیت دینے مین نقصان نہین جیسا کہ صدر الشریعة نے وہم کیا ہے م صدر الشریعة نے کہا لاکن یون سے کہ باندہنے والیکے مال سے دیت
لازم ہو اسواسطے کہ اسنے اونکو نقصان مال مین ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اوسکو ممکن تہا کہ قطار سے اونٹ باندہنے سے روکتا پہر جب اوسنے حفاظت
ترک کی تو متعدی ٹہرا التقصیر سے اور تسبب ہے اور اسمین عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابط نے اونکو اس بلا مین ڈالا فلو ربط والقطار
واقف ضمنها عاقلة القائد بلا رجوع لتعدیه بلا اذن پہر اگر اونٹ باندہا اور حالانکہ قطار کہڑی ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کر
یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اونکو جائز نہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے م برخلاف چلتی قطار کے کہ اوسمین اذن کھینچنے
کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بهیمة او کلبا ملتقی وکان خلفها سائقا فاصابت فی فورها ضمن لانه الحامل لها وان لم
یمش خلفها فما دامت فی فورها فسائق حکما وان تراخى انقطع السوق فالمراد بالسوق المشی خلفها والمراد بالبهیمة
الکلب زیلعی اور جسنے جانور یا کتا چہوڑا کذا فی الملتقی اور چہوڑنے والا اوسکے پیچہے ہانکتو ڈالا ہے سو جانور نے فی الفور کچہہ تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا
اسلئے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچہے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور مین ہے یعنی چہوڑنیکے بعد نہین ٹہرا تو وہ شخص سائق ہے حکماً
اور اگر ٹہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا تو ہانکنے سے یہان مراد جانور کے پیچہے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی م دار المنتقی مین ابو یوسف سے روایت

ہو کہ جانور یا اور کتے کا چھوڑنیوالا ضامن ہی ہر حالمین یعنے اوسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہی چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہی فتاوی عالمگیریہ
مین ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول مختار ہی اور اگر گدہا چھوڑا سو کسیکے کہیت مین گیا اور اوسکو فاسد کیا اگر اوسنے چھوڑا
ہو سکو اور ہانکے یا کہیت کیطرف اسطرح پر کہ وہ اوسکے پیچھے تھا تو اوسپر ضمان ہی اور اگر وہ اوسکے پیچھے نہین تھا لیکن گدہا فی الفور کہیت مین جا پڑا اور وہ اوسنے
یا مین نہین جہکا جسطرف اوسنے چھوڑا تہا اوسیطرف گیا سو کہیت کو اوسنے خراب کیا تو بھی ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر داہنے یا بائین گیا پھر کہیت مین جا پڑا تو اگر
وہان کوئی راہ مین ہون تو وہ ضامن نہین اور ایک ہی راہ ہی تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اوسنے چھوڑا سو وہ ساعت بہر ٹھہر گیا پھر کہیت کیطرف گیا اور
خراب کیا تو چھوڑنیوالے پر ضمان نہین ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہوگئی اور چونکہ حکم کیے پر ضامن نہین تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہی حذف
کرنا مناسب تہا کذا فی الطحطاوی مختصراً وان ارسل طيرا ساقه او لا او دابة او كلبا ولم يكن سائقا له او انفلتت دابة بنفسها فاصابت
مالا او ادميا نهارا او ليلا لا ضمان في الكل لقوله عليه الصلوة والسلام العجماء جبار اي المنفلتة هدر اور اگر پرند
چھوڑا خواہ اوسکو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور جو پایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اوسکو نہین ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بہاگا سو مال یا آدمی کو اوسنے تلف کیا
رات مین یا دن مین تو ضمان نہین سب صورتون مین بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور گریختہ کا فعل رایگان ہی اوسپر ضمان نہین ہم
ابو داؤد اور ابن ماجہ مین یہہ حدیث یون مروی ہی کہ العجماء جرحها جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اوسپر ضمان نہین امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد
گریختہ جانور ہی تو اوسکا فعل باطل ہے نہ وہ جانور جو چھوڑا گیا اسواسطے کہ افساد مرسلہ کا فوراً ارسال مین رایگان نہین اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر
فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کلون مین ضمان نہین رات مین ضمان ہی کذا فی العینی كما لو جمحت الدابة به اي بالراكب ولم يسكن ان ولم يقدر
الراكب على ردها فانه لا يضمن كالمنفلتة لانه حينئذ ليس بمسير لها فلا يضاف سيرها اليه حتى لو اتلف انسانا فدمه هدر كما في العمادية ٭ چنانچہ
اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہو اوسکے پھیرنے پر تو ضمان لازم نہوگا خود بخود چھوٹے جانور کی مانند ہو اسلئے کہ اسوقت مین سوار
اوسکا چلانیوالا نہین ہی تو جانور کا چلنا سرکشی کیحالت مین سوار کیطرف منسوب نہوگا تو اگر اس حالتمین جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اوسکا خون باطل ہی اوسکا کچھ
ضمان نہین کذا فی العمادیہ ومن ضرب دابة عليها راكب او نخسها بعود بلا اذن الراكب فنفحت او ضربت بيدها شخصا اخر غير الطاعن
او نفرت فصدمته وقتلته ضمن هو اي الناخس لا الراكب اور جسنے اوس جانور کو مارا جسپر کوئی سوار ہی یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن
سوار کے سو جانور نے اپنی پانون یا ہاتھ سے کونچنے والیکے سوا اور شخص کو ملا یا جانور بہڑکا سو اوسنے اوسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا ضامن دیگا نہ سوار ہم
راکب کی مانند سائق اور قائد ہی عدم ضمان مین کونچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گہوڑی کی پیٹہہ پر ہاتھ رکہا اور جانور کسیکو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے پر
ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسف يضمنان نصفين كما لو كان موقفا دابة على الطريق لتعديه في الايقاف
ايضا اور ابو یوسف نے کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونون نصفا نصف دیت کا ضمان دین چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ مین کہڑا کیا ہو تو دونون پر ضمان لازم
ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہی راہ مین کہڑی کرنے سے جیسے کونچنے والیکی تعدی سے وكما لو كان باذنه ونفحت احدا في فورها فدمه
عليهما اور جیسے اگر کونچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسیکو کچلے کونچنے کے ساتھی بلا توقف تو مقتول کا خون دونون شخصون پر ہے ہم دونون پر خون اوس
وقت ہوگا جبکہ جانور اپنی مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہین تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحطاوی عن المنتقى ولو نفحت الناخس فدمه هدر اور اگر
کونچنے والیکو جانور نے تلف کیا تو اوسکا خون رایگان ہی ولو القت الراكب فقتلته فديته على عاقلة الناخس ثم الناخس انما يضمن لو
الوطي فور النخس والا فالضمان على الراكب لانقطاع اثر النخس خير وبزازيه اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اوسکو قتل کیا تو اوسکا
خون کونچنے والیکی عاقلہ پر ہی پھر دریافت کرنا چاہئے کہ کونچنے والے پر اوسیصورت مین ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہوا اور نہین تو سوار پر ضمان
لازم ہوگا کونچنے کی انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیہ وضمن في فقء عين دجاجة او شاة قصاب او غيرها ما نقصها لانها اللحم

اور مرغی کی آنکھ پھوڑنے میں ایسا ہی بکری کی آنکھ پھوڑنے میں جسقدر اوسکو نقصان پہنچا ہے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ غرض گوشت کیواسطے ہوتی ہے یعنی
بکری کا گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان گوشت کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ تندرست بکری کی قیمت کیجائے
اور آنکھ پھوٹنے کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اوسقدر ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم مرغی وغیرہ کا ہے جسکی آنکھ پھوڑ ڈالی
کذا فی المطلب وفی عینیہا یتخیر بعمل اذ ان شاء ترکہا علی الفاعل وضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور
قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اوسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اوسکو پھوڑنے والے پر چھوڑ دے یعنی اوسکو دیدے اور اوسکی قیمت کا تاوان لے
یا اوسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عین بقرۃ جزار و جزورہ ای بالمخالفۃ الاضافۃ علی
اعتبار الاعداد للجزر فی الحکم الاتی کالحمار والبغل والفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنیوالے کی گائے بیل اور ایسے
اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدہے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت
بیچنے کا اعتبار نہیں ہے بوجہ چوتھائی قیمت کے حکم نہیں کذا ذکرہ اور یہ کل ہم نے شرکت کی گائے بیل اور اونٹ میں اسواسطے بیان کیا ہے تاکہ کوئی وہم
نہ کرے کہ وہ دونوں بھی گوشت کیواسطے مقصود ہیں تو انکا حکم بکری کی مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کیواسطے ہوں یا سواری کیواسطے اونمیں چوتھائی
قیمت ہے جسطرح غیر ماکول اللحم چنانچہ خچر اور گدہے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی الفتح عن شروح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربعۃ
اعین عیناہا وعینا مستعملہا فصارت کانہا ذات اعین اربع وقال الشافعی رضی اللہ عنہ یجب النقصان اعتبارا بالشاۃ ولنا ما
قد منا اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسواسطے واجب ہوتی ہے کہ اوسے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو
آنکھیں کام لینے والے کی یعنی ہانکنے یا سوار کی تو گویا اون جانوروں کی چار آنکھیں ہوگئیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کی مانند یعنی
نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان جانوروں میں وہ ہے جسکو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنی بکری گوشت کیواسطے ہے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری
کیواسطے ہیں تو حکم میں کیونکر برابر ہوں لکن یرد علیہ انہ لو فقأ عینی حمار مثلا ان یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما عرف والاولی التعلیل
بما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ بربع القیمۃ لیکن چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلا گدہے کی دونوں
آنکھوں کو پھوڑے تو نصف قیمت کا تاوان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں ہے چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہے چاہے پوری
قیمت لے اور چاہے اوسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اوس حدیث سے بہتر ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں
چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا ہے معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ میں اوسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف
عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ والتقیید بالعین للاحتراز عما سوا ہا لان قطع اذنہا
او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا لسان الثور والحمار وقیل یجب القیمۃ کالو قطع رجلہ او یدیہ لانہ یفوت منفعتہا وعلیہ الفتوی
ای لو غیر ما کول او ان ما کول لا خیار کما فی العینین لکن فی العیون ان شاء لا یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ وعلیہ الفتوی
حیث اخذ مقطوعا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹیگا تو اوسکے نقصان کا ضمان دیگا اور ایسا ہی بیل اور گدہے کی زبان کاٹنے میں بھی
نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر ایک پاؤں کاٹے گا جانور کا تو اوسکی پوری قیمت کا ضمان دیگا اور اسی قول پر
فتوی ہے اگر جانور ماکول اللحم نہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہے چنانچہ اوسکی تفصیل دونوں آنکھیں پھوڑنے میں گذر چکی لیکن عیون میں ہے
کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم یا ماکول اللحم جانور کو اپنے پاس رکھ لیگا تو کاٹنے والا کچھ ضمان نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور
جو جانور جانور کٹا ہوا لیگا اوسکی قیمت یعنی ماکول اور غیر ماکول کے لئے دونوں میں کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فرع ۶ جانور
نقل الحسامی لصبی ... لو اکل الصبی ... حتی اکل الصبی لم یضمن فی المایقص فیہا شاۃ

عليه فيما يخاف تلفه بنى آدم كالحائط المائل ونظيره الثور ... نكتة ... فيضمن اذا هلك به انتهى قال المصنف ويمكن حمل المتلف في قول الزيلعي وان اتلف الكلب فعلى صاحبه الضمان ان كان تقدم اليه قبل الاتلاف والا فلا كالحائط المائل على الادمي فلا منافاة بين كلامي الفقهاء فتامل ... مصنف نے شرح میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور کے درختوں سے انگور کھا جاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے والے سے گواہ کر لیا ہے کہ اسکو کھانے میں سے روکو کیونکہ مالک نے کتے کی حفاظت نہیں کی یہانتک کہ وہ گواہ کر لینے کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اس پر ضمان لازم نہوگا ضمان تو اسی صورت میں لازم ہوتا ہے جبکہ تلف ہوا ہو اس امر میں جسمیں بنی آدم کے تلف ہو جانیکا خوف ہو جیسا کہ دیوار مائل اور سیل کے ... اور کتا مذکور نے کے کلام میں تو مالک ضمان دیگا جبکہ اوسکی محافظت نکریگا انتہی قال المصنف ... کہا اور حکمن ہے کہ حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول میں اور اگر کتا تلف کرے تو اوسکے مالک پر ضمان ہے اگر اوسکو آگے سے اوس پر گواہ کر لیا ہو تلف کرنے سے پہلے اور نہیں تو ضمان نہیں ہے جیسے دیوار مائل کی مشتہد ہو اس پر حمل کرنے سے درمیان زیلعی و دونوں قولوں میں اتفاق حاصل ہو گا ... یعنی اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہے تو اب اختلاف باقی نہ رہا ... میں لفظ ادمی کہا ... علی الادمی متعلق ہے قولہ حمل المتلف کے ساتھ قلت وقد وقع لا سيقضا ... حسن له فعل ... فى شهادته وفيما كل عنب الناس وفي الكبرى هل يضمن رب النحل ما اتلفه النحل من العنب وغيره ام لا وهل يؤمر بتحويله عنهم الى مكان آخر ام لا وجوابه ان لا يضمن شيئا مطلقا اشهد عليه ام لا اخذا من مسئلة الكلب بل اولى وكذا ذكره المصنف في معينه لكنه اشعر في فتاويه انه افتى بالضمان في مسئلة النحل فرجع عند الفتوى ... میں کہتا ہوں اور البتہ واقع ہوا تھا استفتا اوس شخص کے حال سے جسکے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں اور انکو اپنے باغ میں رکھتا ہے سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور آدمیوں کے انگور اور انکی میوے کھا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگور وغیرہ تلف کرنیکا ضمان لازم ہوگا یا نہیں اور انکو پاس سے دوسری مکان کیطرف مکھیوں کے اوٹھا لیجانیکا حکم ہوگا یا نہیں تو جواب استفتا میں یہ ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقاً کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگوں نے اوس پر اشہاد کیا ہو یا نکیا ہو یہ جواب ماخوذ ہی کتے کے مسئلہ سی بلکہ یہاں جواب مسئلہ کلب سے بھی اولی ہے یعنی اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کر کے ممکن ہی اور مکھیوں کی خوراک اسطرح ممکن نہیں ... جواب مصنف نے معین المفتی میں ذکر کیا ہے لیکن میں نے مصنف کے فتاوی میں دیکھا ہے کہ اوسنے مکھیوں کے مسئلہ میں ضمان کا فتوی دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجیو فتوی ... ہم ... ظاہر مسئلہ کلب ... جو در میں مذکور ہے بوجہ نص کے سبب ہے کذا فی الطحاوی واما تحويله من ملكه فلا يؤمر بذلك على ما هو ظاهر المذهب واما جواب المشائخ فينبغي ان يؤمر بتحويلها اذا كان الضرر بينا حاملا عليه الفتوى ... اور مکھیوں کا اوٹھانا اوسکی ملک سے سو مالک کو تو اوسکا حکم نہو گا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہی کہ لائق یوں ہے کہ اوسکا اوٹھانیکا حکم کیا جاوے جبکہ لوگوں کا ضرر ظاہر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی به کے وفي الصيرفية حمار يأكل حنطة انسان فلم يمنعه حتى اكل الصحيح ضمانه ... اور صیرفیہ میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہوں کھاتا ہے سو دیکھنے والے نے اوسکو نروکا یہانتک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اوس پر ضمان ہے ... تمامه فى البزازية كسی آدمی نے بھیڑیا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا ... کھیت یا انگورستان میں اگر اوسنے داخل کیا ہے مالک کے ... اوسنے تلف کر دیا اوسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان بزازیہ میں ہے ... باغ یا کھیت میں اگر دوسرے کا جانور پایا اور اوسنے گھر خراب کر دیا سو اوسکو باندھ رکھا باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مر گیا تو اوس پر جانور کی قیمت دینا لازم ہے ... ایک شخص نے جانور کسیکے گھر میں کر دیا بدون اذن کے سو صاحب خانہ نے اوسکو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا تو اوس پر ضمان نہیں ... کپڑا کسیکے گھر میں رکھ دیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ نے اوسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت میں تو قیمت ثوب کا اوس پر ضمان لازم ہے ... کی کوٹھری کی کھولدی سو ... یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا سو جانور نکل گیا ... تو کھولنے والے پر ضمان نہیں ...

باب جناية المملوك والجناية عليه

سبب سے مملوک یعنی غلام کی جنایات مین اور مملوک پر جنایت کرنیکے احکام مین اعْلَمْ اَنَّ جِنَایَاتِ الْمَمْلُوْکِ لَا تُوْجِبُ اِلَّا دَفْعًا وَاحِدًا
اَوْ فِدَاءً معلوم کرو کہ مملوک کی جنایات موجب نہین ہوتی مگر ایکبار دیدینے کی اگر مملوک دینی کا محل ہو هم یعنی اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہون شلًا اوس
جن ہے سب مقتولون کے عوض اسکو وہ غلام دیا جائیگا اور فدا ایک ہی دینا ہوگا تو سب کے وارث بقدر جنایات کے آپس مین اپنا اپنا حصہ کرلینگے بشرطیکہ غلام دینے کا
محل ہو یعنی جب کہ اوسکو دینا صحیح ہو کسی سبب سے منعقد نہو گئی ہون چنانچہ مدبر اور ام ولد اور مکاتب کذا فی الطحاوی وَ اِلَّا فَقِیْمَةٌ وَاحِدَةٌ اور اگر مملوک
محل دفع نہو یعنی حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ مین سے کوئی سبب منعقد ہوگیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصون کے اسکو بانٹ لینگے
وَ لَوْ فَدَاهُ الْمَوْلٰی فَجَنٰی فَکَالْاَوَّلِ فَحُوْ تُمَّ اور اگر مولے نے غلام کا فدیہ دیا یعنی اوسکے قتل کرنیکے بدلے مال دیا پھر اوسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی
کسیکو قتل کیا تو فدیہ اول کی مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت مین الی غیر النہایۃ اسیطرح کا حکم ہے هم یعنی جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھیر
جنایت کریگا تو پہلے اول بار کی مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہوگیا فدیہ دینے سے تو گویا اوسنے جنایت ہی نہین کی اور
دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائی جنایت ہے بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ وَ اُخْتَیْهِ فَاِنَّهٗ لَا یَجِبُ اِلَّا قِیْمَةٌ وَاحِدَةٌ سَیَتَّضِحُ برخلاف مدبر اور ام ولد
مکاتب کے کہ اونکی جنایات مین سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس اجمال کی تفصیل آگے وضح ہوگی حیث حیث خطأ اَلتَّقْیِیْدُ بِالْخَطَاءِ هٰهُنَا
فِی النَّفْسِ لِاَنَّ بِعَمْدِهٖ یُقْتَصُّ وَ اَمَّا فِیْمَا دُوْنَهَا فَلَا یُفِیْدُ لِاَسْتِوَاءِ خَطَاءِ وَ عَمْدِهٖ فِیْمَا دُوْنَهَا ثُمَّ اِنَّمَا یَثْبُتُ الْخَطَاءُ بِالْبَیِّنَةِ
وَ اِقْرَارِ مَوْلَاهُ وَ عِلْمِ الْقَاضِیْ لَا بِاِقْرَارِهٖ اَصْلًا کَمَا فِی الْاِثْمِ قُلْتُ لٰکِنْ قَوْلُهٗ وَ عِلْمِ الْقَاضِیْ عَلٰی غَیْرِ الْمُفْتٰی بِهٖ فَاِنَّهٗ لَا یُعْمَلُ بِعِلْمِ الْقَاضِیْ
فِیْ زَمَانِنَا شُرُنْبُلَالِیَّةٌ عَنِ الْاَشْبَاهِ وَ تَقَدَّمَ دَفَعَهٗ مَوْلَاهُ اِنْ شَاءَ فَیَمْلِکُهٗ وَلِیُّهَا اَوْ اِنْ شَاءَ فَدَاهُ بِاَرْشِهَا حَالًّا مملوک نے از
راہ خطا جنایت کی یعنی کسیکو قتل کیا تو اوسکا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دیدے تو جنایت کا ولی یعنی مقتول کا وارث مالک ہو جاویگا مملوک کا اور اگر
مالک چاہے تو فی الحال فدیہ دے اوسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہان لگانا فقط جنایت نفس مین مفید ہے اسواسطے کہ مملوک کے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہے اور
جان سے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطا کی تقیید مفید نہین ہے اسلئے کہ اوسمین مملوک کی خطا اور عمد برابر ہین پھر خطا تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہون سے اور
اوسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع مین کہتا ہون لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہہ قول مفتی بہ نہین ہے اسلئے کہ
قاضی کے علم پر ہمارے زمانے مین عمل جائز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہے اشباہ سے اور یہہ تو پہلے مذکور ہوچکا ہے هم فی الحال دینا قید ہے اور فدیہ دونون سے متعلق
ہے دفع مین تو وجہہ یہہ ہے کہ اعیان مین تاجیل جائز نہین اور فدیہ کی وجہہ یہ ہے کہ وہ بجائے عین یعنی مملوک کے ہے تو اعیان کی مانند ہوا عدم تاجیل مین لِکَوْنِ
الْوَاجِبِ الْاَصْلِیِّ هُوَ الدَّفْعُ عَلَی الصَّحِیْحِ وَ لِذَا سَقَطَ الْوَاجِبُ بِمَوْتِهٖ بِخِلَافِ مَوْتِ الْحُرِّ کَمَا ذَکَرَهُ الْمُصَنِّفُ وَ غَیْرُهٗ لیکن جنایات مملوک
مین واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ برقول صحیح ولہذا واجب ساقط ہو جاتا ہے مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل کی موت کے کہ وہان واجب ساقط نہین ہوتا چنانچہ
مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے هم عبد قاتل کی موت سے واجب اسواسطے ساقط ہو جاتا ہے کہ محل باقی نہ رہا اور اگر آزاد قاتل مر گیا یعنی قتل خطا مین تو واجب قطع
نہوگا اسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لٰکِنْ فِی الشُّرُنْبُلَالِیَّةِ عَنِ الْمَوَاهِبِ وَ الْجَوْهَرَةِ عَنِ الْیَنَابِیْعِ وَ صَحَّحَ هُوَ الْفِدَاءُ حَتّٰی لَوْ مَاتَ
وَ لَمْ یُعْتِقْ عَلَیْهِ اَدَاءُ الْاَرْشِ وَ هُوَ لَا یَجُوْزُ اِبْطَالُ الْفِتْیَا لیکن شرنبلالیہ مین مواہب سے اور جوہرہ مین ینابیع سے منقول ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ واجب
اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اوسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے اوسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہوگا
غلام قاتل کے مرجانے سے وَ عَلَّلَهُ الزَّیْلَعِیُّ وَ غَیْرُهٗ بِاَنَّهٗ اِخْتَارَ الْاَصْلَ حَقُّهُمْ فَبَطَلَ حَقُّهُمْ فِی الْعَبْدِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اِنْتَهٰی وَ مُفَادُهٗ اَنَّ الْاَصْلَ
مُشْتَرَکٌ وَالْفِدَاءُ اَحَدُهُمَا اِلَّا اَنَّ الْاَصْلَ اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہے کہ مولی نے وارثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثونکا حق باطل
ہوگیا غلام میں بقول ابوحنیفہ کے نزدیک انتہی الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ ہے اصل نہ دفع ہے وَ مِنْ ثَمَّ قَالَ الْمُصَنِّفُ فِیْ تَعْلِیْلِ
الْاِمَامِ اَنَّ الْحَقَّ یَجِبُ بِحُکْمِهٖ اَوْ بِاَنَّهٗ مَتٰی جَنَاهُ اَسْبَابُهُ اَیْضًا اور شارح مجمع یعنی ابن ملک نے امام کی تعلیل مین بیان کیا ہے کہ جنایت عبد مین

ویتو فدیہ میں سو ایک چیز واجب ہوا اور جبکہ ہو سے نے دفع یا فدیہ کو ترجیح اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے حتی کہ مثلاً غلام مر گیا ثم اِنَّ المَالِكَ هُوَ المُتَحَمِّلُ
اَنَّهُ لَيْسَ فِي لَفْظِ الكِتَابِ دَلَالَةٌ عَلَيْهِ لیکن شارح نے جو پہلے اسکو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور فدیہ بیان کیا ہے کہ اسکی عبارت میں واجب اصلی پر
دلالت نہیں ہے م یعنی ہم کہتے ہیں کہ امام محمد نے اصل یعنی مبسوط میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت مستہلک کرے تو اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے دفع کرے
چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہے مگر یہ کہ موجب اصلی دفع ہے اور اگر دفع کے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنے کے بعد غلام کی موت سے فدیہ
باطل نہ ہوگا کہ قسمین کا اختیار مولی کو ہے سو اسنے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو وہ مال ہو گیا اس سبب سے یعنی اختیار کر لینے سے اور یہی کلام قابل تحقیق ہے
ہے واللہ اعلم بالصواب كذا في الطحاوي فَاِنْ فَدَاهُ فَجَنَى بَعْدَهُ فَهِيَ كَالْاُولٰى حُكْمًا سو اگر مولی نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیدیا پھر بعد اسکے
غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کی مانند ہے حکم میں یعنی مولی کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہے فَاِنْ جَنٰى جِنَايَتَيْنِ قِيْلَ دَفَعَهُ
بِهِمَا اِلٰى وَلِيَّيْهِمَا اَوْ فَدَاهُ بِاَرْشَيْهِمَا پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں میں سے غلام کو دونوں کے وارثوں کو دیدے یا دونوں کی دیت ادا کرے
دے وَاِنْ وَهَبَهُ الْمَوْلٰى اَوْ بَاعَهُ اَوْ اَعْتَقَهُ اَوْ دَبَّرَهُ اَوِ اسْتَوْلَدَهَا غَيْرَ عَالِمٍ بِهَا بِالْجِنَايَةِ ضَمِنَ الْاَقَلَّ مِنْ قِيْمَتِهِ وَمِنَ الْاَرْشِ
الْاَرْشِ وَاِنْ عَلِمَ بِهَا غَرِمَ الْاَرْشَ فَقَطْ اِجْمَاعًا اور اگر مولی نے غلام کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا آزاد کیا یا مدبر کیا یا باندی کو ام ولد
بنایا جنایت کی ناواقفی میں تو مولی ضامن ہوگا قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت کو دیگا اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت
دیگا اور اگر جنایت کو جانکر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضامن ہے بالاتفاق كَبَيْعِهِ عَالِمًا بِهَا جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت
جانکر م طحاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کیونکہ وَاِنْ عَلِمَ بِهَا غَرِمَ الْاَرْشَ میں داخل ہے وَكَتَعْلِيْقِ عِتْقِهِ بِقَتْلِ زَيْدٍ اَوْ رَمْيِهِ اَوْ شَجِّهِ فَفَعَلَ
الْعَبْدُ ذٰلِكَ كَمَا يَصِيْرُ فَارًّا بِقَوْلِهِ اِنْ مَرِضْتُ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثَلٰثًا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا اسکو
تیر مارنے یا اسکو سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار
یعنی تو عورت وارث ہوگی زوج کی م اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زید کو قتل کیا یا مولی نے کہا اگر تو
زید کو تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکا سر زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زخم لگایا تو مولی پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ اسنے
فدیہ اختیار کیا کیونکہ اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا في الهداية وَاِنْ قَطَعَ عَبْدٌ يَدَ حُرٍّ عَمْدًا وَدُفِعَ اِلَيْهِ فَاَعْتَقَهُ فَمَاتَ مِنَ السِّرَايَةِ
فَالْعَبْدُ صُلْحٌ بِهَا اَيْ بِالْجِنَايَةِ لِاَنَّ عِتْقَهُ دَلِيْلُ تَصْحِيْحِ الصُّلْحِ اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اسنے آزاد کر دیا
پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہرا جنایت کی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہے م یعنی اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح
کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی صحت نہیں ہے بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح قرار دیجائے پھر جب اسنے آزاد کر دیا تو صلح بضرورت
اعتاق صحیح ہوگئی ابتدا سے وَاِنْ لَمْ يُعْتِقْهُ وَقَدْ سَرٰى يُرَدُّ عَلٰى سَيِّدِهٖ فَيُقْتَلُ اَوْ يَعْفُوْ لِبُطْلَانِ الصُّلْحِ اور اگر مقطوع الید نے غلام کو
آزاد نہ کیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مر گیا تو غلام اسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہو کا قصاص میں یا معاف کر دیا جاوے بسبب باطل ہونے
صلح کے وَاِنْ جَنٰى مَاْذُوْنٌ لَهٗ مَدْيُوْنٌ خَطَاً فَاَعْتَقَهُ سَيِّدُهٗ بِلَا عِلْمٍ بِهَا غَرِمَ لِرَبِّ الدَّيْنِ الْاَقَلَّ مِنْ قِيْمَتِهٖ وَمِنْ دَيْنِهٖ وَغَرِمَ لِوَلِيِّ
الْاَقَلَّ مِنْهُمَا اَيْ مِنَ الْقِيْمَةِ وَمِنَ الْاَرْشِ اور اگر غلام ماذون مدیون نے انجا و خطا جنایت کی سو اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا ناواقفی
جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضامن دیگا قیمت اور دین میں سے کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کے دین سے کم ہے تو قیمت کا ضامن اور اگر دین کم ہے تو دین کا تاوان دے
اور جنایت کے وارث کو ضمان دیگا قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے وَلَوْ قَتَلَ
الْعَبْدُ الْجَانِيْ اَجْنَبِيٌّ فَقِيْمَتُهٗ وَاحِدَةٌ لِمَوْلَاهُ لَا غَيْرُ اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے قتل کر ڈالا تو اسپر ایک قیمت واجب ہوگی غلام کے مالک کو
سوا اسکے م یعنی صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہ ہوگا اسواسطے کہ حق ان دونوں کا غلام کے ساتھ متعلق تھا

صاحب مین لیگا اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالیت مین وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان ولدت ماذونۃ مدیونۃ بیعت مع
ولدھا فی الدین ان کانت الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقھا الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابھا
پھر اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو اپنے بچہ کے ساتھ بیچی جاویگی دین مین بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونیکے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اوسکو لاحق ہوا
تو دین والونکا حق لونڈی کے بچہ سے متعلق نہوگا برخلاف اوسکی کمائیون کے یعنی کمائی مین اونکا حق متعلق ہو نہ اوسکی ولد مین ھم یہ مسئلہ اس باب مین مقصود
بالذکر نہین ہے کیونکہ اسمین جنایت مذکور نہین بلکہ بالتبع مذکور ہوا ہے تاکہ اسمین اور مسئلہ آیندہ مین فرق ظاہر ہو جاے فان جنت فولدت لم یدفع الولد له
ای لولی الجنایۃ لتعلقھا بذمۃ المولی لا ذمتھا بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو
نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولے کے ذمہ ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد لرجل زعم
رجل ان سیدہ حررہ فقتل العبد المعتق ولیہ ای ولی الزاعم عتقہ خطأ فلا شیء للولی علیہ لانہ بزعمہ عتقہ اقر انہ لا یستحق
العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جسکو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا ہے سو اوس غلام آزاد
نے آزادی ظاہر کرنیوالے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اوس غلام پر کچھ لازم نہین ہے بزعم کہنیوالے کے اسواسطے کہ اوسکی آزادی کے کہنے سے اوسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ
غلام کا مستحق نہین ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے لیکن اوسکی تصدیق نہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے ھم عاقلہ سے یہان مراد غلام کا مولی ہے فان قال معتق ثقۃ معروف لرجل
قتلت اخاک قبل عتقی خطأ فقال لا بل بعدہ صدق الاول لانہ منکر للضمان ما قیل عتقی فقال الاخ الذی ھو المولی لا بل بعدہ صدق الاول لانہ منکر للضمان
پھر اگر اوس معتق نے جسکا مملوک ہونا اگلے ہی مشہور ہے کہا اپنے اوس مولے سے جسنے اوسکو آزاد کیا ہے کہ مین نے تیرے بھائی کو از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے
پہلے سو مولی نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یون نہین ہے بلکہ تو نے آزاد ہونیکے بعد قتل کیا ہے تو اوس شخص یعنی غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم
ضمان کا منکر ہے علم حفظاء ہے نے کہا کہ شارح مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تصویر مین حالانکہ یہ صحیح نہین بلکہ تصویر غیر مولے سے ہے چنانچہ درر الحکام
مین مصرح ہے وان قال لھا قطعت یدک وانت امتی وقالت ھی لا بل فعلتہ بعد العتق فالقول لھا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی
ما یبرئہ فلا یکون القول لہ اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری لونڈی تھی اور اوسنے کہا نہین بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا
آزاد کرنیکے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولی نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پھر اوس چیز کا دعوی کیا جو ضمان سے بری الذمہ اوسکو کر دے تو اوسکا
قول معتبر نہوگا وکذا القول لھا فی کل ما اخذہ المولی منھا من المال لما ذکرنا استحسانا اور اسیطرح لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اوس چیز مین جو
مولے نے لونڈی سے مال لیا اوس دلیل سے جسکو ہمنے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلۃ فالقول لہ لاسنادہ الی حالۃ معھودۃ منافیۃ
للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمین میان کا قول مقبول ہوگا بسبب منسوب ہونیکے اوس حالت مقرری کیطرف جو ضمان کے
مخالف ہے ھم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیون ہو مال کا موجب نہین اور اسیطرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہین اگرچہ
لونڈی قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل رجل فقتلہ فدیتہ علی عاقلۃ القاتل لان عمد الصبی خطاء غلام محجور یا
صغیر نے دوسرے صغیر کو ایک مرد کے قتل کرنیکا امر کیا سو اوسنے اوسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگارون پر ہے اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کی برابر ہے
حکم مین ودجعوا علی العبد بعد عتقہ وقیل لا لا علی الصبی الامر ابدا لقصور اھلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پھر لینگے آزاد
ہونیکے بعد اور قول ضعیف مین رجوع نہین غلام آمر پر لیکن صغیر آمر پر کبھی رجوع نہین یعنی بالغ ہونیکے بعد بھی قصور اہلیت کے سبب وان کان
المامور عبدا متعلقہ دفع السید القاتل او فداہ فی الخطاء اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کی مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثان مقتول کے
حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا مین ولا یرجع لہ علی الامر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بالاقل من الفداء وقیمۃ العبد لانہ غیر
مضطر فی دفع الزیادۃ لا مختار ہو مقتل ہوے کے مالک آمر پر رجوع کرنا جائز نہین بالفعل اور غلام آزاد ہونیکے بعد فدیہ اور قیمت غلام مین جو کمتر ہو وہ لیگا

اسواسطے کہ مالک منع زیادت مین مختار ہے نہ مجبور ہم یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار تہا غلام کے دینے اور فدیہ دینے مین سو جبکہ اوسنے فدیہ زیادہ از قیمت اختیار
کیا تو زیادہ کا ادا کرنا اوسپر لازم نہوگا وکذا الحکم فی العمد ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمدہ خطأ اور اسیطرح قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام
صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کی مانند ہے حکم مین فان کبیرا اقتص منہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اوس سے قصاص لیا جاے عبد حفر بئرا
فاعتقہ مولاہ ثم وقع فیہا انسان او اکثر فہلک فلا شیء علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب علیہ شیئا غلام نے کنوان کہودا اوسکے مالک نے
اوسکو آزاد کیا پہر اوسمین چند آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اوسپر کچہہ لازم نہین اسلئے کہ غلام کی جنایت اوسپر کچہہ واجب نہین کرتی ہم اور عدم عتق
مین بہی یہی حکم ہے ویجب علی المولی قیمۃ واحدۃ ولو الواقع الفا زیلعی اور کنوان کہودنے والیکے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا
اگرچہ ہزار آدمی کنوئین مین گرکے مرگئے ہون کذا فی الزیلعی فان قتل عبد عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما
دفع السید نصفہ الی الآخرین الذین لم یعفوا او فداہ بدیۃ کاملۃ لانہ بذلک العفو سقط القود وانقلب مالا وہو دیتان قد
سقط دیۃ نصیب العافیین وبقی دیۃ نصیب الساکتین او یدفع نصفہما پہر اگر ایک غلام نے ان دو آزاد مردونکو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول
کے دو وارث ہین سو دو نو گروہون مین سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک نصف غلام ان دو وارثون آزاد کو دے جنہون نے معاف نہین کیا یا غلام کا
فدیہ دے پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہوکر منقلب بمال ہوگیا اور مال تو پوری دو دیتین ہین اور حالانکہ معاف کرنیوالون کے حصے کی دیت
تو ساقط ہوگئی اور سکوت کرنیوالے دو وارثون کے حصے کی دیت باقی رہگئی یا مالک چاہے نصف غلام دونون وارثون کو دے فان قتل العبد احدہما عمدا
والآخر خطأ وعفا احد ولیی العمد فدی بدیۃ لولیی الخطأ وبنصفہا لاحد ولیی العمد الذی لم یعف پہر اگر غلام نے ایکمرد کو عمدا قتل
کیا اور دوسرے کو خطأ قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثون مین سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثونکو اور نصف دیت
فدیہ دے قتل عمد کے اوس ایک وارث کو جسنے عفو نہین کیا او دفع الیہما وقسم اثلاثا عولا عندہ وارباعا منازعۃ عندہما یا مالک غلام دے
قتل خطا کے دو وارثونکو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک ہم وجہ اسکی یہہ ہے
کہ خطا کے وارثونکا حق پوری دیت دس ہزار درم مین ہے اور عمد کے وارثونکا حق قصاص مین ہی پہر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہوگیا یعنی پانچہزار
درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثونکو دے اور پانچہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہین کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی
کرے دو تہائیان خطا کے وارثونکو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت مین بہی اسیطرح ہے یہہ مذہب ہے امام کا اور
صاحبین کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتہائیان خطا کے وارثونکو اور ایک چوتہائی اوسکو جسنے عفو نہین کیا اسلئے کہ نصف غلام تو
خطا کے وارثون کیواسطے مسلم ہے بلامنازعت اور نصف باقی مین منازعت واقع ہوئی دونو فریق کی تو اوسکو نصفا نصف کردیا کذا فی الزیلعی فان قتل عبدہما
قریبہما فعفا احدہما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبہ الی الآخر او یفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام ووجہہ
انہ انقلب بالعفو مالا والمولی لا یستوجب علی عبدہ دینا فلا تخلفہ فیہ الورثۃ پہر اگر دو شخصون کے غلام نے مالکون کے قرابت دار کو قتل
کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدہا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اوسکا فدیہ دے چوتہائی دیت
دیکر اور بعضون نے کہا کہ محمد امام کے ساتہ ہین اس مسئلہ مین امام کی دلیل یہہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہوگیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہین ہوتا تو اوسکے
وارث اوسمین اوسکے خلیفہ نہونگے ہم طحاوی نے کہا مالک تو دونو زندہ موجود ہین نہ موروث اور وارث کا بیان کیا ذکر ہے

فصل فی الجنایۃ علی العبد

یہہ فصل ہے اوس جنایت کے بیان مین جو عبد پر واقع ہو ہم عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونونکو شامل ہو دیۃ العبد قیمتہ
فان بلغت ہی دیۃ الحر وبلغت قیمۃ الامۃ دیۃ الحرۃ نقص من کل من دیۃ عشرۃ اظہارا لانحطاط رتبۃ الرقیق عن الحر
وتعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اوسکی قیمت ہے سو اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہنچ جاوے یعنی قیمت غلام کی دس ہزار

درہم ہوا ور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کی برابر پہنچی تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درہم گھٹائی جاوینگی تاکہ مرتبہ مملوک کا انحطاط بہ آزاد
ظاہر ہو اور دس درہم کا معین کرنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنه ينقص من الامة خمسة اور امام سے دوسری روایت یہہ ہے کہ لونڈی
کی دیت سے پانچ درہم کم کئے جاوینگے وتكون حينئذ على العاقلة في ثلث سنين خلافا لابي يوسف اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل
کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں برخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک نقصان دس درہم کا معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وفي الغصب
يجب القيمة بالغة ما بلغت بالاجماع اور مملوک کو غصب میں اوسکی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہانتک اوسکی قیمت پہنچی یعنی اگرچہ آزاد کی دیت
سے بڑہ جاوے وما قدر من دية الحر قدر من قيمته وحينئذ ففي يده نصف قيمته بالغة ما بلغت في الصحيح درر وقيل لا يزاد على خمسة
الاف الا خمسة وجزم به في الملتقى اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں تو مملوک کے ہاتھہ میں اسکی
نصف قیمت ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہہ ہے کہ پانچ درہم کم پانچہزار درہم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا
ہے ملتقی الابحر میں ھ یہی قول اصح ہے اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور منتقی اور مجتبی میں کذا فی
الطحطاوی ويجب حكومة عدل في لحيته في الصحيح وقيل كل قيمته اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی داڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف
میں تمام قیمت واجب ہے ھ یہہ اس صورت میں حکم ہے جبکہ داڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمی قطع يد عبد فحرره سيده فسرى فمات منه
وله ورثة غيره غير المولى لا يقتص لاشتباه من له الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھہ کاٹا پھر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا تو زخم
سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مر گیا اور اوس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولے کے سوا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا صاحب حق کے اشتباہ
کیوجہ سے ھ یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجئے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجئے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت
مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی والا يكن له غير المولى اقتص منه خلافا لمحمد اگر اوسکا کوئی
وارث نہیں سواے مولے کے تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا برخلاف مذہب محمد قال لعبديه احدكما حر فشجا فبين المولى العتق في احدهما
بعد الشج فارشهما للسيد لان البيان كالانشاء مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر
مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یوں کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا
انشا کی برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اوسنے آزاد کیا ولو قتلا فدية حر وقيمة عبد لو القاتل واحدا معا وقيمتهما سواء اور اگر دونوں
غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھہ قتل کیا ہو اور دونوں کی قیمت برابر ہو ھ وجہ
فرق یہہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہوگا محض بیان اظہار
ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل كلا واحد معا وعلى
التعاقب ولم يدر الاول فقيمة العبدين زيلعي اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھہ یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں
تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی ھ قوله وان قتل كلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اوسکا یہہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھہ
قتل کیا اور یہہ پہلی صورت ہے جو مذکور ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلهما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت سیم کا ترجمہ کیا
خلافا لعبارة الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اوسکے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی
فقأ رجل عيني عبد خير مولاه ان شاء دفع عبده المفقوء للفاقئ وأخذ منه قيمته كاملة او امسكه ولا اخذ
منه النقصان وقالا له اخذ النقصان وقال الشافعي ضمنه القيمة وامسك الجثة العمياء اگر کسی نے غلام کی دونوں آنکھیں
پھوڑیں تو اوسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھہ پھوٹا غلام آنکھہ پھوڑنے والے کو دیدے اور اس سے پوری قیمت لے یا چاہے اوسکو اپنے پاس رکھے

اور اوس سے نقصان نہ لے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ چھوڑنیوالے سے غلام کی قیمت کا مطالبہ کرے
اور غلام کا اندھا ڈھڑا اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمۃ ومن الدیۃ لتعذر دفعہما
لمکان تدبیرھما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت
کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلئے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہو جاتے ہیں صحیح مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق مین مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور
ام ولد قاتل ہے نہ مقتول فان دفع القیمۃ بقضاء فجنی المدبر او ام الولد جنایۃ اخری لیشارک الثانی الاول اذ لیس
فی جنایاتہ کلہا الا قیمۃ واحدۃ ولا شیء علی المولی لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر
یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات مین سوای ایک قیمت کے
اور کچھ واجب نہین اور مالک پر کچھ واجب نہین اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی بحکم قاضی ولو دفع القیمۃ لولی الاول بغیر قضاء
اتبع السید بحصتہ من القیمۃ ورجع بہا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لا یجب علیہ الا قیمۃ واحدۃ اور اگر مالک
نے پہلے جنایت کی وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کیواسطے بقدر اپنے حصہ کے اور مالک
اوسقدر پھیر لے مقتول اول کے وارث سے اسلئے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوای ایک قیمت کے کچھ واجب نہین
او اتبع ولی الجنایۃ الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنی نصف قیمت اوس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اوسنے اوسکا حق ناحق
لیا وقالا لا شیء علی المولی اور صاحبین نے کہا قیمت بلا قضا دینے مین مالک پر کچھ لازم نہین وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات
لم تلزمہ ای المولی الا قیمۃ واحدۃ علم بالجنایۃ قبل العتق او لا لان حق الولی لم یتعلق بالعبد فلم یکن مفوتا بالاعتاق
اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اوس سے جنایات متعددہ صادر ہوئے تو مولے پر سوای ایک قیمت کے کچھ لازم نہوگا خواہ مالک کو قبل از
عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہین تو مالک آزاد کرنے سے اوسکے حق کا ضائع کرنے والا
نہ ٹھہرا وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کی مانند ہے حکم مذکور مین یعنی مسئلہ اعتاق مین واقر المدبر او ام الولد بجنایۃ توجب
المال لم یجز اقرارہ لانہ اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانہ یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر
مدبر یا ام ولد نے اوس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اوسکا اقرار جائز نہین اسواسطے کہ یہہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر برخلاف اوسکے جبکہ
اوسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب سے مارا جاویگا ولو جنی المدبر خطأ فمات لم تسقط
قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مرگیا تو اوسکی قیمت اوسکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل المدبر مولاہ
خطأ سعی فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت مین یعنی محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک
کے وارث کو دے ولو عمدا قتلہ الوارث او استسعاہ فی قیمتہ ثم قتلہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمدا قتل کیا تو وارث اوسکو قتل کروا دے
یا وارث چاہے اوس سے محنت مزدوری کراوے اور اوسکی قیمت حاصل کرنے مین پھر حصول قیمت کے بعد اوسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل

فی غصب العبد وغیرہ یہہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام مین غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبدہ
فغصبہ رجل فسرا فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اوسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم
نے سرایت کی سو وہ اوسی زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یدہ وھو فی ید غاصب فمات منہ
برئ الغاصب لصیرورتہ متلفا فصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے ہاتھ مین ہے سو وہ اوسی زخم
سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہو جانے مالک کے تلف کرنیوالا تو مالک پھیر لینے والا ٹھہر جاویگا غصب

المحجور مسئلہ فمات فی یدہ ضمن لان المحجور مؤاخذ بافعالہ لا باقوالہ الا بعد عتقہ غلام غیر ماذون نے اپنی مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ مغصوب غلام اوسکے قبضہ مین مرگیا تو یہ تاوان دیگا اوسکی قیمت کا اسواسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال مین ماخوذ ہے نہ اپنے اقوال مین مگر آزاد ہونیکے بعد اقوال مین بھی ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبہ فرد فجنی عند سیدہ اخری ضمن السید قیمتہ لہما نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اوسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دے دونوں مقتولون کے وارثون کو نصفا نصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو ہوا اور نصف باقی دوسرے کے وارث کو ورجع المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب فدفعہ ای دفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاول لان حقہ لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک مدبر کی نصف قیمت بھرلے غاصب سے اور مولی وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دیگا اسلیے کہ اوسکا حق واجب نہوا تہا مگر اس حالین کہ مزاحم موجود تہا ہم طحطاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت مین تہا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تہا تو کوئی مزاحم اور منازع اوسکا نہ تہا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ مین آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اوسکو لیگا تاکہ اوسکا حق پورا ہوجاے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارتین خلل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تہا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنی مقتول اول کے وارث کا حق اوسوقت واجب ہوا تہا جبکہ اوسکا کوئی مزاحم نہ تہا ثم رجع المولی بہ علی الغاصب لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب پہر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے بھرلے اسواسطے کہ مولے سے جو لیا گیا اوس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس ہوا وبعکسہ بان جنی عند مولاہ ثم عند غاصبہ لا یرجع المولی علی الغاصب بہ ثانیا لان الجنایۃ الاولی کانت فی ید المالک اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پہر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ بھرلیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت اوسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن فی الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العبد نفسہ ہنا وثمہ ای فی المدبر القیمۃ کما مر اور غلام خالص دونون صورتین یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کی مانند ہے سوای اسبات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور وہان یعنی جنایت مدبر مین قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہوچکا مدبر جنی عند غاصبہ فردہ فغصب ثانیا فجنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہما ورجع بقیمتہ علی الغاصب لکونہما عندہ ودفع المولی نصفہا ای القیمۃ الماخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاولی ورجع المولی بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پہر اوسنے مالک کو پہیر دیا پہر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اوسنے غاصب کے پاس پہر جنایت کی تو اوسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونون مقتولون کے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت بہرلے غاصب سے اسلیے کہ دونون جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوتین اور مولے نصف ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دے اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے بہرلے وام الولد فی کلہا کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتون مین مدبر کی مانند ہے غصب رجل صبیا حرا لا یعبر عن نفسہ والمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات ہذا الحر فی یدہ فجاۃ او بحمی لم یضمن ایک مرد نے ایک صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہین کرسکتا غصب کیا پہر وہ آزاد غاصب کے ہاتھہ مین مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہین غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اوسکے ولی کے ہم یعنی غصب کے معنی مجازی بیان کیے ہین اسلیے کہ آزاد مین غصب ثابت نہین ہوتا ضمان اسواسطے ثابت نہوا کہ موت اگہانی اور تپ آنا ہر مقام مین ممکن ہے مختلف باختلاف اماکن نہین ہے وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب استحسانا للتسبیب بنقلہ لمکان الصواعق او الحیات حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکون قتلا تسبیبا ہدایہ وغیرہا اور اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے تو اوسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب ہے بجلیون یا سانپون کے مکان کیطرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو ایسی جگہ نہیں لیگیا جہاں اکثر تپ اور امراض اکثر رہتی ہین تو ضمان لازم ہوگا تو اوسمین بہی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبیب کا موجب ہونیسے کذا فی الہدایہ وغیرہا قلت بقی لو نقل الحر الکبیر ہذہ الاماکن تعدیا ان مقیدا ولم یمکنہ التحرز عنہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسہ لا لانہ تقصیر منہ وکصغیر کبیر مقید غاصب کہتا ہون باقی رہگئی یہ بحث کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی

شخص اون مکانات کیطرف لیگیا زبردستی یا اسکو قید کرکے اسطرح لیگیا کہ اوسکو بچا نہین سکتا تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اوسکو اپنی ذات کی حفاظت سے روک سکتا تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کی مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی الغایۃ **ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ یحبس الغاصب حتی یجیئ بہ او یعلم موتہ خانیۃ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت الفرقۃ بینہما فانہ یحبس حتی یردہا او تموت خلاصۃ** اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اوسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا اوسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایکمرد کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ دونون مین جدائی پڑگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہین کہ زوجہ کہان ہے تو وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ اوسکو پھیر لا دے یا عورت مرجاے یعنی اوسکی موت معلوم ہوجاے کذا فی الخلاصۃ **امر ختانا لیختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع حشفتہ ومات الصبی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معایاۃ الوہبانیۃ ومن ذا الذی ان مات بجنیتہ فما علیہ اذا ما مات بالموت یشطر** ختنہ کرنیوالیکو حکم کیا تا صغیر کا ختنہ کرے سو اوسنے ختنہ کیا تو اوسکی سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنیوالیکی عاقلہ پر نصف دیت ہی اور اگر وہ نمرا تو اوسکی عاقلہ پر پوری دیت ہی اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب سابق مذکور ہوچکا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہ مسئلہ یون مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہی کہ اگر اوسکا قتیل مریگا تو اوسپر دو واجب ہی جبکہ مرے نصف اوسکا واجب ہو موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہوا اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنیوالا ہی جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہی کمن حمل صبیا علی دابۃ وقال امسکہا لی فسقط الصبی ولم یکن منتسبا فمات کان علی عاقلۃ من حملہ دیتہ ای دیۃ صبی کان الصبی ممن یرکب مثلہ اولا یرکب وتمامہ فی الخانیۃ مانند اوس شخص کی جسنے صغیر کو جانور پر چڑہایا اور کہا جانور کو تہامے رکہہ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اسلیے جانور کو ہانکنا نہ تہا پہر وہ مرگیا تو چڑہانیوالیکی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہی خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے **کصبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ** مانند اوس صغیر کی جسکے پاس غلام ودیعت رکہا گیا سو اوسنے اوسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودوع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دیگا **فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا لہ فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن** پہر اگر صغیر کے پاس کہانا ودیعت رکہا گیا بدون اوسکے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہین ہے سو صغیر نے کہانا کہا لیا تو اوسپر ضمان نہین ہے اسلیے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کر دیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا **وکذا لو اودع عبدا محجورا مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال** اور اسیطرح اگر غلام محجور کے پاس مال ودیعت رکہا گیا سو اوسنے اوسکو تلف کیا تو اوسکا تاوان دیگا آزاد ہونیکے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا **الخلاف لو اعیرا او اقرضا** اور اسیطرح اختلاف ہی اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دیگئی یا قرض دیا گیا ہم یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پہر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہین بالغ ہونیکے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونیکے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہی کذا فی الطحطاوی **ولو کان باذن او ماذونا ضمن بالاجماع** اور اگر عاریت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا **کما لو استہلک الصبی مال الغیر لا ودیعۃ ضمن فی الحال** چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اوسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا فی الحال **قلت وہذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیۃ عن الشلبی ومسکین وکلام الزیلعی فی الملتقی والہدایۃ والزیلعی فیلحفظ** مین کہتا ہون اور یہہ تمام مذکورہ صورتین ہی جبکہ صغیر عاقل ہو ورنہ اگر عاقل نہو تو اوسپر ضمان لازم نہین ہی بالاتفاق اور اوسکی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ مین ہے شلبی اور مسکین سے منقول برخلاف ملتقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کیواسطے شرط ہی عقل صغیر اور عدم شرط ہی اہل مذہب کے طریقے مین

باب القسامۃ

یہ باب ہی قسامہ کے مسائل مین قسامہ القسم مین اختلاف ہی اہل لغت کا بعضون نے کہا ہے اسم ہے قسم کا اور بعضون نے کہا اسم ہی مصدر کا کذا فی الطحطاوی **ہی لغۃ بمعنی القسم وہو الیمین مطلقا**

قسامہ لغت عرب مین بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقاً یعنی خواہ ایک آدمی قسم کہاوے یا دہ وشرعاً الیمین باللہ تعالی بسبب مخصوص
وعدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ اور قسامہ اصطلاح شرع مین قسم ہے اللہ تعالی کے نام کی سبب مخصوص اور عدد مخصوص
کی جہت سے مخصوص شخص پر بنا بر وجہ مخصوص کے اور بیان اسکا عنقریب آتا ہے ہم قسامہ عبارت ان قسمون سے ہے جو پچاس آدمیون سے لیجاوین اور قسامہ کا سبب وجود مقتول کا پایا
جانا ہے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جسکا قاتل معلوم نہین ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہین اور یہ بہی
شرط ہو کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہوا اور رکن اوسکا یہ ہے کہ یون کہے کہ واللہ مین نے اوسکو نہین قتل کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون اور حکم قسامہ کا یہ ہے
کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور مشروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الکفایہ ومختصراً عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ قسامہ
کی خوبی اور اوسکی مشروعیت مین حکمت یہ ہے کہ خون ہدر نہ ہو کیونکہ قتل امر عظیم ہے اور مفت ضائع ہونے سے خون بچے بچین اور جسپر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قصاص سے رہائی
پاوے **میت حر ولو ذمیا او مجنونا بلا بینۃ بہ جرح او اثر ضرب او خنق او خروج دم من اذنہ او عینیہ وجد فی محلۃ او**
وجد بدنہ او اکثرہ من ای جانب کان او نصفہ مع راسہ آزاد مرد جسمین زخم ہے یا مارنے یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون کا بہنا ہے اوسکے
کان یا آنکھ سے وہ ایک محلہ مین پایا گیا یا اوسکا بدن یا اکثر بدن کسیطرف سے یعنی سر کیطرف سے یا پانون کیجانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھ ملا اگرچہ میت مذکور
ذمی یا مجنون ہو کذا فی شرح الوقایہ ہم اگر غلام غائب غیر ملک مولی مین مقتول پایا جاوے تو اوسمین قسامہ ثابت ہے اور قیمت اوسکی واجب ہے تین سالمین چنانچہ خبر بلا لیہ
مین ہے تو اگر شاید آزاد کی قید میت مین لگانا تو بہتر تھا کذا فی الکفایہ **والنص وان ورد فی البدن لکن للاکثر حکم الکل حتی لو وجد اقل**
من نصفہ ولو مع راسہ لا لئلا یتکرر القسامۃ فی قتیل واحد وھو غیر مشروع اور نص اگرچہ بدن مین وارد ہے لیکن اکثر بدن بمنزلہ
تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگرچہ نصف اوسکے ساتھ سر بہی ہو تو قسامہ ثابت نہوگا تاکہ دو بار قسامہ لازم نہو ایک مقتول مین اور تکرار قسامہ
شرع مین ثابت نہین یعنی اگر کمتر از نصف بدن مین قسامہ ہوتا تو ایک شخص مین دو بار قسم کہانیکی نوبت پہنچتی ایکبار اکثر بدن کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بدن کے
ملنے سے اور یہہ شرع مین درست نہین **ولو یعلم قاتلہ اذ لو علم کان ہو الخصم وسقط القسامۃ** اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم
ہوگا تو وہ صاحب خصومت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جائیگا **وادعی ولیہ القتل علی اہلہا ای المحلۃ کلہم او ادعی علی بعضہم حلف خمسون**
رجلا منہم اور وارث میت کا وارث قتل کا دعوی کرے تمام محلے والونپر یا دعوی کرے بعضونپر تو ان شرطون سے اونمین سے پچاس مرد قسم کہاوین **یختارہم**
الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا بان یحلف کل منہم باللہ ما قتلت ولا علمت لہ قاتلا قسم کہاوین اہل محلہ مین سے
پچاس مرد کہ وارث مقتول کا اختیار کرے کہ خدا کی قسم ہمنے اوسکو قتل نہین کیا اور نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہین اسطرح کہ ہر مرد اونمین سے قسم کہاوے کہ واللہ مین نے
اوسکو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون ہم ہر شخص بصیغہ واحد قسم کہاوے نہ بصیغہ جمع اسلیے احتمال ہے کہ فقط ایک ہی شخص نے اوسکو قتل کیا ہو تو وہ بصیغہ
جمع مین وہ سچا ٹہریگا یعنی سب لوگون نے اوسکو نہین مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بہی صیغہ واحد سے ہر شخص قاتل ٹہریگا **لا یحلف الولی وقال**
الشافعی ان کان ثمہ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اہل المحلۃ قتلوہ ثم یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ وقضی مالک بالقود
لو الدعوی بالعمد نہ قسم کہاوے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہان لوث ہو یعنی لگاؤ اور شبہہ ہو تو وارثون سے پچاس بار قسم لیجاوے کہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے
پہر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو ہم لوث یہہ کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال ہو کہ
صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکہتے ہون یا ایک شاہد عادل یا چند شہود غیر عادل گواہی دیتے ہون کہ محلہ والون نے اوسکو قتل کیا ہے
اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکہا کہ یہہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہارے بیچ کی کیا صورت ہے
سو یہودیون نے لکہا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل مین واقع ہوا تہا سو خدا نے موسے علیہ السلام پر کچہہ حکم اتارا تہا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اوس حکم کا [illegible]
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو لکہا کہ خدا نے مجکو بتایا کہ تم مین سے پچاس مرد کو اختیار کرون سو وہ خدا کی قسم کہاوین کہ ہم نے اوسکو قتل نہین کیا [illegible]

نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہیں پہر تم اوسکا خون بہا ادا کرو تو یہود نے کہا کہ تمنے ہم لوگوں میں ناموس یعنی وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدر عن الزیلعی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہی ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہی لیکن نصف حدیث صحاح ستہ میں متفق موجود ہی یعنی مسلم میں تو یوں ہی ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعا علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہوگئی انتہے **ثم قضی علی اھلھا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت الدعوی بقتل عمد وان وقعت الدعوی بخطا فعلی ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلھم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاھر الروایۃ القسامۃ علی اھل المحلۃ والدیۃ علی عواقلھم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ القن توخذ فی ثلث سنین** شرنبلالیہ پہر اہل محلہ کی قسم کے بعد اونپر دیت کا حکم کیا جاوے لیکن نہ ہر طرح کے دعوی میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوی واقع ہوا ہو تو اونپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہی کہ ظاہر الروایۃ میں اہل محلہ پر قسامہ ہی اور اونکے مددگاروں پر دیت ہی یعنی تین سال کے اندر اور اسیطرح غلام مقتول کی قیمت تین سالمین لیجاویگی کذا فی الشرنبلالیہ **وان لم یتم العدد کرر الحلف علیھم لیتم خمسین یمینا** اور اگر اہل محلہ میں ۵۰ مرد کا شمار پورا نہو تو مکرر قسم لیجاوے اونسے تاکہ پچاس قسمیں پوری ہو جاویں **وان تم العدد واراد الولی تکرارہ لا** اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نلیجاویگی **ومن نکل منھم حبس حتی یحلف علی الوجہ المذکور ھنا ھذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطا فیقضی بالدیۃ علی عاقلتھم ولا یحبسون ابن کمال معزیا للخانیۃ** اور جو شخص اونمیں سے قسم نکہاوے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ قسم کہاوے اسطرح جو یہاں مذکور ہوچکی یہہ حکم ہی قتل عمد کے دعوی میں اور قتل خطا میں تو اونکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہی **ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اھل المحلۃ** اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اوسکی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہوگیا **ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامرأۃ وعبد** اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانی اور عورت اور غلام پر ہے اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہی مددگاروں پر **لا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل لان القتیل عرفا ھو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وانہ مات حتف انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد** اور نہ قسامہ ہی نہ دیت اوس میت میں جسمیں قتل اور ضرب کا کچہہ نشان نہیں اسلیے کہ وہ مقتول نہیں ہی کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہی جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہی اور تاوان تابع ہوتا ہی عبد مکلف کے فعل سے **او یسیل دم من فمہ او انفہ او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منھا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین** یا خون بہتا ہو میت کے مونہہ یا ناک یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہی ان مکانوں سے عادت میں بدون فعل انسان کے برخلاف کان اور آنکہہ کے **او نصف منہ ای ولا قسامۃ فی نصف میت شق طولا او اقل منہ ای من نصفہ ولو مع الرأس لعامر** یا اوسکی نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اوس نصف بدن میں جو طول میں پہاڑا گیا یا نصف سے کمتر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھہ سر بہی ہو بدلیل گذشتہ کے یعنی مذکور ہوچکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں **او علی دابتہ ای المیت حیۃ ملتویۃ لان الظاھر انہ مات بھا بزازیہ** یا میت کے گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہی تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال یہی ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہی کذا فی البزازیہ **وما تم خلقہ ککبیر ای وجد سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ وفی الظھیریۃ ما یخالفہ** اور جسکی پیدایش پوری ہوچکی وہ بڑے آدمی کی برابر ہے یعنی تندرست بچہ پیٹ سے گرا پایا گیا جسمیں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہی اور ظہیریہ میں اسکی مخالف ہی یعنی اسمیں قسامہ اور دیت نہیں **فان ادعی الولی علی واحد من غیرھم کان ابراء منہ لاھل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنھم** پہر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہہ اوسکی طرف سے ابراء ہی اہل محلہ کو اور اونکے

وہ علاوہ قسامہ اونکے اوپر سے ساقط ہوگی وان ادعی الولی علی معین منهم لا تسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والون مین
سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو اون سے قسامہ ساقط نہین ہوتا اور قول ضعیف یہ ہی ساقط ہو جاتا ہے ھ قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے
مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار
کانہ فی دارہ ایک مقتول سے اوس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگارون پر ہے
نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ مقتول اوسکے قبض او تصرف مین ہے تو گویا اوسکے گھر مین ہو ولو اجتمع فیہا سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم
جمیعا وان لم تکن ملکا لہم عملا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا یجب علی السائق الا اذا
کان یسوقہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور مین سائق اور قائد اور راکب تینون مجتمع ہون تو دیت اُن سب پر ہے اگرچہ جانور اُنکا مملوک
نہو بنا بر اونکے قبضہ و تصرف کے اور بعضون نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضون نے کہا کہ ہانکنے
والے پر واجب نہین مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ مین وان لم تکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل المحلۃ
التی وجد القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ اُن محلے والون پر ہے جنکے محلہ مین مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت
دابۃ علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان
یذرع فوجد الی احدہما اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا
جسپر مقتول ہے دو گانؤن یا دو قوم کے درمیان تو جو اون مین نزدیکتر ہوگا اوسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت
ہے کہ حضرت نے اوس مقتول مین جو دو گانؤن کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونونکی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانؤنکی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا
تو اونہین لوگونپر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونو گانؤن برابر ہون بلا کم و کاست تو دونو پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہین ہے کذا فی القہستانی
ھ قرب کا اعتبار اوسوقت ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ مین یون مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانؤنکی زمین مین
لیکن وہ متصل ہے دوسری گانؤن کے گھرون سے تو اگر زمین ملک ہے تو مالک پر قسامہ ہے اور نہین تو نزدیکتر پر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہان اعتبار
ہے جہان زمین کسیکی مملوک نہین کذا فی الطحطاوی عن الشلبی یشترط سماع الصوت منہم ہکذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ و
عبارۃ الدرر حکایۃ عن الکافی یسمعون صوتہ لانہ حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیکتر اہل قریہ پر قسامہ اور
دیت ہے بشرطیکہ اونکی آواز سُن پڑتی ہو اسیطرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یون ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سُن پڑتی ہو اور درر کی
عبارت کافی سے یون منقول ہے کہ اہل قریہ اُسکی آواز سُنتے ہون اسواسطے کہ سماعت آواز کے وقت فریادرسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری مین منسوب بہ
تقصیر ہونگے ھ طحطاوی نے کہا کہ دونون عبارتون کا مآل ایک ہی ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہنچتی ہوگی تو غالبًا مقتول کی آواز بھی گانؤن
تک پہنچیگی والا بان کان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا
اور نہین تو نہین یعنی اگر مقتول ایسے مکان مین کہ اوسکی آواز نہ سُنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اوسکی مددگاری لازم نہین تو وہ منسوب بتقصیر نہونگے تو وہ تقدیرًا
قاتل بھی نہ ٹھہرائے جاوینگے ھ یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی اونہون نے مدد نکی تو گویا وہی اوسکے قاتل ٹھہرے لہذا اونپر
دیت لازم ہوتی پھر جب وہ ایسے بعید مکان مین مقتول ہوا کہ اوسکی آواز گانؤن تک نہین پہنچ سکتی تو وہ عدم نصرت مین معذور ہین تو اونکی تقصیر ثابت نہوئی
تو خونبہا بھی اونپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی
عاقلتہم وکذا لو موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا للولوالجیۃ والبزازیۃ
قلت وسیجیء التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا ملک فیہ لاحد ولا ید

بعد مراعات ہوگی اس مکان کے حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامت واجب ہوگا اوسکے مالکون پر اور دیت واجب ہوگی انکے
مددگارون پر اور اسیطرح اگر وہ مکان جسمین لوگون پر وقف ہوگا تو مستحقون پر قسامہ ہے اور دیت انکے مددگارون پر ہے اسلئے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا
اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین ولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین درر وغیرہ کی پیروی سے تو
اسوقت مین قرب مکان کا کچھہ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول اوس مکان مباح مین پایا جاوے جسمین نہ کسیکی ملک ہو نہ قبض اور تصرف ہم محیط سرخسی مین ہے
کہ جب مقتول بیابان مین ملا تو اگر وہ کسیکا مملوک ہو تو قسامہ اور دیت مالک اور اوسکی قوم پر ہے اور اگر کسیکی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی
شہر سے تو انپر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سنی پڑتی ہو تو اگر اوس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھاس سے تو دیت اوسکی بیت المال سے دیجاے
اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھہ فائدہ نہین ہوتا تو اوسکا خون رائگان ہے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر بیابان مین مقتول پایا جاے اور اوسکے قرب مین آبادی نہو
کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ والاعتبار فی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے
والمراد بالولایۃ والید الخصوص ولو لجماعۃ یحصون فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد بدائع اور ولایت اور قبض سے
جو اوپر مذکور ہوئی ہین ولایت اور قبض خاص مراد ہو اگرچہ قبض جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اوس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامہ ہے
نہ دیت کذا فی البدائع لکن سیجیئ وجوبہا فی بیت المال فتأمل لیکن وجوب دیت کا بیت المال مین عنقریب آویگا سو تامل کر ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر
بدائع کے نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجئے تو وجوب بیت المال سے کچھہ منافات نہین والمراد بالید ایضا الید المحققۃ واما الاراضی التی لہا مالک
اخذہا والی ظلما فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہہ بھی ہے
کہ قبض اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینون کے مالک ہین پر حاکم نے زبردستی اونکو چھین لیا ہو تو لائق بقواعد فقہ کے یہہ ہو کہ اوسکے
اندر مقتول کا خون رائگان ہو اسواسطے کہ غاصب پر دیت نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے مذہب کی روایت سے
وان مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین یجب الدیۃ فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہ الغوث
کذا فی الولوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمانون کے قبضے مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال مین اوسوجہہ سے جو ہمنے یہہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ
وہان سے آواز سنی جاتی ہو تو فریادرسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیۃ ہم محیط سرخسی سے نقل ہو چکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہان سے آواز مسموع
نہوتی ہو تو شارح کی یہہ تعلیل بلاوجہہ ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منہا ای من
اہل القریۃ فہی علیہ علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت فہذا صریح فی ان القرب
انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہا لاربابہا وسیجیئ متنا فتنبہ اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر مقتول پایا جاے
ایکمرد کی اوس زمین مین جو ایک گانون کے طرف متصل ہے اور مالک زمین اوس گانون کا رہنے والا نہین ہے تو دیت اوسکی ملک مین پڑیگی نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ
اعتبار ملک اور تصرف کا ہوا انتہے انی بالولوالجیۃ مین کہتا ہون تو یہہ روایت صریح ہے اسمین کہ قرب مکان اوسیصورت مین معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاے زمین مباح
مین نہ مملوک اور موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اوسکے لوگون پر ہے اور عنقریب یہہ مسئلہ متن مین آویگا تو آگاہ رہنا وان وجد فی دار انسان
فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضورا دخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر مین تو اوسپر قسامہ اور
اگر اوسکے مددگار موجود ہین تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہا لہ بالحجۃ کما
سیجیئ وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اوس آدمی کے مددگارون پر اگر ثابت ہو جاے کہ وہ لوگ اوسکے مددگار ہین اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر
اوسکے مددگار نہین ہین تو اوسی آدمی پر دیت واجب ہے ہم حجت سے مراد گواہ ہین یا مددگارون کا اقرار وہی الدیۃ والقسامۃ علی اہل الخطۃ الذین
خط لہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور وہ یعنی دیت و قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط کھینچکر ملکیت کا ابتدا

فتح اسلام مین گو جہہ او نمین سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو ھم خطہ بالکسر عمارت سے مکان مجید سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہین جو مالک ہوئے زمین کے جب کہ
امام نے شہر فتح کیا اور اوسکو غازیون مین بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھہ دیا تاکہ اونکے حصے جُدے جُدے ہو جاوین کذا فی العینی دون السکان و
المشترین وقال ابو یوسف کلھم مشترکون ۔ وہانکے رہنے والے اور خریدار ہونپر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور
قسامہ مین شریک ہین فان باع کلھم فعلی المشترین بالاجماع پہر اگر وہان کے سب مالکون نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریدارونپر واجب
ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعض اکثر فھی علی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اوس گھر مین
جو مشترک ہی درمیان ایک قوم کے بعضونکا حصہ زیادہ ہی تو قسامہ اور دیت آدمیونکی شمار پر ہے شفعہ کی مانند ھم مثلا ایک شخص کا حصہ آدہا ہی اور دوسریکا
دسوان اور تیسریکا باقی تو قسامہ اور دیت اونکی عاقلہ پر تین تہائی برابر ہے اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک خطہ اور تدبیر مین برابر ہین کذا فی الطحطاوی سے
وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیھا قتیل فعلی عاقلۃ البائع ثم اور اگر گھر بیع ہوگیا اور ہنوز مشتری کے قبضہ مین نہین آیا کہ اوسمین مقتول
پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید خلافا لھما اور بیع بشرط خیار مین صاحب قبض کی عاقلہ
پر دیت اور قسامہ ہی برخلاف صاحبین کے ھم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونونکا ولانہ لم یعقل عاقلۃ حتی یشھد الشھود انھا ای الدار
التی فیھا قتیل لذی الید ولو ھو القتیل کما سیجئ اور عاقلہ یعنی مددگارونپر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی ندین اسکی کہ جس گھر مین مقتول ہی
وہ قابض اور متصرف شخص کا ہی اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنی اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اوسکی عاقلہ پر دیت لازم نہوگی جبتک
گواہون سے ذی الید کی ملک ثابت ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان بہ لم تدِ عاقلتہ ولا نفسہ درر اور عاقلہ پر وجوب دیت کیواسطے فقط قبض
اور تصرف بدون شہادت کے کفایت نکریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت ندیگا اور نہ قابض
مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر معللا بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ بشئ صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے
یہہ علت بیان کرکے کہ کچھہ دیت کا واجب کرنا وارثونپر وارثون کیواسطے ممکن نہین ھم مقتول کا گھر ظہور قتل کیحالتمین وارثونکا ملک ہوگیا اور وارثون
کے مددگار اوسکے متحمل ہوتے ہین جو وارثونپر واجب ہوتا ہی تا وارثونپر تخفیف ہو تو اگر مددگارونپر دیت واجب ہو اور وارثون کی ملی تو گویا وارثون کا
ضرر ہوا وارثون کے نفع کیواسطے اور یہہ ممکن نہین صاحب درر نے یہہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہی اور امام کا یہہ مذہب ہے کہ وارثونکی عاقلہ پر
دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کیطرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہہ مسئلہ متن اور شرح مین آیندہ بہی مذکور ہوگا ثم الورثۃ یخلفونہ فیکون الایجاب
علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پہر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہین تو ایجاب دیت کا وارثونپر ہوتا ہے میت کے نفع کیواسطے
نہ وارثون کے نفع کیواسطے چنانچہ بعضون نے یہہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب مین قلت وقد یقال لما کان لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی
لقوۃ الشبھۃ فتامل مین کہتا ہون جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہین دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سوای اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی
عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ علی من فیھا من الرکاب والملاحین
اتفاقا لانہ فی ایدیھم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ مین تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدر) ان لوگونپر ہے جو ناؤ کے اندر سوار ہین اور ملاحونپر بالاتفاق
اسواسطے کہ کشتی اونکے قبضہ مین جانور کی مانند ہی ھم وجوب دیت مین مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کھینچنے والے سب برابر ہین وکذا العجلۃ
حکمھا کالفلک اور اسیطرح گاڑی کا حکم کشتی کی مانند ہی یعنی اوسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارونپر ہے وفی مسجد محلۃ و
شارعھا الخاص باھلھا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ منلا خسرو واقرہ المصنف علی اھلھا اور اگر
مقتول پایا گیا محلہ کی مسجد مین اور محلہ کے کوچہ مین تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمین فقط اہل محلہ آتے جاتے
ہون چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر مین مذکور کی ہے اور مصنف نے اسیکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے

کذلک

ہم ملا خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہین جیسا کہ شارح نے سمجھا ہو اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنی راہ کی دو قسمین بیان کی اسطرح کہ راہ دو قسم ہی
ایک تو شارع محلہ ہے جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور کاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہون اور دوسرا شارع عام جسمین جمیع
طوائف برابر ہون جیسے بازار و نکی راہین اور خارج شہر کی راہین انتہے تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہین قرار دیا ہی ابن کمال کی مانند طحطاوی نے
کہا تو تحقیق یہہ ہے کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنی شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہی اور شارع عام مین بیت المال پر
دیت ہی مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز پڑھتے ہون تو وہان قسامہ اور دیت مسجد کے بنانیوالے پر ہے اور اگر بانی معلوم
نہو تو متصل گہر کے مالک کی عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی وسُوقٍ مملوكٍ على الملّاكِ وعند أبي يوسف على السّكّانِ ملتقى اور اگر مقتول پایا
گیا مملوک بازار مین تو اوسکے مالکونپر قسامہ اور دیت ہی اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والونپر واجب ہی کذا فی الملتقی وفی غیرہ ای
غیرِ المملوكِ والشّارعِ الأعظمِ هو النّافذُ والسّجنِ والجامعِ وكلِّ مكانٍ يكونُ التّصرّفُ فيه لعامّةِ المسلمين لا لواحدٍ
منهم ولا لجماعةٍ يُحصَون لا قسامةَ ولا ديةَ على أحدٍ ابن كمال وإنّما الدّيةُ في بيتِ المالِ لأنّ الغُرمَ بالغُنمِ اور اگر قتیل
پایا گیا بازار غیر مملوک مین اور شارع اعظم یعنی شاہراہ کشادہ مین اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اوس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہے
نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامہ نہین اور نہ کسی پر دیت ہو کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال
مین ہے اسواسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے ھ یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور مجلس اور شاہ راہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی
اونپر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال سے جو سب مسلمانون کیواسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال
ہی تو سب مسلمان اوسمین شریک ہین سو خدا کی لعنت اون ظالمونپر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اوسکے مستحقونکو محروم رکھتے ہین نہر اقول یجبُ
التّنبّهُ فيما ذُكر على بيتِ المالِ إن كان نائيًا أي بعيدًا عن المحلّاتِ وإلّا يكن نائيًا بل قريبًا منها فعلى أقربِ المحلّاتِ إليه الدّيةُ
والقسامةُ لأنّه محفوظٌ بحفظِ أهلِ المحلّةِ فتكونُ القسامةُ والدّيةُ على أهلِ المحلّةِ پہر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول
کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکور یہہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور ہم
ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون اونسے تو جو وہانسے قریب تر محلہ ہوگا اوسپر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ
کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وكذا في السّوقِ النّائي إذا كان من يسكنُها في اللّيالي اور اسیطرح کا حکم ہی
بازار بعید مین جبکہ لوگ اوسمین رات کو رہتے ہون یعنی دنکی سکونت کا اعتبار نہین أو كان لأحدٍ فيها دارٌ مملوكةٌ تكونُ القسامةُ والدّيةُ
عليه لأنّه يلزمُه صيانةُ ذلك الموضعِ فهو موصوفٌ بالتّقصيرِ فيجبُ عليه موجبُ التّقصيرِ كما في العنايةِ معزيًا للنّهايةِ قلتُ وبه
أفتى المرحومُ أبو السّعودِ مفتي الرّومِ واعتمدَه المصنّفُ وإن خلا عنه المتونُ لأنّه مصرّحٌ به في غالبِ الفتاوى والشّروحِ فليحفظ
یا کسیکا اوس بازار بعید مین گہر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اوسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اوسکو حفاظت اوس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر
ہوگا تو اوسپر تقصیر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ مین ہی نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسیکا یعنی وجوب قسامہ اور دیت
کا اقرب محلات پر (کذا فی الطحطاوی عن المصنف) فتوی دیا ہی مرحوم ابو سعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہی اس متن مین اگرچہ متون
فقہ کے وجوب اقرب محلات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہہ شرط مفصل موجود ہی اکثر فتاوون اور شرحون مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وكذا لو وُجد في
بَرّيّةٍ أو في وسطِ الفراتِ إذا كان يمرُّ به الماءُ لا محتبسًا كما سيجيءُ إذ لا يدَ لأحدٍ وقيل إذا كان موضعَ انتفاعِ ما يُنسَب في
دارِ الإسلامِ تجبُ الدّيةُ في بيتِ المالِ لأنّه في أيدي المسلمين ابن كمال اور بد وجوب دیت خون رائیگان ہی اگر مقتول پایا جاوے
جنگل مین اور دریای فرات کے درمیان بشرطیکہ مقتول کو پانی بہا ہو لیجاتا ہو اور اوسکی محتبس نہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائیگان ہوا کہ

وہان کے سبب سے صرف نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام میں ہو تو دیت اوسکی بیت المال میں واجب ہوگی اسلئے کہ وہ دار الاسلام مسلمانون کے قبضہ میں ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم فرات کا ذکر تخصیص کیواسطے نہیں ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ
وان کان فی نہر صغیر ہو ما یستحق بہ الشفعۃ علی اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اوسکے مقتول مین اگر نکھے تو مالکون نہر پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا اونکی خصوصیت کیوجہ سے جو نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اوس نہر صغیر مین ہوتا ہے جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضون نے کہا جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الطحاوی ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کالمرد سیجی او کانت قریبۃ من القریۃ او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المالک او ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی
اور اگر جنگل ملک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آویگا یا جنگل قریب ہو گانون سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ہم عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہے ولایت مین اہل مواشی اکثر خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل مین کبھی اوس جنگل مین جیسے سمتہ ولتان مین کنجر کی قوم ولو وجد قتیلا بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی واقرہ المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض والقری الیہ والا لا کما مر اور اگر مقتول ڈگر راہ ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے پر یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ مین اتنا زیادہ کیا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والونکی وہان آواز پہنچتی ہو اور اگر آواز وہانتک نہ پہنچتی ہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیء ولا علی اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق وبری اہل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ - اور اگر ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑکر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا اوس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انمین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اوس قوم پر تاوقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ وارث مدعی کا قول اوسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہو اہل قسامہ سے اوسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہ یون قسم کہا ہے کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون سوا زید کے اور اوسکا قول مقبول نہوگا اوس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وتبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما او بقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہے برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل تہمت کے سبب سے ہم یعنی ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلہ والونکے سوا اور قوم نے اوسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اوسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو اگر غیر پر ڈالین تو وہ متہم ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی العینی ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اوٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اوسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف

کے کہ قسامہ اور دیت نہیں اوپر فلو متعہ جریح به رمق فحمله انسان الی اهله فمکث مدة فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف وفی قیاس
قول ابی حنیفة یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی تھا جسکی زندگی کی رمق باقی ہے سو اوسکو دوسرا شخص اپنے گھر اوٹھا لایا سو وہاں ایک مدت تک پڑا
رہ کر مر گیا تو اوٹھانیوالا ضمان نہ دیگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اسواسطے کہ اوسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اوسکے
پاس زخمی کا ہونا ایسا ہی جیسے محلہ میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدهما قتیلا ضمن الآخر لان الظاهر ان
الانسان لا یقتل نفسه دیته عند ابی حنیفة خلافا لمحمد بدون تیسرے شخص کے دو مردوں میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اوسکی دیت کا
ضمان دیگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف محمد کے یعنی اونکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ
شاید اوسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریة امرأة کرر الحلف علیها وتدی عاقلتها وعند ابی یوسف القسامة علی
العاقلة ایضا اور عورت کے گانوں کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنی ۵۰ بار اور عورت کی مددگار دیت دینگی اور ابو یوسف کے نزدیک
مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں صغیر کی مانند اور طرفین کی یہہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے
واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأة تدخل فی التحمل مع العاقلة فی هذه المسئلة کذا فی
الملتقی وهو الاصح ذکره الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی اور یہی قول
صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلئے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ میں
کہا کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسیصورت میں داخل نہیں سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی ولو وجد قتیل فی دار نفسه
فالدیة علی عاقلة ورثته عند ابی حنیفة وعندهما وزفر لا شیء فیه ای فی القتیل المذکور وبه یفتی کذا ذکره منلا خسرو
شارحا صدر الشریعة وتبعهما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اوسکے وارثوں کی عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک
اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھہ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے جو دونوں کا تابع ہے
جسکی صدر الشریعہ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعہ دونوں کا تابع ہوا ہے وخالفهما ابن الکمال فقال لهما ان الدار فی یده حین
وجد الجرح فیجعل کانه قتل نفسه فیکون هدرا وله ان القسامة انما تجب بظهور القتل وحال ظهوره الدار لورثته فیجب علی عاقلتهم
اور صدر الشریعہ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو اون کہا ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا
تو یہہ قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اوسکا رایگان ہوا اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے
اور قتل ظاہر ہونے کیوقت یہ گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی عاقلہ وارثوں کی عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلة انما یتحملون ما یجب علی الورثة
تخفیفا لهم ولا یمکن الایجاب علی الورثة لان الایجاب لیس للورثة بل للمقتول حتی یقضی منه دیونه وتنفذ وصایاه
ثم یخلفه الوارث فیه وهو نظیر الصبی والمعتوه اذا قتل اباه تجب الدیة علی عاقلته وتکون میراثا للعاقلة یوں نہ کہا جاویگا کہ عاقلہ تو اوسی مال کی
متحمل ہوتی ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں ہوا وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے کیواسطے اسلئے کہ اس سوال کا یوں
جواب دیا جاویگا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لئے نہیں ہے بلکہ مقتول کیواسطے ہے تا اینکہ اوسی مال سے مقتول کے دین ادا کئے جاویں اور اوسکی وصیتیں
اوسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اوس مال میں اور یہ تو صغیر اور مدہوش کی مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو قتل
کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو غیر وارث ہونا ولو وجد فی ارض موقوفة او
دار کذلک یعنی موقوفة علی ارباب معلومة فالقسامة والدیة علی اربابها لان تدبیره الیهم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا
اسیطرح وقف کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر اونہیں لوگوں پر ہے نہ ساکنان کا

الارض او الدار موقوفة على المسجد فهو كما لو وجد فيه اى فى المسجد زيلعى ودرر وسراجيه وغيرها و قد قدمناه
اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہ میں ہے اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول
ذکر کر دیا ہے ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اوسکا حکم مسجد محلہ کی مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اوسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقييد
بكون الارباب للموقوف عليهم معلومين يخرج غير المعلومين كما لو كان وقفا على الفقراء والمساكين فان الظاهر ان الدية تكون
فى بيت المال لانه حينئذ تكون من جملة ما اعد لمصالح المسلمين فاشبه الجامع قاله المصنف بحثا میں کہتا ہوں اور موقوف
علیہم لوگون معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی ہے تاکہ غیر معین لوگون پر جو وقف ہو نکلجاوے چنانچہ فقیرون اور غیر معین محتاجون پر وقف ہو تو ظاہر ایسا معلوم
ہے کہ وہان کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت میں ہوگا منجملہ ان اشیا کے جو مصالح مسلمین کیواسطے مہیا ہین تو جامع مسجد
کے مشابہ ٹھہرا یعنی اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اسکی بھی بیت المال میں ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے نہ روایت
کے طریق سے ولو وجد فى معسكر فى فلاة غير مملوكة ففى الخيمة والفسطاط على من يسكنهما اور اگر مقتول پایا گیا اوس لشکرگاہ میں جو بیابان
غیر مملوک میں واقع ہے تو اگر خیمہ اور پال میں مقتول ہو تو اوسکے رہنے والون پر قسامہ اور دیت ہو و فى خارجهما اى الخيمة والفسطاط
ان كانوا اى ساكنوا خارجهما قبائل فعلى قبيلة وجد القتيل فيها اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والی قوم قوم
ہون تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اوسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بين القبيلتين كان حكمه كما مر بين القريتين اور اگر دو قوم کے درمیان
پایا گیا تو اوسکا حکم ویسا ہی جیسا درمیان دو گانون کا حکم مذکور ہو چکا یعنی اگر جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اوسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونون برابر
ہین تو دونون پر واجب ہے ولو نزلوا جملة مختلطين فعلى كل العسكر اور اگر لشکری لوگ ملے جلے مختلف اترے ہین تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو
كانوا قد قاتلوا عدوا فلا قسامة ولا دية ملتقى اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑے ہون اور وہان مقتول پایا گیا تو قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقی
ولو كانت الارض التى نزلوا فيها العسكر مملوكة فعلى المالك فيها بالاجماع لانهم سكان ولا يزاحمون المالك فى القسامة والدية درر لكن فى
الملتقى خلافا لابى يوسف اور اگر وہ زمین جسمین لشکر اترا مملوک ہو تو اوسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہان ساکن ہین
مالک زمین کے مزاحم نہین قسامہ اور دیت میں کذا فی الدرر لیکن ملتقی میں خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو لگا رہنا یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہین
وفيما لو وجد فى قرية لايتام لم يكن على الايتام قسامة وهى على عاقلتهم لانهم ليسوا من اهل اليمين ملتقی میں ہے کہ اگر مقتول
پایا گیا یتیمون کے گانو میں تو یتیمون پر قسامہ نہین اور وہ یعنی قسامہ ہے اونکی عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہین وان كان فيهم
مدرك فعليه لانه من اهل اليمين ولوالجيه اور اگر یتیمون میں کوئی بالغ ہو تو اوسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہے کذا فی
الولوالجیة **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو وجد فى دار صبى او معتوه فعلى عاقلتهما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو
انکے مددگارون پر قسامہ اور دیت ہے ولو فى دار ذمى حلف خمسين يمينا ودى من ماله ولو تعاقلوا فعلى عاقلته اور اگر مقتول
پایا گیا ذمی کے گھر میں تو وہ قسمین کھاوے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیون کی عاقلہ ہوتی ہون تو وہ یعنی یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت
واجب ہوگی ہم یہودی یون قسم کھاتا ہے کہ اوس خدا کی قسم ہے جسنے توریت اوتاری میں نے اوسکو نہین مارا اور نہ میں اوسکے قاتل کو جانتا ہون اور
نصرانی قسم خدا کی کھاتا ہے جسنے انجیل اوتاری کذا فی الطحاوی ولو مر رجل فى محلة فاصابه سهم او حجر فلم يدر من اين وقع فمات منه فعلى
اهل المحلة القسامة والدية سراجيه اور اگر کوئی ایک محلہ میں سے گذرا اور اوسکو تیر لگا یا پتھر اور اوسکو معلوم نہین کہ کدہر سے آیا اور وہ اوسی صدمہ
سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیہ وفى الخانيه وجد بهيمة او دابة مقتولة فلا شىء فيها اور خانیہ میں ہے کہ چوپایا
یا جانور مقتول پایا گیا تو اوسمین قسامہ اور دیت کچھ نہین ہے وان وجد مكاتب او مدبر او ام ولد قتيلا فى محلة فالقسامة والقيمة على

عواقلهم في ثلث سنين اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پایا محلہ میں تو قسامہ اور اسکی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے
تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتيلا في دار مولاه فهدر الا مديونا فقيمته على مولاه لغرمائه حالة والا مكاتبا فقيمته
على مولاه مؤجلة اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اوسکا رائگان ہے مگر یہہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اوسکی قیمت اوسکے
مالک پر واجب ہے بالفعل اوسکے قرض دینے والونکے لیے اور بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اوسکی قیمت اوسکے مالک پر واجب ہے
تین سال کی مدت میں ھ مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جاے اور اوسکی آزادی کا حکم کیا جاے اور جو بدل کتابت دیکر باقی رہے وہ اوسکے وارثوں
کی میراث ہے کذا نے العالمگیریہ ولو وجد المولى قتيلا في دار عبده مديونا او لا فعلى عاقلة المولى اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام
ماذون فی التجارة کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتيلا في دار ابيه
او المرأة في دار زوجها فالقسامة والدية على العاقلة ولا يحرم من الميراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں
یا عورت اپنی زوج کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم ونستغفر اللہ الکریم

کتاب المعاقل

یہہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان میں جمع معقلہ بفتح فسکون فضم ۔ یعنی معاقل جمع ہے معقلہ کی
بفتح میم سکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کے جمع مکارم ہے وهي الدية وتسمى عقلا لانها تعقل الدماء من ان تسفك اي تمسكها و
منه العقل لانه يمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین وسکون قاف بھی کہتے ہیں یعنی اسواسطے کہ عقل بمعنی منع ہے اور دیت
خونوں کو باز رکھتی اور روکتی ہے خونریزی سے و باینمعنی دانش اور خردمندی کو عقل کہتے ہیں اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے
ھ جبکہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی اور حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھہ ذکر نہیں بلکہ انکا ذکر ہے جنپر دیت واجب
ہے جسکو عاقلہ کہتے ہیں تو بجاے کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا صواب ہے چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواقل کہا ہے بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہے
کہ کلام میں مضاف محذوف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا في العطاء مختصرا والعاقلة اهل الديوان وهم العسكر وعند
الشافعي اهل العشيرة وهم العصبات اور عاقلہ یعنی جنپر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے
نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہیں ھ دیوان عبارت ہے اون اوراق سے جنمیں اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ
لکھا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد و انکار
چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگان نہیں ہو سکتی اور قاتل خطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا اوس سے
مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اوسپر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہو جاے تو قاتل کی عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز میں اپنی
قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھہ پرواہ نہیں کرتا اور یہہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنی انصار اور حامیوں کے بہروسے پر تو مددگار خطاکار ٹہرے
مددگاری میں کیونکہ وہی تو سبب ہیں اوسکی بیباکی اور تعدی کے تو اونکی تقصیر ثابت ہے کہ خطی کو اونہون نے کیون محفوظ نہ رکہا اور احتیاط کی سعی تو انہیں پر دیت
کا ڈالنا ادنی اور انسب ہوا عینی نے شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا ہم جواب دینگے کہ یہہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آنجناب نے اہل نسب پر
دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا نسوان اور صبیان اہل نسب پر دیت نہیں ہے اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں ہیں پھر جب عمر
فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھہ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹہرے گو تو یہہ نسخ نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے ولو کان
منهم اہل لشکر عاقلہ ہیں اور اونکو جو اونمیں سے ہے یعنی سپاہی لشکری کے نہ ہر قاتل کے بھی جیسے رسالہ اور جیسے پلٹن میں قاتل ہو گا انہیں پر دیت واجب
ہوگی فيؤخذ عليهم كل دية وجبت بنفس القتل خرج ما انقلب مالا بالصلح او بشبهة كقتل الاب ابنه عمدا فانه في ماله كما مر في الجنايات

کتاب المعاقل

سو اہل لشکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہہ کیوجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات مین ھ نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہے قتل شبہ عمد مین اور قتل خطا مین اور جاری مجرای خطا مین چنانچہ اسکی تصریح کتاب الجنایات مین مذکور ہو چکی فتوخذ من عطایاھم او من ارزاقھم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق مایفرض فی بیت المال بقدر الحاجۃ والکفایۃ مشاھرۃ اومیاومۃ والعطاء مایفرض فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل لصبرہ وعنائہ فی امر الدین سو دیت لیجاوے گی اہل لشکر کی عطا سے یا اونکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق مین یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطا وہ ہے جو بیت المال سے معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اسکی شکیبائی اور ضبطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام مین فی ثلث سنین من وقت القضاء وکذا ما یجب فی مال القاتل عمداً بان قتل الاب ابنہ یوخذ فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی یجب لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجاوے گی تین سالین قاضی کے حکم کرنیکے وقت سے یعنی جبسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اوسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور ایسے ہی دیت واجب ہے قاتل عمد کے مال مین یس طرح کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سالین دیت لیجاوے گی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی ھ قضا کے بعد سنین مستقبلہ کی عطا سے دیت لیجاوے گی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پہر لشکریونکو قضا کے بعد حاصل ہو تو اوس سے دیت نہ لیجاوے گی اور اگر دس آدمیون نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسوان حصہ تین سالین واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی فان خرجت العطایا فی اکثر من ثلث او اقل توخذ منہ لحصول المقصود پہر اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدتین یا کمتر مدت مین بیت المال سے نکلو تو اوسی سے دیت لیجاوے گی مطلب حاصل ہونیکے سبب سے ھ یعنی اگر تین سال آیندہ کی عطا ایک ہی سالین ملے تو تمام دیت اوسی سے لیجاوے گی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایکسال کے تین مہینے مین ملا تو اوس سے دیت نہ لیجاوے گی اسلئے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اوسمین سے لیا جاوے تو اوسکو تکلیف اور حرج ہوگا برخلاف عطا کے کذا فی المجتبے وان لم یکن القاتل من اھل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ واقاربہ وکل من یتناصر بہ تنویر الابصار اور اگر قاتل لشکری نہین ہے تو اسکا عاقلہ اوسکا قبیلہ اور اوسکے قریب لوگ ہین اور جن لوگون سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر الابصار ھ قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے عصبات نسبیہ سے یعنی یک جدی لوگ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت مین تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ ایسے ہون کہ جب اونمین سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اوسکی کفایت اور مددگاری کیواسطے مستعد ہو جاتے ہون تو وہی لوگ اوسکی عاقلہ ہین اور اگر اوسکے مددگار چند قسم کے لوگ ہین لشکر والون سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولے ہین پہر اونکے بعد برادری پہر اہل محلہ پہر بازاری لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہے کہ نہ اوسکا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو اوسکی دو صورتین ہین یا اوسکے مقتول کی دیت بیت المال مین ہے یا خود اوسکے مال میں کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف وتقسم الدیۃ علیھم فی ثلث سنین ای السنین بمعنی العطیات قہستانی طحطاوی اور دیت تقسیم کیجاوے گی اونپر تین سال کے اندر پہر جاننا چاہیے کہ سنین بمعنی عطیات کے ہے کذا فی القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ طحطاوی نے کہا ثم السنین بمعنی العطیات ذکرہ الداماد نہین اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا مین یہہ مضمون مذکور ہو گیا لا یوخذ فی کل سنۃ الا درھم او درھم وثلث ولم یزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی اربعۃ علی الاصح اصلیا سو دیت ہر سال مین مگر ایکدرم یا ایکدرم اور تہائی درم کی اور زیادہ نہ لیا جاویگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت مین چار درم سے بنا بر صحیح تر قول کے ھ اگر ہر شخص سے ایکدرم لیا گیا تو ہونگی تین سال مین تین درم ہوتے اور اگر ایکدرم اور تہائی درم کی لیگئی تو چار درم ہوئے طحطاوی نے کہا یہہ قول صحیح نزد محمد سے منصوص ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر سالین ہر شخص سے چار درمون سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تتسع القبیلۃ لذلک ضم الیھم اقرب القبائل نسباً علی ترتیب العصبات پہر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی یک جدی برادری اسکے واسطے یعنی دیت پوری ہونیکے واسطے گنجایش نکرے تو جو قبیلہ اونکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہے نسب کی

رہا ہے سو وہ بلالیا جاوے عصبات کی ترتیب پر ہ ترتیب عصبات یہ ہے کہ اول بھائی ہین پھر اونکے فرزند پھر چچا پھر اونکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند
مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک عاقلہ مین داخل ہین اور بعضون کے نزدیک نہین مجتبی مین کہا کہ اصل حنفیہ اہل لشکر اور ہے تو اوسکے ساتھ قرابت اور نسب اور
امداد اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور بعد لشکر کے نسب کے مددگاری ہے تو بنابرین اگر قاتل صیادین سے ہو تو اوسکی عاقلہ صیاد ہین اور اونکی
اتباع نہ اوسکا قبیلہ اور اہل محلہ اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی والقاتل عندنا کاحدھم ہ اور ہمارے حنفیہ کے نزدیک
قاتل بھی عاقلہ مین سے ایک شخص کی مانند ہے ہ یعنی دیت دینے مین وہ بھی شریک ہو عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اوسی سے ظاہر ہوئی تو اوسکو خارج کرنا عاقلہ سے
بیوجہ ہے خلافاً للشافعی ولو القاتل امرأۃ او صبیا او مجنونا فیشارکھم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سوا اونمین سے ہر ایک عاقلہ
کا شریک ہوگا بنابر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا ولی اونکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ ہ اور غلام آزاد کا عاقلہ
اوسکے مالک کا قبیلہ ہو یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن البرہان وتعقل عن مولی الموالاۃ مولاہ وقبیلتہ ہ اور مولای موالات کیطرف سے اوسکا
مولیٰ اور اوسکے مولیٰ کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ لا تعقل العاقلۃ جنایۃ عبد ولا عمد وان سقط قودہ بشبہۃ او قتل ابنہ عمدا کما مر
اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہین دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہوگیا ہو شبہہ سے یا باپ کے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمداً چنانچہ
مذکور ہوگیا ولا ما لزم بصلح او اعتراف ولا ما دون نصف عشر الدیۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعقل العواقل عمدا ولا عبدا و
لا صلحا ولا اعترافا ولا ما دون ارش الموضحۃ بل الجانی ہ اور عاقلہ نہین دیتی وہ مال جو لازم ہوا قتل عمد یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے
اور نہ وہ مال جو دیت کی بیسوین حصہ سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عاقل دیت نہین دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار
کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کے بلکہ قاتل اوس دیت کو آپ ادا کرے ہ اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس پر موقوف نقل کیا ہے اور حدیث مرفوع تو غریب ہے
لیکن موضحہ کی دیت حدیث مین نہین بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہو کذا فی مسکین الا ان یصدقوہ فی اقرارہ او تقوم حجۃ وانما قبلت البینۃ ھنا مع
الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ لانہا تثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیہ وھو الوجوب علی العاقلۃ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کرین
یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہین ہوتی اسواسطے کہ گواہی
اوسکو ثابت کرتی ہے جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہین یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل واولیاء المقتول علی ان قاضی بلد کذا
قضی بالدیۃ علی عاقلتہ بالبینۃ وکذبھما العاقلۃ ای العاقلۃ فلا شیء علیھا لان تصادقھما لیس بحجۃ علیھم ولا علیہ فی مالہ الا حصتہ
لان تصادقھما حجۃ فی حقہما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے
سبب سے اور عاقلہ نے اُن دونون کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہین ہوا اسواسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہین ہو اور نہ خود قاتل پر حجت
ہے اوسکے مال مین مگر بقدر اوسکے حصہ کے اسلئے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق اونہین دونون کے حق مین حجت ہو کذا فی الزیلعی ہ قاتل کے مال مین عاقلہ کا
حصہ رسد اقرار اوسکا حجت ہو بشرطیکہ اوسکو واسطے عطا مین ہو چنانچہ عالمگیریہ مین جو کافی سے ہو اور ظاہرا عطا تو اہل لشکر مین ہوتی ہے نہ قبائل مین کذا فی الطحطاوی
واعلم ان الخصم فی ذلک ھو الجانی لان الحق علیہ ولو کان صبیا فالخصم ابوہ خانیۃ قلت یؤخذ من قولہ الخصم ھو الجانی لا العاقلۃ
جواب حادثۃ الفتوی وھی ان صبیا فقأ عین صبیۃ فماتت فاراد ولیھا تحلیف العاقلۃ علی نفی فعل الصبی والجواب انہ لا یحلف
لان ذلک فرع صحۃ الدعوی وھی غیر متوجھۃ علی العاقلۃ وبقی ھنا شیء وھو ان العاقلۃ لو اقروا بفعل الجانی
ہل یصح اقرارھم بالنسبۃ الیھم حتی یقضی علیھم بالدیۃ ام لا فان قلت نعم ینبغی ان یجری الحلف فی حقھم لظھور فائدتہ قالہ
المصنف بحثا فلیحرر ہ اور معلوم کر کہ اسمین یعنی دعوی قتل مین خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہے اسواسطے کہ حق اوسپر ثابت ہو اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ
اوسکا باپ ہے کذا فی الخانیۃ مین کہتا ہون کہ اوسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہے حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ صغیر نے

صغیرہ کی آنکھ پھوڑی سو وہ مرگئی تو صغیرہ کے وارثون سے چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہہ ہے کہ قسم وارد نہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم عوض
قسم ہونیکی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہین ہی اور یہان گفتگو کچھہ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو اونکا اقرار بسبب
اونکے صحیح ہوگا تا اینکہ اونپر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار اونکا صحیح نہین تو اگر یون جواب دو کہ ہان تو لائق یون ہی کہ قسم اونکے حق مین جاری ہو
اونکے فائدہ ظاہر ہونیکے سبب سے فائدہ سے مراد لزوم دیت ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح متن بحث کی راہ سے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم
تحلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہی کہ عاقلہ خصم نہین تو اونپر قسم بھی نہین اور اگر یون جواب دو بجیو کہ یہہ غیر عاقلہ کا اقرار ہے تو اونپر قسم جاری نہوگی
تو مریم ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وإن جنى حرٌّ على نفس عبدٍ خطأً فهي على عاقلته يعني اذا قتله لان العاقلة لا تتحمل اطراف العبيد وقال
الشافعي لا تتحمل النفس ايضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہہ ہی کہ آزاد
غلام کو قتل کریے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہین اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہین ولا يدخل صبي و
امرأة ومجنون في العاقلة اذا لم يتناصروا يعني لو القاتل غيرهم والا فيدخلون على الصحيح كما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ
عاقلہ مین داخل نہین جبکہ باہم وہ مددگاری نکرتے ہون یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہون تو عاقلہ مین داخل نہین اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو
عاقلہ مین داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ہم عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اون سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو
تو عاقلہ مین داخل ہونگے وجوب دیت مین کذا فی الطحطاوی ولا يعقل كافر عن مسلم ولا بعكسه لعدم التناصر اور کافر دیت نہین دیتا مسلمانکی
طرف سے اور نہ مسلمان کافر کیطرف سے تناصر کی وجہ سے والكفار يتعاقلون فيما بينهم وان اختلفت مللهم لان الكفر كله ملة واحدة يعني
ان تناصروا والا ففي ماله في ثلث سنين كالمسلم كما بسطه في المجتبى اور کافر فیما بین خود ہا ایکدوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ اونکے دین مختلف
ہون اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہی یعنی یہہ جبکہ ایکدوسرے کی مددگاری کرتے ہون اور اگر تناصر اونمین رائج نہو تو فقط قاتل کے مال مین دیت مقتول کی
واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کی مانند چنانچہ مجتبے مین اسکو مشرح بیان کیا ہی ہم مجتبی مین ہی کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب مین وارد ہین سو ایک مسلمان
نے دوسریکو قتل کیا تو اوسکی دیت قاتل کے مال مین واجب ہی کذا فی الطحطاوی واذا لم يكن للقاتل عاقلة كاللقيط وحربي اسلم فالدية في بيت المال
في ظاهر الرواية وعليه الفتوى درر وبزازيه وجعل الزيلعي رواية وجوبها في ماله رواية شاذة اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار
نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اوسکے مقتول کی دیت بیت المال مین ہے ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الدرر والبزازیہ اور زیلعی
نے مال قاتل مین وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذہ قرار دیا ہی یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اوسکے مال مین دیت واجب ہی اس روایت کو زیلعی نے غیر
معتمد کہا ہی قلت وظاهر ما في المجتبى عن خوارزم من ان تناصرهم قد انعدم وبيت المال قد انهدم يرجح وجوبها في ماله فيؤدى في
كل سنة ثلثة دراهم او اربعة كما نقله في المجتبى عن الناطفي قال وهذا حسن لا بد من حفظه واقره المصنف فليحفظ فقد وقع
في كثير من المواضع انها في ثلث سنين فافهم مین کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہہ ہی کہ وہان کے
لوگونکی باہم مددگاری سست نابود ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہہ حال ترجیح دیتا ہی وجوب دیت کو قاتل کے مال مین تو قاتل ہر
بسال تین یا چار درم ادا کرے چنانچہ اسکو مجتبی مین ناطفی سے نقل کیا ہی صاحب مجتبی نے کہا اور یہہ قول خوب ہی اسکا یاد رکھنا ضرور ہی اور مصنف نے اپنی
شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سو البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع مین واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا کذا فی الطحطاوی
تین سال مین ہی تو اسکو سمجھ لے وهذا اذا كان القاتل مسلما فلو ذميا ففي ماله اجماعا بزازيه اور یہہ یعنی جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے
دیت واجب ہے اوسوقت ہے جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اوسکے مال مین بالاتفاق دیت ہی کذا فی البزازیہ ومن له وارث
معروف مطلقا ولو بعيدا او محروما برق او كفر لا يعقله بيت المال وهو الصحيح كما بسطه في الخانية اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسیطرحکا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث ہو غلام یا کافر ہونیکے سبب سے تو اوسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور
یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو خانیہ مین شرح بیان کیا ہی و لا عاقلۃ للعجم و به جزم فی الدرر قاله المصنف لعدم تناصرهم و عجم کا یعنے
غیر عرب سوا اور ملک کے رہنے والونکا عاقلہ نہین اسی پر یقین کیا ہی درر مین یہہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین اونکے عدم تناصر کے سبب سے و قیل لهم عاقلة لانهم یتناصرون کالاساکفة والصیادین والصرافین والسراجین فاهل محلة القاتل وصنعته عاقلته وکذا طلبة العلم فلته
و به افتی الحلوانی وغیره حانیه اور بعضون نے کہا کہ عجمیون کے واسطے بھی عاقلہ ثابت ہین اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرنے مین جیسے
کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اوسکے عاقلہ مین اور اسیطرح طالب علم باہمدگر عاقلہ ہین مین کہتا ہون اور
اسیکا فتوی دیا شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی هذا الباب ومعنی التناصر
انه اذا حزبه امر قاموا معه فی کفایته وتمامه فیه مجتبی مین کچھ زیادہ کہا ہی اور خلاصہ یہہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ مین تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اوسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اوسکے ساتھ اُٹھ کھڑے ہون اوسکی کاربرآری مین یعنے
اوسکو بچالین اوسکی تکلیف ٹال دین اور اسکا پورا بیان مجتبی مین ہے وفی تنویر البصائر معزیا للحافظیة الحق ان التناصر فهو ملک الحکم
فهو عاقلته الخ فلیحفظ واقره القهستانی اور تنویر البصائر مین حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہہ ہی کہ عجمیون مین تناصر پیشون کیوجہ سے
تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہین ہم پیشہ کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قہستانی نے ثابت رکھا ہی لیکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر
منتقض الان لغلبة الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروه لصاحبه فتنبه لیکن ہمارے استاد حانوتی نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہی کہ
بالفعل تناصر موجود نہین حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہی تو آگاہ رہیو ہم یہہ وہی قول ہی جو زاہدی
صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت وحیث لا قبیلة ولا تناصر فالدیة فی ماله او بیت المال مین کہتا ہون اور
جہان نہ قبیلہ اور برادری ہی اور نہ حمایت اور مددگاری تو وہان دیت قاتل کے مال مین ہی یا بیت المال مین ہم وجوب دیت کا بیت المال مین ظاہر
الروایہ مفتی بہ ہی اور وجوب با قاتل کی مال مین روایت شاذ ہی چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون ہمارے تناصر ہی چنانچہ فقہانے اوسکی تصریح کی ہی تو جس قوم مین تناصر اور
حمایت کرنا رائج ہی تو وہ لوگ اوسکے عاقلہ مین اور اگر حمایت نہین کرتے تو عاقلہ نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم ✦

کتاب الوصایا

یہہ کتاب ہی وصایا کے احکام مین وصایا جمع ہی وصیت کی وصیت شرعاً عبارت ہی تملیک بعد الموت
سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہی تو اس کتاب کا آخر کتاب مین لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنے
جس چیز کی وصیت کیجا ہی اسکو بھی وصیت کہتے ہین اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے سے تاکہ غیر اوسکی غیبت مین کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً
زید نے خالد سے کہا کہ یہہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہی اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ یعنی الوصیة
والایصاء یقال اوصی الی فلان ای جعله وصیا والاسم منه الوصایة وسیجیئ فی باب مستقل واوصی لفلان بمعنی ملکه
بطریق الوصیة وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہین اوصی الی فلان یعنی اوسکو وصی کیا اور وصایہ اسم ہے ایصا سے اور وصی کے
مسائل جدا باب مین آگے آوینگے اور بولتے ہین اوصی لفلان یعنی اوسکو مالک کیا بطریق وصیت کو ہم طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہین ہوتا تو اگر یہہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح مین کچھ نزاع کا مقام نہین اور یہی معلوم ہوتا ہی صاحب کنز کے کلام سے اور شارح ابن بیان مین
تابع ہو صاحب درر کا فحینئذ هی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اسوقت مین یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا
کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہی مضاف بابعد موت کے خواہ تملیک کی شی معین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین
فانه نافذ من کل المال کما سیجیئ مین کہتا ہون تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہی تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکلجا وے اسلیے کہ

دین کا اقرار نافذ ہی تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہی ھ بعضون نے کہا اگر تملیک بطریق ولادت ہو اعتبار باقی فلازم
نے نہ تملیک بعد الموت سو تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہو اور احسان کی کچھ حاجت نہین ولا ینافیه وجوبها بالجبة تعالی فتامله
اور شرع کے مخالف نہین وصیت کا واجب ہونا حق تعالی کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کر ھ یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہے کہ جب
وصیت کی یہہ تعریف ہوتی کہ وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی مین وصیت واجب ہی پھر جب
واجب ہوئی تو تبرع کہان رہا اسلیے کہ تبرع عبارت ہی عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہہ وجوب منافی تبرع کے نہین ہے اور یہ لفظ تامل و فیہ اشارہ
کی طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور وہ یون حیلہ کی مانند ہی کذا فی الچلپی و فی
علی ما فی المجتبی اربعة اقسام واجبة بالزکوة والکفارات وفدیة الصیام والصلوة فرطا فیها ومباح لغنی ومکروه
لاهل الفسق والا فمستحبة اور بنا بر اوس کلام کے جو مجتبی مین ہی وصیت چار قسم ہی واجب ہی وصیت زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے
جنکے ادا کرنے مین مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہی مالدار کیواسطے اور مکروہ ہے فاسق فاجرون کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہی ھ وجوب زکوۃ
وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہے تو اسکو زیلعی کی عبارت نسبت کرنا مناسب تہا اور مجتبی مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہی عبارت مجتبی کا ترجمہ یہہ ہے کہ وصیت چار
قسم ہی واجب ہی چنانچہ ردّ ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور اسکی مانند کی وصیت اور مباح ہی
جیسے اغنیا اجانب اور اقارب کیواسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی کیواسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین
والاقربین لان آیة البقرة منسوخة بآیة النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کیواسطے واجب نہین ہی اسلیے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نسا
کی آیت سے منسوخ ہی ھ سورہ بقرہ کی یہہ آیت ہی کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیة للوالدین والاقربین یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ مقرر فرض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چہوڑے تو وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والون کیواسطے اور سورۂ نسا کی آیت سے آیة المواریث مراد ہی جو
ناسخ ہے سورہ بقرہ کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہی ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہی کہ سورۂ بقرہ
کی آیت منسوخ ہوا اوس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہی از انجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ ان
النبی صلے اللہ علیه وسلم خطب فقال ان اللہ تعالی قد اعطی کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑہا پھر فرمایا کہ حق
تعالی نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کیواسطے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث
مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہہ حجت ہی امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہین کذا فی العینی شرح الهدایة وسببها ما هو
سبب التبرعات وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے ھ حموی نے کہا وصیت کا سبب ہے جو وصیت کے محاسن مین
مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہوگئی ہین اونکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اوس حالت مین کہ مال کی کچھ حاجت نرہی تاکہ انجام مین کام آوے مجتبی مین ہی کہ اہم وظائف
دینیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہی اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت
اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کیواسطے موت ضروری ہی اور وہ امر وصیت ہی جسکو قرآن مجید مین تاکید فرمایا ہی آیة المواریث مین اسطرح کہ من بعد وصیة یوصی بها
او دین اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہاری اعمال زیادہ ہونے کیواسطے اور
فرمایا کہ اوس مرد کو حلال نہین جو خدا کا اور پچہلے دن کا ایمان رکہتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنیکا ارادہ رکہتا ہو یہہ کہ سور ہی مگر اوسکی وصیت
اوسکے سرہانے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے زعم النفس یاد رکہنے کے لائق نقل کی وہ یہہ ہی کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اوسکی اولاد صغار ہو
شیخین نے کہا کہ مال کا چہوڑ جانا اپنی اولاد کیواسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تہوڑا ہو امام نے کہا کہ اوسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال
زیادہ ہی اور ورثہ محتاج ہین تو اسمین وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اوسپر کچھ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کیواسطے وصیت کرے پھر اگر اقربا اغنیا ہین تو

کی وصیت ہوگی تونگر غلام نکل آیا تہائی مال سے فہو المراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا مین کوشش کریگا اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کا ہے م اگر موصی کا مال درم اور دینار سے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہو اور غلام کی قیمت سو درم سے تو غلام آزاد ہوگیا اور اگر اوسکی قیمت ۱۲۰ درم ہو تو ۲۰ درم ہی کمائی کرکے ادا کرے تب آزاد ہوا اور اگر اوسکی قیمت ۱۵۰ درم سے تو ۵۰ درم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہین اسباب ہی تو اوسکی تفصیل فتاوی عالمگیریہ مین نکورہے ویقع تانیہ اوذکراء مرسلة لا تصرف لا ضیکا لا تصح یعنی من اغیان ماله اور اگر اپنی غلام کیواسطے ذہنیر یا درہم غیر متعینہ کی وصیت کی توصحیح نہین جیسی وصیت صحیح نہین موصی کی اجناس مال سے ایک جنس کی م درر مین خلاصہ سے منقول ہی کہ اگر غلام کیواسطے اپنی مال کسی جنس کی وصیت کی توصحیح نہین اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی توصحیح ہے اور یہہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دس درم یا دس دینار غیر معین کی وصیت کی تو امام نسفی نے کہا کہ اصح یہہ ہے کہ صحیح نہین جیسی جنس کی وصیت صحیح نہین طحطاوی نے کہا دینار اور درم مین عدم تعیین کی قید اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت متوہم تہی اور تعیین کیصورت مین تو جنس کیمانند وصیت صحیح نہین وصحت لمکاتب نفسه او لمدبره او لام ولده استحسانا لا لمکاتب وارثه اور وصیت صحیح ہے اپنی ذاتی مکاتب کیواسطے اور اپنی مدبر اور اپنی ام ولد کیواسطے بطریق استحسان کے نہ اپنی وارث کے مکاتب کیواسطے وصحت بالحمل وبه کقوله اوصیت بحمل جاریتی او دابتی هذه لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کیواسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہی چنانچہ مالک کا یون کہنا کہ مین نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنی اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کیواسطے م اور حمل کیواسطے اسطرح وصیت ہی کہ مالک کہی کہ مین نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درہمونکی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما تصح ان ولد الحمل لاقل من ستة اشهر لو زوجها الحامل حیا ولو میتا وهی معتدة حین الوصیة فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبه اختیار وجوهره پہر معلوم کرنا چاہئے کہ وصیت کرنا اور تسمیہ صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہوا ہو چہہ مہینے کی مدت سی کمتر مین اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اوسکا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت مین ہو وصیت کیوقت تو دو سال سے کمتر مدت موت یا طلاق سی کذا فی الطحطاوی مشروط ہے بدلیل ثابت ہونے اوسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوهرة ولا فرق بین الادمی وغیره من الحیوانات اور کچھ فرق نہین آدمی وغیرہ حیوانات مین یعنی حمل موصی له اور موصی به مین آدمی اور غیر آدمی برابر ہین فلو اوصی بما فی بطن دابة فلان لینفق علیه صح تو اگر وصیت کی اوس بچہ کیواسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ مین ہی تا اوسپر صرف کیا جای توصحیح ہے ومدة الحمل للادمی ستة اشهر وللفیل احدی عشرة سنة وللابل والخیل والحمار سنة وللبقر تسعة اشهر وللشاة خمسة اشهر وللسنور شهران وللكلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قهستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت حمل کی آدمی کے لئے چہہ مہینے ہین اور ہاتہی کے لئے گیارہ برس ہین اور اونٹنی اور گہوڑی اور گدہی کیواسطے ایک سال ہی اور گائی کیواسطے نو مہینے اور بہیڑ بکری کیواسطے پانچ مہینے اور بلی کیواسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے ۴۰ دن اور چڑیا کے لئے ۲۱ دن ہین چنانچہ قہستانی مین ہی منسوب باستیفا مین وقتها ای وقت الوصیة وعلیه المتون وصیت کے وقت سی اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہین م شامی نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہی اور اقوال سے وفی النهایة من وقت موت الموصی اور نہایہ مین ہی کہ موت موصی کیوقت سی اقل مدت حمل کا شمار ہے وفی الکافی ما یفید انه من الاول ان کان له وصیة الثانی لکان به اور کافی مین وہ عبارت ہی جو اسکو مفید ہی کہ اگر حمل موصی له ہو تو ابتدا مدت حمل وصیت کیوقت سی شمار ہوگی اور اگر حمل موصی به ہی تو موصی کی موت سی شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الهبة للحمل لعدم قبضه ولا ولایة لاحد علیه لیقبض عنه زیلعی وغیره کنز مین اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہین ہی حمل کیواسطے ہبہ اوسکی عدم قبض کے سبب سے اور اسپر کسیکی ولایت ہی تاکہ حمل کی طرف سی موہوب پر قبضہ کری کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل عنه بما اوصی له لم یجز لانه لا ولایة لاحد علی الجنین ولو اجنبیة تو اگر بچہ شکمی کا باپ اوسکی طرف سی مصالحہ کری بعوض اوسکے جو بچہ کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہین بچہ شکمی کے اوپر کذا فی الولوالجیة قلت وبه علم حکم حادثة الفتوی

وهي انه ليس للوصي ولو مختاراً التصرف فيما وقف للحمل بل قالوا الحمل لا يلي ولا يولى عليه یعنی تتمہ ہوئی اور بیان ساتھ
حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہوگیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اوسکو تصرف کرنا جائز نہین اوس مین جو حمل کیواسطے وقف ہوا بلکہ فقہا نے کہا ہے کہ حمل یعنی
بچہ شکم کی ولایت نہین کسی پر اور نہ کسیکی ولایت اوسپر ہے وصحت بالامة الا حملها اور لونڈی کی وصیت بدون اوسکے حمل کے صحیح ہے یعنی اگر
یون کہے کہ مین نے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اوسکے پیٹ کا بچہ وصیت مین داخل نہین تو یہ صحیح ہے لانه يصح
كل ما صح افراده بالعقد صح استثناؤه منه وما لا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ
جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد مین صحیح ہے تو اوسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہین اوسکا نکالنا بھی صحیح نہین یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد
وصیت مین درست ہے تو اوسکا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا وتصح للمسلم للذمي وبالعكس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کیواسطے
اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کیواسطے درست ہے ه دلیل صحت اول کلام الہی ہے (لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في
الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم) یعنی نہین روکتا تمکو اللہ تعالی اُن کافرون کیساتھ احسان کرنے سے جو تمسے نہین لڑے دین مین اور
نہین نکالا تمکو تمہارے گھرون سے اور صحت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمہ سے ذمی مسلمان کے برابر ہوگیا معاملات مین تو جیسا دونو طرف سے
درست ہوا حیات مین اسیطرح ممات مین بھی کذا فی الدرر ولا لحربي في داره اور وصیت جائز نہین مسلمان کو کافر حربی کیواسطے دار الحرب
مین اسواسطے کہ وصیت احسان ہے اور احسان سے ہم ممنوع ہین کفار مقاتلین کے احسان سے قوله تعالی (انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم
في الدين) حق تعالی نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالی تمکو روکتا ہے اُن کافرون کے احسان سے جو تم سے دین مین لڑے ہین کذا فی
الدرر عن الجامع الصغير قيد بداره لان المستأمن كالذمي كما افاده الملا خسرو مصنف نے عدم جواز وصیت مین دار الحرب کی قید لگائی
اسواسطے کہ مستامن ذمی کی مانند ہے صحت وصیت مین چنانچہ یہ فائدہ ملا خسرو نے درر مین بیان کیا ہے بحث کی راہ سے ه ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر
مین عدم جواز وصیت حربی کیواسطے مذکور ہے اور سیر کبیر مین جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہ
احتراز ہے اُس حربی سے جو دار الحرب مین ہے نہ مستامن یعنی مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر مین کہ حربی مستامن کیواسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ
مذکورہ کے بیان کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ صریح مذکور ہے کتب فقہ مین قلت وبه صرح الحدادي والزيلعي وغيرهما
وسيجيء متنا في وصايا الذمي مین کہتا ہون اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہما نے اور آگے متن مین آویگا ذمی
کی وصایا مین ولا لوارثه وقاتله مباشرا لا تسببا كما مر اور درست نہین ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کیواسطے جسنے موصی
کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ تسبب قتل حقیقی نہین ه حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لا وصية للقاتل قتل تسبب جیسے
وضع حجر غیر ملک مین کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کذا فی المنح الا باجازة ورثته لقوله عليه الصلوة
والسلام لا وصية لوارث الا ان يجيزها الورثة يعني عند وجود وارث آخر كما يفيده آخر الحديث وسنحققه وارث کیواسطے
وصیت درست نہین مگر موصی کے وارثون کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہین وارث کیواسطے مگر یہ کہ وصیت
کو وارث جائز رکھین یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہین چنانچہ آخر حدیث اوسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب
بیان کرینگے وهم كبار عقلاء فلم تجز اجازة صغير ومجنون اور حالانکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہون تو وارث صغیر اور مجنون کی
اجازت جائز نہوگی واجازة المريض كابتداء وصية اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کی مانند ہے ه یعنی اگر وارث بالغ مریض نے
وصیت کی اجازت دی تو اگر اوسکو شفا ہوگئی تو وصیت صحیح ہوگئی اور اگر مریض مرگیا اوسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہے تو اجازت
مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور وارث اوسکی موت کی بعد اجازت نہ دین اور اگر موصی لہ اجنبی ہے وارث نہین تو اجازت جائز ہے اور یہ

ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی المنح ولو اجاز البعض وردّ البعض جاز على المجيز بقدر حصته اور اگر بعضے وارثون نے اجازت دی اور بعضون
نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اوسکے حصہ کے وصیت جائز ہوگی او يكون القاتل صبيًا او مجنونًا فيجوز بلا اجازة لانهما ليسا
اهلا للعقوبة یا کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثون کے اسواسطے کہ دونون عقوبت کے لائق نہین او لم يكن له وارث
سواه كما في الخانية ای سوى الموصى له القاتل والوارث يعني لو اوصى لزوجته او هي له ولم يكن ثمة وارث
آخر تصح الوصية ابن الكمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سواے اوسکے کذا فی الخانیہ یعنی سواے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ
کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنی زوج کو اور وہان کوئی وارث نہین تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد في المجتبیٰ فلو اوصت لزوجها
بالنصف كان له الكل مجتبیٰ مین اتنا زیادہ کہا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اوسکا ہوگا یعنی جبکہ زوجہ کا
کوئی وارث نہو سوا زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اوسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت وانما قيد بالزوجين لان غيرهما
لا يحتاج الى الوصية لانه يرث الكل ردًا او رحمًا وقد قدمناه في الاقرار معزيا للشرنبلالية مین کہتا ہون اور فقیہون نے زوجین
کی اسواسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچہ حاجت نہین اسواسطے کہ وہ وارث ہوگا تمام مال کا رد میراث کی یا قرابت کیوجہ سے اور البتہ
ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الاقرار مین شرنبلالیہ کیطرف نسبت کر کے وفي فتاوي النوازل اوصى لرجل بكل ماله ومات ولم يترك
وارثا الا امرأته فان لم تجز فلها السدس والباقي للموصى له لان له الثلث بلا اجازة فبقي الثلثان فلها ربعهما وهو سدس
الكل ولو كان مكانها زوج فان لم يجز فله الثلث والباقي للموصى له اور فتاوی نوازل مین ہے کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے اپنے تمام مال
کی اور موصی مرگیا اور کوئی وارث چہوڑا سوا اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کیواسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اسلئے کہ
موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہے تو باقی رہی دو تہائیان تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کی بجاے زوج ہو وارث
وصیت کرنیوالیکا سو اگر زوج نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے هم جب زوجہ نے وصیت کی اجازت
نہ دی تو زوجہ کے مال کے چہہ سہم ہونگے تہائی وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے اوسمین چوتہائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہے
کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نرکہی تو اوسکی میراث تہائی ہے یعنی دو
سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبي غير مميز اصلا ولو في وجوه الخير خلافا للشافعي اور وصیت مطلقا صحیح
نہین اوس صغیر سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہین اگرچہ اوسنے امور نیک مین وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام مین اونکے نزدیک صحیح
ہے وكذا لا تصح من مميز الا في تجهيزه وامر دفنه فيجوز استحسانا اور اسیطرح صغیر باتمیز سے وصیت صحیح نہین مگر اوسکی تجہیز اور
دفن کے امر مین تو وصیت استحسانا جائز ہے هم لیکن تجہیز اور تکفین مین مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ مین ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے کفن کی تو متوسط کفن
دیا جاویگا اور دو کپڑونکی وصیت کی کفن مین تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چہہ کپڑونکی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہوگی اور اگر
وصیت کی کہ فلانے قبرستان مین فلانے زاہد کے پاس اوسکو دفن کرین تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الطحطاوی وعليه
يحمل اجازة عمر رضي الله عنه لوصية يافع يعني المراهق اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب
البلوغ شخص کی وصیت کیواسطے محمول ہے هم یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز کیا تہا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقا یا
مراہق سے بالغ مراد ہے کذا فی شرح الحموی وان وصلية مات بعد الادراك او اضافها اليه كان ادركت فثلثي لفلان لم يجز
لقصور اهليته فلا يملكه تنجيزا وتعليقا كما في الطلاق بخلاف العبد كما افاده بقوله صغیر کی وصیت صحیح نہین اگرچہ وہ بلوغ
کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بلوغ کیطرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر مین جوان بالغ ہون تو میرا تہائی مال فلانے شخص کیواسطے ہے تو وصیت جائز

نہوگی مدبر کی تقدیر وایت کے سبب سے تو اسکا الک نہ ہوگا نہ تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق مین اوسکو ملک نہین برخلاف غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے آیندہ قول مین اوسکو ذکر کیا ہے **ولا من عبدہ ومکاتبہ وان ترک المکاتب وفاء وقیل عندہما تصح فی صورۃ ترک الوفاء** درر اور وصیت صحیح نہین غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے اوا بدل کتابت کیواسطے مال چھوڑا ہو اور بعضون نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے بدل کتابت ترک کرنے اور اوا مال کتابت کے کذا فی الدرر **الا اذا اضافہا کل منہما وعبارۃ الدرر اضافا الی العتق فتصح لزوال المانع وھو حق المولی** مگر جبکہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کیطرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کیوجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے مولی کا اور درر کی عبارت یون ہے اضافا یعنی غلام اور مکاتب دونون نے وصیت کو عتق کیطرف مضاف کیا ہم یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولی کے سبب سے جائز نہ تہی پہر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولی کا حق باقی نرہا تو وصیت صحیح ہوگئی **ولا من معتقل اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت عقلتہ حتی صار لہ اشارۃ معہودۃ فہو کالاخرس** اور وصیت جائز نہین بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اوسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی یہانتک کہ اوسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کی مانند ہے ہم معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الحموی درر مین ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکہنا بیان کی مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کے وصیت اور نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص مین وجہ فرق یہہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے مین تو معلوم ہے نہ بستہ زبان مین **وقدر الامتداد بسنۃ وقیل اذا امتدت لموتہ جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد علیہ وکان کالاخرس قالوا وعلیہ الفتوی** درر وسیجئ فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضون نے کہا جبکہ بستگی اوسکی موت تک ممتد ہوگئی تو اوسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اوسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کی مانند ہوگیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہہ مسئلہ آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب مین **وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت** اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہین مگر موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے ہم تو اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نکی تو وصیت موقوف رہیگی اوسکے قبول کرنے پر موصی لہ کی ملک مین داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہو کذا فی الاتقانی **فبطل قبولہا وردہا قبلہ** تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے **وانما تملک بالقبول الا اذا مات موصیہ ثم ہو بلا قبول فہو ای سائل الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا** کا تر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول کرنیکے نہین ہوتی مگر جبکہ اوسکا موصی مرے پہر موصی لہ مرے بدون قبول کرنیکے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ استحسان یہہ ہے کہ وصیت تو موصی کیطرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی متحمل نہین مگر موقوف تہی موصی لہ کے حق کے سبب سے پہر جب موصی لہ مرگیا تو اوسکی ملک مین وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اوس بیع مین جسمین مشتری کا خیار شرط تہا پہر مشتری مرگیا اجازت سے پہلے کذا فے شرح السد **وکذا لو اوصی للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ** کا س اور اسیطرح اگر بچہ پیٹ کیلئے کسیکو وصیت کی تو وہ اوسکی ملک مین داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کیوجہ سے بسبب نہونے اوس شخص کے جسکی ولایت ہو اوسپر تاکہ وہ اوسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا **ولہ ای للموصی الرجوع عنہا بقول صریح او فعل یقطع حق المالک عن الغصب بان یزیل اسمہ واعظم منافعہ کما عرف فی الغصب** اور موصی کو جائز ہے پہر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو غصب سے اسطرح پر کہ اوس چیز کا نام بدل ڈالے اور اوسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب الغصب مین معلوم ہوچکا ہم چنانچہ کپڑے کی وصیت کی پہر اوسکو قطع کیا اور سیا تو اب اوسکا نام قبا اور قمیص ہوگیا **او فعل یزید فی الموصی بہ مالا یمکن تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بنائہا لانہ تصرف فی التابع** یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ مین اوسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ

کی تسلیم کما تقدم ہو بدون اوسکی جیسے موصی بہ ستو کو گہی کے ساتہ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہ گہر مین برخلاف اوس گہر کی چونہ کاری کے
اور اوسکی عمارت ڈہانے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہو تابع مین نہ اصل مین و تصرف عطف علی بقولہ صریح وعطف ابن الکمال تبعا للدرر
بأو وعلیہ فہو اصل ثالث فی کون فعلہ یفید رجوعہ عنہا کما یفیدہ متن الدرر فتدبر یزیل ملکہ فانہ رجوع عاد علیہ ملکہ ثانیا ام لا کالبیع
والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہو ایسے تصرف سے جو اوسکی ملک کو زائل کردے چنانچہ بیع اور ہبہ تو بیہ تصرف رجوع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی
کی ملک مین دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ و تصرف معطوف ہے بقولہ صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہوکر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور
اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہے اوسکے فعل کے افادہ رجوع ہونے مین چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہے سو اسکو غور کرلے وکذا اذا خلطہ بغیرہ
بحیث لا یمکن تمییزہ اور اسیطرح رجوع من الوصیۃ ہے جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اوسکا جدا کرنا ممکن نہین لا یکون
راجعا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی الظاہر موصی وصیت سے راجع نہوگا اُس کپڑے کی شوب دہنی سے جسکی اوسنے وصیت کی اسلئے کہ
یہ تصرف ہے تابع مین نہ اصل ہے واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا اور یہہ معلوم کر کہ تغیر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا
ضرر نہین کرتا وصیت مین ولا بجحودہا درر وکنز ووقایہ وفی المجمع بہ یفتی ومثلہ فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتوی علی
انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہین ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے یہ ہے درر اور کنز اور وقایہ
کی متن مین اور مجمع مین ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے عینی شرح مجمع مین ہے پہر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہے کہ انکار رجوع
ہے وصیت سے اور سراجیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکہا ہے اپنی شرح مین ہم معلوم ہو کہ یہان دونون قول پر فتوی
ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین نسفی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنی مختصر مین اس مسئلہ کا خلاف نہین ذکر کیا اور نہ محمد نے
اپنی کتابون مین لیکن کتاب الوصایا مین انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر مین رجوع نہین کہا اسوجہ سے مشائخ مین اختلاف واقع ہوا بعضون نے کہا کہ
اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور بعضون نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی وکذا لا یکون
راجعا بقولہ کل وصیۃ اوصیت بہا فحرام او ربا او اخرتہا اور اسیطرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ مین نے کی وہ
حرام ہے یا بیاج ہے یا اوس وصیت مین تاخیر ڈالی مین نے بخلاف قولہ ترکتہا برخلاف اس قول کے کہ مین نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہہ رجوع
ہے وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہین اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک شی اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہین وبخلاف قولہ کل وصیۃ
اوصیتہا فہی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فہو لعمرو او لفلان وارثی فکل ذلک رجوع عن الاول وتکون لوارثہ
بالاجازۃ کما مر اور برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت مین نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ مین نے زید کیواسطے کی وہ عمرو کیواسطے ہے یا فلانے میرے
وارث کیواسطے ہے تو ہر ایک یہہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث
کے حق مین وصیت بدون اجازت اور وارثون کے درست نہین ولو کان فلان الآخر میتا وقتہا فالاولی من الوصیتین
بحالہا لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلانا شخص مردہ ہو وصیت کیوقت تو دو وصیتون مین سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے
دوسری وصیت کے ولو حیا وقتہا فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ
ہے وصیت کیوقت پہر مرگیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنیسے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل
ہبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحہا بعدہما ای بعد الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر
وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہے اوس عورت کیواسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت
کے بعد اسلئے کہ ثابت ہو چکا ہے یہہ کہ جواز وصیت کیواسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کیوقت معتبر ہے نہ وصیت کیوقت ہم وصیت تو اسوجہ

سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کیوقت وارث نہین مگر موت کیوقت وارث ہو گئی نکاح سے اور حالانکہ وارث کیواسطے وصیت جائز نہین اور ہبہ مریض کا
اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہے صورت مین لیکن مرض کے سبب سے وہ حکماً مضاف بعد الموت ہے اسواسطے کہ ہبہ واقع ہو گیا ہے وصایا کے موقع
مین کیونکہ تبرع ہے تو اوسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون المقرلہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار
فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز برخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقرلہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہے تو اگر عورت کیواسطے اقرار کیا پھر اوس سے
نکاح کیا پھر مرگیا تو اقرار جائز ہے ہم اقرار کیوقت عورت وارث نہ تہی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہہ اقرار کیواسطے مضر نہین ویبطل اقرارہ ووصیتہ
وہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہے
اوسکا اقرار اور اوسکی وصیت اور اوسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لئے یا غلام یا مکاتب کے لئے اگر فرزند مسلمان ہو گیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد
اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزند کے اقرار کیوقت تو یہہ تہمت ایثار کا مورث ہے ہم ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ اونمین موت
کا حال معتبر ہے اور اقرار اگرچہ لازم نفسہ ہے لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کیوقت موجود ہے تو یہہ تہمت ایثار کی موہم ہے تو اقرار تہمت کے اعتبار سے
ملحق بوصیت ہو گیا کذا فی الدر وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول بہ علۃ السل وہو قرح فی الرئۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ
ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ اور مقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ
اوسکے تمام مال سے نافذ ہے اگر مرض کی مدت ایکسال تک دراز ہو گئی ہو اور اوس مرض سے موت کا خوف نہوا اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنی ایک
سال نگذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اوسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ مطاولہ ہین قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ ہے
جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پہیپڑہ کا قرحہ ہے ہم مقعد بضم میم وہ بیمار ہے جو چلنے پہرنے سے عاجز ہو پانونکی بیماری سے اور مفلوج وہ جسکو فالج
کی بیماری ہو یعنی آدہا دہڑ حس وحرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ مین رعشہ ہو یعنی ہاتھ کانپتا ہو خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ امراض مزمنہ جسکو عارض ہون
اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پہر مرجاے برس سے پہلے تو یہہ مرض الموت ہے تو اوسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہین
اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلوں مین جنمین غلبہ تہا ہلاک ہونیکا زندہ رہا ہے گیا تو اوسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہو گیا مریضون کے حکم مین نرہا یہانتکہ
کے علاج کے بہی لائق نرہا کذا فے الدر قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیۃ بعضون نے کہا کہ مرض
الموت یہہ ہے کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے تجرید مین کذا فی البزازیۃ والمختار انہ ما کان الغالب منہ الموت و
ان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہہ ہے کہ مرض الموت وہ ہے جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو
کذا فی القہستانی من ہبۃ الذخیرۃ واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث
عنہا اور اگر مجتمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنی فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اوسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض
یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجایش نرکہتا ہو ہم قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اوس فرض سے
جو حق العبد ہے پہر اوس فرض سے جو حق اللہ ہے پہر واجب پہر نفل ایسا مروی ہے فقہا سے کذا فی الطحطاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین
مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطرۃ والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الاضحیۃ زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور
قسم کا کفارہ مقدم ہے صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہے قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر
کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہین وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام الطواویسی یبدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم
ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطرۃ ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طواویسی سے یون مروی ہے کہ ابتدا کیجاے کفارہ
قتل سے پہر کفارہ ظہار سے پہر کفارہ افطار سے پہر نذر سے پہر صدقہ فطر سے پہر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جاے خراج پر و فی البرجندی مذہب ابی حنیفۃ اور ان کے

حج النفل افضل من الصدقة اور برجندی مین ہے کہ امام ابو حنیفہ کا پہلا مذہب یہہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے ھم اول یہہ مذہب تہا
کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصی بحج ای بحجة الاسلام احجوا
عنه راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اوسکا وارث یا وصی موصی کیطرف سے حج کراوے سوار کرکے موصی کے شہر سے ھم اسواسطے کہ موصی پر
حج فرض تہا سو وطن سے سوار ہوکر نہ بپیدل تو اوسیطرح سے اوسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقة من بلده فقال رجل انا احج عنه
بهذا المال ماشیا لا یجزیه قہستانی معزیا للتتمة سو اگر خرچ کفایت نکرے موصی کے شہر سے سو ایکمرد نے کہا کہ مین حج کرونگا میت کیطرف سے
اسیقدر مال قلیل پر پیدل تو یہہ حج کفایت نکریگا میت کیطرف سے چنانچہ قہستانی مین ہے تتمہ سے منقول ان کفی نفقته ذلک والا فمن حیث
تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہان سے سوار کرکے نائب کو حج کیواسطے روانہ کرے
وان مات حاج فی طریقه واوصی بالحج عنه یحج من بلده راکبا وقالا من حیث مات استحسانا هدایه ومجتبی وملتقی قلت ومفاده
ان قوله قیاس وعلیه المتون فکان القیاس هنا هو المعتمد فافهم اگر حج کا جانیوالا راہ مین مرگیا اور اوسنے وصیت کی اپنی عوض حج کروانے
کی تو حج کروانا چاہیئے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہان سے مرگیا وہان سے چاہیئے استحسان کیوجہ سے کذا فی الہدایة والمجتبی والملتقی
مین کہتا ہون اور یہان سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اوسی پر متون فقہ کی مشتمل ہین تو یہان قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ کیونکہ
ھم جہان قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہین تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہان قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقته ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اوسکا
خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے کفایت کرے وہین سے سوار کرکے حج کروانا چاہیئے بالاتفاق ومن لا وطن له فمن
حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہان وہ مرگیا وہان سے حج کروانا چاہیئے باتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل
ماله عبد فیعتق عنه عن الموصی ولم تجز الورثة بطلت وصیت کی کہ اوسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کیطرف سے اور اوسکے
وارثون نے اسکو جائز نہ کہا تو وصیت باطل ہے کذا اذا اوصی بان یشتری له عبد بالف درهم وزاد الالف علی الثلث وقالا یشتری
بکل الثلث فی المسئلتین مجمع اسیطرح جبکہ وصیت کی یہہ کہ خرید کیا جاوے اسکے واسطے غلام ہزار درم سے اور یہ ہزار درم ثلث مال سے زیادہ ہین تو وصیت
باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونو صورتون مین غلام خرید کیا جاوے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا ثم برئ من مرضه ذلک
وعاش سنین ثم مرض فوصایاه باقیة ان لم یقل ان مت من مرضی هذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیه بیمار نے چند وصیتین
کین پھر وہ چنگا ہوگیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اوسکی وصیتین باقی ہین اگر اوسنے یون نکہا ہو کہ اگر مین اپنی اس مرض سے
مرگیا تو مین نے یہہ وصیت کی کذا فی فتاوی قاضیخان اوصی بوصیته ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستة اشهر بطلت والا لا موصی نے
وصیت کی پھر وہ مجنون ہوگیا اگر اوسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہانتک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ورنہ باطل نہین وکذا لو اوصی ثم اخذه
بالوسواس فصار معتوها حتی مات بطلت خانیه اور اسیطرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ بیہوش اور غافل ہوگیا یہانتک کہ
مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیہ اوصی بان یعار بیته من فلان او بان یسقی عنه الماء شهرا فی الموسم او فی سبیل الله فهو
باطل فی قول ابی حنیفة رحمه الله خانیه یہہ وصیت کی کہ موصی کا گہر عاریت دیا جاوے فلانے شخص کو یا یہہ کہ پانی پلایا جاوے موصی کیطرف سے مہینہ بہر
حج کے موسم مین یا خدا کی راہ مین تو وہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول مین کذا فی الخانیہ کما لو اوصی بهذا التبن لدواب فلان
فان الوصیة باطلة ولو قال یعلف به دواب فلان جاز چنانچہ اگر یون وصیت کی کہ یہہ بہوسا فلانے شخص کے جانورون کیلئے خاص
ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یون کہا کہ اس بہوسی سے فلانے جانورونکو چارا دیا جاوے تو وصیت جائز ہے ولو اوصی بان ینفق علی فرس
فلان کل شهر کذا جاز وتبطل ببیعها اور اگر یہہ وصیت کی کہ فلانے کے گہوڑے پر ہر مہینے مین اسقدر خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور گہوڑے

کا بیچڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہی ہم خانیہ مین ہی محمد نے کہا یہہ وصیت صاحب فرس کیواسطے ہی پہر اگر گہوڑا مرگیا یا مالک نے اوسکو بیچا تو وصیت
باطل ہوگی انتہی ولو اوصى بسكنى دارہ لرجل ولا مال له سواها جاز وله سكناها مادام حيا وليس للورثة بيع ثلثيها وقال
ابو يوسف له ذلك وله ان يقاسم الورثة ايضا ويفرز الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گہر کی سکونت کی ایکمرد کیواسطے اور موصی کا
کچہہ مال نہین سوا اوس گہر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو اوسمین رہنا یعنی تہائی گہر مین درست ہی جبتک وہ زندہ رہے اور موصی کے
گہر کی دو تہائیان بیچنا درست نہین اور ابو یوسف نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہے وارث کو اور یہہ بہی جائز ہے کہ وارث وارثون سے مقاسمہ
کرلے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیۃ ولو اوصى بقطنه لرجل وبحبه لآخر واوصى بلحم شاة معينة لرجل وبجلدها لآخر و
اوصى بحنطة في سنبلها لرجل وبالتبن لآخر جازت الوصية لهما وعلى الموصى لهما ان يدوسا ويسلخا الشاة اور اگر اپنی کپاس کی
وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکی بنولونکی وصیت کی دوسرے شخص کے لئے اور معین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکی کہال کی
وصیت کی دوسری کیواسطے اور وصیت کی اوس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہو ایکمرد کیواسطے اور بہوسی کی وصیت کی دوسرے کیواسطے تو یہہ وصیت دونون مردون
کیواسطے جائز ہے اور دونو پر لازم ہے گیہون کا ماندنا اور بکری کی کہال گوشت سے جدا کرنا ہم اور اسیطرح دونو پر لازم ہی کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ
ہر ایک کا حصہ جدا ہو جاوے اوصى بثلث ماله لبيت المقدس جاز ذلك وينفق في عمارة بيت المقدس وفي سراجه ونحوه قالوا و
هذا يفيد جواز النفقة من وقف المسجد على قناديله وسرجه وان يشترى بذلك الزيت والنفط للقناديل في رمضان خانیہ وصیت
کی اپنی تہائی مال کی بیت المقدس کیواسطے تو یہہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جاوے بیت المقدس کی عمارت مین اور اوسکی چراغ مین اور مانند اوسکی علمانے
کہا کہ یہہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اوسکی چراغون پر جائز ہی اور یہہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن
قندیلون کیواسطے رمضان مین خرید کیا جاوے کذا فی الخانیۃ وفی المجتبی اوصى بثلث ماله للكعبة جاز ويصرف لفقراء الكعبة لا غير وكذا
للمسجد والمقدس اور مجتبی مین ہی کہ اپنی تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریفہ کیواسطے تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجون کیواسطے خرچ کیا جاوے نہ اور
کام مین اور اسیطرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہم یہہ دوسرا قول ہے متن کے مخالف کذا فی الطحطاوی وفی الوصية لفقراء الكوفة
جاز لغيرهم اور فقراء کوفہ کی وصیت اونکے سوای اور محتاجون پر صرف کرنا جائز ہے ہم اور یہی حکم ہے فقراء حاج اور فقراء مکہ کا کذا فی العالمگیریۃ
وفی الخانیۃ اوصى بعبده يخدم المسجد ويؤذن فيه جاز ويكون كسبه للوارث انتهى اور خانیہ مین ہے کہ وصیت کی اپنے غلام کی کہ مسجد
کی خدمت کرے اور اوسمین اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اوس غلام کی موصی کی وارث کی ہے ولو اوصى بثلث ماله لاعمال البر
لا يصرف ثلثه لبناء السجن لان اصلاحه على السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کیواسطے کی تو اوسکا تہائی مال قیدخانہ
بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصى باتخاذ الطعام بعد موته للناس ثلثة ايام فالوصية باطلة
کما فی الخانیۃ عن ابی بکر البلخی یہہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کہانا تیار کیا جاوے لوگون کے واسطے تین دن تو یہہ وصیت باطل ہے چنانچہ
خانیہ مین ابو بکر بلخی سے مروی ہے وفيها عن ابي جعفر اوصى باتخاذ الطعام بعد موته ويطعم الذين يحضرون التعزية جاز من الثلث
لمن طال مقامه ومسافته لا لمن لم يطل ولو فضل طعام ان كثيرا يضمن والا لا انتهى اور خانیہ مین ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کہانا
طیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کہلایا جاوے اونکو جو ماتم پرسی کیواسطے آوین تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کہانا حلال ہی اوسکو جو ماتم
داری مین بہت ٹہرا یا اوسکی مکان کی مسافت دراز ہو نہ اوسکو حلال ہے جسکی مسافت بعید نہین اور نہ زیادہ مقام سے اور اگر کہانا بچ رہا تو اگر
کثیر ہو تو اوسکا تاوان وصی پر ہے اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیہ قلت وحمل المصنف الاول على طعام يجتمع له النائحات
بقية ثلثة ايام فتكون وصية لهن فبطلت والثاني على ما كان لغيرهن مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنی ابو بکر بلخی کے

تو اسکو جو بطلان وصیت مین سے محمول کیا ہی اوس کہانی پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتین جمع ہوتی ہین باقی تین دنین تو وصیت ہوئی نوحہ گرون کے واسطے تو باطل

نہہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جواز وصیت کو اوس کہانی پر جو سوای نوحہ گرا اور لوگون کیواسطے پکایا جاے ہم نوحہ گرون کے واسطے وصیت کا باطل

ہونا ظاہرا تین دن پر مخصوص نہین کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنے تین دن کے بعد بہی نوحہ گری گناہ ہو کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح

اَوْصٰی بِاَنْ یُصَلِّیْ عَلَیْہِ فُلَانٌ اَوْ یُحْمَلَ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِلٰی بَلَدٍ اٰخَرَ اَوْ یُکَفَّنَ فِیْ ثَوْبِ کَذَا اَوْ یُطَیَّنَ قَبْرُہٗ اَوْ یُضْرَبَ عَلٰی قَبْرِہٖ قُبَّۃٌ اَوْ لِمَنْ

یَقْرَأُ عِنْدَ قَبْرِہٖ شَیْءٌ مُعَیَّنٌ فَھِیَ بَاطِلَۃٌ سراجیہ **منتقہ** یہہ وصیت کی کہ نماز پڑہو اوسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اوسکی لاش کو

اوٹہا لیجاوین دوسرے شہر کیطرف یا اوسکا کفن دیا جاے فلانے کپڑے مین یا اوسکی قبر پر کہگل کیجاے یا اوسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاے یا جو اوسکی قبر کے

پاس قران پڑہے اوسکو کچہ معین مال دیا جاے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے **ہم** شارح نے وصیت

بالخدمۃ کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہہ ہے کہ قبر کی کہگل مکروہ نہین اور قران پڑہنا قبر پر اور قاری کو دینا ایسا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے

شہر مین نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہین کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا مکروہ ہے لہذا اوسکی وصیت باطل ہی اَوْصٰی بِثُلُثِ

مَالِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی فَھِیَ بَاطِلَۃٌ وَقَالَ مُحَمَّدٌ تُصْرَفُ اِلٰی وُجُوْہِ الْبِرِّ وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالی کیواسطے تو یہہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد

نے کہا وصیت مذکور صرف کیجاے نیک کامون مین **ہم** وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالی کی ملک مین تو لام تملیک کی کچہ وجہ نہین بدون تاویل اور

توجیہ کے **وَالْمُعْتَبَرُ لِلظَّاھِرِ** کذا فی الطحطاوی **قَالَ اَوْصَیْتُ لِفُلَانٍ بِاَلْفٍ وَھُوَ عُشْرُ مَالِیْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ اِلَّا الْاَلْفُ** کہا کہ مین نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے

شخص کیواسطے اور حالانکہ ہزار درم ہیہ تمام مال کا دسوان حصہ ہے تو موصی لہ کیواسطے سوای ہزار درم کے کچہ نہین **ہم** جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج

ہوسکین تو اوسکو ہزار درم ملین گی خواہ ہزار دسوین حصہ سے زیادہ ہون یا کم کذا فی الطحطاوی **وَفِیْ اَوْصَیْتُ لَہٗ بِجَمِیْعِ مَا فِیْ ھٰذَا الْکِیْسِ وَھُوَ اَلْفٌ**

فَاِذَا فِیْہِ اَلْفَانِ وَدَنَانِیْرُ وَجَوَاھِرُ فَکُلُّہٗ لَہٗ اِنْ خَرَجَ مِنَ الثُّلُثِ مجتبی اور اس قول مین کہ مین نے فلانے کیواسطے وصیت کی اوس تمام مال کی جو اس

تہیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہین پہر جو اوسمین دیکہا تو دو ہزار درم اور اشرفیان اور جواہر ہین تو وہ بالکل مال موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ

ثلث مال سے خارج ہووے کذا فی المجتبی **قَالَ لِمَدْیُوْنِہٖ اِذَا مِتُّ فَاَنْتَ بَرِیْءٌ مِنْ دَیْنِیْ عَلَیْکَ صَحَّتْ وَصِیَّۃً وَلَوْ قَالَ اِنْ مِتُّ لَا یَبْرَأُ**

لِلْمُخَاطَرَۃِ اپنے مدیون سے کہا کہ جب مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہی میرے اوس دین سے جو تجہپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاویگا

اور اگر یون کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہوگا مخاطرہ کے سبب سے **ہم** مخاطرہ سے مراد اوسپر تعلیق ہے

جو ہنوز موجود نہین لیکن اوسکا ہونا مترقب ہی کذا فی الطحطاوی **یَدْخُلُ الْمَجْنُوْنُ فِی الْوَصِیَّۃِ لِلْمَرْضٰی** دیوانہ داخل ہے بیمارونکی وصیت مین یعنی جو مال

بیمارون کیواسطے وصیت مین تعین ہوا تو مجنون پر بہی صرف ہوگا اسلئے کہ جنون بہی بیماری ہے **وَفِی الْوَصِیَّۃِ لِلْعُلَمَاءِ یَدْخُلُ الْمُتَکَلِّمُوْنَ وَبِلَادِ**

خَوَارَزْمَ دُوْنَ بِلَادِنَا اور جو مال عالمون کے واسطے وصیت ہوا اوسمین ملک خوارزم کی متکلم داخل ہین نہ ہمارے ملک کے متکلم **ہم** متکلم وہ جو علم

عقائد مین گفتگو کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتمام کرتے ہونگے بلکہ لوگونکو اعتقادات واجبہکی تعلیم کرتے

ہونگے اور غیر ملکونکے متکلم شبہات فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹہیرے انکو علم الہی سے کچہ نصیب نہین **وَلَوْ اَوْصٰی لِلْعُقَلَاءِ یُصْرَفُ**

لِلْعُلَمَاءِ الزَّاھِدِیْنَ لِاَنَّھُمْ ھُمُ الْعُقَلَاءُ فِی الْحَقِیْقَۃِ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمندونکے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمونپر اسلئے کہ فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہین

کذا فی القنیہ **ہم** عاقل انجام بین کو کہتے ہین تو حقیقت مین تارک الدنیا عاقل ہے جسنے دنیا بے مقدار یا مبدا کا انجام معلوم کر کے اوسکو چہوڑ دیا طحطاوی نے کہا در المختار کے نسخون مین بجای لفظ قنیہ

کے منتقہ کا لفظ ہی اور صواب یہہ ہے کہ قنیہ ہی اسلئے کہ یہہ عبارت قنیہ کی ہی چنانچہ منح الغفار مین ہو اور اگر ایسا ہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹہیریگی اسلئے کہ آخر فروع مین سراجیہ مذکور ہی

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَصِیَّۃَ فِیْ یَدِ الْمُوْصٰی اِلَیْہِ وَدِیْعَۃٌ بِمَنْزِلَۃِ الْوَدِیْعَۃِ جاننا چاہیے کہ مال وصیت مرد اور اسکے وارثون کے قبضہ مین بجای امانت کے ہے کذا فی السراج یعنی اگر مال

بلا تعدی تلف ہو جائیگا تو انکو ضمان دینا لازم نہوگا **باب الوصیۃ بثلث المال** یہہ باب ہے تہائی مال کی وصیت کے مسائل مین

اِذَا اَوْصٰی بِثُلُثِ مَالِہٖ لِزَیْدٍ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِہٖ وَلَمْ تُجِزْ فَثُلُثُہٗ لَہُمَا نِصْفَیْنِ اتِّفَاقًا جبکہ اپنی تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال دونو شخصونمین نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم اسواسطے کہ ثلث مال دونون کے حق کی گنجایش نہین رکہتا کیونکہ عدم اجازت کیحالتمین تہائی مال سے وصیت زیادہ نہین ہوسکتی اور استحقاق کے سبب مین دونو برابر ہین اور محل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونومین نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وَاِنْ اَوْصٰی بِثُلُثِ مَالِہٖ لِزَیْدٍ وَلِاٰخَرَ بِسُدُسِ مَالِہٖ فَالثُّلُثُ بَیْنَہُمَا اَثْلَاثًا اتِّفَاقًا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونون شخصونمین تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وَاِنْ اَوْصٰی لِاَحَدِہِمَا بِجَمِیْعِ مَالِہٖ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِہٖ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَۃُ ذٰلِکَ فَثُلُثُہٗ بَیْنَہُمَا نِصْفَانِ لِاَنَّ الْوَصِیَّۃَ بِاَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ اِذَا لَمْ تُجِزْ تَقَعُ بَاطِلَۃً فَیُجْعَلُ کَاَنَّہٗ اَوْصٰی لِکُلٍّ بِالثُّلُثِ فَیُنَصَّفُ اور اگر وصیت کی ایک شخص کیواسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کیواسطے تہائی مال کی اور وارثون نے اوسکو جائز نرکہا تو اوسکے مال کی تہائی دونومین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جبکہ اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹہر گئی تو یہہ قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے ہر شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونومین نصفا نصف ہوگی یہہ مذہب ہے امام کا وَقَالَا اَرْبَاعًا لِاَنَّ الْبَاطِلَ مَا زَادَ عَلَی الثُّلُثِ فَاضْرِبِ الْکُلَّ فِی الثُّلُثِ یَحْصُلُ اَرْبَعَۃٌ فَیُجْعَلُ ثُلُثُ الْمَالِ اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیے جاوینگے اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہی جو تہائی پر زیادہ ہی تو کل کو ضرب کر ثلث مین چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال کے مین قرار دیے جاوینگے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اوسمین دقت ہے مطلب خیز نہین در کی عبارت یون ہی کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اوسکو دیئے جاوینگے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوتی اور ایک سہم اوسکو لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زائد ثلث پر باینمعنی باطل ہے کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر مین کہ موصی لہ اوسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اس زائد کے اسلیے کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہین تو ثلث کا مخرج تین ہی تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرا وَلَا یَضْرِبُ الْمُوْصٰی لَہٗ بِاَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الْمُرَادُ بِالضَّرْبِ الْمُصْطَلَحِ بَیْنَ الْحُسَّابِ فَعِدَّۃُ سِہَامِ الْوَصِیَّۃِ اِثْنَانِ فَاضْرِبْ نِصْفَ کُلٍّ فِی الثُّلُثِ یَکُوْنُ سُدُسًا فَلِکُلٍّ سُدُسٌ مِنَ الْمَالِ وَعِنْدَہُمَا اَرْبَعَۃٌ کَمَا قَدَّمْنَا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نکریگا وہ موصی لہ جسکے لیے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہی جو اہل حساب مین مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہین تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث مین تو سدس ہوگا ہر شخص کیواسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہین چنانچہ ہمنے اونکو آگے بیان کردیا ہم شارح کو یون کہنا اولے تہا فاضرب نصفہا او فاضرب نصیب کل ضرب مصطلح عبارت ہے اوس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی اِلَّا فِیْ ثَلٰثِ مَسَائِلَ وَہِیَ الْمُحَابَاۃُ وَالسِّعَایَۃُ وَالدَّرَاہِمُ الْمُرْسَلَۃُ اَیِ الْمُطْلَقَۃُ غَیْرُ الْمُقَیَّدَۃِ بِثُلُثٍ اَوْ نِصْفٍ اَوْ نَحْوِہِمَا اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہین کرتا مگر تین مسئلونمین ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہہ ہین ایک محابات دوسری سعایت تیسری دراہم مرسلہ یعنی مطلق دراہم جنمین ثلث یا نصف کی یا انکے سوا اور کوئی قید مذکور نہین ہم محابات لغت عرب مین بمعنی مسامحہ اور عطا کے ہے اور یہان محابات سے مراد وہ بیع ہی جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی وَمِنْ صُوَرِ ذٰلِکَ اَنْ یُّوْصِیَ لِرَجُلٍ بِاَلْفِ دِرْہَمٍ مَثَلًا اَوْ یُحَابِیَہٗ فِیْ بَیْعٍ بِاَلْفِ دِرْہَمٍ اَوْ یُوْصِیَ بِعِتْقِ عَبْدٍ قِیْمَتُہٗ اَلْفُ دِرْہَمٍ وَہِیَ ثُلُثَا مَالِہٖ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِہٖ وَلَمْ تُجِزْ فَالثُّلُثُ بَیْنَہُمَا اَثْلَاثًا اِجْمَاعًا اور ان تینونکے منجملہ شکلونکی یہہ مثال ہے کہ وصیت کی ایکمرد کیواسطے ہزار درم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اوس غلام کی آزادی کی جسکی قیمت ہزار درم ہے اور حالانکہ ہزار درم اوسکے تمام مال کی دو تہائیان ہین اور دوسرے شخص کیواسطے تینون مثالونمین اپنے

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نہ رکہی تو کل مال کی تہائی دونون موصی لہ مین تین تہائی بالاتفاق ہوگی یعنی دو سہم نزدیک کے موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کیصورت یہہ ہے کہ ایکمرد کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۳۰ درہم ہے اور دوسرے کی ۶۰ درہم سو اوسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتہہ دس درہم پر بیچ ہو اور دوسرا غلام عمرو کی ہاتہہ ۲۰ درہم پر بیچ ہو اور موصی کا سوا ان دو غلامونکے کچہہ اور مال نہین ہے تو زید کے حق مین ۲۰ درہم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۴۰ درہم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تہائی ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتہہ ۲۳ درہم پر بیچا جائیگا اور دس درہم اوسکی واسطے وصیت ٹہہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتہہ ۴۶ درہم پر اور ۲۰ درہم اوسکی وصیت ہوئی تو زیادہ تر تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہوگیا اور سعایت کیصورت یہہ ہے کہ موصی نے دو غلامونکو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہے جو محابات مین مذکور ہوچکی اور اوسکا کچہہ مال سوا غلامونکے سوا نہین تو اول کیواسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کیواسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہائی ہوجائیں گے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بہی اسیطرح اونمین مقسوم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درہم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کریگا ۲۰ درہم مین اور ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ ۲۰ درہم ہے اور سعایت کریگا ۴۰ درہم مین تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہو ثلث پر اور دراہم مرسلہ کی یہہ صورت ہے کہ زید کیواسطے وصیت کی ۳۰ درہم کی اور دوسرے کیواسطے وصیت کی ۶۰ درہم کی اور اوسکا کل مال ۹۰ درہم ہے اور وارثون نے اس وصیت کو جائز نہ رکہا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذا فی الطحطاوی ومن اوصیٰ بمثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن اولا۔ اور اپنی فرزند کے حصہ کی مانندکی وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اوسکا بیٹا ہو یا نہو وبنصیب ابنہ لا لو لہ ابن موجود۔ اور اپنی فرزند کے حصہ کی دوسرے کیواسطے وصیت کی تو صحیح نہین اگر اوسکا بیٹا موجود ہو ہم اسواسطےکہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہے پہر جب اوسکی وصیت اور شخص کیواسطے ہوئی تو اوسنے فرض الہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا کذا فی المنح برخلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطےکہ مثل شی مغائر شی ہے وان لو یکن لہ ابن صحت عنایہ وجوہرۃ زاد فی شرح التکملۃ وصار کما لو اوصیٰ بنصیب ابن لو کان انتہیٰ اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایۃ والجوہرۃ شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور یہہ ہوگیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہیٰ ما شرح التکملۃ وفی المجتبیٰ ولو اوصیٰ بمثل نصیب ابنی لو کان فلہ النصف انتہیٰ اور مجتبیٰ مین ہے اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند کی اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہیٰ ما فی المجتبیٰ ہم لیکن زیادہ علی الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہے ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبیٰ کے مخالف ہے ہم مجتبیٰ مین نصف مال مذکور ہے اور سراج مین ثلث مسطور ہے کذا فی الطحطاوی ولہ فی الصورۃ الاولیٰ ثلث ان اوصیٰ مع ابنین اور موصی لہ کیواسطے پہلی صورت مین تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزندون کے ساتھہ وصیت کی ہم یعنی دو فرزندون کے ساتھہ موصی لہ کے لیے بمثل حصہ فرزند وصیت کی تو اوسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ونصف مع ابن واحد ان اجاز اور موصی لہ کیواسطے ایک فرزند کے ساتھہ نصف ہے اگر فرزند جائز رکہے ومثلہم البنات اور بیٹیونکی مانند بیٹیونکا حکم ہے ہم یعنی اگر بمثل حصہ دختر وصیت کی اور اوسکی ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف ہے اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے اور دو بیٹیونکے ساتھہ ثلث ہے کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصیٰ بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبیٰ اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصیت کسی وارث کے حصہ کے برابر کی تو ورثہ کے سہام پر اوسی حصہ کا مثل زیادہ کرلیا جائیگا کذا فی المجتبیٰ چنانچہ اوپر کی مثالون مین مفصل گذرا ویجزء او سہم من مالہ فالبیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فخلافہ اور وصیت کی اپنی مال مین سے ایک جزء یا ایک سہم کی تو اوسکا بیان وارثون کیطرف ہے تو وارثون سے کہا جائیگا کہ موصی لہ کو دو جتنا تمہارا جی چاہے پہر یہہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزء اور سہم کے یہہ ہمارا متاخرین کا عرف ہے اور اصل روایت تو اوسکی مخالف ہے ہم وارثونکو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزء اور سہم کا مدلول مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت بجہالت سے ممنوع نہین اور وارث موصی کے اوسکی قائم مقام مین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہے کہ سہم عبارت ہے سدس سے امام کے قول مین بنا بر عرف بعض شہرون کے منح الغفار مین ہے کہ لفظ نصیب اور شقص اور بعض اور حظ اور شی کا سہم اور جزء کی مانند ہے کذا

فی المحیط وهی درایة و قال سدس مالی له ثم قال ثلثه له واجازوا له ثلث ای حصة الثلث فقط وان اجازته الورثة لدخول السدس فی الثلث مقدما کان او مؤخرا اخذا بالتیقن وبهذا اندفع سوال صدر الشریعة واشکال ابن الکمال اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کیواسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکے واسطے ہے اور اوسکے وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ کیواسطے تہائی مال ہے یعنی اوسکا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ مؤخر اعتبار یقین کے سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہوگیا ھ صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشا ہے تو واجب ہے کہ موصی لہ کیواسطے نصف مال واجب ہو اسواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت مین احتمال ہے کہ سدس ثلث مین داخل ہوا اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث مین بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہو و فی سدس مالی مکررا له سدس لان المعرفة قد اعیدت معرفة اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کیواسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ ہوکر ھ یعنی موصی نے یون کہا کہ میرا سدس مال اوسکے واسطے ہے پھر یہی کہا کہ میرا سدس مال اوسکا ہے خواہ اوسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اوسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور یہان معرفہ لفظ ہے سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کیطرف

و بثلث دراهمه او غنمه او ثیابه متفاوتة فلو متحدة فکالدراهم او عبیده ان هلك ثلثاه فله جمیع ما بقی فی الاولین ای الدراهم والغنم اور موصی کے دراہم یا اوسکی بھیڑ بکریون یا اوسکے مختلف کپڑون کی یا اوسکے غلامون کے ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہوجاوین تو موصی لہ کیواسطے وہ ہے جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون مین یعنی درمون اور بھیڑ بکریون مین شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درمونکی مانند ہین ھ یعنی موصی نے کہا کہ میری ثلث دراہم یا ثلث غنم فلانے کیواسطے ہین پھر درم اور غنم کی دو تہائیان تلف ہوگئین تو موصی لہ کیواسطے تمام باقی ہے مثلاً اگر نو درم مال تہا سو چھہ درم ضائع ہوگئے تو باقی تین درم موصی لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع اصناف ماله اخی جلبی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لہ پاویگا کذا ذکرہ اخی جلبی وثلث الباقی فی الاخرین ای الثیاب والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون مین یعنی کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہی موصی لہ کیواسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ھ یعنی اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت ہین اور اونمین سے چھہ کپڑے یا چھہ غلام ضائع ہوگئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درم اور غنم کے کہ اونمین جمیع باقی موصی لہ کا حق ہے

وکالاول کل متحد الجنس کمکیل وموزون وثیاب متحدة وضابطه ما یقسم جبرا وکالثانی کل مختلف الجنس وضابطه ما لا یقسم جبرا اور اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور ایک قسم کے کپڑے اور قاعدہ کلیہ اوسکا یہ ہے کہ اوس چیز کی قسمت زبردستی ہوسکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کی مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اوسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ھ اشیاء متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے نہ چاہتے ہون تو قاضی اونکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو اونمین تقسیم جبری نہوگی

و بالف وله عین ودین فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیه اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی حالانکہ اوسکا مال عین ہے اور لوگون پر ہزار درم کی جنس سے دین بھی ہے تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اوسکو دیے جاوین ھ یعنی اگر اوسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہو تو اوسی نقد سے ایکہزار درم موصی لہ کو دیے جاوین والا یخرج فثلث العین یدفع له وکلما خرج شیء من الدین یدفع الیه ثلثه حتی یستوفی حقه وهو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اوسکو دیجاوے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاوے اوسکی تہائی اوسکو ملتی جاوے یہانتک کہ اوسکا حق ہزار درم

پوری ہو جاوین ھم مثلاً نقد متروکہ ۳۰۰۰ درم سے تو ایکسو قدم موصی لہ کو دین اور جسقدر دین وصول ہوتا جاے اوسکی تہائی دیتے رہین ہزار درم کے بہنچنے تک وثلثہ لزید وعمرو وھو ای عمرو میت لزید کلہ ای کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئا فلا یزاحم غیرہ وصار کما لو اوصی لزید ولجدار اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کیواسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کیواسطے پوری ہی تہائی ہے اور اسکا قاعدہ یہہ ہے کہ میت یا معدوم چیز مستحق نہین ہوتی کسی چیز کا تو غیر کی مزاحم اور مانع نہو گی اور وہ قول اس قول کی مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کیواسطے هذا اذا خرج المزاحم من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحة الایجاب یخرج بحصته ولا یسلم للآخر کل الثلث لثبوت الشرکة یہہ یعنی استحقاق کل ثلث کا اوسوقت ہے جبکہ مزاحمت کرنیوالا نکلجاے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا ثبوت شرکت کیوجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ان ابن عبد اللہ ان مات وھو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کیواسطے ہے اگر مین مرون اور خالد محتاج ہو پہر موصی مرگیا اور حالانکہ خالد بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کیواسطے نصف ثلث ہوگا ھم اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہوگیا وصیت مین داخل تہا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کیوجہ سے تو اسصورت مین زید پوری تہائی نپاویگا وکذا لو مات احدھما قبل الموصی وفی وجوہ کثیرة اور اسیطرح اگر ایک موصی لہ مرگیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا اور اس اصل کی شاخین بہت ہین ھم ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر یون کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گہر مین ہوا اور حالانکہ عبد اللہ گہر مین نہین تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہین کذا فی المنح واصلہ المعول علیہ انہ متی دخل فی الوصیة ثم خرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادة فی حق الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیة لفقد الاھلیة کان الکل للآخر ذکرہ الزیلعی اور اوسکا قاعدہ معتمد علیہ یہہ ہے کہ جب موصی لہ وصیت مین داخل ہوا پہر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہہ دوسرے موصی لہ کے حق مین زیادہ ہو جانیکا موجب نہین ہوتا اور جبکہ وصیت مین داخل ہی نہوا فقدان اہلیت کیوجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرة لوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر تبعا للکافی حیث قال ولو لم یذکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الی آخرہ اور بعضون نے کہا موت موصی کیوقت کا اعتبار ہے اور اسیکی طرف درر کا کلام باتباع کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کیواسطے پہر بکر کا فرزند مرگیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ ھم صاحب درر کا تمام کلام یہہ ہے یا وصیت کی زید کیواسطے اور اوسکے محتاج فرزندون کیواسطے اور شرط فوت ہوگئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتون مین اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہین ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت مین انتہی اور اسیکی مانند فتاوی عالمگیریہ مین محیط سرخسی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحة الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالة الایجاب وقیل فیہ روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ مین یعنی جبکہ مزاحم خارج ہو جاے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار مین نہ موت موصی کے اعتبار مین اور بعضون نے کہا کہ اسمین دو روایتین ہین ولو قال بین زید وعمرو وھو میت لزید نصفہ لان کلمة بین توجب التنصیف حتی لو قال ثلثہ بین زید وسکت فلہ نصفہ ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال بابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال بابین زید کے اور چپ ہوگیا دوسرے شخص کو ذکر نکیا تو بہی زید کو نصف ہی ملیگا وثلثہ وھو ای الموصی فقیر وقت الوصیة لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیة او قبلہا لما تقرر ان الوصیة ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنیوالا محتاج ہے وصیت کیوقت تو موصی لہ کیواسطے اوسکا ثلث مال ہے یعنی اوس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے

اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ وصیت عبارت ہی ایجاب بعد الموت سے ۱۲ مم مطلاوبی نے کہا بہتر یہ تھا کہ تغیر کی قید مذکور نہوتی تاکہ وصیت صحیح ہونا اجدا لوکلین

الموصی بہ عیناً اونوعاً معیناً ثلث مال مذکور اوسوقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین نہو اما اذا اوصی بعین او نوع من مالہ

کثلث غنمہ فہلکت قبل موتہ بطلت لتعلقہا بالعین فتبطل بفواتہا وان اکتسب غیرہا لیکن جبکہ وصیت عین کیا یا نوع مال سے ایک

نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پہر وہ تلف ہوگئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہوگئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت

باطل ہوگی اوسکے فوت ہوجانے سے اگرچہ اوسنے سوا ہی اوس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن لہ غنم عند الوصیۃ فاستفادہا ای الغنم

ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقہا بالنوع کتعلقہا بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کیوقت نہون پہر وہ غنم کو حاصل کرے پہر مرجاے تو وصیت صحیح

ہے قول صحیح مین اسلئے کہ تعلق وصیت کا نوع سے ویساہی جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود وقت الموت کا اعتبار ہے ولو قال لہ شاۃ من مالی ولیس لہ

غنم یعطی قیمۃ الشاۃ اور اگر بولا کہ زید کیواسطے گوسپند ہی میرے مال سے اور حالانکہ اوسکی ملک مین بھیڑ بکری کا گلہ نہین ہے تو اوسکو گوسپند کی قیمت بجاوگی

بخلاف قولہ لہ شاۃ من غنمی ولا غنم لہ یعنی لا شاۃ لہ فانہا تبطل برخلاف اس قول کے کہ اوسکے واسطے ایک گوسپند ہی میری غنم یعنی بھیڑ بکری مین

سے اور حالانکہ اوسکی ملک مین غنم نہین ہے یعنی ایک گوسپند بھی نہین تو وصیت باطل ہے ۱۲ م وجہ فرق بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت مین جب گوسفند کو مال

کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ مالیت گوسفند کی وصیت مراد ہی اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال مین اور دوسری صورت مین جب گوسفند کو غنم کیطرف

مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ عین گوسفند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا لو لم یضفہا لمالہ ولا غنم لہ وقیل یصح اور

اسیطرح اگر گوسفند کو اپنے مال کیطرف مضاف نکیا اور حالانکہ اوسکی ملک مین غنم نہین تو وصیت باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہو وکذا الحکم

فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوہما زیلعی اور اسیطرح گوسفند کی مانند حکم ہے ہر قسم مین اقسام مال سے چنانچہ گاے بیل اور کپڑا اور

مانند اوسکی کذا فی الزیلعی وبثلثہ لامہات اولادہ وہن ثلث وللفقراء والمساکین لہن ای امہات الاولاد ثلثۃ اسہم من خمسۃ

وسہم للفقراء وسہم للمساکین وعند محمد رح یقسم اسباعاً لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقلہ اثنان قلنا ال الجنسیۃ تبطل

الجمعیۃ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کیواسطے اور فقیرون اور مسکینون کیواسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولد تین ہین تو اونکے واسطے تین سہم مین پانچ سہمون

سے اور فقیرون کیواسطے ایک سہم ہے اور مسکینون کیواسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہوکر اسواسطے کہ فقرا اور مساکین کا لفظ جمع ہی

اور اقل جمع دو ہین ہم جواب مین کہتے ہین امام کیطرف سے کہ فقرا اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونیکو باطل کردیتا ہی یعنی تو یہان ظاہر مین جمع

کا صیغہ ہی اور حقیقت مین مفرد ہے وبثلثہ لزید وللمساکین لزید نصفہ ولہم نصفہ وعند محمد اثلاثاً کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور

مساکین کیواسطے تو زید کے لئے نصف تہائی کا اور مساکین کیواسطے نصف باقی ہی اور محمد کے نزدیک تین حصے ہوسنگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے اسلئے کہ اقل

جمع دو ہین چنانچہ مذکور ہوچکا ولو اوصی بثلثہ لزید والفقراء والمساکین قسم اثلاثاً عند الامام واخماساً عند ابی یوسف واخماساً

عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی زید اور فقیرون اور مسکینون کیواسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہوکر امام کے نزدیک اور دو حصے ہوکر

ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہوکر محمد کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان لہ صرفہ الی مسکین واحد

وقال محمد لاثنین علی ما مر فلا یجوز صرف ما للمساکین لاقل من اثنین عندہ والخلاف فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار کہا عینہ

وقال ثلث مالی لہذہ المساکین لم یجز صرفہ لواحد اتفاقاً اور اگر وصیت کی مسکینون کیواسطے تو وصی کو جائز ہے اوسکا صرف کرنا ایک مسکین پر

یعنی بطلان جمعیت کیوجہ سے اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہی بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہین تو جو مال کہ مساکین کیواسطے ہے اوسکا صرف کرنا دو

مسکینون سے کمتر پر جائز نہین محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اوس صورت مین ہے جبکہ موصی نے مساکین کیطرف اشارہ کرکے معین نہین کردیا سو اگر اوسنے اونکیطرف

اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینون کے واسطے ہے تو اوسکا صرف کرنا ایک مسکین کیطرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہین ولو اوصی

لفقیر نحیلۃٍ فاعطی غیرھم جاز عند ابی یوسف و علیہ الفتوی خلاصہ و شرنبلالیہ اور اگر میت کی قوم کے فقیر کے واسطے موصی نے اُنکی بہلائی و تقیر مکو دیا تو ابو یوسف کی تحقیق جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ والشرنبلالیۃ و بمائۃ لرجلٍ و بمائۃ لاٰخر فقال لاٰخر اشرکتک معھما فلہ ثلث کل مائۃ لتساوی نصیبھما فامکنت المساواۃ فلکل ثلث المائۃ اور اگر میت کی سو درم کی ایکمرد کیواسطے اور سو درم کی دوسرے کیواسطے پہر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجکو شریک کردیا اُن دونو مردونکے ساتھہ تو تیسرے مرد کیواسطے ہر سیکڑے کی تہائی ہے اسواسطے کہ پہلے دو مردون کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہوگئی تینونکی برابری تو ہر مرد کو سیکڑے کی دو تہائیان ملینگی ولو باربعمائۃ و بمائتین لاٰخر فقال لاٰخر اشرکتک معھما لہ نصف مالکل منھما لتفاوت نصیبھما فیساوی کلا منھما اور اگر مثلاً ۴۰۰ درم کی وصیت کی ایک مرد کیواسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کیواسطے پہر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجھکو دونون کے ساتھہ شریک کردیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملیگا بسبب متفاوت ہونے دونون کے حصون کے تو تیسرا مرد دونون کے برابر ہوگا م جب دونونکا حصہ متفاوت ہوا تو تینون شخصونکی برابری ممکن نہین تو شرکت کو حمل کیا ثالث کی مساوات پر دونون کے ساتھہ تاکہ لفظ اشتراک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہووے وبثلث مالہ لرجلٍ ثم قال لاٰخر اشرکتک او ادخلتک معہ فالثلث بینھما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے پہر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو شریک کیا اوسکے ساتھہ یا تجکو داخل کردیا اوسکے ساتھہ تو تہائی مال دونوں نصفا نصف ہی بدلیل مذکور یعنی شرکت تقتضی ہے مساوات کی اور یہان مساوات ممکن ہے وان قال لورثتہ لفلانٍ علیّ دینٌ فصدقوہ فانہ یصدق وجوبا الی الثلث استحسانا اور اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجہپر دین ہے تو اوسکی تم تصدیق کیجیو تو اوسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسان کی رو سے م وجہ استحسان یہہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اوسکی بطریق وصیت کے ثابت ہوسکتی ہے اور قیاس یہہ ہے کہ تصدیق نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہین ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قولہ کل من ادعی علیّ شیئا فاعطوہ لانہ خلاف الشرع بر خلاف اس قول کے کہ جو شخص مجہپر کسی چیز کا دعوی کرے تو اوسکو دیجیو تو اسمین تصدیق نہوگی اسلئے کہ یہہ خلاف شرع ہے م یعنی تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہے الا ان یقول ان رأی الوصی ان یعطیہ فجوز من الثلث ویصیر وصیۃ مگر یہہ کہ قائل مذکور یون کہے کہ اگر وصی اوسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکہے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہہ قول وصیت ہوجاویگا م وصیت ہوجانیکی یہہ وجہ ہے کہ اوسنے وصی کو تفویض کیا کذا فی الطحطاوی ولو قال ما ادعی علی فلان من مال فھو صادق فان سبق منہ دعوی فی شیئ معلوم فھو لہ والا لا مجتبی اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعوی کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اوس شخص سے کوئی دعوی شی معین مین سابق ہوچکا ہو تو وہ شی مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعوی نہین تو وہ چیز اوسکی نہین کذا فی المجتبی فان اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلانٍ علیّ دینٌ فصدقوہ عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثۃ پہر اگر موصی نے چند وصیتین کین اوسکے ساتھہ یعنی اس قول کے ساتھہ جو اوسنے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجہپر دین ہے تو اوسکی تصدیق کیجیو تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت والون کیواسطے اور دو تہائیان جدا ہونگی وارثون کیواسطے م یعنی ایک شخص نے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجہپر دین ہے تو اگر وہ دعوی کرے تو اوسکی تصدیق کرنا پہر اس قول کے بعد اوسنے چند اشخاص کیواسطے وصیتین کین تو اوسکے مال سے تہائی اہل وصایا کے لئے جدا کرنا چاہیئے اور دو تہائیان وارثون کے لئے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہین اور دین مجہول ہے تو معلوم کا مزاحم نہوگا لہذا معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر وقیل لکل من اصحاب الوصایا والورثۃ صدقوہ فیما شئتم وما بقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثون کے ہر فریق سے کہ مدعی دین کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے م پہر جبکہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہوگیا کہ ترکہ مین دین ہے دونو حصون مین تو ہر فریق کا اقرار اوسکے حصے مین نافذ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ و الدین وان کان مقدما علی الحقین الا انہ

بعض کی ادا وہی کہ جو مقدم ہو وصیت اور میراث سے کہ دونون پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہیں ہے م یہہ جواب کل مقدار کا ہو کہ دین تو وصیت
اور میراث پر مقدم ہے پھر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیان جدا ہوئین ہیں اسکا جواب یہہ ہے کہ
عدم تصدیق وبیان اوسکی عدم تعین کے سبب سے ہوئی وطریق تعیینہ ما ذکرنا اور دین مذکور کے مقرار دینے میں ہمنے تیکا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہوگیا
یعنی تصدیق فریقین کی فیؤخذ الورثة بثلثي ما اقروا به والموصى لهم بثلث ما اقروا به وما بقي فلهم تو جسقدر دین کا وارثون نے
اقرار کیا وہ اونکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا وہ اونکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا بعد دین لینے کے وہ اونکا
ہے یعنی جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہے اور جو ایک تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہے ویحلف کل على العلم لو ادعى
الزيادة اور ہر فریق قسم کہاے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوی کرے یعنی ہر فریق یون قسم کہاے کہ واللہ ہم اسقدر دین کو جانتے ہین
قلت بقي لو كانت الوصايا دون الثلث هل يعزل الثلث كله ام بقدر الوصايا لم ار ه باقی رہا یہہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال
سے کم ہون تو کیا پوری تہائی نکال رکہی جاویگی یا بقدر وصیت کے ہمنے اسکی تصریح کتب فقہ مین نہین دیکہی وبقي ايضا هل يلزمهم ان يصلوا
في اكثر من الثلث يراجع ابن الكمال به اور یہہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا اونکو لازم ہے یہہ کہ مقرلہ کی تصدیق کرین ثلث سے اکثر مین اسکے
واسطے ابن کمال کیطرف رجوع کرنا چاہیئے م یہہ اصل اعتراض ہے زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضون
نے ضعیف جواب دیا ہے جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصراً ولاجنبي ووارثه او قاتله له نصف الوصية وبطل
وصية للوارث والقاتل لانهما من اهل الوصية على ما مر ولذا تصح باجازة الورثة اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث
یا اپنے قاتل کیواسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اوسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ
وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنا براوس قول کے جو گذر گیا اور اسیواسطے وصیت وارث اور قاتل کیواسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت
سے م برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کیواسطے وصیت کی تو سبکا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق
نہین تو مزاحم بھی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعين او دين لوارثه ولاجنبي حيث لا يصح في حق الاجنبي ايضا لانه اقر بعقد
سابق بينهما فاذا الغا بعضه لغا باقيه ضرورة برخلاف اسکی جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کیواسطے کیونکہ وصیت صحیح
نہین اجنبی کے حق مین بہی اسلئے کہ یہہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پہر جبکہ بعض لغو ہوگیا تو باقی بہی بضرورت
لغو ٹہرا م عدم صحت کی وجہ یہہ ہے کہ وصیت انشاء تصرف ہے یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود
سابق سے اور حالانکہ اوسنے خبر دی ہے وصف شرکت کی زمانہ ماضی مین تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہوسکتا کیونکہ اوسکی خبر
کے مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کی ساتہہ ممکن ہے اسواسطے کہ تو وارث اسمین شریک ہوا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الزيلعي مختصراً قيل هذا
اذا تصادقا فان انكر احدهما شركة الاخر صح اقراره في حصة الاجنبي عند محمد وعندهما تبطل في الكل لما قلنا زیلعی بعضون
نے کہا یہہ یعنی عدم صحت اقرار اوسوقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے پہر اگر ایک دوسری کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار
اجنبی کے حصے مین صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سبکے حصے مین باطل ہے اوسوجہ سے جو ہمنے بیان کی کذا فی الزيلعي ولو اوصى
بثياب متفاوتة جيد ووسط ورديء لثلثة انفس لكل منهم بثوب فضاع ثوب منها ولم يدر اي هو والورثة
يقول لكل منهم هلك حقك بطلت الوصية لجهالة المستحق كوصية لاحد هذين الرجلين اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور
ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کیواسطے ہر آدمی کے لئے ایک کپڑا پہر ان تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہوگیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف
ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسے اگر زید و عمرو دونین سے کسی

الغیر کیواسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کیواسطے مین نے وصیت کی تو یہہ وصیت باطل ہے جہالت کے سبب سے یعنی معلوم نہین کہ کس شخص کیواسطے وصیت کی اِلّا اَنْ یُّسَلِّمُوْا وَیُسَلِّمُوْا مَابَقِیَ مِنْهَا فَتَعُوْدُ صَحِیْحَۃً لِزَوَالِ الْمَانِعِ وَھُوَ الْجَھَالَۃُ مگر یہہ کہ موصی کے وارث مضائقہ نکرین اور باقی کپڑے انکو تسلیم کرین تو وصیت صحیح ہو جاویگی بانع صحت کے زوال سے یعنی وارثونکا انکار مانع تہا صحت کا سو تسلیم سے زائل ہوگیا فَتُقْسَمُ لِذِی الْجَیِّدِ ثُلُثَاہُ وَلِذِی الرَّدِیِّ ثُلُثَاہُ وَلِذِی الْوَسَطِ ثُلُثُ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا لِاَنَّ التَّسْوِیَۃَ مُتَعَذِّرَۃٌ بِلَا مُضَائِقَۃٍ تو عمدہ کپڑے والیکے واسطے عمدہ کی دو تہائیان اور ناقص والیکے واسطے ناقص کی دو تہائیان اور متوسط کپڑے والیکے واسطے دونو کپڑونمین سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجاویگی اسواسطے کہ یہہ برابر کرنا ہی بقدر امکان کے وَلَوْ اَوْصٰی اَحَدُ الشَّرِیْکَیْنِ بِبَیْتٍ مُّعَیَّنٍ مِّنْ دَارٍ مُّشْتَرَکَۃٍ وَقُسِمَ وَوَقَعَ فِیْ حَظِّہٖ فَھُوَ لِلْمُوْصٰی لَہٗ وَاِلَّا یَقَعْ فِیْ حَظِّہٖ فَلَہٗ مِثْلُ ذِرَاعِہٖ صَرَّحَ صَدْرُ الشَّرِیْعَۃِ وَغَیْرُہٗ بِوُجُوْبِ الْقِسْمَۃِ فَلَوْ قَالَ قُسِمَ فَاِنْ وَقَعَ اِلَی الْاٰخِرِ لَکَانَ اَوْلٰی اگر گہر کے دو شریکونمین سے ایک شریک نے مشترک گہر سے ایک معین کوٹہری کی وصیت کی اور وہ گہر بانٹا گیا اور وہ کوٹہری موصی کے حصہ مین پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے اور اگر موصی کے حصے مین واقع نہوئی تو موصی لہ کے واسطے کوٹہری کی برابر گزونسے زمین ناپ دیجاویگی صدر الشریعۃ وغیرہ مین وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یون کہتا قسمت کیجاوے پہر اگر کوٹہری اوسکے حصہ مین آوے الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا وَالْاِقْرَارُ بِبَیْتٍ مُّعَیَّنٍ مِّنْ دَارٍ مُّشْتَرَکَۃٍ مِثْلُھَا اَیْ مِثْلُ الْوَصِیَّۃِ فِی الْحُکْمِ الْمَذْکُوْرِ اور اقرار کرنا معین کوٹہری کا مشترک گہر سے وصیت کی مانند ہی حکم مذکور مین ہے یعنی اگر احد الشریکین نے کہا کہ یہہ کوٹہری فلانے شخص کی ہے پہر اُس گہر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹہری مقر کے حصے مین واقع ہوئی تو اوسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اوسکے حصے مین نہ پڑی تو اوسکی برابر زمین ناپ دیجاویگی تو یہان وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہے وَبِاَلْفٍ عَیْنٍ اَیْ مُعَیَّنٍ بِاَنْ کَانَتْ وَدِیْعَۃً عِنْدَ الْمُوْصِیْ مِنْ مَّالٍ اٰخَرَ فَاَجَازَ رَبُّ الْمَالِ الْوَصِیَّۃَ بَعْدَ مَوْتِ الْمُوْصِیْ وَدَفَعَہٗ صَحَّ اور ہزار درم عین یعنی معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تہین وصیت کی پہر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اوسکی جائز رکہی اور ہزار درم موصی لہ کو تسلیم کئے تو درست ہے وَلَہُ الْمَنْعُ بَعْدَ الْاِجَازَۃِ لِاَنَّ اِجَازَتَہٗ تَبَرُّعٌ فَلَہٗ اَنْ یَّمْتَنِعَ مِنَ التَّسْلِیْمِ وَاَمَّا بَعْدَ الدَّفْعِ فَلَا رُجُوْعَ لَہٗ شرح تکملہ اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درم کا ندینا جائز ہے اسواسطے کہ اوسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تہا اوسپر واجب نتہا تو اوسکو جائز ہے کہ تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنیکے بعد تو اوسکو پہیر لینا جائز نہین کذا فی شرح التکملۃ بِخِلَافِ مَا اِذَا اَوْصٰی بِالزِّیَادَۃِ عَلَی الثُّلُثِ اَوْ لِقَاتِلِہٖ اَوْ لِوَارِثِہٖ فَاَجَازَتْھَا الْوَرَثَۃُ حَیْثُ لَا یَکُوْنُ لَھُمُ الْمَنْعُ بَعْدَ الْاِجَازَۃِ بَلْ یُجْبَرُوْنَ عَلَی التَّسْلِیْمِ لِمَا تَقَرَّرَ اَنَّ الْمُجَازَ لَہٗ یَتَمَلَّکُہٗ مِنْ قِبَلِ الْمُوْصِیْ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ مِنْ قِبَلِ الْمُجِیْزِ برخلاف اوسکے جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کیواسطے وصیت کی پہر اوسکے وارثون نے وصیت کو جائز رکہا اسواسطے کہ یہان وارثونکو اجازت کے بعد منع جائز نہین بلکہ اونپر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ قاعدہ ثابت ہوچکا کہ مجاز لہ یعنی جسکے لئے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہی موصی کیجانب سے ہم حنفیون کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک مالک ہوتا ہی اجازت دینے والے کیطرف سے ہم اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج مین صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک مین واقع ہی اور امتناع تہا وارثون کے حق سے پہر جب وارثون نے اجازت دی تو اونکا حق ساقط ہوگیا تو وصیت نافذ ہوگئی موصی کیطرف سے کذا فی الدرر وَلَوْ اَقَرَّ اَحَدُ الْاِبْنَیْنِ بَعْدَ الْقِسْمَۃِ بِوَصِیَّۃِ اَبِیْہِ بِالثُّلُثِ صَحَّ اِقْرَارُہٗ فِیْ ثُلُثِ نَصِیْبِہٖ لَا نِصْفِہٖ اِسْتِحْسَانًا لِاَنَّہٗ اَقَرَّ لَہٗ بِثُلُثٍ شَائِعٍ فِیْ کُلِّ التَّرِکَۃِ وَھِیَ مَعَھُمَا فَیَکُوْنُ مُقِرًّا بِثُلُثِ مَا مَعَہٗ اور اگر دو فرزندونمین سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروکہ کے تو اوسکے حصہ کی تہائی مین صحیح ہے نہ اوسکے نصف حصہ مین اسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کیواسطے تمام ترکہ مین ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونو کے پاس ہے تو وہ مقر ٹہرا اوس مال کی تہائی کا جو اوسکے پاس ہے اور اوس مال کی تہائی کا جو اوسکے بہائی کے پاس ہے

یعنے تو اوسکا اقرار اوسکے حق مین مقبول ہے نہ اوسکے بہائی کے حق مین بخلاف مالو اقرّ احدھما بدین علی ابیھما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث۔ برخلاف اوسکے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اوسکو تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر م تو مقرلہ مقر سے تمام متروکہ لیگا تا استیفا و دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھ نملیگا اور وصیت کا اقرار ایسا نہین ہے اسلیے کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نپاویگا جبتک وارث کو دو نملے کذا فی النہر والامۃ فو لدت بعد موت الموصی ولدا و کلاھما یخرجان من الثلث فھما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانیکے بعد اور لونڈی اور اوسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونو موصی لہ کے ہین وان لم یخرجا اخذ الثلث منہا ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منھما علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پہر اوسکی ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونون سے برابر لیگا م صورت مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اوسنے لونڈی کی وصیت کی پہر دیکہو اسطے پہر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور خارج نہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ مان اصل ہے اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم نرہی اور یہہ جائز نہین ہے کذا فی الطحطاوی ھذا اذا ولدت قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدھما فھو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہہ حکم مذکور اوسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اوسکی ملک کی بڑہوتی ہے اور اسیطرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنا بر اوس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے یعنی اسواسطے کہ وہ وصیت کے تحت مین داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریۃ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کی مانند ہے حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہہ باب ہے بیماری مین آزاد کرنے مین م چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے اوسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہوگیا لہذا اوسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اوسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے المعتبر حال العقد فی تصرف منجز ھو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز مین منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کرے م اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل سے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ سو اگر تصرف منجز صحت کیحالت مین ہو تو اوسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کیحالت مین ہو تو اوسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ھو انشاء ویکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مھر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض مین مراد اوس سے وہ تصرف ہے جو انشا ہے اور اوسمین تبرع کا معنی ہو تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے م اقرار احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اوسمین تبرع نہین ہے والمضاف الی موتہ وھو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ھذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کیطرف مضاف ہے وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یون کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جاے وہ صحت کی مانند ہے م اسلیے کہ وارث اور غریم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اوسکی مرض الموت مین اور چنگا ہو جانیسے ظاہر ہوگیا کہ اوسکا مرض

جو تہا مرض الموت تہا والمُقعَدُ والمفلوجُ والمَسْلول اذا تطاول ولم يُقعِدْه في الفراش كالصحيح مجتبیٰ ثم رمز حدّ التطاول سنةً وفي المرض المعتبر المُبيح لصلوته قاعدًا اور جابندا ورمفلوج اورمسلول کا مرض جب متطاول اورمزمن ہوجاے اور اوسکو بستر پر نہ ڈالدے تو وہ تندرست کی برابر ہے احکام شرعی مین کذا فی المجتبیٰ پہر صاحب مجتبیٰ نے تطاول مرض کی حد برمز بیان کی ہے کہ ایک سال ہے اور مرض معتبر کی حد وہ ہے جو مباح کردے نماز کو بیٹھے ہم مرض معتبر یعنی جس مرض مین نفوذ تصرف انشائی کا ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الطحطاوی اِعتاقُه ومحاباتُه وهِبَتُه ووقفُه وضمانُه كل ذلك حكمُه كحكم وصيّة مريض کا اعتاق اور محابات اور ہبہ اور اوسکا وقف اور ضامن ہونا ہر ایک کا حکم وصیت کے حکم کی مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہین ہین بلکہ وصیت کے مشابہ ہین اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور یہہ تصرفات منجز ہین فی الحال لیکن چونکہ مرض مین واقع ہوئے تو در حکم وصیت ہوگئے حق ورثہ کے تعلق کیوجہ سے محابات کیصورت یہہ ہے کہ سَو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچی یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زائد خرید مین اور قیمت مثل سے انقص بیع مین اسیکا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی فيُعتبر من الثلث كما قدّمنا في الوقف انّ وقف المريض المديون بمحيط باطلٌ فليحفظ وليحرر جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کی مانند ہوئے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف مین یہہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے اور تحریر اور تنقیح کرنا چاہئے ويُزاحِمُ اصحابُ الوصايا في الضرب اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص مین یعنی عبد مُعتَق اور مُحابیٰ اور موہوب لہ اور قیم اور مضمون لہ ضرب حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھہ تو اگر ثلث مال سبکے واسطے کفایت ہوگیا تو فہو المراد ورنہ حصہ رسد لینگے اور قسمت مین ہر ایک کا حصہ معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی مجہپر کہلا ہے کذا فی الطحطاوی ولو يستسعِ العبدُ اِن اُجيزَ عتقُه لانّ المنعَ لحقهم فيسقط بالاجازة اور غلام سعی نکریگا اپنے استخلاص مین اگر اوسکی عتق کی اجازت ہوگئی وارثون کیطرف سے اسواسطے کہ منع عتق تہا وارثون کے حق کے سبب سے تو وہ ساقط ہوجاویگا اونکی اجازت سے فاِن حابیٰ فحرّرَ وضاق الثلثُ عنهما فهي اي المحاباة احقّ پہر اگر مریض نے محابات کی پہر غلام کو آزاد کیا اور اوسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنی تہائی مین دونون تصرف کی گنجایش نہین ہے تو وہ یعنی محابات مقدم ہے اعتاق پر ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایکسو درم کو بیچا پہر اوس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچہہ مال نہین سوا ان دو غلامون کے تو ثلث مال یعنی سو درم محابات مین صرف ہونگے کذا فی الدرر وبعكسه بان حرّرَ فحابیٰ استويا اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتاق کیا پہر محابات کی تو دونو برابر ہین ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پہر وہ غلام جسکی قیمت دوسو درم ہے سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم کی تقسیم دونومین نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف منفعت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محابات دوسری غلام کو ۱۵۰ درم دیکر خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقُه اولیٰ فيهما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونو صورتونمین مقدم ہے ووصيّتُه بان يُعتق عنه بهذه المائة عبدٌ لا تنفذ الوصيّةُ بما بقي ان هلك درهمٌ لانّ القربةَ تتفاوتُ بتفاوتِ قيمة العبد اور مریض کی وصیت اسطرحپر کہ اوسکی طرفسے غلام آزاد کیا جاوے ان سو درمون سے خرید کرکے تو وصیت نافذ نہوگی باقی درمون سے اگر ایکدرم بہی سو درمون سے تلف ہووے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ متفاوت ہوجاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اسقدر درمون سے میریطرف سے حج کیا جاوے پہر ان درمون سے ایکدرم یا زیادہ تلف ہوگئے تو وصیت قائم ہے باطل نہین وقالا هما سواءٌ اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونو وصیتین صحیح ہین کوئی باطل نہین وتبطل الوصيّةُ بعتقِ عبدِه بأنْ اَوصیٰ بان يُعتِقَ الورثةُ عبدَه بعد موته اِن جنیٰ بعد موته فدُفع بالجناية كما لو بيع بعد موته بالدَّين اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کی آزادی کی یعنی یون وصیت کی کہ وارث اوسکے غلام کو اوسکے مرنیکے بعد آزاد کرین تو وصیت باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت مین دیاگیا چنانچہ اسصورتمین وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بیچا گیا موت کے بعد موصی کے دین مین ہم وجہ بطلان یہہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ

کے حق پر اور اسیطرح واپس کرنا حق مقدم ہو وراثت پر ان فکّت الورثة العبد لا تبطل وکان الفداء فی اموالهم بالتزامهم اور اگر وارثون نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہہ فدیہ دینا وارثون کے ذاتی مال مین ہوگا اونکے التزام کے سبب یعنی انہون نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ متبرع ٹھہرے ولو اوصی بثلثه ای ثلث ماله لبکر وترک عبدًا فاقرّ کلّ من الوارث وبکر ان المیت اعتق هذا العبد فادّعی

بکر انّ عتقه فی الصحة لینفذ من کلّ المال وادّعی الوارث عتقه فی المرض لینفذ من الثلث ویقدّم علی بکر فالقول للوارث مع الیمین لانه ینکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کیواسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک شخص نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے پھر بکر نے دعوی کیا اوسکی آزادی کا موصی کی صحت مین تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے اوسکی آزادی کا دعوی کیا مرض موصی مین تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہے اسلئے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول معتبر ہوتا ہے منکر کا قسم کے ساتھہ ولا شیء

لزید کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابه لبکر لانه المذکور اوّلًا غایة الامر انّ القوم مثّلوا لزید فغیّره المصنف اوّلًا ونسیه ثانیا والله اعلم اور زید کیواسطے کچہہ نہین اسیطرح متن اور شرح کے نسخہ مین لاشیء لزید مرقوم ہے مین کہتا ہون یون کہنا ٹھیک ہے ولاشیء لبکر یعنے بکر کیواسطے کچہہ نہین اسواسطے کہ اس مسئلہ مین لفظ بکر کا اول مذکور ہے غایة الامر یہہ ہے کہ قوم نے یعنی فقیہون نے اس مسئلہ مین زید کی تمثیل دی ہے سو مصنف نے اولًا تمثیل کو بدلا اور آخر مین تغیر کو بھولگیا والله اعلم الّا ان یفضل من ثلثه شیء من قیمة العبد مگر یہہ کہ موصی کی ثلث مال سے کچہہ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا ھ مثلًا ثلث مال سو درم ہے اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے او تقوم حجّة علی دعواه فانّ الموصی له خصم لانه یثبت حقه وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوی پر کہ اعتاق صحت مین تہا اسواسطے کہ بکر موصی له مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسیطرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادّعی رجل دینا علی المیت وادّعی العبد

عتقا فی الصحة ولا مال له غیره فصدّقهما الوارث یسعی فی قیمته ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شیء اور اگر دعوی کیا ایکمرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوی کیا صحت مین اور حالانکہ میت کا کچہہ مال نہین ہے سوای اس غلام کے سو وارث نے دونون مدعیونکی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کی اداکرنے مین اور وہ قیمت صاحب دین کو دیجاوے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچہہ کوشش قیمت مین نکریگا ھ صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ دین اور عتق ساتھہ ہی ظاہر ہوئے وارث کی تصدیق سے ایک کلام مین تو گویا ساتھہ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہین امام کی دلیل یہہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے ولہذا جمیع احوال کل مال سے معتبر ہے لہذا عتق ہی مدفوع نہین ادنی سے اور اسکا مقتضی یہہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہین تو اوسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی هذا الخلاف لو ترک ابنًا والف درهم فادّعاها رجل دینا واخر ودیعة وصدّقهما الابن فالالف بینهما نصفان عنده وقالا الودیعة اقوی اور بنابر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درہم چھوڑے سو ان درمون کے دین ہونیکا ایکمرد نے دعوی کیا اور دوسرے نے اونکے ودیعت ہونیکا دعوی کیا اور میت کے فرزند نے دونونکی تصدیق کی تو ہزار درم دونو مدعیونمین نصفا نصف ہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہے دین سے ھ اس مسئلہ مین اولیت مین خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی هذا الخلاف کہنا شارح کا بلاوجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الهدایة فقال عنده الودیعة اقوی وعندهما سواء ولا یصح ماذکرنا کما فی الکافی وتمامه فی الشرنبلالیة فلیحفظ مین کہتا ہون اور ہدایہ مین اوسکے بالعکس کہا ہے سو یون کہا ہے کہ امام کے نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہے اور صحیح تر وہ قول ہے جو ہمنے ذکر کیا چنانچہ کافی مین ہے اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ مین ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھ شرنبلالیہ مین یون ہے کہ صاحب ہدایہ سے

پہلے بزرگون نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہو کذا فی الطحطاوی **باب الوصیۃ للاقارب وغیرھم**
یہہ باب ہو وصیت اقارب وغیرہم کے بیان مین جارہ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلتہ ویجمعھم مسجد المحلۃ وھو استحسان وقال
الشافعی الجار الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہو جو اوسکے گہر مین لاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا
کہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور محلہ کی مسجد اونکی جامع ہو یعنی اوسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑہتے ہون اور یہہ قول صاحبین کا استحسان ہو اور امام شافعی
نے کہا کہ پڑوسی چالیس گہر تک ہوتا ہو ہر طرف سے م محمد نے املا مین کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کیواسطے تو یہہ وصیت اوسکے گہر کے ملاصقین کے
واسطے ہو خواہ اونکے دروازے قریب ہون یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی وصھرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کابیھا وعمھا
واخوالھا واخوانھا وغیرھم بشرط موتہ وھی منکوحۃ او معتدۃ من رجعی اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو
مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اوسکے چچا اور اوسکے ماموں اور اوسکی بہنین اور انکے سوا اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد
مرگیا ہو اور وہ عورت اوسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو فلو من بائن لا یستحقھا وان ورثت منہ سو اگر عورت طلاق بائن
کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلبی ان ھذا فی عرفھم واما فی عرفنا فیختص بابوی الزوجۃ
وغیرھا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرھان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ حلوانی نے کہا کہ یہہ صہر کی تعریف
متقدمین کے عرف مین تھی اور ہمارے عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنی خسر اور خوشدامن کذا فی النہایہ وغیرہا اور
قہستانی نے اسکو ثابت رکہا ہو مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہو اور شرنبلالیہ مین اوسیکو ثابت رکہا ہو ثم نقل
عن العینی ان قول الھدایۃ وغیرھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ ھذہ
الفائدۃ پہر شرنبلالیہ مین عینی شارح ہدایہ سے یہہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہہ قول کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سے
نکاح کیا حق اور ٹہیک یہہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکہنا چاہیے م عینی نے سنن ابو داؤد وغیرہ سے
نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ مین واقع ہوئین اونہون نے اونکو مکاتب کیا اور بدل کتابت کیواسطے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئین حضرت نے اونسے نکاح کیا جب اصحاب نے یہہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے اصحاب کے حصے مین آئے تھے انہون نے اونکو آزاد کر دیا حضرت
کے اکرام کیواسطے اور کہا کہ یہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصہار ہین اور وہ سو خانہ دار تھے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی رحم محرم منہ کذا
فی النسخ قلت الموافق لعامۃ الکتب ذات رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اوسکی ہر محرم عورت کا شوہر ہو چنانچہ
اوسکی بیٹیون اور پہوپہیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسیطرح کل ذی رحم واقع ہو اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وکذا کل
ذی رحم من ازواجھن قیل ھذا فی عرفھم وفی عرفنا الصھر ابو المراۃ وامھا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی
وینبغی فی دیارنا ان یختص الصھر بابی الزوجۃ والختن بزوج البنت لانہ المشھور اور اسیطرح ختن عبارت ہو بنات اور عمات کے شوہرون
کے ہر قرابت دار سے بعضون نے کہا یہہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہے اور
ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہو اور ہمارے ملک مین یون لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی
کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجیے اسواسطیکہ اب یہی مشہور ہے م یہہ اشارہ اسطرف ہو کہ دیار مومی کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا
عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واھلہ زوجتہ وقالا کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولھما استحسان
شرح تکملہ قال ابن الکمال وھو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واھلہ الا امراتہ انتہی قلت وجوابہ فی المطول لا بن
اور اہل عبارت ہو اوسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اوسکے عیال اور نفقہ مین داخل ہو سوا اوسکے لونڈی غلام کی وہ اوسکے اہل ہین اور قول

صاحبین کا استحسان ہو یعنی تو یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملۃ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمنے نجات دی لوط اور اوسکے اہل کو سوا اوسکی عورت کے انتہی قولہ مین کہتا ہون اور جواب اِس استدلال کا امام کیطرف سے بڑی کتابون مین مذکور ہے م استدلال مذکور کا جواب یہہ ہو کہ قرینہ عموم کا وہان موجود ہی یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہی زوجہ کیواسطے بدلیل نصوص و عرف قال تعالیٰ وسار باہلہ وقال لاہلہ امکثوا ومنہ قولہم تأہل ببلدۃ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہی حقیقت مستعملہ کیطرف کذا فی الطحطاوی مختصراً

وآلہ اہل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا وحینئذ یدخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی اور آدمی کی آل عبارت ہین اوسکے اہل بیت اور اوسکے اوس قبیلہ سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہی اور اسوقت مین یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل مین داخل ہو ہر ایک شخص جو موصی کیطرف منسوب ہے اوسکے باپ دادا کیجانب سے اسلام مین اوسکے پہلے سرے کے باپ تک جد اقصی کے سوا اسواسطے کہ جد اقصی مضاف الیہ ہے یعنی اور وصیت نہین مگر مضاف کیواسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی م جد اقصی اسلام مین مثلاً علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کیواسطے تو اوسمین داخل ہے جو علی مرتضی کیطرف منسوب ہے نسب آبائی کیجانب سے نہ وہ شخص جسکی ننہال ہو سادات مین

الاقرب والابعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر اور صغیر اور کبیر آل مین سب برابر ہین ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لا یحصون کما فی الاختیار اور آل مین غنی اور فقیر داخل ہین اگر وہ منحصر نہون کذا فی الاختیار م عبارت اختیار کی یون ہو وان کانوا لا یحصون کذا فی الطحطاوی عن المکی یعنی آل مین غنی اور فقیر سب داخل ہین اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون اور یہی حق ہے سہو کاتب سے واو ساقط ہوگیا ہے ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ کما فی شرح التکملۃ یعنی اذا کانوا لا یرثون اور آل مین داخل ہے موصی کا باپ اور دادا اور اوسکا بیٹا اور اوسکی زوجہ کذا فی شرح التکملۃ یعنی جبکہ وہ اوسکے وارث نہون م عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیروارث کے حق مین

ولا یدخل فیہ اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل مین داخل نہین اوسکی بیٹیونکی اولاد اور نہ اوسکی بہنونکی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اوسکی مان کا قرابتدار ہو اسواسطے کہ بیٹا باپ کے نسب مین داخل ہوتا ہے نہ مان کے نسب مین وجنسہ اہل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اوسکے باپ کے اہل بیت ہین اسواسطے کہ انسان متجانس ہوتا ہی اپنے باپ کا نہ اپنی مان کا م غایۃ البیان مین ہو کہ جنس عبارت ہی نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کیطرف سے وکذا اہل بیتہ واہل نسبہ کآلہ وجنسہ فحکمہما اور اسیطرح موصی کے اہل بیت اور اوسکے اہل نسب اوسکی آل اور اوسکی جنس کی مانند ہین یعنی اہل بیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کی مانند ہی

ولو اوصت المرأۃ لجنسہا او لاہل بیتہا لا یدخل ولدہا ای ولد المرأۃ لانہ ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کیواسطے وصیت کی تو اوس عورت کا بیٹا وصیت مین داخل نہین اسواسطے کہ وہ باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ مان کیطرف الا ان یکون ابوہ ای الولد من قوم ابیہا فحینئذ یدخل لانہ من جنسہا [illegible] فی التکملۃ وغیرہما قلت ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم وبہ افتی شیخنا الرملی مگر جبکہ باپ اُس فرزند کا اوس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اسوقت مین اُس عورت کا بیٹا بھی وصیت مین داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر والکافی وغیرہما مین کہتا ہون تو اس تقریر سے یہہ مستفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت فقط [illegible] معتبر نہین چنانچہ فتاوی ابن نجیم کے اواخر مین مذکور ہے اور اسیکا فتوی دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے [illegible] سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ شرافت اور بزرگی ہی [illegible] جسکی ماں سیدہ ہین للفضیلۃ بالبضعۃ الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی م

بین بدائع سے منقول ہے کہ حسب و نسب مخصوص ہے بدپ کے نہ جانب ماں کے پس جسکی ماں سید ہو اور باپ سید نہو تو اوسکو زکوٰۃ کا مال لینا حرام نہیں اور بید
ہاشمیہ کا کفو اور ہمسر نہیں اور اوسپر وہ مال حلال نہیں جو ساوات پر وقف ہو الا بعض موقف اور یہہ حدیث ہے کہ کل نسب ابن آدم منقطع الا نسبی
الا ما کان من فاطمۃ فانی ابوہم تو اسمین اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو یہہ خصوصیات سے ہے چنانچہ لفظ حدیث مفید ہے اسکو انتہی کذا فی الطحطاوی والدر

اوصی لاقاربہ او لذی قرابتہ کذا النسخ قلت صوابہ لذوی او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی
رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والوں کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہہ وصیت
سے قریب تر کیواسطے ہے اور اوسکے بعد جو اوس قریب تر سے موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا متن کے نسخون میں اسیطرح لذی قرابتہ
مرقوم ہے مین کہتا ہون لذوی قرابتہ بصیغہ جمع ٹھیک ہے م لذی قرابتہ مفرد ہے اور بقیہ کلمہ مفرد و بصیغہ جمع ہے لہذا شارح صیغہ جمع کو
صواب کہا اور مترجم نے اسیوجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان قیل من قال للوالد قریبا فہو عاق والولد والمستوی علیہ
بکفر او رق کما یفیدہ عموم قولہ والوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ مین ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہین اگرچہ والدین
اور فرزند ممنوع المیراث ہون بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہہ ثابت ہوتا ہے بعضون نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان
ہے م وجہ نافرمانی کی یہہ ہے کہ اہل لغت کے عرف مین قریب اوسکو کہتے ہین جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کیواسطے ہے اور تقرب والد کا ولد سے
بنفسہ ہے لا بغیرہ کذا فی الزیلعی واما الجد وکذا ولد الولد فیدخل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا
اور پوتا تو اقارب کی وصیت مین داخل ہین ظاہر الروایہ مین اور بعضون نے کہا داخل نہین اور اسیکو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار مین م فتاوے
عالمگیریہ مین بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے ویکون للاثنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی
المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصون اور زیادہ کیواسطے ہوگی یعنی اسلئے کہ وصیت مین میراث کی مانند اقل جمع دو ہین م امام نے
اس وصیت مین چار شرطونکو اعتبار کیا ہے اول یہہ کہ مستحق دو شخص ہین یا زیادہ دوسرے یہہ کہ موصی کا قرابت دار محرم ہو تیسرے یہہ کہ اقرب فالاقرب
معتبر ہے اور ابعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند میراث کی چوتھے یہہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمین برابر ہین کذا فی العالمگیریۃ فان کان
لہ للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث وقالا ارباعا تو اگر وصیت اقارب مین موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہون تو
وصیت اوسکی دونون چچاؤن کیواسطے میراث کی مانند ہوگی اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤن کیواسطے اور دو حصے ماموؤن کیواسطے
م شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی
ولو لہ عم وخالان کان لہ النصف ولہما النصف وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہون تو چچا کے واسطے
نصف مال ہے وصیت کا اور دونون ماموؤن کیواسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے کہا تین تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر ولو عم
واحد لا غیر فلہ نصفہا ویرد النصف الاخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو اور کوئی نہو تو اوسکے
واسطے نصف وصیت ہے اور نصف ثانی اوسکے وارثون کو دیا جائے کیونکہ اوسکا کوئی مستحق نہین ولو عم وعمۃ استویا لاستواء
قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ ہو تو دونو برابر ہین اسواسطے کہ دونوکی قرابت یکسان برابر ہے ولو انعدم المحرم بطلت
خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے م صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر
محرم کیطرف وصیت صرف ہوگی اسلئے کہ اونکے نزدیک اقارب مین دادھیال اور ننھیال کے سب رشتہ دار داخل ہین کذا فی الطحطاوی ولو لولد
فلان فہی للذکر والانثی سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کیواسطے تو یہہ وصیت
مرد اور عورت کیواسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونونکو شامل ہے یہانتک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے

ولا يدخل ولد الابن مع ولد الصلب اور وہ فعل مجاز یعنی پوتا فرزند صلبی کے ساتھ فلو له بنات لصلبه وبنو ابن فهي للبنات عملا بالحقيقة
یعنی اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت بیٹیوں کی ہوگی اسوجہ سے حقیقت پر عمل کرنے کی راہ سے یعنی پوتوں کو وہ لڑکیاں باعتبار مجاز کے ہیں
اور بیٹیوں کو بنابر حقیقت کے ہے اور حالانکہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر فلو تعذرت صرفت الى المجاز تحرزا عن التعطيل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو
کلام پھیرا جاویگا مجاز کیطرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار اور بیہودہ نہ ٹھہرے ہم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کیواسطے وصیت کی اور اوسکی اولاد صلبی نہیں ہے
تو ابن وصیت میں پوتے داخل ہونگے کذا فی العالمگیریہ ولا يدخل اولاد البنات وعن محمد انه يدخلون اختيار اور بیٹیوں کی اولاد داخل نہوگی
اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثة فلان للذكر مثل حظ الانثيين لانه اعتبر الوراثة اور اگر وصیت کی فلانے
کے وارثوں کو واسطے تو مرد کو دو عورتوں کی برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط صحتها اے
الوصية هنا اى في الوصية لورثة فلان وما في معناها كعقب فلان موت الموصى لورثته او لعقبه قبل موت الموصى لان
الورثة والعقب انما يكون بعد الموت اور یہان یعنی فلانے کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اسکے معنی میں ہو چنانچہ عقب فلانی کی وصیت میں صحیح
ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلانا شخص جسکے وارثوں اور پس ماندوں کیواسطے وصیت ہوئی مرگیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق
نہیں آتا مگر اوسکی موت کے بعد ثم ان كان معهم موصى له آخر قسم بينهم وبينه على عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثة يقسم بينهم للذكر
كالانثيين كلمة پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو اون وارثوں اور اون دوسرے موصی لہ کے تقسیم علے عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثوں کو
حصہ ملیگا تو اونکے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف اوسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا فلو مات الموصى قبل موته اى الموصى لورثته وعقبه
بطلت الوصية لورثته وعقبه پھر اگر وصیت کرنیوالا مرگیا اوس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثوں اور عقب کیواسطے وصیت ہوئی تو اوسکے وارثوں
اور عقب کیواسطے وصیت باطل ہوگئی ثم ان كان معهم موصى له آخر كقوله اوصيت لفلان ولورثته وعقبه كانت الوصية كلها لفلان
الموصى له دون ورثته وعقبه لان الاسم لا يتناولهم الا بعد الموت وتمامه في السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص
موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ مینے وصیت کی فلانے شخص کیلئے اور اوسکے وارثوں اور عقب کیلئے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کیلئے ہوگی نہ اوسکے وارثوں اور عقب کیواسطے اسلئے
کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں اونکو مگر بعد مرجانے اوس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج میں ہے وفيه عقبه ولده من الذكور والاناث
فان ماتوا فولد ولده كذلك ولا يدخل اولاد الاناث لانهم عقب لآبائهم لا له اور سراج وہاج میں ہے اور عقب آدمی کا اوسکا ولد ہے
خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مرگئی تو اوسکے فرزند کی اولاد اسیطرح ہو یعنی اوسمین بھی مرد عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد عقب میں داخل نہیں
اسواسطے کہ وہ اپنے باپوں کی عقب ہیں نہ اوسکی یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہو فلاد کہنا شارح کو قولہ ابنہ کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد
مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفي ايتام بنيه اى بنى فلان والايتام اسم لمن مات ابوه قبل الحلم قال صلى الله عليه وسلم لا يتم
بعد البلوغ وعميانهم وزمناهم وارامله والارمل الذى لا يقدر على شيء رجلا كان او امرأة ورثته قوله دخل في الوصية
فقيرهم وغنيهم وذكورهم واناثهم اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور اونکے اندھوں اور لنگڑوں اور اونکے مساکین میں تو وہ
سب داخل ہونگے یعنی فلان کے فقیر اور غنی اور اونکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اوس شخص کا جسکا باپ مرگیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونیکے بعد یتیمی نہیں اور ارامل جمع ہے ارمل کی آرمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو
یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ اسمین عورت اور مرد یکسان ہیں و قسم سوية ان احصوا بغير كتاب وحساب
فان الوصية لهم تكون تمليكا لهم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے منحصر ہوں بدون لکھنے اور حساب کرنیکے تو وصیت
صحیح ہے یعنی جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک ٹھہریگا اونکو واسطے اونکے عدم حصر اور انحصار کی تعریف ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ [illegible] نہیں سکتیں

بتاؤں انکو اور مطلب ترتیب کا او رہو جو نے کہا جبکہ جو اوسنے دیا و تریدون اور بعضون نے کہا کہ قریب ہے کہ کہا ملّی پر تھہر و مختار ہو اور یہی قول اصح ہے کذا فی مختار ہی قاضیخان فی الاکثر فھو تملیک اوصی بثلث ماله للفقراء وفی شرح الکنز للتملیک حینئذٍ والمراد به القربة اور فقرا وغیرہ غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال اونکے محتاجوں کو دیا جائے کسی کو اختیار ہو اونمین سے جسکو چاہے کذا فی شرح الکنز بسبب متعذر ہو تملیک کے اسوقت مین تو اوس سے قربت مراد ہوگی ھ وہ مین ہے اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے رفع احتیاج اور گرسنگی مین اور یتیم اور نابینا اور لنگ کے اسما محتاجی پر دلالت کرتے ہین تو محتاج پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی الکفایہ و فی بنی فلان یختص بذکورھم ولو اغنیاء اور اگر وصیت کی بنی فلان مین یعنی فلانے کے فرزند و نمین تو یہ اونکے مرد و نکے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد مالدار ہون الّا اذا کان فلان عبارة عن اسم قبیلة او اسم فخذ فیتناول الاناث لان المراد حینئذٍ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتونکو بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین عورتین بھی داخل ہین ھ جبکہ بنی فلان کیواسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ فلان باپ ہو قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا جیسے تمیم بنی تمیم کا اور اسد بنی اسد کا یا کہ فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہین تو معلوم کرنا چاہیے کہ عشائر کی آٹھ قسمین ہین پہلا نام شعب بفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریہ مختصر ولھذا یدخل فیه ایضا مولی العتاقة و مولی الموالاة و حلفاؤھم یعنی وھو یختص والّا فالوصیة باطلة اور اسیواسطے یعنی جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اوسمین موالی عتاقت اور موالی موالات اور اوس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان مین داخل ہو جاتے ہین یعنی جبکہ وہ لوگ متعین اور منحصر ہون اور اگر غیر منحصر ہون تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیة متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجة کالیتامی بنی فلان تصح ان لم یحصوا علی ما مرّ لوقوعھا للہ تعالی وھو معلوم وان کان لا ینبئ عن الحاجة فان احصوا صحت وتجعل تملیکا والّا بطلت کذا فی الاختیار اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو مخبر ہے حاجت سے جیسا کہ یتیم بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون بنا بر تقریر گذشتہ یعنی اسحالتمین محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کیواسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہین کرتا تو اگر موصی لہم منحصر ہین تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہے اور اسکا پورا بیان اختیار شرح مختار مین ہے اوصی من له معتِقون و معتَقون لمو الیه بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم له عندنا ولا قرینة تدل علی احدھما جسکو آزاد کرنیوالے اور آزاد کردہ دونو موجود ہین اوسنے وصیت کی اپنے موالی کیواسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ موالی کا لفظ مشترک ہے اور مشترک کیواسطے عموم ثابت نہین ہم حنفیونکے نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہین جو ایک معنی پر دلالت کرے ھ موالی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونونکو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہین اور کوئی قرینہ نہین کہ موالی سے آزاد کنندہ مراد ہین یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلك عندنا کما هو الاصح بین النفی والاثبات اور ہمارے اصحاب کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہین ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہین ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک تو اختار شمس الائمة وصاحب الهداية انه یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جبکہ نفی کے تحت مین واقع ہو ھ صاحب محمد صاحب نے یہ قول کو ضعیف کہا ہے اور دلیل یہ ہے کہ نفی مشترک میں منافی نہیں ہے اور پائی علامہ نے اسکا جواب دیا ہے جیسا کہ قول آئندہ مین معلوم ہوگا وحینئذٍ فقوله ولو حلف لا یکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لا لوقوعه فی النفی بل لان الحامل علی الیمین بغضه وھو غیر مختلف عنایه وأقره المصنف اور اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہین ہے مابین نفی اور اثبات کے عدم عموم مشترک مین تو قصہ یہ ہے قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی

عام ہے مولا اعلیٰ یعنی آزاد کنندہ اور مولا اسفل یعنی آزاد کردہ کو شامل ہو جیسے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک کے واقع ہونے نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ
قسم کہانے پر فلانے شخص کا بغض باعث ہے اور بغض غیر مختلف ہے ما بین الاعلیٰ والاسفل کذا فی العنایۃ اور مصنف نے اسکو ثابت رکہا ہے اپنی شرح میں ہم شمس الائمہ
اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علماء کے نزدیک علت عموم بغض ہے۔ نعم الا اذا عینہ ای الاعلیٰ او الاسفل
قبل موتہ فحینئذ یصح لزوال المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت میں موصی تعیین کردے مولا اعلیٰ کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو آپ وصیت
باطل نہ ٹہریگی صحیح ہو جاویگی زوال مانع کے سبب سے یعنی مانع صحت عدم تعیین تہی سو اب زائل ہوگئی اور اسکو بیان سے ویدخل فیہ ای فی الموالی من
اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی میں داخل ہے وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں لا یدخل فیہ مدبروہ وامہات
اولادہ وهل المیہ سعید بخلاف ابی یوسف اور موالی میں داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ وہ بہی داخل ہیں ہم عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے
ہیں مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کیطرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث ماله الی الفقہاء
دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنی تہائی مال کی وصیت کی فقیہون
کیواسطے تو فقیہوں میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور غور عمیق رکہتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو اونکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیۃ یعنی بدون علم
دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہانتک کہ بعض فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزار ون
مسئلے یاد رکہتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہاء کے تحت وصیت میں داخل نہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہے جو فقہ دانی میں انتہی مرتبہ کو
پہونچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہے اور اوسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس
زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق کم یا ہے الا ماشاء اللہ تو علماء مسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی
الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا یہہ وصیت کی کہ مٹی لگائی جاوے اوسکی قبر پر یا اوسکی قبر پر قبہ اور گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہے چنانچہ فتاوی
قاضی خان وغیرہ میں ہے اور یہہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے ذکر کر چکے ہیں لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان
یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہیۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیت
میں ذکر کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اسوقت
وصیت بمکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم یہہ ستدراک ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانیکا تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق
مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرء عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراۃ علی القبور
او لعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہما فینبغی جوازہما مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف
میں کہتا ہوں اور اسیطرح یہہ لائق ہے کہ بطلان وصیت کا قول اوس شخص کیواسطے جو قرآن شریف پڑہے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول کراہت قراۃ کے قبور پر یا اسوجہ
سے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قراۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں تو دونوں کا جائز ہونا مطلقا اور لائق بدلیل ہے مطلقا یعنی
خواہ عدم جواز کی علت قراۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر
ان تعیین المکان الذی عینہ الواقف لقراۃ القرآن او للتدریس غیر لازم فلو باشرہا فی غیر المکان الذی عینہ الواقف لا یستحق المشروط لہ کما فی شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط
الواقف وبالمباشرۃ فی غیر المکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء ذلک البقعۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی
مسئلۃ الاستحقاق للجامکیۃ اھ تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکان کو وقف کرنیوالا تعیین کردے قرآن پڑہنے یا مدرسی کیلئے تو وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اوس
مکان میں قراۃ یا مدرسی واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا اوس مال کا جو اوسکے واسطے مشروط ہوا اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط واقف کا اور
جس مکان کو واقف نے معین کردیا ہے اوسکے غیر میں پڑہنے یا مدرسی کرنے سے واقف کے غرض فوت ہوتی ہے یعنی اوس مکان کو متبرک کرنا حاصل نہیں ہوتا صاحب تنویر البصائر

نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اوس رسالہ مین ہے جسکا نام الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحسان الحاکمیۃ ہے

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

یہہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام مین ہم جب مصنف وصایا مطلقہ کے بیان سے فراغت پا چکے تو اب وصایا بالمنافع کو شروع کیا صحت الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنی دارہ مدۃ معلومۃ وابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو ہم یہہ اسواسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات مین صحیح ہے بعوض اور بلا عوض پس اسیطرح موت کے بعد بھی صحیح ہے جیسے عینون کی تملیک صحیح ہے ویکون محبوسًا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما بسطناہ فی الذخیرۃ اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق مین جیسے وقف مین موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ وقف مین مفصل مذکور ہے ہم اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالی وبغلتہما اور غلام اور گھر کے غلہ یعنی اونکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لاجل الوصیۃ سو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی لہ کو سپرد کیا جاویگا وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر نہو تو گھر تین تہائی تقسیم کیا جاویگا وصیت بالسکنی کے مسئلہ مین یعنی تہائی گھر مین موصی لہ رہے اور دو تہائی مین وارثون کا اختیار ہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کی حاصلات کی وصیت مین تو گھر تقسیم نہو گا بنا بر ظاہر مذہب کے ہم نقایہ اور اوسکی شرح قہستانی مین ہے کہ اگر ثلث مال گنجائش نرکہتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جاویگا اسطرحپر کہ موصی لہ تہائی گھر مین رہے اور وارث باقی مین اور موصی لہ گھر کا کرایہ ایکدن لے اور وارث دو دن تا انقضاء مدت وصیت کذا فی الطحطاوی وتہایا العبد فیخدمہم اثلاثا اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کرلین غلام مین تو وہ اونکی خدمت کرے تین تہائی یعنی ایکدن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثون کی ہم چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہین لہذا اسمین باری معین ہوئی برخلاف گھر کے کہ اوسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار والا فخدمۃ العبد وقسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہہ مذکور اوسوقت ہے جبکہ موصی کا کچھہ اور مال نہو سواے غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے ہم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اوسمین سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہین تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایکدن وارثون کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی ولیس للورثۃ بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہا علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنی کلہا بظہور مال اٰخر او بخراب ما فی یدہ فحینئذ یزاحمہم فی باقیہا والبیع ینافیہ فیمنعوا عنہ وعن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثونکو جائز نہین بیچنا گھر کی دو تہائیونکا جو اونکے قبضہ مین ہے بنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت مین اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہوجانے اوس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضے مین ہے تو اوسوقت مین موصی لہ وارثون سے مزاحمت کریگا باقی گھر مین اور بیچنا وارثون کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث باز رکھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ وارثونکو بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنی ان یؤجر العبد او الدار لان المنفعۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وہو لا یجوز اور جسکو اسطرح خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اوسکو غلام کا یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہین اسواسطے کہ منفعت مال نہین ہے ہمارے قاعدے کے بموجب جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک مین دیا عوض لیکر تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا تھا اوس سے زیادہ تر کا مالک کر دینے والا ٹھہرا حالانکہ یہہ جائز نہین کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کر سکے ولا للموصی لہ بالغلۃ استخدامہ ای العبد او سکناہا ای الدار فی الاصح ومثلہ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان حقہم فی المنفعۃ لا العین وقد تغایرتا لغۃ اور جسکو اسطرح غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اوسکو جائز نہین خدمت مین لانا غلام کا اور سکونت کرنا گھر کا قول صحیح مین اور ایسا ہی ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اوسکا جائز نہین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت مین ہے عین مین نہین اور تجکو دونو کے درمیان فرق معلوم ہو چکا ہم غلہ عبارت ہے دراہم اور دنانیر سے تو غلہ منافع

ع — الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

ہو ہنتخدام اوسکی نہ ہوگا ولا یخرجہ الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ مثلا الا اذا کان ذلک مکانہ واھلہ فی موضع اٰخر ان
خرج من الثلث والا فلا یخرجہ الا باذن الورثۃ لبقاء حقہم فیہ اور باہر نہ لیجاوے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً مگر جبکہ وہ اوسکا
مکان ہو اور موصی لہ کے اہل وعیال دوسرے مکان مین ہون تو غلام کا لیجانا وہان جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج
نہوتا ہو تو موصی لہ اوسکو باہر نہ لیجاوے بدون اذن وارثون کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام مین ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے
خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اوسکو موصی کے شہر سے باہر نہ لیجاوے اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر مین رہتے ہین اور اگر موصی لہ اور اوسکے اہل وعیال
دوسرے شہر مین رہتے ہین تو اوسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہین موصی کے مقصود کے موافق تو جبکہ موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہوا
تو موصی کا مطلب یہہ ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کیواسطے وہین لیجاوے طحطاوی نے لکہا یون کہنا بہتر تہا من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ
اور ہم نے اشارہ دراجع ہوتا بصرہ کیطرف تو اہلہ فی موضع اٰخر کی حاجت نہ رہتی وبموتہ ای الموصی لہ فی حیوۃ الموصی بطلت الوصیۃ اور موصی لہ
کے مرجانے سے موصی کی زندگی مین وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اسواسطے کہ اوسکا مستحق نرہا وبعد موتہ یعود العبد والدار الی الورثۃ ای ورثۃ
الموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گہر موصی کے وارثون کی طرف پہر آتا ہے بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت مین ملک موصی زائل
نہین ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اوسکے مالک ہوتے ہین ولو اتلفہ الورثۃ ضمنوا قیمتہ لیشتری بہا عبد یقوم مقام الاول
ولہذا یمنع المریض من التبرع باکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرہن اور اگر موصی کی موت کے بعد اوسکے وارثون نے غلام کو تلف
کیا تو وہ تاوان دینگے اوسکی قیمت کا تاکہ اوس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے ولہذا مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی مال
سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح کی کتاب الرہن مین ہم اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت
مین خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو اوصی بہذا العبد لفلان وبخدمتہ لاٰخر وھو یخرج من الثلث صح
وتمامہ فی الدرر اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کے ایک شخص کیواسطے اور اوسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کیواسطے اور حالانکہ وہ
غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا پورا بیان درر مین ہے و فی الشرنبلالیۃ ونفقتہ اذا لم یطق الخدمۃ علی
الموصی لہ بالرقبۃ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالکبیر ونفقۃ الکبیر علی من لہ الخدمۃ اور شرنبلالیہ مین ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ
خدمت نکر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اوسپر ہے جسکے واسطے اوسکے رقبہ کی وصیت ہوئی یہانتک کہ وہ خدمت کرنیکے لائق ہو جاوے تو اب وہ صغیر کبیر کی
مانند ہو جاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اوسپر ہے جسکی خدمت کیواسطے وصیت ہوئی وان ابی الانفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع
المعیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اوسپر خرچ کرنے سے انکار کرے تو اس غلام کو پہیر دے اوسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی جیسے مستعیر کا حکم ہے معیر کے
ساتھ یعنی اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کیطرف رد کیا جاویگا فان جنی فالفداء علی من لہ الخدمۃ پہر اگر غلام مذکور جنایت کرے
یعنی از راہ خطا کسیکو قتل کرے تو فدیہ اوسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو ابی فداہ صاحب الرقبۃ او دفعہ وبطلت الوصیۃ
اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث کو حوالہ کرے اور وصیت باطل ہو گئی یعنی فدیہ یا دفع کیصورت
مین وبثمرۃ بستانہ فمات والحال ان فیہ ثمرۃ لہ ھذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پہل کی وصیت کی پہر موصی مرگیا
اور حالانکہ باغ مین پہل موجود ہے تو موصی لہ کیواسطے فقط یہی پہل ہے نہ آیندہ پہل وان زاد ابدا لہ ھذہ الثمرۃ وما یستقبل اور اگر موصی
نے وصیت مذکور مین ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کیواسطے یہہ پہل بہی ہے اور زمانہ مستقبل کا بہی پہل ہے کما فی الوصیۃ بغلۃ بستانہ
فانہ لہ ھذہ وما یستقبل ذکر ابداً اولا چنانچہ غلہ بستان مین اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت مین موصی لہ کیواسطے یہہ غلہ موجود بہی ہے اور وہ
غلہ بہی یہہ جو آگے موجود ہوگا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت مین ملاوے یا نہ ملاوے ہم ثمرہ اور غلہ مین وجہ فرق یہہ ہے کہ عرف مین ثمرہ نام

سے موجود کا تو معدوم کو شامل نہوگا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آیندہ کے حاصل ہونیوالے کو بھی شامل ہے تو
موجود اور معدوم دونوں اسمین داخل ہین بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ ای البستان ولمسئلۃ
بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ اسیلیے اور مسئلہ سابقہ مین اگر
باغ مین پہل موجود نہو وصیت کیوقت تو پہل کی وصیت غلہ کی وصیت کی مانند ہی ثمرہ معدومہ کے شمول مین جبتک کہ موصی لہ زندہ رہے ھ
یعنی اگر وصیت کیوقت پہل باغ مین نہین ہین اور اوسنے پہلونکی وصیت ایک شخص کیواسطے کی تو اوسکی مدۃ العمر مین جسقدر پہل سال بسال پیدا ہوتے
جاوینگے وہ اوسکو ملتا رہیگا وفی العنایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ
فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ مقولہ اور عنایہ مین ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز مین باغ کا قیام اور درستی ہو صاحب
غلہ پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینے والا تو وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کی نفقہ کی مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض
وکرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہی ہر ایک اوس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اوسکی کرایہ
سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اسکی کذا فی جامع اللغۃ ھ قاموس مین بھی غلہ اسیطرح مذکور ہی قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی
الغلۃ فلیحرر ثم مین کہتا ہون اور ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکی غلہ مین داخل ہی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہئے
ھ یعنی ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ جب اوس باغ کا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسیکے واسطے وصیت ہوئی تو اوسکا ثمن موصی لہ کا ہے
مین کہتا ہون کہ اخروٹ اوسکا حق ہے اور وہی اوسکی بیع کا مالک ہی اصالۃ یا وکالۃ اور غیر شخص کی بیع اوسکی اجازت پر موقوف ہی یہ تقریر ہی اوس
نسخہ کے بموجب جسمین جوز کا لفظ بجیم وزاء منقوطہ مرقوم ہی اور جس نسخہ مین بحاء مہملہ وراء مہملہ مرقوم ہی تو وہ عبارت ہی درخت کے ثمرہ سے تو اوسکو
دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ مثل حطب کے ہی فتاوی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کیواسطے تو اوسمین توام یعنے
تہونیان اور اوراق اور حطب اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحاوی وبصوف غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما یبقی فی وقت موتہ
سواء قال ابدا او لا لان المعدوم منہا لا یستحق بشیء من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی
بھیڑون کے صوف کی اور اونکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے
کیوقت خواہ اوسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین سے جو موجود نہین وہ کسی عقد سے مستحق نہین ہوتی تو اسیطرح وصیت سے بھی بخلاف
پہل کے کہ اوسمین وصیت غیر موجود کی صحیح ہی بصحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا تجعل مسجدا
لزوال المانع باجازتہم اپنی گہر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گہر ثلث مال سے باہر نہین ہوتا اور اوسکے وارثون نے اجازت
دی تو وہ گہر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کیوجہ سے وارثون کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زایل ہوگیا وان لم یجیزوا
تجعل ثلثہا مسجدا رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو تہائی گہر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت
دونو جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اسصورت مین وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنی وبظہر مرکبہ فی سبیل اللہ بطلت لان وقف
المنقول باطل عندہ فکذا الوصیۃ وعندہما یجوز ان دہر اور اپنی سواری کی پیٹھہ کی وصیت کی خدا کی راہ مین تو وصیت باطل ہی اسواسطےکہ
مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسیطرح منقول کی وصیت بھی باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونو
جائز ہین کذا فی السدد قال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف
ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل مین اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہین ہے اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہی جہان وقف صحیح
نہین ہوتا بہت سے مواضع مین جیسے غلہ اور صوف کی وصیت مین اور مانند اسکی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی بشیء للمسجد لم تجز الوصیۃ

لانه لا یملک ویجوز عند محمد قال المصنف وبقول محمد افتی مولانا صاحب البحر — وصیت کی کسی غیر معین مسجد کیواسطے تو وصیت جائز نہیں اسواسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور محمد نے اسکو جائز کہا ہے مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے ہم کہتے ہیں کہ محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر محمول کیا ہے تاکہ بقدر الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان یقول الموصی ینفق علیه اتفاقاً مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جاوے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد کے

او وصیت بثلثه لفلان او فلان بطلت عند ابی حنیفة لجهالة الموصی له وعند ابی یوسف لهما ان یصطلحا علی اخذ الثلث وعند محمد یخیر الورثة فایهما شاؤوا اعطوا — موصی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص یا فلانے شخص کیواسطے تو وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں شخصوں کو اختیار ہے کہ آپسمیں صلح کرلیں تہائی مال کے لینے میں خواہ نصف نصف پر مصالحہ کریں یا کم وبیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثوں کو اختیار ہے انمیں سے جس شخص کو چاہیں دیں واللہ تعالی اعلم

فصل فی وصایا الذمی وغیرہ

یہہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا میں یعنی جیسے مستامن اور صاحب ہوا اور مرتد کی وصایا میں

ذمی جعل دارہ بیعة او کنیسة او بیت نار فی صحته فمات فهی میراث لانه کوقف لم یسجل — کافر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالتمیں پھر وہ مرگیا تو وہ اوسکے وارثوں کی میراث ہے اسواسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کی مانند ہے ہم بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسہ عبادتخانہ نصاری کا اور آتش خانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانوں کا بنانا ذمیوں کو دیہات میں جائز ہے نہ دار الاسلام کے شہروں اور قصبات میں واما عندهما فلانه معصیة — اور صاحبین کے نزدیک تو اسوجہ سے کہ یہہ معصیت ہے ولیس هو کالمسجد لانهم یسکنون ویدفنون فیه موتاهم حتی لو کان المسجد کذلک یورث قطعاً قاله المصنف وعنده لانه لم یصر محرزاً خالصاً لله تعالی — اور بیعہ اور کنیسہ مسجد کی مانند نہیں ہے اسواسطے کہ یہود اور نصاری اسمیں رہتے ہیں اور اپنے مردے اسمیں دفن کرتے ہیں تو اگر مسجد بھی اسطرح ہو یعنی اسمیں سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی موروث ہوگی یقیناً ایسا کہا ہے مصنف نے وغیرہ نے اسواسطے کہ اوس وقت میں محرز خالص اللہ تعالی کیواسطے نہوئی ہم یہہ صاحبین کے کلام کا تتمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاری کے حق میں ایسا ہی ہے جیسے مسجد ہمارے حق میں جسمیں بیع اور میراث جاری نہیں

وان اوصی الذمی ان یبنی دارہ بیعة او کنیسة لمعینین فهو جائز من الثلث ویجعل تملیکا — اور اگر ذمی نے یہہ وصیت کی کہ اوسکا گھر بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے چند معین لوگوں کیواسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہہ تملیک ٹھہریگی انکو واسطے وان اوصی بدارہ ان تبنی کنیسة او بیعة فی القری فلو فی المصر لا یجوز اتفاقاً لقوم غیر معینین صحت عندہ لا عندهما لما مر انه معصیة وله انهم یترکون وما یدینون فتصح — اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی یہہ وصیت کی کہ وہ دیہاتمیں بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے قوم غیر معین کیواسطے تو یہہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین کی دلیل ذکر ہو چکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑ دیئے جاتے ہیں اپنے دین پر تو وصیت صحیح ہے اور اگر شہر میں کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کوصیة حربی مستامن بکل ماله لمسلم او ذمی کذا فی الوقایة ولا عبرة بمن ثمة لانهم اموات فی حقنا — جیسے وصیت جائز ہے حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہیں دار الاسلام میں اوسکے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کیواسطے کذا فی الوقایہ اور کچھ اعتبار نہیں ان وارثوں کا جو دار الحرب میں ہیں اسواسطے کہ وہ در حکم اموات کے ہیں ہمارے حق میں ولو اوصی ببعضه مثلاً نفذ ورد باقیه لورثته لا لحق ورثته بل لانه — اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلاً وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اوسکے وارثوں کو پھیر دیا جاویگا نہ اسواسطے کہ اوسکے وارث مستحق ہیں بلکہ اسواسطے کہ اوسکا کوئی مستحق نہیں ہمارے ملک میں وکذا لو اوصی لمستامن مثله اور اسیطرح جواز وصیت ہے

ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کیواسطے وصیت کرے ولو أعتق عبده عند الموت او دبّره نفذ من الكل لما قلنا اور اگر مستامن نے
اپنا غلام آزاد کیا موت کیوقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اوسکے تمام مال سے اوس دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی اسواسطے کہ
اوسکے وارثونکا حق واجب الرعایۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کی مانند ہین کذا فی الزیلعی ولو أوصى له مسلم او ذمی جاز على الاظهر زیلعی اور اگر
مستامن کیواسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الهدایة اذا کان لا یکفر فهو بمنزلة المسلم
فی الوصیة لانا امرنا ببناء الاحکام على ظاهر الاسلام اور اہل ہوی یعنی مبتدع چنانچہ خارجی یا رافضی جبکہ اوسکی بدعت منجر
بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے امر مین اسواسطے کہ ہم مامور بنا ر احکام کے ہین ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فهو بمنزلة المرتد فتکون موقوفة
عنده نافذة عندهما شرح المجمع اور اگر اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اوسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین
کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح المجمع م اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوای نفس کا تابع ہوا بدعت کیطرف مائل ہو کر اگر اوسکے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ ایسے
سے کہتے ہین کہ علی رضی اللہ عنہ خدای اکبر ہے تو وہ مرتد کی مانند ہے کذا فی الدر والمرتدة فی الوصیة کالذمیة فی الاصح لانها لا تقتل اور مرتد
مرتدہ وصیت مین ذمی عورت کی مانند ہے قول صحیح ترین اسواسطے کہ مرتدہ مقتول نہین ہوتی یعنی تو اوسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیة
المطلقة کقوله هذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیة لا تحل للغنی لانها صدقة وهی على الغنی حرام وان عممت کقوله یأکل
منها الغنی والفقیر لان اکل الغنی منها انما یصح بطریق التملیک والتملیک انما یصح لمعین والغنی لا یتعین ولا یحصى اور وصیت
مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یون کہنا کہ اسقدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مالدار کو حلال نہین اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام
ہے اگرچہ موصی اسنے وصیت کو عام کر دیا ہو چنانچہ یون کہنا کہ اوسمین کہا وی غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کہانا اوسمین صحیح نہین مگر بطریق تملیک کے
اور حالانکہ تملیک صحیح نہین ہوتی مگر معین شخص کیواسطے اور غنی معین اور محصور نہین م وصیت مطلقہ وہ ہے جسمین غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے
جسمین غنی اور فقیر دونو مذکور ہون ولو خصت الوصیة به ای بالغنی کقوله هذا القدر من مالی وصیة لزید وهو غنی او لقوم اغنیاء
محصورین حلت لهم لصحة تملیکهم اور اگر وصیت غنی کے ساتھہ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی کا یون کہنا کہ میرا اتنا مال زید کیواسطے وصیت ہے
اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار متعین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو اونکو حلال ہے تملیک صحیح ہونے کیوجہ سے وکذا الحکم فی
الوقف کما حرره منلا خسرو اور اسیطرح وصیت کی مانند وقف مین حکم ہے چنانچہ ملا خسرو نے درر مین اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے م یعنی وقف
مطلق مخصوص بفقرا ہے غنی کو حلال نہین اگرچہ واقف اوسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دے اور جبکہ وقف کو غنی معین کیواسطے یا قوم اغنیا محصورین کیواسطے
خاص کر دیا تو اونکو حلال ہے اور وہ اوسکے منافع کے مالک ہونگے نہ اوسکے عین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ضمنا اور واجب
الحفظ تھے اور اکثر لوگ اوس سے غافل تھے لہذا اوسکو ہمنے اصالۃ ذکر کیا کذا فی الدر وفی جامع الفصولین المتولی على الوقف کالوصی اور
جامع الفصولین مین ہے کہ وقف کا متولی وصی کی مانند ہے م طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی مین بہتر تہا فروع مسائل لمحۃ شارح کی
اوصى بثلث ماله للصلوات جاز للوصی صرفه للورثة لو محتاجین یعنی لغیر قرابة الولاد ممن تجوز صرف الکفارة الیهم بخلاف
مطلق الوصیة للمساکین فانها تجوز لکل ورثته ولاحدهم یعنی لو محتاجین حاضرین بالغین راضین فلو منهم صغیر او غائب او حاضر
غیر راض لم یجز نمازون کے کفارہ ہی کیواسطے موصی نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصی کو اوسکا صرف کرنا موصی کے وارثون پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ
محتاج ہون یعنی بغیر قرابت ولادت کے ان لوگون مین سے جنپر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہون برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجون کیواسطے
ہو کیونکہ اوسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثون اور ایک وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہون خیرات لینے پر سو اگر اونمین کوئی
صغیر یا غائب ہو یا موجود ہو راضی نہو تو جائز نہین م غیر قرابت ولادت کی قید اسلئے لگائی کہ اوسکی واسطے صرف کفارہ جائز نہین گرچہ موصی نے اوسکو

معین کر دیا ہو ہشام نے محمد سے روایت کی کہ ثلث مال کے مساکین کیواسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہین تو اگر انہون نے اتفاق کیا کہ انکو واسطے وصیت کا مال دیا جاے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثون نے اجماع کیا کہ اوسکو دیا جاے تو جائز ہی اور اگر وارثون مین سے بعض غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی اوصی بکفارۃ صلوتہ لرجل معین لم یجز لغیرہ بل یتعین لمسکین المعین وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینیکی ایک معین مرد کیواسطے تو اوسکے غیر کو دینا جائز نہین اسی قول پر فتوی ہی فساد زمانہ کی علت سے م قہستانی وغیرہ مین ہی ابتدا بغیر وصیت جائز نہین اوصی لصلوتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم یجز ولا بد من القبض ثم التصدق علیہم اپنے مال کی وصیت کی اپنی نمازون کے کفارے کیواسطے اور حالانکہ اوسکا ثلث مال محتاجون پر دین ہے سو وصی نے اوس مال کو انپر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کیوجہ سے تو یہہ فدیہ کفایت نکریگا اور ضرور ہے اوس مال کا اول قبض کرنا پہر انکو صدقہ دینا یعنی بدون قبض ادا کفارہ صحیح نہین ولو امر ان یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثہا مثلا واستہلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وہو معسر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دی پہر موصی مرگیا سو کسی غاصب نے تہائی مال مثلا غصب کیا اور اوسکو ضائع کیا سو وصی نے اوسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھکر اور حالانکہ محتاج ہی تو کفایت کریگا تصدق مین بسبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اوسپر مدیون کا قبضہ حیات موصی مین ہوا تہا تو وہ کفایت نکریگا یہہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہین وفی الجواہر اوصی لرجل بعقار ومات فقسمت الترکۃ والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد سنین ادعی لم تسمع ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن رد الوصیۃ اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کیواسطے اور موصی مرگیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اوسی شہر مین ہے اور حالانکہ اوسکو قسمت ترکہ معلوم ہوا اور اوسنے طلب نکیا پہر چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع نہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل نہوگا بشرطیکہ اوسنے وصیت کو رد نکر دیا ہو م عقار عمارت ہی مع عرصہ مبنیہ سے اور ضیعہ عمارت ہی فقط عرصہ سے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین اوصی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صح لجواز التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کیواسطے وصیت کی ایک گہر کی سو اوسنے گہر کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہی اسواسطے کہ وصیت کی چیز مین تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضیعۃ علی ولدہا وجعلت عم الولد متولیا وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اوسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بہی زندہ ہی تو متولی مقدم ہی باپ سے شری دارا واوصی بہا لرجل فاخذہا الشفیع من ید الموصی لہ یوخذ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ علی الورثۃ بشیء لانہ ظہر انہ اوصی بمال الغیر ایک گہر خرید کیا اور اوسکی وصیت کی ایک مرد کیواسطے سو اوس گہر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گہر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثون سے کچھہ نہ لیگا اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اوسنے غیر کے مال کی وصیت کی تہی اور حالانکہ وہ جائز نہین م جب گہر شفیع لیگا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ بقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن پہر لینگے کذا فی المنح +

باب الوصی وہو الموصی الیہ

یہہ باب وصی کے احکام مین وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاے م عرب بولتے ہین اوصی الی فلان یعنی اوسکو اپنے مال مین تصرف کرنیکے بعد موت کی وصیت کی اور اوسکو مفوض الیہ اور وصی بہی بولتے ہین اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہی اوس سے وصی کو لائق نہین کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اوسمین خطرہ ہے ابو یوسف سے روایت ہی اول بار وصی ہونا غلط ہی اور دوسری بار خیانت ہی اور تیسری بار چوری ہی حسن سے روایت ہی کہ وصی قادر نہین عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ہو ابو مطیع نے کہا کہ مین نے ۲۰ برس اپنی قضا کی مدت مین وہ شخص نہین دیکہا جو اپنے بہتیجے کے مال مین عدل کرتا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی

اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ فان ردہ عندہ ای بعلمہ یرتد زید کیطرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اوسکو وصی کیا اور اوسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو

وصی ہونا صحیح ہو گیا پھر اگر رد کیا یعنی قبول نکیا انکار کے وصی ہونے سے اوسکے نزدیک یعنی موصی کی زندگی مین تو رد ہو جائیگا پھر کچھ ثابت نہوگی ہم اسواسطے کہ
وہ کسی مین متبرع ہے اوسپر قبول کرنا واجب نہین چاہیے کہ اوسپر دوام لازم کیا جاوے تو پھر جو وصی کو اختیار نہین کہ موصی کو ضرر پہونچاوے اور
فریب دینا نہین ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی مقرر کرے اور اگر بعد موت کے قبول کر لیا تو قبول صحیح ہوگا اور اگر اوسکے سامنے رد کیا
بعد قبول کر لیگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ خزانہ مین ہے کہ اوسکو وصی کیا سو اوسنے اوسکے سامنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا تو یہہ رد ہو اور وہ وصی نہ ٹھہرا پھر اگر
موصی نے اوس سے کہا کہ تمسے مجھے توقع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سو اوسنے کہا کہ مینے قبول کیا تو وصی ہو گیا کذا فی الخلاصۃ وَلَا یَصِحُّ رَدُّہٗ فِیْ غَیْبَتِہٖ لِئَلَّا
یَصِیْرَ مَغْرُوْرًا مِنْ جِہَتِہٖ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اوسکا رد کرنا اوسکی غیبت مین یعنی اوسکی عدم موجودگی مین صحیح نہین ہے تاکہ وہ فریب خوردہ
نہو وصی کی جہت سے وَیَصِحُّ اِخْرَاجُہٗ عَنْہَا وَلَوْ فِیْ غَیْبَتِہٖ عِنْدَ الْاِمَامِ خِلَافًا لِلثَّانِیْ بِنَاءً اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی
غیبت مین اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہین عَلٰی حُکْمِ الْمُوْصٰی اِلَیْہِ فَمَاتَ فَہُوَ لَہٗ
قَبْلَہُ الرَّدُّ وَالْقَبُوْلُ پھر اگر وصی نے سکوت کیا پھر اوسکا موصی مر گیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے ہم وصی تصرف لِلْغَیْرِ مین متبرع ہے تو
بدون قبول کرنیکے اوسپر وصایت لازم نہین مانند وکالت کی اور یہان فریب دینا بھی نہین ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اسلئے کہ اوسنے حال دریافت
نکر لیا کہ اوسنے وصایت قبول کی یا نہین وَلَزِمَ عَقْدُ الْوَصِیَّۃِ بِبَیْعِ شَیْءٍ مِّنَ التَّرِکَۃِ وَاِنْ جَہِلَ بِہٖ اَیْ بِکَوْنِہٖ وَصِیًّا فَاِنَّ عِلْمَ الْوَصِیِّ بِالْوِصَایَۃِ لَیْسَ شَرْطًا
فِیْ صِحَّۃِ تَصَرُّفِہٖ اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنے وصی ہونیکو نجانتا ہو اسواسطے کہ وصی کو
وصایت کا علم شرط نہین ہے اوسکے تصرف کے صحیح ہونے مین بِخِلَافِ الْوَکِیْلِ فَاِنَّ عِلْمَہٗ بِالْوَکَالَۃِ شَرْطٌ برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت کا
معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فَاِنْ سَکَتَ ثُمَّ رَدَّ بَعْدَ مَوْتِہٖ ثُمَّ قَبِلَ صَحَّ اِلَّا اِذَا نَفَذَ قَاضٍ رَدَّہٗ فَلَا یَصِحُّ قَبُوْلُہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ پھر اگر وصی قبول
وصایت سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اوسکے رد کرنیکو نافذ کر دیا تو اب اسکے بعد قبول
کرنا وصایت کا صحیح نہین وَلَوْ اَوْصٰی اِلَی الصَّبِیِّ وَعَبْدِ غَیْرِہٖ وَکَافِرٍ وَفَاسِقٍ بَدَّلَہٗ اَیْ بَدَّلَہُمُ الْقَاضِیْ بِغَیْرِہِمْ اِتْمَامًا لِلنَّظَرِ وَلَفْظُ بَدَّلَ یُفِیْدُ
صِحَّۃَ الْوَصِیَّۃِ فَلَوْ تَصَرَّفُوْا قَبْلَ الْاِخْرَاجِ جَازَ سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل
ڈالا جاوے یعنی قاضی اونکے سوا اور شخص کو وصی مقرر کرے اتمام نظر کیواسطے اور تبدیل کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور
فاسق کچھ تصرف کرین قبل اخراج کے تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیہ فَلَوْ بَلَغَ الصَّبِیُّ وَعَتَقَ الْعَبْدُ وَاَسْلَمَ الْکَافِرُ اَیِ الْمُرْتَدُّ وَتَابَ الْفَاسِقُ
مجتبی وَفِیْہِ فُوِّضَ وِلَایَۃُ الْوَقْفِ لِصَبِیٍّ صَحَّ اِسْتِحْسَانًا لَمْ یُخْرِجْہُمُ الْقَاضِیْ عَنْہَا اَیْ عَنِ الْوِصَایَۃِ لِزَوَالِ الْمُوْجِبِ لِلْعَزْلِ اِلَّا اَنْ
یَکُوْنَ غَیْرَ اَمِیْنٍ اختیار سو اگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر مرتد مسلمان ہو گیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی اونکو وصایت سے
خارج نکرے بسبب زائل ہو جانے اوس مانع کے جو موجب تہا معزول کرنیکا مگر یہہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار اور مجتبی مین ہے
کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی رو سے صحیح ہے وَاِلَی الْعَبْدِ وَالْحَالُ اَنَّ وَرَثَتَہٗ صِغَارٌ صَحَّ اِیْصَاءُہٗ اِلٰی مُکَاتَبِہٖ اَوْ مُکَاتَبِ
غَیْرِہٖ لَوْ اِنْ عَجَزَ فِی الرِّقِّ فَکَالْعَبْدِ اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حال آنکہ موصی کے وارث صغیر ہین تو صحیح ہے اور اگر وصی کیا اپنے
مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب بعدم ادائے بدل کتابت سے مملوکیت کیطرف پھر گیا تو اوسکا حکم غلام کی مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہین
تو درست ہے اور نہین تو درست نہین ہے وَاِلَّا لَا وَقَالَا لَا یَصِحُّ مُطْلَقًا ظَاہِرُہٗ اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہین تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہین ہے
صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہین خواہ وارث صغیر ہون خواہ بالغ کذا فی الدرر وَمَنْ عَجَزَ عَنِ الْقِیَامِ بِہَا حَقِیْقَۃً لَا بِمُجَرَّدِ
اِخْبَارِہٖ ضَمَّ الْقَاضِیْ اِلَیْہِ غَیْرَہٗ رِعَایَۃً لِحَقِّ الْمُوْصِیْ وَالْوَرَثَۃِ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قائم رکہنے سے حقیقۃً نہ فقط وصی کے کہنے سے
تو قاضی اوسکے ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثون کے حق کی رعایت کیواسطے اور اگر وصی کا عجز ظاہر کرنا کہ اوسے وصایت نہین ہو سکتی

اسواسطے معتبر نہوا کہ شکایت کرنیوالا کاسے کاذب ہوتا ہی اپنی جان کے بچانے کیواسطے کذا فی النہر ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلاً استبدل
غیرہ ۰ اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزلہ اے الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ
لھا نفذ عزلہ وان جار القاضی وأثم ۰ اور اگر قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکہتا ہے
تو اوسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا ف الاشباہ ۰ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح
الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین واما عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارۃ جامع
الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلاً کافیاً لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ فلو عزلہ
قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لا ینعزل لان الموصی اشفق بنفسہ من القاضی فکیف یعزلہ وینبغی ان یفتی بہ
لفساد قضاۃ الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بالاوقاف
اشباہ میں ہے فقہا نے اختلاف کیا ہی وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتوی
دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی ما فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسوین
فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا لائق نہیں ہے سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہے
کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہے قاضی سے یعنی اوسنے بہتر سمجھکر
اوسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اوسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق یوں ہے کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کیوجہ سے
انتہی ما فی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے اوستاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی
معزولی کیونکر صحیح ہوگی ہم منجملہ وظائف کے تولیت ہے فتاوی خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اوسکی
شرط یہ ہے کہ اوسسے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین میں ہے تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کریگا صحیح نہوگا
اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہے کذا فی الطحطاوی
ویبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ ۰ وقف القنیہ ۰ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے
جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اسواسطے کہ دو متولی دو وصی کی مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ وقف القنیہ ق
مفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رأی الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوی ۰ اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک
متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کی بدون رائے کے البتہ یہ صورت فتوی طلب ہے ہم یہ صورت اسعاف میں صریحاً کہی ہے انفراد احد الناظرین
بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کردے تو جائز ہے مفتی ابو سعود نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولو وصیہ کان
ایصاؤہ لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ۰ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے
باطل ہے اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابو اللیث نے کہا اور وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ
اقرب الی الصواب ۰ لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہے مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہے درر میں اور قہستانی میں ہے کہ یہی بطلان کا
قول قریب تر ہے صواب کے طرف ہم یہاں دو قول ہیں فتوی اور قضا درست ہے چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا کانا
وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف او قاض واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما
بالتصرف لان کلاً من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر

جاز اِنْ رأی فیہ المصلحۃ والا لا وتمامہ فی وکالۃ تنویر البصائر معزیًا للملتقطات وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہہ یعنے بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہی جبکہ دونو وصی یا دونو متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کیطرفسے ہون اور اگر دونو وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کیطرفسے ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اوسکا تصرف جائز ہی تو اسیطرح اوسکے نائب کا تصرف جائز ہے اور اگر دونو قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منصوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اوسمین مصلحت دیکہے اور اگر مصلحت نہ دیکہے تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالۃ مین ملتقطات وغیرہا سے منقول ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وفی وصایا السراج لو لم یعلم القاضی اَنّ للمیت وصیًا فنصب له وصیًا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فله ذلک وبنصب القاضی لا یخرج الاول اور سراج وہاج کی کتاب الوصایا مین ہے کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کیواسطے کوئی وصی قائم کیا پہر میت کا وصی آیا سو اوسنے وصیت مین داخل ہونیکا ارادہ کیا تو اوسکو یہہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا بشراء کفنه وتجهیزه والخصومة فی حقوقه وشراء حاجة الطفل والاتهاب له واعتاق عبد معین ورد ودیعة وتنفیذ وصیة معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل ہے مگر موصی کے کفن کی خرید مین اور اوسکی تجہیز مین اور اوسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات طفل کی خرید مین اور طفل کیواسطے ہبہ قبول کرنے مین اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پہیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایک وصی کا فعل بہی نافذ ہے باطل نہین زاد فی شرح الوهبانیة عشرة اُخری منها رد مغصوب ومشتری شراء فاسد وقسمة کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین وجنس حقه شرح وہبانیہ مین امور عشرہ سوا اسکے جو متن مین مذکور ہین زیادہ ذکر کیے ہین از انجملہ مغصوب کا پہیر دینا اور شراء فاسدہ کی خریدی چیز کا پہیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکی حق کے ہم جنس سے ہے انتہی عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر کیا از انجملہ عیب کیوجہ سے ثمن مبیع کا پہیر دینا اور اجارہ نفس یتیم اور میت کیطرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کیواسطے وبیع ما یخاف تلفه وجمع اموال ضائعة اور اوس چیز کے بیچنے مین جسکی تلف ہوجانیکا ڈر ہے اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف ینفرد کلّ بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد والاجتماع اتبع اتفاقًا شرح وہبانیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہی تصرف کرنے مین جمیع امور مین اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع تصریح کر دی تو اوسکی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیہ وان مات احدهما فان اوصی الی الحی او الی اٰخر فله التصرف فی الترکة وحده ولا یحتاج الی نصب القاضی وصیًا اور اگر ایک وصی مرگیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اوسکو ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہے اور اسکی حاجت نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم حلبی نے کہا وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اوسکو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونو کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والا یوص ضم القاضی الیه غیره درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت نکی کسیکو تو وصی زندہ کے ساتہہ قاضی دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر اسواسطے کہ میت کا قصد یہہ تہا کہ اوسکی ترکہ مین دو شخصونکی رائے سے انتظام ہو تاکہ حاصل واقع نہو سو یہہ امر قاضی کے نصب وصی سے ممکن ہے کذا فی الزیلعی وفی الاشباہ مات احدهما اقام القاضی الاٰخر مقامه او ضم الیه اٰخر اور اشباہ مین ہے کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اوسکی مقام پر قائم کردے یا اوسکے ساتہہ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیة الا اذا اوصی لهما ان یتصدقا بثلثه حیث شاءا او اعطی من شاءا وتمامه فی شرح الوهبانیة اور وصیت باطل نہین ہوجاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی دونو وصیون سے کہ اوسکی ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونو چاہین انتہی ما فی الاشباہ اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہے ہم شرح وہبانیہ مین ہے کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو مین دونگا اور دوسرے نے کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسیکو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع مین دونونکا اتفاق نہوا اور اگر وصی مرگیا قبل خیرات کرنیکے تو وصیت باطل

ہو گئی کذا فی الطحطاوی ملخصا وَهَل فِيهِ خِلَافُ أَبِي يُوسُفَ قَوْلَانِ اور کیا اسمین ابو یوسف کا خلاف ہی اسمین دو قول ہین یعنی بعضون نے کہا خلاف ہی اور
بعضون نے کہا خلاف نہین وعنہ أَنَّ الْمُشْرِفَ يَنْفَرِدُ دُونَ الْوَصِيِّ كَمَا قَرَّرْتُهُ فِيمَا عَلَّقْتُهُ عَلَى الْمُلْتَقَى وَمِلْتَقى اور ابو یوسف یا امام سے ایک روایت
یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف مین نہ وصی چنانچہ ہمنے اسکو ثابت کیا ہی ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آویگا ھم شارح کی شرح ملتقی مین
مجتبی سے منقول ہو کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہو کہ مشرف کو تصرف جائز ہی انتہی
اس عبارت سے تصرف مین تفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کا مبنی نہین ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہو کہ ایک مرد نے
دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اوسپر مشرف کیا تو وصی مال رکہنے مین اولی ہے اور مشرف وصی نہین ہو جاتا اور مشرف ہونیکا اثر یہہ ہو کہ وصی کا تصرف
بلا علم مشرف کے جائز نہین اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلا کذا فی الطحطاوی مختصرا ووَصِيُّ الْوَصِيِّ سَوَاءٌ أَوْصَى إِلَيْهِ فِي مَالِهِ أَوْ
فِي مَالِ مُوصِيهِ وِقَايَهِ وَصِيٌّ فِي التَّرِكَتَيْنِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وصی کا وصی دونو ترکون مین وصی ہے برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اوسکو اپنے
مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو بہر صورت دونو ترکون مین وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ وَنَصَحَّ قِسْمَتُهُ أَيِ الْوَصِيِّ حَالَ كَوْنِهِ
نَائِبًا عَنْ وَرَثَةٍ كِبَارٍ غُيَّبٍ أَوْ صِغَارٍ مَعَ الْمُوصَى لَهُ بِالثُّلُثِ اور صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہو کر یا صغیر وارثون کا نائب ہو کر
موصی لہ کے ساتھہ یعنی جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود نہون تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو میت کے ترکہ سے تہائی مال الگ
کر دے وَلَا رُجُوعَ لِلْوَرَثَةِ عَلَيْهِ أَيِ الْمُوصَى لَهُ إِنْ ضَاعَ قِسْطُهُمْ مَعَهُ أَيِ الْوَصِيِّ لِصِحَّةِ قِسْمَتِهِ حِينَئِذٍ اور وارثونکو موصی لہ پر رجوع
کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جانے قسمت کے اسوقتین وَأَمَّا قِسْمَتُهُ عَنِ الْمُوصَى لَهُ الْغَائِبِ أَوِ الْحَاضِرِ بِلَا إِذْنٍ
مَعَهُمْ أَيِ الْوَرَثَةِ وَلَوْ صِغَارًا زَيْلَعِيٌّ فَلَا تَصِحُّ اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیجانب سے نائب ہو کر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اوسکی اذن
کے وارثون کے ساتھہ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وَحِينَئِذٍ فَيَرْجِعُ الْمُوصَى لَهُ بِثُلُثِ مَا بَقِيَ مِنَ الْمَالِ إِذَا ضَاعَ قِسْطُهُ
لِأَنَّهُ كَالشَّرِيكِ مَعَهُمْ أَيْ مَعَ الْمُوصَى فَلَا يَضْمَنُ الْوَصِيُّ لِأَنَّهُ أَمِينٌ اور اسوقت مین یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھر لیگا
جبکہ موصی لہ کا حصہ ضائع ہو گیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی لہ شریک کی مانند ہی تو وصی سے ضمان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہی اور اگر وارثون کے پاس
مال ضائع ہو گیا تو جسقدر اونہون نے مال پایا تہا اوسکی تہائی چاہی وارثون سے لے چاہی وصی سے یہہ اوسوقت ہی جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور
اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہوگا کذا فی الطحطاوی وَصَحَّ قِسْمَةُ الْقَاضِي وَأَخْذُهُ قِسْطَ الْمُوصَى لَهُ إِنْ غَابَ الْمُوصَى لَهُ فَلَا
شَيْءَ لَهُ إِنْ هَلَكَ فِي يَدِ الْقَاضِي أَوْ أَمِينِهِ اور قاضی کی قسمت اور اوسکو موصی لہ کا حصہ لے رکہنا صحیح ہے اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیو اسطے
کچھہ نہین اگر اوسکا حصہ قاضی کے ہاتھہ مین یا اوسکے امین کے ہاتھہ مین تلف ہو گیا ہو ھم وصی اور قاضی مین وجہ فرق یہہ ہی کہ قاضی کو غائب پر ولایت
ثابت ہی امور نافعہ مین ولہذا جسکے تلف ہونیکا خوف ہو اوسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہی برخلاف وصی کے وَهَذَا فِي الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ لِأَنَّهُ إِفْرَازٌ وَ
فِي غَيْرِهِمَا لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ مُبَادَلَةٌ كَالْبَيْعِ وَبَيْعُ مَالِ الْغَيْرِ لَا يَجُوزُ فَكَذَا الْقِسْمَةُ دُرَرٌ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیز مین ہی اسواسطے کہ
قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہی افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی وزنی کے سوا اور مال مین قاضی کے بھی قسمت صحیح نہین اسلئے کہ وہ تو یہان عبارت ہے
مبادلہ سے بیع کی مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو اسیطرح قسمت بھی جائز نہین وَإِنْ قَاسَمَهُمُ الْوَصِيُّ فِي الْوَصِيَّةِ بِحَجٍّ يُحَجُّ عَنِ الْمَيِّتِ بِثُلُثِ
مَا بَقِيَ إِنْ هَلَكَ الْمَالُ فِي يَدِهِ أَوْ فِي يَدِ مَنْ دَفَعَ إِلَيْهِ لِيَحُجَّ خِلَافًا لَهُمَا وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي الْمَنَاسِكِ اور اگر وارثونکو قسمت کر دی حج کی وصیت مین تو میت
کیطرف سے حج کیا جاوے باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنیکا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھہ یا اوسکے ہاتھہ سے جسکو وصی نے مال دیا تہا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے
اور البتہ یہہ مسئلہ ثابت ہی مناسک حج کی کتابون مین وَلَوْ أَفْرَزَ الْمَيِّتُ شَيْئًا مِنْ مَالِهِ لِلْحَجِّ فَضَاعَ بَعْدَ مَوْتِهِ لَا يُحَجُّ عَنْهُ بِثُلُثِ مَا بَقِيَ لِأَنَّهُ عَيَّنَهُ
فَإِذَا هَلَكَ بَطَلَتْ اور اگر میت نے حج کیو اسطے اپنا کچھہ مال جدا کر دیا پہر وہ ضائع ہو گیا اوسکے مرجانے کے بعد تو میت کیطرف سے حج نکیا جاویگا باقی مال کی

تباہی سے بچانے کیواسطے اوسکو ترجیح ہو اسلئے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی **وصح بیع الوصی عبدًا من الترکۃ بغیبۃ**

الغرماء لتعلق حقهم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے قرضخواہوں کی غیبت میں کیونکہ قرضخواہوں کا حق مالیت سے

متعلق ہے نہ عین متروکہ سے **وضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد هلاک الثمن عندہ لانہ العاقد**

فالعھدۃ علیہ اور ضامن ہوگا وہ وصی جسنے بیچا اوس غلام کو جسکے بیچنے کی اوسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اوسکا ثمن صدقہ کر دیا پھر وہ غلام اور

شخص کا مملوک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانیکے بعد وصی کے پاس ضمان کیوجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اوسیکے ذمہ پر ہوگا **ویرجع**

فی الترکۃ کلها وقال محمد فی الثلث قلنا انہ مغرور فکان دینا حتی لو هلکت الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی المنتقی انہ یرجع

علی من تصدق علیهم لان غنمہ لهم فغرمہ علیهم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ میں یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے پھر لے اور محمد نے کہا

کہ ثلث متروکہ سے پھیر لے ہم جواب دیتے ہیں امام کیطرف سے کہ وصی نے فریب کھایا ہے کے سبب تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے

ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا کفایت نہیں کرتا تو اب رجوع نہوگا اور منتقی میں یوں مذکور ہے کہ وصی تاوان پھیر لے ان فقیروں سے جنپر ثمن کو دیکر خیرات

دیا اسلئے کہ فائدہ تصدق کا انکے واسطے ہے تو اوسکا نقصان بھی انہیں پر پڑیگا **کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل**

من الترکۃ وھلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ

جیسے رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہنچا اور اوسکا ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا

مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثوں سے پھیر لیگا اسلئے کہ قسمت ٹوٹ گئی اوس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہنچا تھا **وصح احتیالہ**

بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املأ ولو مثلہ لم یجز اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اسطرح کہ

دوسرا محتال علیہ پہلے سے زیادہ تر مالدار ہو اور اگر دوسرا پہلے کی مانند ہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنیہ **وصح بیعہ وشراؤہ**

من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن وهو الفاحش لان ولایتہ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملکہ

المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے

یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اسلئے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جسمیں یتیم کیواسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو

بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القہستانی **وهذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او**

اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک مطلقا لانہ وکیلہ اور یہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اسوقت

ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید و فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کیطرف سے وصی

ہے تو یہ جائز نہیں مطلقاً خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہو قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے

سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی **وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعۃ ظاهرۃ للصغیر وهو قدر النصف**

زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کیطرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے

بڑھا دے یا کمی میں ہم زیلعی میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درہم کا مال صغیر سے دس درہم کو بیع کرے یا دس درہم کا مال صغیر کا

پندرہ درہم کو اپنے خرید کرے **وقالا لا یجوز مطلقا** اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقاً خواہ منفعت ظاہرہ ہو یا نہو **وبیع**

الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وهو الیسیر لا الفاحش اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے

قیمت کیساتھ اور جسقدر میں کہ غبن واقع ہوا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ غبن فاحش ہو تو جائز نہیں **وهذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجیء** اور یہ

تفصیل بیع کی یعنی جو مذکور ہوئی مال منقول میں ہے لیکن غیر منقول جیسے اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے **ولو باع الوصی**

على كفن مثله في العدد ضمن الزيادة — اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادتی کے ف مثلاً میت کے ہمسرونکا کفن تین کپڑونکا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفي القيمة وقع الشراء له وحينئذ ضمن ما دفعه من مال اليتيم ولوالجية — اور اگر وصی نے کفن کی قیمت مین زیادتی کی تو یہ خرید وصی کیواسطے واقع ہوگی تو اوسوقت مین وصی تاوان دیگا اوسکا جو اوسنے ثمن دیا ہی یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیة وفيها لو دفع المال الى اليتيم قبل ظهور رشده بعد الادراك فضاع ضمن لانه دفعه الى من ليس له ان يدفعه اليه — اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اوسکی ہوشیاری ظاہر ہونیسے پہلے بعد اوسکے بالغ ہونیکے پھر وہ مال ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اوسنے اوسکو دیا جسکا دینا اوسکو جائز نہ تھا ف یہ صاحبین کا قول ہی تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی پر ضمان نہین اگر یتیم کو ۲۵ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہی غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی

وجاز بيعه اي الوصي على الكبير الغائب في غير العقار الا لدين او خوف هلاكه ذكره عزمي زاده معزيا للخانية قلت وفي الزيلعي والقهستاني الاصح لا لانه نادر ع — اور وصی کو بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقول مین مگر ادای دین کیواسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہی یا اوسکے تلف ہونیکے خوف سے ایسا ذکر کیا ہی عزمی زادہ نے خانیہ کیطرف نسبت کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی اور قہستانی مین مذکور ہی کہ صحیح تر قول ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین سو اسواسطے کہ اوسکا تلف ہو جانا کمتر ہے ف اگر میت پر دین مستغرق ہو تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہی اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے نزدیک بقدر دین ہی مقدار کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی

وجاز بيعه عقار صغير من اجنبي لا من نفسه بضعف قيمته او لنفقة الصغير او دين الميت او وصية مرسلة لا نفاذ لها الا منه او لكون غلاته لا تزيد على مؤنته او خوف خرابه او نقصانه او كونه في يد متغلب درر واشباه ملخصا — اور صغیر کے عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہی غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اوسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کیواسطے یا دین میت کے ادا کرنیکے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونیکے لئے جسکا نافذ اور جاری ہونا کہین سے متصور نہین سوا عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی اوسکے مصارف سے یا اوسکے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ مین ہی کذا فی الدرر والاشباہ ملخصا ف وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہی اسطرح کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہی تو اب عقار کی بیع جائز ہے کذا فی الدرر

قلت وهذا لو البائع وصيا لا من قبل ام او اخ فانهما لا يملكان بيع العقار مطلقا — مین کہتا ہون اور یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشیاء ثمانیہ مذکورہ مین اس شرط سے ہی کہ بائع ماں یا بھائی کیطرف سے وصی نہو اسواسطے کہ ماں اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہین ہر طرح یعنی نہ اشیاء مستثنے مین نہ اونکے غیر مین ولا شراء غير طعام وكسوة — اور ماں اور بھائی کا وصی کسی چیز کی خرید کا مالک نہین سوای طعام اور لباس صغیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال يجوز ابن كمال — اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگون کے نزدیک پسندیدہ ہو یا اوسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہے کذا ترجمہ ابن کمال

ولا يتجر الوصي في ماله اي اليتيم لنفسه فان فعل تصدق بالربح — اور وصی سوداگری نکرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدہ کیواسطے سو اگر اوسنے ایسا کیا تو اوسکو چاہیے کہ منفعت کو خیرات کردے وجاز لو اتجر من مال اليتيم لليتيم وتمامه في الدرر — اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اسکا پورا بیان درر مین ہی ف درر مین خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضامن وہی اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہی خیرات نکرے انتہی

قلت وفي الاشباه لا يملك الوصي بيع شيء باقل من ثمن المثل الا في مسئلة الوصية ببيع عبده من فلان — مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانی شخص سے ف اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہو تو اب وصی کو ثمن مثل سے کم کرنا درست ہی لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی

وفيما في الكلام في اجر المثل للمتولي اجر مثل عمله فلو لم يعمل لا اجر له واما وصي الميت فلا اجر له على الصحيح وهذا
اذ عين القاضي للمتولي اجرا فان لم يعين وسعى فيه سنة فلا شيء له وعزاه للقنية ثم ذكر ما يخالفه فافهم وقد مر في
الوقف واما وصي القاضي فان نصبه باجر مثله جاز انتهى اور اشباہ مین ہی اجرت مثل کے بیان مین کہ متولی کو اوسکے عمل کی برابر اجرت جائز
ہے سو اگر اوسنے عمل نکیا تو اوسکو اجرت نہین ہی اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کے اجرت نہین ہے اور یہہ یعنی متولی کیواسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہے
جبکہ قاضی متولی کے لئے اجرت معین کر دے تو اگر اوسنے اجرت معین نکی اور متولی نے ایک سال مین کوشش کی تو اوسکے واسطے کچھہ اجرت نہین اور صاحب اشباہ
نے اس قولکو قنیہ کیطرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے دو قول ذکر کیا جو اسکی مخالف ہی یعنی یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت مقرر کی
ہو سو اسکو سمجھہ لے اور البتہ یہہ مسئلہ کتاب الوقف مین گذر گیا اور قاضی کے وصی کا تو یہہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اوسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہی
انتهى ما في الاشباه وفي القهستاني معزيا للذخيرة ولو كانوا صغارا وكبارا باع حصة الصغار كما مر وكذا الكبار على ما مر من
التفصيل اور قہستانی مین ذخیرہ سی منقول ہی کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہون تو وصی چھوٹون کے حصو کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناۃ مین
مذکور ہو چکا اور اسیطرح بالغ وارثون کے حصے کو بیچ کریگا بنا بر تفصیل گذشتہ کے م تفصیل مذکور یہہ ہے کہ ادائے دین اور خوف ہلاکت مین بیع جائز ہے
نہ اسکے سوائے مین کذا في الطحطاوي ونقل عن العمادية ان في بيعه للعقار وفاء اختلاف المشائخ وجوزه صاحب الهداية لان
فيه استبقاء ملكه مع دفع الحاجة وان لغير الوصي التصرف لخوف متغلب وعليه الفتوى وتمامه فيما علقته على الملتقى
اور قہستانی نے عمادیہ سی نقل کیا ہی کہ وصی کو عقار بیچنے مین بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اوسکو جائز کہا ہی اسواسطے کہ
اسمین ملک صغیر کا باقی رکھنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سی جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہے
اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین مذکور ہے ولا يجوز اقراره بدين على الميت اور وصی کا اقرار جائز نہین میت پر دین کا
م اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہین تو مقر لہ کو اوسکا لینا بدون گواہی کے درست نہین اور اگر وصی دیگا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا کذا في
الطحطاوي ولا بشيء من تركته انه لفلان الا ان يكون المقر وارثا فيصح في حصته اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ
سے جائز ہے اسطرح کہ یہہ چیز فلانے شخص کی ہی مگر یہہ کہ اقرار کرنیوالا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ مین نہ باقی ورثہ کے حصو مین
ولو اقر الوصي بعين لآخر ثم ادعى انه للصغير لم تسمع دعواه اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار کیا دوسرے شخص کیواسطے پھر دعوی کیا کہ
وہی چیز صغیر کی ہی تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا کذا في الدرر یعنی تناقض کیوجہ سی و وصي اب الطفل احق بماله من جده وان لم يكن وصيه فالجد
كما تقرر في الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار صغیر کے مال مین تصرف کرنیکا صغیر کے دادا سے اور اگر اوسکا وصی نہو تو دادا احق ہے چنانچہ
کتاب الحجر مین ثابت ہو چکا ہی وفي المنية ليس للجد بيع العقار والعروض لقضاء الدين وتنفيذ الوصايا بخلاف الوصي فان له
ذلك اور منیہ مین ہے کہ دادا کو عقار کے اور اسباب کی بیع ادائے دین کیواسطے اور وصیتون کے جاری کرنیکے واسطے جائز نہین بر خلاف وصی کے کہ اسکو
یہہ درست ہے

فصل في شهادة الاوصياء

یہہ فصل ہے وصیون کی گواہی کے مسائل مین م اس فصل مین شہادت اوصیاء
کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہین تو یون کہنا بہتر تھا فصل في شهادة الاوصياء وغير ذلك وبطلت شهادة الوصيين لوارث
صغير بمال مطلقا او كبير بمال الميت اور باطل ہے گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سی مال ملا ہو یا
ہبہ وغیرہ سی یا وارث بالغ کے حق مین وصیون کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے م اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال مین وصی کا تصرف جاری ہی اور
بالغ کے مال میت مین وصی کو حفاظت کی ولایت ہی وارث کی غیبت مین تو اس تہمت سی اوسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شهادتهما بغيره
اے بغير مال الميت لانقطاع ولا يتهما عنه فلا تهمة حينئذ اور صحیح ہے گواہی ان دونون کی بغیر مال میت کے بسبب منقطع ہونے

بسبب ان دونو کی ... [illegible]

دونون وصیون کے ولایت کے اوس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہین کشہادۃ رجلین لآخرین بدین الف علی میت وشہادۃ
الآخرین للاولین بمثلہ جیسے صحیح ہے گواہی دو مردون کی اور دو شخصون کے واسطے ہزار درم کے دین ہونیکی میت پر اور صحیح ہے گواہی ان دونون
شخصونکی پہلے دونو گواہونکیواسطے مانند اُسکی ہزار درم کے دین کی یعنی فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونکی
گواہی دی تو دونو گواہیان صحیح ہین بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف برخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت مین
یعنی ہر فریق نے دوسرے فریق کیواسطے گواہی دی کہ میت نے انکو ہزار درم کی وصیت کی ہو سو یہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا تقبل
فی الدین ایضاً وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف نے کہا کہ دین مین بھی گواہی مقبول نہین مانند وصیت کی اور البتہ یہ مسئلہ
کتاب الشہادات مین پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین بعبد والآخرین بثلث مالہ او الدراہم المرسلۃ لانہا تثبت الشرکۃ
فتبطل یا پہلون کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلونکی گواہی ثلث مال کی یا غیر معین دراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے
شرکت غلام کو تو باطل ہوگی ھ کل مال میت مین غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت مین تہائی غلام مین شرکت ثابت ہو گئی اور شرکت قبول
شہادت کی مانع ہے وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین
اخر لانہ لا شرکۃ فلا تہمۃ زیلعی اور گواہی صحیح ہے اگر دو مردون نے اور دو مردون کیواسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی
دی اور مشہود لہما نے شاہدین کیواسطے دوسری چیز مثلاً باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہان دونو فریق مین شرکت ثابت نہین تو تہمت
بھی نہین جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لانہما اثبتا لانفسہما معیناً و
حینئذ فیضم القاضی بہما ثالثاً وجوباً لاقرارہما بآخر فیستصرفہما بدونہ کما تقرر دو وصیون نے یہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان
دونو کے ساتھ وصی کیا ہے تو یہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونو وصیون کے اپنی ذاتون کیواسطے مددگار اور اسصورت مین قاضی ان دونو کے ساتھ
تیسرا وصی ملا دیگا بنابر وجوب کے کیونکہ انہون نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونو وصیون کا تصرف کرنا میت کے مال مین بدون تیسرے وصی کے جائز نہین چنانچہ
ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحساناً لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ
مگر یہ کہ زید اسکا دعوی کرے یعنی زید یون دعوی کرے کہ وہ بھی وصی ہے اُن دونو کے ساتھ تو اب دونو وصیون کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اسلئے
کہ دونو وصیون نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان اباہما

اوصی الی رجل لجرہما نفعاً بنصب حافظ للترکۃ اور اسیطرح میت کی دو بیٹون نے جب یہ گواہی دی کہ اونکے باپ نے ایکمرد کو وصی کیا ہے تو
گواہی لغو ہے اسواسطے کہ دونون نے اپنے واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے متروکہ کیواسطے وہذا لو ہو منکراً ولو یدعی تقبل
استحساناً اور یہ یعنی گواہی کا لغو ہونا اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونیکا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونیکا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار
استحسان کے بخلاف شہادتہما بان اباہما وکل زیداً بقبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقاً ادعی زید الوکالۃ ام لا لان
القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الحی بطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ برخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹون نے یہ گواہی دی کہ
اونکے باپ نے زید کو اپنے قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہے وکیل کیا ہے کیونکہ یہ گواہی کسیطرح مقبول نہین خواہ زید وکالت کا دعوی کرے یا نکرے
اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنیکا بیٹون کی طلب سے مالک نہین برخلاف وصی کے وشہادۃ الوصی تصح علی المیت
ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتقی اور وصی کی گواہی میت کی ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو
گو کہ اوسنے خصومت نکی ہو کذا فی الملتقی وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ رجع مطلقاً وعلیہ الفتوی در اور وصی نے میت کی وصیت کو
جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اوسقدر مال ترکہ میت سے بھرلے ہرطرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہے کذا فی الدر ھ وصی رجوع کرے ہرطرح

خواہ وہ میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت بعقد ہو یا العباد کذا فی الطحطاوی مختصراً وکیل ادّی الثمن من مالہ فانّ لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا اپنے مال سے سوا اسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذا الوصی اذا اشتری کسوۃً للصغیر او اشتری لہ شیئاً من مال نفسہ فانہ یرجع اذا اشھد علی ذلک اور ایسا ہی وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال یا وہ چیز خریدے کی جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہو تو وصی صغیر کے مال سے بھر لے جبکہ اسپر اوسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھر لونگا فی البزازیۃ وانما شرط الاشھاد لان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشھاد انتہی قلت لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن وان لم یشھد بخلاف الابوین وسیجیٔ ما یفیدہ فتنبہ بزازیہ میں ہے اگر گواہ کر لیا تو اسیواسطے مشروط ہوا کہ وصی کا قول حق انفاق میں تو مقبول ہے نہ حق رجوع میں بدون گواہ کرنیکے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اوسنے گواہ نکر لیا ہو برخلاف ماں باپ کے کہ اونکو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہے تو خبردار رہنا ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بشہادت میں مضطرب ہے اور یہہ استدراک طعام اور لباس کیطرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت میں طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی او قضی دین المیت الثابت شرعاً او کفنہ او ادّی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا دیدیا وہ دین میت کا جو شرعاً اوسپر ثابت ہے ادا کیا یا اوسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاماً او کسوۃ للصغیر او کفن الوارث المیت او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعاً یا وارث بالغ نے صغیر کیواسطے طعام اور لباس خریدا کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن دیا یا اوسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متروکہ سے بھر لیگا اور متبرع نہوگا یعنی اوسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا ولو کفن الوصی المیت من مال نفسہ قیل قولہ فیہ قیل ھو مستدرک بقولہ او کفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اوسکا قول اسمین مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضوں نے کہا کہ یہہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن او کفنہ ھم جلبی رد المحتار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہہ تھا کہ شارح لفظ قیل کو حذف کرتا یعنی اسواسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہی طحطاوی محشی نے کہا اوسکا جواب یوں ممکن ہی کہ ماتن کی مراد یہہ ہی کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کفن کے مجرا دینے میں متروکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہہ قول ماتن کے قول سابق سے متغائر ٹھہرا فافہم انتہی ولو باع الوصی شیئاً من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باعہ رجع القاضی فیہ الی اھل البصیرۃ ای الامانۃ ان اخبرہ اثنان منھم انہ باع بقیمتہ وان قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے یتیم کا کچھ مال بیچا پھر وصی سے اوس مال مبیع کی طلب ہوئی اوسکے بیچے سے زیادہ تر ثمن کو تو قاضی اسمین اہل بصیرت اور اہل امانت کیطرف رجوع کرے اگر متدین واقفکار وں میں سے دو شخص اوسکو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اوسکی قیمت کے موافق بیع کیا اور اوس مال کی یہی قیمت ہی تو قاضی التفات نکرے اوس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزایدۃ یشتری باکثر وفی السوق باقل لا ینقض البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اھل البصیرۃ فان اجتمع رجلان منھم علی شیٔ یؤخذ بقولھما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندھما کما فی التکملۃ اور اگر مزاودہ میں یعنی جہان بیع من یزید ہوتی ہو جسکو بالفعل کے عرف میں نیلام گہر بولتے ہیں وہ مال خرید ہو تا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کمتر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگوں کیطرف پھر اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو اون دونوں کا قول لیا جاے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہی امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے وعلی ھذا القیاس متولی الوقف اذا آجر مستغل الوقف ثم جاء آخر یزید فی الاجر الکل فی الدرر معزیاً للخانیۃ وعلی ھذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل بصیرت کے یہہ سب مسائل درر میں مذکور ہیں فتاوی قاضی خان سے منقول فرس ۹۶

بیع الوصی

مسائل لمحقہ شمار کئے یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثنتی عشرۃ مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنیکے دعوے مین بدون گواہوں کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلوں مین مقبول نہین چنانچہ اشباہ مین ذکر ہین م مسائل مذکورہ کو شمار ہم ابتک کرتا ہون ادعی قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنیکا دعوی کیا م صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ مین نے میت کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اوسکی تکذیب کرتا ہو اور وصی ادا کرنے پر گواہ نہین ہین تو قول وصی کا مقبول نہوگا او ادعی قضاءہ من مالہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا اداے دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اوسکے ثمن قبض کرنیسے پہلے او ان الیتیم استہلک مال آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اوسکا تاوان دیا م صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی مین آتنا تلف کیا تھا اور مین نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اوسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سبکے نزدیک کذا فی الطحطاوی او اذن لہ بالتجارۃ فرکبتہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگون کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے انکو ادا کیا یتیم کیطرف سے او ادی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچوان مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت مین کہ زمین زراعت کے لائق نہ تھی م تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہون موت موصی کے وقت پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کو انعام دینے کا م یہہ محمد کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی والطحطاوی او فداء عبدہ الجانی ساتوان مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا او الانفاق علی محرم لہ آٹھوان مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنیکا م صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کیواسطے اتنا ماہیانہ تیرے مال سے مقرر کیا اور مین نے اوسکو ۳۰ برس تک ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کسی قاضی نے یہہ حکم نہین کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سبکے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی رقیقہ الذین ماتوا نوان مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم کے ان غلامون پر جو مرگئے م یہہ قول محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہون تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی او الانفاق علیہ مما فی ذمتہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اوس مال کے خرچ کرنیکا جو وصی پر واجب الادا تھا م یہہ مسئلہ اشباہ مین مذکور نہین اور اگر اسکو شمار کیجئے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہین وجہ اس مسئلہ کی یہہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ مین اداے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤن تو اوسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع دسوان مسئلہ یہہ ہے اور اسیطرح وصی نے دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اوسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا م بشرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نکیا ہو کہ مین اپنا مال خرچ کرتا ہون پھیر لینے کیواسطے اور اگر اوسنے اسپر گواہ کرلیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او انہ زوج الیتیم امرأۃ ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارہوان مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اوسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہین ہے الثانیۃ عشر اتجر وربح ثم ادعی انہ کان مضاربا بارہوان مسئلہ یہہ ہے کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پھر دعوی کیا کہ اوسنے بطور مضاربت کے تجارت کی م یہان بھی عدم اشہاد شرط ہے اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کرلیا ہو تو نفع مین شریک ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اوسمین اوسکی تصدیق کیجاویگی اور جسپر وہ مسلط اور متعین نہین تو اوسمین اوسکی بلا شہادت تصدیق نہوگی م تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اوسکا کذب نہو کذا فی الحموی منصب القاضی ووصیہ فی سبعۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ

قاضی میت کیطرف سے وصی کو مقرر کرے اُن سات مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں ھ نصبِ وصی کا طریقہ یہہ ہو کہ قاضی کے روبرو گواہ گواہی دیں کہ فلان شخص مرگیا اور اپنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہوگا نہ قاضی کا وصی اور نصبِ وصی کا اختیار فقط اوس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کیطرف سے اسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ ومنہا اذا کان لہ دین او علیہ او لتنفیذ وصیتہ منجملہ مواضع سبعہ کے یہہ تین مقام ہیں جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کیواسطے وزاد فی الزواہر موضعین آخرین اشتری الاب من طفلہ شیأ فوجد بہ عیبا ینصب القاضی وصیا لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور کئے ہیں ایک یہہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اوسمین عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کریگا تاکہ باپ وہ چیز عیب کیوجہ سے اوسکو پھیر دے واذا احتیج لاثبات حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطعۃ ینصب وصی الا فلا وعزاہ الی جمع الفتاوی اور جبکہ اوس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہو تو وصی مقرر نکرے اور صاحب زواہر نے ان دونو مسئلوں کو جمع الفتاوی کیطرف نسبت کیا ہو ھ غیبت منقطعہ وہ ہو کہ ایسے مکان میں ہو جہان قافلہ آتا جاتا نہو یہہ مستفاد ہوتا ہی شرح حموی سے اور فقہا نے غیبت منقطعہ کی تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح میں مذکور کیا ہے بعضون نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہان قافلہ بجز ایک بار برس میں ایک بار نجاتا ہو یہہ قول قدوری کا مختار ہو اور بعضون نے کہا کہ ایک مہینا یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضون نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرا کرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضون نے کہا ۲۵ منزل ہو اور بعضون نے کہا ۳ منزل اور بعضون نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی وصی القاضی کوصی المیت الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ ولا ان یبیع ممن لا تقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی میت کے وصی کی برابر ہو مگر آٹھہ جگہہ میں اوسکی برابر نہیں ہو ایک یہہ ہو کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کیواسطے متروکہ سے جائز نہیں ہو دوسری صورت یہہ ہے بیچنا اوس شخص سے جسکے حق میں وصی کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدا من القاضی تیسری صورت یہہ ہی اور جائز نہیں اوسکو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے ھ یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اوس چیز پر قبضہ نکرے تاوقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے برخلاف وصی میت کے اور اگر نصبِ وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں ولا ان یؤجر الصغیر لعمل ما چوتھی صورت یہہ ہی اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کروا دے ولا ان یجعل وصیا عند موتہ پانچوین صورت یہہ ہی اور وصی قاضی کو جائز نہیں یہہ کہ اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کر دے ولو خصصہ القاضی تخصص چھٹی صورت یہہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا یعنے ایک نوع میں وصی کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع میں وصی نہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نہاہ عن بعض التصرفات صح نہیہ ساتوین صورت یہہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روکدے تو اوسکا روکنا صحیح ہے برخلاف نہی میت کے کذا فی الاشباہ وعن البزازیہ ولہ عزلہ ولو عدلا آٹھوین صورت یہہ ہو اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اوسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القنیۃ خلافا للیتیمیۃ بخلاف وصی المیت فی ذلک کلہ برخلاف وصی میت کے اُن سب آٹھون مسئلوں میں وفی الخزانۃ وصی وصی القاضی کوصیہ لو الوصیۃ عامۃ انتہی وبہ یحصل التوفیق اور خزانہ میں ہے قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کی برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عام ہوا انتہے (فی الاشباہ) اور اسی سے دفع اختلاف دونو تولونکا دفع ہوگیا ھ یعنی یتیمیہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہوگیا اشباہ میں پانچوین صورت یتیمیہ سے منقول ہو کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو اختلاف رفع ہوگیا یعنی صورت جواز ہی وصیت خاصہ میں اور جواز سے وصیت عامہ میں وفی الفتاوی الصغری تبرعہ فی مرضہ انما ینفذ من الثلث عند عدم الاجازۃ الا فی تبرعہ فی المنافع فینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرۃ المثل لانہا تبطل بموتہ فلا اضرار علی الورثۃ وفی حیاتہ لا ملک لہم لکن فی العمادیۃ انہا من الثلث فلعلہ روایتان اور فتاوی صغری میں ہو کہ مریض کا تبرع اور

احسان کرنا اوسکے مرض مین نافذ نہین ہوتا مگر ثلث متروکہ مین در حالِ عدم اجازت وارثون کے مگر اوسکے منافع کے تبرع مین سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح پر کہ اوسنے گہر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنی اوسکی اجرت مثلاً سو درم تہی سو اوسنے دس درم کو اجارہ دیا تو یہہ جائز اور نافذ ہے اسلئے کہ اجارہ مذکورہ مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثون پر ضرر رسانی نہین ہے اور اوسکی حیات مین تو وارثونکی کچہہ ملکیت نہین لیکن عادیہ مین ہے کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہے تو شاید کہ اسمین دو روایتین ہین بَاعَ مَالَ الْيَتِيمِ وَضَيْعَتَهُ وَالْمُشْتَرِي مُفْلِسٌ يُؤَجَّلُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ نَقَدَ وَإِلَّا فَسَخَ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہے تو وصی تین دن کی مدت ٹہرادے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہے ورنہ بیع کو فسخ کرے فَإِنْ أَنْكَرَ الشِّرَاءَ وَقَدْ قَبَضَ يَرْفَعُ الْوَصِيُّ الْأَمْرَ إِلَى الْحَاكِمِ فَيَقُولُ إِنْ كَانَ بَيْنَكُمَا بَيْعٌ فَقَدْ فَسَخْتُهُ پہر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہے تو وصی اس امر کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونون مین بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ مین نے اوس بیع کو فسخ کر دیا ھ اس قول کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قَبِلَ الْوِصَايَةَ ثُمَّ أَرَادَ عَزْلَ نَفْسِهِ لَمْ يَجُزْ إِلَّا عِنْدَ الْحَاكِمِ وصی نے وصی ہونا قبول کیا پہر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہہ جائز نہین مگر حاکم کے نزدیک ھ حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اوسکو عاجز یا کثیر الاشغال جانے تو اوسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح ہے ایک یہہ کہ موصی اوسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے آپکو معزول کرے دوسری صورت یہہ ہے کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اوسکو متہم کرکے معزول کر دے اور یہہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی دَفَعَ لِلْيَتِيمِ مَالَهُ بَعْدَ بُلُوغِهِ وَأَشْهَدَ الْيَتِيمُ عَلَى نَفْسِهِ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ تَرِكَةِ وَالِدِهِ لَا قَلِيلٌ وَلَا كَثِيرٌ ثُمَّ ادَّعَى شَيْئًا فِي يَدِ الْوَصِيِّ أَنَّهُ مِنْ تَرِكَةِ أَبِيهِ تُسْمَعُ وصی نے یتیم کو اوسکا مال اوسکے بالغ ہونیکے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اوسکے باپ کے متروکہ سے کچہہ باقی نہین رہا نہ کم نہ زیادہ پہر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میری باپ کے متروکہ سے ہے اور گواہون سے اسکو ثابت کیا تو اوسکا دعوی مسموع ہوجائیگا ھ یہہ اشہاد ابراء معلوم نہین نہ شخص معلوم ہے نہ مجہول ہے تو یہہ فقط اقرار ہے جو ابراء کا مستلزم نہین تو یہہ اوسکے دعوی کا مانع نہین بر خلاف اوس ابراکے جو مجہول سے ہو معلوم کیواسطے یعنی شخص معین سے کسی چیز غیر معین کا ابرا کرے اسطرح کہ مثلاً زید عمر سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اوسکو بہی حلال اور معاف کر دے سو عمر نے اسطرح کہا تو زید بری الذمہ ہوگیا اور یہہ ابراء عام ہے چیز معلوم اور غیر معلوم سب کو اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ مُفْتَقِرًا لِلْوَصِيِّ الْأَكْلُ وَالرُّكُوبُ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ قَالَ تَعَالَى وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ وصی کو یتیم کے مال سے کہانا اور اوسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہیے دستور کے موافق کہاوے ھ کہانا اور سوار ہونا مقید بمدت سعی کے ہے یعنی جسقدر مدت حاجات یتیم مین کوشش کرتا ہو اوسیقدر مدت تک کہانا اور سوار ہونا درست ہے نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریۃ وَلَهُ أَنْ يُنْفِقَ فِي تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْأَدَبِ إِنْ تَأَهَّلَ لِذَلِكَ اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قران اور ادب مین خرچ کرے اگر یتیم اسکا اہل ہو ھ شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہین کہ انہین کی تعلیم ہوتی ہے انہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہے یعنی اگر یتیم خاندان علم سے ہے تو وصی خرچ کرکے اوسکو تمام قران اور علوم مذکورہ پڑہا دے وَإِلَّا فَلْيُنْفِقْ عَلَيْهِ بِقَدْرِ مَا يَتَعَلَّمُ الْقِرَاءَةَ الْوَاجِبَةَ فِي الصَّلَاةِ مجتبی اور اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اوسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرات واجبہ نماز کی سیکہہ جاے یعنی جسقدر نماز مین قران پڑہنا واجب ہے اوسقدر اوسکو کہا دے کذا فی المجتبی وَفِيهِ مُجْعَلُ لِلْوَصِيِّ مُشْرِفًا لَمْ يَتَصَرَّفْ بِدُونِهِ وَقِيلَ الْمُشْرِفُ أَنْ يَتَصَرَّفَ مجتبی مین ہے کہ وصی کیواسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اوسکے تصرف متروکہ مین نکرے اور بعضون نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہے ھ اس مسئلہ کا بیان باب الوصی مین مفصل مذکور ہو چکا وَفِيهِ لِلْأَبِ إِعَارَةُ طِفْلِهِ اتِّفَاقًا لَا مَالِهِ عَلَى الْأَكْثَرِ اور مجتبی مین ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے بالاتفاق نہ اوسکے مال کو عاریت دینا بنابر اکثر روایات کے وَفِيهِ يَمْلِكُ الْأَبُ لَا الْجَدُّ عِنْدَ عَدَمِ الْوَصِيِّ مَا يَمْلِكُهُ الْوَصِيُّ اور مجتبی مین ہے وصی

انہون نے کیونکہ باپ مالک ہو اوس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک نہین ہوتا وصی کی برابر ولا اب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ وبین الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہو اوس مال کی قسمت کرنیکا جو مشترک ہی مابین باپ اور مابین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہین ہم قنیہ مین مذکور ہی کہ جو مال وصی اور صغیر مین مشترک ہی اوسکی قسمت وصی کو جائز ہی امام کے نزدیک بشرطیکہ اوسمین صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہان عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی یملک الاب والجد بیع مال احد طفلیہ للآخر بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہی برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہین ہم یعنی اگر ایک شخص دو یتیمون کا وصی ہو تو اوسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہین اسواسطے کہ وہ دونو یتیمون کی خیر خواہی کا مامور ہی سو یہان ایک یتیم کی خیر خواہی دوسرے کے حق مین ضرر کرتی ہے اور اسیطرح اگر دو وصی ہون دو یتیمون کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہین ہو لو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرای ولو فاسدہ فان باع عقارہ لم یجز وفی المنقول روایتان اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا بقدر اوسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہی اگر وہ احمق فاسد الرای نہو اور اگر بدعقل ہو تو اگر اوسنے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہین ہی اور مال منقول کے بیچنے مین دو روایتین ہین ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما واشہد انہ یرجع بہ علیہ یرجع لو لہ مال والا لا لوجوبہما علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنی لڑکی کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر کہ مین اسقدر ثمن لڑکے کے مال سے پھیر لونگا تو اوتنا پھیر لے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہین بسبب واجب ہونے کھانے اور کپڑے کے باپ پر اسوقت مین یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اوسکا نفقہ باپ پر واجب ہے اور واجب مین رجوع جائز نہین ومثلہ لو اشتری لہ دارا او عبدا او یرجع سواء کان لہ مال او لا وان لم یشہد لا یرجع کذا عن ابی یوسف وہو حسن یجب حفظہ اور مانند لباس وطعام کے اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اوسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہین کیا ہی تو رجوع نکرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہی اور یہ تفصیل خوب ہے اسکا یاد رکھنا واجب ہے واللہ اعلم بغیہ تلخیص قنیہ مین مذکور ہے کہ ایک وارث نے تجہیز میت مین ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثونکی تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر ماتم اور کھانا وغیرہ کی خرید مین بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثونکے صرف کیا تو اوسکے حصہ مین محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ❁

کتاب الخنثیٰ

اس کتاب مین خنثے کے احکام مذکور ہین ہم خنثیٰ مشتق ہی خنث بفتح خاء معجمہ وسکون نون سے اور خنث لغت مین عبارت ہی نرمی اور تکسر سے اور اسی سے تخنث ہی معلوم کرنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اوسکا حکم مذکور نہین کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونو صفت متضاد ہین ایک شخص مین جمع نہین ہوتے اور یہ دونون علامت امتیاز کی آلہ تذکیر اور تانیث ہی پھر کاہی اشتباہ واقع ہوتا ہی اسطرح کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہی جسمین تمیز نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر نادر الوجود جبکہ مصنف غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو نادر الوجود یعنی خنثیٰ کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین جمیعا خنثے وہ ہی جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہی جو تذکیر اور تانیث دونو علامتون سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثیٰ تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہی اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے ہم جب اوسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا مکاشف ہے اور اگر اوسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثوبول یعنی مسہ کی مانند ہی کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونو سے پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم ہے یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اوسکا اعتبار ہی اسواسطے کہ اقدمیت اسکی دلیل ہی کہ وہی عضو اصلی ہے وان استویا فمشکل اور اگر دونو برابر ہون اسطرح کہ دونو سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہی ہم مشکل اسواسطے کہا کہ اصالا مین کسی کو ترجیح نہین ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہین امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ کثرت خروج اصالت عضو پر دلیل ہی وللاکثر حکم الکل اور امام کی دلیل یہ ہی کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہی کہ اونہون نے ابو یوسف

سے فرمایا کہ مین نے ایسا قاضی نہین دیکہا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحطاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی امرأۃ او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل یہہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پہر اگر وہ بالغ ہوا اور اوسکی داڑہی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اوسکو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطیہا فامرأۃ اور اگر اوسکی پستان ظاہر ہوئی یا دودہ نکلا یا اوسکو حیض آیا یا اوسکو حمل رہا یا جماع اوسکا ممکن ہے تو وہ عورت ہے ہم ظہور لبن سے مراد یہہ ہے کہ دونو پستانون عورتونکی مانند دودہ نکلے اسواسطے کہ مرد کی بہی چہاتیون سے کبہی دودہ نکلتا ہے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ مین ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودہ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تہی اوسکا جواب یہہ ہے کہ کاہے دودہ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہین ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متمیز نہین پہر جب دودہ اوترا تو تمیز واقع ہوگئی اور امکان حمل کی یہہ صورت ہے کہ خنثے نے منی روئی مین لیکر اپنی فرج مین داخل کی اور امکان وطی کی یہہ صورت ہے کہ عورتون نے اوسکو دیکہا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظہر لہ علامۃ اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اوسکو کوئی بہی علامت مذکورہ ظاہر نہوئی یا علامات مین تعارض واقع ہوا تو وہ خنثے مشکل ہے عدم مرجح کیوجہ سے ہم تعارض علامات کی مثال یہہ صورت ہے کہ پستان اوبہرتی او داڑہی نکلی ایک ساتہہ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتہہ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتہہ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ تعد اضلاعہ فان ضلع المرأۃ یزید علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثے کی پسلیان شمار کیجاوین اسواسطے کہ عورت کی ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیون سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ہم اسمین اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہہ ہے کہ بائین طرف کی ہوتی ہے اور اسمین خلاف ہے کہ مرد کی پسلیان ہوتی ہین سترہ یا مرد کی سترہ ہین اور عورت کی اٹہارہ بعضون نے کہا کہ مشاہدہ اسکی مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونو کی پسلیان برابر ہین اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کے وجہ اوسکی یون مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئین تو سب مرد ابوالبشر علیہ السلام کے منوال پر جاری ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا وحینئذ فیؤخذ فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اسوقت مین یعنی درصورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو عمل کیا جاویگا خنثے مشکل کے امر مین اوس چیز کے ساتہہ جسمین زیادہ تر احتیاط ہو تمام احکام مین فلت لکن قدمنا انہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ وانہ لا یتعلق التحریم بلمسہ فتنبہ مین کہتا ہون لیکن ہمنے اول کتاب مین ذکر کیا کہ خنثی مشکل مین ادخال سے غسل واجب نہین ہوتا اور اوسکو دودہ سے تحریم متعلق نہین تو آگاہ رہنا یعنی ان دونو صورتون مین عمل باحتیاط نہین ہے ہم یہان اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل نرہا اوسکا جواب یہہ ہے کہ بعد تحقق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ داڑہی نمود ہوگئی تو اشکال ثابت ہوگیا اور اسیطرح دودہ مین کلام ہے کذا فی الطحطاوی فیقف بین صف الرجال والنساء سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثی مشکل کہڑا ہو مردون اور عورتون کی صف کے مابین مین ہم یعنی نہ مردونکی صف مین کہڑا ہو نہ عورتون کی صف مین اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتون کی صف مین کہڑے ہونے سے اوسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردونکی صف مین کہڑے ہونے سے اوسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اوسکو دائین اور بائین اور پیچہے کا شخص سامنے والا احتیاطا نماز کا اعادہ کرے پہر اگر خنثے بالغ ہے اور عورتونکی صف مین کہڑا ہوا تو اوسپر اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثی ہون تو اسطرح کہڑے ہون کہ باہم متصل نہون بلکہ درمیان مین کشادگی چہوڑین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ حد الشہوۃ تبتاع لہ امۃ تختنہ من مالہ فتکون امتہ اوسکا جبکہ خنثی حد شہوت کو پہونچے تو اوسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اوسکی ختنہ کرے سو خرید سے اوسکی وہ لونڈی ٹہرے گی یا اوسکی مانند عورت ہوگی ہم یعنی اگر واقع مین خنثی مرد ہے تو وہ اوسکی لونڈی ہوئی تو اوسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقا جائز ہوا اور اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کیطرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ ان یختنہ رجل او امرأۃ احتیاطا ولا ضرورۃ لان الختان عندنا سنۃ اور یہہ مکروہ ہے کہ خنثی کی ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچہہ ضرورت نہین اسواسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیون کے نزدیک

سنت ہی نہ فرض ہم یہ مذکور ہے خنثی بالغ کا اوسیکا ختنہ تو مرد اور عورت دونوکو درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال
ثم تباع اور اگر خنثی کا مال نہو تو ختنہ کرنیوالی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیجاوے پھر ختنہ کے بعد بیچڈالی جاوے اور ثمن اوسکا بیت المال
مین داخل کیا جاوے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کیواسطے مقرر ہے کذا فی الحموی او یتزوج امرأۃ تختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح
وان انثی فنظر الجنس اخف ثم تطلقھا وتعتد ان خلا بھا احتیاطا یا خنثی نکاح کرے ختنہ کرنیوالی عورت سے تاکہ وہ اوسکا ختنہ کردے اسلئے
کہ اگر خنثی مرد ہے تو نکاح صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کیطرف سبکتر ہے مرد کی نظر سے پھر خنثی ختنہ کے بعد اوسکو طلاق
دے اور ختنہ کرنیوالی عدت مین بیٹھے بنا بر احتیاط کے اگر خنثی نے اوسکے ساتھ خلوت کی ہو ہم یہ قول طحاوی نے اپنے اوستاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال
کا قول علماء مذہب سے منقول ہے اسواسطے کہ اگر اوسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت معلقہ ہوگی اوس سے خلاص نہین ہو سکتی اور وجوب
مہر کا عقد سے یقین نہین ہو سکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثی مشکل مرگیا اور یہہ معلوم نہین ہو سکتا کہ اوسپر نفقہ واجب ہے یا نہین رازی نے یون کہا ہے اور
علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق کی اختیار
مشروط کیوجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانے مین ایسے کام کیواسطے از قسم محال ہے تو نکاح کر لینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی عن
الحموی ویکرہ لہ لبس الحریر والحلی اور خنثی مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے وکرہ تخلیہ غیر محرم اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی
نکرے سوا ہے اوسکے محرم کے وان قبلہ رجل تثبت حرمۃ المصاھرۃ اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہوئی ہم
تو جائز نہوگا خنثی کی مان کو اس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اوسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثی مشکل
سفر نکرے بدون محرم کے اس احتمال کیوجہ سے کہ وہ عورت ہے ہم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اوسکو سفر درست نہین والتہ
قال انا رجل او امرأۃ لا عبرۃ بہ فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ مین مرد ہون یا عورت ہون تو اوسکا کچھ اعتبار
نہین صحیح قول مین اسواسطے کہ یہہ دعوی ہے بدون دلیل کے وقیل تعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضون نے کہا کہ اوسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ
اوسپر سوائے اوسکے کوئی واقف نہین لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکالہ لا یقبل وقبلہ یقبل قلت وبہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی مین ہے کہ بعد
ثابت ہو جانے اوسکی اشکال کے قول اوسکا مقبول نہین اور قبل از ثبوت اشکال قول اوسکا مقبول ہے مین کہتا ہون اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین
المذکورین حاصل ہوگئی ہم یعنی عدم قبول کا قول اوس صورت مین ہے جبکہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہو چکا اور قبول اوس صورت مین ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہین
اسیطرح کی تفصیل عالمگیری مین مذکور ہے محیط سے ویضعف ما نقلہ القہستانی عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ھذا فتنبہ
اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہہ کہ اس تفصیل مذکور پر اوسکو محمول کیجئے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہو جاویگا
سو آگاہ رہنا ہم قہستانی مین فرائض شریفی سے یون ہے کہ اگر خنثی نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کیطرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اوسکا مقبول ہوگا
اور رجوع اوسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اوسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اوسنے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اوسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحطاوی نے کہا کہ قول
مذکور اسپر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل ویتیمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثی مرگیا قبل ظاہر
ہونے اوسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاوے اور اوسکو تیمم کروایا جاوے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے ہم چونکہ اوسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہین جو اوسکو مرد
یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنیوالا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ مین کپڑا لپیٹ کے تیمم کرادے اور اگر محرم ہے تو بدون کپڑے کی مانند اوس مرد کی جو عورتون
مین مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر حال کونہ مراہقا غسل میت ذکرا او انثی اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے کیحالت مین کسی مردے کے غسل مین حاضر
نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثی مشکل کی قبر پر دفن کیوقت پردہ کر لینا عورت کی مانند ویوضع الرجل
بقرب الامام ثم ھو ثم المرأۃ اذا صلی علیھم دفعۃ لتحقق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاوے مردہ مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جبکہ اونپر جنازے

کی نماز پڑہی جاوے حق ترتیب کی رعایت کرنیکے واسطے ہ خنثے کا جنازہ مرد کے بعد رکہا جاوے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثے مرد کے ساتھ عذر سے ایک قبر مین دفن ہو تو مرد کے پیچہے رکہا جاوے اور دونون کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاوے تاکہ بمنزلہ دو قبرون کے ہو جاوے اور یہی حکم ہے مرد و بچے دفن کا جبکہ ایک قبر مین دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثی ساتھ دفن ہون تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن عورت کے کپڑے پانچ ہونگے مانند عورت کے اسکو تبر مین محرم قرابت والا رکہے انوثت کے احتمال کے سبب سے کذا فی الفتح وتمام فروعہ فی احکامہ من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف حافل منیف اور خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ مین مذکور ہین بلکہ میرے نزدیک اسمین ایک تالیف مجلد کلان ہے ہ منجملہ مسائل خنثے مشکل کے یہہ ہے کہ اوسکی امامت صحیح نہین مگر عورتون کیواسطے اور اوسکی نماز عورت کی مانند ہی شکل مین اور اخفا مین اور وہ نکاح نکرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اوسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اوسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہوگیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح اب صحیح ہوگیا اور اگر اوسنے اپنی مانند دوسرے خنثے مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً

وله فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوأ الحالین بہ یفتی کما سنحققہ اور خنثی مشکل کو میراث مین اقل النصیبین یعنی اسوأ الحالین ہے اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہ اقل النصیبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصون مین سے جو حصہ کمتر ہوگا وہ اوسکو دیا جائیگا یہہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثے مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اوسکو مرد فرض کرنے مین کسقدر ملتا ہے اور عورت فرض کرنے مین کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصون مین جو کمتر ہوگا وہ خنثے کو ملیگا اور اگر احد التقدیرین مین خنثے محروم ہو اور دوسری تقدیر پر ملیگا تو اوسکو کچہہ نہ ملیگا لہذا شارح نے اقل النصیبین کی تفسیر اسوأ الحالین مذکور کی یعنی جو دونون حالتون مین بدتر حالت ہوگی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی حالت اوسکی نصیب مین ہے تو اسوأ الحالین قلت اور حرمان دونو کو شامل ہے کذا فی الحلبی تبعہ وقالا نصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونو حصون مین سے نصف نصف اوسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلومات ابوہ وترکہ معہ ابنا

واحد له سہمان وللخنثی سہم تو اگر خنثے مشکل کا باپ مرگیا اور خنثے کے ساتھ ایک بیٹا اوسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہین اور خنثے کا ایک سہم ہ خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثے عورت کے حکم مین ہے میراث مین تاوقتیکہ اوسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف له ثلثۃ من سبعۃ وعند محمد خمسۃ من اثنی عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ مین خنثے کے تین سہم ہین سات سہمون سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہین بارہ سہمون سے ہ صاحبین کی دلیل مطولات مین مذکور ہے وعند ابی حنیفۃ له سہم من ثلثۃ لانہ الاقل وھو متیقن بہ فیقتصر علیہ لان المال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثے کا ایک سہم ہے تین سہمون مین سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اوسی پر اقتصار ہوگا کیونکہ مال شک سے واجب نہین ہوتا ہ توضیح اوسکی یہہ ہے کہ یہان اثبات مال کی ابتدائً حاجت ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثی مشکل مین دونو سببون سے کوئی معلوم نہین اور اثبات مال کا ابتدائً بدون سبب متحقق کے شرعاً جائز نہین تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ مین شک ہے تو متیقن ہی واجب ہوگیا اوسی پر اقتصار کرینگے کذا فی العینی شرح الہدایہ حتی لو کان الاقل علی تقدیرہ ذکراً قدرناہ کزوج وام وشقیقۃ ھی خنثی فلہ السدس علی انہ عصبۃ لانہ الاقل تو اگر اقل ہو اوس تقدیر پر جبکہ خنثی کو مرد فرض کیجیے تو اوسکو ہم مرد ہی ٹھہراوینگے چنانچہ اسصورت مین کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور مان اور اوسکی بہن چھوڑکر جو خنثے ہے تو اوسکو چھٹا حصہ ملیگا بنابر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ہ تو صورت مذکورہ مین شوہر کا نصف حصہ ہے اور مان کا تہائی اور خنثے کا باقی مال یعنی سدس ولو قدر انثی کان له النصف وعالت الی ثمانیۃ اور اگر صورت مذکورہ مین خنثے کو عورت فرض کیجیے تو اوسکا نصف حصہ ہے اور یہہ مسئلہ چہہ سہم کا آٹھہ سہم کیطرف عول کریگا ہ یہہ مسئلہ دونو تقدیر مین چہہ سہمون سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت مین عول کی حاجت نہین اور دوسری صورت مین عول کی حاجت ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جبکہ خنثے کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ مین اوسکو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اوسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اوسکو مرد قرار دیا تاکہ اوسکا حصہ سدس ہو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروماً علی احد التقدیرین فلا شیء له کزوج وام وولدیھا وشقیقۃ خنثی فلا شیء له لانہ عصبۃ ولو قدر انثی کان له النصف وعالت الی تسعۃ اور اگر خنثے محروم ٹھہرے دو تقدیر ون مین سے ایک تقدیر پر تو اوسکو واسطے کچہہ نہین

چنانچہ اس مسئلہ مین کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور مان اور دو اخیافی بہائی اور ایک سگا بہائی خنثے چہوڑکر تو خنثے کو مرد فرض کرنے مین کچہہ حصہ نہین
کیونکہ وہ عصبہ ہی اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجئے تو اوسکا حصہ نصف ہی کیونکہ وہ صاحب فرض ہی اور اسوقت مین یہہ مسئلہ نو سہم کیطرف عول کریگا
هم اس مسئلہ مین زوج کا حصہ نصف ہی اور مان کا چہٹا اور دونون اخیافی بہائیونکا تہای اور سگا بہائی جو خنثی ہے وہ محروم ہی کیونکہ وہ عصبہ ہی اور عصبہ
اسوقت میراث پاتا ہی جب اہل فروض سے کچہہ باقی رہے سو یہان کچہہ باقی نرہا اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجئے تو اہل فرض ہوگا تو اوسکا حصہ نصف ہی تو بنا بر
اسوء الحالین کے اوسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تاکہ نصف پاوی ولو مات عن عم و ولد اخیہ خنثی قدر انثی وکان المال کلہ
للعم اور اگر ایک شخص مرگیا اپنا ایک چچا اور بہائی کا ایک ولد چہوڑکر جو خنثے ہے تو خنثی کو یہان عورت فرض کرین گے اور سارا مال چچا کا ہوگا هم خنثی کو
عورت اسواسطے فرض کیا کہ بہتیجی چچا کے روبرو وارث نہین ہوتی اور اگر اوسکو مرد فرض کرتے تو وہ بہتیجا ٹہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلئے کہ
ہرچند دونو عصبہ ہین لیکن بہتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل شتی

جمع شتیت بمعنی متفرق وھو من دأب المصنفین لتدارک ما لا یذکر فیما کان ینبغی ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت غالبہا بمحالہا وللہ الحمد
یہہ ذکر ہے مسائل شتے مین شتے جمع ہے شتیت کی بمعنی متفرقہ اور یہہ عادت ہی اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب مین مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر
کرتے ہین واسطے تدارک اُن مسائل کے جو وہان مذکور نہین ہوئی جہان اونکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تہا شارح نے کہا مین کہتا ہون اور البتہ مین نے اکثر مسائل
ملا دئیے اونکی مواقع مناسبہ مین اور خدا کو حمد ہی جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس وھذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام فلذا
وعدنک بہ فی اولی نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہی یہہ مقدمہ صغری ہی جسکی تسلیم مین وہ کلام ہی جسکا مین نے تجہہ سے وعدہ کیا
تہا اول نواقض وضو مین هم اوس مان کی قید ظاہر اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہین اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی علت اور شراب
سے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کی مانند ہی کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ھذہ مقدمۃ
کبری وھی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہی یہہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج اور
وہ یعنی کبری مسلم ہی ہمارے نزدیک تو دونو مقدمون سے ملکر یہہ نتیجہ حاصل ہوتا ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہی لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ
ما فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ الجلالۃ نجس قال وعلیہ فعرق مدمن الخمر نجس بل اولی لیکن اس شکل مین صغری
کے ثابت کرنیکی حاجت ہی اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین نسبت بہ مجتبی مذکور ہی اوسکا حاصل کلام یہہ ہے کہ اُس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست کہاتی ہی ناپاک ہی
اور بنا بر اس قول کے مدمن خمر کا بہی پسینہ ناپاک ہی بلکہ اولی بالنجاسۃ ہی هم وجہ اولویت کی یہہ ہی کہ شی رقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنی مین غیر رقیق
چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اشبہ من کان عرقہ کعرق الکلب والخنزیر پہر مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا
تشبیہ اوسکی موہم ہی وہ شخص جسکا پسینہ کتی اور سور کی مانند ہی هم یہہ تشبیہ اور مذمت ہی مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال ابن العز فحینئذ ینقض الوضوء
وھو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن العز نے کہا تو اسوقت مین یعنی جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو
کو توڑیگا اور یہہ مسئلہ عجیب اور غریب ہی اور اسکی تخریج ظاہر ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونیکی وجہ سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا یعنی اور متن
مین اوسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وھو مع غرابتہ لا یشہد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی
فظاہر اذ لم یرد عن احد ممن یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے استاد خیرالدین رملی اللہ تعالی
اونکو آفات سے محفوظ رکہے کہا ہی کیونکر اسپر اعتماد کیا جاوی اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اوس پر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہی نہ استدلال عقلی بعدم
روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہہ مسئلہ معتمد عالمون مین سے ایک عالم سے بہی مروی نہین اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت نہین هم مقدمہ اولی
یہہ مسلم ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہی ویشہد لبطلانہا مسئلۃ الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد علو احل اکلہ بصیرورتہ مستہلکا

لا ينبغي له اكله فكذالك نقول في حرمة عظم الخنزير اور مقصد ہر اوسکے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے بکری کے بچہ کا مسئلہ جبکہ اوسکا بچہ سوئر کے دودہ
سے پالا جاوے اسواسطے کہ علماء نے اوسکی حلت اکل کی علت بیان کی دودہ کے مستہلک ونابود ہوجانے سے اسطرح کہ اوسکا کچہ اثر باقی نہین رہتا تو اسیطرح ہم دام الخمر
کے پسینہ مین کہین گے یعنی شراب اوسکے بدن مین مستہلک اور نابود ہوگئی کچہ اوسکا اثر باقی نرہا ھم یہ استدلال نقلی ہے نہ عقلی مگر یون کہیگے کہ عقل اوسکی تائید کرتی
ہے ويكفينا في ضعفه غرابته وخروجه عن الجادة فيجب طرحه عن السرح متنًا وشرحًا اور ہمکو کفایت کرتا ہے اوسکی ضعیف ہونے مین اوسکا غریب
ہونا اور اوسکا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہے ھم سرح بفتح سین مہملہ ورا مہملہ
وحاء مہملہ کہا بنجملہ اوسکی معانی کے درخت بھی ہے اور یہی متبادر ہو بقرینہ لفظ طرح یعنی اس درخت کا اصل ساقط کیا جاوے یعنی فروع مذہب سے گرایا جاوے ھم
اور منجملہ معانی سرح کے فناء دار بھی ہے کذا في القاموس اور فناء دار عبارت ہے کشادگی پیشانہ سے اور [illegible] نزدیک یہان مقابلہ ہے [illegible]
اسیطرح کیا والله اعلم خبز وجد في خلاله خرء فارة فان كانت الخرء صلبة رمي به واكل الخبز ھم ایک روٹی ہے جسکے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر
مینگنی سخت ہو تو پہینک دیجاوے اور روٹی کہائی جاوے ولا يفسد خرء الفارة الدهن والماء والحنطة للضرورة الا اذا ظهر طعمه او لونه في الدهن
ونحوه لفحشه وامكان التحرز عنه حينئذ خلاصہ یہ کہ چوہے کی مینگنی تیل اور پانی اور گیہون کو فاسد نہین کرتی ضرورت کیوجہ سے مگر جبکہ اوسکا مزہ یا رنگ تیل اور اوسکی
مانند مائع چیز مین ظاہر ہو تو البتہ مفسد ہے بسبب اوسکی کثرت کے اور اسوجہ سے کہ اس سے بچنا اسوقت مین ممکن ہے کذا في الخانية ھم خانیہ مین ہے کہ چوہے کی مینگنی جبکہ گیہون
مین پڑگئی اور گیہون کے ساتہہ پس گئی تو اوسکی آٹے کہانے مین کچہ مضائقہ نہین مگر اوسوقت جبکہ کثرت سے ہو اور اوسکا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اب اوسکا کہانا
درست نہین کذا في الطحطاوي وفي السنن الرواتب لا يصلي ولا يستفتح لما تقدم في باب الوتر ھم سنن رواتب مین نہ درود پڑہا جاوے اور نہ دعاء استفتاح
پڑہی جاوے اوس دلیل سے جو باب الوتر مین مذکور ہوگیا ھم سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتین اور جمعہ کے اول کی چار رکعتین اور بعد کی چار رکعتین ہین اس کتاب کے باب الوتر
مین یون مذکور ہے کہ درود نہ پڑہا جاوے ظہر کے قبل کی چار رکعتون کے قعدہ اولی مین اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتون مین اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کو
واسطے اوٹہے کیونکہ سنت موکدہ ہونیکے سبب سے یہ فرض کے مشابہ ہوگئین اور باقی چار رکعتون مین درود بھی پڑہا جاوے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلئے
کہ ہر دوگانہ جداگانہ نماز ہے الدعوة المستجابة في الجمعة عندنا وقت العصر على قول عامة مشايخنا اشباه وقدمناه في الجمعة عن التاتار
خانية ھم دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیون کے نزدیک عصر کیوقت ہے بموجب قول اکثر ہمارے علماء کے کذا في الاشباه اور ہمنے اسکو باب الجمعہ مین تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے
ھم حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جمعہ مین ایکوقت دعا مقبول ہوتی ہے اسوقت کے تعیین مین اختلاف علماء ہے حنفیونکا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا الخروج من
الصلوة لا يتوقف على قوله عليكم خارج ہونا نماز سے موقوف نہین علیکم کے لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا في الطحطاوي وحينئذ فلو دخل
داخل في صلوته بعده لا يصير داخلا فيها كما قدمناه في صفة الصلوة اور اسوقت مین یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہوا تو اگر ایکمرد مقتدی
اپنی نماز مین داخل ہوا بعد علیکم کے تو وہ نماز مین داخل نہ سمجہا جاوےگا شارح نے کہا ہمنے اس قول کو صفة الصلوة مین مقدم ذکر کیا ہے لفّ ثوب نجس رطب في
ثوب طاهر يابس فظهرت رطوبته على ثوب طاهر كذا في النسخ وعبارة الكنز على الثوب الطاهر لكن لا يسيل لو عصر لا ينجس قدمنا
قبيل كتاب الصلوة ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے مین سو اوسکی رطوبت ظاہر ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تہا کہ اگر اوسکو نچوڑتے
تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہوگا شارح نے کہا ہمنے اسکو کتاب الصلوة سے پہلے مذکور کیا ہے متن کے نسخون مین اسیطرح على ثوب طاهر ہے اور کنز کی عبارت على الثوب
الطاهر ہے ھم نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اوسکی مانند کی نجاست نہین ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہوگیا ہے اسطرح کہ نجاست کا اثر خشک کپڑے مین ظاہر
نہین نور الایضاح اور اوسکی شرح مین ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے مین کہ اگر ناپاک کو نچوڑتے تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہین ہوتا اسلئے
کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہین آتا مگر اسمین اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑتے تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہین ہے ہم تو لیمین اسمین مسئلہ نہین
اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کرلیتا ہے اور نچوڑنے سے نہین ٹپکتا تو فقط تری بلا جرم خشک پر نہین آتی مگر اسمین تعین جبکہ ناپاک

کپڑا نچوڑنے سے نہ ٹپکتا ہو تو بھی متنجس ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتوی دیا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی لمضا برخلاف تصحیح عدم تنجیس ثوب طاہر تھا لیکن چونکہ حلوانی کا
قول تصحیح بہ کے مخالف تھا لہذا مترجم نے ثوب نجس ہو جانا ترجیح قرار دیا واللہ اعلم کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس او غسل رجلہ ومشی علی
ارض نجسة او نام علی فراش نجس فعرق ولم یظهر اثرہ لا یتنجس کما نیہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پانو دھویا اور ناپاک زمین پر چلا یا
ناپاک فرش پر سویا اور پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پانوں یا بدن پر ظاہر نہوا تو ناپاک نہوگا کذا فی الخانیة م مترجم نے کہا ناپاک زمین پر تر پانوں سے
اسطرح چلا کہ زمین تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پانوں میں ظاہر نہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پانوں سے تو ناپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک
قدم پاک پر کہلا فرش تر پر سویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا ورنہ نہیں تو نجس نہیں اور نقط ملابت اور ترادت کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے یعنے
بدون تقاطر ہے کذا فی الطحطاوی نوی الزکوة الا انه سماه قرضا جاز فی الاصح لان العبرة للقلب لا للسان اور زکوة کی نیت کی مگر اسکا
قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہے صحیح تر قولین پر اسلئے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا م صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت واقع کا اعتبار ہے یعنی
والیکا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی من له حظ فی بیت المال کالعلماء ظفر بما له وجه لبیت المال فله اخذه دیانة
قدمناه قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں ہے چنانچہ علماء دین سوا اسنے بیت المال کا مال پایا تو اسکو لے لینا اسکا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہمنے اسکو
باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہے م بیت المال یعنے خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور مقاتلین اور انکی اولاد اور طالب العلم اور واعظ دین ہیں بزازیہ
میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مر جاوے اور اسکا کوئی وارث نہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر
خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے کہ حکام اسکی مصارف شرعی میں صرف نکرینگے اور اگر وہ شخص
بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر
فعلیه کفارة واحدة ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناه فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایکدن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہانتک کہ
دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اوسپر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اوسنے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے
اور ہمنے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نکی یعنی یوں نہ
کہا کہ تیسری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے م اسلئے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوة
صح ایضا وان لم ینو فی الصلوة اول صلوة علیه او آخر صلوة علیه لکن الاکثر تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے
جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نکرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب الادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسیطرح کنز میں ہے
م مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی قضا سے مراد یہہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلے پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہہ …
نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کرے اسواسطے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنیوالا متنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اوسکا نفل ہو جاتا ہے قال
المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوة وفی رمضانین الخ قلت وھکذا قدمته فی باب قضاء الفوائت للدر …
اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسیطرح اشتراط تعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب
قضاء الفوائت میں در وغیرہ کا تابع ہوکر م طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ہے ولوالجیہ میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی
قضا ہو مگر تعیین احوط ہے اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانے برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوة میں …
اوسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کے ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیه یا آخر ظہر علیه کی نیت کی تو اشتراط تعیین کے قول پر بھی جائز ہے
اسواسطے کہ نماز متعین ہو گئی اور اسکی تعیین کرنے سے اور اسیطرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اب اسکے بعد کی نماز اول ہو گی
اور بعد اسکے پچھلی نماز ہو گئی مصنف نے لکھا اور یہہ یعنی اول ظہر علیه یا آخر ظہر کہنا مخلص ہے اوس شخص کو اسلئے جسکو اوقات فائتہ یاد نہ ہوں یا اوسپر مشتبہ ہو گئے

يلو سے اوسنے اپنی غلطی پر تسلی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأيته في البحر قبيل باب اللعان ما نصه ونية التعيين لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاة الترتيب واجبة عليه ولا يمكنه مراعاته الا بنية التعيين حتى لو سقط الترتيب بكثرة الفوائت يكفيه نية الظهر لا غير كذا في المحيط وهو تفصيل حسن في الصلوة ينبغي حفظه انتهى بلفظه پھر مین نے بحر الرائق مین باب اللعان کے پہلے دو دیکھا جسکی عبارت یہہ ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہین ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اوسپر واجب اور اوسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہین ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہوگئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلا کفایت کرتی ہے نہ اوسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط مین اور یہہ تفصیل خوب ہے نماز دین اسکا یاد رکھنا لائق ہے انتہے بلفظہ ثم رأيته نقل عنه في الاشباه في بحث تعيين المنوي ثم قال وهذا مشكل وما ذكره اصحابنا كقاضي خان وغيره خلافه وهو المعتمد كذا في التبيين انتهى بحر وفقه فليتنبه لذلك پھر دیکھا مین نے صاحب بحر الرائق کو کہ اوسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ مین تعیین منوی کی بحث مین پھر کہا اور یہہ یعنی عدم تعیین کثرت فوائت مین مشکل ہے اور جو ہمارے علما نے مذکور کیا چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے اونکے کلام مین اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہے چنانچہ تبیین مین ہے انتہے بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا م وجہ اشکال یہہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اوس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جسپر فقہا کا اتفاق ہے وہ قاعدہ یہہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کیواسطے اور سب نمازین من قبیل مختلف الجنس کے ہین اسواسطے کہ اونکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہین کذا في الحموي حاشية الاشباه طحطاوی نے ابو السعود کے حاشیہ مین کہا کہ عدم تعیین قول ہی دلوالجیہ مین مصحح ہے اگرچہ تعیین احوط ہے

رأس شاة متلطخ بالدم احرق الرأس وزال عنه الدم فاتخذ منه مرقة جاز استعمالها والحرق كالغسل وقد منا انه من المطهرات بھیڑ بکری کا سر خون مین لتھڑا آگ سے جلایا گیا اور خون اوس سے دور ہوگیا پھر اوسکا شوربا بنایا گیا تو اوسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کی برابر ہے پاک کردینے مین اور ہمنے کتاب الطہارۃ مین پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات مین داخل ہے م آگ نجاست کو فنا کردیتی ہے یہان تک کہ شی ناپاک مین ناپاکی کا کچھ اثر نہین رہتا یا جلاکر راکھ کردیتی ہے بطریق استحالہ کے یعنی بدل دیتی اگر گوبر جلکر راکھ ہوجاوے تو پاک ہوجاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاوے یا گدھا نمک سار مین گر کے نمک بنجاوے کذا في الطحطاوي

سلطان جعل الخراج لرب الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے م یہہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام محمد کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہین عشر کی مانند مفتاح مین ہے کہ صحابہ کا خلاف اوس وقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اوسکا نہین ہے تو بالاتفاق جائز نہین کذا في الطحطاوي وان جعل له العشر لا لانه زكوة قلت وقد قدمته في الجهاد وقدمته في الزكوة ايضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار کے واسطے عشر عطا کیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے مین کہتا ہون کہ مین نے اسکو کتاب الجہاد مین ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ مین بھی مذکور کر دیا ہے م جب عشر زکوۃ ٹھہرا تو وہ فقیر و محتاج ہی کا حق ہے ہان اگر زمیندار فقیر ہو تو اوسکو بھی دینا درست ہے کذا في الطحطاوي

ومن الفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعة الارض واداء الخراج ودفعها الامام للاراضي الى غيرهم بالاجرة ليعطوا الخراج من اجرتها المستحقة جاز اہل خراج عاجز ہوگئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخص کو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کرین اوسکی اجرت مستحقہ سے تو یہہ جائز ہے فان فضل شيء من اجرتها دفعه لملاكها رعاية للحقين پھر اگر کچھ فاضل بچا اوسکی اجرت سے کچھ تو زمین کے مالک کو دیوے دونون حقون کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلا سو روپیہ کو اجارہ دی اور خراج اوسکا اسی روپیہ ہین تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ زمیندار کو دے فان لم يجد الامام من يستأجرها باعها القادر واخذ الخراج الماضي من الثمن لو عليهم خراج ورد الفضل لاربابها زيلعي پھر اگر بادشاہ اوسکو نپاوے جو اجارہ پر لے تو اوسکو بیچ ڈالے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اوسکی قیمت سے لے اگر اونکے ذمہ خراج باقی رہا ہو اور زیادہ کو اوسکے مالک کو پھیر دے کذا في الزيلعي قلت قد قدمنا في الجهاد ترجيح سقوطه بالتداخل فيشكل على المرجح او على ان مراده اخذ خراج السنة الماضية فقط مین کہتا ہون اور ہمنے کتاب الجہاد مین مذکور کیا ہے راجح ہونا سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجح پر مشکل ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جائے

جاتی ہے سقوط بالتداخل کا محل اوسوقت ہے جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہین ہوا تو سبکے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہہ محل خوب ہے کتاب
قاضی خان مین ہے کہ جب خراج جمع ہوا اور ادا نکیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلی سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور یہہ اوسپر سے ساقط ہوگیا اسلئے
اور یہہ صریح ہے سال ثانی کے سقوط خراج مین کذا فی الطحطاوی خلط مذبوحۃ ومیتۃ فانکانت المذبوحۃ اکثر تحری واکل حلالا بان کانت المیتۃ
اکثر او استویا لا یتحری فی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ ولا تحری واکل مطلقا ومن جملہ بھیڑ بکریان ذبح ہوا اور مردار ہین سو اگر مذبوح زیادہ تر
ہون تو اٹکل کرے اور کہاوے اور اگر مردار زیادہ تر ہون یا حلال اور مردار دونو برابر ہون تو اٹکل نکرے اگر اختیار کی حالت مین ہو بطور کہ ذبح کی بکری پاوے
اور نہین تو اٹکل کرے اور کہاوے ہر طرح سے خواہ برابر ہون یا کم وزیادہ اور یہہ گذرگیا ہے کثرت کا اعتبار اسواسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہے افادہ
اباحت مین کیا تو نہین دیکہتا ہے کہ بازار خالی نہین ہوتی ہین محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکی تناول مباح ہو ظاہر پر اعتماد کرکے اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہین
تو اوسکا اعتبار ساقط ہوا ذنم صریح کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے مین ساقط الاعتبار ہے برخلاف کثرت یا مساوات طرف کے کہ وہان ضرورت نہین تو اوس
سے احتراز ممکن ہے اکثر نسخون درالمختار مین یون ہے ومر فی کراہۃ شارح کو وہ موضع یاد نرہا جہان اس مسئلہ کو ذکر کر چکا اور بعض نسخون مین یون ہے کما مر فی الماء
کذا فی الطحطاوی اور عرب کے لکہے ایک نسخہ صحیحہ مین فقط ذکر سے ہین ہمنے اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی مین ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ مذبوحہ کی علامت یہہ ہے کہ
اوسکی گردن کی شہ رگین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کے خون سے بہری ہوتی ہین ایماء الاخرس وکتابتہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور
لکہنا بیان کی مانند ہے یعنی زبان کے بولنے کی برابر ہے یعنی گونگا آدمی اگر پلک یا ہاتہہ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کی مانند ہے ثبوت احکام مین بشرطیکہ
حاکم اوسکا اشارہ سمجہے یا حاکم کو اوسکا کوئی اشارہ فہیم متقی سمجہا دیوے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت
کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے ہے معتقل اللسان بضم تاف وہ ہے
جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی ہما سواء اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونو برابر ہین سے فی
وصیۃ ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرہا من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ
وامتدت عقلتہ الی موتہ بہ یفتی قلت ومثل الوصایا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کی مانند ہے وصیت مین اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شراء اور قصاص
وغیرہا من الاحکام مین یعنے گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ مین معتبر ہے اور گونگے کی مانند معتقل اللسان ہے بشرطیکہ اوسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اوسکا عدم تکلم اوسکی موت
تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتوی ہے مین کہتا ہون اور یہہ قول کتاب الوصایا مین مذکور ہوگیا وذکرہ ہنا الاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم
مفادہ کلامہم انہ لو اقر بالاشارۃ او طلق مثلا توقف فان مات علی عقلتہ نفذ مستندا والا لا معتقل اللسان کو بیان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی
وغیرہ نے ذکر کیا ہے پھر دریافت کرنا چاہئے کہ اونکے کلام سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھہ اقرار کرے یا مثلا طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا
حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مرگیا اوسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق اسناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہین تو طلاق وغیرہ
نافذ نہوگا ہم جب طلاق نافذ ہوا تو اوسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اوسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے وعلیہ فلو تزوجہا بالاشارۃ
لا یحل وطیہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات یجب لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف اور بنا بر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے
نکاح کیا تو اوسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہین نکاح کے نافذ نہونے کیوجہ سے لیکن جب وہ مرجاویگا زوجہ کا مہر اوسکی متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے
اپنی شرح مین لکن ذکر ابنہ فی الزواہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین ذکر کیا ہے اشباہ کے احکام اربعہ
کے ذکر کے نزدیک ہم یہہ استناد اک ہے علاوہ مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہہ ہین اقتصار انقلاب استناد تبیین اقتصار چنانچہ انشاء طلاق و
عتاق اور انقلاب یہہ کہ جو چیز علت نہین وہ علت ہوجاوے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلا دخول دار تو جو طلاق کی علت کی نہین ہوئی
علت ہوگئی اور استناد یہہ کہ حکم نے ابتداً ثابت ہو پہر مستند ہو یعنی منسوب ہوا اوس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تہا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہے سال

پوری ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جب کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہہ کہ سنے الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تہا پہلے سے چنانچہ آج یون کہا کہ اگر زید گہر مین ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گہر مین تہا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور تبیین مین فرق یہہ ہے کہ تبیین مین اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصاً اٰنَّ قولہم والضابط للمقتصر والمستند اَنَّ ما صحّ تعلیقہ بالشرط یقع مقتصرًا وما لا یصحّ تعلیقہ یقع مستندًا کما فی البحر من باب التعلیق یخالفہ ذٰلک اِذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصحّ تعلیقہ بالشرط مقتصرًا اقتضیۃ صاحب زواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہہ قول اور قاعدہ کلیہ مقتصر اور مستند کیو اسطے یہہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہو وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہی اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہی چنانچہ بحرالرائق مین ہے باب التعلیق سے مخالف ہی اوسکی جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی کیطرف منسوب کیا ہی اسو اسطے کہ مقتضاء قاعدہ مذکورہ یہہ ہی کہ طلاق اور عتاق اور اونکی مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہونہ بطریق استناد کے تو آگاہ اور خبردار رہنا کہ اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہی لا تکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حدٍّ لانہا تندرئ بالشبہات لکونہا حقّ اللہ تعالیٰ ولا فی شہادۃ مّا منیہ نہوگا گونگے کا اشارہ اور لکہنا اوسکا بیان کی مانند کسی حد مین حدود سے اسو اسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہین اسلیئے کہ وہ حق اللہ ہین اور نہ کسی گواہی مین بیان کی برابر ہے اوسکا اشارہ اور کتابت کذا فی المنیہ وہل یصحّ اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحًا اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہو جانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان اسلام اوسکا صحیح ہے اور مین نے اسکو صریح نہین دیکہا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفّر وان لم یکن محبوبہ لا یکفّر ومرّ فی الصوم روزہ دار اپنی معشوق کی رال پیگیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اوسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہہ مذکور ہو گیا ہم اسو اسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گہنتا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہی تو خمیرہ وغیرہ کی مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہی تو اوسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کی مانند ہو گئی کذا فی الطحطاوی

قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج مرّ فی الحج مقتول ہو جانا بعضے حاجیونکا عذر ہی حج کے ترک کرنے مین اور یہہ مذکور ہو چکا کتاب الحج مین منعہا زوجہا من الدخول علیہا وہو یسکن معہا فی بیتہا نشوز حکمًا کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنی زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہی زوجہ کے گہر مین نافرمانی ہی حکمًا چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کے باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہے ھم نافرمانی اسو اسطے کہ اوسنے اوسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا روکنے تک ولو کانت المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنیٰ علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسو اسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گہر لیجاوے تو اب زوجہ نافرمان نہین بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر اوکان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنیٰ فیہ حرام بخلاف الوکان فیہ شبہۃ یا کہ زوج غصب کے گہر مین رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسو اسطیکہ حق پر زوجہ ہی اسلئے کہ غصب کے مکانمین رہنا حرام ہی برخلاف اوس صورت کے کہ مکانمین شبہہ ہو ھم شبہہ کیصورت یہہ ہے کہ زوج نے مثلا مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع امتک واُرید بیتًا علحدۃ لیس لہا ذٰلک کذا ام ولدہ وکلّہ مرّ فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مین تیری لونڈی کے ساتھہ نرہونگی اور مین علحدہ گہر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسیطرح زوجہ کے ام ولد کے ساتھہ نرہنے کا اوسکو اختیار نہین اور یہہ سب باب النفقہ مین مذکور ہو گیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا بکنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا ای میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسو اسطیکہ یہہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای لانہ کنایۃ علی ما مرّ فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اوسنے اپنے غلام سے کہا ای مولی میرے اسو اسطے کہ یہہ کنایہ ہی بنابر اوس تقریر کے جو اپنے محل مین گذر گئی یعنی کتاب الاعتاق مین ھم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا مولی کا لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہی اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار مین یون تعلیل مذکور ہے کہ مولی کے حقیقی معنی ثبوت ولاء علی العبد پر دلالت کرتے ہین اور یہہ نہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم

اشتراط انیت پر دلالت کرتا ہی واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف
المنقول عقار متنازع فیہ نہ نکالا جاوی قابض کے ہاتھ سی جبتک مدعی اپنی دعوی کے موافق یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہے کذا فی الحموی گواہ
نگذرانے برخلاف منقول کے ھ یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سی نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے سی کہ ہان وہ زمین یا مکان میرے قبضہ مین
ہے مواضعت یعنی دونون کے گٹھ جانے کے احتمال کیوجہ سی یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے اسپر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنی قابض ہونے کا اقرار کری
تاکہ حاکم اوسکا حکم دی پہر جب اوسنی حکم کیا تو اب اوسکی توڑنے کی کوئی صورت نہین یہانتک کہ اگر اوس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اوسکا دعوی
مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سی مواضعت کی تہمت دفع ہوجاویگی تو اوسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اوسکی قبضہ سی خارج کرنیکا بسبب ثابت
ہوجانے اوسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہین ولا یکفی تصدیق
المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصحیح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی مدعا علیہ کی یہہ تصدیق کہ وہ عقار اوسکی یعنی میری قبضہ مین ہی قول
صحیح مین مواضعت کے احتمال سے یعنی باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قدمنا غیر مرۃ آخرہا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی
زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتأمل مین کہتا ہون ہمنے چندبار آگے مذکور کیا پچہلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہماری زمانہ مین
یہہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہوگا سو اسکو غور کرلے وہذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہہ اوسوقت ہی جبکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا
یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی ملک مطلق کے دعوی مین ہے اما اذا ادعی الشراء من ذی الید واقر ذو الید
بانہ فی یدہ فانکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ
ایضا کما بسطہ فی البزازیۃ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سی خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضے مین ہی سو قابض
ذی الید نے اوسکی خرید کا انکار اور اپنی قابض ہونیکا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہی اسواسطے کہ دعوی فعل کا چنانچہ
خرید کا دعوی جیسا ذی الید پر صحیح ہو ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہی چنانچہ بزازیہ مین بشرح مذکور ہے عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ
کمنقول ہو الصحیح وتقدم فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ بہ یفتی ویکتب بالحکم لقاضی تلک الناحیۃ لیامر بالتسلیم ایک عقار قاضی کی
ولایت اور حکومت مین نہین تو اوس قاضی کا حکم اوس عقار مین صحیح ہی جیسے مال منقول مین صحیح ہی یہی قول صحیح ہی اور کتاب القضا مین آگے مذکور ہوچکا کہ
شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین یہی قول مفتی بہ ہی اور وہان کا قاضی حکم لکھہ بہیجی اوس طرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہی تاکہ وہ اوس زمین کے دلانیکا
امر کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ فی الکنز والملتقی اور بعضون نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہی اور اسی قول پر صاحب کنز
اور ملتقی چلا ہی ھ مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے کنز الدقائق کے قول سی اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ صحیح قول یہہ ہی کہ قاضی کا
حکم محدود مین صحیح ہی اگرچہ عقار محدود اوسکی قاضی کی حکومت مین نہو کذا فی الطحطاوی قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او
بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی ونحو ذلک لا یعتبر قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وہو
المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پہر قاضی نے کہا کہ مین اپنی حکم سے پہر آیا سوا ہی اسکی مجکو کچہہ اور ظاہر ہوا یعنی مین نے ناحق حکم کیا یا کہ مین
گواہون کے فریب مین پڑگیا یا کہ مین نے اپنی حکم کو باطل کردیا یا مانند اسکی اور کچہہ کہا ابطال حکم مین تو ان سب باتون مین قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق
ہوجانے حق غیر کے یعنی مدعی کے حق تلفی کیوجہ سی ھ اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ رای اول راجح ہوگئی حکم دینی سی تو رای ثانی سی جو اوسکی برابر ہی منقوض
نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ماض ان کان بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہی اگر صحیح دعوی اور شہادت
مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو ھ صحیح دعوی وہ ہی جسپرسے دعوی کے احکام متعلق ہون تو اوسمین مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضا مین اور مطالبہ
جواب کا اور گواہون سی ثابت کرنا مثلا ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہی شہادت عدول اور ثقات سی جو شرائط صحت کی جامع ہی تو فاسد دعوے

اور شہادت غیر مستقیمہ مین اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاویگا اور فاسد دعوی کیصورت یہہ ہی کہ محدود کا دعوی کری اور یہہ بیان نکری کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین ہی اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کی یہہ ہی کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنی علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا لائق نہین کذا فی الطحطاوی وحموی لمخصا تبصرۃ الا فی ثلث مرات فی القضاء لو بعلمہ او بخلاف مذہبہ او ظہر خطأہ قاضی کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہی مگر تین صورتومین نافذ نہین جو کتاب القضا مین مذکور ہوگئین یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہون کے حکم کیا یا اپنی برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہوگئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ بہ یفتی قالہ ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ زاد فی البزازیۃ خلافا لمحمد زاد فی البحر ما لم ینفذہ قاض اٰخر فحینئذ لا یکون القول لہ فی انہ لو ینقض لوجود قضاء الثانی بہ قال المصنف وھو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر جبکہ گواہون نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہی ایسا کہا ہی ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ یہہ قول محمد کے خلاف ہی بحر الرائق مین یہہ قید زیادہ کی ہے کہ جبتک کہ قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نکر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا مین مقبول نہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہہ قید خوب ہی مین واقف نہوا اس قید پر سوای صاحب بحر کے اور کسی کتاب مین شرط نفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ بان یتقدمہ دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی شرط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ مین حقوق عباد سے یہہ ہے کہ حکم حادثہ مین اسطرح پر کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے مخاصم پر جو منازع شرعی ہی صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اوسکو جاری کر دے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو اوسکا نافذ کرنا جائز نہین طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق مین جیسا کہ حد و وقف اور عتق اور طلاق مین حادثہ ہونا شرط نہین اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہوگیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسا کہ فضولی اور مودع اور مستعیر نکل گئے اسواسطے کہ انکا نزاع معتبر نہین انتہے فلو برھن المدعی علی آخر عند قاض فقضی بہ ببرھان بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ وتداع بینھما لم ینفذ قضاؤہ لفقد شرطہ وھو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء فیحکم بمذھبہ لا غیر کما قدمناہ فی القضاء وافادہ بقولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہون سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اوسکا حکم کر دیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین مین تداعی اور باہم حاضر ہونا دار القضا مین واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہہ قضا نہ ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہمنے اسکو کتاب القضا مین ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنی قول آیندہ مین اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الی الحنفی قضاء مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ وعمل الحنفی بمقتضی مذھبہ لعدم تقدم ما یمنعہ من ذلک لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ التی ھی شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اوسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی بمقتضاے اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اوس شی کے جو اوسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی مخرج فتوی یعنی انعدام شرط سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہوگئی بجہت عدم تقدم خصومت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد مین اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول لہ طلب شہود الاصل مر فی القضاء قید بارتیابہ فی حکم الاول فافاد انہ اذا لم یرتب فیہ لا یتعرض لہ جب تردد مین پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم مین تو اوسکو جائز ہی اصل کے گواہون کو طلب کرنا یہہ مسئلہ مذکور ہوگیا کتاب القضا مین مصنف نے قاضی اول کے حکم مین تردد کی قید لگائی تو یہہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اسمین اوسکو تردد نہو تو طلب شہود کا متعرض نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنی اذا تبین وجہ فسادہ بطریقہ فللثانی نقضہ فواکہ بدریہ مین کہا کہ فقہا نے کہا ہی کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہین جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہی بخلاف قضاء اوس قاضی کے کہ

قولہ

متقی نہین یا جاہل ہی کہ اب نقض قضا جائز ہے یعنی اُس شرط سے جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہوگئی ہو اوسکی طریقہ منصوصہ ہے تو دوسرے قاضی کو اوسکا توڑنا
جائز ہے ھم قاضی اول کی قضا مین ارتیاب کیصورت یہہ ہی کہ وہ متقی نہین جو چاہتا ہی اوسکا حکم کر دیتا ہی اور ظہور وجہ فساد کی یہہ صورت ہی کہ ثبوت مجرد دیکر حکم
کیا اور حالانکہ یہہ بیان اوسمین نہین کہ وہ بالغ ہے یا صاف زمین یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اسصورتین قضا باطل ہے کذا فی الطحطاوی و اذا ترتب
بیع التعاطی علی بیع باطل او فاسد لا ینعقد کما مر فی اول البیع عن الخلاصة والبزازیة والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد
پر تو منعقد نہوگی یہہ مسئلہ مذکور ہوگیا اول کتاب البیع مین خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ھم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہے جسمین شرط
ہو جو مقتضای بیع نہین اور ترتب کے لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین مین متارکہ واقع نہین ہوا اور اگر متارکہ ہوگا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا
فی الطحطاوی خبأ قوما ثم سأل رجلا عن شیء فاقر به وهم یرونه ویسمعون کلامه وهو لا یراهم جازت شهادتهم علیه بذلک الاقرار
ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے پوچھا سو اوسنے اُس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اوسکو دیکھتے ہین اور اوسکا کلام سنتے ہین اور وہ یعنی مقر اونکو
نہین دیکھتا ہی تو اونکی گواہی اوس شخص کے اِس اقرار پر جائز ہے وان سمعوا کلامه ولم یروه لا تجوز شهادتهم علیه لان النغمة تشتبه فلم یعتبر

تشبہ النغمہ

الا اذا علموا انه لیس فیه غیره بان دخلوا البیت ثم خرجوا وجلسوا علی بابه ولا مسلک له غیره ثم دخل رجل فسمعوا اقراره ولم یروه وقت
اور اگر لوگون نے کلام اوسکا سنا اور اوسکو نہ دیکھا تو اونکی گواہی اوسپر جائز نہین ہو اسلئے کہ آواز مشابہ ہوتی ہے دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہوگا
مگر جبکہ لوگون نے معلوم کیا کہ اوس مکان مین سوای اقرار کرنیوالے کے دوسرا نہین ہی اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری مین داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اوسکی دروازہ پر
بیٹھے اور اوس کوٹھری کا سوای اُس دروازہ کے کوئی اور راہ نہین پھر ایک مرد اوس کوٹھری مین داخل ہوا سو اُن لوگون نے اُسکا اقرار سنا اور اقرار کیوقت اوسکو
نہین دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ کیوجہ سے باع عقارا او حیوانا او ثوبا وابنه او امرأته او غیرهما من اقاربه حاضر یعلم به
ثم ادعی الابن مثلا انه ملکه لا تسمع دعواه کذا اطلقه فی الکنز والملتقی وجعل سکوته کالافصاح قطعا للتزویر والحیل بیچا عقار یا
جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اوسکی عورت یا اونکے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہو اور بیع کو جانتا ہو پھر مثلا بائع کے بیٹے نے یہہ دعوی کیا کہ مبیع میری
ملک ہی نہ بائع کی تو اوسکا یہہ دعوی مسموع نہوگا اسیطرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہی کنز اور ملتقی مین اور اوسکا ساکت رہنا بیان کی مانند ٹھہرایا قطع تزویر
اور قطع حیل فاسدہ کیواسطے ھم یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹھہرایا کہ مبیع بائع کی ملک ہی اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل
کرکے اسمین تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کیوقت سکوت کرے تو اب دعوے اوسکا مسموع نہوگا مصنف نے اپنی شرح
مین کہا کہ اس قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر ہوا جاتا ہی اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہین چنانچہ یہہ مخفی نہین اوسپر جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی
منحرا وقالوا فیمن زوجه بلا جهاز ان سکوته عن طلب الجهاز عند الزفاف رضی فلا یملک طلب الجهاز بعد سکوته کما مر فی باب المهر
اور فقیہون نے اُس مرد کے حق مین جسکا نکاح بدون جہیز کے کر دیا گیا ہی کہ اوس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کیوقت رضامندی ہی عدم جہیز
تو اب طلب جہیز کا مالک نہوگا بعد ساکت ہو جانے کے چنانچہ باب المہر مین گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوته ولو جارا لا یکون رضی برخلاف اجنبی
شخص کے اسواسطے کہ اوسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہوگا الا اذا سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیه زرعا
وبناء فحینئذ لا تسمع دعواه علی ما علیه الفتوی قطعا للاطماع الفاسدة مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم مبیع کیوقت اور مشتری
نے اوسمین تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اوسکا دعوی مسموع نہوگا بنا بر اوس قول کے جسپر فتوی ہوگیا ہی تاکہ فاسد لالچ قطع ہو جاوین
وبخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لا یکون سکوته رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلی عمادیہ من اخر الفصل
الخامس وغیرہ اور برخلاف اسصورت کے کہ فضولی نے ایکمرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہی کیونکہ اوسکا چپ رہنا رضامندی نہین ہم حنفیون کے نزدیک
برخلاف مذہب ابن ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچوین فصل کے اخیر مین مذکور ہی اور اوسکے سوا اور کتاب مین بھی ھم سکوت مالک اسواسطے رضا نہوا

وارادَ تحليفَ المدّعى عليه ليس له ذلك اتفاقًا للتناقض وان اقام بيّنة تُقبَل على الاصحّ لا لصحّة الدعوىٰ بل لقبول البيّنة فى الوقف بلا دعوىٰ خلافًا لما نقله الزيلعى وقد حققناه فى الوقف وباب الاستحقاق
باع ضيعة ثم ادّعىٰ انها وقف عليه او على مسجد كذا او كنتُ وقفتها كذا فى الحموى
ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھ پر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اوسکو وقف کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہی تو یہہ اوسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اوسپر گواہ قایم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے نہ اسواسطے کہ دعوی بائع کا صحیح ہے بلکہ اسوجہ سے کہ وقف مین بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے برخلاف اوس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہی یعنی عدم قبول شہادت کو صواب کہا ہی اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق مین محقق بیان کیا ہی کہ بیان سکوت رضا اور عدم رضا دونونکا محتمل ہے

وهبت مهرها لزوجها فماتت وطالبت ورثتها بمهرها وقالوا كانت الهبة فى مرض موتها وقال بل فى الصحّة فالقول للورثة هذا ما اعتمده فى الخانية تبعًا لرواية الجامع الصغير بعد نقله ما فى فتاوى النسفى ان القول للزوج فقال والاعتماد على تلك الرواية لانهم تصادقوا على وجوب المهر واختلفوا فى السقوط فالقول لمنكره الا
زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثون نے اوسکا مہر زوج سے طلب کیا اور بولے کہ ہبہ مہر اوسکے مرض الموت مین واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اوسکی صحت مین ہبہ کیا تو وارثونکا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہی فتاوی قاضیخان مین جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے بعد نقل کرنے اوس قول کے جو فتاوی نسفی مین ہے یہہ کہ زوج کا قول مقبول ہے سو قاضیخان نے کہا کہ اوسی روایت سابقہ پر اعتماد ہی اسواسطے کہ ان سب نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر مین اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ ھم باقی کلام قاضی خان کا یہہ ہی کہ یہہ امر حادث ہی اور حوادث مین اصل یہہ ہی کہ اقرب اوقات کیطرف مضاف ہون

قلتُ واقرّه فى تنوير البصائر واعتمده شيخنا على خلاف ما جزم به فى الملتقى كالكنز من ان القول للزوج وان جزم به شرّاحه كالزيلعى وابن سلطان بانه الاستحسان فتنبّه
اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہی تنویر البصائر مین اور اسی پر اعتماد کیا ہی ہمارے استاد نے برخلاف اوس قول کے جسکا ملتقی الابحر مین کنز الدقائق کی مانند یقین کیا ہی وہ یہہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحون نے اسکا یقین کیا ہی کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہی یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہی تو اس اختلاف سے خبردار رہنا

قلتُ واستظهره ابن الهمام فى آخر المهر فقال وجه الظاهر ان الورثة لو يكن لهم حق بل لها وهو يدّعونه لانفسهم والزوج منكر فالقول له
مین کہتا ہون اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر باب مہر مین سو یون کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہہ ہی کہ وارثونکا حق مہر مین نہین بلکہ زوجہ کا حق ہی اور وارث اوسکا دعوی کرتے ہین اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثونکا لان القول قول المنكر واللّٰه اعلم

وكّلها بطلاقها لا يملك عزلها لانه يمين من جهته
زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہی زوج کی جہت سے ھم یعنی وکیل کرنے مین معنی یمین ہی یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق ہے زوجہ کے فعل پر اور یمین مین رجوع کا اختیار نہین لیکن یہہ توکیل مجلس پر منحصر ہی اسواسطے کہ فتاوی صغری مین مذکور ہی کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مینے تجھکو وکیل کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دیوے تو یہہ وکالت اوسی مجلس پر مقصور ہی برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہین اور اوسمین زوج کو رجوع کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصرًا

وكّلتك بكذا على انّى متى عزلتك فانت وكيلى فطريقه ان يقول فى عزله عزلتك ثم عزلتك لان متى لعموم الاوقات واما كلما فلعموم الافعال
ایک نے دوسرے سے کہا کہ مینے تجھکو اسکام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ مین جب تجھکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکے معزول کرنیکا طریقہ یہہ ہی کہ یون کہے کہ مین نے تجھکو معزول کیا پھر تجھکو مین نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم فعال کیواسطے موضوع ہی

فلو قال كلما عزلتك فانت وكيلى يقول فى عزله رجعت عن الوكالة المعلّقة وعزلتك عن الوكالة المنجّزة الحاصلة من لفظ كلما لحِنثه تعزل
تو اگر یون کہا کہ ہربار مین تجھکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکو معزول کرنے مین یون کہو کہ مین پھرا وکالت معلقہ سے اور مین نے تجھکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل ہوئی کلما کے لفظ سے جسکا ترجمہ ہربار ہی تو اب وہ معزول ہوجاویگا

قبض بدل الصلح شرط ان كان دينًا بدين بان صالح على دراهم عن دنانير

او عن شیئ اٰخر فی الذمۃ قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے دین سے اسطرح پر کہ درمون پر صلح کی دینار دن سے یا اور کسی
چیز سے جو ثابت ہو ذمہ مین ولا یکون دیناً بدین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین تتعین لا یبقی دیناً فی الذمۃ فجاز الافتراق عنہ
اور اگر صلح دین کی دین سے نہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہین اسلئے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہو گئی ذمہ پر دین باقی نرہی تو اوس سے افتراق جائز ہے
یعنی برخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان افتراق صحیح نہین کیونکہ وہان صلح معاوضہ صرفی ہو گئی اور صرف مین افتراق جائز نہین قال المدعی لا بینۃ لی فبرھن
ولو بعد حلف خصمہ جواھر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبہ لیمینہ اذا حلفت فانت بریٔ من المال الذی علیک وحلف ثم برھن علی الحق
قبل وقضی لہ بالمال خانیہ مدعی نے کہا کہ میرے دعوی پر گواہ نہین پہر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کہانیکے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی
اور اسیطرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کی قسم کی طلب کرنیکے وقت یون کہا کہ جب تو قسم کہائیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اوس مال سے جو تجہپر ہے اور اوسنے قسم کہائی
پہر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق پر تو گواہی مقبول ہو گی اور اوسکو مال دلایا جائیگا کذا فی الخانیہ ھم طحطاوی نے مناسب مقام ایک نفیس مسئلہ امام محمد کے کلام سے
نقل کیا وہ یہہ ہے کہ ایکنے دوسرے سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درم ہین سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کہالے ہزار درم مجہپر ہین تو مین اونکو ادا کر دون سو اوسنے قسم
کہائی اور مدعا علیہ نے درم ادا کیے سو اگر اوسنے شرط مذکور پر ادا کئے تو یہہ باطل ہے ادا کرنے والیکو پہیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ یہہ شرط باطل مطابق شرع کے
نہین اسواسطے کہ قسم شرع شریف مین منکر پر ہے نہ مدعی پر انتہے او قال الشاھد لا شھادۃ لی فشھد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر
یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہین پہر اوسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہو گی بسبب امکان توفیق کے بھولنے سے پہر یاد کرنے سے یعنی یہہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یاد
نہین تہی تو اوسکی نفی کی پہر یاد آئی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہین کما لو قال لیس لی عند فلان شھادۃ ثم جاء بہ فشھد او قال
لا حجۃ لی علی فلان ثم اتی بھا بالحجۃ فانھا تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی حقا لم تسمع للتناقض چنانچہ اگر ایک شخص نے
کہا کہ فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہین پہر اوسی شخص کو لایا سو اوسنے گواہی دی یا یون بولا کہ میرے حق کی فلانے شخص پر کچھہ حجت شرعی نہین پہر وہ
حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اُس دلیل سے جو ہمنے مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکیر برخلاف اوسکی جبکہ بولا کہ
میرا حق نہین پہر اوسنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہوگا تناقض کے سبب سے ھم اگر کوئی کہے کہ یہان بہی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہے اوسکا
جواب یون ممکن ہے کہ اس مسئلہ مین برارت ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پہر قول ثانی سے عدم برارت ثابت نہو گی کذا فی الطحطاوی للامام الذی ولایۃ
الخلیفۃ ان یقطع من لا اقطاع انسانا من طریق الجادۃ ان لم یضر بالمارۃ لان للامام ولایۃ ذلک فکذا نائبہ جس حاکم کو بادشاہ نے
حکومت دی ہے اوسکو اختیار ہے کہ قطعہ زمین کا معین کر دے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اوسقدر زمین دینے سے چلنے پھرنیوالونکو ضرر نہو اسلئے کہ بادشاہ
کو اسکا اختیار ہے تو اسیطرح اوسکے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجرد نہین صادرہ السلطان ولم یعین
بیع مالہ فلو عینہ فمکرہ الا ان یاخذ الثمن طوعاً فباع مالہ لسبب المصادرۃ صح بیعہ لا تخیر مکرہ کما مر فی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال
طلب کیا اور اوسکے مال کا بیچنا مقرر نہکیا یعنی یون نہین کہا کہ یہہ مال بیچکر مال دے سو اوسنے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو بیع اوسکی صحیح ہے اسواسطے کہ بائع کو
نہین یعنی بیع پر بالخصوص جبر نہین ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ مین یہہ مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اوسکے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکرہ ہے یعنی
اوسکی بیع اب صحیح نہین مگر یہہ کہ وہ شخص ثمن اوسکا اپنی خوشی سے لے تو مکرہ نہوگا بیع اوسکی صحیح ہو گی کالدائن اذا حبس بالدین فباع مالہ لقضائہ
صح اجماعا جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے سبب سے سو اوسنے اپنا مال بیچا ادای دین کیواسطے تو بیع اوسکی بالاتفاق صحیح ہے خوفھا زوجہا
او خوفہا بالضرب حتی وھبت مھرھا لم یصح ان قدر علی الضرب لانھا مکرھۃ علیہ زوجہ کو اوسکے زوجہ نے یا اور شخص نے ڈرایا مارنے سے یہانتک کہ
اوسنے اپنا مہر بخشدیا تو یہہ ہبہ صحیح نہین اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہے اسواسطے کہ اوسپر جبر ہوا مال کی بخشش پر ھم ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اسواسطے کہ
ضرب غیر شدید سے اکراہ ثابت نہین ہوتا وان اکرھہا علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق المکرہ واقع ولا یلزم المال بہ لما علمنا

اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اوسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہوگا اسواسطے کہ مکرہ کی طلاق واقع
ہو جاتی ہے اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اوس دلیل سے جو ہمنے مسئلہ سابقہ مین مذکور کی ہم اسمین نظر ہے اسواسطے کہ زوج مکرہ نہیں طلاق مین کذا فی الطحطاوی
عن المصنف ولو احالت انسانا علی الزوج ثم وهبت المهر للزوج لم يصح قالوا وهي الحيلة قلت انما تتم بقبوله فيعلم حيلته فلا الا ان
يقال انه يتمكن المحال من مطالبته برفعه الى من لا يشترط قبوله اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پہر اپنا مہر زوج کو بخشدیا
تو وہ صحیح نہوگا فقیہوں نے کہا ہے اور یہ حیلہ ہے مین کہتا ہون کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اوسکی حیلہ کو معلوم کر جاویگا یعنی تو کیونکر قبول
کریگا اور حالانکہ اوسکا قبول کرنا شرط ہے مگر یہہ کہ یون جواب دیا جاوے کہ محال یعنی صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اور اوسکی نالش کرکے
اوس قاضی کے پاس جو محال علیہ کے قبول کو شرط نہیں کرتا اتخذ بئرا في ملكه او بالوعة فنز منها حائط جاره وطلب جاره تحويله لم يجبر عليه
ومفاده انه يؤمر بالرفق دفعا للاذى ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست کا چہبچہ بنایا سو اوس سے اوسکی ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اوسکے
ہمسایہ نے اوسکی تحویل چاہی تو اوسپر حاکم جبر نکریگا اور عدم جبر سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اوسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کیوجہ سے ہم عدم
جبر کی وجہ یہہ ہے کہ ہر شخص اپنی ملک مین مختار ہے وان سقط الحائط منه لم يضمن لعدم تعديه اذ حفره في ملكه فكان تسببا اور اگر دیوار گرگئی
پانی کی تراوش سے تو کہودنیوالے پر ضمان لازم نہوگا اوسکی عدم تعدی سے اسواسطے کہ اوسنے اپنی ملک مین کنوان کہودا تو یہہ تسبب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز
ہوا نہ فاعل اوسکا اور ضامن فاعل ہوتا ہے نہ متسبب ومر في آخر الاجارة انه لو سقى ارضه سقيا لا تحتمله فتعدى لجاره ضمن اور کتاب الاجارہ کے
آخر مین گذر گیا یہہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اوسمین نہ ٹھہرا سو اوسکے ہمسایہ تک پونہچا یعنی اوسکا نقصان ہوا تو تاوان دیگا عمر دار
زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها لصحة امرها زوج نے اپنی زوجہ کے گہر مین عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے تو وہ
عمارت زوجہ کی ملک ہے اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اوسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے قضی
دین کے ادا کر دینے کا امر ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ويكون غاصبا للعرصة فيؤمر بالتفريغ بطلبها ذلك اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت
بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہے اور وہ غاصب ہے گا زمین کا تو اوسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کر دینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اوسکی طالب
ہوگی تو حکم ہوگا ولها بلا اذنها فالعمارة لها وهو متطوع في البناء فلا رجوع له اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اوسکی اذن کے تو
عمارت زوجہ کی ہے اور زوج عمارت بنانے مین احسان کرنیوالا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اوسکا جائز نہوگا ولو اختلفا في الاذن وعدمه ولا بينة فالقول
للمنكر بيمينه اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن مین اختلاف کیا اور اسکے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا وفي ان العمارة لها
او له فالقول له لانه هو المتملك كما افاده شيخنا وتقدم في الغصب اور اگر دونون نے اختلاف اسمین کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو یہان
زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو متملک ہے چنانچہ ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہے اور کتاب الغصب مین یہہ مسئلہ مذکور ہو چکا قال هذه رضيعتي ثم
اعترف بالخطاء وصدقته في خطائه فله ان يتزوجها اذ الرضاع يثبت عليه بان قال فاذا انه لا يثبت الا بالقول كقوله هو حق او صدق او كما
قلت او اشهد عليه بذلك شهودا او في معنى ذلك من الثبات اللفظي الدال على الثبات النفسي ایک مرد نے کہا کہ یہہ عورت میری شیر خوار ہے
یعنی میری زوجہ کا اوسنے دودہ پیا ہے پہر اوسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اوسکی چوک جانے کی تصدیق کی تو اوس مرد کو اوس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے بشرطیکہ
شیر خوارگی کے قول پر ثابت نرہا ہو بطرح کہنے سے کہ وہ قول شیر خوارگی کا حق یا راست ہے یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہے یا اوس قول پر لوگون کو گواہ کیا ہو یا جو یعنی ہو
ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنیوالا ہے شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالین دیکر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکورہ ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم مصنف نے صدق ثبات قول
کو شرط ٹھہرایا اگر یون کہتا کہ اوسکی شیر خوارگی حق یا راست ہے یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہے یا اسپر گواہ کئے پہر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اوسکا
مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اوسکی خطا کی تصدیق کرے تو واقع نہوتا کذا في الطحطاوی وهل يكون تكرار الاقرار بذلك ثباتا خلاف بسطه في المبسوط

حاصله ان التکرار لا یثبت به الاقرار اور شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہے یا نہیں اسمین خلاف ہے عالمونکا جو مبسوط مین شرح مذکور ہے اور حاصل مبسوط
یہ ہے کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا ہے م طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا و لو اخذ رجل غریمه فنزعه انسان من یده
لم یضمن لانه تسبیب اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اوسکو اوسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اوس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ کھینچ لینا
سبب ازی ہے بھاگنے کی م دائن کی حق تلفی ہوتی مدیون کے بھاگجانے سے تو لازم کیطرح حق تلفی مضاف نہوگی جو اوسپر ضمان لازم آوے وکذا اذا دل السارق
علی مال غیره او امسك هاربا من عدوه حتی قتله عدوه لما قلنا اور اسیطرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو اوسنے چرا لیا
یا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگا تھا اوسکو پکڑ رکھا یہانتک کہ اوسکے دشمن نے اوسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور ممسک پر لازم نہ آویگا اوسوجہ
سے جو ہمنے مذکور کی یعنی تسبب ہے م یعنی سرزد ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یده مال لانسان
فقال له سلطان ادفع الی هذا المال والا اقطع یدك او اضربك خمسين فدفع لم یضمن الدافع لانه مکره ایک شخص کے ہاتھ مین
دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے اوس سے کہا کہ یہہ مال مجکو دیدے اور اگر مجکو ندیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار مارونگا سو اوسنے اوسکو مال دیا تو دینے
والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسپر اکراہ اور جبر ہوا قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی الآخرة لا تسمع دعواه بعده
ای بعد هذا القول ذکره فی القنیة ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دعوی جو فلانے شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اوسکا دعوی مسموع
نہوگا قنیہ مین اسکو ذکر کیا ہے الاجازة تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا لانسان فاجاز المالك غصبه صح اجازته وحینئذ فیبرأ
الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کردینا فعلونکو بھی لاحق ہوتا ہے بنابر قول صحیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز
رکھا تو اوسکی اجازت صحیح ہوگی اور اسوقت مین تو بری الذمہ ہوجاویگا غاصب تاوان سے م اجازت افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال مین خلاف
نہیں ہے چنانچہ فضولی کے تصرفات مین ولو انتفع به فامره بالحفظ لا یبرأ عن الضمان مالم یحفظ وتمامه فی العمادیة اور اگر غاصب نے مغصوب سے
نفع لیا پھر مالک نے اوسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اسکی بخوبی حفاظت نکریگا اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہے م
انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اوسکو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی وضع
منجلا فی الصحراء لیصید به حمار وحش وسمی علیه فجاء فی الیوم الثانی قید اتفاقی اذ لو وجد میتا من ساعته لم یحل زیلعی ووجد
الحمار مجروحا میتا لم یؤکل لان الشرط ان یذبحه انسان او یجرحه والا فهو کالنطیحة پھندا یا جال جنگل مین تاکہ اوس سے گورخر کا شکار کرے اور بسم
اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہان آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نکھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہہ ہے کہ اوسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے
اور نہیں تو اوس جانور کی مانند ہے جو دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دنکی قید اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اوسکو
اوسی ساعت مین مردہ پاویگا تو حلال نہوگا کذا فی الزیلعی کره تحریما وقیل تنزیها والاول اوجه من الشاة سبع الحیاء والخصیة والغدة
والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراهة ذلك مکروہ تحریمی ہین بھیڑ بکری سے سات چیزین فرج اور خصیہ اور غدود
اور پھکنا اور پتہ اور جاری خون اور ذکر بدلیل اوس اثر اور خبر کے جو اسکی کراہت مین وارد ہے شارح نے کہا اور بعضون نے ان چیزونکو مکروہ تنزیہی
کہا ہے اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان چیزونکی اقرب بدلیل ہے وجمعها بعضهم فی بیت واحد فقال شعر فقل ذکر والانثیان مثانة + کذاك
الدم ثم المرارة والغدد + اور بعضے فقیہون نے اشیاء مکروہ کو ایک بیت مین جمع کر دیا سو یون کہا ہے سو تو کہہ کہ ذکر و نازامی اور دونون فوطے
اور پھکنا اسیطرح خون ہے پھر پتا اور غدود م اس بیت مین چھہ چیزین ہین نہ سات وقال غیره شعر اذا ما ذکیت شاة فکلها + سوای سبع
فهن الوبال + فحاء ثم خاء ثم غین + ودال ثم میمان وذال اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہے کہ جب بھیڑ بکری ذبح کیجاے تو اوسکو کھا
سوا سات چیزون کے کہ اونکے کھانے مین وبال ہے سو وہ حاء مہملہ ہے پھر خاء معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ م حاء مہملہ سے

حیا یعنی حجہ مراد ہی اور خا معجمہ سی غضب اور غین سی غدد واور دال سی دم اور میم اول سے مثانہ اور میم ثانی سے مرارہ اور ذال معجمہ سی ذکر مراد ہی للقاضی
اقراض مال الغائب والطفل واللقطة تبشرط نقل منٌ ذالقضا و قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہی ان شرطون کے
ساتھہ جو کتاب القضا مین مذکور ہو چکین ھ شروط مذکورہ یہہ ہین کہ یتیم کا وصی نہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنیوالا نہو اور مستقرض معتمد والا ہو وے
بخلاف الاب والوصی والملتقط الا اذا انشد ملتقط شاعیا زنصدقہ فاقراضہ اولی زیلعی برخلاف باپ اور وصی اور لقطہ پانیوالیکے یعنی
باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہین ہے جبکہ ملتقط لقطہ کو لوگون مین خوب ظاہر کردے یہانتک کہ وہ مشہور ہوجائے
تواب ملتقط کو لقطہ کا تصدق کرنا جائز ہے تو اوسکو قرض دینا بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الزیلعی ھ طحطاوی کی نسخہ مین یون عبارت ہی الا اذا اشد ها

منے شائع تصدقہ فاقراضہ اولی دونون عبارتونکا حاصل مطلب ایک ہی قال ان کان اللہ یعذب المشرکین فامرأتہ طالق لا تطلق امرأتہ
لان من المشرکین من لا یعذب کذا فی الخانیہ ایک شخص نے کہا کہ اگر اللہ تعالی سب مشرکونکو عذاب کریگا تو اوسکی عورت مطلقہ ہی اس قائل کیعورت پر
طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ مشرکونمین سی بعضونپر عذاب نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی وظاہر توجیہ ان المراد بھذا البعض من یصدق علیہ المشرک
فی الجملة بان یکون مشرکا فی عمرہ ثم یختم لہ بالحسنی او اطفال المشرکین فانھم مشرکون شرعا واذا ثبت ان البعض لا یعذب وھی سالبہ
جزئیة لم تصدق فی الموجبة الکلیة القائلة کل مشرک یعذب قالہ المصنف اور ظاہر توجیہ اور تاویل مسئلہ مذکورہ کی یہہ ہی کہ اس بعض غیر معذب سے وہ
لوگ مراد ہین جنپر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ مین شرک کا مرتکب ہوا ہو اسطرحپر کہ اپنی عمر مین مشرک ہو پہر اوسکا خاتمہ بخیر ہوا ہو کلمہ
توحید سے یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہون کیونکہ وہ شرعا مشرک ہین یعنی بحکم دین آبائی انپر مشرک کا اطلاق ہے پہر جب یہہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک معذب
نہین اور یہہ قضیہ سالبہ جزئیہ ہے تو موجبہ کلیہ یعنی ہر مشرک معذب ہی صادق نہ آیا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھ منطق مین ثابت ہی کہ صدق
سالبہ جزئیہ سی موجبہ کلیہ صادق نہین رہتا موجبہ کلیہ یہان ان کان اللہ یعذب المشرکین ہے اسواسطے کہ المشرکین کا الف لام استغراق کا ہی یعنی کل
مشرک معذب اطفال مشرکین مین اختلاف ہی علما کا مشہور یہ ہے کہ وہ بہشت مین داخل ہونگے وقد اورد ھذا اللغز علی غیر ھذا ابن وھبان فقال
بیت وھل قائل لا یدخل النار کافر ولکنھا بالمؤمنین تعمر اور البتہ ابن وہبان اس پہیلی کو اس کے مغایر اور طرحپر لایا ہی وہبانیہ مین
سو اوسنے یون کہا اور کوئی ایسا قائل ہے کہ کہتا ہو کہ دوزخمین کافر داخل نہوگا ولیکن وہ دوزخ مومنون سی معمور ہوگی قال ومعناہ ان الکفار لما
یرون النار یؤمنون باللہ تعالی ورسولہ ولا ینفعھم قال تعالی فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رأوا بأسنا ابن وہبان نے کہا اور اس پہیلی کا مطلب
یہ ہے کہ کفار جب دوزخ کو دیکھینگے اللہ تعالی پر اور اوسکی رسول پر ایمان لاوینگے اور اوسوقت کا ایمان اونکو نفع نکریگا حق تعالی نے فرمایا تو کافرو
کو اونکا ایمان لانا فائدہ نکریگا جبکہ وہ دیکھینگے ہمارا عذاب ھ تو دوزخیون پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگرچہ نجات اونکی اس ایمان کیوجہ سی ممکن نہین
تو یہہ کہنا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سی آباد کیجاویگی استغفر اللہ من ھذا التلفظ و لعل البیت معنی اخر وھو ان عمارھا خزنتھا القائمون بامرھا
وھو مؤمنون ففی البیت سؤالان اور بیت مذکور کے پہلے مصرع کا ایک مطلب اور بہی ہی وہ یہہ ہی کہ دوزخ کے رہنے والے اور سکے موکل فرشتے
ہین جو دوزخ کے کام پر قائم اور متعین ہین اور وہ مومن و متقی ہین تو اس تقریر سی لازم آیا کہ بیت مین دو سوال ہین اگرچہ سوال ثانی مین استدراک مستبعد ہی کذا فی الطحطاوی
قال ابن الشحنة وعندی ان ھذا مما ینکر ذکرہ والتلفظ بہ ولا ینبغی ان یذکر ویسطر ولا یقبل تاویل قائلہ انتھی قلت ھذا مما وضح وجہ
فکلموا فیہ فکیف لا قلت فلا تعقل ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اوسکا بولنا جائز نہین اور اسکی لائق نہین ہی کہ
کتاب مین لکھا جاوے اور مسطور ہو اور مناسب نہین کہ اوسکے قائل کی تاویل یعنی بات بنانی قبول کیجاوے انتہی کلام ابن الشحنہ شارح نے کہا مین کہتا ہون اور یہہ یعنی بیت کا
سوال ثانی یعنی مومنین سی فرشتے مراد ہونا باوجہ وظاہر ہونے اوسکی وجہ کے اوسمین کلام کیا گیا اور شکو مسلم نرکہا سو پہلا سوال یعنی کافر دوزخمین داخل نہوگا
کیونکر مانا جاویگا سو آگی کتاب کے دیکھنے والے اس سی غافل نہو جیو ھ ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ بعضون نے یہہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص امام

ابو حنیفہ سے پوچہا کہ کیا کہتے ہو اوس شخص کے حق مین جو کہتا ہی کہ مین بہشت کی امید نہین رکہتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہون اور مُردار اور خون کہاتا ہون اور بے دیکہے گواہی دیتا ہون اور خدا سے نہین ڈرتا اور بدون رکوع اور سجود کے نماز پڑہتا ہون اور حق سے بغض رکہتا ہون اور فتنہ کو دوست رکہتا ہون سو امام نے اپنے اصحاب سے پوچہا سو اونہون نے کہا کہ وہ قائل کافر ہے سو امام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہی بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہے نہ بہشت اور دوزخ سے اور مچہلی اور ٹڈی کہاتا ہے اور کلمۂ شہادتین کی گواہی دیتا ہے اور حالانکہ اوسنے خدا کو اور اوسکے رسول کو نہین دیکہا اور خدا کے ظلم سے نہین ڈرتا اسواسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہی اور جنازے کی نماز پڑہتا ہے اور موت کو مبغوض کہتا ہی اور مال کو جو فتنہ ہی دوست رکہتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت مین ایک طرح کا استبعاد ہی تو اسطرح استعمال کرنا جائز نہین اور مین تو اس حکایت کی صحت کو امام کیطرف نہین مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہین کہتا مگر ایسے کلام کو حرام کہتا ہون اور اوسکی تاویل اور توجیہ کو نہین مانتا خصوصًا اس زمانے مین جسمین بدعات اور اقوال خلاف شرع ذات اور صفات حق تعالی مین پہیل پڑے ہین انتہی مین شرح الوہبانیہ کذا فی الطحطاوی ھم سبحان اللہ علماء دین ایسے قول پر بقدر انکار کرتے ہین اگر ہمارے زمانہ کے بدعتی اور بیباکون کا کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعوذ باللہ من شرور الادب وفضول الکلام ثم رأیت شیخنا قال قد قضی بنقلہ علی نفسہ بالانکار وانہ مکان ینبغی ان یدونہ وباللہ التوفیق پہر جب اپنے استاد کو دیکہا فرماتے تہے کہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر نفرین کی یعنی مین نے ایسے کلام موحش کو ناحق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو اسکا مدون کرنا اور کتاب مین داخل کرنا لائق تہا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہین ھم طحطاوی نے کہا ابن شحنہ کا عذر ظاہر ہے کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح ہی اور اوس نظم مین یہہ بیت بہی داخل ہے صبی حشفتہ ظاہر بحیث لو راٰہ انسان ظنہ مختونا ولا تقطع جلدۃ ذکرہ الا بتشدید الم ترک علی حالہ ایک لڑکا ہی جسکی سپاری اسطرح نمود ہی کہ اگر آدمی اوسکو دیکہے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہو چکا ہی اور اوسکے نازہ کی کہال قطع نہین ہو سکتی مگر سخت درد رسانی سے تو وہ اوسی حالت پر چہوڑا جائے ھم ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ ہی پہر جبکہ وہ خود نمودار ہو تو قطع کرنے کی حاجت نہ رہی کشیخ اسلم وقال اہل النظر لا یطیق الختان ترک ایضا مانند اوس بوڑہے کی جو مسلمان ہو گیا اور واقفکارون نے کہا کہ یہہ ختنے کی طاقت نہین رکہتا تو اوسکا بہی ختنہ کرنا ترک کیا جائے ولو ختن ولم تقطع الجلدۃ کلہا ینظر فان قطع اکثر من النصف کان ختانا وان قطع النصف فما دونہ لا یکون ختانا یعتد بہ لعدم الختان حقیقۃ وحکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کہال نہ کٹی تو دیکہنا چاہیئے سو اگر نصف کہال سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ ثابت ہو گیا اور اگر نصف کہال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہوا اسلیے کہ نہ حقیقی ختنہ ہے نہ حکمی ھم ختنہ حقیقی وہ ہی جسمین سب کہال کٹی اور حکمی ختنہ وہ ہی جسمین نصف سے اکثر کٹی لان للاکثر حکم الکل والاصل ان الختان سنۃ کما جاء فی الخبر وھو من شعائر الاسلام وخصائصہ فلو اجتمع اہل بلدۃ علی ترکہ حاربھم الامام فلا یترک الا لعذر وعذر شیخ لا یطیق ظاہر اور اصل یہہ ہی کہ ختنہ کرنا مردون کے حق مین سنت ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی اور وہ علامات اسلام اور اوسکی مخصوصات سے ہی تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کرین تو مسلمانون کا حاکم اونسے قتال اور جدال کرے تو ختنہ کسیطرح ترک نہین ہو سکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بوڑہا کہ مسلمان ہوا اور اوسکی طاقت نہین رکہتا ہی تو اوسکا عذر ظاہر ہے ووقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی الملتقی اور ختنہ کرنیکا وقت غیر معلوم ہی یعنی کس عمر مین ختنہ کرنا چاہیئے نص قطعی سے ثابت نہین اور بعضون نے کہا ختنہ کا وقت سات برس مین کذا فی الملتقی ھم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا حکم ہے تو اوسی عمر مین اوسکا ختنہ کرنا چاہیئے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہہ قول کافی مین مذکور ہی اور خزانۃ الاکمل مین اختیار کیا وہ کہا ہی کہ اگر اس سے کمتر عمر ہو تو بہتر ہے اور اوس سے تہوڑا سا زیادہ ہو تو کچہہ مضائقہ نہین اور بعضون نے کہا جب تک بالغ نہو ختنہ کرے اسواسطے کہ ختنہ طہارت کیواسطے ہی اور قبل بلوغ بچے کے اوسپر طہارت واجب نہین کذا فی الطحطاوی وقیل عشر اور بعضون نے کہا کہ دس برس مین ختنہ کا وقت ہی ھم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کیواسطے مارنے کا حکم ہے تاکہ اوسکو عادت پڑے نماز کی وقیل اقصاہ اثنا عشر سنۃ وقیل العبرۃ بطاقتہ وھو الاشبہ اور بعضون نے کہا انتہا مدت ختنہ بارہ برس مین اور بعضون نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہی اور یہی قول مناسب تر بدلیل حی وقال ابو حنیفۃ لا علم لی بوقتہ ولم یرد عنہما فیہ شیء فلذا اختلف المشائخ فیہ اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجکو علم نہین ختنہ کرنیکے وقت کا اور

صاحبین سے بھی اسمین کوئی روایت وارد نہین تو اسیواسطے عالمون کا اسمین اختلاف واقع ہوا وختان المرأة لیس سنة بل مکرمة للرجال اور عورت کا ختنہ
سنت نہین ہے بلکہ عورتون کا مردون کے واسطے کرم ہے ھ یعنی حق تعالی نے مشروعیت ختان نساء سے مردون کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ التذاذ جماع مین
کذا فی الطحطاوی وقیل سنة اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عورتونکا ختنہ سنت ہے وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوة والسلام
فقال شعر وفی الرسل مختون لعمرک خلقة ٭ ثمان وتسع طیبون اکارم ٭ وھم زکریا شیث ادریس یوسف ٭ وحنظلة عیسی وموسی وآدم
ونوح شعیب سام لوط وصالح ٭ سلیمان یحیی ھود یس خاتم ٭ اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کر دیا ہے ان انبیا علیہم الصلوة والسلام کو
جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سو یون کہا کہ رسولون مین تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون مین سترہ رسول پاک نہایت بندگی والے اور وہ یہہ ہین حضرت زکریا اور حضرت
شیث اور حضرت ادریس اور حضرت یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام
اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یس ہے علیہم الصلوة والسلام
ھ طحطاوی لکھا اس نظم سے صریح معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز کی الصغیر وبط قرحته وغیرہ من المداواة للمصلحة
اور جائز ہے طفل صغیر کا داغنا اور اوسکی قرحہ کو چیرنا پھاڑنا اور اوسکی سوا ہی اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے ھ اور اسیطرح لڑکیون کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کی
واسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البهائم وکیها وکل علاج فیه منفعة لها اور جانورونکی فصد کھولنا اور اونکو داغنا اور جس علاج مین کہ اونکی
واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز قتل ما یضر منها ککلب عقور وھرة تضر ویذبحها ای الهرة ذبحا ولا یضربها لانه لا یفید ولا یحرقها اور
جانورون مین اس جانور کا مار ڈالنا جائز ہے جو موذی ضرررسان ہو چنانچہ کتا کاٹنے والا اور بلی ضرر پہنچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور اوسکو نہ مارے
اسلیے کہ مارا اوسکو فائدہ نہین کریگی اور نہ اوسکو آگ سے جلاوے وفی المبتغی یکرہ احراق جراد وقملة وعقرب ولا بأس باحراق حطب فیها نمل و
القاء القملة لیس بادب اور مبتغی مین ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین ان لکڑیون کے جلانیکا جنمین چیونٹیان ہین
اور جون کا پھینکنا زمین پر ادب نہین ہے ھ اسواسطیکہ جون دوسرے شخص پر چڑھیگی اور تکلیف دیگی اور صورت نسیان ہے اور گرسنگی سے اوسکی ناحق تعذیب ہے
تو اوسکا مارنا ہی بہتر ہے گرانے سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وحلت المسابقة بالفرس والابل والارجل والرمی لانها من اسباب الجهاد اور مسابقت یعنی
باہم سبقت کرنا اور آگے نکلجانا گھوڑون اور اونٹون پر سوار ہوکر اور پیدل چلکر اور تیراندازی کرکے جائز ہے جہاد کی ریاضت کیواسطے ھ مسابقت کی شرط یہہ ہے
کہ دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا وہان تک دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نکرسکیگا بالضرور تو جائز
نہین اسلیے کہ مسابقت خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کیوجہ سے اور اسصورت مین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہے اور شرط ہے جسمین منفعت نہین تو کیونکر جائز
ہوگا کذا فی النهر ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہے اور دل بہلانا تو ابسابقت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وحرم شرط
الجعل من الجانبین اور حرام ہے مسابقت مین مال کا شرط کرنا دونون جانب سے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ زید اور خالد نے گھوڑ دوڑائی اس شرط سے
کہ اگر زید کا گھوڑا نکلجاوے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھجاوے تو زید مال دے یہہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہے الا اذا ادخلا ثالثا محللا
بینهما بشرطه کما مر فی الحظر مگر دونون جانب سے مال کی شرط اوسوقت حرام نہین ہے جبکہ دونون شخص تیسرے شخص محلل کو داخل کرلین اوسکی شرط کے ساتھ
چنانچہ کتاب الحظر مین مذکور ہو چکا ھ صورت ادخال محلل کی یہہ ہے کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمود سے کہین کہ اگر تو ہم دونون سے سبقت کرجاوے تو ہم دونون کے
وہ مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجھپر سبقت کرجاوین تو ہم تجھسے کچھ نلین ولیکن جو زید اور خالد مین مال شرط ہوا ہے وہ بحال خود باقی ہے جو ان مین سے بڑھجاوے وہ دوسرے
سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود سے سبقت کر گئے تو انکو کچھ
نہین لیکن محلل کی شرط یہہ ہے کہ اوسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑونکی برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونون سے دوڑ مین زیادہ ہو یقینا
یا دونون سے کمتر ہو یقینا تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا یحرم من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہین ایکی جانب سے

استحسان کی دلیل سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا خالد کہے زید سے کہ اگر مین سبقت کر جاؤن تجہپر تو سو اشرفی تجہہ سے لونگا اور اگر تو بڑہجاے تو مین
تجہکو دونگا یہہ اسواسطے جائز ہوا کہ یہہ قمار نہین ہوا اسلئے کہ قمار عبارت ہے دونوطرفکی ہار جیت کے احتمال سے سو یہان دونوطرف اسکا احتمال نہین
بلکہ ایکطرف ہارنا ہے اور دوسریطرف جیتنا تو قمار کی مانند نہوا یہی وجہہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے سوارونکی جماعت سے کہا
کہ جو تم مین سے آگے بڑہجاوے وہ مجہسے اسقدر مال لے یا دو تیراندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو یہہ جائز ہے اور مسابقت کی مانند فقہا
مین اگر کسی مسئلہ مین تنازع واقع ہوا اور ایکنے کے واسطے مال مقرر ہوا ایکجانب سے یا دونو جانب سے بشرط داخل ثالث محلل کے اسلئے کہ علت کیوجہہ سیکہنا
شامل ہے کیونکہ دونون بابونمین سیکہنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز الاستباق فی
غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا الجعل فیجوز فی کل شئ وتمامہ فی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنی گہوڑے اور اونٹ اور پیدل اور
تیراندازی کے سوا اور چیز مین جیسے خچر پر سوار ہوکر مسابقت کرنا مال شرط کرکے جائز نہین اور بدون مال کے تو ہر شی مین مسابقت جائز ہے اور اسکا
پورا بیان زیلعی مین ہے ہم یہہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کی فتاوی عالمگیری مین زیلعی سے منقول مین اور یہہ بہی مذکور ہے کہ باب مسابقت مین
جواز مذکور سے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دیوے تو حاکم جبر سے اوسکو نہ دلاویگا اور حکم قضا کا اوسپر نافذ نکریگا ولا یصلی
علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سوای حضرت انبیا اور سوای حضرات ملائکہ کے اور ونپر نبولا جاوے مگر
بطریق پیروی کے ہم یعنی یون کہنا نچاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یون کہنا درست ہے کہ
اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسواسطے کہ
حدیث صحیح مین وارد ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی (ہو الذی یصلی علیکم) وقولہ علیہم
صلوات) لیکن جمہور علما اسکی مانع ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا اونکے ساتھہ شریک نہونگے اور جو آیت اور
حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ آیا یہہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار مین اور کہا ہے کہ
صحیح قول یہہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کیواسطے دعا کرنا بلفظ صلوۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمین تعظیم اور تکریم ہے ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوۃ
اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہے حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوۃ ملائکہ دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری مین کہا ہے کہ یہہ بہترین اقوال ہے اور اسیطرح
صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے ثنا کرنے کی طلبگاری ہے رسول مقبول پر صلے اللہ علیہ وسلم کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علی النبی قیل لا وفی الزیلعی
قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہین جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہے کہ ترحم
کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنی یون کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہین ہم بعضون نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہین اسلئے کہ صلوۃ کی مانند تعظیم پر دلالت نہین
کرتا ہے اور لہذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہین اور تحصیل حاصل بہی ہے اسواسطے کہ انبیا مرحوم ہین یقینا اور بعضون نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا
جائز ہے اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الہی کے خزانۃ الاکمل مین ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسعار
سنتہ سے واجب ہے تو فقیر غریب مسکین فرید طرید کہنا جائز نہین اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصا اہل حرمین کی حضرت کے سبب سے خصوصا مہاجرین اور
انصار کی اولاد کی اور مقدم ہے تعظیم اولاد علی اور ابی بکر اور عمر اور عثمان کے بین رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی وجوزہ السیوطی تبعا لا استقلالا
فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعا لا استقلالا تو دونو قولون کا اختلاف رفع ہوگیا اور خدا سے ہم توفیق خیر کی مانگتے
ہین ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب رضای الہی مین نہایت سرگرم تہے اور خشنودی حق
کیواسطے جانبازی کرتے تہے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہین امت کی اور لوگ اگرچہ قطب الاقطاب ہون اونکا ادنی مرتبہ والیکی برابر نہین ہوسکتے
جسکو اسمین تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکہے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسیطرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے اون

لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہی چنانچہ ذو القرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہی انکا نام لیتے وقت یون کہو صلے اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم چنانچہ کرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہی والاخیر التابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطی ہی اور جو انکے بعد ہین از قسم علما اور عبّاد اور باقی نیک لوگ ھم تابعین وہ لوگ ہین جنہون نے حضرت کو نہین دیکھا اگر صحابہ کرام کو دیکھا چنانچہ یوں کہا جاوے رحمۃ اللہ علیہ وکذا یجوز عکسہ وھو الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسیطرح عکس اوسکا جائز ہی یعنی ترحم صحابہ کیواسطی اور رضی اللہ عنہم تابعین اور انکے بعد کے صالحین کیواسطی بنابر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہی کرمانی نے ھم ولہذا کتب فقہ مین امام کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونون لفظ مذکور ہین وقال الزیلعی الاولی ان یدعو للصحابۃ بالرضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدھم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہ ہی کہ صحابہ کیواسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگون کیواسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے ھم اور تجاوز کی ایسلئے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لایجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنی تحائف رسانی ان دونون دنون کے نام سے حرام ہی ھم نوروز عبارت ہی آفتاب کے آنیسے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہی فروردی ماہ کی اور مہرجان سولہوین تاریخ سے مہرماہ کی آتش پرست دونون دنون مین عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانونکو حرام ہی کہ مشابہت ہی ہنود کی کذا ان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اھدی المشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبط عملہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنیوالا کافر ہو جاویگا ابو حفص کبیر نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی پچاس برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہوگیا اور اوسکا عمل حبط ہوگیا یعنی ساری عبادت اکارت ہوگئی انتہی کلامہ ولو اھدی المسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اوس دن کی تعظیم کا ارادہ نکیا بلکہ تحفہ رسانی مین لوگونکی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبھۃ اور لائق یہ ہی کہ نوروز سے پہلے یا بعد اوسکی تحفہ رسانی کرے شبہ رفع کرنیکے واسطے نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہی تو اسکے بیچے کرنا چاہئے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ ما لم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خرید کی جو اسکی قبل خرید نکی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہی تو کافر ہوگیا اور اگر کھانے پینے اور لذت رسانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا بأس بلبس القلانس غیر حریر یا ذکر مابین علیہ ابن سیرق لدبیر اصابتہ سواجیدا اور کچھ مضائقہ نہین قلانس کے پہننے مین سوائے ریشمی کے اور سوائے اوس کپڑے کے جسپر ریشم ہی چار انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیۃ ھم قلانس جمع ہی قلنسوۃ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہی کہ اہل عجم اوسکو سر پر رکہتے ہین کذا فی الجوہرۃ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ مین ہی کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی وصححہ شرح المبسوط اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر چار انگل سے زیادہ ریشم ہو اوسکی پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہی یعنی برخلاف اوس قول کے جو شرح مسکین مین قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہی کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل لموضع الجلوس وقیل شبرا اور مستحب ہی لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دو نون مونڈھون کے آدھی پشت تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت ویکرہ ای للرجال کامر فی باب الکراھیۃ لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما قال نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاحمر فانہ زی الشیطان اور مرد کو مکروہ ہی جیسا کہ باب الکراہیۃ مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ حکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہی شیطان کا ویستحب التجمل ولباس الزینۃ بقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات

اور مستحب ہو تجمل اور آرائش اور حق تعالی نے زینت کو مباح کیا ہی بدلیل قول حق تعالی کے تو کہہ کسنے حرام کیا اُس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندون کیواسطے نکالی
الی اخر الآیۃ ھم مرد کو مستحب ہی کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۴۰۰ دینار تھی بدلیل
آیۃ کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الآیہ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالی بندہ کو نعمت دیتا ہی تو یہہ پسند کرتا ہو کہ اوسکی نعمت کا اثر اوسپر
نمودار ہو اور ایکبار رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردا مبارک پہنے جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر وہ کپڑا تھا جسکی قیمت
چار ہزار درم تھی چنانچہ زیلعی نے ذکر کیا ہی امام اعظم سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمر ایسا قمیص پہنتے تھے جسپر ایسی اور ایسی پیوند تھی امام نے جواب دیا
کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب سے ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کہانے کہاتے تو اونکے عامل اسمین انکی پیروی کرتے اور اگر
عمال کو کبھی عمدہ لباس اور طعام نملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود وللشاب العالم
ان یتقدم علی الشیخ الجاھل ولو قرشیا قال اللہ تعالی وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ فالرافع ھو اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جھنم وھم اولو
علی الاصح ورثۃ الانبیاء بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حق تعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا
ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہین تو عالم کا درجہ بلند کرنیوالا اللہ تعالی ہی سو جو اوسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی اوسکو دوزخ مین ڈالیگا اور اولوا الامر جنکی
اطاعت کا قران مجید مین امر ہی علماء دین مراد ہین بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہین انبیا کے بالاتفاق اسمین خلاف نہین ھم پوری آیت یون ہے
وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ یعنی جب کہا جاوے کہ اٹھو تو تم اٹھہ کہڑے
ہوا کرو بلند کرتا ہی اللہ تعالی درجات اونکے جو ایمان لائے تم مین سے اور اونکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالی اُسکا عالم اور دانا ہی تفسیر بیضاوی
مین ہی کہ حق تعالی نے عالمونکے بالخصوص درجات بلند کئے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین اسواسطے کہ علم اپنی بلند مرتبگی کے ساتھ اُس عمل کا مقتضی ہی جو مقرون
بمزید رفعت ہی اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہی نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہی فضیلت عالم کی عابد پر جیسے چودہوین رات کے
چاند کی فضیلت باقی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قران مین ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور لوگون سے اہل علم کو مجلس مین رفعت
اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کسقدر انکی فضیلت اور منزلت ثابت ہی اسیطرح حضرت کے بعد بھی علما کی تعظیم کرنا چاہیے ابن عباس نے
کہا کہ علما کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہین ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہی زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا حق شاگرد
پر یکسان ہی برابر وہ یہہ کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اوسکی مقام پر نہ بیٹھے اور اوسکی کلام کہنے ادبی سے ردنکرے
اور چلنے مین اوسکے آگے نہ بڑھے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہی وہ یہہ ہے کہ اوسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول
ہے زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب العلم دعا کرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہی فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین
اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرف مین امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی فرمایا علم کو اسیقدر شرف
کفایت کرتا ہی کہ اگر جاہل کو عالم کہیئے تو وہ خوش ہو جاتا ہی اور جہل کو اتنی مذلت کافی ہی کہ جاہل بھی جہالت سے بیزار ہی اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا
ہو جاتا ہی اختضب لاجل التزین للنساء والجواری جائز فی الاصح ویکرہ بالسواد وقیل لا درمختار فی الحظر ایک شخص نے خضاب کیا
آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کے لئے تو جائز ہی صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ مکروہ نہین اور یہہ
مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین ھم ابو یوسف سے مروی ہی کہ جیسے مجکو یہہ پسند آتا ہی کہ میری عورت میرے لئے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہی اوسکو میرا آرائش
کرنا اسمین اختلاف ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہہ ہی کہ نہین اور کوالجیہ مین ہی کہ منبر کو مہندی وغیرہ ہاتھہ پانو مین لگانا لائق
نہین کہ یہہ آرائش ہی اور وہ عورتونکو مباح ہی اکمل کی شرح مشارق مین ہی کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہی ایک یہہ ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
خضاب کیا یا نہین انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجکو آپکا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تہا انکی حجت ام سلمہ اور ابن عمر کی حدیث ہی کہ انہون نے حضرت

کا اندر خضاب دیکھا اور قول مختار یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کاہی خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا سو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا
مقام یہہ ہی کہ خضاب افضل ہی یا ترک کرنا اُسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہی اسلئے کہ تغییر پیری سے نہی وارد ہی اور علمانے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ صحابہ کرام
کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضے زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعضے
سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہہ حضرات عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہی اور ہم حنفیون کا مذہب یہہ ہی
کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہی چنانچہ فتاوی قاضیخان مین مذکور ہی نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زردی یا
سرخی کا اور اصح قول مین خضاب سیاہ حرام ہے اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہے قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت
غیر مجاہدین کے حق مین ہے اور غازیونکو حرام نہین کافرونپر رعب ڈالنے کیواسطے اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اُسکا یہی محمل ہے قالہ الحموی
کذا فی الطحطاوی ھم مین نے اپنے اوستاد میرزا حسن محدث سے سُنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیزون
سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہی کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک مخضوب بوسمہ تھی واللہ اعلم کا یجوز ان یاکل متکیا فی الاصح
لما روی انه علیه الصلوة والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوے جیسے جائز ہے کہانا تکیہ لگا کر قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے کہانا کہایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اخذته الزلزلة فی بیته ففر الی الفضاء لا یکره بل یستحب لفرار
النبی صلی اللہ علیه وسلم عن الحائط المائل ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گہر مین سو وہ بہاگا میدان کیطرف تو یہہ مکروہ نہین بلکہ بہاگنا
مستحب ہے بدلیل فرار کرنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جہکی دیوار سے واذا خرج من بلدة بها طاعون فان علم ان کل شیء بقدر اللہ تعالی
فلا باس بان یخرج ویدخل وان کان عنده انه لو خرج نجا ولو دخل ابتلی به کره له ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانة لاعتقاده
وعلیه حمل النهی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اُس شہر سے جسمین وباہی سو اگر وہ یہہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالی کی تقدیر کی
ہے تو کچہہ مضائقہ نہین اوسکی نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہے اور اگر اوسکے نزدیک یہہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر
وبا کے شہر مین گیا تو اوسمین مبتلا ہوگا تو اوسکو یہہ مکروہ ہی تو وہان نجاوے اور نہ وہان سے نکلے تاکہ اُسکا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور
دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہی کذا فی مجمع الفتاوی فقیه فی بلدة لیس فیها غیره افقه منه یرید ان یغزو لیس له ذلک بزازیه
وغیرها مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہی کہ وہان اُس سے زیادہ تر کوئی عالم نہین اوسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اوسکو یہہ جائز نہین ہی چنانچہ بزازیہ
وغیرہا مین ہے ھم یہہ قول محمول ہی اُس جہاد مین جو ہنوز فرض عین نہین ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانونکو زیادہ تر ہی ثواب مین اُس جہاد
کے ثواب سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہی قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموته فاخذ من ترکته لا یاخذ
من المرابحة التی جرت بینهما الا بقدر ما مضی من الایام وهو جواب المتاخرین قنیة وبه افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم
وعلله بالرفق للجانبین وقد قدمته قبل فصل القرض مدیون نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اوسکے مرنے سے
دین حال ہوگیا یعنی موجل نرہا نفی الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اُس منفعت سے جو دائن اور مدیون مین ٹہر گئی مگر بقدر
ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور ہی اور اسیکا فتوی دیا ہی مرحوم ابو السعود افندی مفتی بلاد روم نے اور وجہ اسکی
جانبین کی رعایت کی ہی اور مقرر مین نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی ھم صورت اوسکی یہہ ہی کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خرید
کی اور دوسرے کے ہاتہہ ۳۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پہر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مرگیا تو
صاحب دین کو چاہیئے پانچ درم نفع لے اور پانچدرم چہوڑ دے کذا فی الطحطاوی فـ ۶ مسئلہ الحمد شارم کا فی آخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن
فی کل اربعین یوما ان یختمه کذا آخر کنز الدقائق مین ہے کہ حافظ قرآن کو لائق یہہ ہی کہ ہر چالیس دن مین ایکبار قرآن مجید کو ختم کرے ھم

اسوا سطی که تنبیہ ہو فہم معانی سے نہ بجرد تحدث ... قاری کو سلام کا جواب دینا یا
چھینکنے والے کو جواب دینا درست ہی قبل بسم مین اور جب قاری یا ذان شنے تو افضل یہ ہی کہ چپ رہی اور اذان شنے اور جب نبی کا نام قران مین آوے تو اوسپر صلوۃ واجب
نہین انام جو روایت ہی کہ جسنے قران کو سالمین دو بار ختم کیا تو اوسنے قران کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے گو کہ باپ یا معلم یا عالم کیواسطی تنبیہ مین ہی بہتر یہ ہی
کہ ہر مہینے مین ایکبار ختم کرے اور مستحب ہی اوسکو واسطی تطہیر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور مسجد عبادت کرنا اور اوس مکان کو جہان اوسکی بیٹہنا ہو اور شمعوں سے روشن
کرنا اور اہل و عیال کو ختم کیوقت جمع کرنا اور دعا مانگے و اسطی برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پہر قران کا شروع کرنا اور قران کو مصحف سے پڑہنا اور مستحب
یہ ہے کہ تین دن سے کمتر مدت مین ختم نکرے اور مستحب ہی کہ ہر سال ایکبار اوسکو قران سنانا ہو جو اوس سے زیادہ پڑہا جاتا ہی اور بہترین اوقات قران کیواسطی
مبارک رمضان ہی اور بازار مین اور سوال کیواسطی اور ناپاک مکانین قران پڑہنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نرکہی اور مصحف کو رکہ بیٹہ کر پڑہا کرے تاکہ وہ بیحرمتی اور
متروک نہ ٹہرے اور اگر آدمی آوے مصحف کو اپنے گہر مین رکہے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قران کی اپنی عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف
ایسا کہنہ ہو گیا ہو کہ اوسمین پڑہنا ممکن نہیں تو پاک کپڑے مین لپیٹ کر بغلی قبر کی مانند کہود کر دفن کر دے یا اوسکو دہو ڈالے یا ایسی پاک جگہہ مین رکہدے جہان
نجاست اور ملحدون کے ہاتہ نہ پہنچین اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کتب مثل کیمیا وغیرہ پاک سے پہیلانا لوہو یا غیر زم مین کر دے اور جو قران غلط پڑہتا ہو تو بتانا
افضل ہے جیسے راہ بہولے کو راہ بتانا حدیث مین وارد ہی کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئی تو مین نے اوس سے زیادہ تر کوئی گناہ نہ دیکہا کہ مرد آیت یا
سورت سیکہہ کر بہول گیا نسیان سے مراد یہ ہی کہ اوسکو مصحف سے پڑہنا ممکن نہو اور لیٹکر قران پڑہنے مین کچہ مضائقہ نہیں لیکن پڑہنے کیوقت اپنے دونون
پانون سمیٹ لے اگر کوئی گہر مین قران پڑہتا ہو اور گہر والے کام مین مشغول ہون اوترک استماع مین معذور ہین اگر انہون نے کام شروع کیا ہو پڑہنے سے پہلے
اور اگر قران پڑہنا شروع ہو گیا تو معذور نہین اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہی قران خوانی کے نزدیک کذا فی الطحطاوی ملتقطا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم +

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہی فرائض کے مسائل مین ❊ فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہی فرض سے اور فرض لغت مین
بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کو ہی اور اصطلاح شرع مین فرض وہ ہی جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطی نام رکہا کہ
مسائل مقدر معلوم مبین ہین جو دلیل قطعی سے ثابت ہین تو اسمین لغوی معنی اور شرعی دونون یکجا ہو گئی کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار هی علم
باصول من فقه و حساب تعرف بها حق کل من الترکة الفرائض علم ہی فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جنسے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہی ❊ اور
موضوع علم فرائض کا ترکات ہین اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہی اہل استحقاق کو اور ارکان اوسکی تین ہین وارث اور مورث اور موروث اور شرط اوسکی
تین ہین مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم وجہ وارث کا اور اسباب اور موانع اسکی آگے مذکور ہونگے اور اس علم کے
استخراج کی تین اصول ہین کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کی ارث مغیرہ وابن مسلمہ کی شہادت سے ثابت ہی اور اصل ثالث اجماع امت ہی چنانچہ دادی
کی میراث عمر فاروق رضہ کے اجتہاد سے ثابت ہی اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا اور قیاس کو فرائض مین کچہ دخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا والحقوق
خمسة بالاستقراء اور حقوق میان پانچ ہین باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ مین حصر استقرائی ہی نہ حصر عقلی لان
الحق اما للمیت او علیه او لا الاول التجهیز والثانی اما ان یتعلق
بالذمة وهی الدیون المطلقة او لا وهو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کیوقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا
یا متعلق بذمہ میت ہی وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہین اور وہ متعلق بعین ہی والثالث اما اختیاری وهی الوصیة او اضطراری وهو المیراث
اور تیسرا یا اختیاری ہی وہ وصیت ہی یا اضطراری ہی جسمین اختیار کو کچہ دخل نہین وہ میراث ہی کہ شرع کی جہت سے ثابت ہی ❊ قولہ فرائض لان اللہ
تعالی ... اور میراث کا فرائض نام رکہا گیا اسلئے کہ حق تعالی نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اسکو ظاہر
اور مفصل کیا جیسی دیگر احکام کو اجمال کیا ہی ❊ میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹہرادیا اور اوسکی تقدیر کی مقرب اور نبی مرسل کو

یعنی فرض معین کی اور ہر ایک کا حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوۃ اور زکوۃ اور صوم اور حج وغیرہ
سے کہ اونمین نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین اوسکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہا بالنص لا غیر
واما غیرہا فبالنص تارۃ وبالقیاس اخرٰی مین کہتا ہون اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا
نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہی اور گاہی قیاس سے ھ بیان اسکا یہہ ہی کہ علم
یا فقط نص سے ثابت ہی یا نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہی تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہی وہ فرائض ہی اور جو نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہی وہ فرائض
کے سوا اور علوم دینی ہین اور نص سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہین وقیل لتعلقہ بالموت
وغیرہ بالحیوۃ اور بعضون نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ھ یعنی فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کی
دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف مین فرائض کو نصف علم
فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہے ھ یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہی وہ دو قسم ہی اختیاری اور ضروری
اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسے ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وھل ارث الحی من الحی ام من المیت
المعتمد الثانی شرح الوھبانیۃ اور کیا ارث زندہ کی زندہ سے ہوتی یا مردہ سے معتمد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہی مردہ کا کذا فی شرح الوہبانیہ
ھ شرح وہبانیہ مین ہی کہ ارث کیوقت مین علما کا اختلاف ہی مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزاجزاء حیات مورث سے وقت ہی میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک
وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جبتک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہی ہر طرح سے تو اگر اوسکا وارث اسحالت مین مالک ہو تو لازم
آوے کہ ایک چیز دو شخصونکی مملوک ہوجاوے وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہین کرتین کذا فی الطحطاوی مختصرا یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق
حق الغیر بعینہا کالرھن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیجاوے میت کے اوس ترکہ سے جو
خالی ہی تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھہ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہی اور اجارہ کا گھر ھ ترکہ لغت مین
بمعنے متروک ہی اور اصطلاح مین ترکہ وہ مال ہے جسکی عین سے غیر کا حق متعلق نہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل و عیال ترکہ سے خارج ہو گئی تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ
رہن کیصورت یہہ ہی کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلا باغ گرو رکھا پہر راہن مرگیا اور باغ مرتہن کے پاس ہی اور راہن نے سوای باغ کے کوئی مال نہین چہوڑا تو مرتہن
کا دین مقدم ہی راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر ادای دین کے بعد کچھہ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی
صورت یہہ ہی کہ غلام نے اپنے مولے کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولے کا کچھہ مال نہین سوای غلام کے اور مولی مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر
حقدار ہے مولی سے ہان اگر دیت دیکر کچھہ باقی رہی تو اس سے مولے کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہہ صورت ہی کہ اوسپر لوگون کے دین ہین مالک کی
زندگی مین پہر مالک مرگیا اور اوسکا کچھہ مال نہین سوای اوسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کیصورت یہہ ہی کہ مثلا غلام بیچا زید کے ہاتھہ ثمن
معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھہ مال نہین سوای اوس غلام کے تو بائع احق ہی اس غلام
محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہہ صورت ہی کہ صاحب خانہ نے گہر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اوسکی اجرت پیشگی دی پہر صاحب خانہ مرگیا سو اجارہ
فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھہ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوای اوس گہر کے کچھہ اور ترکہ نہین چہوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی
الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم ہین ہوئی تکفین پر مگر بسبب متعلق ہو جانے حقوق کے
مال کے ساتھہ مال کے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہی سو یہہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہو گئی تہی بتجہیزہ یعنی التکفین
من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاوے میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے چنانچہ
کفن مسنون یا بقدر اوسکی جو میت اپنی زندگی مین پہنتا تہا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی شامل ہی ھ ضوء السراج مین ہی کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہے

شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد کے کفن مین تین کپڑے ہین اور عورت کے کفن مین پانچ ہین تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ
تو یہہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑون سے زیادہ کیا تو یہہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہہ تنگی ہے اور قیمت کے
اعتبار سے اگر مرد زندگی مین روز جمعہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح
کی عبارت مین لفظ او بمعنی واو کے ہے تو عدد اور قیمت مین حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا کفن مسنون اسوقت دیا جائیگا جبکہ ادای دین مین قصور نہوتا ہو
تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون پہنچنے سے ضرر ہوتا ہو ادای دین مین تو کفن کفایت دیا جاویگا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہین جدید ہون یا مغسول اور عورت کے
اسیطرح تین کپڑے ہین کذا فی الطحطاوی ولو هلك كفنه فلو قبل تفسخه كفن مرة بعد اخرى اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے
سے پہلے کفن تلف ہوا تو اوسکو کفن دیا جاویگا تلف ہونیکے بعد ہر بار م توضیح اوسکی یہہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے
قبر مین تو وارثون پر اوسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہین اور اگر میت قبر کے باہر پڑا ہے تو اول بار کیطرح اوسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست
وار ... درست نرہا ہو تو اوسکی ترکہ سے ایک کپڑے مین دفن کرنا چاہیے اور اسیطرح کرنا چاہیے اگر چند بار کفن چرایا گیا ہو ادای دین اور قسمت سے پہلے اور اگر
وارثون مین ترکہ قسمت ہو گیا اور قضاء دیون اور نفاذ وصیت ہوچکی تو وارثون سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بقدر انکی میراث کے اور اوس سے کفن دیا جاویگا اسیطرح
ہر بار ہوگا تا بقاء مال میراث کذا فی الطحطاوی وكفن من كل ماله اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاویگا نہ ثلث مال سے ثم تقدم ديونه التي لها
مطالب من جهة العباد پہر میت کی تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہے عباد کی جہت سے م جہت عباد کی قید سے
وہ دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حق تعالی کیطرف سے ہے چنانچہ زکوۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ويقدم دين الصحة على دين المرض ان جهل سببه اور
صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہو م صحت کا دین وہ ہے جو گواہون سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت مین اوسکا
اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہوا مرض کیحالت مین یا جو مرض کی مانند ہے چنانچہ قتال کیواسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے
ولا فيتساويان كانبساطه السبيل اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونو حالتون کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اوسکو شرح
بیان کیا ہے م معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنی مرض مین اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اوسنے کچھ خرید کیا
تہا یا کسیکا مال تلف کیا تہا تو یہہ دین فی الحقیقة صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اوسکا وجوب اوسکی اقرار کے سوای اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کی
برابر ہو گیا حکم مین انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہین قوی و وسط ضعیف - قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ
حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا اور رہن آ اور وسط وہ ہے جو گواہون سے یا صحت کے اقرار سے یا مرض مین معاینہ سے ثابت ہوا اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت
ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کی مانند ہے تو اوسمین وارثون کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہو یا برابر ہو اور
اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات مین دو وجہین ہین ایک وجہ یہہ ہے کہ تا بقاء قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہہ ہے کہ تصرف نافذ نہین علے
قیاس المرہون شرح ملتقی مین ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنیکا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثون کو اسواسطے کہ وارث اسمین مالک اوسکی نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا
واما دين الله فان اوصى به وجب تنفيذه من ثلث الباقي والا لا اور دین حق تعالی کا چنانچہ زکوۃ سو اگر میت نے اوسکے ادا کرنے کی وصیت
کی تو اوسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہین کی تو واجب نہین م دین خدا چنانچہ زکوۃ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر
میت نے مثلا اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہین کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دیکر اسقاط کیا تو بعضون کے
نزدیک نماز میت سے ساقط نہین ہوتی ہین اسواسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تا کہ خطا
مرتب ظاہر ہو اور بعضون نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کی مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل یہان تو گنجائش رحمت الہی اور اوسکی کمال کرم اور فضل کی
امیدواری سے اور یہہ تو وصیت اور تبرع دونو کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف مین یہہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے

بدلے تھے تو خراج ذمّی سے اسواسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہے برخلاف زکوٰۃ کے اسواسطے کہ اوسمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی
ثمّ تقدّم وصیّتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پہر دین کے بعد میت کی وصیت مقدم کیجاوے اگر وصیت مطلقہ ہو بنابر قول
صحیح کے برخلاف اُس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین مختار کیا ہے م وصیت مطلقہ عبارت ہے چوتھے مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت معینہ وہ ہے
جو شے معین سے متعلق ہو چنانچہ گہر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہہ ہے کہ بعینہ ثلث مال کی
وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درم یا دینار یا ثلث درہم یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کی مانند تاتارخانیہ سے منقول ہے
یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہے نہ مقدم مین ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وصیت جاری ہو اوس مال کی تہائی سے
جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد م وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرطیکہ قوم تجہیز اور ادای دیون کے بالشرط وجوب
ایک کو جبکہ دوسرا امر نپایا جاوے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نپائے گئے اسطرح کہ ایکشخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندے نے اوسکو کہا لیا اور وسکا دیون
نہین تو تمام مال کی تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے
ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اوتنا مال بغیر قسمت سے ساقط کیا جاوے نہ اوسقدر کو
جدا کرنا مال باقی سے اور موصی لہ کو تسلیم کردینا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال وانّما قدّمت فی الایۃ اہتماما لکونہا مظنّۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی
مین مقدم نہین کیگئی دین پر مگر اہتمام کیواسطے بسبب ہونے وصیت کے مظنہ تفریط کا م یہہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد
ہے اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظور ہوا بمظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور
اسواسطے کہ وصیت فقرا و مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش کرکے لے سکتے ہین تو ادا کرنے مین احتمال تہا تفریط
کا بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا ادای وصیت کی ترغیب کیواسطے ثمّ رابعا
بل خامسا یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پہر چوتہے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جاوے میت کے وارثون
م صرف ترکہ مین پہلے تجہیز اور تکفین کا مرتبہ ہے پہر دوسرا مرتبہ ادای دین کا پہر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتہا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو
اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہے جہان
حقوق متقدمہ پائے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث
ہے تو تمام مال اوسیکا ہے سوای زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح مین ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علماء فرائض کے عرف مین وارث
وہ ہے جو باقی رہے بعد فنا ہوجانے اوس شخص کے جس سے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے وبایمعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے
والے ہین بعد فنا خلائق کے ولیکن نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین ہے اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے اور منزہ ہے
کذا فی الطحطاوی ممّن ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے م کتاب اللہ مین باپ اور ماں
اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹون اور بہائی اور بہنون کی میراث ثابت ہے او السنّۃ کقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اطعموا الجدات
السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہہ حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات کو سدس کا اطعام کرو یعنی چہٹا حصہ اونکو دو م جدہ
کی ارث سنت سے ثابت ہے اسیطرح سگی بہنونکی بیٹیون کے ساتہہ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہو اور حدیث کا لفظ
قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار مین ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین اسواسطے کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت
سے وہ طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی او الاجماع فجعل
الجدّ کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کی مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کی مانند ٹہرانا

ھ اجماع امت سے مراد اتفاق رای مجتہدین امت محمدی سے حکم شرعی پر جس زمانے مین کہ واقع ہوا اور مراد انسے اہل حل و عقد ہین اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق کا کچہہ اعتبار نہین اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچہہ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی ویستحق الارث ولو المصحف بہ یفتی و قیل لا یورث وانما ھو للقاری من ولدیہ صیر فیہ باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہی منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولا سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چیز مین ہے اگرچہ متروکہ مصحف ہو اسی قول کا فتوی ہی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مصحف مین میراث جاری نہین مصحف تو میت کے دو فرزندون مین سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الصیرفیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث مین تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہین ھ نکاح فاسد وہ جسمین شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہو اور نکاح باطل چنانچہ متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیئے کہ وارثون کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونون سے متعلق ہو مانند حق موصی لہ کے تو ایک وارث کو نہین پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلا کتاب یا باغ آپ لے اور اوسکی قیمت باقی وارثونکو دے مگر انکی رضامندی سے یہہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہی نہ عین ترکہ سے اسواسطے وارثونکو جائز ہی کہ اپنے مال سے دین اداکرین اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کرلین کذا فی الطحطاوی والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہین علے الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول مین اوسکو بیان کیا ہے

فیبدأ بذوی الفروض ای السھام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیجای اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہین ھ سہام مقدرہ یعنے جو حصے کہ معین اور مصرح ہین کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ یہہ ہین نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث اور سدس یعنی آدہا اور چوتہائی اور آٹہوان اور دو تہائیان اور تہائی اور چہٹا حصہ وھم اثنا عشر عشرۃ من النسب ثلثۃ من الرجال وسبعۃ من النساء واثنان من السبب وھما الزوجان اور تمام اہل فروض بارہ ہین دس نسب کی راہ سے جنمین تین مرد نہین سے ہین اور سات عورتونسے اور دو سبب کی راہ سے وہ زوجہ اور زوج ہین ھ تین مردون سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بہائی اور سات عورتون سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور مان اور دادی یہہ وارث نسبی ہین اور زوجین وارث سببی ہین ثم بالعصبات ال الجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للازدواج النسبیۃ لانھا اقوی پہر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہین عصبات سببی سے شارح کہتا ہے العصبات کا الف لام جنس کا ہی تو واحد و جمع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہی ھ عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنے معتق پر اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کیوجہ سے ہی اور عصبہ سببی قرابت حکمی کیوجہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وھو العصبۃ السببیۃ پہر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کیجای آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہی ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پہر آزاد کرنیوالیکے بعد ارث شروع کیجای آزاد کرنیوالیکی عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتون کو ولا سے کچہہ حق نہین سوای اوسکی ولا کے جسکو اونہون نے خود آزاد کیا یعنے اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اوسکی میراث پاویگی اور اگر اوسکے باپ یا بہائی نے آزاد کیا تو اوسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی مین ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اوسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چہوڑا تو اوسکی میراث فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چہوڑا تو انکا کچہہ حق نہین انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقھم پہر اگر عصبات مذکورین سے کوئی نہین تو باقی مال پہیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر انکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت اونکی حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ربع کو ربع کذا قالہ ابن الکمال ھ اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی چنانچہ زوجین خارج ہوگئی اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ ندیا جاویگا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اونکو بھی دوبارہ دیا جاویگا ابن الضیاء نے کہا کہ اس زمانے مین رد علی الزوجین پر فتوی ہی بیت المال کے فساد کیوجہ سے اور ذخیرہ مین ہی کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال مین نرکہا جای بلکہ اونہین کو یعنی زوجین کو پہیر دیا جای کیونکہ وہ اقرب ہین میت کیطرف من جہۃ السبب بنسبت اور شخصون کے اور اسیطرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی در المشروح اور حاشیہ عجم زادہ مین قنیہ سے ہے کہ بنات معتق کے اور اوسکے ذوی الارحام وارث ہوتے ہین ہمارے زمانہ مین جبکہ معتق کا کوئی وارث نسبی نہو اور اسیطرح ہمارے زمانے مین

زوجین پر رد و میراث ہوگا اور اوسنے مرماوسے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہی انتہی پہر عجم زادہ نے کہا کیونکہ اسپر فتوے ہی کہ ہمارے زمانے مین بیت المال
نہین بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانے مین تہا اور اگر سلطان کا ظالمانہ مال ذکور دیا جاوی تو وہ بیت المال کے مصارف مین صرف نہین کرتے اور فرائض سید الوسید
شیعہ نے بہی اسیطرح رد علے الزوجین کی تعلیل مذکور مسطور ہی اور روح الشروح مین قنیہ سے مذکور ہی کہ ایک عورت اپنا زوج چہوڑ کر مری سو زوج نے نصف باقی عالم
مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ملخصا ثُمَّ ذَوِي الْأَرْحَامِ پہر ذوی الارحام ہم یعنی جب اہل فروض نسبیہ اور عصبات
نہ ہون تو ترکہ مین ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ مین احد الزوجین ہوگا تو اوسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا
وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا اسواسطے کہ زوجین اہل رد بہی نہین ہین تو جیسے اہل فرض کے نہونے سے ذوی الارحام مین تقسیم ہوتی ہی اوسیطرح اہل فرض کے
باقی ہے مال سے اونکو دیا جاتا ہی قالہ الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہین جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہین خواہ میت کی ماں کیطرف
سے قرابت دار ہون یا اوسکے باپ کیطرف سے اور لغت مین ذو رحم قریب مین جیسے الاقرب کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی ثُمَّ بَعْدَهُمْ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ كَمَا عُرِفَ فِي
كِتَابِ الْوَلَاءِ پہر بعد اصناف مذکورین کے مولای موالاۃ ہے چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء مین گذر گیا ہم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام
سے کوئی نہو تو مولای موالاۃ میراث پاویگا موالاۃ لغت مین بمعنی دوستی کے ہی اور اصطلاح شرع مین یہہ ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولے یعنی دوست
ہے جب مین مال چہوڑ کر مرون تو وارث ہوگا جبکہ مین مرجاون اور میری طرف سے خونبہا اگر مین کسیکو قتل کرون اور دوسرے نے کہا کہ مین نے یہہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہوگئی
اور قائل اس کلام کا اوسکا مولے ہوا وہ اسکا وارث ہوگا جب وہ مریگا اور دیت دیگا اوسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیون کے نزدیک خلافا للشافعی اور
اگر دونون طرف سے شرط واقع ہوئی تو بہی درست ہی ابن کمال نے کہا شرائط ولاء یہہ ہین کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو عربی نہو اور نہ اوسکے موالی سے ہو اور عقد ولاء کی
وقت اوسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اوسکی طرف سے بیت المال یا مولای موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اوسکے مجہول النسب ہونے یا نہونے کی شرط مین اختلاف ہی
اور اسیطرح اسلام کی اشتراط مین اختلاف ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصا وَلَهُ الْبَاقِي بَعْدَ فَرْضِ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ ذکرہ السید اور بعد فرض احد الزوجین
کے باقی مال مولای موالاۃ کا ہی سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے ہم وارث ہونا مولای موالاۃ مروی ہی حضرات عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن
عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوا اسکے ابراہیم نخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہی اور اوسپر دلیل ہے قولہ تعالی وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ
نَصِيبَهُمْ یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاۃ کا ہے اور امر ہے وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت اونکی طرف اختصاص پر
دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بسبیل احسان اور معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فآتوہم نصیبا اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول
کہ آیہ کریمہ مین قسم مراد ہی اسواسطے کہ اسوقت مین فاتوہم نصیبہم اوس سے مرتبط نہین ہوتا بلکہ مراد صفقہ بالیمین ہے بنابر عادت کے اسطرح کہ ہر واحد متعاقدین
سے دوسریکا ہاتھ پکڑتا ہی معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمین بہت ہین از انجملہ تمیم داری کی حدیث ہی کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہی اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہی تو فرمایا کہ وہ تیرا بہائی اور مولی ہے تو زیادہ تر حقدار ہے اوسکی زندگی اور موت مین انتہے
یعنی زندگی مین اوسکی طرف سے دیت جنایت کی دیگا اور موت کے بعد اوسکی میراث لے کذا فی الطحطاوی ملخصا من ضوء السراج وشرح الاکمل ثُمَّ الْمُقَرُّ لَهُ
بِنَسَبٍ عَلَى غَيْرِهِ لَمْ يَثْبُتْ پہر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اسطرح کہ اوس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب
ثابت نہین ہوا ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ زید نے خالد کو کہا کہ یہہ میرا بہائی ہی تو زید مقر ہی اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنی جب خالد کو بہائی
کہا تو زید کا باپ اوسکا بہی باپ ٹہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہین اور اوسنے ایک مجہول النسب کو بہائی کہا تو وہ اوسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے
باپ سے اوسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اوسکی میراث پاویگا اسواسطے کہ آدمی کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ
بالنسب علی الغیر اسطرح ہے کہ اوسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہین جبکہ مقر مرجاوی اسی اقرار کے اصرار پر چنانچہ یون اقرار کرنا کہ یہہ میرا بہائی ہی یا چچا اور
مانند اسکی انتہے فلو ثبت بان صدقه المقر عليه او اقر مثل اقراره او شهد رجل آخر ثبت نسبه حقيقة وزحم الورثة وان رجع المقر

تو اگر مقر لہ کا نسب ثابت ہو گیا اسطرح کہ مقر علیہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسری اکیر دنے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو ابتک
نسب حقیقۃً ثابت ہو جاویگا اور مقر لہ مقر کے وارثون سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جاوے ہم مقر لہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً
زید کا باپ کہے کہ ہان خالد میرا بیٹا ہے اور نیز اجماعی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہون مثلاً زید کی اولاد یون
کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہر چند رجوع اقرار سے منع ارث مین معتبر ہے
لیکن مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر لہ قبل
رجوعہ وتمامہ فی شروح السراجیۃ سیما روح الشروح وقد لخصتہ فیما علقتہ علیہا اور اسیطرح نسب مقر لہ کا ثابت ہوگا اگر مقر لہ نے مقر کی
تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرحون مین مذکور ہے خصوصاً روح الشروح مین اور البتہ مین نے اوسکا خلاصہ بیان کیا ہے سراجیہ
کی شرح مین ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اسمین یعنے تصدیق مقر لہ سے اثبات نسب ہونے مین مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ
کیطرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہہ قول بلا وجہ ہے اسواسطے کہ مقر لہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہین ہوتا اور شرح مصنف کی اخیر عبارت اسمین صریح ہے کہ
تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے : مقر لہ کی انتہے ملخصاً ثم بعدہم الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے
تہائی مال سے زیادہ وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو ہم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کیطرف صرف بلا انکار شخص معین کیا تو یہہ جائز ہے برخلاف اسکے
کہ اگر اوسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کہ اسمین اوسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ وصیت زائد علے الثلث وارثون کے سبب سے ممنوع تھی
پھر جبکہ ایک بھی وارث نپایا گیا تو جسکے واسطے جو موصی معین کر دیگا وہ پورا اوسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقر لہ لانہ نوع قرابۃ
بخلاف الموصی لہ اور زائد علے الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہین کیا گیا مقر لہ مگر اسیوجہ سے کہ مقر لہ مین ایک طرحکی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ
کے کہ اوسمین قرابت کا کچھہ احتمال نہین ہم یعنی حال مقر لہ کا قوی تر ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق ہوا اپنے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ
اسی اقرار پر مصر مر گیا اور وارث مقدم ہے زائد علے الثلث کے موصی لہ پر ثم یوضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین پھر مراتب تسعہ کے بعد میت کا
ترکہ بیت المال مین رکھا جاوے ارث کی راہ سے نہین بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کیواسطے لاوارثی مال بیت المال مین رکھا جاتا ہے ہم روح الشروح مین ہے کہ علی مرتضیٰ
سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام مین خوشی سے داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اوسکا حق بیت المال مین ہر سال دو سو درم ہے اور ایک روایت مین دو سو دینار ہے اگر
وہ دنیا مین نپاویگا تو آخرت مین لیگا اور شرح مختصر طحطاوی مین ہے کہ مصارف بیت المال علاج بیمارون کا اور اکفان موتیٰ اور نفقہ لقیط اور جو عاجز ہو کسب اور
پیشہ سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وموانعہ علی ما ہنا اربعۃ اور موانع ارث کے بنا بر اس مقام کے چار ہین ہم جب اسباب ارث کے مذکور ہو چکے تو اب موانع ارث
کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کی تحقیق مین فقط سبب کا وجود کافی نہین بلکہ اوسکے ساتھہ ارتفاع موانع بھی ضرور ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے تقاضائے سبب ظہور
ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کی صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا اوسکے اس حق مین جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولاکی
خلافت سے خواہ نسب او نکاح اور ولا حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہہ ہے کہ شخص باقی شخص فانی کی مانند ہو جاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بعد گذر جانے اسکی
مدت کے داخل ہو جاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب مین لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولا مین حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل ہو وہ نسب اور نکاح اور ولا
جو نفقہ میت کے اقرار سے ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی ملخصاً الرق ولو ناقصا کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفۃ ومالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا
مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو چنانچہ غلام مکاتب اور اسیطرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہو کل آزاد نہین امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ
کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ہو حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من
الحریۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہوچکا وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی نے کہا کہ وہ وارث نہوگا بلکہ اوسکا
مال اوسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اوسکی حریت کے جو اوسمین ثابت ہے وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث

فیما الرقیق صورتہ کمالہ صورتہا مستامن جُنی علیہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا بسرایۃ فملک الجنایۃ فدیۃ لورثتہ ولم ارکہ
لائمتنا فحرر ۔ اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ ذکر کیا ہی جسمین رقیق کا مال موروث ہوتا ہی باوجودیکہ وہ غلام کبھی بھی آزاد نہین ہوا صورت اوس مسئلکی یہ
ہے کہ حربی مستامن پر دار الاسلام مین جنایت واقع ہوئی یعنی کسی نے اوسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب مین لاحق ہوا پھر وہان گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کیحالت مین
اوسی زخم کی سرایت سے مرگیا تو اوسکا خونبہا اوسکے وارثون کا ہی اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام مین نہین دیکھا تو اسکی تنقیح اور تحریر کرنا چاہیے والقتل
الموجب للقود او الکفارۃ وان سقط بحرمۃ الابوۃ علی ما مر اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب
حرمت پدری کے ساقط ہوجاوے چنانچہ کتاب الجنایات مین مذکور ہوچکا ھ قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا
کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہین وہ مانع میراث کا نہین چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک مین کنوان کہودا یا پتھر رکہا اور اوسکا مورث اوسمین
گرکے مرگیا تو کنوان کہودنیوالا اور پتھر کا رکہنے والا اوسکی میراث سے محروم نہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور امام شافعی کے نزدیک قاتل مطلقا وارث
نہین ہوتا خواہ اوسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور اگر قاتل مرگیا مقتول سے پہلے تو مقتول
قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ھ قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے واختلاف الملتین اسلاما وکفرا اور تیسرا
مانع میراث کا اختلاف ہی دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے ھ یعنی اگر وارث مسلمان ہو اور مورث کافر یا عکس اسکا تو ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور اگر اسلام اور کفر
کا اختلاف نہین چنانچہ ایک یہودی ہو دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہین ہو وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمۃ الترکۃ ورث اور
امام احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہوگیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونیسے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے
مال مین تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ھ میراث جاری ہی مرتد کے اوس مال مین جو اوسنے زمان اسلام مین کسب کیا اسواسطے کہ میراث
مسلم کی مرتد سے مستند ہی حالت اسلام کیطرف سے کیونکہ ارتداد سے وہ ہالک ٹھہر گیا کہ مقصود زندگی سے ایمان تہا سو اوس سے فوت ہوگیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم
کی مانند ہے بدلیل قولہ تعالی اومن کان میتا فاحییناہ یعنی جو کافر تہا اوسکو ہمنے ہدایت کیا لیکن اوسپر بھی مرتد سے ہنوز بسبب عتبار اور تدبر اور جبر علی الاسلام سابق کے
منقطع کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہوگا جبتک قطع امید نہوجاوے اوسکی قتل یا موت یا قضاء باللحاق سے پہر جب قطع امید ہوگی کسیوجہ مذکور سے تو وہ میت ٹھہریگا ارتداد
کیوقت سے تو اوسکا مسلم وارث اوسکی میراث پاویگا اور جو اوسنے ارتداد کیحالت مین مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال
وارث مسلم کا ہی اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو امام اور صاحبین سبکے نزدیک دونو حالتون کے مال وارث مسلم کے ہین اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونون کمائی کا مال
بیت المال مین رکہا جاویگا کذا فی الطحطاوی والمحصل قلت وذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الکافر صورتہا کافر مات عن زوجتہ حاملا ووقفنا میراث
الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم ارہ صریحا لائمتنا مین کہتا ہون اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہی جسمین کافر کے مال کا مسلمان
وارث ہوتا ہی صورت اوسکی یہ ہی کہ ایک کافر مرگیا اپنی زوجہ حاملہ چہوڑ کر اور ہمنے حمل کی میراث اوٹھا رکھی سو اوسکی زوجہ مسلمان ہوئی پہر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ
لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور مین نے یہ مسئلہ اپنے علما کے کلام مین صریحا نہین دیکھا ھ اسلام مین لڑکا اپنی مان کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارین
فیما بین الکفار عندنا خلافا للشافعی اور چوتہا مانع ارث کا اختلاف دارین ہی یعنی دو ملکون کا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف شافعی کے
ھ اختلاف دار ہوتا ہے لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اسواسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہوجاتی ہی یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہین رہتی کذا فی العالمگیریہ
عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چند قسم ہے اول یہ کہ حقیقۃ اور حکما دونو طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب مین اور کافر ذمی دار الاسلام مین
اور ثانی یہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانے پر طیار ہے ساتھ اوس ذمی کے جو دار الاسلام مین ہی یا دو کافر حربی دو ملک کے
دار الاسلام مین مستامن ہین یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب مین اور تیسرا یہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دار الاسلام مین ساتھ اوس حربی
کے جو دار الحرب مین ہے اور یہ دونون ایک ہی ملک کے ہین اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلی دونو قسمین ہین نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہے خواہ اوسکے

ساتھہ اختلاف حقیقی ہو یا نہو اور امام شافعی کے نزدیک اگر یا ملک سے تو ذمی اور مستامن میں اور ذمی کے نزدیک توارث ہی اور قسم ثالث میں توارث نہیں اگر ہو
حقیقۃ وحکماً دونوں میں اختلاف دار کا حقیقۃ ہو چنانچہ حربی یا ذمی میں ہم یعنی حربی مرگیا دار الحرب میں اور اوسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو
ذمی اُس حربی کا وارث نہوگا اور اسیطرح اگر ذمی دار الاسلام میں مرگیا اور اوسکا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریۃ
من الکافی او حکماً کمستامن وذمی وکحربیین من دارین مختلفین کترکی وھندی لانقطاع العصمۃ فیما بینھم یا اختلاف دار کا حکماً ہو
چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا چنانچہ دو حربی دو ملکوں مختلف کے چنانچہ ترکی اور ہندی تو انمیں توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان اونکے ہم
لحربیین کو اگر اسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں میں ہیں تو یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ یہہ من قبیل اختلاف دارین کے ہی حقیقۃ تو اختلاف حقیقی
کی مثال میں اسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃ اور دو ملک
مختلف میں ہیں حکماً تو بہتر یہہ تھا کہ شارح بجای تحربیین کے کستامنین کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے ہی اس طور پر کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو
حلال جانتا ہی اور مار ڈالتا ہے جب اوسکو پاتا ہی تو اسمیں اس کلام کیطرف اشارہ ہی کہ جب دو ملکوں کے بادشاہ باہم عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو
دونوں دار مختلف نہیں ہیں یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہیں کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین بر خلاف مسلمین کے ہم یعنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار
مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق میں متحقق ہوتا ہی نہ مسلمین کے حق میں اسواسطے کہ اہل بغی اور
اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علحدہ ہو اور اہل عدل کا علحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہی تو اسلام کا حکم اون سبکو
شامل ہی تو انمیں تباین نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب تو دار الاحکام نہیں بلکہ دار قہر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق
ہوتا ہی انتہی اور در روم الشرر میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور تباعد اوسکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد
اسلام میں دو ایک ہی دار ہی شارع کی نظر میں چنانچہ کافر دو ایک دین باوجودیکہ نفس الامر میں کثرت سے ہیں ایک دین ہی شارع کی نظر میں کذا فی الطحطاوی
قلت وبقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والھدمی والقتلی کما سیجی میں کہتا ہوں اور منجملہ موانع ارث کے باقی رہ
گئی میں مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا
ہم یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مر گئے تو انمیں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہیں اسواسطے کہ
اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوای اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جسنے استیفاء ارث نہ
ہونے کو مانع کہا اوسنے غلطی کی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسایل اواکثر مبسوطۃ فی المجتبی منہا ارضعت صبیا مع ولدها
ثم ماتت ولا یدری ولدھا فلا توارث اور منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہی وارث کا اور یہہ جہالت پانچ مسئلوں میں یا زیادہ مفصل مذکور ہے مجتبی میں از انجملہ
یہہ مسئلہ ہی کہ دائی نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا اپنی لڑکے کے ساتھہ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اوسکا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکوں
میں سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا وکذا لو اشتبہ ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبرا فھما مسلمان ولا یرثان من ابویھما زاد فی المنیۃ
الا ان یصطلحا فلھما ان یاخذا المیراث بینھما اور اسیطرح اگر مشتبہ ہو جاوے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونوں لڑکے بالغ ہوں تو
وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث نپاوینگے اپنے باپوں کی منیہ میں اتنا زیادہ بیان کیا ہی مگر یہہ کہ دونوں لڑکے آپسمیں صلح کر لیں تو اونکو میراث لینا
جائز ہے آپسمیں نصانصف یا جسقدر پر صلح ہوئی ہم دونوں کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے ہی کہ الاسلام یعلو ولا یعلی صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انمیں
کی ہی ایک سے متجاوز نہیں مگر عدم تعیین مانع ہو پھر جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہنچا وہ تو اوسکا حق ہے اور جو دوسرے کو پہنچا وہ ہبہ ہوگا
مستحق کیجانب سے ثم بیّن ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانھا اصل الولاد لانھا تنشأ الاولاد پھر بعد موانع ارث کے ذوی الفروض
کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کر کے اسواسطے کہ زوجہ اصل ہی اولاد کی اسلئے کہ اسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

قولہ او ولد ابن وان سفل سو کہا مصنف نے تو معروض اور میں نے ایک زوجہ اور چند زوجات کیواسطے آٹھواں حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ
اگرچہ سافل ہو یعنی پوتا پر پوتا سر پوتا ہم ولد اور ولد الابن خواہ ذکر ہو خواہ انثے اسی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے بہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہے اولاد کے ساتھ
خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہوں تو آٹھواں حصہ آپس میں برابر بانٹ لیں گی بسبب عدم اولویت کے جیسے کذا فی الطحطاوی والربع لھا عند عدمھما
فللزوجات حالتان الربع بلا ولد والثمن مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجات کے دو حال ہیں یعنی ربع بلا
ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج فالثمن کما لو ادعی رجلان نکاح میتة وبرھنا ولم تکن فی بیت واحد منھم ولا دخل بھا فانھم
یقتسمون میراث زوج لعدم الاولویة مع احدھما ای الولد او ولد الابن اور زوج کا حصہ چوتھائی ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک
زوجہ ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردوں نے یا زیادہ نے دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت اُن مدعیوں میں سے کسی کے گھر میں نتھی
اور نہ کسی مدعی نے اُس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپس میں بانٹ لیں گی برابر عدم اولویت کی وجہ سے ہم اور اگر زوجہ زندہ کے نکاح کا چند مرد دعوی کریں
اور گواہوں سے ثابت کریں تو گواہیاں ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اُس مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اوسکے پاس نہو جسکی اوسنے تکذیب کی اور اوسنے
قربت بھی نکی ہو اور اگر دعوی میں تاریخ کا پس و پیش ہے تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہے کذا فی الطحطاوی والنصف له عند عدمھما فللزوج حالتان النصف
والربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوج کے دو حال ہیں نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وللاب والجد ثلث احوال الفرض
المطلق وھو السدس وذلک مع ولد او ولد ابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہیں فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا
ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند عدمھما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی فرض سے دونوں کے نہونے کے وقت یعنی جبکہ ولد اور ولد الابن
نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت والفرض والتعصیب مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی
یا پوتی کے ساتھ ہم باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لیگی اور جو باقی رہا اوسکو باپ یا دادا بطریق
عصوبت کے لیگا قلت وفی الاشباه الجد کالاب الا فی ثلث عشرة مسئلة خمس فی الفرائض وباقیھا فی غیرھا میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ دادا
باپ کی مانند ہے مگر تیرہ مسئلوں میں دادا باپ کی مانند نہیں پانچ مسئلے تو فرائض میں ہیں اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض میں ہیں ہم فرائض کے پانچ مسئلے
یہ ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲ یہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو
چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے ماں کو مابقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجای باپ کے دادا ہو تو ماں اوسکی جمیع مال کا ثلث پاویگی طرفین کے نزدیک ۳ یہ کہ بنی
اعیان اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہیں باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتی ہیں نہ صاحبین کے نزدیک ۴ یہ
کہ آزاد کرنیوالیکا باپ اوسکے فرزند کے ساتھ سدس ولا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کیواسطے یہ نہیں ہے بلکہ تمام ولا بیٹا لیگا دادا کو کچھ
نملیگا باقی اماموں کے نزدیک ۵ یہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنیوالیکا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کیواسطے مخصوص ہے اور صاحبین
نے کہا کہ دونوں مشترک ہیں اور اگر دادا کی بجای باپ ہوتا تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلوں کی یہ تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت
کی اقربا زید کیواسطے مثلا تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہوگا دادا اوسکا داخل ہوگا ظاہر الروایہ میں ۲ یہ کہ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب
ہوتا ہے نہ دادا پر ۳ یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنی ولد کی ولا کو اپنے موالی کیطرف کھینچیگا نہ دادا کے موالی کیطرف ۴ یہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہے اپنے
باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵ یہ کہ اگر زید مرگیا اولاد صغار اور مال چھوڑکر تو اوسکی ولایت زید کے باپکو ہے نہ زید کے دادا کو ۶ یہ کہ اگر
صغار کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت میں دونوں شریک ہیں اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجای
دادا کے باپ ہوتا تو اوسیکو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷ یہ کہ جب صغیر کا باپ مرگیا تو وہ یتیم ہوگیا دادا کے ہونیسے اوسکی یتیمی زائل نہیں ہوتی ۸ یہ کہ
اگر میت مرگیا اور اوسکی اولاد صغار ہے اور مال نہیں ہے اور میت کی ایک ماں ہے اور دادا تو نفقہ صغار کا ماں اور دادا پر ہے اسطرح کہ تہائی نفقہ

۱ بنی اعیان یعنی سگے بھائی بہن اور بنی علات یعنی سوتیلے بھائی بہن ۱۲

مان پر ہے اور دو تہائیان دادا پر اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تو تمام نفقہ اوسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ وَزادَ ابنُ المصنّف فی زواہرہ
اسرٰیہ من الفصولین ضمنَ الابُ مھرَ صبیتِہٖ فادّٰی یَرجع لو شَرط والّا لا ولو ولیًّا غیرہٗ او وَصیًّا رجع مطلقًا انتھی فقولہ او ولیًّا غیرہٗ
یعمُّ الجدَّ فیرجِعُ کالوصیّ بخلافِ الاَبِ اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنی حاشیہ اشباہ مین جسکا زواہر الجواہر نام ہی اشباہ کے تیرہ مسئلون پر ایک اور
مسئلہ زیادہ کیا ہی فصولین سے نقل کرکے وہ مسئلہ یہہ ہی کہ باپ نے اپنی طفل صغیر کے مہر کی ضامنی کی پہر مہر اوسکا اوا کیا اپنی مال سے تو صغیر کے مال سے مجرا لے
اگر اوسنے اداکیوقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نکیا ہو تو رجوع جائز نہین اور اگر باپکے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کرکے
مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقًا انتہے یعنی شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر باپ کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی
وصی کی مانند مطلقًا رجوع کریگا برخلاف باپکے وَلِلْاُمِّ ثلثۃُ احوالٍ السُّدُسُ مَعَ اَحدِھِمَا او مع اثنینِ مِنَ الاِخوۃِ او مِنَ الاَخَوَاتِ فصاعدًا
من ای جھۃٍ کانا ولو مختلطینِ اور مان کے تین حالات ہین چھٹا حصہ ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھہ یا دو بھائی یا دو بہنون کے ساتھہ بھائی بہن دو
ہون یا زیادہ کسی جہت سے ہون اگرچہ ملے جلے ہون ھ اگر ایک شخص مرگیا مان اور فرزند چھوڑکر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اوسکی مان کا حصہ
سدس ہی قال اللہ تعالٰے وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونونکو شامل ہے اور
ولد الابن کو بھی عام ہی اور اسپر اجماع ہی امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہی توریث اُم مین اور اسیطرح مان کا حصہ میت کے دو بھائیون کے ساتھہ
یا زیادہ یا دو بہنون کے ساتھہ یا زیادہ سدس ہی خواہ بھائی بہن سگے ہون یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہون یعنی ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلا اور
تیسرا مادری وَالثُّلُثُ عِنْدَ عَدَمِھِمْ اور مان کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہون یعنی بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن وَثُلُثُ
الباقی مَعَ الاَبِ وَاَحَدِ الزَّوجَینِ اور مان کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھہ ھ یہان دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے
کہ ایکعورت زوج کو اور مان باپ کو چھوڑکر مرگئی تو تقسیم چھہ سہم سے صحیح ہوگی نصف یعنی تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنی ایک سہم ماں کا اور باقی دو
سہم باپکے دوسری صورت یہہ ہی کہ ایک شخص مرگیا مان باپ اور زوجہ کو چھوڑکر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتہائی اور باقی مال کی تہائی
مان کی یعنی تین سہم اور باقی چھہ سہم باپکے ہرچند ماتن نے ان دونو حالتونکو آگے ذکر کیا ہی مگر شارح نے یہان ذکر کرکے اشارہ کیا کہ مان کے تینون حالات ایکجگہہ
متصل ذکر کرنا بہتر تہا متفرق بیان سے کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ مین بجائے باپکے دادا ہو تو عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ مان کو جمیع مال کا ثلث ملیگا
انتہے وَالسُّدُسُ لِلجَدَّۃِ مطلقًا کانت اُمَّ اُمٍّ او اُمَّ اَبٍ اور سدس حصہ ہی جدہ کا مطلقًا خواہ جدہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو یعنی نانی اور دادی دونو
جدہ صحیحہ ہین اپنے ناتی اور پوتے کے متروکہ سے چھٹا حصہ پاوینگی فصاعدًا یَشترِکْنَ فیہ اذا کُنَّ ثابتاتٍ ای صحیحاتٍ کالمذکورتینِ فانّ الفاسدۃَ
مِنْ ذوی الارحامِ کما سیجیٔ مُتَحاذیاتٍ فی الدَّرجۃِ لانّ القُربٰی تَحجُبُ البُعدٰی مطلقًا کما سیجیٔ ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی
سدس مین جبکہ جدات ثابتات یعنی جبکہ جدات صحیحہ ہون چنانچہ دو جدہ مذکور ہوچکین اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام مین سے نہ ذوی الفروض مین
چنانچہ اوسکا ذکر ذوی الارحام مین آویگا اور دوسری شرط میراث جدات مین یہہ ہے کہ جمیع جدات درجہ مین متساوی اور برابر ہون اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ
بعیدہ کی حاجب ہوتی ہی مطلقًا خواہ جدہ قریبہ حاجبہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو اور اسیطرح جدہ بعیدہ محجوبہ خواہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو چنانچہ
اسکا بیان باب الحجب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ھ اکمل نے شرح سراجیہ مین کہا کہ ہر شخص کی دو جدہ ہوتی ہین ایک ان کی مان اور دوسری باپ کی مان اسی
طرح اوسکے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم وحوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہین صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہی جسکی نسبت الی المیت مین ایک نانا
دو ماؤن مین نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہی کہ دو ماؤن کے مابین مین باپ داخل ہو اسواسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھہ نانا کہتا ہو بواسطہ عورت کے
وہ جد فاسد ہی انتہی چنانچہ نانا یعنی مان کا باپ تو نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہی اسواسطے کہ دو ماؤن مین یعنی میت کے مابین اور نانا کے مابین نانا واسطہ واقع ہوا
معلوم ہونا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہی اور جدات کے سدس کی دلیل یہہ روایت ہی کہ ایک شخص کی نانی یعنی ان کی مان صدیق اکبر کے پاس آئی اور

بولی کہ میرے نواسے کا حصہ مجھکو دیجئے صدیق نے جواب دیا کہ مین تیرا حصہ کتاب اللہ مین منصوص نہین پاتا ہون اور تیری میراث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھہ نہین سنا ولیکن مین اصحاب سے مشورہ کرتا ہون پہر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہے پہر اوس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی مان آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھکو دیجئے تو صدیق نے کہا کہ مین کتاب اللہ اور حدیث مین تیرے واسطے کچھہ حصہ نہین پاتا ولیکن مجھکو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونون مین مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اوسیکا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل ملخصا والسدس لبنت الابن فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیون کا ایک بیٹی کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے ۱۲ جب کہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو اُن لوگونکو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہین خواہ ہمیشہ جیسا کہ جدہ یا بعض صورتین جیسے پوتیان اور پوتیون کے چھہ حالات ہین تین حال تو بیٹیون کی مانند ہین یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیون کو یا زیادہ کو دو تہائیان اور اگر پوتیون کے ساتھہ اونکا بھائی بھی ہو تو بھائی اونکو عصبہ کر دے گا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیونکو مخصوص ہین از انجملہ ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھہ ملیگا دوسرا حال یہہ کہ دو یا زیادہ بیٹیون کے ساتھہ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر اونکے ساتھہ بھائی ہوگا درجہ مین برابر یا اسفل تو اونکو عصبہ کر دیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہو انمین سے اور تیسرا حال یہہ ہے کہ فرزند صلبی سے سب پوتیان ساقط ہو جاتی ہین اور یہہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہین ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پہر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جاے کذا فی الطحطاوی والسدس للاخت لاب فاکثر مع الاخت الواحدۃ لابوین تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنون کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے ۱۲ یعنی اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھہ ہے تو نصف متروکہ سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنون کے پانچ احوال ہین اور یہی پانچون احوال سوتیلی بہنون کے بھی ہین پہلا حال یہہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہہ کہ دو سگی بہنین ثلثین پاوینگی تیسرا یہہ کہ اگر انکے ساتھہ بھائی سگا ہوگا تو اونکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہہ کہ بہنین بیٹیون کے ساتھہ عصبہ ہو جاتی ہین لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اجعلوا البنات مع الاخوات عصبات پانچوان یہہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنین ساقط ہو جاتی ہین بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونیسے بھی ساقط ہو جاتی ہین اور سوتیلی بہنون کے دو حال اور بھی زیادہ ہین تو سوتیلیون کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھہ سدس پاتی ہے چنانچہ ماتن نے اوسکو بیان کیا اور ساتوان حال یہہ ہے کہ اگر سگی دو بہنین یا زیادہ ہون تو سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین مگر یہہ کہ اونکے ساتھہ بھائی ہو تو اونکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھہ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنین ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی والسدس للواحد من ولد الام والثلث لاثنین فصاعدا من ولد الام ذکورھم کاناثھم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے مان کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے مان کی اولاد سے مرد اونکے عورتونکے برابر ہین حصے مین ۱۲ اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہین جنکی مان ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اوس سے حامد پیدا ہوا پہر زید کے بعد خالد سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئی تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہین طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنون کے تین حال ہین ایک حال یہہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہین تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونیسے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ اونکی میراث ضعیف ہے خواہ جنس کیوجہہ سے انتہے والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس مما مر اور تہائی مان کیواسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہون جنکے ساتھہ مان کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ انسے نہونگی تب مان کو تہائی ملیگی ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین کما قدمنا اور مان کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین شرح مین وذلک فی زوجۃ وابوین وزوج وام فلہا حینئذ الربع اور یہہ یعنی تہائی مان کی زوجہ اور والدین مین ہے تو اسصورت مین درحقیقت مان کیواسطے جو تہائی ہے ۱۲

اُم کا لفظ بیان زیادہ کرنا اور اسکے مسئلہ میں بھول چوک ہی شارح کی اسواسطے کہ ام تو ابوین میں داخل ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ نہیں کیا ثلث مالبقی ربع ہی کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گذر گیا کہ اگر زوجہ مرگیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اوسکی قسمت بارہ سہم سے ہیم ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنی تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنی نو سہم کی تہائی ماں کی ہی سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنی بارہ سہم کی چوتھائی ہیں اور ترفیہ وآبوین ف

اُمّ فلھا حینئذٍ السّدسُ یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوجہ اور والدین میں تو اسوقت میں درحقیقت ماں کیواسطے سدس ہے ھ یہہ صورت بھی ترجمہ میں ذکر ہو چکی کہ اگر زوجہ مرگئی زوجہ اور والدین کو چھوڑکر تو قسمت اسکی چھہ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنی تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہم کی ایک سہم تو ایک سہم کل مال کا سدس ہی یہان اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اوسکو ثلث کیون کہا شارح نے اسکا جواب قول آیندہ میں دیا وسمّی ثلثاً تادّباً مع قولہ تعالیٰ وَوَرِثَہٗٓ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھہ (وَوَرِثَہٗٓ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ) یعنی اگر میت کا ولد نہو اور اوسکے والدین اوسکے وارث ہون تو اوسکی ماں کیواسطے تہائی ہی باپ کا حصہ اسواسطے بیجا ذکر نفرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے اور ماں کا حصہ معین کردیا تو معلوم ہوگیا کہ باقی مال باپ کا ہی وعلےٰ ہذالائق یون ہی کہ ماں کا حصہ جب کہ والدین کے ساتھہ احد الزوجین ہون ثلث مالبقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اسمین تفضیل انثی کی اوس ذکر پر لازم آتی ہے جو اوسکی برابر ہے جہت اور قرب میں اور یہہ موضوع شرعی کے مخالف ہی کذا فی تفسیر البیضاوی ملخصًا والثّلثانِ لکلّ اثنینِ فصاعدًا ممّن فرضُہ النصفُ وھو خمسۃٌ البنتُ وبنتُ الابنِ والاختُ لابوینِ والاختُ لابٍ فی الزوجِ الّا الی الزوجِ لانّہ لا یتعدّد ثلثین یعنی دو تہائیان اُن دو شخصون یا زیادہ لوگون کی ہین جنکا فرض حصہ نصف ہی وہ پانچ ہین بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کیواسطے ثلثین نہین اسواسطے کہ اوسمین تعدد اور کثرت نہین ھ یعنی زوج کے حق مین وہ تہائیون کا تحقق نہین ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہین مگر متعدد اشخاص جو کہ انفرد کیحالتین نصف کے وارث ہوتے ہین فائدہ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فروض مقدرہ کلام مجید مین چھہ ہین نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہی زوج کا فرض ہی جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا فرض ہی اور بنت الابن کا فرض ہی جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہی اور سوتیلی بہن کا فرض ہی جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہی زوج کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہی یعنی ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے دو صلبی بیٹیونکا یا زیادہ کا فرض ہی اور دو پوتیون یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہی اور سوتیلی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہی جبکہ سگی بہن نہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہی ماں کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور دو بھائی بہن نہ دو بہنین اور اولاد مادری کا فرض ہی دو ہون یا زیادہ ذکور ہون یا اناث اور سدس سات اصناف کا فرض ہی باپ کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسی طرح فرض ہی جبکہ میت کا باپ نہو اور ماں کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور دو بھائی بہن یا دو بہنین اور جدہ صحیحہ کا فرض ہی خواہ ایک ہو یا چند جدات اسوقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھہ تکملۃً للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہی سگی بہن کے ساتھہ تکملۃً للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریۃ عن خزانۃ المفتین

فصلٌ فی العصبات

یہہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں ھ عصبات جمع ہی عصبہ کی اور عصبہ مطلقاً لغت میں عبارت ہی محیط الشی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہین کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصًا اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصباتُ النسبیۃُ ثلثۃٌ عصبۃٌ بنفسہ وعصبۃٌ بغیرہ وعصبۃٌ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم ہین عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ھ شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم میں اسواسطے منحصر ہوئی کہ اگر ثبوت عصوبت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہین تو وہ عصبہ بنفسہ ہی یعنی بذات خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہی اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہی تو اگر عصوبت میں یہہ غیر بھی اوسکا شریک ہی تو وہ عصبہ بغیرہ ہی اور اگر غیر اوسکی ساتھہ شریک نہین ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے فالعصبۃُ بنفسہ وھو کلُّ ذکرٍ فالانثی لا تکون عصبۃً بنفسِھا بل بغیرِھا ومعَ غیرِھا لم یدخلْ فی نسبتہِ الی المیتِ انثی فانْ دخلتْ لم یکنْ عصبۃً کولدِ الامّ فانّہ ذو فرضٍ وکابِ الامّ و

ابن البنت فانہما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہے جسکے رشتہ مین میت کیطرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے عورت نکل گئی
کہ وہ عصبہ بنفسہا نہین ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پہر اگر نسبت الی المیت مین عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ مادری بہائی کہ وہ صاحب
فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ مان کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنی نانا اور ناتی اسواسطے کہ وہ دونون ذوی الارحام سے ہین نہ صاحب فرض ہین نہ عصبہ ما ابقتہ
الفرائض ای جنسہا عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہے اُس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنی جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا اُس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ
چند اہل فروض ہون یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اوسکی تفسیر بلفظ جنس کرکے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی وعند
الانفراد یحوز جمیع المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفرادا اور تنہائی کیحالت مین تمام مال کو لیتا ہے ایک جہت سے یعنی اگر اہل فروض نہون فقط عصبہ
بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا فقط ایک عصوبت کی جہت سے منح انفار مین سے جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بہی سب
مال لیتا ہے جبکہ اوسکے ساتہہ عصبہ نہو اسلئے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنیکے تو ایک جہت سے
اوسنے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے برخلاف عصبہ بنفسہ کے کہ وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بانفسہم اربعۃ اصناف جزء
المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم ہین میت کا جز پہر میت کی اصل پہر میت کے باپ
کا جز پہر میت کے دادا کا جز ہم میت کا جز چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جز چنانچہ بہائی اور بہتیجا اور
میت کے دادا کا جز چنانچہ چچا اور اوسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات مین زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم
ہوگی پہر اوسکے بعد اوس سے جو فروتر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت
کا جز مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا بیٹا پہر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنی پرپوتا اور پوتے کا پوتا ہم اکمانے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنی میراث
مین نقلاً اور عقلاً ثابت ہے دلیل نقلی تو قران مجید مین موجود ہے یعنی باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہین کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت
کے پاوے اور دلیل عقلی یہہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف مال مین اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کیواسطے تو مقتضا
اسکا یہہ ہے کہ اوسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اوسکے باپ کو نہ پونہچے لیکن نص قرانی سے بمقدار حصہ پدری کے اوسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی باپ
مین اوسکی خواہش دلی کو باقی رکہا کذا فی الطحطاوی ملخصا ثم اصلہ الاب پہر فرع کے بعد اصل میت یعنی باپ مقدم ہوگا یعنی اگر میت کا بیٹا
یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہین ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر ترکہ لیگا ویکون مع البنت فاکثر عصبۃ وذا سہم کما مر اور باپ ایک
بیٹی یا زیادہ کے ساتہہ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح مین مذکور ہوچکا اہل فروض کے بیان مین ہم طحطاوی نے کہا بہتر یون تہا
کہ مصنف اس مسئلہ کو اہل فروض مین فرض پدری کے ساتہہ ذکر کرتا شارح کی مانند ثم الجد الصحیح وہو اب الاب وان علا پہر باپ کے بعد
جد صحیح مقدم ہے یعنی باپ کا باپ جسکو دادا کہتے ہین اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا سردادا اسکے بعد ذلک واما اب الام ففاسد
من ذوی الارحام اور مان کا باپ تو جد صحیح نہین بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام مین داخل ہے نہ عصبات مین ثم جزء ابیہ الاخ لابوین
ثم لاب پہر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنی سگا بہائی میت کا مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلا بہائی مقدم ہے بہتیجون پر ثم ابنہ لابوین ثم
لاب وان سفل پہر بہائی کے بعد سگے بہائی کا بیٹا مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلے بہائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو یعنی بہتیجے کا
بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوۃ عن الجد وان علا قول ابی حنیفۃ وہو المختار للفتوی خلافا لہما والشافعی قیل وعلیہ الفتوی تاخیر بہائیون کی دادا سے
اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابو حنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضون نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے
یعنی بہائی مقدم ہین دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہے ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پہر بہائیون کے بعد دادا کی اولاد یعنی سگا چچا
مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پہر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

چچیرے بھائی سافل ہون اعمام پدری سے مقدم ہین ثُمَّ عَمُّ الْاَبِ پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکا سوتیلا چچا ہے ثُمَّ
اِبْنُهٗ پھر اعمام پدری کے بعد باپکے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اوسکے بعد باپکے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثُمَّ عَمُّ الْجَدِّ
پھر بنے اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثُمَّ اِبْنُهٗ كَذٰلِكَ وَاِنْ سَفَلَ پھر جد کے اعمام کے بعد انکا بیٹا اسیطرح
مقدم ہے یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہون کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط م اور اگر ایکدرجہ کے عصبات
کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ انپر باعتبار اونکے ابدان کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اونکے اصول کے مثلا میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہین یا ایک
بھتیجا بھائی سے اور دس چچیرے بھائی اور ہین تو مال کے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فَاَسْبَابُهَا
اَرْبَعَةٌ بُنُوَّةٌ ثُمَّ اُبُوَّةٌ ثُمَّ اُخُوَّةٌ ثُمَّ عُمُوْمَةٌ تو بیان سابق سے معلوم ہوگیا کہ عصوبت کے چار سبب ہین بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وَبَعْدَ تَرْجِيْحِهِمْ
بِقُرْبِ الدَّرَجَةِ يُرَجَّحُوْنَ عِنْدَ التَّفَاوُتِ بِاَبَوَيْنِ وَاَبٍ كَمَا مَرَّ بِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ فَمَنْ كَانَ لِاَبَوَيْنِ مِنَ الْعَصَبَاتِ وَلَوْ اُنْثٰى كَالشَّقِيْقَةِ مَعَ الْبِنْتِ
تُقَدَّمُ عَلَى الْاَخِ لِاَبٍ مُقَدَّمٌ عَلٰى مَنْ كَانَ لِاَبٍ اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ اونمین تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا
ترجیح ویکجائی سے قرابت کے قوی ہونے کیوجہ سے سو عصبات مین سے جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے
سگی بہن بیٹی کے ساتھہ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر م درجہ سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم مین اول جہت معتبر ہے تو جزئیت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر
مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبون مین سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت مین بیٹا اور پوتا ایک سا ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب
ہے تو اب تقدیم قرب کیوجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ قرب مین بھی عصبات برابر ہون تو اب تقدیم مین قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہان بیان کیا ہے
اور قرابت کی قوت پائی نہین جاتی مگر بھائیونمین اور بھتیجون اور چچون مین اور چچیرے بھائیونمین اور فروع اور اصول مین قوت قرابت کی یعنی سگی اور سوتیلے کا
اعتبار نہین ہوسکتا اور چونکہ یہہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور اونکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھہ بمحل ہے
کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہین بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہہ جواب ہوسکتا ہے کہ اُسکا بھائی العصبۃ بنفسہ ہے تو اُسکی ذیل مین بہن کی بھی قوت قرابت کو مذکور کردیا
کذا فی الطحطاوی ملخصا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَعْيَانَ بَنِي الْاُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِي الْعَلَّاتِ ترجیح مذکور کی دلیل یہہ حدیث ہے رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث ہوتے ہین نہ سوتیلی ماؤن کے فرزند م یہہ حدیث ترمذی مین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث
مذکور کا یہہ ہے الرَّجُلُ يَرِثُ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ دُوْنَ اَخِيْهِ لِاَبِيْهِ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہے اپنے سگے بھائیکا نہ سوتیلے بھائیکا وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ عِنْدَ الْاِسْتِوَاءِ فِي
الدَّرَجَةِ يُقَدَّمُ ذُو الْقَرَابَتَيْنِ وَعِنْدَ التَّفَاوُتِ فِيْهَا يُقَدَّمُ الْاَعْلٰى اور خلاصہ کلام یہہ ہے کہ درجہ برابر ہونیکے نزدیک دو قرابت والیکی تقدیم ہوتی
ہے اور درجہ مین تفاوت ہونے سے اعلے یعنی اقرب مقدم ہوتا ہے م برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ وہ دو
طرحسے قرابت رکھتا ہے باپکی طرفسے بھی اور ماں کیطرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کیطرفسے یا ماں کیطرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال
چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگی بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثُمَّ شَرَعَ فِي الْعَصَبَةِ بِغَيْرِهٖ فَقَالَ وَيَصِيْرُ عَصَبَةً بِغَيْرِهِ
الْبَنَاتُ بِالْاِبْنِ وَبَنَاتُ الْاِبْنِ بِاِبْنِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلُوْا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ بغیرہ ہوجاتی
ہین بیٹیان بیٹونکے ہونے سے اور پوتیان عصبہ بغیرہ ہوجاتی ہین پوتونکے ہونے سے اگرچہ درجات مین سافل ہون م بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید
دلیل ہے (يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ) یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد مین وصیت کرتا ہے مرد کیواسطے دو عورتون کے حصہ کے برابر یعنے
اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیان ہین تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم ہر ایک
بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلے ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پا دیگا جسقدر کہ بیٹیان اور بیٹے ہون اسیطرح بہنین اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے وَالْاَخَوَاتُ
لِاَبَوَيْنِ اَوْ لِاَبٍ بِاِخْوَتِهِنَّ اور سگی سوتیلی بہنین عصبہ بغیرہ ہوجاتی ہین اپنی بھائی کی ہونیسے م اور بہنون کا عصبہ ہونا اپنی بھائیون کی ہونیسے

حق تعالےٰ کے کلام سے ثابت ہو اِنْ کَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَهُنَّ اَرْبَعٌ ذَوَاتُ النِّصْفِ وَالثُّلُثَيْنِ يَصِرْنَ عَصَبَةً بِاِخْوَتِهِنَّ تو عصبہ بغیرہ چار عورتین ہین نصف اور ثلثین کے حصے والیان وہ عصبہ ہو جاتی ہین اپنے بہائیون کے ہونیسے ھ اور جس عورت کا حصہ فرض نہین اور اوسکا بہائی عصبہ ہو تو وہ اپنی بھائی کے ہونیسے عصبہ نہین ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہون یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچہہ ملیگا اور یہی حال ہے ابن العم کا بنت العم کے ساتھہ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھہ کذا فی الطحطاوی وَلَوْ حُكْمًا كَابْنِ ابْنٍ يُعَصِّبُ مَنْ مِّثْلَهُ اَوْ فَوْقَهُ اگرچہ بہنونکا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کر دیتا ہی اپنی برابر کی درجہ والی بہن کو یا اوس بہن کو جو اوس سے اونچی درجہ والی ہو ھ عصبہ بغیرہ مین بھائی سے مراد وہ ہی جو برادر حقیقی اور حکمی دونونکو عام ہو سو حقیقی برادر تین مین ہوتا ہی بنت صلبی اپنی بھائی کے ساتھہ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھہ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے ساتھہ اور برادر حکمی بنات الابن مین ہوتا ہی تو پوتا اپنی بہنونکو عصبہ کر دیتا ہی اور چچیری بہنونکے جو درجے مین برابر ہین اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہی جو اونسے اسفل ہے درجہ مین تو انمین سے اُس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہی جسکا کچھ حصہ نہین چنانچہ مسئلہ تشبیب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ثُمَّ شَرَعَ فِي الْعَصَبَةِ مَعَ غَيْرِهٖ فَقَالَ وَمَعَ غَيْرِهٖ الْاَخَوَاتُ مَعَ الْبَنَاتِ اَوْ بَنَاتِ الْابْنِ لِقَوْلِ الْفَرَضِيِّيْنَ اجْعَلُوا الْاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً وَالْمُرَادُ مِنَ الْجَمْعَيْنِ هُنَا الْجِنْسُ پھر مصنف نے عصبہ مع غیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنین ہین بیٹیون کے ساتھہ یا پوتیون کے ساتھہ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنون کو بیٹیون کے ساتھہ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونون جمعون سے جنس مراد ہے ھ سراجیہ اور اوسکی شروح مین اِجْعَلُوا الْاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً کو حدیث کہا ہی واللہ اعلم چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھہ بھی عصبہ ہوتی ہے اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکی خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اوسکا جواب دیا کہ جمع پر الف لام جنس کا ہی تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وَعَصَبَةُ وَلَدِ الزِّنَا وَوَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ مَوْلَى الْاُمِّ اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ اونکی مان کا مولی ہے ھ ولد الملاعنہ یہہ کہ ایکعورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اوسکی زوج نے کہا کہ یہہ میرا بیٹا نہین ہے پھر باہم لعنت کرکے زوجین مین فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اوسکی مان کے ساتھہ ملایا تو وہ اوس شخص کی مانند ہو گیا جسکو باپ کیجانب سے کچھہ قرابت نہین تو اب یہہ واجب ہوا کہ اوسکی مان کے موالی اوسکے وارث ہون اور وہ انکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مرگیا اور اوسنے ایک بیٹی اور مان اور ملاعن کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور مان کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور مان کو دیا جاویگا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اوسکا باپ ہی نتھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولی سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونون مولے ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولے کے قرابت دار اوسکی میراث مین باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کی قرابتدار ہین اور اگر ایک مولے مرگیا تو دوسرا باقی مولے ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقى اَلْمُرَادُ بِالْمَوْلٰى مَا يَعُمُّ الْمُعْتِقَ وَالْعَصَبَةَ لِيَعُمَّ مَا لَوْ كَانَتِ الْاُمُّ حُرَّةَ الْاَصْلِ كَمَا بَسَطَهُ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ لِاَنَّهُ لَا اَبَ لَهُمَا اور متن مین مولی سے مراد وہ ہے جو آزاد کرنیوالے اور عصبہ دونونکو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی مان حرہ اصلی ہو تو اوسکو بھی شامل رہی چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو شرح بیان کیا ہی مان کا مولے اسواسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہین ہے یعنی شرعاً اونکا کوئی باپ نہین جس سے اونکا نسب ثابت ہوا ور وہ اوسکے وارث ہون اگرچہ واقع مین ولد بدون والد کے نہین ہوتا مگر بطریق خرق عادت وَيَفْتَرِقَانِ فِيْ مَسْئَلَةٍ وَّاحِدَةٍ وَهِيَ اَنَّ وَلَدَ الزِّنَا يَرِثُ مِنْ تَوْاَمِهٖ مِيْرَاثَ اَخٍ لِاُمٍّ وَوَلَدُ الْمُلَاعَنَةِ يَرِثُ مِنْ تَوْاَمِهٖ مِيْرَاثَ اَخٍ لِاَبَوَيْنِ اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ مین جدائی رکھتے ہین وہ مسئلہ یہہ ہی کہ ولد الزنا اپنے توأم سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توأم سے سگی بھائی کی میراث پاتا ہے وَيُخْتَمُ الْعَصَبَاتُ بِالْعَصَبَةِ السَّبَبِيَّةِ اَيِ الْمُعْتِقِ پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی پر کرتی ہین یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا آزاد کرنیوالا ھ مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنیوالا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

مین واقع ہوا تو ادسمین اور باقی عصبات مین کوئی اور وارث نہین تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور رد کیلئے ذوی الفروض پر بھی مقدم ہی اور یہی قول ہی علی مرتضی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہے ذوی الارحام سی اور اسیطرح جمہور کا قول ہے اور فریقین کی دلائل مطولات مین مذکور ہین ثم عصبته بنفسه علی الترتیب المقدم لقوله صلی اللہ علیه وسلم الولاء لحمة کلحمة النسب پہر مولے العتاقه کے بعد اُسکا عصبہ بنفسہ ہی بنابر ترتیب مقدم کے اِس حدیث کی دلیل سی کہ ولا قرابت ہی نسب کی قرابت کے مانند ھ عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہی اوسکے عصبہ سببی پر یعنی آزاد کرنیوالیکا آزاد کرنیوالا موخر ہی عصبہ نسبی سی اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہی پہر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پہر باپ معتق کا پہر اوسکا دادا اگرچہ عالی ہوا الے اخر التفصیل پہر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پہر اوسکی عصبات معلوم کرنا چاہیئے کہ آزاد کرنیوالے کی میراث غلام آزاد نہین پاتا جمہور کے نزدیک خلافا لاسحٰق بن راہویہ والحسن بن زیاد اور اِس حدیث مین الولاء لحمة کلحمة النسب ولا سی مراد ولاء عتاقہ ہی نہ ولاء میراث یعنی ولا عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطا واذا ترک المعتق اب مولاه وابن مولاه فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ غلام آزاد مرگیا اپنے مولے کا باپ اور بیٹا چھوڑکر تو سب مال مولے کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہے او ترک جده ای جد المولی واخاه فهو للجد علی الترتیب المتقدم وقالا بینهما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولے کا دادا اور اوسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنابر اُس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ مین مذکور ہو چکی اور صاحبین نے کہا کہ دونون کے مابین مین مال مقسوم ہوگا میراث کی مانند ولیس ههنا عصبة بغیره ولا مع غیره لقوله علیه الصلوة والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث[1] اور یہان یعنی ولاء عتاقت مین عصبہ بغیرہ نہین اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیه الصلوة والسلام کے کہ عورتونکو ولا مین سی کچھ حصہ نہین مگر اُس غلام کا ولا ہی جسکو عورتون نے آپ آزاد کیا الے آخر الحدیث ھ عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتین ہوتی ہین لہذا وہ ولاء عتاقت مین بموجب حدیث کے بیدخل ہین اور یہہ حدیث ٹکڑا ہی اُس حدیث طویل کا جو سراجیہ مین مذکور ہے وهو وان کان فیه شذوذ ولکنه تأکد بکلام کبار الصحابة فصار بمنزلة المشهور کا تبسطه السید وا قره المصنف اور یہہ حدیث مین اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہوگئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اوسکو مشرح بیان کیا ہی اور مصنف نے اوسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی ھ شاذ وہ حدیث ہی جسکو ثقہ راوی اور راویون کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت مین راوی متفرد ہوا تو اوسکو نظر کرنا چاہیئے اگر اوسکی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو اُس سی زیادہ تر حافظ اور ضابط ہے تو اُسکی روایت شاذ مردود ہی یعنی قبول کرنیکے لائق نہین ہی اور اگر اوسکی روایت ثقات کے مخالف نہین ہی تو اگر اُس راوی کی حفظ اور اتقان پر اعتماد ہی تو وہ مقبول ہی اوسکا انفراد صحت حدیث مین قادح نہین اور اگر اوسکی حفظ و اتقان پر اعتماد نہین تو اوسکی حدیث خارج ہی حدیث صحیح سی اور حدیث مشہور وہ ہے جو قرن اول مین آحاد ہو پہر قرن ثانی اور بعد اوسکی متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہین تو اونکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہی جصاص نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہی حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتونکو ولا مین کچھ نہین کذا فی الطحطاوی

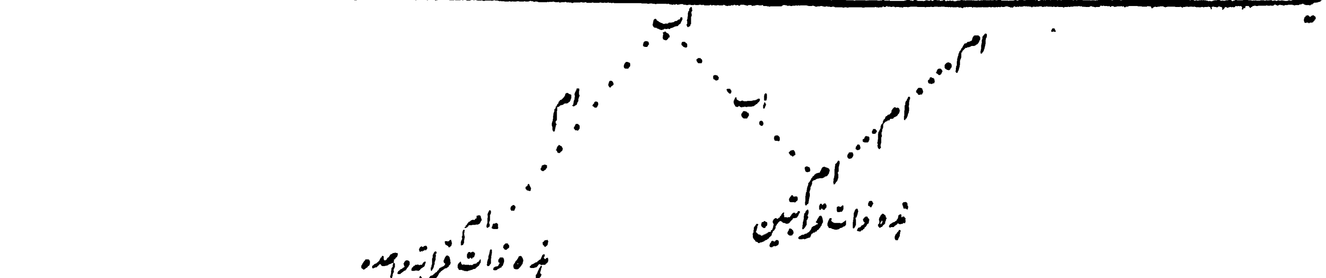
ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحرم ستة من الورثة بحال البتة الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان پہر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ چھہ وارث کسی حالت مین محروم میراث سی نہین ہوتے البتہ یعنی یقینا باپ اور مان اور بیٹا اور بیٹی یعنی والدین اور ولدین اور زوج اور زوجہ ھ باپ کیواسطے یا سدس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور مان کا سدس ہی یا ثلث کل ہی یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ ہے اور بیٹی تین حال سی خالی نہین اوسکا یا نصف ہی یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہی یا ربع ہے ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہی یا ثمن ہمیشہ وفریق یرثون بحال ویحجبون حجب الحرمان بحال اخری وهم غیر هؤلاء الستة سواء کانوا عصبات او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہین جو ایک حالمین تو وارث ہوتے ہین اور دوسری حالمین بالکل محجوب ہوتے ہین اور وہ فریق سوائے ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہین خواہ وہ عصبات ہون یا ذوی الفروض ھ عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور علاتی بہنین

[1] پوری حدیث یہ ہے یون ہے لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقهن او معتق معتقهن ١٢

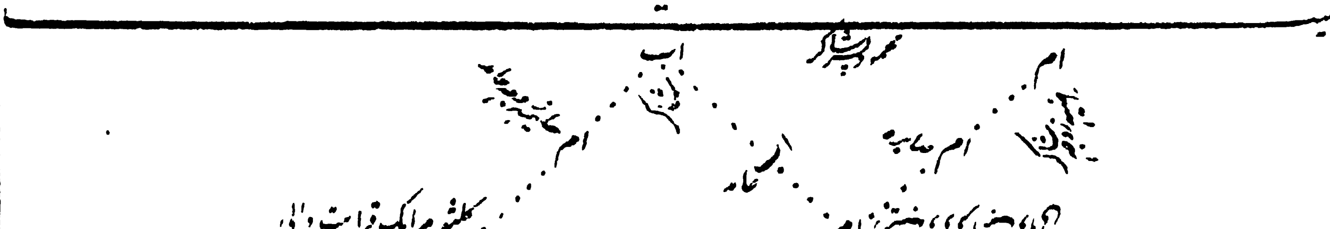
وهو مبنى على اصلين اور حجب کی بنا دو اصلون پر ہے یعنی محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدون کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن ترتیبون مین دونون اصلین یا
ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہوگی والا وارث ہوگی احدهما ان يحجب الاقرب من سواهم الابعد لما مرّ انه يقدم الاقرب فالاقرب
اتحد فى السبب ام لا ایک اصل یہ ہے کہ اونکے سوا جو کبھی محروم نہین ہوتے اور وارثون مین سے قریب تر بعید تر کو محجوب کردیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب
فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونون قرابتین سبب ارث مین متحد ہون یا نہون ف یعنی حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانیسے تو اقرب ابعد کا حاجب
ہوتا ہے چنانچہ عصبات مین مذکور ہو چکا کہ میت کا جز میت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنی فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب
(میت کا بیٹا ہی)
ہے وعلے ہذا القیاس ذوی الفروض مین اقرب ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبيتين اور سوتیلی بہنین سگی بہنون کے
ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والثانی ان من ادلى بشخص لا يرث معه كابن الابن لا يرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل
یہ ہے کہ جسکی قرابت لگی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اوس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہین ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنی پوتے کی قرابت دادا
سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا ولد الام فيرث معها لعدم استغراقها التركة كلها اصلها مگر مادری بھائی ماں کے
ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام متروکہ کو نہین پاتی ایک جہت سے ف یعنی ہرچند میت کی قرابت مادری بھائی سے بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضای اصل ثانی یہ تھا
کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث نہوتا مگر اوسکی وراثت اسوجہ سے ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستغرق نہین ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض
اور عصبات مین سے کوئی باقی نہین سوای ماں کے تو اب وہ تمام متروکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً ورداً والمحروم كالابن الكافر او القاتل لا يحجب
عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہین ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ف جب محروم مین صلاحیت میراث کی
نرہی تو وہ استحقاق ارث مین میت کی مانند ہوگیا تو اسیطرح حق حجب مین وہ بمنزلہ میت کے ہے بفوات الميت کیوجہ سے ويحجب المحجوب اتفاقا كام الاب تحجب
بالاب وتحجب ام الام بالام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعودؓ کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے ہونے
سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو وكالاخوة والاخوات فانهم يحجبون بالاب حرمانا ويحجبون الام من الثلث الى السدس حجب
نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنین کہ وہ محجوب ہوتی ہین باپ کے ہونیسے حجب حرمان کر یعنی بالکل محجوب ہوجاتی ہین اور بھائی بہنین ماں کی حاجب ہوتی ہین
ثلث سے سدس تک حجب نقصان کر یعنی بالکل حاجب نہین ہوتی بلکہ حصہ کم کردیتی ہین کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے
اور دوسری حجب نقصان کی ويختص حجب النقصان بخمسة بالام وبنت الابن والاخت لاب والزوجين اور حجب نقصان پانچ شخصونکو خاص
ہوتا ہے ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور شوہر کو ف ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک لڑکا یا ولد الابن کے ہونیسے یا دو بھائی یا دو بہنونکے ہونیسے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونیسے نصف سے
سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونیسے نصف سے سدس تک اور شوہر محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے
كذا فى الطحطاوى ويسقط بنو الاعيان وهم الاخوة والاخوات لاب وام بثلثة بالابن وابنه وان سفل وبالاب اتفاقا وبالجد عند
ابی حنیفة رحمه الله تعالى اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنین ساقط ہوجاتی ہین تین شخصونکے ہونیسے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا
باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ف برادران عینی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت سے ہے اور بعضی مصنفین
نے مصنف کی مانند فروض کو اور اونکی مستحقونکو ذکر کیا اور بعض وارثون کے سقوط کا حال حجب مین بیانکیا اسی مناسبت کیوجہ سے اور بعضون نے چنانچہ صاحب
سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اوسکی ذکر کیوقت بیان کردئے تو باب الحجب مین حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نرہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے
حالت سقوط بھی مقدم مذکور ہوچکی کذا فی الطحطاوی وقالا يقاسمهم على اصول زيد ويفتى بالاول وهو السقوط كما هو مذهب ابى حنيفة و
اصول زيد مبسوطة فى المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیون سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوی دیگیا ہے
اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونیکا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہیہ مین شرح مذکور ہین ف منح الغفار مین اصول زید یون

مذکور ہین کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کی برابر ہے اور نسے برابر مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہووے اگر
ثلث سے کم ہوگا تو اوسکے لئے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائیان بھائیونمین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہے تو متروکہ
انہین نصفانصف ہوگا اسواسطے کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بہائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہین تو تہائی
مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بہائیونمین منقسوم ہوگا اسواسطے کہ اسصورتمین مقاسمہ سے جو تہائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تہائی سے کم ہے اور اگر جد
اور بہائیونکے ساتھ کوئی صاحب فرض ہے تو اوسکو فرض دیا جاویگا پہر تامل کیا جاویگا کہ جد کے لئے تین حالات سے کون حال بہتر ہے مقاسمہ یا ثلث مابقی یا سدس
تو جو انمین سے اوسکے حق مین بہتر ہو گا وہ اوسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الوہبانیۃ ع
وما اسقطا اولاد عین وعلۃ + وقد اسقط النعمان وہو المحرر اور وہبانیہ مین ہے اور صاحبین نے سگے بہائیون اور سوتیلے بہائیونکو دادا کے ساتھ ساقط
نہین کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے اونکو ساقط کیا ہے اور یہی قول امام کا محرر اور معتمد ہے ھم قولہ وعلۃ کا واو بمعنی او ہے یعنی اسواسطے کہ معنی
کے بعد علاتی وارث ہوتا ہے نہ اوسکے ساتھ وعلیہ الفتوی کما فی الملتقی والسراجیۃ وان قال مصنفہا فی شرحہا وعلی قولہما الفتوی اور سقوط بنی
اعیان مین امام کے قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح مین کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے
ویسقط بنو العلات وہم الاخوۃ والاخوات لاب بہم ای ببنی الاعیان ایضا وبہؤلاء ای بالابن وابنہ وبالاب والجد وکذا
بالاخت لابوین اذا صارت عصبۃ کما علمتہ اور بنو العلات یعنی سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین سگے بہائیون سے بہی اور ان شخصون سے
یعنی ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسیطرح ساقط ہوتی ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہو جاوے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اوسکو معلوم کر چکا ہے ھم چونکہ بنی
اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا اونکی موجودگی سے وہ ساقط ہو جاتی ہین اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع غیرہ ہوگئی تو اگر میت نے
بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جاوینگے
کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاخیاف وہم الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم
من قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنین ساقط ہو جاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ
اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہین یعنی ضعیف القرابت ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو شرح
بیان کیا ہے ھم بالاجماع جد سے مرتبط ہے یعنی برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے قول پر
وتسقط الجدات مطلقا ابویات او امیات بالام اور مان کے ہونے سے ساقط ہوتی ہین جدات مطلقاً خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور
نانیان ان سے ساقط ہو جاتی ہین والابویات بالاب اور جدات پدری یعنی دادیان باپ کے ہونے سے ساقط ہو جاتی ہین وکذا بالجد الا ام الاب وان علت فانہا ترث معہ
لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ فکانا کالابوین اور اسیطرح سے جدات ساقط ہو جاتی ہین دادا کے ہونے سے مگر باپ کی مان اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہین ہوتی اسلئے کہ
وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی مان کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جدہ زوجہ ہے جد کی تو وہ دونو مان باپ کی مانند ہوئے اصلی قرابت مین
یعنی تو جیسے والدین وارث ہوتے ہین ویسے ہی جد اور جدہ وارث ہونگے ویحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذلک وارثۃ کانت القربی ام
محجوبۃ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ مان کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ کو اسیطرح ہر جہت والیکو محجوب کرتی ہے
خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ ہمنے اسکو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب کی شرح مین ھم تو چار صورتونمین حجب حاصل ہوتا ہے ایک یہہ ہے کہ جدہ قریبہ
مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسری یہہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے تیسری یہہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو
محجوب کرتی ہے چوتھے یہہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے واذا اجتمعتا وکانت احدہما ذات قرابۃ واحدۃ کام الاب
کذا فی نسخ المتن والشرح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب وقد تقدم ان القربی تحجب البعدی مطلقا فہم ولا اخری

ذات قرابتين او اكثر كامّ امّ الامّ وهي ايضاً امّ ابِ الاب بهذه الصورة ٭



اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہون اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو جیسے ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے صورت اسکی یہہ ہے



شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخون مین اسطرح کام الاب مذکور ہی اور درست مثال سراجیہ وغیرہا کی موافق کام ام الاب ہی اور عنقریب مذکور ہوچکا کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہی مطلقا تو بوجہ اسکے اس خطاء مصنف کو ہم شارح نے اس کلام سی اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانئے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قریب ہونے کے دو قرابت والی کی حاجب ہوا اسکے بعید ہونے کیوجہ سی یعنی متن مین دو خلل ہین ایک یہہ ہی کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہما کے مخالف ہی دوسرا خلل یہہ ہی کہ لازم آتا ہی بموجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ یہان دو صورت مفروض ہی کہ دونون جدہ وارث ہین چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نکیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا و توضیحہا ان امرأۃ زوّجت ابن ابنتہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فہذہ المرأۃ جدّتہ لابویہ اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہہ ہے کہ ایکعورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتی کا نکاح کیا اپنی نواسی سی تو اوسسی ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہہ عورت اُس لڑکی کی والدین کی جدہ ہے یعنی اوسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ھ اور یہان ایک اور دوسری عورت ہی جسنے اپنی بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اوسکی بنت سی پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہی میت کا تو یہہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہہ دونون جدہ مجتمع ہوتین تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہہ ہی کہ مثلا دو عورتین ہین زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنی راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سی نکاح کر دیا اُن سے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہی یعنی اوسکے باپ کی دادی ہی اور اوسکی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سی نکاح کر دیا اوسسی شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سی فقط ایک قرابت رکہتی ہے کہ اوسکے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہہ ہی کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہی جسکا نام سلیمہ ہی سو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سی نکاح کر دیا اُن سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوتی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی نانی ہوتی تو زینب قاسم کی جدہ ٹہہری تین طرح کی قرابت سی اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکہتی ہی یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے فقسم محمد السدس بینہما اثلاثا باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونون جدہ کے مابین تین تہائی کر کے تقسیم کیا ہی باعتبار جہات قرابت کے ھ یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دی اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیان سدس کی دین اسوجہ سی کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہی جہات قرابت کے اعتبار سے

توجسمین ایک قرابت کی جہت ہوئی اوسکو ایک حصہ دیا اورجسمین دو جہتین قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئین تو صورت مین وہ ایک ہی اور حقیقت مین متعدد ہے تو
اوسکو دو حصے دئے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہے دو جہت سے یا نہی وھما ای ابو حنیفۃ وابو یوسف انصافا باعتبار الابدان وبہ قال مالک و
الشافعی وبہ جزم فی الکنز فقال وذات جہتین کذات جہۃ اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف نے نصا نصف قسمت کی ہی باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہی
امام مالک اور امام شافعی کا اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین سو کنز مین یون کہا ہی کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کی برابر ہی ھم قول شیخین کی وجہ یہہ ہے
کہ اگر جہت کے تعدد کے ساتھ نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہین تو جہت کا تعدد جہت واحدہ کی مانند ہی اور یہان
اسی طرح ہے کہ دو قرابت والیکو بھی جدہ بولتی ہین ایک قرابت والیکی مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والیکے ساتھ تو شیخین کے
نزدیک اُنمین بھی سدس نصا نصف تقسیم ہوگا امام محمد کے نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والیکو اور تین حصے تین قرابت والیکو ملینگے
طحطاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہی سراجیہ مین ابو یوسف کے ساتھ امام ابو حنیفہ کو ذکر نہین کیا ہے اور اوسکی شرح فرائض شریفی مین ہے کہ
سرخسی نے کہا کہ امام سے تعدد قرابات احدی الجدتین مین کچھہ روایت نہین ہی لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض
مین یون مذکور ہی کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کی قول کی مانند ہی انتہے واذا استکمل البنات والاخوات لابوین فرضھن وھو
الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا الا بتعصیب ابن ابن فی الصورۃ الاولی او اخ فی الثانیۃ موازی ای مساو
او نازل ای سافل فحینئذ یعصبھن ویکون الباقی للذکر کالانثیین قالہ المصنف فی شرحہ اور جبکہ بیٹیان اور سگی بہنین اپنا فرض حصہ یعنی
دو تہائیان پورا بہر لین تو پوتیان ساقط ہو جاوینگی اور سوتیلی بہنین بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورتمین اور بہائی کے عصبہ کر دینے سے
دوسری صورتمین بشرطیکہ ابن الابن یا بہائی بنات یا اخوات کی برابر ہو درجہ مین یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اوسوقت مین ابن الابن بنات کو اور سوتیلا
بہائی اپنی بہنونکو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھم بنات کا حق کامل
ثلثین اسواسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہین ہوتا اور اخوات کا حق تو اخیر سورہ نسا مین مذکور ہے قلت وفی اطلاقہ نظر
ظاہر لنصھم بان ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن العم لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی
لانہا من ذوی الارحام قال فی الرحبیۃ ولیس ابن الاخ بالمعصب من مثلہ او فوقہ فی النسب شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ مصنف کے
مطلق بولنے مین ظاہر اعتراض ہے علما کی اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بہتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہین کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور چچا کا بیٹا
اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور آزاد کرنے والیکا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا بلکہ تمام مال اِن صورتونمین مرد کا ہوتا ہی نہ عورت کا اسواسطے کہ عورت اِن چارون
صورتونمین ذوی الارحام سے ہے رحبیہ مین کہا ہی کہ بہتیجا عصبہ کر دینے والا نہین ہی اپنی برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو نسب مین یعنی عمہ کو ھم
صور مذکورہ مین عدم تعصیب کی وجہ یہہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنی بہائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کیحالت مین اور جو عورت کہ صاحب
فرض نہو چنانچہ امثلہ مذکورہ مین تو اوسکا بہائی اوسکو عصبہ نہین کرتا اور شارح کے اعتراض کا یون جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت مین موازی یا
نازل فقط ابن الابن کی صفت ہی نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہی تو اب موازی یا نازل اوسکی صفت نہین پڑ سکتا
ہان یہہ البتہ ہی کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف انسب تھی کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب مثلہ او فوقہ
ممن لم تکن ذات سہم ویسقط من دونہ برخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہی اپنی برابر والی
کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہی اُن عورتونکو جو اُس سے نیچے درجے والیان ہین ھم یعنی اگر
عمہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاویگی اوسکا بہتیجا اوسکو عصبہ نہین کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے مین نیچے ہونگی وہ ساقط ہو جاوینگی
چنانچہ اگلی مثال مین واضح ہوگا فلو ترک ثلث بنات ابن بعضھن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن اخر کذلک وثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بھذہ الصورۃ

الفریق الثالث		الفریق الثانی		الفریق الاول	
	ابن		ابن		ابن
	ابن		ابن	علیا	ابن بنت
	ابن	علیا	ابن بنت	وسطیٰ	ابن بنت
علیا	ابن بنت	وسطیٰ	ابن بنت	سفلیٰ	ابن بنت
وسطیٰ	ابن بنت	سفلیٰ	ابن بنت		
سفلیٰ	ابن بنت				

سواگر میت نے اپنی تین پوتیان چھوڑین اسطرح کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہے اور دوسری فرزند کی پوتیان تین چھوڑین اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر اور اسنے تیسرے فرزند کی تین پوتیان اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑین چنانچہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کرین تو واضح ہوتا ہے ہم توضیح اسکی یہہ ہے کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اوسکی بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اوسکی بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسیطرح میت کے دوسری فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اوسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علے ہذا القیاس تین بار پھر میت کے پروتے نے اسیطرح علے الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مرد مرگئے تمام طبقات کی اور نو لڑکیان اونکی باقی رہین اور میت جد ملے علاے ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب کہتے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا فالعُلیا من الفریق الاول لا یُوازیھا احدٌ فلھا النصفُ تو فریق اول کی اونچی پوتی کو برابر کوئی عورت نہین تو جد اعلی کے متروکہ سے اوسکو نصف ترکہ ملیگا ہم چونکہ اوسمین اور میت مین ایک واسطہ ہے برخلاف اور بنات کے لہذا اوسکی برابر مین کوئی عورت نہین تو وہ نصف لیگی کیونکہ وہ قائم مقام بنت صلبی کے ہے والوُسطیٰ من الفریق الاول تُوازیھا العُلیا من الفریق الثانی فیکون لھما السُدسُ تکمِلۃً للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونو سدس ملیگا ثلثین کے پورا کرنے کیواسطے ہم یہہ دونو پوتیان اسواسطے ہمدرجہ ہوئین کہ میت مین اور انمین دو دو واسطے ہین انکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پا چکی تو ثلثین مین سدس باقی جو رہا تھا وہ اونکو ملا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین ولا شیئَ للسُفلیاتِ اور کچھہ نہین سے نیچے پوتیوں کیواسطے ہم نو پوتیون مین سے تین پوتیون نے دو تہائیان پائین اب باقی چھہ سفلیات پوتیون کو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائیون سے زیادہ فرض نہین ہے اور عصوبت انکی قطعا ثابت نہین تو اصلا اونکو میراث نملیگی کذا فی الفرائض الشریفی الا ان یکونَ معہ واحدۃ منھن غلامٌ فیعصّبھا ومن یحاذیھا ومن فوقھا ممن لا تکونُ صاحبۃَ فرضٍ ویسقط السُفلیاتُ سفلیات کے لئے کچھہ نہین مگر یہہ کہ سفلیات مین سے کسیکے ساتھہ بہائی ہو تو بہائی اوس بہن کو اور اوسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اوسکی اوپر والی کو جو صاحب فرض نہین سے عصبہ کردیگا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاویگی ہم تو اگر بہائی فریق اول کے سفلی کے ساتھہ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاویگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اوسکی بہائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کے سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بہائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھہ ہو تو باقی ثلث اوسمین اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی مین اور فریق ثانی کی سفلی مین سات حصے ہوکر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بہائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھہ ہو تو باقی ثلث اوسمین اور چھہ سفلیات مین آٹھہ حصے ہوکر قسمت ہوگا اور اگر بہائی فریق اول کے علیا کے ساتھہ مفروض ہو تو تمام مال اوسمین اور اوسکی بہن مین تین حصے ہوکر تقسیم ہوگا دو حصے بہائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھہ سفلیات کو کچھہ نملیگا اور اگر بہائی سدس والیون کے ساتھہ ہو تو فریق اول کے علیا نصف لیگی اور باقی اوسمین اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھہ سفلیات ساقط ہو جاوینگی کذا فی الطحطاوی والشریفی ومایاخذ ابن مسعود کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ السید وغیرہ فما اخذ احد امنی عشر

هو اخ لام السدس بالفرض شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخون مین اسیطرح ہو یا نجد ابن عم مرقوم ہے اور سید وغیرہ کی عبارت میں یا نجد احد ابنی
عمین ہو یعنی دو چچیرے بھائیون مین جو اخیافی بھائی ہے میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ دو بھائی ہین ہر ایک نے
ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلا حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا کہ وہ مرگیا اور
دوسرے بھائی باقی نے اُس عورت سے نکاح کیا اُس سے دوسرا بیٹا اوسکا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی
جو اوسکا اخیافی بھائی ہے چھوڑکر مرگیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی الطحطاوی بتغیر وکذا لو کان
الآخر زوجاً فله النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اوسکو نصف حصہ ملیگا فرضیت کے اعتبار سے ویقتسمان الباقی
بینهما نصفین بالعصوبة حیث لا مانع لو ورثا بهما فیرث بجهتی فرض وتعصیب اور دونو چچیرے بھائی باقی مال کو آپسمین نصفا نصف بانٹ لینگے عصوبت کی
راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہین انکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دونو جہتون سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصوبت کی دونو جہتون سے ہم پہلی صورت مین باقی مال پانچ سدس مین اور
دوسری صورت مین نصف ہے اور اگر زوجہ کا مثلا بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا ابن العم ہونے کیوجہ سے نہ زوجیت کیوجہ سے اور اخیافیت کیوجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی
الطحطاوی واما بفرض وتعصیب معاً بجهة واحدة فلیس الا الاب والجد اور فرض اور تعصیب کا ساتھ ہونا ایک ہی جہت سے یہہ تو پایا نہین
جاتا کسی وارث مین سوای باپ اور دادا کے ہم جہت واحد وہیان ابوت ہو یعنی باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جهتا تعصیب کابن هو
ابن ابن عم بان تنکح ابن عمها فتلد ابناً مین کہتا ہون اور کاہی عصوبت کی دو جہتین جمع ہو جاتی ہین چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت
نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پہر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن
اس مثال مین خلل یہہ ہے کہ یہان میراث وہ لیگا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کیوجہ سے اسواسطے کہ فرزندی کی جہت مقدم ہے مگر اسکا یون
جواب دیا جاوے کہ اجتماع جہتین یہان مراد ہے قطع نظر میراث سے کذا فی الطحطاوی وکابن هو معتق اور جیسا کہ بیٹا وہی آزاد کرنیوالا ہو ہم صورت
اوسکی یہہ ہو کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہوگیا بمجرد خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہے فرزندی کی جہت سے بھی اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد
یجتمع جهتا فرض وانما یتصور فی المجوس لنکاحهم المحارم ویتوارثون بهما جمیعا عندنا وعند الشافعی باقوی الجهتین وتمامه فی کتب
الفرائض وتاتی الاشارة الیه فی الغرقی اور کبھی جمع ہو جاتی ہین فرض کی دو جہتین اور یہہ تو متصور نہین مگر مجوسیون مین اسواسطے کہ وہ ملعون اپنی محرم عورتون
سے نکاح کرلیتے ہین اور باہم وارث ہونگے دونو جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم
فرائض کی کتابون مین مذکور ہے اور اسکی طرف غرقیونکی فصل مین اشارہ آویگا مثلا مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہہ لڑکا فرزند بھی اسعورت
کا اور بھائی بھی ہے پہر اگر وہ مرگیا تو اوسنے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اوسکی وارث ہوگی دونون جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی
جہت سے بھی ولو ترکت زوجاً واماً او جدة واخوة لام واخوة لاب وام او لابوین اخذ الزوج النصف والام او الجدة السدس وولد الام
الثلث ولا شیء للاخوة لابوین لانهم عصبة ولم یبق لهم شیء اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بھائیون اور سگے بھائیونکو چھوڑا
تو زوج نصف متروکہ لیگا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی تہائی لین گے اور سگے بھائیون کیواسطے کچھہ نہین اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہین اور انکے
واسطے کچھہ باقی نہین رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہین اُس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہان اہل فروض سے کچھہ باقی نہین رہا وعند مالک والشافعی
یشترک بین الصنفین لاشتراکهم فی الام فکان الکل اولاد ام اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک پہلی دونون قسمون مین یعنی اخیافی اور سگے بھائیون مین اشتراک کا حکم
ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہین ہم اس مسئلہ کا نام مشترکہ بفتح را مہملہ ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہے اور بعضون نے اسکو بکسر را مہملہ
بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ اور حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکذلک یفرض مالک والشافعی للاخت لابوین او لاب
النصف وللجد السدس مع زوج وام فتعول الی تسعة اور اسیطرح امام مالک اور امام شافعی سگی بہن یا سوتیلی بہن کیواسطے نصف کو فرض کہتے ہین اور دادا

کیواسطے چہٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھہ تو یہہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کیطرف ھ اِس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین تو ضیح اوسکی یہہ ہی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا
سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھہ صاحب فرض نہین کہتے بلکہ اوسکو دادا کے ساتھہ عصبہ کہتے ہین مگر مسئلہ اکدریہ مین اوسکو دادا کے ساتھہ صاحب فرض کہتی
ہین صورت اکدریہ کی یہہ ہی کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہی اور ماں کیواسطے ثلث اور دادا کیواسطے سدس اور بہن
کیواسطے نصف پہر دادا اور بہن کا حصہ ملاکر بانٹا جاتا ہی للذکر مثل حظ الانثیین اسواسطے کہ مقاسمہ دادا کیواسطے بہتر ہی سدس اور ثلث باقی سی اور اِس مسئلہ کی اصل
چہہ سہم سے ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کیطرف تو چہہ سہم سے تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیواسطے کچہہ نرہا تو اصل مسئلہ پر
تین سہم کو زیادہ کیا تو سہم ہوگئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموعہ دونوں حصوں کا چار سہم ہوئے اونکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم
کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر مستقیم نہین لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۲۷ اُسمین سے زوج کو ۹ سہم اور ماں کے ۶ سہم اور دادا کے
تین سہم اور بہن کے نو سہم پہر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھہ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو اونکو دونوں پر للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھہ
سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا مین صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سی محروم نرہے اور انتہا مین اوسکو عصبہ کر دیا تاکہ اوسکا حصہ دادا
کے حصہ سی زیادہ نہو جاے اور اِس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین اسواسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا یہہ واقعہ ہی یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایکعورت مرگئی زوج اور ماں اور دادا
اور سگی یا سوتیلی بہن چہوڑکر تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر اونکا مذہب اِس مسئلہ مین مشتبہ اور مکدر ہوگیا کذا فی السراجیۃ و شرحہا الشریفی ملتقطاً وعند ابی حنیفۃ و احمد
تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ مین امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے ھ تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چہہ سہم سی ہے
تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہی دادا کے حاجب ہونے سی باپ کی مانند قلت وحاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ
مسئلۃ المشرکۃ اتفاقاً ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کما مر مین کہتا ہون اور حاصل کلام کا یہہ ہی کہ حنفیوں کے نزدیک مشترکہ کا مسئلہ باتفاق امام
اور صاحبین کے ثابت نہین اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہی امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اِسی باب مین عند قولہ و یسقط بنو الاعیان بالابن والاب والجد
ھ امام کے نزدیک دادا باپ کی برابر ہی تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کی مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کی برابر نہین ہر حالمین تو صاحبین کے قول پر
مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہہ باب ہی عول کے مسائل مین ھ عول بفتح اول و سکون ثانی لغت مین
بمعنی جور و غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہی معنی اصطلاحی سی اسواسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہوگیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی
طرف مرتفع اور زیادہ کردیا اوسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض مین نقصان داخل ہو جاوے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ سبیئے اور عول کے مخالف ردّ ہے چنانچہ
اسکا بیان آگے آویگا ھ اسواسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گہٹ جاتے ہین اور اصل مسئلہ بڑہ جاتا ہی اور ردّ سی سہام بڑہ جاتے ہین اور اصل
مسئلہ گہٹتا ہے یا یون تقریر کیجئے کہ عول مین سہام فاضل ہو جاتے ہین مخرج پر اور ردّ مین مخرج فاضل ہو جاتا ہی سہام پر کذا فی الطحطاوی ھو زیادۃ
السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح مین
عبارت ہی سہام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاوین فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اوسکی فرض حصے
کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہی ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنی ہر وائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہی ملے قدر حصہ متروکہ کے تنگی کے سبب سی یعنی جیسے میت
مدیون کے متروکہ مین ارباب دیون حصہ رسد اور داما سا ہی پاتے ہین ھ الحاصل کہ عول اِسی عبارت ہی کہ جب مخرج ادای فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچہہ
اوسکے اجزا سی زیادہ کیا جاوے چنانچہ سدس یا ثلث و غیر ذلک من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہہ ہی کہ جب مخرج تنگی کرے وفا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو
اُس عدد کیطرف مرفوع کرنا چاہیئے جو کہ اِس مخرج سی اکثر ہے پہر قسمت کرنا چاہیئے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثوں کے حصوں مین ایک نسبت پر یعنی یکسان
کمی ہو بقدر حصوں کے کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہی اوسکا اندازہ معلوم ہوتا ہی کسر زائد کے نسبت کرنے سے
عدد اکثر کیطرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنین وارث ہون تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چہہ سی ہے اور عول کریگا سات کیطرف تو زوج پر نقصان

باب العول

داخل ہوگا ہر سہم مین سبع یعنی ساتوین حصّے کا تو وہ چہہ مین سی دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنون پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی انتہے خلاصہ یہہ ہے کہ ایک چہہ کا سدس تہا جب چہہ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتہہ سبع کی نسبت ہے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم مین کمی ہوگئی وَاَوَّلُ مَن حَکَمَ بِالعَولِ عُمَرُ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ہین ھم فاروق اعظم کے زمانے مین ایکصورت واقع ہوئی جسکا مخرج اوسکے اداے فروض سے تنگ تہا تو اصحاب کبار سی آپنے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کیطرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نکیا مگر ابن عباس نے اونکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ اونکا پہلا مسئلہ جو اسلام مین واقع ہوا صدر خلافت فاروقی مین وہ یہہ تہا کہ زوج اور مان اور سگی بہن وارث ٹہری تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چہہ سی ہوا اور اوسنی عول کیا آٹہہ کیطرف ثُمَّ المَخَارِجُ سَبعَۃٌ پہر دریافت کرنا چاہئیے کہ مخرج حصون کے سات ہین ھم وجہہ اسکی یہہ ہے کہ کتاب اللہ مین چہہ فرض مذکور ہین نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج انکے پانچ ہین اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہون تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اوسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہون تو مسئلہ آٹہہ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہون تو مسئلہ چہہ سے ہوگا اور یہہ مخرج مخارج خمسہ مذکورہ سی باہر نہین اور جبکہ نوع اول مین سے نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سبکے ساتہہ مختلط ہو یا بعض کے ساتہہ تو مسئلہ چہہ سی ہوگا تو یہہ مخرج بہی مخارج خمسہ مذکورہ مین داخل ہوا اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سی اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتہہ یا بعض کے ساتہہ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سی تو مخارج خمسہ ان دو مخرج سے ملکر سات مخرج ہوئے یعنی دو تین چار آٹہہ چہہ بارہ چوبیس اَربَعۃٌ لَا تَعُولُ الاِثنَانِ وَالثَّلٰثَۃُ وَالاَربَعَۃُ وَالثَّمَانِیَۃُ مخارج سبعہ مین سی چار مخرج تو عول نہین کرتی یعنی دو اور تین اور چار اور آٹہہ ھم یہہ حصر باعتبار استقراء کے ہی اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض مجتمعہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہی یا کچہہ زیادہ باقی رہتا ہی تو بہر صورت عول کی حاجت نہین ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اوسوقت ہوگا جو نصف جمع ہون چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بہائی وعلی ہذا القیاس نے البواقی کذا فی الشریفی تبصرت وَثَلٰثَۃٌ قَد تَعُولُ بِالاِختِلَاطِ کَمَا سَیَجِیءُ فِی بَابِ المَخَارِجِ اور تین مخارج مین کبہی عول ہوتا ہی اختلاط نوعین کیوجہہ سی چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج مین آویگا ھم شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ مین عول لازم نہین ہے فَسِتَّۃٌ تَعُولُ اَربَعَ عَولَاتٍ اِلیٰ عَشَرَۃٍ وِترًا وَّشَفعًا تو چہہ مین چار عول واقع ہوتے ہین دس تک طاق اور جفت دونو کے اعتبار سی یعنی چہہ عول کرتا ہی سات کیطرف اور آٹہہ کیطرف اور نو کی طرف اور دس کیطرف فَتَعُولُ اِلیٰ سَبعَۃٍ کَزَوجٍ وَّشَقِیقَتَینِ تو چہہ کا عول ہوتا ہی سات کیطرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنون کے وارث ہونے مین ھم تو اسصورت مین سدس کے ساتہہ عول ہوا یعنی سدس کے زیادہ کرنیسی سات ہوگئے اور بمقدار نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ مین طحطاوی سی مذکور ہوگئی وَلِثَمَانِیَۃٍ کَھُم وَاُمٍّ اور چہہ کا عول ہوتا ہی آٹہہ کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں مین یعنی زوج اور دو سگی بہنون اور ماں مین ھم تو اسصورت مین ثلث کے ساتہہ عول ہوا یعنی چہہ کی تہائی دو ہے جب اوسکو چہہ پر زیادہ کیا تو آٹہہ ہوگئی تو ہر سہم ورثہ مین ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہے آٹہہ کا وَلِتِسعَۃٍ کَھُم وَاَخٍ لِاُمٍّ اور چہہ کا عول ہوتا ہی نو کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بہائی مین یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بہائی مین ھم تو اسصورت مین نصف کے ساتہہ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چہہ کا جب اوسکو چہہ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئی تو یہان سہام ورثہ مین تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہین اسواسطے کہ یہہ صورت اول زمانہ بنی امیہ مین واقع ہوئی اور زوج مروانی تہا تو اوسنی چاہا کہ مین نصف مال لون تو علماء حجاز سی اسکا سوال ہوا تو اونہون نے فرمایا کہ ثلث مال اوسکا حق ہے وَلِعَشَرَۃٍ کَھُم وَاَخٍ اٰخَرَ لِاُمٍّ اور چہہ کا عول ہوتا ہی دس کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسری بہائی اخیافی مین یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بہائی مین ھم تو اسصورت مین ثلثین کے ساتہہ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہین چہہ کے جب انکو چہہ پر زیادہ کیا تو دس ہوگئی طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین قاضی شریح نے زوج کیواسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سی تو زوج شہرون

کہو متا پہرتا تہا اور لوگون سے سوال کرتا تہا کہ ایکعورت مرگئی زوج چہوڑکر اور اوسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہین چہوڑا سو زوج کا حصہ کیا ہی تو لوگ کہتے تہے نصف ہے
تو وہ کہتا تہا کہ شریح قاضی نے نہ مجکو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اوسکو طلب کیا یون کہکر کہ کچہہ نہ کچہہ لیکر باقی سے ہمارے پاس پہر جب وہ آیا
تو اوسکو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہی اور واجبی حکم کو ظلم کیطرف نسبت کرتا ہی اور ایسے حکم کی مجہہ سے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہی
یعنی عول کا حکم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہی انتہے مختصرا بالجملہ وہ شخص جاہل تہا عول کی حقیقت نہ سمجہتا تہا لہذا اس حکم کو حق نجانتا تہا
فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے جبکہ چہہ دس یا نو یا آٹہہ کیطرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہی اور اگر سات کیطرف عول کرے تو احتمال ہے
کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی و اِثنا عَشَر تعولُ ثلثا الی سبعۃ عشر وِترًا لا شفعا فتعول لثلثۃ عشر کزوجۃ وشقیقتین وأم ولخمسۃ عشر کہو
واخ لام ولسبعۃ عشر کہو مع اخ آخر لام اور بارہ عول کرتا ہی تین بار سترہ تک طاق عددمین نہ جفت مین تو بارہ عول کرتا ہی تیرہ کیطرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں مین اور پندرہ
کیطرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں اور اخیافی بہائی مین اور سترہ کیطرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں اور دو اخیافی بہائی مین م
جب بارہ کا عول سترہ کیطرف کیا تو میت مرد ہی اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مرد دونونکا احتمال ہی کذا فی العالمگیریۃ واربعۃ وعشرون تعول
الی سبعۃ وعشرین فقط کامرأۃ وبنتین وأبوین وتسمی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہی فقط ستائیس کیطرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو
بیٹیون اور ماں اور باپکے وارث ہونے مین اور اس مسئلہ کو منبریۃ کہتے ہین م اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہین کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ
سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفے کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑہتے تہے سو آپنے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہین ہے تو فرمایا کہ
صار ثمنہا تسعا یعنی اوسکا آٹہوان حصہ نوان ہوگیا اور خطبہ خوانی مین مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی فطنت اور ذکاوت کا اور منسوری نے شرح
ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے استاذ سے نقل کیا کہ جس خطبہ مین آپ سے یہہ سوال ہوا وہ خطبہ یہہ تہا الحمد للہ الذی یحکم بالحق قطعا و
یجزی کل نفس بما تسعی والیہ المآب والرجعی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنہا تسعا انتہے خواہرزادہ کی شرح مین ہی کہ علی مرتضی
کمال حاذق و ماہر تہے علم حساب مین حکایت ہی کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے مین تم اپنی کتاب یعنی قران مین پڑہتے ہو ثلثمائۃ سنین
وازدادوا تسعا اور ہماری کتاب مین ثلثمائۃ سنین مذکور ہے اور یہہ مستقیم نہین تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری
کتاب مین جو تین سو مذکور ہین تو یونانکے حساب کے موافق تہے یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب مین عرب کے حساب پر ہے یعنی قمری حساب کے موافق ہی
اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہین تو نصرانی حیران ہوگیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہوگیا ولہذا کہا گیا ہی کہ
علی مرتضی معجزہ تہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود اسقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حروب مین منقاد
اور مطیع تہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تہے آپکی نبوت کے اور یہہ ایسا کلام ہے جیسا بعضے علما نے کہا کہ امام ابو حنیفہ معجزہ تہے معجزات
سے کذا فی الطحطاوی ذالک ای ما ذکرنا ان العدد قد یعول کما مر تمام مسائل فرائض کے تین قسم ہین فریضہ عادلہ اور
فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتہہ برابر پڑین اسطرح کہ میت نے دو سگی بہنین اور
دو سوتیلی بہنین چہوڑین تو سوتیلیونکا فرض حصہ ثلث ہی اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسیطرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے سہام
سے اور وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اوسکو عصبہ لیگا تو یہہ فریضہ عادلہ ہے یعنی پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہی کہ
اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور ماں کو چہوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہین
اور ماں کا سدس ہی اور یہان کوئی عصبہ نہین جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم سے رد کا یعنی سدس باقی انہین وارثونکو پہیر دیا جاوے اور فریضہ عائلہ وہ
ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اوسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہوچکین کذا فی العالمگیریۃ وحینئذ فان
فضل عنہا ای عن الفروض والحال انہ لا عصبۃ ثمۃ یرد ذالک الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعا لفساد بیت المال اور اسوقت

ہین یعنی جبکہ رد حوال کا فسخ ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل سے فروض ہی تو اس اعتبار سے مصنف کی یہہ تقریر صحیح ہوئی سو اگر مخرج ٹرھ رہا فروض سے اور جانا کہ
وہان کوئی عصبہ نہین ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فروض پر بقدر اونکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانیکے سبب سے ھم فاضل مال کو رد
کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضےٰ اور اونکے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہوگا بلکہ وہ بیت المال
کا ہے اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق کہتے ہین کہ اگر بیت المال فاسد ہوگیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم
حنفیونکی بہت دلائل ہین از انجملہ یہہ آیت قرآنی ہے (وَ اُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ) یعنی بعض اہل قرابت اولی ہیں میراث مین
بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت مواریث نے مال کے جز معین کا استحقاق واجب کر دیا
ہر وارث کیواسطے تو دونو آیتون پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاے مواریث کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال انہین وارثونکو پھیر دیا جاے بوجہ صلہ رحمی کی اس آیت کے حکم سے
اور یہہ جو شارح نے رد فاضل کیلئے فساد بیت المال کو علت بیان کیا سو ظاہرا صحیح نہین اسواسطے کہ رد فاضل ہماری مذہب مین بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال
منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور بنات معتق اور اونکے قرابت دار ہین یعنی اگر مراتب مستحقین سے کوئی نہو سواے بیت المال کے تو یہہ لوگ مقدم ہین
بیت المال پر علت مذکورہ کیوجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہرا درست نہین اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول
ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل مال بیت المال کا ہے اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی لَا عَلَی الزَّوْجَيْنِ فَلَا يُرَدُّ عَلَيْهِمَا فاضل مال
جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا ھم زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انمین قرابت ثابت نہین اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت
مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہون تو انپر قرابت کیوجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کیوجہ سے واللہ اعلم وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُرَدُّ
عَلَيْهِمَا اَيْضًا قَالَهُ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهٗ قُلْتُ وَجَزَمَ فِي الْاِخْتِيَارِ بِاَنَّ هٰذَا وَهْمٌ مِنَ الرَّاوِيْ فَرَاجِعْهُ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ
زوجین پر بھی رد کیا جاے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور اختیار شرح مختار مین اسپر یقین کیا ہے کہ یہہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کیطرف اس قول کا
نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہے تو اوسکی نسبت مراجعت کر ھم طحطاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو
نقل کرتے ہین اور روح الشروح مین اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اوسکا جواب بھی انتہے واللہ اعلم وَفِي الْاَشْبَاهِ اَنَّهٗ يُرَدُّ عَلَيْهِمَا فِيْ زَمَانِنَا
لِفَسَادِ بَيْتِ الْمَالِ وَقَدَّمْنَاهُ فِي الْوَلَاءِ اور اشباہ مین ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے
ہین کتاب الولاء مین ھم یہہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر مین حاشیہ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہو چکا ثُمَّ مَسَائِلُ الرَّدِّ اَرْبَعَةُ اَقْسَامٍ لِاَنَّ
الْمَرْدُوْدَ عَلَيْهِ اِمَّا صِنْفٌ اَوْ اَكْثَرُ وَعَلٰى كُلٍّ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ اَوْ لَا يَكُوْنَ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہین اسواسطے
کہ جن لوگونپر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہین یا چند قسم ہین اور ہر تقدیر پر یا اونکے ساتھ وہ لوگ ہین جنپر رد نہین ہوتا ہے یا وہ لوگ نہین ہین
فَالْاَوَّلُ اِنِ اتَّحَدَ الْجِنْسُ الْمَرْدُوْدُ عَلَيْهِمْ كَبِنْتَيْنِ اَوْ اُخْتَيْنِ اَوْ جَدَّتَيْنِ قُسِمَتِ الْمَسْئَلَةُ مِنْ عَدَدِ رُءُوْسِهِمْ اِبْتِدَاءً قَطْعًا لِلتَّطْوِيْلِ سو اول قسم
یعنے اگر رد وبارہ پانیوالونکی جنس متحد ہو چنانچہ دو بیٹیان یا دو بہنین یا دو دادیان ہون تو سر سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثون کی شمار سے تاکہ تطویل
قطع ہو جاے ھم یعنی چونکہ جمیع ترکہ انہین وارثون کا ہے فرض اور رد کی راہ سے اور ذاتین اونکی یکسان برابر ہین ایک کو دوسرے پر زیادتی نہین تو ہر وارث
کو برابر بانٹ دیا جاے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اوسکی فرض کے دیا جاے پھر دوسری بار باقی مال اونکو بقدر اونکے سہام کے دیا جاے تو دو بار قسمت
کرنا ہوگا تو سب متروکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان ترہے وَالثَّانِيْ اِنْ كَانَ لِلْمَرْدُوْدِ عَلَيْهِ جِنْسَيْنِ اَوْ ثَلٰثَةً لَا اَكْثَرَ بِالْاِسْتِقْرَاءِ
فَمِنْ عَدَدِ سِهَامِهِمْ اور قسم ثانی اگر رد وبارہ پانیوالی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہون تو اونکے سہام کی شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسون سے
زیادہ نہین ہوتی بسبب استقرا کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسون سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی پائی نہین گئی فَمِنِ اثْنَيْنِ
لَوْ سُدُسَانِ وَثَلٰثَةٍ لَوْ ثُلُثٌ وَسُدُسٌ وَاَرْبَعَةٍ لَوْ نِصْفٌ وَسُدُسٌ وَخَمْسَةٍ كَثُلُثَيْنِ وَسُدُسٍ اَوْ نِصْفٍ وَسُدُسَيْنِ فَتُصَحَّحُ الْمَسْئَلَةُ تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

دونون اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوئی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو
موافقت گہٹانے کیواسطے یہہ طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس ہونے کی یہہ صورت ہے کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہین تو مسئلہ چہہ سے ہوا اور دو سہمین انکی دو سہم
ہین فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونون پر قسمت کر دیا نصفا نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا
تو تین بار قسمت کرنے کی بیفائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہہ صورت ہے کہ دو اخیافی بہائی اور مان وارث ہین تو اس تقدیر مین بھی مسئلہ
چہہ سے ہے اور وارثون کے سب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام کے تین تہائی کرکے بانٹ دیا تو دو اخیافی بہائیونکو دو ثلث
مال کی اور مان کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہین یا ایک بیٹی اور مان وارث ہین تو یہان بہی مسئلہ چہہ سے ہی
اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا مان کا ہے تو دونون مسئلے چار سے قرار دئے اور متروکہ چار حصے کرکے بانٹ دیا اسطرح کہ
تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع مان کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہہ صورت ہے کہ دو بیٹیان اور مان وارث ہین یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہون چنانچہ
بیٹی اور پوتی اور مان وارث ہون یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنین خواہ ایک سگی بہن اور مان وارث ہون تو ان تینون
صورتون مین بہی مسئلہ چہہ سے ہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور مان کا ایک سہم ہے تو متروکہ کے پانچ
حصونکو ان مین سے چار خمس بیٹیونکو اور ایک خمس مان کا اور دوسری صورت مین تین جنس وارثونکی جمع ہوتین اور منجملہ چہہ کے سہام ماخوذہ بہی پانچ ہین
انمین سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم مان کا تو اونپر متروکہ پانچ حصے کرکے بانٹ دیا بقدر انکے سہام کے تو بیٹی کے تین خمس اور
پوتی کا ایک خمس اور مان کا دوسرا خمس اور تیسری صورت مین بہی چہہ سے پانچ سہم ماخوذ ہین سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم
اور اسطرح مان کی سگی بہن کے ساتہہ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کرکے قسمت ہوگا قصر مسافت کیواسطے یعنے دو
قسمتونکو ایک قسمت قرار دینگے کذا فی الطحطاوی والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وھو الزوجان اعطی
من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فھی من اربعۃ للزوج واحد یبقی
ثلثۃ وھی تستقیم علیھن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنی متحد الجنس کے ساتہہ وہ شخص ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو
جسپر رد نہین ہوتا اوسکو اوسکا فرض دیا جاے اوسکو کمتر مخارج سے اور باقی رد کیا جاے اونکی ذاتونپر جنپر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیان وارث
ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہے باقی رہے تین اور وہ تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہین ہم زوج کا فرض ملا
کے ساتہہ چوتہائی ہے تو اوسکا کمتر مخرج چار ہے پہر جب زوج کو چار مین سے ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیونپر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھ حاجت
نہوئی وان لم تستقم فان وافق رؤسھم ای رؤس من یرد علیھم کزوج وست بنات ضرب وفقھا وھو ھنا اثنان فی مخرج
فرض من لا یرد علیہ وھو ھنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی
مین اور انکی ذاتون مین جنپر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چہہ بیٹیون مین تو اونکا وفق جو کہ یہان دو ہے اوسکے مخرج مین
ضرب کیا جاے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہان چار ہے تو حاصل ضرب آٹھہ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیون کے چہہ ہم اول مخرج
زوج چار ہے پہر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چہہ بیٹیون پر منقسم نہین ہوتے لیکن تین اور چہہ مین توافق بالثلث ہے
تو رؤس بنات کے وفق کو جو یہان دو ہے چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی والا یوافق بل باین ضرب کل عدد
رؤسھم فیہ ای المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ھنا اربعۃ للزوج واحد بقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ
تبلغ عشرین کان للزوج واحد اضربہ فی المضروب یکن خمسۃ فھو لہ والباقی ثلثۃ اضربھا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ
اور اگر باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیان تو مخرج یہان چار ہے اسمین زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض
ایک تھا اوسکو ضرب کر مضروب مین یعنی پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیونکا تین ہے اوسکو بھی مضروب مین
یعنے پانچ مین ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے ھ یہہ صورت بھی صورتین سابقین کی مانند ہے اصل اسکی بارہ ہے اجتماع ربع
اور ثلثین کیوجہ سے لیکن اسکو چار کیطرف پھیرا کہ وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اوسمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر
مستقیم نہین بلکہ تین مین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہے تو عدد رؤس بنات کو مخرج مین یعنی پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہوگیا
كذا في الفرائض الشريفي والرابعة لو كان مع الثاني اي الجنسين فقط لا اكثر هذا الحكم بالاستقراء اذ لا يرد مع اربع طوائف اصلا بالاستقراء
اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھہ یعنی فقط دو جنسونکے ساتھہ دو جنسون سے یہان یعنی قسم رابع نہین ہوسکتا بحکم استقرا کے اسواسطے کہ رد کرنا چار
جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقرا یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے ھ یعنی اگرچہ قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ مین اوسکی مثال مذکور
ہوچکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسونکے ساتھہ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسین
ہوئی جاتی ہین اور حالانکہ رد کرنا چار جنسون کے ساتھہ ہرگز نہین ہوتا استقرائی دلیل سے ولعل هذا نكتة اقتصاره فيما مر متنا على الجنسين اور شاید
کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنیکا دو جنسونپر قسم ثانی کے بیانمین جو متن کے اندر گذر گیا ھ یعنی مصنف نے جو قسم ثانی مین باوجود امکان اجتماع اجناس
ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسیواسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع مین دو جنسون کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ھ
اور اقتصار سے یہہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والا فالمراد بالثاني بعضه لا كله فتامله اور اگر اقتصار على الجنسين کا یہہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو
مصنف کے کلام مین یہان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اوسکا سو اسکو تامل کر ھ یعنی قسم ثانی کی بعضی صورت یعنی جسمین دو جنسین مجتمع ہون
مراد ہو نہ اوسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین من لا يرد عليه فاقسم الباقي من مخرج فرض من لا يرد عليه
على مسئلة من يرد عليه كزوجة واربع جدات وست اخوات لام یعنی اگر دو جنسون کے ساتھہ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین
ہے تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اوسکو قسمت کر اون وارثون کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہوجاے چنانچہ زوجہ
اور چار دادیان اور چھہ اخیافی بہنین وارث ہون ھ استقامت باقی کی نہین ہوتی مگر فقط اسی مسئلے مین جو متن مین مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہو
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہین تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی كذا في الطحطاوي ومختار
فمخرج من لا يرد عليه اربعة للزوجة واحد يبقى ثلثة تستقيم على سهم الجدات وسهمي الاخوات لكنه منكسر على آحاد كل فريق كما سيجيء
تو مسئلہ مذکورہ مین من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے اوسمین سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنونکے دو سہمونپر مستقیم ہین لیکن
وہ ٹوٹتے ہین ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ اوسکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا ھ چار دادیون کا حصہ ایک تہا وہ اونپر قسمت نہین ہوتا اور
اسیطرح بہنونکا حصہ دو ہے وہ اونپر بٹ نہین سکتا وان لم يستقم فاضرب جميع مسئلة من يرد عليه في مخرج من لا يرد عليه فالمبلغ الحاصل
هذا الضرب مخرج فروض الفريقين اور اگر باقی مستقیم نہو تو مردود علیہم کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل
ہوگا اس ضرب سے وہ دونو فریق کے حصونکا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے كاربع زوجات و
تسع بنات وست جدات فمخرج من لا يرد عليه ثمانية للزوجات الثمن واحد يبقى سبعة لا تستقيم على مسئلة من يرد عليه وهي هنا
خمسة لان الفرضين ثلثان وسدس فاضرب الخمسة في الثمانية تبلغ اربعين فهو مخرج فرض الفريقين چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیان اور چھہ دادیان وارث ہون تو
مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھہ تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنی ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین اور مسئلہ مذکورہ یہان پانچ ہے اسلیے کہ بیٹیون اور دادیونکے دو فرض دو
ثلث اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھہ مین جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ۴۰ ہونگے تو یہی مخرج ہے دونو فریق کے فرض کا ھ من یرد علیہ

کے مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھہ ہے تو اوسکی دو ثلث چار ہوئی اور ایک سدس
ایک ہوا تو مجموع فرضین پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھہ مین ضرب کیا تو ۴۰ ہوئی یہہ مخرج سے فروض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ مین سے بیان کرتا ہے
ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ وھو سہم للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ یکن خمسۃ فھی حق الزوجات الاربع من الاربعین پہر من
لا یرد علیہ کے سہام کو یعنی زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ مین ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہی
۴۰ مین سے واضرب سہام کل فریق من یرد علیہ وھی اربعۃ للبنات وسہم للجدات فیما بقی ای فی السبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض
من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصحح بالاصول السبعۃ
المذکورۃ فی باب المخارج تصح من الف واربعمائۃ واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ کو اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کا
ضرب کر ان سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہی حاصل ضرب ۳۵ ہوئی انمین سے بیٹیون کے ۲۸ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم
تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا ٹوٹتا ہے تو اوسکی تصحیح کر لی اُن سات قاعدون سے جنکا بیان آ چکا
باب المخارج مین تو تصحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایکہزار اور چارسو اور ۴۰ سہم سے ھم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہے
اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہے اور انمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیون کا نصیب ۲۵۲ ہے اور ہر دادی کا حصہ
۳۶ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وتصح الاولی من ثمانیۃ واربعین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ھنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک
زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہو جاتا ہے ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اس مقام مین وسیع کلام کرتا ھم
۴۸ مین سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہے اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنون کا نصیب ۲۴ ہے اور ہر ایک کا حصہ چار ہے کذا
فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہہ باب ہے توریث ذوی الارحام کے مسائل مین ھم مُغرب مین ہے کہ رحم
اصل مین منبت ہے ولد کا اور اوسکا ظرف پہر قرابت اور وصلت من جہۃ الولاد سے برحم ہو گئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی نے کہا لغت مین
ذو رحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقاً خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو ھو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ فھو قسم ثالث حینئذ
ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثون کی تیسری قسم ٹہرا اسوقت مین ھم یہہ اصطلاح شرعی کا بیان ہے اکثر صحابہ
کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث
ذوی الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ہے امام اور صاحبین اور اونکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس روایت شاذہ مین میراث ذوی الارحام
کے قائل نہین اونکے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبات نہون تو متروکہ بیت المال مین رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی کا نفی
کرنے والونکی دلیل یہہ ہے کہ حق تعالی نے آیت مواریث مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کیواسطے کچھہ مذکور نہین کیا
اگر اونکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنیوالونکی دلیل یہہ آیت ہے (وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ) چنانچہ استدلال اسکا
مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذو رحم وارث نہین
ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبہ کے ساتھہ سوا زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذو رحم اونکے ساتھہ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ اونپر
رد کرنا فرض کا نہین فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لیگا قرابت کیوجہہ سے ھم جمیع مال کے لینے مین اشارہ ہے کہ
ارث ذوی الارحام کی عصبات کی مانند ہے اسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب گاہے ہوتا ہے قرب درجہ سے اور گاہے قوت قرابت سے تو جیسے تعصیب مین
بیٹا مقدم ہے باپ پر اوسیطرح ذوی الارحام مین جزمیت کا مقدم ہے اصل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربھم الابعد کترتیب العصبات اور
ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کی مانند یعنی جسطرح عصبات مین اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے اوسیطرح ذوی الارحام مین

اقرب کے ہوتے ابعد وارث نہین ہوتا فهم اربعة اصناف جزء الميت ثم اصله ثم جزء ابويه ثم جزء جديه او جدتيه تو کل ذوی الارحام چار قسم ہین
قسم اول میت کا جز یعنی میت کی اولاد دختری چنانچہ ناتی اور ناتن پہر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیان پہر قسم ثالث میت کی والدین کا جز یعنی بہانجا اور
بہانجی پہر قسم رابع جدین کا جز یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جز یعنی دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی متن اور شرح مین وحينئذ
يقدم جزء الميت وهم اولاد البنات واولاد بنات الابن وان سفلوا اور اسوقت مین یعنی جبکہ یہہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام مین جو میت سے قریب تر
ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جز مقدم ہوگا میراث مین ذوی الارحام کی اقسام مین اور جز میت کا عبارت ہے بیٹیونکی اولاد سے اور پوتیون کی اولاد
سے خواہ مرد ہون یا عورت اگرچہ وہ کچھ چند درجہ سافل اور نازل ہون هم تو اگر میت کی ناتن یا پرناتن ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتن یا پرناتن میراث لیگی نانا اور نانی
کو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ جز مقدم ہے اصل پر عصبات کی مانند ثم اصله وهو الجد الفاسد والجدات الفاسدات وان علوا پہر اولاد میت کے بعد اصل
میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہین اگرچہ کچھ چند درجہ عالی اور اونچے ہون هم جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے
بواسطے عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت مین میت کیطرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی مان یا نانا کی
نانی خلاصہ یہہ ہے کہ اس قسم مین بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کی مانند مطلقا خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ مان کی جہت سے کذا فی الطحطاوی
مختصرا ثم جزء ابويه وهم اولاد الاخوات لابوين او لاب واولاد الاخوة والاخوات لام وبنات الاخوة لابوين او لاب وان
نزلوا پہر والدین میت کا جز مقدم ہے یعنی سگی بہنون یا سوتیلی بہنون کی اولاد اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد اور سگی بہائیون یا سوتیلی بہائیونکی
بیٹیان اگرچہ سافل اور نازل ہون هم یہہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنون کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہون یا عورت یعنی بہانجی اور
بہانجیان ذوی الارحام سے ہین اور سگے یا سوتیلے بہائیونکی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیان ذوی الارحام مین داخل ہین اور بھتیجے عصبات
مین سے ہین چنانچہ عصبات مین مذکور ہوگیا اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہین الحاصل اس قسم مین اولے
بالمیراث اقرب الی المیت ہے تو بہانجی مقدم ہے بہائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ مین برابر ہون تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم پر جیسے بہائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام
مال کو بہائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا ناتی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ويقدم الجد عليهم خلافا لهما اور مقدم ہے نانا اونپر یعنی اخوات کی اولاد اور
بنات اخوہ پر برخلاف صاحبین کے هم امام سے دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہہ روایت مشہور نہین اور نہ اسپر
فتوی ہے اور دوسری مشہور روایت یہہ ہے کہ ناتی اور ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بہانجے اور بہانجیون اور بھتیجیون پر اور اسی روایت پر فتوی ہے اور صاحبین
کے نزدیک بہانجے اور بہانجیان اور بھتیجیان نانا پر مقدم ہین اور امام کا مذہب ذوی الارحام مین عصبات کی قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات مین دادا مقدم ہے میت کے
بہائیون پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جديه او جدتيه پہر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے هم یہہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے اسلے اخیر مذکورات جدین
سے باپ کا باپ یعنی دادا اور مان کا باپ یعنی نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی مان یعنی دادی اور مان کی مان یعنی نانی مراد ہے وهم الاخوال والخالات اور وہ
ماموں اور خالہ ہین هم یہہ لوگ مان کے رشتہ دار ہین ماموں تو بہائی ہین میت کی مان کے اور خالہ بہنین ہین اوسکی تو اگر مان کے سگے بہائی بہن ہین تو میت کے نانا
کیطرف منسوب ہین اور اگر مان کی اخیافی بہائی بہن ہین تو میت کی مان کیطرف منسوب ہین کذا فی الطحطاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہین یعنی میت کے
باپ کے اخیافی یعنی مادری بہائی ہین اعمام مین مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات مین داخل ہین نہ ذوی الارحام مین والعمات
اور پہوپہیان ہین ذوی الارحام سے مطلقا سگی ہون یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنین ہین باپ کی تو میت کے دادا کیطرف منسوب ہین جانب پدری سے
اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنین ہین تو وہ منسوب ہین اوسکی جدہ پدری کیطرف قسم رابع مین خلاصہ یہہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری درجے
مین برابر ہین یہان کوئی اقرب اور ابعد نہین اور اونمین حکم یہہ ہے کہ انمین سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہین تو دیکھنا چاہیئے کہ قرابت انکی متحد
ہے یا نہین اگر متحد ہے اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے تو اقرب اولی ہے بالاجماع یعنی سگا اولی ہے سوتیلے سے اور سوتیلا اولی ہے اخیافی

سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی مین بھی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہی اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سی ہے اور بعض کی مان کی جہت سی تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری کیواسطے ایک تہائی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وبناتُ الاعمامِ واَولادُ ھٰؤلاءِ اور منجملہ قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی اخوال اور خالات اور اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع مین داخل ہین ثم عماتُ الاٰباءِ والامّھاتِ واَخوالُھم وخالاتُھم واعمامُ الاٰباءِ لِاُمٍّ واعمامُ الامّھاتِ کلّھم واولادُ ھٰؤلاءِ وان بَعُدوا ابا العلق والسفول پہر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپون اور ماؤن کی پھوپھیان اور اونکے مامون اور خالائین اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون اوپر یا نیچے ہوکر ہم یعنی جبکہ میت کے عمات اور خالات اور اخوال اور اونکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اوسکی مان کے چچا اور مامون اور عمہ اور خالہ کیطرف تو اگر اونمین سی کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا عدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے اور قرابت اونکی متحد ہوگی تو اونمین سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت اونکی برابر ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت اونکی مختلف ہے تو باپ کی قرابت والونکو دو تہائیان ہین اور مان کی قرابت والونکو ایک تہائی اسلیے اخر ما مر پہر اگر یہہ لوگ بہی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پہر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہن کیطرف پہر اونکے بعد انکی اولاد کیطرف الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشریفی ویُقدَّمُ الاَقربُ فی کلّ صِنفٍ اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ سے ہر قسم مین ہم قسم رابع مین یہہ حکم ظاہر نہین اسواسطے کہ اونمین کوئی اقرب نہین ہان اونکی اولاد مین البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہہ اطلاق اوسی پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی واذا استوَوا فی الدرجۃِ واتّحدتِ الجہۃُ قُدِّمَ وَلدُ الوارثِ اور جبکہ ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر ہم ولد وارث سی مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہی اور صنف ثالث مین عصبہ کی اولاد مراد ہی اور صنف ثانی اور رابع مین یہہ نہین ہوتا ہان اونکی اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہی پہر قوی تر کی پہر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفتْ فلِقرابۃِ الاَبِ الثلثانِ ولِقرابۃِ الاُمِّ الثلثُ اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیان ہین متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والون کیواسطے ایک تہائی ہی ہم طحطاوی نے کہا یہہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع مین اور اونکی اولاد مین ہوتی ہے نہ اول اور ثالث مین وعند الاستواءِ فانِ اتّفقتْ صِفۃُ الاُصولِ فی الذکورۃِ والاُنوثۃِ اعتُبِرَ اَبدانُ الفروعِ اتفاقاً اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کیوقت اگر اونکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان اور متفق ہو تو فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد کے ہم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو ناتی دو ثلث پاویگا اور ناتن ایک ثلث واما اذا اختلفتِ الفروعُ والاُصولُ کبنتِ ابنِ بنتٍ وابنِ بنتِ بنتٍ اعتبرَ محمدٌ فی ذلک الاُصولَ وقسمَ المالَ علی اوّلِ بطنٍ اختلفَ بالذکورۃِ والاُنوثۃِ وھو ھٰھنا البطنُ الثانی وھو ابنُ بنتٍ وبنتُ بنتٍ فمحمدٌ اعتبرَ صفۃَ الاُصولِ فی البطنِ الثانی فی مسئلتِنا فقسمَ علیھم اثلاثاً واعطی کلاًّ من الفروعِ نصیبَ اصلِہٖ فحینئذٍ یکونُ ثلثاہ لبنتِ ابنِ البنتِ نصیبُ اَبیھا وثلثُہٗ لابنِ بنتِ البنتِ لانّہٗ نصیبُ اُمِّہٖ وتمامُہٗ فی السراجیۃِ وشرحِھا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت مین چنانچہ ناتی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو اسمین محمد نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہی اوس اول بطن پر جسمین اختلاف ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اسمقام کی مثال مین بطن ثانی مین پڑا ہے یعنی ناتی اور ناتن مین تو محمد نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن ثانی مین ہمارے مفروض مسئلہ مین تو اونپر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اوسکی اصل کا حصہ دیا ہی تو اب مال کی دو تہائیان ناتی کی بیٹی کی ہونگی جو اوسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اوسکی مان کا حصہ ہی اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اوسکی

مشروح نہین ہے یعنی یہان نہایت مختصر مذکور ہوا ھم جبکہ اصول مین اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہان بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور اختلاف اصول کا کچھہ اعتبار نہین کیا اور محمد نے اعلای بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہو اور ہر اصل کا حصہ اوسکی فرع کیواسطے مقرر کیا ہو تو متن کی صورت مذکورہ مین ابو یوسف کے نزدیک مال کی تین تہائیان ہوکر دو تہائیان نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد کے اور تعدد و اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جداگانہ طحطاوی اور شروح سراجیہ مین مذکور ہین خوف تطویل کے سبب مترجم اوسکے ترجمہ کرنے سے معذور ہو فمن شاء الاستفسار فلیرجع الیہا دھما اعتبر الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کا ھم یہان ضمیر کا مرجع مقدم مذکور نہین ہوا بلکہ مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام مین مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشھر الروایتین عن ابی حنیفۃ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی کذا فی شرح السراجیۃ للمصنف لیکن محمد کا قول مشہور تر ان دو روایتون مین سے ہے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہین تمام ذوی الارحام مین اور اوسی قول پر فتوی ہی ایسا مذکور ہی سراجیہ کے مصنف کی شرح مین ھم وہکذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور یہہ بھی عالمگیری مین ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط مین مذکور ہی کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہو اس قسم کے مسائل مین اور طحطاوی مین ہی کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے وفی الملتقی وبقول محمد یفتی سئلت عمن ترک بنت شقیقۃ وابن وبنت شقیقۃ کیف تقسم فاجبت بانھم قد شرطوا تعدد الفروع فی الاصول فحینئذ تصیر الشقیقۃ کشقیقتین فیقسم المال بینھما نصفین ثم یعطی نصف الشقیقۃ لاولادھا اثلاثا اور ملتقی مین ہے کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاتا ہو مجھسے سوال ہوا اُس میت کا مسئلہ جسنے اپنے سگے بہائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اوسکا ترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو مین نے جواب دیا اسطرح کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول مین شرط کیا ہی یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اسوقت مین سگی بہن دو سگی بہنون کی مانند ہو جاویگی یعنی اسواسطے کہ اوسکی دو فرع ہین ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بہائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنون کے ہو گئی نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اوسکی اولاد مین تین تہائیان ہوکر تقسیم ہوگا ھم یہہ جواب مبنی ہے محمد کے قول پر اونکا مذہب یہہ ہے کہ اگر فرع مین تعدد نہین ہی تو فروع مین اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہین اور اگر فروع مین تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہون اور دوسری اصل کی دو فرع مونث ہون اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہان اصل کی صفت اور فرع مین جمع کرین گے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کی سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکورت اور انوثت کا اصل مین اعتبار کرینگے تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ مین سگی بہن کی دو فرع ہین لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو بہنون کے قرار دیا اور متروکہ نصف سگی بھائی کو ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیان کرکے اُسکی اولاد مین تقسیم کی دو تہائیان بیٹا لیگا اور ایک تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی ملتقطا من الموضعین

فصل فی الغرقی والحرقی وغیرھم

یہہ فصل ہے ڈوبنے والون اور جلنے والون وغیرہم کے احکام مین ھم غرقی جمع ہو غریق کی اور حرقی جمع ہی حریق کی جیسے قتلے جمع ہی قتیل کی مراد انسے وہ لوگ ہین جو مرگئے اور یہہ معلوم نہین کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھہ ہی ڈوبگئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھہ ہی آگ سی جل گئے یا اونپر دیوار یا چہت گر پڑی یا معرکے مین مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہین تو یہہ قرار دیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھی ایک ہی آن مین مرگئے ولا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والون مین باہم وارث ہونا نہین یعنی ایک غریق دوسری غریق کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مُردون کا معلوم ہو جاے اسطرح پر کہ تعین کے بعد شبہہ واقع نہو تو اب پچھلا مُردہ وارث ہوگا پہلے مُردہ کا ھم غرقے اور اونکے امثال کی پانچ صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے کہ انمین سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اسکا حکم صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہہ ہے کہ میت سابق علے التعیین پہلے تو معلوم تہا پھر اوسمین شبہہ پڑ گیا اوسکا حکم یہہ ہے کہ اوس کی میراث موقوف رہیگی تا وقتیکہ شبہہ زائل ہوکر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کرلین اسواسطے کہ یاد آجانیسے مایوسی نہین ہے تیسری صورت یہہ ہی کہ میت سابق بلا تعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہہ ہی کہ سبکی موت ساتھی ہو پانچوین صورت یہہ ہی کہ سبقت اور معیت کچھہ معلوم نہو تو ان پچھلی تین صور تو نمین ایک دوسری کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن عجم زادہ محشی الشریفی فلو جہل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نرہی مجہول ہو گئی یعنی اوسکی تعیین کے بعد التباس

واذا اشتباہ واقع ہوا اوسکی ذات مین اور یہہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتون کے جو مذکور ہو چکین کذا فی الطحطاوی واُعطی کلٌّ بالیقین ووُقِفَ المشکوک فیہ
حتی یتبیّن او یصطلحوا شرح مجمع تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھہ اور جسمین شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہو جاوے یعنی باوٹر جاوے
اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کرلین کذا فی شرح المجمع قلتُ واقرّہ المصنّف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیاً للمحمد انہ لو مات احدُھما ولم
یُدرَ ایّھما ھو مجھول کانھما ماتا معاً لتحقق التعارض بینھما وھو مخالفٌ لما مرّ فتدبّر مین کہتا ہون اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح
مین ثابت رکھا ہی لیکن ہمارے استاد نے ضوء سراج سے منسوب بمحمد اس قولکو نقل کیا ہی کہ دوشخصون مین سے ایک شخص اول مرگیا اور یہہ معلوم نہین کہ دو شخصون
مین سے کون شخص پہلے مرا تو یہہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونون ساتھہ ہی مرگئے ثبوت تعارض کیوجہہ سے دونون مین اور یہہ روایت مخالف ہی مجمع کے قول کے
جو کہ ذکر کیا تو اسکو سوچ لے ہم ضوء سراج مین صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے مذکور ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو تنافی اور تخالف دفع ہوگیا
کذا فی الطحطاوی یعنی صورت ثالثہ مین میت سابق کا علم بلاتعیین ہوا اور صورت ثانیہ مین علم علی التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب تخالف قولین باقی
نرہا واذا لم یُعلم ترتیبھم یُقسَم مالُ کلٍّ منھم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک
میت کا مال اُن لوگون مین سے اوسکے زندہ وارثون پر تقسیم کیا جاوے اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہین شک کے سبب سے ہم یعنی استحقاق
میراث کے سبب مین یہان شک واقع ہی کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہی دوسری کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہین اور جبتک سبب متیقن
نہین استحقاق میراث کا متحقق نہین اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہین کذا فی الطحطاوی فرائض شریفی مین ہی کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین
مین اسیطرح کا حکم کیا یعنی زندون کو مردونکی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہین دی اور جبکہ عمواس مین وبا سے لوگ مرگئے تو عمر فاروق
نے اسیطرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین مین بھی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر یرِث بالنسب والسبب کالمسلم اور
کافر وارث ہوتا ہی نسب کی جہت اور سبب کی جہت سے مسلمان کی مانند یعنی کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کی طرق
سے جبکہ کفار حکام مسلمین کیطرف مرافعہ کرین اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع لہ قرابتانِ لو تفرّقتا فی شخصین یحجب
احدُھما الآخرَ فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر مین دو ایسی قرابتین جمع ہون کہ اگر وہ قرابتین دو شخصون مین جدا جدا ہوتین تو ایک شخص دوسرے کا
حاجب ہوتا تو وہ وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے ہم چنانچہ مجوسی نے اپنی مان سے نکاح کیا اوس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہہ بیٹی اوس مجوسی کی اخیافی
بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہی تو وہ جو یہی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے اور محجوب نہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے
وان لم یحجب احدُھما الآخرَ یرث بالقرابتین عندنا کما قدّمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر وارث ہوگا دونون قرابتون
کی جہت سے ہم حنفیون کے نزدیک چنانچہ ہمنے اسکو آگے ذکر کردیا ہی باب عول سے پہلے ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
سو اوس سے فرزند پیدا ہوا تو یہہ عورت اوسکی مان ہی اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونو جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو مان ہونے کی راہ سے تہائی
متروکہ پاویگی اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثون بانکحۃٍ مستحلّۃٍ عندھم ای یستحلّونھا کتزوّج مجوسیٍّ اُمَّہ لان النکاح الفاسد
لا یوجب التوارث بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکلُّ نکاحٍ لو اسلما یُقرّان علیہ یتوارثانِ بہٖ والا فلا انتھی وصحّح فی الظہیریۃ
اور کفار وارث نہین ہوتے من حیث الزوجیۃ اُن نکاحونکی جہت سے جو اونکے نزدیک حلال ہین یعنی جن نکاحونکو وہ حلال جانتے ہین جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی مان سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہین تو اسیطرح مجوس مین بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرۃ اوسکے
مصنف نے کہا کہ کافرونمین جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہون تو اوسی نکاح پر ثابت رکھے جاوین تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر
بعد اسلام کے ثابت نرکھے جاوین تو باہم وارث نہونگے انتہی ما فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہی ظہیریہ مین ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام
فقط لما قدّمنا فی العصبات انہ لا اَبَ لھما اور ولدالزنا اور ولداللعان فقط اپنی مان کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطیکہ ہمنے عصبات کے

بیان مین ذکر کرده یا ہے کہ اُن دونو کا باپ نہین یعنی احکام شرعی مین نہ واقع مین ھم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہہ بھائی اسکا
عصبہ نہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث لیگا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اوسکی مان لیگی فرضاً ورداً اور اگر مان نہو تو مان کے ذوی الارحام وارث
اوسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی **ویوقف للحمل حظ ابن واحد او بنت واحدة ایهما کان اکثر وعلیه الفتوی لانه الغالب ویکفلون احتیاطاً**
اور اُٹھا رکھا جاوے حمل کیواسطے ابن واحد یا بنت واحدہ کا حصہ اونمین سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ
ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثون سے اوسقدر حصے کا ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنی قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اوسکو صرف نکرڈالین
ھم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹون کا حصہ یا چار بیٹیون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹون کا حصہ اُٹھا رکھا جاوے اور ابو یوسف کے نزدیک
ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد مین ایک ہی بچہ پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پیدا ہوتے ہین ہوگا جبتک
اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیة وشرحها للسید **کما لو ترک ابوین وبنتاً وزوجة حبلی فان المسألة من اربعة وعشرین ان فرض الحمل ذکراً وتعول
لسبعة وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین** چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس
سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور چوبیس عول کرین ۲۷ کیطرف اگر اوسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیون کیواسطے دو تہائیان فرض ہین
ھم ۲۴ سے اسواسطے مسئلہ ٹھہرا کہ ثمن زوجہ کا والدین کے سدسین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ
سہم ہین چار مان کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے ہین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۷۲ سے اور اگر بچہ عورت ہو دونو بیٹیونکو ۱۶ ملنی چاہئین اسلیے مسئلہ عول کریگا ۲۷ کی
طرف **قلت هذا على كون الحمل من الميت والامثلة كثيرة** مین کہتا ہون یہہ مثال اوس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت سے ہو اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اوسکی
مثالین بہت کثرت سے ہین ھم مثل بنصم سیم وثالث مثلثہ مبہم ہے مثال کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت سے ہو تو اسکی یہی مثال خاص ہے
جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین ہے کذا فی الطحطاوی **کما لو ترکت زوجها واماً حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکراً
السدس لانه عصبة فيقدر انثى ليفرض له النصف وتعول لثمانية كما لا يخفى** چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی مان حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ
نصف ہے اور مان کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اسواسطے کہ وہ عصبہ ہے باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ ذوی فرض
ہو اور اوسکے واسطے نصف متروکہ مقرر ہو اور عول کریگا یہہ مسئلہ آٹھ کیطرف چنانچہ مخفی نہین ہے ھم یہہ مسئلہ چھ سے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے
اور عول کریگا آٹھ کیطرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی **قلت ولم ار ما لو كان على احد التقديرين يرث وعلى الآخر لا كما هو
اخوين لام فان قدر ذكراً لم يرث له شيء فينبغي ان يقدر انثى وتعول لتسعة** چنانچہ مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا اوس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ
کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنی ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ مان اور دو
اخیافی بھائیونکو چھوڑکر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اوسکے واسطے کچھہ باقی نرہیگا تو لائق بقواعد یہہ ہے کہ اوسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور
عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ھم یہہ مسئلہ وہبانیہ کے اُس بیت کا ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے مین اسواسطے حمل کیواسطے کچھہ باقی نرہیگا کہ زوج
کا فرض حصہ نصف ہے اور مان کا سدس ہے اور اخیافی بھائیون کا ثلث ہے پھر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہوگیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہوگیا اور اگر
حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کیطرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس
مان کا اور ثلث اخیافی بھائیون کا تو حمل کیواسطے تین سہم اوٹھا رکھینگے نو مین سے کذا فی الطحطاوی بتصرف فی الوهبانیة **قال وحاملة
تأتي بابن فلو يرث وان ولدت بنتاً لها الثلث يقدر** اور وہبانیہ مین کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث نہو اور اگر لڑکی جنی تو اسکے
واسطے تہائی مقرر ہے ھم یہہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے ابھی مذکور کیا ثلث نصف کا قایل ہے اسواسطے کہ مین نہائی نو کی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات

یہہ فصل ہے مناسخات مین ھم مناسخہ لغت مین عبارت ہے ازالہ اور تغییر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین

مناسخہ یہہ ہے کہ بعض یا کل وارثون کے سہام اونکو پچہلون کیطرف منتقل ہو جاوین یعنی بوجہ استحقاق یعنی ورثہ کے وارثونکو دیجاوین کذا فی الطحطاوی
یعنی ترکہ ہنوز تقسیم نہوا تہا کہ وارث مرگیا تو اوسکے حصے کو اوسکے وارث کیطرف نقل کرنا اسیکا نام مناسخہ ہے مات بعض الورثۃ قبل القسمۃ
للترکۃ صححت المسئلۃ الاولی و اعطیت سہام کل وارث بعضا وارث مرگیا ترکہ تقسیم ہونیسے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث
کے سہام دئے جاوین ھ تصحیح مسئلہ اسیسے عبارت ہے کہ سہام لئے جاوین کیسے عدد سے اسطرحپر کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشریفیۃ اور تصحیح مسائل
کے سات قاعدے ہین آگے معلوم ہونگے ثم الثانیۃ پہر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی پہلے مسئلہ کے بعد ھ اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے
مافی الید مین نظر کرینگے تو یہہ نظر تین حال سے خالی نہین یا دونون مافی الید مین مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت انکی مثالین آگے معلوم ہونگی
الا اذا اتحد کان مات عن عشرۃ بنین ثم مات احدھم عنہم مگر جبکہ دونون مسئلونکی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچہہ حاجت
نہین چنانچہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چہوڑکر پہر اوسکے بعد اونمین سے ایک بیٹا مرگیا نو بہائی چہوڑکر ھ دس بہائی سگے ہون یا سوتیلے تمام متروکہ نو بہائیون پر
تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تہا اسواسطے کہ اگر اول دس حصے کیجئے پہر ایک کا حصہ نو کو دیجئے تو تطویل بلاطائل ہے فان استقام
نصیب المیت الثانی علی ترکتہ فیہا و نعمت پہر مسئلہ ثانیہ مین اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اوسکی ترکہ پر یعنی اوسکے وارثون پر بلا کسر منقسم ہوگیا
تو بہت خوب اور بہتر ہوا ھ اور ہم ایک مثال مذکور کرتے ہین جسمین احوال ثلثہ یعنی استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہو وہ یہہ ہے کہ ایکعورت زوج اور بیٹی اور
مان کو چہوڑکر مرگئی پہر زوج قبل از تقسیم متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چہوڑکر مرگیا پہر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور اوس جدہ کو چہوڑکر مرگئی جو میت اول
کی مان ہے پہر وہ جدہ یعنی نانی زوج اور دو بہائیونکو چہوڑکر مرگئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہے اور میت رابع
مباینت کی مثال ہے پہر جب ہمنے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہر وارث کو اوسکے سہام دئے پہر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت
ثانی اور اوسکی تصحیح مین تامل کیا تو مسئلہ اولی کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس کے جتماع سے اور اس مسئلے مین رد فرض کرنا ہوگا زوج کے
تین سہم اور بنت کے چہہ اور مان کے دو اور ایک سہم باقی رہا اوسکو بیٹی اور مان پر بقدر اونکے سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد فروق
مین سابق مذکور ہوچکا سو اس مسئلہ مین من یرد علیہ کی دو جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ مع ہوا یعنی بنت اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ
اقل مخارج سے یعنی چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہے اسواسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجئے تو مسئلہ چہہ سے ہے نصف اوسکا تین سو بنت
کا فرض ہے اور سدس اوسکا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو یہہ دو علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصیب زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے
مسئلہ پر مستقیم نہین تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنی چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج مین اور وہ مخرج بھی چار ہے تو
چار کو چار مین ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تہا چار سے جب اوسکو مسئلہ من یرد علیہ مین یعنی چار مین ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور
من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کی باقی مین ضرب کیا گیا تو مان کا حصہ ایک تہا چار سے جب اوسکو تین مین جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل
ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تہا جب اسکو تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور مان کو تین اور بیٹی کو نو پہر جب ہمنے
میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنی زوج کی تو چار سہم سے اوسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اوسکی زوجہ کا ربع ہے اور اوسکی مان کا حصہ باقی مال کی تہائی
ہے اور اوسکے باپ کا حصہ دو تہائیان پہر جب ہمنے زوج کی مافی الید سہام مین نظر کی تو چار سہام پائے سو اوسکے وارثون پر بلا کسر مستقیم ہین اونمین سے
زوجہ کا ایک سہم اور مان کا ثلث باقی یعنی ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنی دو سہم تو اس تصحیح مین ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑی اور پہلا مسئلہ اور دوسرا سولہ
سے صحیح ہوگیا کذا فی الطحطاوی والشریفیۃ وان لم یستقم فان کان بین سہامہ و مسئلتہ موافقۃ ضرب وفق التصحیح فی کل التصحیح الاول
اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہو اوسکے وارثون پر سو اگر میت ثانی کے سہام مین اور اوسکے مسئلے مین موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام مین
تو ضرب کریگا ھ مثال اسکی وہ بنت ہے صورت مذکورہ مین جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چہوڑکر مرگئی تو یہہ مسئلہ چہہ سے ہے جدہ کا ایک

اور باقی پانچ رہی سو پانچ رُؤس کے ہین یعنی چار سہم دو بیٹون کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اوسکی ما فی الید مین جو نو ہین اور اوسکی مسئلے
وضین موافقت بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہی تو اوسکو ضرب کیا جمیع تصحیح اول مین جو سولہہ ہین تو حاصل ہوتی ۳۲ جسکے
تھی یعنی میت اول کے ورثہ کے سو وہ لیگا دو مین ضرب کرکے اسواسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جنکی سہام چہہ ہین
ورثہ کے تو وہ لیگا تین مین ضرب کرکے اسواسطے کہ تین میت ثانی کے ما فی الید کا وفق ہے سو میت اول کی مان کے تین سہم تہے سولہہ کی
ضرب کیا چہہ حاصل ہوئی تو یہہ مان کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تہے سولہہ سی اونکو دو مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئی تو یہہ زوج کا حصہ ہوا اور
زوجہ کے وارثون پر بہی مستقیم ہے اوسمین سی زوجہ کے دو سہم اور اوسکی باپ کے چار سہم اور اوسکی مان کے دو سہم اور میت ثانی کی مسئلہ سی جنکا ایک سہم تہا
ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئی اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تہے اونکو تین مین ضرب کیا تو پندرہ حاصل ہوئے انمین سی ہر پسر کا حصہ چہہ ہوا اور بیٹی کا
سہم صحیح ہوگئی کذا فی الطحطاوی والشریفی والملتقط وان لم یکن بینہما موافقة بل مباینة ضربت کل الثانی فی کل الاول فیحصل
تین اور اگر میت ثانی کے سہام مین اور اوسکی مسئلے مین موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح اول مین
دونو مسئلون کا مخرج یعنی علی تقدیر الموافقة وفق تصحیح ثانی کی ضرب سی اور علی تقدیر المباینة کل تصحیح ثانی کی ضرب سی تصحیح اول مین موافقت
کے دونون مسئلون کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ مین وہ جدہ ہے جو زوج اور دو بہائیونکو چہوڑکر مر گئی اور
نو سہم ہین چہہ سہم اوسنی اپنی بیٹی سی جو کہ میت اول ہی پائی اور تین سہم اپنی نانی سی جو میت ثالث ہی پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا
کی تصحیح چار سے ہی اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سی اوسکا نصف جسکو دیا یعنی ایک دو سی تو باقی رہا ایک وہ دو بہائیونپر قسمت نہین ہو سکتا
تو بہائیونکے رؤس کو اصل مسئلے مین یعنی دو مین ضرب کیا حاصل ہوئی چار اوسمین سی زوج کے دو سہم اور ہر بہائی کا ایک سہم اور جبکہ
نو سہم ہین اور نو مین اور چار مین مباینت ہی تو تصحیح ثانی یعنی چار کو تصحیح اول یعنی ۳۲ مین ضرب کیا حاصل ہوئی ۱۲۸ تو جسکا حصہ
وہ حصہ چار مین یعنی مسئلہ جدہ مین ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار مین ہے وہ جدہ کی ما فی الید یعنی نو مین ضرب کیا جائیگا سو میت
ہی میت اول کا اوسکی دوسری زوجہ کا حصہ دو تہا ۳۲ سے اوسکو چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئی اب اُسکا یہہ حصہ ہوا اور میت ثانی
حصہ دو تہا اُسکو بہی چار مین ضرب کیا آٹھہ ہوئے یہہ اوسکی مان کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہام چار تہے جب اونکو چار مین ضرب کیا
ہوئے یہہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنی میت اول کی بنت کے دونو فرزندون کا حصہ چہہ تہا ۳۲ سے چار مین ضرب کیا چوبیس
ہوئے یہہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تہا اوسکو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے یہہ اوسکا حصہ ہوا
یعنی جدہ مذکورہ کی زوج کا حصہ دو سہم تہی چار سے جب اُنکو ضرب کیا جدہ کی ما فی الید یعنی نو سی تو اٹھارہ حاصل ہوئی یہہ اوسکا حصہ
ہر بہائی کا ایک سہم تہا اوسکو بہی نو مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بہائی کا حصہ نو نو سہم کا ہوا کذا فی الشریفی والطحطاوی والملتقط
سہام ورثة المیت الاول فی المضروب ای فی التصحیح الثانی او فی وفقہ سو حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سہام ضرب
ب مین یعنی تصحیح ثانی مین مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق مین موافقت کی تقدیر پر ہم تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنیسے اس
ن ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہوگیا امثلہ سابقہ مین
ورثة المیت الثانی فی کل ما فی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول قال اور میت ثانی کے وارثونکے سہام کو ضرب کرے میت ثانی
ما فی الید مین علی تقدیر المباینة یا تصحیح اول کے وفق مین ضرب کرے علی تقدیر الموافقة ہم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سی حاصل ہوگا کما فصلت
ئ کان فیہم من یرث من المیتین ضربت نصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ ونصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ
تو نمین وہ وارث موجود دونون میت سی میراث پاتا ہی تو اوسکی حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی مین اگر مباینت ہو یا اوسکی وفق مین اگر

موافقت ہو اور ضرب کرے تو اوسکے حصے کو ثانی کی ما فی الید مین اگر مباینت ہو یا اوسکی وفق مین اگر موافقت ہو ھ پہلی صورت کی مثال یہہ
کہ ایک شخص مرگیا ایک بیٹا چھوڑکے ایکعورت سے اور تین بیٹیان چھوڑکے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مرگئی دو سگی بہنین اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑکر تو پہلا
مسئلہ پانچ سے ہوا اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھہ مین ایک ہے اور ایک مین اور تین مین مباینت ہے تو تین کو پانچ مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے
تو ہر راس کا اول سے ایک سہم ہے اوسکو مسئلہ ثانیہ مین ضرب کیا یعنی تین مین تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنون کے دو سہم تھے اونکو ایک مین ضرب کیا
دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اوسکو ایک مین ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہہ مثال ہے کہ ایک شخص مرگیا زوجہ اور بیٹی
اور باپ کو چھوڑکر پھر بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا چھوڑکر اور اسکی ماں اور دادا میت اول کے بھی وارث ہین تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہے اسواسطے کہ ثمن ۸ ہے سدس
سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کیوجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جبکہ
بیٹی مرگئی اپنی ماں اور داداکو چھوڑکر تو اوسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اوسکے ہاتھہ مین بارہ سہم ہین اور بارہ اور تین مین موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو
تصحیح کا وفق ہے ۲۴ مین ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولے مین ہو وہ اپنا حصہ لیگا ایک مین ضرب کرکے جو تصحیح کا وفق ہے اور جسکا حصہ
مسئلہ ثانیہ مین ہو وہ اپنا حصہ لیگا چار مین ضرب کرکے اسواسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی ما فی الید کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولے مین زوجہ کے تین تھے اونکو
ایک مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے اُن کو بھی ایک مین ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ مین ماں
کا ایک سہم تھا منجملہ تین سہم کے اوس کو چار مین ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین سے اُنکو چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل
ہوئے تو یہہ اوسکا حصہ ٹھہرا کذا فے الطحطاوی **ولو مات ثالث قبل القسمۃ جعل المبلغ الثانی مقام الاولی وجعل الثالثۃ مقام الثانیۃ ولعمل**
وھکذا کلما مات واحد تقیمہ مقام الثانیۃ والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولی الی ما لا یتناھی اور اگر وارثون مین سے تیسرا میت مرگیا قسمت سے پہلے تو
مبلغ ثانی مسئلہ اولے کے مقام پر ٹھہرایا جاے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جاے عمل کرنے مین اور اسیطرح جبکہ ایک وارث مرے تو اوسکو مسئلہ
ثانیہ کے مقام پر قائم کرا اور جو مبلغ کہ اوسکے پہلے حاصل ہوچکا ہے اوسکو مسئلہ اولی کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک ھ یعنی ثالث کی موت قبل
القسمۃ سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولے اور ثانیہ سے حاصل ہوا وہ بجاے تصحیح مسئلہ اولے کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجاے تصحیح مسئلہ ثانیہ
کے ہوگا عمل مین گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر اسیطرح میت رابع اور خامس مین الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے
اسواسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینون مردے ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسیطرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک
ہوگئی چارون مردے میت رابعہ ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلے ہذا القیاس الے لا یتناہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ
واحدہ مین ہو یا مراتب متعددہ مین ہو عمل مین کچھہ فرق نہین ہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہوچکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا **وھذا علم العمل**
فلا تغفل اور یہہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنیکا سو اسمین غفلت نکیجیو ھ شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہین ہے اسمین ہوشیاری اور بیداری
لازم ہے اسواسطے کہ یہہ دقیق ہے اور تامل اور فکر کی اسمین بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہہ باب ہے مخارج مین ھ
مخارج جمع ہے مخرج کی یعنی جاے خروج فروض ستہ اب اُن قاعدونکا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض مین حاجت ہے اور چونکہ سب فروض کسور مین تو اونکی
مخارج بھی کسور کے مخارج ہین اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہے جس عدد سے یہہ کسر صحیح ہوجاے چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے مخارج کو
تقسیم حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب مین اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو پھر تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین بین
العددین کو پھر معرفت حصہ ہر فریق کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثۃ والغرما **الفروض المذکورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف ومخرج کل کسر**
سمیہ کالربع من اربعۃ الا النصف فانہ من اثنین فرض چھہ جو قرآن مجید مین مذکور ہین دو قسم ہین قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اُس کسر
کا ہمنام ہے چنانچہ ربع نکلتا ہے اربعہ سے سواے نصف کے کہ اوسکا مخرج اوسکا ہمنام نہین کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنی دو سے ھ ہمنام سے مراد یہہ

ہی کہ مخرج اور کسر حروف مین شریک ہین اور اسیطرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام ہین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوای آدہی کے کہ وہ ہمنام نہین ہے کیونکہ اوسکا مخرج دو ہی اور معلوم کرنا چاہیئے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہے ربع سے اور مخرج اوسکا اقل ہی ربع کے مخرج سے والربع من اربعة والثمن من ثمانية والثانی الثلث والثلثان کلاھما من ثلثة و السدس من ستة اور منجملہ قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہین وہ دونون نکلی ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہی اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسہ ہے دوسرا سین تے کے ساتھ بدلگیا اور اسیطرح دال تے ہوگئی اور پہلی تے دوسری تے مین گم ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعیف والتنصیف فتقول مثلا الثمن وضعفہ وضعف ضعفہ او تقول النصف ونصفہ ونصف نصفہ فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہی تو مثلا تو یون کہی کہ ثمن اور اوسکا دونا اور اوسکی دونے کا دونا یا تو یون کہو کہ نصف اور اوسکا آدہا اور آدہے کا آدہا ہم اِسکلام سے مراد یہہ ہی کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہی اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہی اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہی اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہی اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہی اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہی اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف مین ہے اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہی اوسکا سبب یہہ ہے کہ انہون نے ان فروض مین سے اُس فرض کو تلاش کیا جو مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا مخرج ثمانیہ ہی اور ربع اور نصف کو دیکہا کہ ثمانیہ سے دونون بلاکسر نکلتی ہین تو اونہون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہی اور ثلث اور ثلثین کو دیکہا کہ اوسمین سے بلاکسر نکلتی ہین تو ان تینونکو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفی قلت واخصر الکل ان تقول الربع والثلث ونصف کل وضعفہ مین کہتا ہون اور جمیع فروض مین سب عبارتون سے مختصر تر یہہ عبارت ہی کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دوچند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دوچند نصف ہی اور ثلث کا نصف سدس ہی اور ثلث کا دوچند ثلثین ہے واذا جاء فی المسئلة من هذه الفروض احاد فمخرج کل فرد منفرد سمیہ الا النصف کما مر پھر جبکہ مسئلہ فرائض مین ان چھہ فرضون سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اوسکا ہمنام عدد ہے سوای نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنی اگر کسی مسئلے مین فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط اربعہ ہے یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہی یا فقط ستہ واذا جاء مثنی او ثلث وهما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا لجزء فذلک العدد ایضا یکون مخرجا لضعفہ واضعافہ کالستة هی مخرج للسدس لضعفہ وضعف ضعفہ اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض آوین اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کہ جزء کا مخرج ہے سو وہی عدد اوسکی دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہی چنانچہ ستہ یعنی چھہ سدس کا اور اوسکی دوچند یعنی ثلث کا اور سدس کے دوچند کے دوچند کا یعنی ثلثین کا مخرج ہے ہم یعنی اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہی بشرطیکہ فروض مجتمعہ ایک نوع سے ہون چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہی اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہی سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا بھی مخرج ہے اور سبب اسکا یہہ ہی کہ اکثر کا مخرج اقل مین موجود ہی بلاکسر تو اقل کے مخرج مین استغنا ہی اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو یہہ سدس کی مخرج مین یعنی ستہ مین موجود ہے اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہے فاذا اختلط النصف من النوع الاول بکل النوع الثانی ای الثلثة الاخر او ببعضہ فاذا کان فی المسئلة نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستة لترکبہا من ضرب اثنین فی ثلثة پہر جب فروض کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنی تینون فرضون سے یا بعض سے مختلط ہو تو جسوقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین اور ثلث اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہے اسواسطے کہ چھہ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین مین حاصل ہوا ہی ہم یہہ مثال ہے اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہین ذکر کی سو فرائض شریفی مین اوسکا یون بیان ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہے کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنونکو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا

فقط ثلثین سے اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور مان وارث ہو اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیانی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور ولد الام وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو اخیانی بہنین اور مان وارث ہون او اختلط الربع من النوع الاول بكل الثاني او ببعضه فاذا كان في المسئلة زوجة ومن ذكر فمن اثني عشر لتركبها من ضرب الاربعة في ثلثة لموافقتهما بالنصف یا مختلط اور مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھہ یا بعض کے ساتھہ تو جبکہ مسئلے مین زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اوسکا بارہ سے ہے بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار سے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چہہ کو چار کے ساتھہ توافق بالنصف ہے ہم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط نصف کے ساتھہ بیان کئے یعنی دو سگی بہنین اور دو اخیانی بہنین اور مان یہہ مثال ہے اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم مذکور کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیان وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور مان وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد ما دری سے ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیانی بہنین وارث ہون اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور مان اور دو اخیانی بہنین وارث ہون تو ان مختلطات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ سے اسواسطے کہ چہہ تمام نوع ثانی کا مخرج ہے پھر ہمنے ربع کا مخرج لیا وہ چار ہے اور چار اور چہہ مین موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی دو کو چہہ مین یا تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا في الشريفي او اختلط الثمن من النوع الاول ببعض الثاني واما بكله فغير متصور الا على راي ابن مسعود او في الوصايا فليحفظ فمن اربعة وعشرين یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھہ تو اوسکا مخرج ۲۴ سے ہے اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے ساتھہ متصور نہین مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہو سکتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ابن مسعود رض کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہے بحجب نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیانی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہو گیا ربع سے ثمن کیطرف اور ہمارے مذہب مین یہہ متصور نہین اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیان ہون اور صاحب سدس مان ہو گی یا جدہ تو اسوقت مین صاحب ثلث نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا مان ہے یا اوسکی اولاد اور مان یہان محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کیطرف اور اسکی اولاد تو جمیع ثلث سے محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھہ ہو گا نہ ثلث کے ساتھہ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین اسطرح ہے کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہو گی وصیت ۲۴ کو ۳۳ کیطرف عول کرکے قسمت کرینگے کذا في الطحطاوي مختصراً كزوجة وبنتين وام لتركبها من ضرب الثمانية في ثلثة لما قدمنا من موافقة الستة بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیان اور مان بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھہ کی ضرب کرنے سے تین مین اسوجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چہہ مین توافق بالنصف ہے ہم بیان اوسکا یہہ ہے کہ اقل جزء ثانی کا مخرج چہہ ہے اور اوسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چہہ مین اور آٹھہ مین جو ثمن کا مخرج ہے موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی تین کو آٹھہ مین یا آٹھہ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے ولا يجتمع اكثر من اربعة فروض في مسئلة واحدة اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر یہہ اعتراض ہے کہ گاہے پانچ فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہو جاتے ہین چنانچہ زوج اور مان اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیانی بہن اور گاہے چہہ فرض بھی جمع ہو سکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھہ زوجہ بھی ہو اسطرح کہ خنثے مشکل پر ایکمرد نے دعوی کیا کہ یہہ میری زوجہ ہے اور ایکعورت نے اوسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہے اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر خنثے کا فرض ثابت ہو گا سو اعتراض اول کا جواب یہہ ہے کہ اوسمین سدس مکرر ہو گیا اور کلام ہے فروض غیر مکررہ

مین اور اعتراض ثانی کا یہہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہے اور نادر پر حکم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجتمع من اصحابها اکثر من خمسة طوائف اور اصحاب فرائض مین سے پانچ گروہون سے زیادہ اجتماع نہین ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام مین چار فرقون سے زیادہ پر کسر واقع نہین ہوتی ہے یہانتک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تقسیم مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہین فرائض شریفی مین ہے کہ تقسیم مسائل فرائض سے عبارت ہے کہ کمتر عدد ممکن سے اسطرح پر سہام لئے جاوین کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنی سب وارثون کے سہام پورے ہون کسیکا سہم تہائی چوتھائی نہو اور تصحیح مسائل کیواسطے سات قاعدون کیطرف حاجت ہے اونمین سے تین قاعدے تو مابین سہام مخارج اور رؤس ورثہ کے ہین اور چار قاعدے مابین رؤس اور رؤس کے ہین سو تین کا پہلا قاعدہ مسمی باستقامت ہے وہ یہہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثون پر بلا کسر اونپر منقسم ہو جاوین بدون کسر پڑنیکے تو یہان ضرب کی کچھ حاجت نہین چنانچہ والدین اور دو بیٹیان وارث ہون اسواسطے کہ یہان مسئلہ چھہ سے ہے والدین مین سے ہرایک کا حصہ سدس یعنی ایک ایک اور بیٹیون کے دو ثلث ہین یعنی چار ہر بیٹی کے دو دو سہم تو سہام مستقیم ہو گئے رؤس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن اونکے سہام اور رؤس مین موافقت ہو تو یہان عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہوا اور اگر عول ہوگا تو اصل اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیان یا زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سہام مین کسر پڑتی ہو ولیکن اونکے سہام اور رؤس مین موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو یہان تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے چنانچہ زوجہ اور تین اخیافی بہنین اور اگر عول ہوا ہے تو اصل مسئلے اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین اور باقی چار قاعدے جو مابین رؤس کے ہین سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف ان اصول سبعہ مین سے چھہ قاعدے ذکر کریگا اور قاعدہ استقامت کو اوسنے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے دقت طلب نہین اور یہہ پچھلے چار قاعدے نہین ہوتے مگر وہان جن مسائل مین دو گروہ ورثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا ذکرہ الطحطاوی والشریفی ملتقطا واذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلة وعولها ان کانت عائلة کامرأة واخوین للمرأة الربع یبقی لهما ثلثة لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعة فتصح من ثمانیة جبکہ سہام ہر فریق کے وارثون پر ٹوٹ پھوٹ جاوین تو اونکے عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنی زوجہ اور دو بھائی وارث ہون تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیون پر مستقیم نہین اور یہان دو اور تین مین توافق کی بھی نسبت نہین تو دو کو یعنی عدد رؤس کو چار مین یعنی اصل مسئلے مین ضرب کرے تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہوگا ھ یہہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یون مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین وارث ہین اصل مسئلہ چھہ ہے اوسکا نصف یعنی تین زوج کا حصہ ہے اور اوسکی ثلثین یعنی چار بہنون کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کیطرف اور یہان فقط بہنون کے سہام اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس یعنی چار اور پانچ مین مباینت ہے تو ہمنے عدد رؤس یعنی پانچ کو اصل مسئلے اور اسکے عول یعنی سات مین ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہو گیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے اونکو مضروب یعنی پانچ مین ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنون کے چار سہم تھے اونکو بھی پانچ مین ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہہ تیسرا قاعدہ ہے منجملہ تین قاعدون کے وان وافق سہامہم عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلة وعولها کامرأة وست اخوة فلهم ثلثة توافقهم بالثلث فاضرب اثنین فی اربعة فتصح من ثمانیة ایضا اور اگر وارثون کے سہام مین اور اونکے عدد رؤس مین توافق ہو تو اونکے عدد کے وفق کو اصل مسئلے مین تو ضرب کرے اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھہ بھائی وارث ہون بھائیون کے تین سہم ہین تو تین مین اور بھائیون کے عدد رؤس یعنی چھہ مین توافق ہے تو دو کو چار مین ضرب کر تو یہہ مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہوگا ھ یہہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان وارث ہین تو اصل مسئلہ بارہ ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنی تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنی چار سہم اور چھہ بیٹیون کے دو ثلث یعنی آٹھ سہم تو مسئلے نے عول کیا

بارہ سے پندرہ تک اور بیٹیون کے سہام یعنی آٹھہ نقطہ اونکے عدد رؤس پر یعنے چھہ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہے تو ہمنے اونکے رؤس کو نصف کیطرف پھیرا یعنے تین کیطرف پہر تین کو اصل مسئلے اور اوسکے عول مین یعنی پندرہ مین ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئی تو اب مسئلہ مستقیم ہوگیا اسواسطے کہ زوجہ کا حصہ اصل مسئلے مین سے تین سہم کا تھا اوسکو مضروب یعنے تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوجہ کے ٹھیرے اور والدین کا حصہ اوسمین سے چار سہم کا تھا اوسکو اوسی مضروب مین یعنی تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئی تو ہر ایک کے چھہ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھہ سہم کا تہا اوسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہہ ہے کہ اگر سہام ماخوذہ از مخرج وارثون پر مستقیم ہوگئے تو یہہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہونگے یا اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین مذکور ہے اور اول شق یعنے ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام مین اور اونکے عدد رؤس مین موافقت ہے یا نہین اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفیہ فَاِذَا انْکَسَرَ سِهَامُ فَرِیْقَیْنِ اَوْ اَکْثَرَ وَعَدَدُ رُؤُسِهِمْ مُتَمَاثِلَةٌ ضُرِبَتْ اَحَدُ الْاَعْدَادِ فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ وَعَوْلِهَا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہون اور وارثون کے رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایکعدد کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور اوسکے عول مین یعنی اگر عائل نہو تو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے مین اور اوسکے عول کے ساتھہ ضرب کر ہم یہان سے اول چار قاعدے کا ذکر شروع ہوا جو مابین رؤس کے ہین طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اوسکے شروح مین عول مذکور نہین مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اوس سے زیادہ انکسار کی یہہ مثال ہے کہ زوجہ اور تین سگی بہنین اور تین اخیافی بہنین وارث ہون کَثَلَاثِ بَنَاتٍ وَثَلٰثَةِ اَعْمَامٍ فَتَکْتَفِیْ بِاَحَدِ الْمُتَمَاثِلَیْنِ فَاضْرِبْ ثَلٰثَةً فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فَتَکُوْنُ تِسْعَةً مِنْهَا تَصِحُّ چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین کو اصل مسئلے مین ضرب کر نو حاصل ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگا ہم اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین اور ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیون پر مستقیم نہین اور اوسکا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہین اور دونون ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ مین یعنی تین کو تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی بنات کا حصہ دو تہا اوسکو تین مین ضرب کیا چھہ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیونکو دو دو پونہچے اور اعمام کا حصہ ایک تہا اوسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پونہچا بلا انکسار وَاِنِ انْکَسَرَ عَلٰی ثَلٰثِ فِرَقٍ اَوْ اَرْبَعٍ فَاطْلُبِ الْمُنَاسَبَةَ اَوَّلًا بَیْنَ السِّهَامِ وَالْاَعْدَادِ ثُمَّ بَیْنَ الْاَعْدَادِ وَالْاَعْدَادِ ثُمَّ افْعَلْ کَمَا فَعَلْتَ فِی الْفَرِیْقَیْنِ فِی الْمُدَاخَلَةِ وَالْمُمَاثَلَةِ وَالْمُوَافَقَةِ وَالْمُبَایَنَةِ فَمَا حَصَلَ یُسَمّٰی جُزْءَ السَّهْمِ فَاضْرِبْهُ فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ اَشَارَ اِلَیْهِ بِقَوْلِهٖ وَاِنْ دَخَلَ بَعْضُ الْاَعْدَادِ فِیْ بَعْضٍ کَاَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَلٰثِ جَدَّاتٍ وَاثْنَیْ عَشَرَ عَمًّا ضُرِبَتْ اَکْثَرُ الْاَعْدَادِ لِتَدَاخُلِهَا فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ وَهُوَ اثْنَا عَشَرَ فَتَکُوْنُ مِائَةً وَاَرْبَعَةً وَاَرْبَعِیْنَ مِنْهَا تَصِحُّ اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین یا چار گروہون پر تو مناسبت یعنی نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پہر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پہر وہ عمل کر جو تونے کیا ہے دو فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہوا اوسکا نام جزء سہم ہے اور اوسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی سو اوسکو ضرب کر اصل مسئلے مین مصنف نے اس مذکور کیطرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہو جاوین چنانچہ چار زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اونکے تداخل کے اصل مسئلے مین ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگا ہم اصل مسئلہ ہے بارہ سے تین دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی دو سو وہ نیز مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین مباینت ہے تو اونکے تمام رؤس کو یعنی تین کو ہمنے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو اوسمین بھی استقامت نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت ہے تو اونکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چچونکا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون متباین ہے تو اونکی بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا پہر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین کثیر

تو اسی بارہ کو اصل مسئلے مین کہ وہ بھی بارہ ہی ضرب کیا تو ۱۴۴ حاصل ہوئی اب تقسیم بلاکسر صحیح ہوگئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق مین دو فریق
کی مانند عمل کرے فریقین مین تو فقط مماثلت مذکور ہے اور توافق اور تباین جو سابق مین مذکور ہو چکے سو اونکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فی
الطحطاوی وان وافق بعضها بعضا كاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدهما اى احد الاعداد
فی جمیع الآخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق والا ففی جمیعه ثم الرابع كذلك ثم المجتمع وهو جزء السهم وهو فی مسئلتنا مائة وثمانون
فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون لتحصل اربعة آلاف وثلثمائة وعشرون ومنها تصح اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق
کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ اور پندرہ دادیان اور اٹھارہ بیٹیان اور چھہ چچا تو احد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام مین تو ضرب کرے
اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہو اوسکو تیسرے اعداد کے وفق مین ضرب کرے اگر تیسرے مین توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو اوسکے تمام مین ضرب کرے پھر
چوتھے مین اسیطرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اوسکے وفق مین والا کل مین ضرب کرے پھر مجتمع کو جو مسمی بجزء سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے مین ۱۸۰ ہی
اصل مسئلے مین جو یہان ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بلاکسر صحیح ہوگی ف اصل مسئلہ ۲۴ ہی چار زوجہ کا ثمن ہے یعنی تین وہ
اونپر منقسم نہین اور عدد سہام اور عدد رؤس مین تباین ہی تو تمام عدد رؤس کو ہمنے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیونکی دو تہائیان ہین یعنی سولہ اور وہ
اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین توافق بالنصف ہی تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنی نو کو اور پندرہ دادیون کا حصہ سدس ہی یعنی چار وہ
اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین تباین ہی تو اونکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھہ چچون کا حصہ مابقی ہی یعنی ایک وہ اونپر مستقیم نہین اور
اوسمین اور اونکے عدد رؤس مین تباین ہی تو اونکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہمکو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظہ سے چار اور چھہ اور نو اور پندرہ پھر ہمنے
اعداد مین توافق کو طلب کیا تو چار اور چھہ مین موافقت بالنصف پائی سو ان دونون سے ایک کو اوسکے نصف کیطرف پھیرا اور اوسکو دوسرے مین ضرب کیا
تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو مین توافق بالثلث ہی تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام مین ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی اور
پندرہ مین بھی موافقت بالثلث ہی تو پندرہ کی تہائی یعنی پانچ کو ۳۶ مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے مین یعنی ۲۴ مین
ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلے مین تین تھا اوسکو مضروب مین یعنی ۱۸۰ مین ضرب کیا
۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیونکا حصہ سولہ تھا اوسکو مضروب مذکور مین ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ
۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیون کا حصہ چار تھا اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھہ چچون کا حصہ
ایک تھا اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی وان تباینت اعداد رؤس من انكسر عليهم سهامهم
كامرأتين وست جدات وعشر بنات وسبعة اعمام ضربت احدهما اى احد الاعداد فى جميع الثانى والحاصل فى جميع الثالث والحاصل فى جميع الرابع فالحاصل
جزء السهم وهو هنا مائتان وعشرة لتوافق رؤس البنات والجدات السهام بالنصف فاضربه فى اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون تحصل خمسة آلاف واربعون
ومنها تستقيم اور اگر اعداد رؤس متباین ہون اونکی جنس کے سہام منکسر ہین چنانچہ دو زوجہ اور ۶ دادیان اور ۱۰ بیٹیان اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد
کو تمام ثانی مین اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث مین اور اوسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع مین حاصل ہوگا جزء سہم یعنی مضروب اور وہ یہان ۲۱۰ ہے
بسبب توافق بالنصف ہونے رؤس بنات اور جدات کے اونکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کرے اصل مسئلے مین اور وہ یہان ۲۴ ہی حاصل ہونگی پانچہزار اور ۴۰
اور انہین سے مسئلہ مستقیم ہوگا ف اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہی یعنی تین وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے رؤس اور سہام مین تباین
ہے تو ہمنے اونکے عدد رؤس کو یعنی دو کو یاد رکھا اور چھہ دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے عدد رؤس اور
عدد سہام مین موافقت بالنصف ہی تو ہمنے اونکے عدد رؤس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیونکا حصہ دو ثلث ہی یعنی سولہ وہ اونپر مستقیم
نہین اور اونکے رؤس اور سہام مین موافقت بالنصف ہی تو ہمنے اونکی نصف عدد رؤس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چچون کا حصہ مابقی ہی یعنی ایک وہ اون پر

مستقیم نہین اور ایک مین او سات مین مباینت ہی تو مثلاً تمام عدد رؤس کو یعنی سات کو لیا تو ہمارے پاس اعداد ماخوذہ [illegible] اور پانچ اور سات حاصل ہوا اور یہہ سب عدد متباین ہین تو ہمنے [illegible] کو تین مین ضرب کیا چھہ حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ مین ضرب کیا [illegible] حاصل ہوا پھر ۳۰ کو [illegible] مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے یہی عدد واخیر کا مادہ جزء سہم اور مضروب ہے یہہ معنے اس مبلغ کو اصل مسئلہ یعنی [illegible] مین ضرب کیا تو مجموعہ [illegible] ہوئے انہین سے مسئلہ صحیح ہو گیا سب ذوی الفروض [illegible] اصل مسئلہ سے تین سہم تھے اوسکو [illegible] یعنی ۲۱۰ مین ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر [illegible] کو اونمین سے [illegible] سہم ملے اور چھہ [illegible] کا حصہ چار سہم کا تھا اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا [illegible] حاصل ہوئے [illegible] سہم ملے اور [illegible] کے سہم سولہ تھے اوسکو بھی مضروب [illegible] مین ضرب کیا [illegible] حاصل ہوئے [illegible] سہم ملے اور سات چچون کا حصہ ایک سہم [illegible] مضروب مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے [illegible] سہم ملے اور مجموعہ ان حصون کا [illegible] [illegible] سنے کہ [illegible] عبارت [illegible] کیونکہ عدد [illegible] اس مبلغ [illegible] ثالث مین مبلغ ثانی حاصل ہوا اور [illegible] مبلغ ثالث جزء سہم ہے [illegible] ہوگیا [illegible] موافقت [illegible] تباین کا قاعدہ [illegible] معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباین [illegible] فی هذه الصنعة [illegible] والفقه [illegible] اللہ اکبر اور [illegible] تماثل [illegible] تداخل اور تباین [illegible]

مین یعنی اعداد [illegible] وتباین العددین [illegible] دو [illegible] ہم [illegible] متباین [illegible] اقلهما الاکثر [illegible] التسمیة [illegible] قسمة [illegible] الثلث [illegible] تو فنا کر دے یعنی اقل جو اکثر سے [illegible] اسی طرح اگر تو سے تین کو [illegible] اثر مثال [illegible] کے اگر مثل [illegible] مثال [illegible] ہو جاوے دوسری [illegible] شریف نے لکھا کہ [illegible] من قبیل الاختلاف فی العبارة [illegible] توافق العددین ان لا یعد [illegible]

اقلهما الاکثر لکن یعدهما عدد ثالث کالثمانیة مع العشرین یعدهما اربعة فتوافقا بالربع اور توافق [illegible] اقل اور اکثر [illegible] چنانچہ آٹھ [illegible] چار فنا کرتا ہے تو آٹھ اور چار مین توافق بالربع ہے [illegible] یعنی دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء مین یعنی نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا مین معلوم کرنا چاہیئے اول صحیح مین واحد عدد مین داخل نہین [illegible] لیست منالعدد عن الوحدات ہو اور واحد ایسا نہین ہی تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یون کیجئے [illegible] جواب مین [illegible] تو اسمین واحد بھی داخل [illegible] تو یہان یون کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین [illegible] اقل اکثر کو نہ فنا کرے ولیکن [illegible] عدد ثالث جو واحد کے سوا ہو ہے فنا کرے اس واسطے کہ واحد تو سب اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح میں باہین واحد اور کسی شی کے تداخل نہین بلکہ تباین ہے کذا فی الشریفی والطحطاوی

لمسقطا وتباین العددین ان لا یعد العددین المختلفین معا عدد ثالث اصلا کالتسعة مع العشرة اور [illegible] عدد دونکا تباین اسطرح ہوتا ہے کہ

عددین مختلفین کو ساتھ [illegible] عدد واحد فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ ہم یعنی نو اور دس کو ساتھ ہی کر دیں اور عدد سوای ایک کے نہین فنا دیتا [illegible] الا سع عدد نہین ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت مین پوشیدگی نہتی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت مین البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے [illegible] **وذا اردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين اسقط الاقل من الاكثر من**

[illegible] **الحق اذا نقص** [illegible] اور جبکہ تو ارادہ کرے عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر [illegible] [illegible] کر یہانتک [illegible] دونون [illegible] ایک [illegible] متفق ہو جاوین **هم** مثلا جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی [illegible] اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی [illegible] ایک کو [illegible] تو دس او سات [illegible] اسقاط اقل [illegible] جانبین سے جنید بار منفی ہو گئی [illegible] عددین یعنی ایک ہی باقی [illegible] **فان توافقا في واحد فلا وفق** [illegible] بعد اسقاط مذکور کے دونون عدد متفق ہو جاوین [illegible] [illegible] ان دونون مین توافق نہین [illegible] **وان اتفقا في اثنين فبالنصف** او [illegible] مختلفین باہم [illegible] [illegible] عدد [illegible] **هم** مثلا اگر اٹھارہ سے [illegible] تو دو باقی رہین گے اور [illegible] کو تین بار آٹھ سے گرائیے تو بھی دو [illegible] باقی رہین گے تو [illegible] متوافقین بالنصف [illegible] شریفی [illegible] توافق بالنصف یا توافق بالثلث وثلاثہ [illegible]

مطلب [illegible] **وفي ثلثة فبالثلث هكذا الى العشرة ويسمى الكسور المنطقة** [illegible]

[illegible] انکو کسور منطقہ [illegible] **هم** یعنی اگر [illegible] چنانچہ چار اور دس [illegible] بالثلث [illegible] چنانچہ آٹھ و بارہ نو [illegible] الربع [illegible] چنانچہ بارہ اور اٹھارہ [illegible] سات مین [illegible] چودہ [illegible] چنانچہ [illegible] بیس [illegible] چنانچہ [illegible] اور [illegible] کے اتفاق مین [illegible] کہتے ہین یعنی تعبیر [illegible] صافت [illegible] چنانچہ [illegible] [illegible] تعبیر کرنا بدون اضافت [illegible] ممکن نہین چنانچہ [illegible] جزو [illegible]

[illegible] **عشر** [illegible] [illegible] کے [illegible] معلوم نہین [illegible] [illegible] **عشر** [illegible] **الاصم** [illegible] تو [illegible] تو دو نو عدد [illegible] کے ایک [illegible] مین متوافق [illegible] طرح [illegible] صورت [illegible] فنا کرتے ہی [illegible] گیارہ [illegible] تو دونون عدد [illegible] مین متوافق ہین [illegible] جزو مین [illegible] مین اور [illegible] مین [illegible] متوافق چنانچہ [illegible] **تمت** [illegible] خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو [illegible] عدد ہون اگر دونو [illegible] [illegible] الا اگر [illegible] دونو [illegible] عدد فنا کر دے تو [illegible] متوافقین [illegible] [illegible] عدد [illegible] فنا کرے تو [illegible] متباینین [illegible] تماثل [illegible] تداخل [illegible] توافق [illegible] پہچانے جاتے ہین عدد [illegible] اقل [illegible] اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو [illegible] اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت [illegible] جا [illegible] باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہین [illegible] مقسوم علیہ [illegible] دونو کا فنا کرنے والا [illegible] باقی رہا ایک تو [illegible] متباینین ہین [illegible] خلاصۃ الحساب **واذا اردت معرفة نصيب كل فريق**

كالبنات والجدات والاعمام وغيرهم من التصحيح الذي استقام على الكل فاضرب ما كان له اي لكل فريق من اصل المسئلة فيما اي في

التصحيح [illegible] **الفريق** [illegible] اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات

[illegible] اصل مسئلے [illegible] ضرب [illegible]

تو نے ضرب کیا ہو اصل مسئلے [illegible] فریق کا حصہ نکل [illegible] مثلاً [illegible]

اصل مسئلے یعنی [illegible] تین کو ضرب کیا [illegible] حاصل [illegible]

[illegible] معرفة نصيب كل واحد من حاد ذلك الفريق [illegible]

[illegible] فریق [illegible] ضرب [illegible]

ضرب کرو [illegible] حصہ نکل آویگا [illegible]

[illegible] قسمت کیا [illegible]

[illegible]

المواريث كما في شرح السراجية [illegible]

بسبب متقدم ہونے ارباب دیون کے مواریث کی قسمت پر چنانچہ حمیدہ کی شرح سراجیہ مین یہہ مطلب بصرح مذکور ہی ھ وجہ اسکی یہہ ہی کہ جب ترکہ پورا پڑا ادای جمیع
دیون مین اور کچھ باقی رہا تو ارباب دیون مین اب قسمت کرنے کی کچھ حاجت نرہی وارثون مین البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادای دیون مین کافی نہوا تو وارثون
کے لیے کچھ باقی نرہا تو ان مین ورثہ کے قسمت بھی نہو گی حاشیہ عجم زادہ مین ہی بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہہ ہی کہ ہر گروہ کے افراد مین بالاختصاص قسمت
ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین کذا فی الطحطاوی فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر ہ اگر ترکہ اور تصحیح مین مماثلت اور برابری ہی تو ظاہر ہی ھ
چنانچہ اگر میت نے مان اور باپ اور چار بیٹیونکو چھوڑا اور ترکہ چھہ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین مین مشترک ہی
اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا دقت تقسیم ہوگیا او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ کذا فی نسخ المتن
والشرح والموافق للسراجیۃ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانما یضرب فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ یا ترکہ اور تصحیح مین موافقت ہی تو ضرب کری تو ہر
وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ مین شارح نے کہا یہی عبارت ہی متن اور شرح مصنف کے نسخون مین اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یون ہی کہ سہام کو وفق ترکہ
مین ضرب کرے اور تمام ترکہ مین تو ضرب کیجاتی ہی فقط مباینت کیوقت ھ سراجیہ وغیرہ کا مطلب چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین واضح کیا کے چند محل
مین مذکور کیا ہی یہی ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت مین بھی جاری ہوتا ہی تو ضرب کیجاتے ہین ہر وارث کے سہام تصحیح سے جمیع ترکہ مین اور موافقت
کا دوسرا طریقہ وہ ہی جسکو شارح نے ذکر کیا وہ یہہ ہی کہ سہام ہر وارث کے ضرب کیے جاوین ترکہ کے وفق مین پھر حاصل ضرب کو وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت
نصیب ہوگا اوس وارث کا اور مداخلت شرعا یہ ہی موافقت کے اس طریقہ مین تو تجکو اختیار ہی اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت مین تباین کا طریقہ اختیار
کرے اور چاہے شرح کے اس دوسرے طریقہ کو پسند کرے دونون کا مال ایک ہی اور مباینت کیصورت کا یہہ بیان ہی کہ ایک عورت اپنا زوج اور مان اور دو سگی
بہنین چھوڑ کر مر گئی اور ترکہ ۲۵ اشرفیان ہین تو اصل مسئلہ چھہ سے ہی اور عول کریگا آٹھہ کیطرف تو زوج کا اُنمین سے تین ہین اور مان کا ایک اور ہر بہن کے دو سہم
اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھہ مین تباین ہے پھر تو نے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوج کا تصحیح سے یعنی تین کو تمام ترکہ مین ضرب کیا
پچھتر حاصل ہونگے پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنی آٹھہ پر قسمت کر تو نو اشرفیان اور ایک اشرفی تین ثمن خارج ہو گئے تو یہہ حصہ ہی زوج کا اس ترکہ سے اور مان کے
نصیب کو تصحیح سے یعنی ایک کو بھی جمیع ترکہ مین ضرب کر ۲۵ حاصل ہونگی پھر جب اونکو آٹھہ پر قسمت کیا تین اشرفیان اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو
یہہ حصہ ہی مان کا ترکہ سے اور ہر بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ مین ضرب کر ۵۰ حاصل ہونگی پھر جب انکو آٹھہ پر قسمت کیا چھہ اشرفیان اور ۱/۴ اشرفی خارج
ہوئی سو یہہ حصہ ہی ہر بہن کا مسئلہ مذکورہ سے اور اگر اسی مسئلہ مین ترکہ ۵۰ اشرفیان فرض کیجئے تو ترکہ اور تصحیح مین توافق بالنصف ہے اور جبکہ ترکہ ۲۴ اشرفیان
فرض کیجئے تو تصحیح اور ترکہ مین تداخل ہی اور ان دونون صورتون مین تجکو اختیار ہی چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ
مین ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ مین کسر ہو تو اوسمین ترکہ بسط کرنیکی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک
جنس ہو جاوے اور بسط کا طریقہ یہہ ہی کہ صحیح کو مخرج کسر مین ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکور کو زیادہ کرے پھر اوس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہوگیا ہی مخرج
کسر مین ضرب کرے پھر دونون حاصل مین ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اُس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ ہمنے مسئلہ مذکورہ
مین ۲۵ اشرفیون اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنی تین مین ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵ پھر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیان ہوئین پھر
تصحیح یعنی آٹھہ کو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھہ سے ۷۶ مین ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ
ہوگا اُس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہی اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلی وھذا لمعرفۃ نصیب کل فرد اور یہہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت
کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہی وتعمل کذلک فی معرفۃ نصیب کل فریق منہم اور اسیطرح تو عمل کرے وارثون کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے مین
ھ یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ مین ضرب کرے ان صورتون تباین اور توافق اور تداخل مین اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا
ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنون کا مسئلہ سابقہ مین تجکو معلوم ہو چکا اور تجکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل مین وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب گذر چکا مصنف نے

حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق کے حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اسواسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود اہم تھا **وَاَمَّا قَضَاءُ الدُّيُوْنِ اِذَا وَفٰى فِيْهِمَا** اور ادا ہی دیون کی توبیہ تفصیل ہو کہ اگر مال متروک پورا پڑا ادا کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہو **وَاِنْ لَّمْ يَفِ وَتَعَدَّدَ الْغُرَمَاءُ** اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں ہم یعنی اگر تعدد نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو لعبہ تجہیز اور تکفین باقی مال کو وہی لیگا **يُجْعَلُ مَجْمُوْعُ الدُّيُوْنِ كَالتَّصْحِيْحِ لِلْمَسْئَلَةِ وَيُنْزَلُ كُلُّ دَيْنِ غَرِيْمٍ كَسِهَامِ وَارِثٍ وَيُعْمَلُ كَمَا مَرَّ** در صورت عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے اونا ہی تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح کے لیے اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کر تو جو قسمت میں ترکہ میں عمل کر چکا نسبت اور قسمت سوم ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص مرگیا نو اشرفیوں کا متہ و کہ چھوڑ کر اور اوسپر دس اشرفیاں ایک شخص کی اودھار ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیوں کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سو اگر دونوں میں توافق ہو جیسا یہہ صورت ہے کہ دونوں میں توافق بالثلث ہے سو دس اشرفی والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے تیس پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفق یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہہ اوسکا حصہ ہوا نو اشرفیوں سے اور جبکہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہہ پانچ اشرفیوں والے کا حصہ ہے اور اگر اس صورت میں نو اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہیں تباین ہو تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں ضرب کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ میں ضرب کیا ایک سو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اوسکو پندرہ پر قسمت کیا تو آٹھ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہہ دس اشرفیوں والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والے دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے کے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنی تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہہ حصہ ہے دس اشرفیوں والیکا اور پانچ اشرفیوں والی کے دین کو بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والیکا اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ تباین اور تداخل اور توافق تینوں تمام ترکہ میں ضرب کر اور یہہ بھی توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں وفق کا اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی والشریفی **وَتُشْرَعُ فِيْ مَسْئَلَةِ التَّخَارُجِ** سو مصنف نے بیان سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہے کہ ورثہ باہم صلح کر لیں بعضے وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اس چیز کے جو اوسکے حصہ کے سوا ہو اور یہہ شرع میں درست ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو اپنی مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مرگئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اوسکو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو اوسکے وارثوں نے اوس عورت سے صلح کر لی اوسکے ربع ثمن یعنی آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اوسکے نصف پر یعنی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ اکمل الدین اور حالانکہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفا نصف تقسیم کر دیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہہ دلیل ہے اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھ مضایقہ نہیں یعنی بشرطیکہ ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ یعنی نیک مال نیک مرد کیواسطے کیا خوب ہے کذا فی الطحطاوی **فَقَالَ وَمَنْ صَالَحَ مِنَ الْوَرَثَةِ وَالْغُرَمَاءِ عَلٰى شَيْءٍ مَّعْلُوْمٍ مِّنْهَا طُرِحَ سِهَامُهُ مِنَ التَّصْحِيْحِ وَجُعِلَ كَاَنَّهُ اسْتَوْفٰى نَصِيْبَهُ** سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب دیون میں سے صلح کرے چیز معین پر ترکہ میں سے تو اوس وارث کے سہام یا اوس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اوسنے اپنا حصہ بھر پایا ہم یعنی مع وجود مصالح بین الورثہ اور اسلئے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اوسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشریفی والطحطاوی کہا شی معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شے مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ

اُس سے صلح درست ہو **ثم قسم الباقی من التصحیح او الدیون علی سهام من بقی منهم فتصح مسئلة زوج واُم وعم** پھر قسمت کیا جاوے باقی تصحیح یا دیون سے اونکے سہام پر جو باقی رہین وارثون مین سے تو صحیح ہو گئے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور چچا وارث ہین تو مسئلہ وجود زوج کے چھہ سے ہے اور یہ تصحیح ہے وارثون پر دیکہیں سو زوج کے سہام تین ہین اور ماں کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم **فصالح الزوج علی ما فی ذمته من المهر فخرج من البین فاطرح سهامه من التصحیح وهی ثلثة واقسم باقی الترکة وهی ما عدا المهر بین الام والعم اثلاثا بقدر سهامهما من التصحیح قبل التخارج وحینئذ یکون سهمان للام وسهم للعم** پھر زوج نے صلح کر لی اپنے حصے کی یعنی نصف میراث کی اوس مہر پر جو اسکی زوجہ پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج ہو گیا وارثون کے درمیان سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرا دی اور باقی ترکہ سوائے مہر کے ماں اور چچا مین تین تہائی کرکے بقدر اونکے سہام کے تصحیح قبل از تخارج سے قسمت کر دی اور اس وقت مین دو سہم ماں کے ہونگے اور ایک سہم چچا کا ہوا ہے یعنی جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہین زوج کے خارج ہو جانے سے سہام باقی ورثہ مین کچھہ فرق اور تغیر واقع نہین **ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی** اور یہہ جائز نہین کہ زوج کو یون قرار دیجیے کہ گویا کہ وہ تھا ہی نہین تاکہ ماں کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کیطرف بدل نجاوے ہم اصل مال چھہ سہم تھے اوسکی تہائی دو سہم ہین اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اوسکا نصف حصہ ساقط ہوکر تین سہم باقی رہین گے اونکی تہائی ایک سہم ہے **لانه حینئذ یکون للام سهم وللعم سهمان وهو خلاف الاجماع قاله السید وغیره قلت وهذا هو الصواب ولقد غلط فی قسمة هذه المسئلة صاحب المختار وصاحب مجمع البحرین وغیرهما علی ما عندی من النسخ فانهما اقتسما الباقی بالاثلاث للام سهم وللعم سهمان وقد علمت انه خلاف الاجماع** اس لیے کہ اس وقت مین یعنی باقی مال کی قسمت مین ماں کا ایک سہم ہوگا اور چچا کے دو سہم اور یہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے مین کہتا ہون اور یہی قول یعنی زوج کو نابود فرض کرنا حق اور ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے مین صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کر گئے ہین بموجب اُن کتابون کے نسخون کے جو میرے پاس موجود ہین اس لیے کہ ان دونون مصنفون نے باقی مال کو یعنی تین سہم کو تہائی تہائی کر کے قسمت لیا ہے ماں کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھ کو سید شریف وغیرہ کے کلام سے معلوم ہو لیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے ہے ہم اور یہہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ اُسکا حق مختلف ہوتا ہو زوج کے اوس کے اخراج اور داخل کرنے میں اور جبکہ حال اسطرح مختلف نہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہوتا تو اوسکے دخول کا اعتبار کرنا لازم نہین ہے اسواسطے کہ ماں کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہین دونون تقدیر مین اور اگر یون فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کر لی تمام ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھہ ہی سے ہوگا بعد جبکہ چچا کا حصہ یعنی ایک سہم گر جاوے باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاوے گا زوج اور ماں مین تو تین خمس زوج کے اور دو خمس ماں کے اور اگر یون فرض کیجیے کہ ماں نے مصالحہ کی صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہو گئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھہ سے ہوگا پھر جب ماں کے دو سہم ساقط کر دیے تو چار باقی رہے تو باقی چار حصے ہونگے اس مین سے تین زوج کے اور ایک چچا کا کذا فی الطحطاوی **قال العلامة قطب الدین محمد بن سلطان فی شرح الکنز وقوله فاجعل کان لم یکن فیه نظر لما ذکرنا فتحرر** علامہ قطب الدین محمد بن سلطان نے شرح کنز مین کہا اور ماتن کا یہہ قول کہ زوج کو یون قرار دو کہ وہ گویا تھا ہی نہین اس قول مین اعتراض ہے بسبب اس شے کے جو ہم نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اسکو تامل کر لے **قال مؤلفه العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین ابن الشیخ علی الحصکفی الحنفی العباسی لامام بجامع بنی امیة ثم المفتی بدمشق المحمیة قد فرغت من تالیفه فی اواخر شهر الله المحرم الحرام احدی وسبعین والف هجریة علی صاحبها افضل الصلوة والسلام** اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنی محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصکفی کا بیٹا والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ مین اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا پچھلی تاریخون شہر محرم الحرام سن ایکہزار اکہتر ہجری مین ہجرت والی رسول پر جو بہتر درود اور سلام ہم قاموس مین ہے کہ حصن کیفا ایک موضع کا نام ہے شاید کہ شارح انہین سے کسی موضع کیطرف منسوب ہو اور مفتی مین احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اسکے والد کی اور یہی ظاہر ہے **وقد بالغت فی تلخیصه وتحریره وتنقیحه** اور البتہ مین نے اس شرح کی تلخیص اور تنقیح مین بہت مبالغہ کیا ہے ہم تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس مین ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ قشیریہ مین کہا کہ ایجاز اور

الحصكفي

اختصار یعنی واسطہ مین یعنی اخلال لفظ سے تو تہیۃ المعنی یا اخلال بلا اغلال بلا اخلال مبانی و ایقار معانی یا ختولکثیر اسما لقلیل و قیل غیر ذلک قاموس مین ہی کہ تحریر کتاب عبارت سے اوسکی تقویم سے اور تحریر رقبہ عبارت ہی اوسکا اعتاق ہی اور تنقیح شعر عبارت ہی اوسکی تہذیب سی کذا فی المطلوب مختصراً علامہ حموی نے شرح اشباہ مین کہا تحریر کلام عبارت ہی بیان بالکتابۃ سے اور تقریر کلام عبارت ہی بیان بالعبارۃ سی ایسا کہا ہی علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص جامع مین مگر شرح تلخیص مفتاح مین علامہ مذکور نے کہا ہی کہ بعض ائمہ لغت نے کہا کہ تحریر کلام عبارت ہی تہذیب کلام سی انتہی فی الواقع شارح نے نقل عبارات کتب فقہیہ مین نہایت اختصار اور کمال تحریر اور غایت تنقیح کی ہے جو شخص کہ کتب منقول عنہا کیطرف رجوع کریگا وہ اسکا یقین لاویگا اور شارح کے کمال کا معتقد ہو جاویگا کوئی ہی مین کرتا شارح کا کام تھا جزاہ اللہ خیر الجزاء

وَنَبَّهْتُ لِلْمُصَنِّفِ مَعَ فِي تَغْيِيرِهِ لِمَوَاضِعَ كَثِيرَةٍ مِنْ مَتْنِهِ وَتَصْحِيحِهِ وَنَبَّهْتُ عَلَيْهِ غَالِبًا عَلَى مَوَاضِعِ سَهْوٍ أُخَرَ وَبِالْجُمْلَةِ فَالسَّلَامَةُ مِنْ هَذَا الْخَطَرِ أَمْرٌ يَعِزُّ عَلَى الْبَشَرِ فَسَتَرَ اللهُ مَنْ سَتَرَ وَغَفَرَ لِمَنْ غَفَرَ اور مین نے پیروی کی ہی مصنف کی متن کے مواضع کثیرہ کے بدلڈالنے مین اور اوسکی تصحیح مین اور مین نے اسپر اکثر مواضع مین آگاہ کردیا ہی اور بعضے مواضع مین مصنف کو سہو اور خطا پر خبردار کردیا ہی الحاصل اگرچہ تلخیص اور تحریر متن مین نے عرقریزی کی ہی پر سلامت رہنا اس تصنیف اور تالیف خطرناک کی سہو اور خطا سے وہ امر ہی جو عزیز الوجود اور نادر الوقوع ہی آدمی پر سو حق تعالی پردہ پوشی کرے اوسکی جو غیر کی پردہ پوشی کرے اور بخشے اوسکو جو اوروں کی خطا معاف کرے ہم یعنی انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور علوم اور معارف مین امام ہو لیکن سہو اور نسیان سے معصوم نہین اسلئے کہ نسیان آدمیت کا شعار ہی فان اول ناس اول الناس ہے

وَإِنْ تَجِدْ عَيْبًا فَسُدَّ الْخَلَلَا جَلَّ مَنْ لَا فِيهِ عَيْبٌ وَعَلَا اور اگر پاوے تو عیب کو تو خلل کو بند کر یعنی ظاہر نکر بزرگ اور بلند مرتبہ ہی وہ ذات پاک کہ جسمین عیب اور زوال نہین ہم یعنی اگر اکابر کے کلام مین کچھ سہو اور وہم کو تو پاوے تو عیب گوئی اور سخن چینی مت کر اسواسطے کہ تمام بنی آدم سوا حضرت معصومین علیہم الصلوۃ والسلام کے نقصانات سے منزہ نہین اور جو بالکل عیوب اور نقائص سے مقدس ہی وہ خالق اکبر جل و علا کی ذات ہی وَقَدْ بَيَّضْتُهُ فِي قَلْبِي مِنْ نَارِ الْبِعَادِ عَنِ الْبِلَادِ وَالْأَوْلَادِ وَالْإِخْوَانِ مَا يُفَتِّتُ الْأَكْبَادَ کیونکہ بعوا ہوں ہوک سے اور البتہ بیض درالمختار کو مسودہ سے اوراق سادہ مین صاف کیا اس حالت مین جبکہ میری دلمین آتش جدائی تھی بلاد اور اولاد اور بہائیون اور دوستون کی اسقدر کہ جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی فرحم اللہ التفتازانی حیث اعتذر بنحو ما اعتذرت حیث قال نظما ہے يَوْمًا بِحُزْوَى وَيَوْمًا بِالْعَقِيقِ وَبِالْعُذَيْبِ يَوْمًا وَيَوْمًا بِالْخُلَيْصَاءِ سو رحمت کرے اللہ تعالی ملا سعد الدین تفتازانی پر جہان انہون نے دیباچہ مختصر معانی کی شرح مین بہجوم ہموم اور شدت سفر کا عذر بیان کیا ہے اور خوب کہا ہی نظم مین کہ ایکدن حزوی مین اور ایکدن عقیق مین اور کسیدن عذیب مین اور کسیدن خلیصا مین ہم حزوی اور عقیق اور عذیب اور خلیصا مواضع اور بستیون کے نام ہین یعنی جو شخص مبتلائے حوادث اور سرگردان بلاد ہو وہ تصنیف کیا کر سکتا ہی سو اسمین کچھ بھول چوک ہو تو صریح معذور ہے چونکہ شارح کا حال مہاجرت وطن مین تفتازانی کے حال کی مانند تھا لہذا اونکے کلام کو اپنے اعتذار مین نقل کیا اور اونکے واسطے دعائے مغفرت کی لیکن الحمد للہ اولا و آخرا ظاہرا و باطنا فلقد من علینا بالتبییض تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ والقدر المنیف وتختیمہ تجاہ قبرہ لصاحب ہذا المتن الشریف فلعلہ علامۃ القبول منہم والتشریف لیکن ستائش اور شکر ہی خدا کو اول اور آخر مین اور ظاہر اور باطن مین سو البتہ اوسنے احسان کیا النبیض تبییض درالمختار کے سامنے ذات پاک صاحب رسالت اور منزلت کو کہ زائد ہی فہم اور بیان سے اور سبب ختم ہونے اس کتاب کو مقابل قبر مصنف کے جو صاحب اس متن شریف کا سو شاید کہ یہہ علامت ہی انکی قبول اور تشریف کی ہم یعنی مدینہ طیبہ مین جوار روضہ مقدسہ کی نقل سودہ کی ابتدا ہونا اور غزہ ہاشم مین ماتن کی قبر کے سامنے ختم ہونا ظاہرا انشاء اللہ ہے مقبولیت کی دلیل ہوگا ہے فَيَا شَرَفِي إِنْ كُنْتَ تَقْبَلُهُ + وَإِنْ كَانَ كُلُّ النَّاسِ رَدُّوهُ عَنْ حَسَدٍ کہا اس کتاب کے مولف نے تو اے میری شرف حاضر ہو اگر تو نے اے میرے پرورش کرنیوالے قبول کر لیا اس کتاب کو اگرچہ تمام لوگ اوسکو حسد سے رد کرین

ہے فَتَقْبَلُنِي مَعَ مَا رَأَيْتَ وَأَسَاتِذِي + وَتَحْشُرُنَا جَمْعًا مَعَ الْمُصْطَفَى ہمکو مقبول کیجیو جھکو اور اوستادون کے ساتھ اور ہمارا سبکا حشر کیجیو محمد مصطفے کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وَإِخْوَانِنَا الْمُسْتَدْرِي لَنَا الْخَيْرَ دَائِمًا + وَوَالِدِنَا دَاعٍ لَنَا طَالِبَ الرِّضَا اور الہی حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے مسلمان بہائیونکا جو ہمیشہ ہمارے لئے دعائے خیر پونہچاتے ہین اور حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور طالب تہا ہماری استقامت دینی کا +

وَحَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ

اور [illegible] جہاں تک ہی اور کیا اچہا لکہا رسالہ ہو اور ہمارا نہین خدا کی معیت سے اور طاقت ہمکو طاعت پر مگر اللہ تعالی کی توفیق سے اور وہ کیا اچہا آقا ہے اور کیا اچہا مددگار ہے +

خاتمۃ الطبع

حامداً و مصلیاً و مسلماً فقیر سراپا تقصیر محمد احسن صدیقی ارباب شریعت اور اہل علم کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ شہر محرم الحرام ۱۲۸۸ ہجری نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام مین یہ جلد چہارم کتاب غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار اللہ تعالی کے فضل و کرم سے حلیۂ طبع سے آراستہ ہوئی اسکے مترجم مولوی خرم علی صاحب بلہوری مرحوم نے اسکے ترجمہ مین کمال محنت و جانفشانی کی ہے جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء ہر جلد کے اخیر یا شروع مین مترجم مرحوم نے ایک عبارت عربی جس سے شروع ترجمہ اور اوسکے اختتام کی تاریخ معلوم ہو لکھی ہے چنانچہ ہم اسکا ترجمہ کئے دیتے ہین تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ کتنی مدت مین یہ ذخیرہ بجانفشانی مترجم کے تیار ہوا اس جلد کے آخر مین مترجم مرحوم نے یہ لکھا ہے کہ اس جلد کا ترجمہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۲۵۹ کو شروع ہوا اور ۱۷ رجب ۱۲۶۵ روز یکشنبہ کو تمام ہوا جسکی کل مدت چھ برس اور آٹھ مہینے ہوئی اور تیسری جلد کتاب البیوع کے شروع مین یہ لکھا ہے کہ شروع ترجمہ چوتھی ذیقعدہ ۱۲۶۰ کو ہوا اور اختتام ذیقعدہ ۱۲۶۳ مین جسکی مدت پوری تین سال ہوئی اور دوسری جلد کے شروع مین لکھا ہے کہ ابتداء ترجمہ کتاب النکاح سے ۲ ربیع الثانی ۱۲۵۵ مین ہوا اور اس جلد کے آخر مین یہ عبارت اردو بخط مترجم حرف بحرف مرقوم ہے ہزار ہزار شکر قادر کریم کارساز کو جسکی توفیق سے در المختار کے نصف اول کا ترجمہ ذیقعدہ کی چوتھی تاریخ ۱۲۵۶ ہجری مین مجھ سے عاجز قلیل البضاعت کے ہاتھ پر تمام ہوا اب اس کریم بندہ نواز کی جناب اقدس مین یہ دعا ہے کہ بعافیت اسی طرح نصف اخیر کا بھی ترجمہ میرے ہاتھ سے تمام کرا دے اور تمام کتاب کو مقبول فرما کر سبب ہدایت ٹھہراوے آمین۔ اس حساب سے ترجمہ جلد دوم کی مدت دو سال اور سات مہینے ہوئی اور جلد اول کے شروع مین مرقوم ہے کہ دوسری محرم الحرام ۱۲۵۳ کو مین نے ترجمہ شروع کیا اسکو مترجم مرحوم تمام نکرنے پائے تھے کہ خود رہگرای عالم بقا ہوئے اور چونکہ کتاب الحج کو کتاب النکاح تک کا ترجمہ بھی مترجم مرحوم کا لکھا ہوا موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ رجب ۱۲۵۴ سے آخر ذی الحجہ تک یہ ترجمہ ہوا ہوگا جسکی مدت پانچ مہینے ہوتے ہین اور غالباً شروع سے باب الاذان تک چار مہینے سے کم مین ترجمہ نہوا ہوگا پس کل مدت ترجمہ کی تیرہ برس ہوئی اور باب الاذان سے کتاب الحج تک کا ترجمہ اس عاجز نے مدت چھ مہینے مین کیا تو ساری کتاب کا ترجمہ ساڑھے تیرہ برس مین ہوا ہرچند مین نے اس کتاب کی تصحیح اور تحشیہ مین بہت خون جگر کھایا ہے مگر فن طبع سے واقفکارون پر ظاہر ہے کہ بعض اغلاط اس قسم کی ہو جاتی ہین کہ اوسمین مصحح کا کچھہ اختیار نہین ہوتا اور باوجود اسکے مین اپنی بے بضاعتی اور اس فن سے نابلدی پر معترف ہون نظر برین اگر ناظرین با انصاف کہین غلطی پاوین تو تصحیح فرما کر عاجز کو دعاء خیر سے یاد کرین ع بپوش گر بخطائی رسی و طعنہ مزن + کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود + ترتیب طبع اس کتاب کی اسطور پر ہوئی کہ سب سے اول جلد چوتھی طبع ہوئی اور اوسکے بعد تیسری اور اوسکے بعد دوسری اور سب سے پیچھے اول چنانچہ ہر جلد کے خاتمہ پر اوسکی تمامی طبع کا مہینا لکھہ دیا گیا ہے والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً وصلی اللہ تعالی علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

اب قطعات تاریخ اتمام ہدیہ ناظرین ہین

قطعہ تاریخ در فارسی از مصحح

رشک گلزار چو گردید ز طبع این نسخہ
سال ختمش ز رہ فکر بجستم پیہم
از دل غیب ندا داد سروشم ناگاہ
پے تاریخ بگو فقہ امام اعظم

ایضاً در اردو

جب ہوئی چھپکر یہہ کتاب مطبوع
ہر رنگ بہار تازہ گلشن
پایا سر حسن سے سن طبع
خرم سے ہے یادگار احسن

قطعہ تاریخ اردو طبع زاد شاعر بدیع خوش طبیعت میر ہدایت علی صاحب متخلص بہ ہدایت بریلوی

اہتمام مولوی صاحب سے جب
مسئلے آسان و مشکل چھپ گئے
سال یہہ دل سے ہدایت کو ملا
دین اعظم کے مسائل چھپ گئے